الصّواعق المحرّقہ
ترجمہ
علّامہ اختر فتح پوری

یہ کتاب

اپنے بچوں کے لیے scan کی بیرونِ ملک مقیم ھیں

مو منین بھی اس سے استفادہ حاصل کرسکتے ھیں.

منجانب.

سبیلِ سکینہ

یونٹ نمبر ۸ لطیف آباد حیدر آباد پاکستان

بسم اللہ الرحمن الرحیم
محمد رسول اللہ والذین معہ اشداء علی الکفار رحماء بینہم
الصواعق المحرقہ
ترجمہ
برق سوزاں
ترجمہ علامہ اختر فتح پوری
شبیر برادرز ۰ اردو بازار ۰ لاہور

نام کتاب ______ الصواعق المحرقہ
نام ترجمہ ______ برق سوزاں
مترجم ______ علامہ اختر فتح پوری
تعداد ______ ۵۰۰
ناشر ______ محمد شاکر
پریس ______ ایس ایم اشتیاق پرنٹرز لاہور
قیمت ______

عارف باللہ قطب الارشاد مظہر تجلیات غوث الوریٰ

حضرت سیّد حافظ شاہ جمال اللہ علیہ الرحمۃ

چشتی قادری نقشبندی ۔ رام پوری

کے نام

جنکی توجہ خاص سے میں اس کتاب کو شائع کرنے کے قابل ہوا

گر قبول افتد زہے عزّ و شرف

احقر

حافظ محمد رئیس خاں رئیس جمالی

آستانہ فیضانِ جمالی

۱۸۳-ایل علامہ اقبال کالونی فیصل آباد

عرضِ حال

علامہ ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کی شہرہ آفاق کتاب "الصواعق المحرقہ" کا اُردو ترجمہ برق سوزاں" اہل علم حضرات کی خدمت میں پیش کرتے ہوئے مجھے ایک گونہ مسرت حاصل ہو رہی ہے، کیونکہ اس کتاب میں اہلبیت اطہار اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین پر مخالفین و معاندین کی طرف سے کئے گئے اعتراضات کے نہایت مدلل اور مسکت جوابات دیئے گئے ہیں، نیز ان کی شان و عظمت کا اس رنگ میں تحفظ کیا گیا ہے کہ بے اختیار مؤلف کے لئے منہ سے دُعائے خیر نکلتی ہے، اس کے علاوہ مؤلف نے صحابہ کرام کے مشاجرات و مناقشات پر بھی اس عالمانہ انداز میں گفتگو کی ہے کہ قاری کے دل میں محبت کا ایک سمندر ٹھاٹھیں مارنے لگتا ہے۔ اس چرخ نیلی فام کے نیچے صحابہ کی جماعت ہی ایک ایسی جماعت ہے جسے خدا تعالیٰ نے اپنی پاک کتاب میں رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ کا سرٹیفکیٹ عطا فرمایا ہے اور یہی وہ جماعت ہے جس کے بارے میں سرورِ کائنات فخر موجودات سید ولد آدم احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے انتباہ کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ میرے صحابہ کے متعلق بات کرتے وقت اللہ تعالیٰ سے ڈرنا، پس جو شخص اہل بیت اور صحابہ کرام کے متعلق تراثر خائی کرتا ہے حقیقت میں وہ اپنی عاقبت آپ خراب کرتا ہے۔

مجھے مدت سے جستجو تھی کہ کوئی شخص اس بے نظیر اور لاجواب کتاب کو اردو زبان میں منتقل کر دے، سو میں جناب علامہ اختر فتح پوری کا ممنون ہوں کہ انھوں نے میری اس خواہش کی تکمیل کرتے ہوئے اسے نہایت سلیس اور شگفتہ انداز میں اُردو زبان میں منتقل کر دیا ہے۔ علاوہ ازیں میں اپنے واجب الاحترام بزرگ محترم جناب سید صادق علی شاہ صاحب مدظلہ العالی کا سپاس گزار ہوں،

جنھوں نے کتاب کی طباعت و اشاعت کے سلسلہ میں اپنے مفید مشوروں سے میری راہنمائی فرمائی، اگر وہ اپنا دستِ تعاون دراز نہ کرتے تو شاید کتاب کی اشاعت میں مزید کچھ التوا پڑ جاتا، ان کے علاوہ چند دیگر مخلص احباب جو میرے حلقۂ دوستی میں ہیں بھی میرے دلی شکریہ کے مستحق ہیں جنھوں نے اس کتاب کی اشاعت کے لئے میرا ساتھ دیا ہے اور کتابت سے لے کر بائنڈنگ تک تمام مراحل ان کی ہی نگرانی میں طے پائے۔

موضوع کی مناسبت سے ہم نے علامہ ابن حجر کی دوسری کتاب "تطہیر الجنان" کا ترجمہ چھاپنے کا بھی ارادہ کر رکھا تھا کہ اس موضوع کا کوئی پہلو تشنہ نہ رہ جائے اس کتاب میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر کئے گئے اعتراضات کے جوابات دے کر ان کی مجتہدانہ شان اور بلند مقام کو واضح کیا گیا ہے۔

مجھے یقین ہے کہ ان دونوں کتابوں کے مطالعہ سے اہل علم حضرات اور محبان اہل بیت و صحابہ کرام کے قلوب میں ایک نور بصیرت پیدا ہوگا۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہماری اس کوشش کو قبول فرمائے اور ہمیں اہل بیت اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق ارزاں فرمائے

"اللھم آمین"

طالبِ دُعا

حافظ محمد رئیس خاں رئیس جمالی رامپوری

فہرست مضامین

بسم اللہ الرحمن الرحیم ط

مقدمہ

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ سید الرسل و خاتم النبیین و علیٰ اصحابہ وازواجہ وآل بیتہ الطاہرین اما بعد ـــــ یہ دونوں عظیم الشان کتابیں محدث احمد بن حجر المکی الہیتمی کی تالیف ہیں پہلی کتاب صواعق محرقہ ہے جو اہل بدعت اور زندقہ کی تردید میں لکھی گئی ہے، جسے کتاب و سنت اور اس امت کے علمائے سلف کے عقیدہ کے مطابق، آئمہ مجتہدین اور آئمہ علماء کی روایات پر اعتماد کرتے ہوئے خلافت خلفائے راشدین کی حقیت کے اظہار کے لئے تالیف کیا گیا ہے۔ پھر اس کی ذیل میں مناقب آل بیت نبویؐ کا اعتدال پسند علماء مثلاً محب طبری اور حافظ سخاوی کی کتب سے ملخصاً ذکر کیا گیا ہے اور ان کے ساتھ مزید تحریرات کا بھی اضافہ کیا گیا ہے۔

اس کتاب میں شیعہ کے ان گروہ فرقوں اور روافض کا رد بھی پیش کیا گیا ہے جو اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر کیچڑ اچھالتے اور بعض کی تکفیر و تفسیق کرتے ہیں اور اجماع اور اہل حق کے طریق کے خلاف بعض کو بعض پر فضیلت دیتے ہیں جس سے صحابہؓ کا غیر عادل ہونا ان کی روایات کا عدم قبول اور ان کی عدم اقتداء لازم آتی ہے حالانکہ وحی ظاہر و باطن کے نقل کرنے میں وہی ایک متعین راستہ ہیں۔ اسلئے اس طریق کی صحت پر بحث کرنا ضروری تھا تاکہ شریعت اسلامیہ، ثبوت احکام میں ایسی قابل اعتماد دلیل صحیح سے مستند قرار پائے جس سے احتجاج کیا جا سکے اور حجت کو ثابت کیا جا سکے۔

دوسری کتاب تطہیر الجنان واللسان، عن الخطورۃ والتفوہ بثلب معاویۃ بن ابی سفیان ہے جس میں حضرت امیر معاویہ بن ابی سفیانؓ کے فضائل۔ آپ کی معرکہ آرائیوں اور ان اختلافات کا ذکر ہے جو آپ کے اور صحابہ کے درمیان ہوئے

اس کے بعد شیعہ اور خوارج کے جن فرقوں نے آپ کو سب و شتم کرنا اور آپ پر لعنت کرنا جائز سمجھ لیا ہے ان کے شبہات کا ذکر ہے، اس تعلق میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا نقطۂ نگاہ بھی ذکر کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے حضرت طلحہؓ حضرت زبیرؓ اور اُم المومنین حضرت عائشہؓ سے کیوں جنگیں کیں اور خوارج کے ساتھ آپ کی جنگوں کی کیا وجہ تھی، اس میں یہ بات ثابت کی گئی ہے کہ خوارج کے سوا، جن لوگوں نے آپ سے جنگ کی وہ خطاکار ہونے کے باوجود ثواب کے مستحق ہوں گے کیونکہ وہ مجتہد اور متاوّل تھے، لیکن خوارج نے جو کچھ کیا اس کی کوئی دلیل اور اجتہادی مصلحت نہ تھی اور نہ ہی ان کی زیادتیوں کی کوئی تاویل کی جا سکتی ہے۔

اس کتاب میں، شیعہ اور روافض اور دوسرے فرقوں میں سے غلاۃ جیسے خوارج میں سے یزیدیہ فرقہ کا رد پیش کیا گیا ہے، دراصل یہ کتاب پہلی کتاب کے موضوع کی تکمیل کرنے والی ہے کیونکہ اس سے امامت اور عدالت صحابہ کا موضوع پایۂ تکمیل کو پہنچ جاتا ہے، مؤلف نے دونوں کتابوں میں اہلسنت اور جماعت المسلمین کے ان لوگوں کے طریق کو اختیار کیا ہے جن سے اجماع منعقد ہو جاتا ہے یہی ناجی فرقہ ہے، اس موضوع پر اس کے دلائل نہایت مضبوط اور روایات بالکل صحیح، منقول اور مقبول ہیں۔ اس بحث میں ایسے انصاف اور تقویٰ سے کام لیا گیا ہے جس سے جہالت اور عصبیت کی تاریکیاں چھٹ جاتی ہیں اور اس کی بجلیوں سے زیغ و جاہلیت کے بت پاش پاش ہو جاتے ہیں، دلوں سے عقیدے کی پلیدی کافور ہو جاتی ہے اور بیان و برہان کے ساتھ ساتھ مشکوٰۃ نبوت کے انوار سے دل منوّر ہو جاتے ہیں۔

اس کے باوجود مؤلف دونوں کتابوں میں بعض ایسی روایات بھی لے آیا ہے جن سے مطالب کا ثبوت نہیں ملتا اور نہ ہی طریق حجیت میں وہ کوئی مستقل چیز ہیں، ان کا ذکر صرف مؤانست کی بناء پر کیا گیا ہے تاکہ جس چیز پر دلیل لائی جا رہی ہے اسے مؤکد طور پر بیان

کر دیا جائے اور قبل ازیں اسے دلیل صحیح اور خبر مقبول سے ثابت کر دیا گیا ہے، اس لحاظ سے مؤلف نے وہ طریق اختیار کیا ہے جسے محدثین شواہد و متابعات کے ذکر میں اختیار کرتے ہیں تاکہ اس سے قوی، قوی تر اور ضعیف قوی ہو جائے۔ یہ بات ان لوگوں پر مخفی نہیں جو فن حدیث میں کامل ہیں خصوصاً مناقب اور فضائل کے باب میں۔ جب ازہر شریف کے مکتبہ القاہرہ نے ان دونوں کتابوں کے دوبارہ شائع کرنے کا ارادہ کیا تو مجھے ان دونوں کتابوں پر حاشیہ لکھنے، احادیث کی تخریج کرنے اور ان کے اصول کی مراجعت کی ذمہ داری سونپی گئی تو میں نے علم کی خدمت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ اور اہل بیت کی قربت کی خاطر اس بات کو قبول کر لیا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ان کی محبت میں فنا کر دے اور احسان کے ساتھ ان کی پیروی کی توفیق ارزاں فرمائے، یہاں تک کہ ہم اللہ تعالیٰ کے حضور حاضر ہو جائیں۔

میں نے قارئین اور محققین کی سہولت کے لئے دونوں کتابوں پر ایک مقدمہ لکھا ہے تاکہ محققین کو ان کے مطالب پر بصیرت کاملہ، دل بیدار اور فہم سلیم حاصل ہو جائے اور اختلاف کی پیچیدگیوں میں ہم نے انصاف کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑا اور میں نے دونوں کتابوں میں احادیث کی تخریج و تعلیق میں اس بات کو مدنظر رکھا ہے کہ قاری کو ان کا صحیح مفہوم ذہن نشین ہو جائے، میں اللہ تعالیٰ سے عون و نصرت کا طلبگار ہوں اور وہی میرے لئے کافی کارساز ہے۔ مکتبہ قاہرہ کے اس دوسرے ایڈیشن میں توضیح و تخریج اور تعلیق اور مقدمہ میں مزید اضافہ کیا گیا ہے

مقدمہ میں اجمالی طور پر بعض اسلامی فرقوں اور ان کی تاریخ کا ذکر کیا گیا ہے نیز ان کے عقائد اور تفرقہ کے اسباب بھی زیر بحث لائے گئے ہیں، خصوصاً ان امور کے بارہ میں جن کی تردید میں یہ دونوں کتابیں لکھی گئی ہیں، یہ تمام باتیں ایسے طور پر لکھی گئی ہیں جن سے حق و باطل میں امتیاز پیدا ہو جاتا ہے اور خلاصۂ کلام یہ ہے کہ میں مقدمہ کے مطالب میں آئمہ مجتہدین کے افکار و نظریات اور بیدار مغز اصحاب کی صحیح رائے مصادر علمیہ معتدلہ سے لکھونگا

ازاں بعد زیدیہ اور ان فرقوں کا ذکر کروں گا، اس کے بعد مؤلف کے حالات زندگی بیان ہوں گے جس میں اسکے وطن، تعلم، تعلیم، رحلت اور علم و روایت میں اس کے شیوخ کا تذکرہ ہوگا، پھر ان کی تالیفات کا تذکرہ ہوگا جو دنیا بھر کے علماء اور طلباء کے لئے ایک بحر زخار کی حیثیت رکھتی ہے

اسلامی فرقے اور امت محمدیہ میں اختلاف

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت، سوائے منافقین کے جو بباطن نفاق اور بظاہر وفاق کا اظہار کرتے تھے، تمام مسلمان ایک ہی عقیدہ اور ایک ہی طریقہ پر قائم تھے، جیسے کہ آمدی سے، سید نے شرح مواقف میں بیان کیا ہے، وہ کہتے ہیں، سب سے پہلے ان اجتہادی امور میں اختلاف رونما ہوا جن سے کفر و ایمان واجب نہیں ہوتا اور اس اختلاف سے ان لوگوں کی غرض یہ تھی کہ مراسم دین اور شرح قویم کے طریقہ ہائے کار کو قائم کیا جائے اور ان کا یہ اختلاف اسی طرح کا تھا جیسے کہ انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مرض الموت میں آپ کے اس قول پر اختلاف کیا تھا کہ ایتونی بقرطاس اکتب لکم کتابا لا تضلوا بعدی - یعنی مجھے کاغذ دو تاکہ میں تمہیں ایسی تحریر لکھ دوں جس سے تم لوگ میرے بعد گمراہ نہ ہو گے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تو یہاں تک کہہ دیا تھا کہ حضورؐ تکلیف کے غلبہ کی وجہ سے ایسا فرما رہے ہیں ہمیں اللہ تعالیٰ کی کتاب کافی ہے جب اس بات پر کافی شور و غل ہوا تو حضور علیہ السلام نے فرمایا۔ "میرے ہاں سے چلے جاؤ، میرے پاس جھگڑا کرنا درست نہیں۔ اس خبر سے ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ یہ جھگڑا امامت اور منصب خلافت کے بارہ میں تھا، لیکن یہ نزاع اس وقت ختم ہو گیا جب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے علیٰ رؤس الاشہاد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیعت کر لی اور حضرت ابوبکرؓ کے زمانہ میں مسلمان متحد ہو گئے [۱]

اور پھر حضرت عمرؓ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما کے زمانہ خلافت میں بھی اس اختلاف

---

[۱]: اللوائح القدسیہ للسفارینی المتوفی سنۃ ۱۱۸۸ والتبیہ ص ۲۵

نے سر اٹھایا، ہاں عام انتظامی امور میں اگر کسی کو آپ سے کوئی تکلیف پہنچی ہو اور اس پر اختلاف ہوا ہو تو یہ الگ بات ہے اور آپ کی شہادت اس بات کے نتیجے میں ہوئی کہ غیر مسلم، مسلمانوں کی صفوں میں گھس آئے تھے اور آپ کا قتل ایک عظیم سانحہ اور بڑا فتنہ تھا کیونکہ دشمنانِ دین مسلمانوں میں فتنہ و فساد کی آگ بھڑکا کر مضبوط ہو چکے تھے، یہاں تک کہ آپ کے قاتلوں اور آپ کو بے یار و مددگار چھوڑ دینے والوں میں وسیع پیمانہ پر اختلاف پیدا ہو گیا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں یہ فیصلہ آپ پر آ پڑا، پھر آپ کے اور اصحاب جمل اور معاویہ اور اہلِ صفین کے درمیان معرکہ آرائی ہوئی اور دو یخوں کے درمیان جو کچھ ہوا اس نے بھی اختلاف کو ہوا دی جس نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پیروکاروں اور آپ کے باغیوں میں اختلاف کو مضبوط کیا کیونکہ آپ نے تحکیم کے بارے میں رضامندی کا اظہار کیا تھا اس سے شیعہ اور خوارج دو فرقے معرض وجود میں آ گئے، مگر مہاجرین و انصار میں سے جن لوگوں نے آپ کے عہد خلافت میں آپ کی پیروی کی وہ لوگ مخلص تھے مگر وہ مسلمانوں کی مصلحت کے نقطہ نگاہ سے اجتہادی طور پر آپ سے الگ رہے، وہ اصحابِ رسول صلعم میں سے کسی کی تنقیص نہ کرتے تھے، جنگ صفین میں، حضرت علی کے ساتھ اصحاب بیعتِ رضوان میں سے آٹھ سو صحابی تھے جن میں سے آپ کے جھنڈے تلے تین سو نے شہادت پائی[1] ان کے علاوہ بھی ایسے صحابہ موجود تھے جو حضرت علی رضی اللہ عنہ سے محبت رکھتے تھے مگر انہوں نے تقویٰ کے باعث آپ کے ساتھ جنگ میں شرکت نہیں کی جیسے کہ حضرت ابن عمرؓ، بلکہ جنگ جمل میں آپ کے ساتھ جنگ کرنے والے بھی آپ سے محبت رکھتے تھے، جیسے حضرت طلحہؓ اور زبیرؓ اور حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہؓ۔

ان لوگوں کا مقصد جنگ کرنا نہ تھا بلکہ یہ سب کچھ ان قاتلین عثمان کی سازش کے نتیجے میں ہوا جو حضرت علی کے لشکر میں موجود تھے اور انہیں یہ خوف لاحق تھا کہ حضرت علی انہیں

---

[1] من مختصر التحفۃ الاثنی عشریہ للآلوسی

حضرت عثمانؓ کے وارثوں کے سپرد کردیں گے، پس انہوں نے فریقین کے درمیان جنگ برپا کردی[1] اور ۳۷ھ میں شیعہ لقب اختیار کرکے منظرِ عام پر آئے۔ جیسا کہ عبد العزیز دہلوی نے ذکر کیا ہے، ہاں دو تین سال کے اندر اس مخلص گروہ میں تشیع کا اثر و رسوخ بڑھ گیا اور شیخین اور دوسرے صحابہ پر بغیر کسی صحابی سے بغض کے حضرت علیؓ کی فضیلت کا چرچا ہونے لگا، انہوں نے بتایا ہے کہ ابو الاسود الدؤلی اور حافظ عبد الرزاق صاحب المصنف اسی عقیدہ کے حامل تھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے کانوں تک جب ان لوگوں کی یہ بات پہنچی تو آپ نے فرمایا:۔

لئن سمعت احداً یفضلنی علی الشیخین رضی اللہ عنہما لاحدنہ حد الفریۃ

اگر میں نے سنا کہ کوئی شخص مجھے شیخین پر فضیلت دے رہا ہے تو میں اسے جھوٹ کی حد لگاؤں گا۔ پھر یہ معاملہ حضرت علی کے دورِ خلافت میں مزید وسعت اختیار کر گیا اور آپ کے زمانہ میں سبائی فرقہ ظاہر ہوا جو چند ایک صحابہ کے سوا سب کو گالیاں دیتے تھے اور انکی طرف کفر و نفاق کو منسوب کرتے تھے اور ان سے اظہار بیزاری کرتے تھے اسی لئے انہوں نے اپنا نام تبرئیہ رکھا ہوا تھا، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان سے بیزارگی کا اظہار کیا ہے، ان لوگوں کا لیڈر عبد اللہ بن سبا یہودی تھا جس نے مسلمانوں کو فریب دیکر بظاہر اسلام قبول کیا ہوا تھا اور وہ امت میں تفرقہ پیدا کرنے کے لئے غلو اختیار کرنے کی دعوت دیتا تھا جیسے کہ قدیم و جدید عیسائیوں میں سے اس کے امثال نے عداوت پیدا کرنے اور اپنی قوم اور حضرت نبئ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان معرکہ آرائی کے لئے یہ طریق اختیار کیا ہوا تھا، حضرت عمرؓ نے ان کے باقی ماندہ لوگوں کو سرزمین حجاز سے جلاوطن کر دیا تھا۔ اس بدعت کے اختیار کرنے میں ابن سبا کے دیگر ہم مذہبوں، نصاری، بت پرستوں اور صابیوں نے بھی اس کی مدد کی اسوقت تک شیعہ کا لقب، حب آل بیت اور عقیدۂ سنت کی علامت نہ بنا تھا، شیعہ مخلصین نے اسے ناپسندیدگی کی نظر سے دیکھا۔ پھر یہ معاملہ بڑھتا ہی گیا اور ان میں سے ایک جماعت حضرت علیؓ کی الوہیت کی قائل ہوگئی اور آپ کو ان لوگوں سے

[1]: منہ الکامل لابن الاثیر۔

جنگ کرنی پڑی حضرت علیؑ کے بعد یہ معاملہ یہاں تک بڑھا کہ شیعہ فرقہ ۲۴ فرقوں میں تقسیم ہوگیا جیسا کہ مختصر التحفۃ میں ہے اور العضد نے لکھا ہے[1] کہ یہ ۲۲ فرقے ہیں جو ایک دوسرے کی تکفیر کرتے ہیں اور ان سب فرقوں کی اصل تین فرقے ہیں۔ غلاۃ، زیدیہ اور امامیہ، پھر غلاۃ کے ۱۸ فرقے ہیں اور زیدیہ کے تین اور امامیہ کے بارے میں آیا ہے کہ وہ صحابہ کی تکفیر کرتے ہیں، خوارج کے متعلق لکھا ہے کہ وہ حضرت علی اور ان بارہ ہزار صحابہ کی تکفیر کرتے ہیں، جنہوں نے تحکیم سے رضامندی کا اظہار کیا تھا، وہ نصب امام کو واجب قرار نہیں دیتے اور حضرت عثمانؓ کی تکفیر کرتے ہیں اور اکثر صحابہ کو کبیرہ کے مرتکب مانتے ہیں، ان میں سے ایک اباضیہ فرقہ ہے جس سے آگے سات فرقے بنتے ہیں۔ العضد کے بیان کے مطابق زیدیہ اور امامیہ اعتدال پسند ہیں، غالی نہیں، امامیہ میں سے اثنا عشریہ، جعفریہ بھی کہلاتا ہے۔ آگے پھر یہ دو فرقوں میں تقسیم ہو جاتے ہیں، ایک اصولی دوسرا اخباری اصولی صرف ان باتوں کو قبول کرتے ہیں جو ان کے آئمہ کے اصول کے مطابق ہوں اور اخباری خلاف عقل باتوں کو بھی مان لیتے ہیں۔ زیدیہ۔ زید بن علی بن الحسین کے پیروکار ہیں جو شیخین سے اظہار بیزاری نہیں کرتے اور اعتدال پسند ہیں اور جو زید کی طرف منسوب ہو کر شیخین سے اظہار بیزاری کرتے ہیں وہ غالی رافضی ہیں۔

ابو المظفر اسفرائنی متوفی ۴۷۱ھ نے لکھا ہے[2] کہ شیعہ کے ۲۰ فرقے ہیں، جن میں سے امامیہ کے پندرہ فرقے ہیں جو صحابہ کی تکفیر کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ قرآن کریم میں کمی بیشی ہو گئی ہے اور اہل سنت کی احادیث پر اعتماد نہیں کرتے۔ خوارج کے تین فرقے ہیں جو سب کے سب حضرت علیؓ، حضرت عثمانؓ، اصحاب الجمل اور تحکیم پر رضامندی اختیار کرنے والوں کی تکفیر کرتے ہیں۔ وہ ظالم امام کے خلاف بغاوت کو جائز قرار دیتے ہیں اور اس پر کفر کا حکم لگاتے ہیں۔

---

[1] - المواقف

[2] - التبصیر فی الدین

اباضیہ ، اپنے سوا ، سب کی تکفیر کرتے ہیں اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ لوگ نہ مومن ہیں نہ مشرک ، خفیہ طور پر ان کا خون بہانا مباح ہے لیکن ان سے نکاح کرنا جائز ہے اور ان کی شہادت بھی قبول کی جا سکتی ہے ۔ ان میں ایک یزیدیہ فرقہ ہے ، عبد القادر بغدادی[۱] نے لکھا ہے کہ اباضیہ فرقہ اصحاب التحکیم کو شرک کی وجہ سے کافر قرار نہیں دیتے بلکہ کفران نعمت کی وجہ سے ایسا کہتے ہیں مگر نظام انہیں فاسق قرار دیتا ہے ۔ ابن حجر عسقلانی[۲] کہتے ہیں کہ تشیع ، حضرت علی کی محبت اور صحابہ پر ان کی فضیلت کا نام ہے ، پس جو شخص حضرت علیؓ کو حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ پر مقدم کرے وہ غالی ہے ، اسے رافضی بھی کہتے ہیں ، اگر ایسا نہیں تو وہ شیعہ ہے پھر آپ نے فرمایا[۳] ۔ ہمارے دور میں عرفاً اس شخص کو غالی کہتے ہیں جو ان بزرگوں کی تکفیر کرے اور شیخین سے اظہار بیزاری کرے پس ایسا شخص گمراہ اور مفتری ہے ۔ ابن عقیل علویؒ نے لکھا ہے کہ زید بن ارقم ۔ مقداد بن الاسود ۔ سلمان فارسی ۔ ابوذر ۔ خباب ۔ جابر بن عبد اللہ ۔ ابو سعید خدری سہل بن حنیف ۔ ابو الطفیل ۔ عامر بن واثلہ ۔ عباس ۔ بنی ہاشم اور بنی عبد المطلب بھی رافضیوں میں سے تھے ۔

مگر یہ قول بھی ان دعاوی میں سے ہے جن کی کوئی بنیاد نہیں کیونکہ یہ حضرات شیخین تو درکنار کسی صحابی کی بھی تنقیص نہ کرتے تھے ۔ اسفراینی نے التبصیر میں لکھا ہے کہ اس بات کو اچھی طرح سمجھ لو کہ امامیہ کے جن فرقوں کا ذکر ہم نے اوپر کیا ہے وہ سب کے سب تکفیر صحابہ پر متفق ہیں ۔ اور قرآن کریم میں تغیر و تبدل کے بھی مدعی ہیں اور اس بات کے بھی قائل ہیں کہ قرآن کریم میں کمی بیشی صحابہ کی طرف سے ہوئی ہے ۔ انکے خیال کے مطابق قرآن کریم میں حضرت علیؑ کی امامت کے بارے میں نص موجود تھی جسے صحابہ نے مٹا دیا اور وہ قرآن پر بالکل اعتماد نہیں کرتے جو اس وقت مسلمانوں میں رائج ہے ۔ وہ ایک امام کے منتظر ہیں جسے وہ امام مہدی کے نام سے موسوم کرتے ہیں ۔ وہ ظاہر ہو کر انہیں شریعت سکھائے گا ۔ اس وقت وہ دین کی کسی بات پر قائم نہیں ۔ اس تمام گفتگو سے ان کا مقصد امامت کے بارے میں

۱ : اصول الدین ۲ : مقدمہ فتح الباری ۳ : لسان المیزان ۴ : العتب الجمیل ۔

تحقیق کرنا نہیں ہے بلکہ ان کا مقصد یہ ہے کہ شریعت کو خیر باد کہہ کر اس میں اتنی وسعت پیدا کرلیں جس سے محرمات شرعیہ حلال ہوجائیں اور عوام کے پاس وہ یہ عذر پیش کرسکیں کہ شیعہ جو کہتے ہیں کہ قرآن کریم میں صحابہ کی طرف سے تحریف و تغیر ہوا ہے وہ درست بات ہے اور اس سے بڑھ کر اور کیا کفر ہو سکتا ہے کہ قرآن کریم میں دین کی کوئی چیز باقی نہیں رہی۔

ابوالمظفر کہتے ہیں کہ عاقل بدیہی طور پر ان کی گفتگو کی خرابی معلوم کرسکتا ہے، ان باتوں سے ان کا مقصد یہ ہے کہ اشراف اہل بیت کی دوستی کے پردہ میں وہ جس الحاد اور شر کو چھپائے ہوئے ہیں اسے نمایاں کردیا جائے و الّا ان کے پاس کوئی قابل اعتماد دلیل موجود نہیں اور وہ اپنی ان خرافات کو اہل بیت کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ یہاں تک کہ جب انہوں نے جاحظ کو کثیر تصانیف کرتے دیکھا کہ وہ ہر فریق کے لئے تصنیف کرتا ہے تو روافض نے اسے کہا، کہ ہمیں بھی ایک کتاب لکھ دیجئے، تو اس نے انہیں کہا، مجھے تمہارے کسی شبہ کا علم نہیں کہ میں اسے مرتب کروں، اور پھر اسمیں تصرف کروں۔ انہوں نے جواب دیا، آپ جب ہمیں کوئی چیز بتادیں گے ہم اسی سے تمسک کرلیں گے۔ اس نے کہا مجھے تمہارے متعلق کوئی وجہ سمجھ نہیں آرہی، سوائے اس کے کہ جب تم اپنے خیال کے مطابق کوئی بات کہنا چاہو تو کہدیا کرو کہ یہ قول جعفر صادق کا ہے۔ ان کی طرف اس کلام کے انتساب کے علاوہ اور مجھے کوئی وجہ معلوم نہیں ہورہی، انہوں نے اپنی حماقت اور عداوت کی وجہ سے جاحظ کی بیان کردہ اس برائی کو پکڑلیا اور جب کبھی وہ جھوٹ یا بدعت اختراع کرنا چاہتے ہیں اُسے جعفر صادق کی طرف منسوب کردیتے ہیں حالانکہ وہ دونوں جہانوں میں ان کی ایسی باتوں سے بری الذمہ ہیں۔ یہاں تک کہ آپ سے یہ حکایت بیان کی گئی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ قریب تھا کہ روافض حضرت علی کی مدد کرتے مگر خود انہوں نے عجز اختیار کرلیا اور قریب تھا کہ معتزلہ اپنے رب کو واحد قرار دے دیتے مگر وہ اس کے شریک بن گئے اور انہوں نے اپنے رب کے برابر ہونے کا ارادہ کیا تو اس پر ظلم کرنے والے بن گئے۔ یہ وہ تفریق و اختلاف ہے جس نے اعضائے امت کو کاٹ کر رکھدیا ہے اور ان کے درمیان جنگوں کی آگ کے شعلے مار رہی ہے اور بیگناہوں کے خون بہائے جارہے ہیں۔ ابوالفرج اصبہانی اور دیگر لوگوں نے ایسے واقعات

کا ذکر کیا ہے جس سے بدن پر لرزہ خیز طاری ہو جاتا ہے اور جگر پھٹ جاتا ہے۔ اس غلو اور اسراف کی وجہ سے ہر فریق نے اپنے فرقہ سے بدلہ لیا ہے اور محرمات الٰہیہ کو مباح قرار دیدیا ہے اور احکام الٰہیہ سے بغاوت اختیار کی ہے جس سے مصائب و آلام میں اضافہ ہوا ہے۔ ہم اللہ تعالیٰ کے حضور دعاگو ہیں کہ وہ ان پریشان خاطر منتشر افراد کو مجتمع کر کے ان کے دلوں کو مضبوط کرے چانکہ وہ اپنی مشیت کو پورا کرنے کی مکمل قدرت رکھتا ہے۔

اختلاف کا منبع

فرقوں کے اختلاف کے اسباب کا اصل منبع وہ نقطہ ہائے نظر ہیں جو ان کے اصول میں ہی پائے جاتے جیسے کہ بغدادی[1] نے کہا ہے کیونکہ ان میں اس بات پر اختلاف پایا جاتا ہے کہ مستحق امامت کون ہے کیا وراثت سے استحقاق ملتا ہے اور وارث کون ہے۔ بغدادی کہتے ہیں کہ جو لوگ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے قائل ہیں وہ امامت کو وراثت قرار نہیں دیتے اور جو لوگ حضرت علیؑ کی خلافت کے قائل ہیں ان میں بھی اختلاف پایا جاتا ہے۔ امامیہ مطلق طور پر اسے وراثت قرار دیتے ہیں اور زیدیہ صرف حضرت علی کے دو بیٹوں میں اس کی وراثت کے قائل ہیں۔ نشوان الحمیری[2] متوفی ۵۷۳ نے کہا ہے کہ معتزلہ، مرجئہ، خوارج اور زیدیہ میں سے بتریہ کے نزدیک امامت شوریٰ سے ملتی ہے۔ شیعوں کے نزدیک قریشیوں کے سوا اور کوئی اس کا مستحق نہیں ہو سکتا، ضرار کے نزدیک عجمی بھی اس کے حقدار ہو سکتے ہیں۔ راوندیہ کے نزدیک، حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد آپؐ کے چچا عباسؓ اس کے حقدار ہیں اور اکثر شیعہ مفضول کی امامت کے قائل نہیں اسی طرح اکثر مرجئہ کا بھی خیال ہے۔ معتزلہ میں سے جاحظ بھی یہی کہتے ہیں۔ امامت صرف قریشیوں میں سے افضل آدمی کو ہی ملے گی۔ مگر نظام کے نزدیک غیر قریشی افضل آدمی کو بھی مل سکتی ہے، جعفریہ اسے صرف حضرت امام حسینؓ کے بیٹوں میں منحصر سمجھتے ہیں۔ القوشجی کہتے ہیں[3]۔ اس بات میں بھی اختلاف پایا جاتا ہے کہ زمانہ نبوت کے ختم ہونے کے بعد کیا نصب امام واجب بھی ہے یا نہیں وجوب کی صورت میں، عقلی اور سمعی طور پر اللہ تعالیٰ پر اس کا نصب کرنا واجب ہے یا ہم پر، اہل سنت کے نزدیک سمعی طور پر ایسا کرنا ہم پر واجب ہے۔ زیدیہ اور معتزلہ اسے عقلاً واجب قرار دیتے ہیں۔ امامیہ کے نزدیک عقلی طور پر یہ بات اللہ تعالیٰ پر واجب ہے اس بات کو مصنف طوسی نے اختیار کیا ہے اور خوارج کے نزدیک یہ مطلقاً غیر واجب ہے، معتزلہ میں سے ابوبکر اصم کا خیال ہے کہ یہ امن کے ساتھ واجب نہیں کیونکہ ایسی صورت میں اس کی ضرورت نہیں

۱۔ اصول الدین ۲۔ الحور العین ۳۔ شرح التجرید للطوسی

ہوتی بلکہ اس کا وجوب خوف اور فتنوں کے ظہور کے وقت ہوتا ہے اور فخر الدین رازیؒ نے کہا ہے کہ جن لوگوں نے اسے عقلاً واجب قرار دیا ہے ان میں جاحظ۔ ابوالحسین الخیاط۔ ابوالقاسم الکعبی اور ابوالحسین بصری شامل ہیں۔[1]

قبل ازیں بیان ہو چکا ہے کہ عصبیت اور غلو میں زیادتی کی وجہ سے ہر دور میں علماء کی ایک جماعت نے امامت اور وصیت کے بارے میں شیعہ اور معتزلہ میں سے اپنے اپنے مذہب کا بدلہ لینے کے لئے کتابیں لکھی ہیں، جیسے ہشام بن الحکم، الحکم بن مسکین، الحسین بن سعید، علی بن المغیرہ، محمد بن سعید بن ہلال، احمد بن محمد البرقی، علی بن مسعود المسعودی، صاحب مروج الذھب۔ محمد بن الحسن الطوسی، ابن المطہر الحلی متوفی ۷۲۶ھ نے جو ابن تیمیہ کے معاصر ہیں، ایک کتاب منہاج الکرامۃ کے نام سے لکھی۔ یہ نصیر الدین طوسی کا شاگرد تھا، ابن تیمیہ نے اپنی کتاب منہاج السنۃ میں اس پر نقص وارد کیا ہے اور اس کا نام منہاج الاعتدال رکھا ہے اور الذہبی نے اسے اپنی کتاب مختصر منہاج الاعتدال میں مختصر طور پر بیان کیا ہے اور محمد مہدی الکاظمی القزوینی نے اپنی کتاب منہاج الشریعۃ میں منہاج السنۃ کا رد لکھا ہے جو دو جلدوں میں ہے۔ ابوجعفر الطوسی نے الفہرست میں اس کا ذکر کیا ہے اور ابن نوبخت، ابن الندیم اور ان کے علاوہ بہت سے لوگوں نے ان مولفات کا تذکرہ کیا ہے۔[2]

صحابہ کے آخری دور میں قدریہ کا اختلاف بھی رونما ہوا اور اصحاب رسولؐ میں سے جو لوگ باقی رہ گئے تھے، جیسے ابن عمر، ابن عباس، ابن ابی اوفی، جابر، انس، ابوہریرہ، عقبہ بن عامر اور ان کے ساتھی وہ ان سب پر نکیر کرتا تھا۔ اس کے بعد حسن بصری کا زمانہ آیا انہوں نے واصل بن عطا سے قدر کے بارے میں اختلاف کیا ہے، عمرو بن عبید نے واصل بن عطا کی پیدا کردہ بدعت میں اس سے موافقت کی تو آپ نے اسے اپنی مجلس سے نکال باہر کیا اور خود اپنے پیروکاروں سمیت مسجد کے ایک کونہ میں الگ ہو گئے۔ پھر مامون کا زمانہ آیا اور اسمیں ری اور اس کے نواح میں نجاریہ کا اختلاف رونما ہوا اور حمدان، قرمط اور عبداللہ بن میمون القداح سے باطنیوں

۱۔ کتاب الاربعین فی اصول الدین ۲۔ تاسیس الشیعہ لعلوم الاسلام والشیعہ وفنون الاسلام۔ والذریعہ

کی دعوت کا آغاز ہوا مگر یہ لوگ مسلمان فرقوں میں شمار نہیں ہوتے پھر خراسان میں محمد بن طاھر کے زمانہ میں کرامیہ کا اختلاف رونما ہوا۔

صحابہؓ کا صحیح مقام

حضرت معاویہؓ کی تنقیص کرنے والوں کے متعلق حکم

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے کوئی ایک صحابی بھی گناہ سے معصوم نہیں اور نہ ہی اہل سنت انبیاء کے سوا کسی کو معصوم مانتے ہیں لیکن شیعہ اپنے آئمہ کو معصوم مانتے ہیں[1]۔ آنحضورؐ کے صحابہ ایک ایسی جماعت ہیں جنھیں اللہ تعالےٰ نے شریعت کی حفاظت اور اپنے نبیؐ کی نصرت کے لئے چن لیا ہے اور انھیں آپ کی سنت کا امین قرار دیا ہے اور ان کے دلوں کو اخلاص سے بھر دیا ہے انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جھنڈے تلے اسلام کی سربلندی کے لئے جہاد کرتے ہوئے اپنی جان، مال، اولاد، خاندان اور وطن کو راہ خدا میں قربان کر دیا، انہوں نے جنگیں کیں، قتل ہوئے، مالوں کو خرچ کیا اور ہجرت کی اور جب مشکاۃ نورِ نبوت کی شعاعوں سے ان کے دل نورِ یقین سے منور ہو گئے اور پھر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خارق عادت واقعات اور معجزات کے باعث جو ان کے سامنے ظہور پذیر ہوئے، اس نور میں دن بدن اضافہ ہوتا گیا اور یہ لوگ اپنی جان سے بھی بڑھ کر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرتے تھے، انہوں نے آپ کی اطاعت اختیار کی، اور جب ان میں کسی ایک پر بشریت کا غلبہ ہو جاتا یا اسے شیطانی خیالات آنے لگتے تو وہ اپنے رب کو یاد کرتا اور جلد ہی اظہار ندامت کر کے اللہ کے حضور توبہ کرتا۔
وھو الذی یقبل التوبۃ عن عبادہ اور وہی ہے جو اپنے بندوں کی توبہ قبول کرتا ہے۔ پھر وہ صدق و راستی اور مکمل خوف و خشیت کو اختیار کرتا، یہی وجہ ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کی اللہ تعالیٰ نے تعریف فرمائی ہے اور ان کی کوتاہیوں سے درگذر فرمایا ہے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ان کو عظمت و جلال کا مستحق قرار دیا

---

[1] ۔ تنزیہ الانبیاء للمرتضٰی علم الھدیٰ

ہے اور امت نے بھی ان سے محبّت اور رضامندی کا اظہار کیا ہے اور اللہ تعالیٰ نے بذریعہ وحی بتایا کہ وہ ان سے راضی ہے اور ان سے جنت کا وعدہ فرمایا ہے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی انہیں جنت کی خوشخبری دی ہے اور بتایا ہے کہ صحابہ میری امت کے امین ہیں اور پیروی کرنے والوں کے لیے ستاروں کی مانند ہیں خواہ ان میں سے کوئی فتنوں میں ملوث ہو یا ان سے محفوظ رہا ہو اور خواہ اوائل میں ان میں سے کسی سے گناہ کا صدور ہوا ہو کیونکہ ان کے ایمانی کمال حسن سیرت، اپنے نبی کی متابعت کی محبت اور جان و مال کی قربانی نے، انہیں اس مقام پر پہنچا دیا ہے جہاں پر برائی اثرانداز نہیں ہو سکتی کیونکہ نیکیوں کی کثرت، صغیرہ گناہوں کو دور کر دیتی ہے خصوصاً ان گناہوں کو جو اجتہاداً اور حسن نیت کی وجہ سے وقوع پذیر ہوئے ہوں کیونکہ اعمال کا دارومدار صرف نیّات پر ہوتا ہے اگر ایسا آدمی غلط راستہ بھی اختیار کرے، تب بھی اسے ثواب ملتا ہے۔ ہمارے ان بزرگوں میں حضرت معاویہ بن سفیان، عمرو بن العاص، مغیرہ بن شعبہ، سمرۃ بن جندب، ولید بن عقبہ شامل ہیں۔ جو حضرت معاویہؓ کے ساتھ تھے یا تحکیم سے راضی تھے، یہ سب اقتداء اور روایت کے لائق ہیں اور ان کی احادیث کو قبولیت کا اعلیٰ درجہ حاصل ہے اور ان کے اعمال کو تقویٰ اور احسان کے ترازو میں تولا جاتا ہے۔

اور اسی عقیدے پر امت کے محدثین بھی ہیں، جن میں بخاری اور مسلم جمہور علمائے اصول، متکلّمین اور فقہا سب سے مقدم ہیں، اصحاب صحاح ستّہ نے احادیث الاحکام میں سے تیس حدیثیں حضرت معاویہؓ بن ابی سفیان سے روایت کی ہیں جن کا ذکر ابن الوزیر[1] اور دوسرے لوگوں نے کیا ہے اور شیعہ حضرات اللہ تعالیٰ انہیں ہدایت دے، جانتے ہیں کہ پہلے لوگ بغیر کسی کی تفسیق کئے اپنے اصحاب کی روایات پر عمل کرتے تھے یہاں تک کہ انہوں نے علم جرح و تعدیل میں بھی کسی قسم کی لب کشائی نہیں کی اور نہ ہی رجال الاسانید کے بارے میں کوئی امتیاز قائم کیا ہے حتی کہ ان میں سے کشی نے سنہ ھ میں اسماء الرجال

---

[1] الروض الباسم

والرواۃ کے بارے میں ایک کتاب تصنیف کی، پھر اس کی دیکھا دیکھی الغضائری نے ضعیف راویوں کے بارے میں کتاب تالیف کی اور پھر جرح و تعدیل کے متعلق نجاشی اور ابوجعفر طوسی نے کتاب لکھی اور شیعوں کے تمام فرقے اس بات کے مدعی ہیں کہ وہ علوم کو اہل بیت سے حاصل کرتے ہیں اور باوجود اس کے ایک دوسرے کی تکذیب و تضلیل کرتے ہیں یہ ان کی احادیث کے جھوٹا اور متناقض ہونے کی دلیل ہے۔ جارودیہ اس بات کو صحیح تسلیم نہیں کرتے کہ حضرت امام حسنؓ نے حضرت معاویہؓ کی بیعت کی تھی اور زیدیہ میں سے بتریہ حضرت عثمانؓ کے دورِ خلافت میں رونما ہونے والے واقعات سے بعد ان کے معاملہ میں متوقف ہیں اور ان کی خلافت کے چھ سالہ دور کو صحیح قرار دیتے ہیں اور سلیمانیہ ان کی تکفیر کرتے ہیں اور انہیں معصوم قرار نہیں دیتے اور امامیہ میں سے الکاملیہ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ سے جنگ نہ کرنے کے باعث حضرت علیؓ کی تکفیر کرتے ہیں اور امامیہ میں سے ایک گروہ تقیہ کی خاطر امام کے لئے جھوٹ بولنے کو جائز قرار دیتا ہے، ایسا آدمی دوسرے لوگوں کے نزدیک کذاب اور مجروح ہو جاتا ہے جیسا کہ ذکر کیا گیا ہے اور یہ لوگ اپنے ائمہ سے بھی یہی کچھ بواسطہ ابان بن تغلب، بیان بن سمعان الجزری، محمد بن زیاد الازدی، ابراہیم بن مسلم الطحان، زرارہ بن اعین اور دیگر اھل اھواء اور وضاعین سے نقل کرتے ہیں جن کا ذکر بہاء الدین العاملی[1] نے کیا ہے اور انصاف سے کام لئے بغیر ان کا دفاع کیا ہے۔ ان کی کتابوں میں ان باتوں کے خلط ملط ہو جانے اور مذاہب معتزلہ سے مل جانے کے باعث اباحیت اور الحاد کے پھیلنے میں دور رس اثرات پڑے ہیں

پھر یہ لوگ حضرت معاویہؓ پر فسق کا حکم لگاتے اور ان پر لعنت کرنے کو جائز قرار دیتے ہیں، اس بارے میں کتابیں تالیف کرتے ہیں۔ ان کتابوں میں سے اس وقت ہمارے سامنے یہ کتابیں موجود ہیں۔ النصائح الکافیہ لمن تولی معاویہ اور تقویۃ الایمان برد تزکیۃ معاویہ بن ابی سفیان اور العتب الجمیل علی اہل الجرح والتعدیل اور فصل الحاکم فی النزاع

---

[1] مشرق الشمسین و اکسیر السعادتین والرسالۃ الوجیزۃ

والتخاصم بین بنی امیۃ وبنی ہاشم۔

یہ سب کتابیں محمد بن عقیل العلوی الحسینی نے لکھی ہیں اور ان میں ایسے ظلم وستم اور بہتان طرازی کا طریق اختیار کیا ہے جس سے جسم پر لرزہ طاری ہو جاتا ہے اور امامیہ نے اس باب میں جو کتابیں لکھی ہیں، ان سب پر وہ غلو کرنے میں سبقت لے گیا ہے۔ جیسے ابن المامقانی اور اس سے پہلے کشی، نجاشی اور طوسی، ان تالیفات میں کثیر صحابہ اور آئمہ پر جو الزامات لگائے گئے ہیں اور ان کی طرف جن کبیرہ گناہوں اور ذلیل باتوں کو منسوب کیا گیا ہے ان کی کوئی اصل موجود نہیں ہاں غلو، عصبیت اور دین کے دائرہ سے باہر ہو کر یہ سب کچھ کہا گیا ہے۔ یہ کتب ابن الکلبی کی تالیف کی مانند ہے جس میں صحابہ کے[1] عیوب پر بحث کی گئی ہے اور بعض نے تو حضرت ابوہریرہؓ پر جرح کرتے ہوئے مکمل کتاب ہی لکھ دی ہے مگر یہ سب موضوع روایات[2] اور کمزور شبہات ہیں۔

ان لوگوں کو جھوٹ بولنے، اور موضوع روایات گھڑنے پر، عصبیت کی ظلمت نے آمادہ کیا ہے، اور اسی عصبیت نے انہیں سنتِ صحیحہ کی احادیث سے استفادہ کرنے سے محروم کر دیا ہے کیونکہ یہ اہل سنت کی روایات میں سے ہیں۔ ان کے مذہب نے انہیں حقیقت سے اسقدر دور کر دیا ہے کہ وہ قرآن میں کمی بیشی اور تغیر وتبدل کے بھی قائل ہو گئے ہیں اس لحاظ سے وہ بقول اسفرائنی[3] یہود ونصاریٰ کے مشابہ ہو گئے ہیں اور اور علامہ موسیٰ جار اللہ نے ان کا ذکر کرنے کے بعد ان کا ردّ بھی پیش کیا ہے[4] لیکن جو لوگ بفضلِ ایزدی اس عصبیت سے آزاد ہو کر غور کرتے ہیں ان پر یہ امر واضح ہو جاتا ہے کہ کتاب وسنت کے صریح دلائل اور علمائے مسلمین کے اجماع اور عقلاء کی تائید اور محقق منصفین کے انصاف نے اس بات کا فیصلہ کر دیا ہے کہ تمام صحابہ عادل تھے اور وہ سب ہی اللہ تعالیٰ کے اس قول کے مطابق ہیں کنتم خیر امۃ اخرجت للناس، تم بہترین امت ہو جو لوگوں کے فائدے کے لئے پیدا کئے گئے ہو

۱- ابن الخیاط فی الانتصار ۲- ولصدیقنا الشیخ محمد السماحی الاستاذ بکلیۃ اصول الدین رد قوی علی العاملی الذی الف فی انتقاص ابی ہریرۃ ۳: التبصیر فی الدین ۴- الوشیعۃ فی نقد علماء الشیعۃ

وکذلک جعلنا کم امۃ وسطاً لتکونوا شہداء علی الناس (اور اس طرح اللہ تعالیٰ نے تم کو اعلیٰ درجہ کی امت بنایا تاکہ تم لوگوں پر گواہ رہو)

اور اس مفہوم کی اور بھی بہت سی آیات ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ان کے متعلق شہادت دی ہے خیر القرون قرنی یعنی بہتر صدی میری ہے اور آپ نے صحابہ پر طعن کرنے سے منع فرمایا ہے جیسے کہ احمد و طیالسی اور ترمذی نے بیان کیا ہے ادصیکم باصحابی یعنی میں اپنے صحابہ کے بارے میں آپ لوگوں کو وصیت کرتا ہوں۔ علامہ بیضاوی[1] ان کی شان کے متعلق فرماتے ہیں کہ جو مطاعن صحابہ کے بارے میں منقول ہیں ان کی تاویلات بھی ہو سکتی ہیں اور وہ محتمل المعنی ہیں۔ مگر جو کچھ ان کے مناقب کے بارہ میں بیان کیا گیا ہے اس کے مقابل ان مطاعن کی کوئی حقیقت ہی نہیں اللہ تعالیٰ ہمیں ان سب کی محبت سے متمتع قرار دے۔

ابوزرعہ العراقی شیخ مسلم کہتے ہیں کہ جب آپ کسی کو اصحاب رسول کی تنقیص کرتا دیکھیں تو سمجھ لیں کہ وہ شخص زندیق ہے اسلئے کہ قرآن اور سنت رسول اور جو کچھ ان میں آیا ہے سب برحق ہے اور یہ سب چیزیں ہم تک صحابہ کے ذریعہ پہنچی ہیں اور جو شخص ان کو برا کہتا ہے وہ کتاب و سنت کو باطل قرار دیتا ہے پس ایسے شخص کو برا کہنا اور اس پر ضلالت و زندیقیت کا حکم لگانا زیادہ مناسب اور صحیح ہے۔

سعد الدین تفتازانی کہتے ہیں[2]۔ صحابہ کی تعظیم کرنا اور ان پر طعن کرنے سے بچنا واجب ہے اور جو باتیں ان کے بارے میں بظاہر طعن کی صورت میں نظر آتی ہیں ان کی تاویلات کرنی چاہئیں خصوصاً مہاجرین، انصار، اہل بیت الرضوان، بدر، احد اور حدیبیہ میں شامل ہونے والے صحابہ کے بارے میں یہ صورت اختیار کرنی چاہیئے کیونکہ ان کی رفعت شان کے بارے میں اجماع ہو چکا ہے اور آیات صریحہ اور اخبار صحیحہ نے اس بات کی شہادت فراہم کر دی ہے اور ان سب کی تفاصیل کتب حدیث و سیر اور مناقب میں موجود ہیں۔ اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

[2]: شرح المقاصد [1]: طوالع الانوار

نے صحابہ کی تعظیم کرنے اور ان پر طعن کرنے سے بچنے کا حکم فرمایا ہے، آپ نے فرمایا:

اکرموا اصحابی فانھم خیارکم۔ صحابہؓ کی عزت کرو کہ وہ تمہارے بہترین آدمی ہیں۔ پھر فرمایا

لا تسبوا اصحابی فلوان احدکم انفق مثل احد ذھباً ما بلغ مد احدھم ولا نصیفہ[۵]

میرے صحابہ کو گالی نہ دو، اگر تم میں سے کوئی شخص احد پہاڑ کے مثل سونا خرچ کرے تب بھی ان کے مٹھی دیئے ہوئے جو کا مقابلہ نہ کر سکے گا۔

پھر فرمایا:

اللہ اللہ فی اصحابی لا تتخذوھم غرضاً بعدی فمن احبھم فبحبی احبھم ومن ابغضھم فببغضی ابغضھم،

میرے صحابہؓ کے بارے میں اللہ سے ڈرتے رہو اور میرے بعد انہیں نشانہ نہ بنانا جو ان سے محبت کرتا ہے وہ میری محبت کی وجہ سے کرتا ہے اور جو ان سے بغض رکھتا ہے وہ مجھ سے بغض کی وجہ سے ایسا کرتا ہے۔

روافض میں سے غلاۃ کو خصوصاً بعض صحابہ سے بغض ہے اور وہ ان پر ایسی حکایات اور افتراؤں کی وجہ سے طعن کرتے ہیں جن کا دوسری اور تیسری صدی میں وجود تک بھی نہ تھا، ان کی باتوں پر کان دھرنے کی ضرورت نہیں کیونکہ وہ واقعات کو غلط رنگ دیدیتے ہیں اگرچہ صراط مستقیم پر قائم رہنے والے شخص پر ان کا کوئی اثر نہیں ہوتا، آپ لوگوں کے لئے یہی بات کافی ہے جس کا ہم نے ذکر کیا کہ گذشتہ صدیوں میں ایسی باتوں کا وجود تک نہ تھا۔ اور نہ ہی پاکیزہ خاندان میں وہ باتیں موجود تھیں جن کا یہ لوگ ذکر کرتے ہیں، بلکہ ان کا عظیم القدر صحابہ علماء اہل سنت اور خلفائے راشدین کی تعریف کرنا ایک مشہور بات ہے اور ان کے خطبات رسائل، اشعار اور مدائح میں ان سب باتوں کا تذکرہ موجود ہے۔ جن باتوں میں انہوں نے افراط سے کام لیا ہے ان میں حضرت امیر معاویہؓ کی تنقیص آپ کے علم و فقہ میں فروتر درجہ پر ہونے دین میں سنت کے مخالف نئی چیزوں کے رواج دینے اور وحی پر اپنی رائے مقدم کرنے کی باتیں شامل ہیں ان میں سے

۵: النصیف۔ ایک پیمانہ ہے جو مُد سے کم یا اس کا نصف ہے۔ جیسے عشیر، عشر سے ہے۔

۱:- ایک بات رکنین یمانیین کو بوسہ دینے کے متعلق ہے جو کہ خلاف سنت ہے اور حضرت ابن عباسؓ اس معاملہ میں ان سے بگڑے بھی تھے۔

اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ یہ ان کی اپنی رائے نہیں بلکہ وہ اس معاملہ میں سنت اور روایت کے متبع ہیں۔ دارقطنی نے اپنی سنن میں حضرت ابن عمرؓ سے روایت کی ہے کہ

انہ علیہ السلام کان یقبل الرکن الیمانی ویضع یدہ علیہ — حضور علیہ السلام رکن یمانی کو بوسہ دیا کرتے تھے اور اپنا ہاتھ اس پر رکھا کرتے تھے

اور بخاری نے اپنی تاریخ میں حضرت ابن عباس سے بیان کیا ہے کہ

انہ علیہ السلام اذا استلم الرکن الیمانی قبلہ — حضور علیہ السلام رکنِ یمانی کو بوسہ دیتے تھے۔

اور ابن عمرؓ سے ترمذی کے سوا ایک جماعت نے روایت کی ہے اور مسلم نے اسے ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے۔ دونوں بیان کرتے ہیں کہ

لم نری رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یمسح من البیت الا الرکنین الیمانیین — ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بیت اللہ میں سے سوائے رکنین یمانیین کے اور کسی چیز کو چھوتے نہیں دیکھا۔

اور مسلم کی روایت میں ہے کہ

کان صلی اللہ علیہ وسلم لا یستلم الا الحجر والرکن الیمانی — حضور صلی اللہ علیہ وسلم حجر اسود اور رکن یمانی کے سوا کسی کو بوسہ نہ دیتے تھے۔

اس حدیث کو مذاہب اربعہ کے اصحاب نے لیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ رکن عراقی اور شامی کو بوسہ نہیں دیا جاتا تھا۔

۲:- دوسری بات یہ کہ آپ نے نماز میں بسم اللہ کو باآواز بلند پڑھنا ترک کر دیا تھا جس پر مہاجرین وانصار نے آپ پر اعتراض کیا اور کہا، معاویہؓ تو نے بسم اللہ کا سرقہ کر لیا ہے،
اس کا جواب یہ ہے کہ آپ نے اس معاملہ میں بھی روایت پر ہی عمل کیا ہے حضرت انسؓ سے

روایت ہے کہ انہ صلی خلف النبی صلی اللہ علیہ وسلم وابی بکر وعمر وعثمان فلم یسمع احدا منھم یقرأ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کہ میں نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر حضرت عمر اور حضرت عثمان کے پیچھے نمازیں پڑھی ہیں لیکن کسی کو بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھتے نہیں سنا۔

اور مسلم کے الفاظ یہ ہیں کہ فکانوا یستفتحون القرأۃ بالحمد للہ رب العالمین لا یذکرون بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کہ یہ حضرات الحمد للہ رب العالمین سے قرأت شروع کرتے تھے اور بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کا ذکر نہیں کرتے تھے۔

احمد، دارقطنی، نسائی، ابن حبان، ابو یعلیٰ، ابو نعیم اور ابن خزیمہ نے بھی اسی قسم کی روایت کی ہے۔ ابوداؤد نے سعید بن جبیر سے روایت کی ہے کہ

انہ علیہ السلام کان یخافت بالبسملۃ حضور علیہ السلام بسم اللہ کو نیچی آواز سے پڑھا کرتے تھے

ثوری۔ احمد۔ ابو عبید نے حضرت عمرؓ اور علیؓ سے بسم اللہ کو آہستہ پڑھنے کی روایت بیان کی ہے۔

۳: تیسری بات یہ کہ آپ نے حج تمتع سے منع کیا ہے اور یہ ترمذی کی اس روایت کے خلاف ہے جسے ابن عباسؓ سے بیان کیا گیا ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ بات تو خود رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے جیسے کہ سنن ابوداؤد میں ہے کہ

انہ علیہ السلام نھی عن العمرۃ قبل الحج

کہ حضور علیہ السلام نے حج سے قبل عمرہ کرنے سے منع فرمایا ہے۔

حضرت عمرؓ اور عثمانؓ سے تمتع کی روایت بیان کی گئی ہے اور انہی سے تمتع سے مناہی کی روایت بھی آئی ہے جیسا کہ ترمذی نے بیان کیا ہے، اوائل میں جواز ثابت ہے اور آخر میں مناہی نے جواز کو منسوخ کر دیا ہے اور نہی کو عمرہ کے احرام کو حج کے بیچ داخل کرنے پر بھی محمول کیا

جا سکتا ہے، یعنی یہ کہ پہلے حج کرے پھر عمرہ کا احرام باندھے۔ نووی نے مسلم کی شرح میں لکھا ہے کہ اگر پہلے حج کا احرام باندھے، پھر عمرہ کا، تو امام شافعیؒ کے اس کے متعلق دو قول ہیں۔ اور ان دونوں میں زیادہ صحیح یہ ہے کہ اس کے حج کا احرام درست نہ ہوگا۔

۴:۔ چوتھی بات یہ ہے کہ آپ نے صدقہ فطر کے بارے میں کہا ہے کہ یمن کی گندم کے دو مُد کھجور کے ایک صاع کے برابر ہے۔ حضرت ابو سعید خدری نے اس پر اعتراض کرتے ہوئے کہا کہ یہ قیمت معاویہؓ کی مقرر کردہ ہے میں اسے قبول نہیں کرتا اور نہ ہی اس پر عمل پیرا ہوں گا، ان لوگوں کا کہنا یہ ہے کہ امیر معاویہ کی یہ بات حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قول و فعل اور کتب سنت میں صحابہ کے ثابت شدہ عمل کے خلاف ہے۔ یہاں تک کہ جب حضرت ابن زبیر کو یہ بات معلوم ہوئی تو آپ نے فرمایا:۔

بئس الاسم الفسوق بعد الایمان ایمان لانے کے بعد گناہ اور نافرمانی کے راستے کو اختیار کرنا بری بات ہے

اس کا جواب یہ ہے کہ صحیحین میں حضرت ابن عمر سے روایت ہے کہ

فرض رسول الله صلى الله عليه وسلم زكاة الفطر صاعاً من تمر او صاعاً من شعير فعدل الناس فيه مدين من حنطة

کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو اور کھجور میں ایک صاع صدقہ فطر مقرر فرمایا ہے تو لوگوں نے دو مُد گندم کو ان کے مساوی قرار دیا۔

سنن دار قطنی اور مصنف عبد الرزاق نے عبد اللہ بن ثعلبہ سے بیان کیا ہے کہ

خطب النبي صلى الله عليه وسلم قبل الفطر بيوم او يومين فقال ادّوا صاعاً من برّ او قمح بين اثنين

حضور علیہ السلام نے عید الفطر سے ایک دو یوم قبل خطبہ میں فرمایا کہ گندم کا ایک صاع دو مدوں کے درمیان درمیان ادا کرو.....

اور سنن نسائی اور ابو داؤد نے حسن بصری سے اور انہوں نے ابن عباس کے ایک خطبے کے حوالے سے بتایا ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ اپنے روزوں کا صدقہ ادا کرو اس صدقہ کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو اور کھجور سے ایک صاع اور گندم سے نصف صاع ادا کرنا مقرر فرمایا ہے۔

قاری کہتے ہیں کہ اس کے راوی مشہور اور ثقہ آدمی ہیں لیکن یہ روایت مرسل ہے کیونکہ جو کچھ کہا گیا ہے اسے حسن نے ابن عباسؓ سے نہیں سنا، آپ کو معلوم ہے کہ غیر مدلس معاصر کی معنعن روایت ملاقات ثابت ہونے پر ہی مقبول ہوتی ہے خواہ ملاقات صرف ایک دفعہ ہی ہو، اور آپ جانتے ہیں کہ مسلم صرف معاصرت پر ہی اکتفا کرتے ہیں خواہ ملاقات ثابت نہ بھی ہو۔ آپ کو یہ بات بھی معلوم ہوگی کہ حسن، ابن عباسؓ کے معاصر تھے۔ حضرت ابن عباسؓ نے ۶۸ھ میں طائف میں وفات پائی اور حسن نے ۱۱۰ھ میں تو اس روایت سے حجت پکڑنا تو صحیح ہے، اکثر محدثین کے نزدیک حسن کی مراسیل صحیح ہیں، جن میں ابن المدینی ابوزرعہ اور یحیٰی قطان شامل ہیں۔ خصوصاً جب اس مرسل روایت کو کسی دوسرے طرق سے مدد مل جائے تو آئمہ اربعہ کے نزدیک یہ قابل حجت ہوتی ہے۔ اس اعتراض کا یہ جواب بھی دیا جاسکتا ہے کہ مجتہد غلطی کرنے پر بھی ماجور ہوگا، ایسے آدمی کے لئے حدیث کی مخالفت کرنا یا تو علت نسخ کی وجہ سے ہوگا یا عدم علم کی وجہ سے، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہ نے کبار صحابہ کے کتنے ہی اجتہادات کو رد کر دیا تھا، جن میں سے بہت سوں کو زرکشی نے "الاستجابۃ فیما ردت عائشۃ علی الصحابہ" میں جمع کر دیا ہے۔ رہا یہ دعویٰ کہ سنت میں امیر معاویہؓ کی کوئی فضیلت ثابت نہیں ہوتی اور وہ مردود الروایت ہیں تو اس کی تردید "تطہیر الجنان" کے حاشیہ میں ہوگی۔

یزیدیہ کو اسفرائنی نے اہل بدع کے فرقوں میں ذکر کیا ہے جو اپنے آپ کو اسلام کی طرف منسوب کرتے ہیں مگر انہیں مسلمانوں کے زمرہ میں شمار نہیں کیا جاتا اور نہ ہی وہ بہتر ۷۲ فرقوں میں شامل ہیں، ان کے بیس سے زیادہ فرقے ہیں۔ ان میں ایک فرقہ یزیدیہ الخوارج کہلاتا ہے یعنی یزید خارجی کے پیروکار، یزید بصرہ میں رہائش پذیر تھا پھر وہ جور فارس میں آگیا۔ یزید الخوارج میں اباضیہ فرقہ کا لیڈر تھا اور کہا کرتا تھا کہ

"اللہ تعالیٰ عجمیوں میں ایک رسول مبعوث کریگا اور اس پر کتاب نازل کریگا

وحی سے شریعت محمدیہ منسوخ ہو جائے گی"۔
بغدادی نے انہیں یزید بن ابی انیسہ کی طرف منسوب کیا ہے اور اس کے اوصاف بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ اس ضلالت کے باوجود وہ ان لوگوں سے دوستی رکھتا تھا، جنہوں نے اہل کتاب میں سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی گواہی دی تھی اگرچہ وہ آپ کے دین میں داخل نہ ہوئے ہوں ایسے لوگوں کا نام وہ مومن رکھتا ہے

بغدادی کہتا ہے، اس قول کے مطابق تو عیسائیوں اور یہودیوں میں سے مونکانیہ بھی مومن قرار پائیں گے کیونکہ انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا اقرار کیا مگر آپ کے دین میں شامل نہیں ہوئے اور یہ بات کسی طرح بھی جائز نہیں کہ یہود کو مسلمانوں میں شمار کیا جائے اور جو شخص شریعت اسلام کے نسخ کا قائل ہو اسے اسلامی فرقوں میں کیسے شمار کیا جا سکتا ہے،

بعض علماء نے اسے یزید بن معاویہ اموی کی طرف منسوب کیا ہے کیونکہ وہ بنو امیہ میں امامت کا اعتقاد رکھتے ہیں کیونکہ یہ فرقہ اپنے معتقدات کو پوشیدہ رکھتا ہے، اسلیئے علماء کو اس کی شناخت میں اختلاف ہے۔

محققین کے نزدیک مشہور یہ ہے کہ یہ فرقہ موصل کی ایک بستی "ترھایا" سے تعلق رکھتا ہے یہ لوگ مجوسی تھے اور کردوں میں سے کچھ لوگوں نے حلوان کے پہاڑوں میں سکونت اختیار کر لی تھی، ان کے پاس شیخ عدی بن مسافر اموی آیا جو ایک زاہد آدمی تھا تو یہ لوگ مسلمان ہو کر اس کے معتقد ہو گئے اور اس کی تعظیم میں غلو سے کام لینے لگے اور انہوں نے اپنا نام عدوی رکھ لیا۔ مورخین کے نزدیک عدی بن مسافر اموی ایک متقی اور زاہد آدمی تھا جو شام کی ایک بستی بعلبک میں پیدا ہوا اور ھکاریہ کے پہاڑوں میں جبلین کے کردوں کی ہدایت کے بعد رہائش پذیر ہو گیا۔ موصل میں وفات پائی اور لیلش کے پہاڑوں میں ۵۵۷ھ میں دفن کیا گیا۔ اس کے بارے میں شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے :- یعنی

لو کانت النبوۃ تنال بالمجاھدۃ لنالھا عدی بن مسافر	اگر نبوت مجاہدات سے حاصل ہوتی تو عدی بن مسافر اسے ضرور حاصل کرتا۔

ابنِ اثیر نے الکامل میں، ابن خلکان، عمر بن الوردی، ابوالفداء اور الذھبی نے دول الاسلام میں اور الیافعی نے مراۃ الجنان میں اور المقریزی نے الخطط میں اور الشعرانی نے الطبقات اور ابن العماد نے الشذرات میں اس کے حالات لکھے ہیں۔

یزیدیہ، اوائل میں عدی کی طرف منسوب ہونے کی وجہ سے العدویہ کہلاتے تھے اس کی وفات کے بعد انہوں نے اس کے بارے میں غلو کرنا شروع کر دیا اور ان کا اعتقاد یہاں تک تھا کہ وہ ان کے نماز روزے کا بھی ذمے دار ہے اور انہیں بغیر حساب کے جنت میں لے جائے گا۔ پھر اس کے بعد انہوں نے اپنا نام یزیدیہ رکھ لیا جیسا کہ ہم نے ذکر کیا ہے کہ وہ یزید بن معاویہ کے ساتھ اندھی محبت رکھتے تھے اور اب تک ان کے مساکن لواء الموصل میں سنجار اور شیخان کے مقامات پر موجود ہیں۔ شیخان، باعذرا اور عین سفنی کے قرب و جوار کی ایک بستی ہے۔

ان کے عقائد میں ہے کہ سات فرشتوں میں سب سے پہلے عزرائیل پیدا ہوا ہے اور اس کا نام وہ مور فرشتہ رکھتے ہیں اور قرآن کریم اپنی بعض آیات کا پابند ہے۔ ان کے نزدیک کتاب مقدس دو کتابیں ہیں۔ پہلی کا نام وہ "الجلوۃ" رکھتے ہیں اور اس پر جو کچھ تحریر ہے اسے عدی بن مسافر کی طرف منسوب کرتے ہیں اور دوسری کا نام "مصحف رش" ہے۔ کردوں کی زبان میں رش کے معنی سیاہ کے ہیں۔ یہ کتاب عدی کے ایک سو سال بعد لکھی گئی ہے۔ السفارینی کہتا ہے کہ حضرت علیؓ نے، حضرت عثمانؓ کا بدلہ لینے میں توقف یا تو قاتل کے بارے میں عدم علم کی وجہ سے کیا ہے یا اس خوف سے کہ کہیں فساد زیادہ نہ بڑھ جائے اور حضرت طلحہؓ، زبیرؓ، معاویہؓ اور ان کے ساتھی جنہوں نے اجتہاد سے کام لیا اور دوسرے لوگوں نے حضرت علیؓ سے جنگ کرنے میں ان کی تقلید کی، پس یہ لوگ متاول ہیں اور یہ جنگیں اس لئے ہوئیں کہ صحیح صورت حال مشتبہ ہو گئی تھی، یہی وجہ ہے کہ اہل حق کا اس بات پر اتفاق ہے جسے اجماع کا درجہ حاصل ہے کہ یہ حضرات عادل ہیں ان کی شہادت اور روایات کو قبول کیا جائے گا۔ اور طحاوی جیسے آئمہ نے اپنے عقیدہ میں اور الکمال نے المسایرۃ میں اور الزبیدی نے احیاء کی شرح میں اور ابن عربی نے عواصم

۱۔ لوائح الانوار القدسیہ

میں اور ابن اثیر نے کامل میں اور الزرقانی نے المواہب کی شرح میں اور الشہاب الآلوسی نے الاجوبۃ العراقیہ میں اور دیگر بہت سے لوگوں نے انہی خیالات کا اظہار کیا ہے۔

علماء نے کسی ایک صحابی کی تنقیص کرنے والے اور اہل بیت یا ازواج کو گالی دینے والے کے متعلق حکم کا بھی ذکر کیا ہے۔ قاضی عیاض[1] کہتے ہیں کہ علماء کا اس بارے میں اختلاف ہے مشہور مذہب امام مالک کا ہے آپ نے فرمایا ہے کہ جو شخص ان حضرات میں سے کسی ایک کو بھی گمراہ کہے اسے قتل کیا جائے اور قاضی ابو یعلیٰ کہتے ہیں کہ جو شخص حضرت عائشہؓ پر وہ تہمت لگائے جس سے اللہ تعالیٰ نے آپ کو بری قرار دیا ہے بلا اختلاف اس کی تکفیر کی جائے گی اور ایک کے سوا سب کا اس پر اجماع ہے، یہ مسئلہ مبسوط رنگ میں مؤلف کی کتاب الاعلام بقواطع الاسلام اور تنبیہ الولاۃ والحکام علی احکام شاتم خیر الانام او احد من اصحابہ الکرام میں بیان کیا گیا ہے، اس کتاب کے مؤلف محقق ابن عابدین ہیں جنھوں نے ۱۲۲۸ھ میں وفات پائی، اس کے علاوہ تمام مذاہب کی کتب فروع اور متکلمین اور دیگر اصحاب کی کتب میں بھی یہ مسئلہ بیان کیا گیا ہے یہ وہ بیان ہے جس کا تذکرہ علماء اور محقق متکلمین، فقہاء اور محدثین نے کیا ہے۔ اس کے علاوہ ہم نے شیعہ امامیہ اور زیدیہ کے متعلق جو کچھ لکھا ہے کہ وہ اہل سنت کی تکفیر کرتے ہیں، یہ عقیدہ ان میں سے متاخرین اور معاصرین امامیہ اور زیدیہ کا نہیں۔ امامیہ شیعہ کے عالم محمد آل کاشف الغطاء[2] نے سفیان ابن السمط کے بارے میں ابی عبداللہ الصادق سے نقل کیا ہے کہ

"ظاہری اسلام وہ ہے جس پر لوگ قائم ہیں یعنی گواہی دینا کہ اللہ تعالیٰ ایک ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم، اللہ کے رسولؐ ہیں، نماز قائم کرنا زکوٰۃ دینا، بیت اللہ کا حج کرنا اور رمضان کے روزے رکھنا (الحدیث)

۱۔ الشفا ۲۔ الفصول المہمہ

اس سے یہ استدلال ہوتا ہے کہ اہل سنت مومن ہیں ، اس طرح ابی جعفر الباقر سے صحیح حمران بن اعین میں جو کچھ منقول ہے اس میں ایک حدیث یہ ہے کہ

" اسلام وہ ہے جو قول وفعل سے ظاہر ہوا اور یہ وہ بات ہے جس پر تمام فرقوں کے مسلمان قائم ہیں اس سے خون محفوظ ہوتے ، وراثت کے احکام جاری ہوتے اور نکاح جائز ہوتے ہیں اور لوگ نماز ، زکوٰۃ ، روزہ اور حج کے لئے جمع ہوتے ہیں اسلئے وہ کفر سے نکل کر ایمان کی طرف آجاتے ہیں ۔

مؤید باللہ یحییٰ بن حمزہ متوفی ۷۴۹ھ نے بیان کیا ہے کہ زیدیہ ، صحابہ کی تکفیر و تفسیق نہیں کرتے کیونکہ اس پر نہ کوئی دلیل ہے نہ اجماع ، یہ ایک بے دلیل بات ہے ، بلکہ یہ لوگ خطا کار ہیں ۔[1]

اس بناء پر اب اہل سنت اور امامیہ اور زیدیہ میں کوئی ایسا اختلاف موجود نہیں جس سے اختلاف کی خلیج کو وسیع کیا جائے یا بغض کی وجہ مسلمانوں میں افتراق پیدا کیا جائے کیونکہ وہ تو مسیحیوں ، یہود اور لادین لوگوں کے درمیان قلیل التعداد ہیں اور ان کے دشمن قوی اور پیچھے ہیں ، مسلمانوں کو اس وقت اپنی جمعیت کی بہت ضرورت ہے اور جو جماعت انہیں اکٹھا کر دیگی اللہ تعالیٰ انکی آپس میں صلح کرا دیگا اور پیاس کو چشمے کے ذریعہ دور کر دے گا ۔

اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول نے بھی اجتماع اور عدم افتراق کی دعوت دی ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے انما المومنون اخوۃ کہ مومن آپس میں بھائی ہیں ۔

پھر فرمایا والمومنون والمومنات بعضھم اولیاء بعض ، مومن اور مومنات ایک دوسرے کے اولیاء ہیں ۔

پھر فرمایا ولاتکونوا کالذین تفرقوا واختلفوا من بعد ماجاءھم البینات اولئک لھم عذاب عظیم ان لوگوں کیطرح نہ ہو جاؤ جنھوں نے واضح دلائل آجانے کے بعد اختلاف و افتراق کا راستہ اختیار کیا ان کے لئے بڑا عذاب ہے

ا۔ الرسالۃ الوازعۃ للمعتدین عن سب صحابۃ سید المرسلین ۔

پھر فرمایا

واعتصموا بحبل اللہ جمیعاً و لا تفرقوا — اللہ کی رسّی کو مضبوطی سے تھامے رہو اور تفرقہ نہ کرو۔

پھر فرمایا ان الذین فرقوا دینھم وکونوا شیعاً لست منھم فی شئ ان امرھم الی اللہ ثم و ینبئھم بما کانوا یفعلون — جو لوگ دین میں تفریق کرکے گروہ در گروہ ہو گئے۔ آپ کا ان سے کوئی تعلق نہیں ان کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے حضور طے ہو گا پھر وہ انہیں ان کے کرتوتوں سے آگاہ کرے گا۔

اور سنت نبوی میں اخوت و محبت، لزوم جماعت، مسلمانوں کی خیر خواہی، السلام علیکم کو رواج دینے کے متعلق بہت کچھ آیا ہے جس کا مقصد اجتماع مسلمین اور عدم تفریق ہے۔ الموسوی نے العقول المھمۃ میں لکھا ہے کہ امامیہ اور اہل سنت کے نزدیک کسی اہل قبلہ کی تکفیر کرنا جائز نہیں کیونکہ حضور علیہ السلام کی حدیث صحیح میں ہے۔

من شھد ان لا الہ الا اللہ واستقبل قبلتنا وصلی صلاتنا واکل ذبیحتنا فذلک اعلم (المسلم) — یعنی جو شخص گواہی دے کہ اللہ ایک ہے اور ہمارے قبلہ کی طرف منہ کرے اور ہماری نماز پڑھے اور ہمارا ذبیحہ کھائے تو وہ مسلمان ہے

اور ابو ذر کی حدیث میں آیا ہے کہ مجھے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے

قال لی النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لی جبرئیل من مات من امتک لا یشرک باللہ شیئاً دخل الجنۃ قلت وان زنا وان سرق، قال وان زنا وان سرق — فرمایا کہ مجھے جبرئیل ؑ نے کہا کہ آپ کی امت کا جو شخص مر جائے اور وہ کسی کو اللہ کا شریک قرار نہ دیتا ہو وہ جنتی ہو گا۔ میں نے کہا خواہ اس نے چوری اور زناء کا ارتکاب بھی کیا ہو آپ نے فرمایا ہاں خواہ اس نے چوری اور زنا بھی کیا ہو

پس مسلمانوں میں تفرقہ کس وجہ سے ہے جبکہ انہیں اس وقت وحدت کاملہ اور ہمہ گیر روابط کی ضرورت ہے اور ان کے درمیان کوئی ایسی اختلافی وجہ موجود نہیں جو تعلقات

کے انقطاع اور دشنام طرازی کا مقتضی ہو اللہ تعالیٰ مسلمانوں کی بصیرت کو منور فرما کر ان کے قلوب میں اتفاق و اتحاد پیدا کر دیں ـــــ آمین

محدث ابن حجر الھیتمی

ابو العباس شہاب الدین احمد بن محمد بن علی بن حجر الھیتمی المکّی السعدی[1] الانصاری الشافعی المحدث الفقیہ الصوفی، جو محلہ ابی الھیتم کی طرف منسوب ہیں جو مصر کی مغربی نظامت کے ماتحت ہے اور امیرانی فہرست المثناۃ الفوقیۃ میں کہتے ہیں کہ آپ کو الھیاتم بستی کی طرف منسوب ہونے کی وجہ سے الھیتمی کہتے ہیں۔ الھیاتم مصر کی ایک بستی کا نام ہے۔ آپ مذکورہ بستی میں ۸۹۹ھ میں پیدا ہوئے، صغر سنی ہی میں آپ کے والد کا انتقال ہوگیا اور آپ کی کفالت دو کامل اماموں شمس الدین بن ابی الحمائل اور شمس الدین الشناوری نے کی۔ پھر شمس الدین شناوری آپ کو محلہ ابی الھیتم سے سیدی احمد البدوی کے پاس طنطا میں لے گیا، وہاں آپ نے مبادی العلوم پڑھے اور قرآن پاک حفظ کیا، پھر وہ آپ کو ۹۲۴ھ میں کعبۃ العلوم جامعہ ازہر میں لے آئے اور آپ نے اس وقت کے علماء مصر سے علم حاصل کیا۔

علم روایت میں آپ کے شیوخ

آپ نے حصول علم کے بعد، جلیل القدر علماء سے روایت کی، جن میں الشہاب الرملی، الشمس اللقانی، الشمس السمہودی الشمس المشہدی، الطبلاوی، شہاب بن النجار الحنبلی، شہاب بن الصائغ شامل ہیں نیز آپ نے قاضی زکریا، معمر الزین، عبد الحق السنباطی، امین الغمری جو ابن حجر عسقلانی کا شاگرد ہے اور آپ نے سیوطی اور ابی الحسین البکری سے بھی روایت کی ہے، اس نے اپنے مشائخ کے لئے معجم وسط اور معجم صغیر لکھی ہے اور انہوں نے اسے ان کتب کے لئے بھی اجازت دی ہوئی تھی جو ان سے روایت کی ہیں اور معجم وسط تو مصر کے دار الکتب میں بھی موجود ہے ان شمس العلماء اور عبقری حضرات کے مدرسہ سے علامہ ابن حجر فقہ، اصول، حدیث

---

[1] نسبۃ لبنی سعد کما فی النور السافر

کلام، تصوف، فرائض، صرف و نحو، معانی، منطق اور حساب وغیرہ علوم کثیرہ میں ایک پختہ کار عالم بن کر نکلے، ان علوم کی تحصیل اور پختگی میں خدا تعالیٰ کی عطا کردہ قوت حفظ نے آپ کو بڑی مدد دی کیونکہ آپ حافظ بھی تھے۔ آپ کے ملفوظات میں ایک نمونہ المنہاج الفرعی ہے نیز چھوٹی عمر میں ہی آپ کی شہرت یہاں تک پھیل گئی تھی کہ آپ کے شیوخ نے آپ کو افتاء اور تدریس کی اجازت دیدی تھی جبکہ آپ کی عمر بیس سال سے بھی کم تھی آپ دنیا سے بے رغبت، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنے والے، سلف صالح کا نمونہ تھے آپ ۹۳۳ھ میں حج کی خاطر مکہ تشریف لائے تو یہیں رہ پڑے پھر مصر واپس گئے اور دوبارہ ۹۳۷ھ میں اہل و عیال سمیت حج کیا پھر ۹۴۰ھ میں مستقل رہائش کے لئے مکہ منتقل ہو گئے وہاں کے امام الحرمین درس و تدریس افتاء اور تالیفات کا کام کرتے تھے،

الشوکانی[1] نے آپ کے مکہ منتقل ہونے کا سبب یہ بتایا ہے کہ آپ نے مقری کی کتاب "الروض" کا اختصار کیا اور اس کی شرح لکھی تو بعض حاسدین نے اسے لیکر پھاڑ دیا تو آپ پر یہ بات بڑی گراں گذری اور آپ اس وجہ سے مکہ منتقل ہو گئے، مکہ اور مصر میں آپ کی بیشمار کتب موجود ہیں جو علم فقہ سے تعلق رکھتی ہیں، جن میں فتاویٰ الشافعیہ فی الحجاز والیمن و مصر اور دیگر کتب شامل ہیں۔ آپ کے پاس عظیم القدر علماء خصوصاً خوشہ چینی اور حصول علم کے لئے حاضر ہوتے تھے۔ آپ کے بارے میں شہاب[2] الخفاجی کا قول، بالکل سچ ہے کہ وہ حجاز کے علامۃ الدھر ہیں، کتنے ہی فضلاء کے وفود نے آپ کے کعبہ علم کا حج کیا اور اس کے قبلہ کی طرف طلب علم کے لئے متوجہ ہوئے اگر وہ فقہ و حدیث کے بارے میں گفتگو کرتے تو کسی نے قدیم و جدید میں سے ایسی باتیں نہ سنی ہوتیں، الخفاجی نے ذکر کیا ہے کہ آپ کا ایک بیٹا محمد نام کا تھا جس کی کنیت ابوالخیر تھی اور بعض یمنیوں نے اس سے روایت بھی کی ہے۔

النور السافر مولفہ عیدروس، اور خفاجی کی ریحانۃ الالباء اور ابی الفلاح

۱۔ البدر الطالع ۲۔ ریحانۃ الالباء

ابن العماد کی شذرات الذہب اور شوکانی کی البدر الطالع اور مرتضیٰ زبیدی کی تاج العروس اور کتانی کی فہرس الفہارس اور محدثین اور ان کے مشائخ کی فہارس اور معاجم میں آپ کے حالات زندگی مرقوم ہیں۔ آپ کی وفات شذرات اور البدر الطالع کے مطابق ۹۷۳ھ میں ہوئی اور مشرع الروی اور تاج العروس زبیدی کے مطابق آپ نے ۹۷۴ھ میں وفات پائی اور فہرست الدمنتی الکبیر میں آپ کا سن وفات ۹۶۴ھ بیان کیا گیا ہے اور المحبی[1] کے نزدیک آپ ۹۹۵ھ میں فوت ہوئے، صحیح روایت یہی ہے کہ آپ ۹۷۴ھ میں فوت ہوئے۔ الدمنتی اور المحبی کی بیان کردہ تاریخ وفات قطعی طور پر غلط ہے جیسے کہ الکتانی[2] نے بیان کیا ہے۔ آپ کی وفات مکہ مکرمہ میں ہوئی اور معلاۃ میں طبریوں کی زمین میں آپ آسودۂ خواب ہیں، اللہ تعالیٰ آپ کی روح کو شاد کام کرے اور آپ کی قبر کو نور سے روشن فرمائے اور آپ کو انبیاء، شہداء اور صدیقین کے ساتھ اعلیٰ علیین میں جگہ دے۔

تالیفات: آپ نے علم فقہ میں مندرجہ ذیل کتب تحریر کی ہیں۔

شرح مختصر الروض۔ شرح مختصر ابی الحسن البکری، تحفۃ المحتاج شرح المنہاج، فتح الجواد شرح الارشاد، الامداد شرح الارشاد۔ تحذیر الثقات عن اکل الکفتات۔ کف الرعاع عن محرمات اللھو والسماع الاعلام بقواطع الاسلام۔ الزواجر عن اقتراب الکبائر۔ در الغمامۃ فی الزر والطیلسان والعمامۃ۔ الجوہر المنظم فی زیارۃ القبر النبی المعظم۔

علم حدیث میں آپ کی کتب کے نام یہ ہیں۔ شرح المشکاۃ۔ الفتاوی الحدیثیۃ۔ جزئے ما ورد فی المھدی۔ جزء فی العمامۃ النبویۃ۔ الاربعون حدیثاً فی العدل الاربعون فی الجہاد، فتح المبین فی شرح الاربعین النوویۃ۔ الافصاح شرح احادیث النکاح۔ الصواعق المحرقۃ فی الرد علی اھل البدع والزنادقۃ تطہیر الجنان واللسان عن الخطور والتفوہ بثلب معاویۃ بن ابی سفیان کتاب الخیرات الحسان فی مناقب ابی حنیفۃ النعمان

۱۔ فہرس الفہارس ۲۔ خلاصۃ الاثر فی ترجمۃ عبدالعزیز الزمزمی المکی

المولد النبوی ۔ شرح الهمزیة ۔ المنهج القویم فی مسائل التعلیم علی الفیة
عبداللہ بافضل شرح علی قطعة من الفیة بن مالک ۔ اتحاف اهل الاسلام
بخصوصیات الصیام ۔ اتمام النعمة الکبری علی العالم بمولد سید ولد آدم ۔
ارشاد اهل الغنی والامانة فیما جاء فی الصدقة والضیافة اسعاف الابرار ۔
شرح مشکاة الانوار فی الحدیث اسنی المطالب فی صلة الاقارب ۔ اشرف الوسائل
الی فهم المسائل ۔ والامداد شرح الارشاد ۔ تحریر الکلام فی القیام عند ذکر
مولد سید الانام ۔ تحریر المقال فی اداب و احکام وفوائد یحتاج الیها مودبو
الاطفال ۔ تحفة الزوار الی قبر النبی المختار اربع مجلدات ۔ تطهیر العیبة
عن دنس الغیبة ۔ تلخیص الاحری فی حکم الطلاق المعلق بالابراء ۔ تنبیه
الاخیار عن معضلات وقعت فی کتاب الوظائف والاذکار ۔ الدر المنضود
فی الصلوٰة علی صاحب اللواء المعقود ۔ الدر المنظوم فی تسلیة الهموم زوائد
سنن ابن ماجه ۔ الفتاوی الفقهیة ۔ فتح الاله بشرح المشکاة ۔ الفضائل
الکاملة لذوی الولایة العادلة ۔ القول الجلی فی خفض المعتلی ۔ قرة العین
فی ان التبرع لایبطله الدین القول المختصر فی علامات المهدی المنتظر ۔ مبلغ
الارب فی فضل العرب ۔ المناهل العذبة فی اصلاح ما وهی من الکعبة معدن
الیواقیت الملتمعة فی مناقب الائمة الاربعة ۔ المنح المکیة فی شرح الهمزیة
النخب الجلیلة فی الخطب الجزیلة وغیر ذلک من الرسائل والحواشی ۔[1]

آپ کی تالیفات اپنے موضوعات کے اعتبار سے بڑی جامع ہیں اور جس طرح سورج
اپنے مدار میں گردش کرتا ہے اسی طرح ان کا دیار و امصار میں چلن ہے ۔

عبدالوہاب عبداللطیف
الاستاذ المساعد بکلیة اصول الدین جامعہ ازہر
محرم ۱۳۸۵ھ

۱: الفوائد البهیة للکنوی ، وهدیة العارفین للبغدادی

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط

ہر قسم کی حمد و ستائش اس ذات کے لئے ہے جس نے اپنے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسے اصحاب سے مختص فرمایا جو ستاروں کی مانند ہیں اور سب لوگوں پر ان کی تعظیم و تکریم کرنا اور اس اعتقاد کی حقیقت اور علوم و معارف کے ان حقائق کو جو انہوں نے بیان کئے اختیار کرنا واجب ہے ، میں اس امر پر شہادت دیتا ہوں کہ اللہ تعالی کے سوا کوئی معبود نہیں ؛ وہ وحدہٗ لاشریک ہے ، یہ ایک ایسی شہادت ہے جو اس منظم گروہ کے بارے میں مندرج ہے اور میں اس بات کا بھی شاہد ہوں کہ ہمارے آقا و مولا محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالی کے بندے اور رسول ہیں جنھیں اللہ تعالی نے اپنے اسرار مخفیہ عطا فرمائے ۔ آپ پر اللہ تعالی کی ہمیشہ ہمیشہ رحمتیں نازل ہوتی رہیں ۔

اما بعد مدتوں سے مجھ سے یہ سوال کیا جا رہا تھا کہ ایک ایسی کتاب تالیف ہو جس میں خلافت صدیقی و فاروقی کی حقیقت کو بیان کیا گیا ہو سو میں نے اس میدان میں خدمت کے لئے جلدی کی اور خدا کا شکر ہے کہ یہ کتاب لطیف نمونوں ، شریفانہ طریق اور اعلیٰ مسلک پر مشتمل ہے ۔ اور پھر مجھے رمضان المبارک ۹۵۰ھ میں اسے مسجد الحرام میں سنانے کیلئے کہا گیا کیونکہ وہاں شیعہ ، روافض اور ہیچ قسم کے بہت سے لوگ موجود ہیں تو میں نے ان لوگوں کی ہدایت کے لیے جو واضح مسلک سے ہٹ گئے ہیں اس بات کو بھی قبول کر لیا ، پھر مجھے اس بات کا خیال آیا کہ اسمیں اضافہ کیا جائے ۔ کہ میں آئمہ اربعہ کی خلافت کی حقیقت اور ان کے فضائل اور اس ذیل میں آنے والے چھوٹے موٹے متعلقات کو بھی بیان کر دوں ۔ پس یہ کتاب اپنے فن میں کامل ، محققانہ رنگ سے مزین اور باطل پرستوں اور شریر مبتدعین کے براہین کا ایسے عقلی اور نقلی دلائل سے قلع قمع کر دینے والی ہے جن کا انکار کوئی منکر آیات الہیہ ہی کر سکتا ہے ہم ایسے لوگوں سے اللہ تعالی کی پناہ مانگتے

ہیں اور ان کے اقوال و افعال کی قباحت سے اس سے سلامتی کے خواہاں ہیں، کیونکہ وہ سخی ،
کریم اور رؤف الرحیم ہے، میں نے کتاب کو تین مقدمات، دس ابواب اور ایک خاتمہ
کی صورت میں مرتب کیا ہے۔

مقدمہ اول۔ اگرچہ میں ان حقائق کے بیان کرنے سے قاصر ہوں جنھیں خطیب بغدادی نے
الجامع[1] میں اور دوسرے لوگوں نے بیان کیا ہے، مگر مجھے اس بات پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کی اس حدیث نے آمادہ کیا کہ آپ نے فرمایا ہے

اذا ظهرت الفتن او قال البدع وسب اصحابي فليظهر العالم علمه فمن لم يفعل ذلك فعليه لعنة الله والملائكة والناس اجمعين لا يقبل الله منه صرفاً ولا عدلاً[2]

کہ جب فتنے یا بدعتوں کا ظہور ہو اور میرے صحابہ کو برا بھلا کیا جائے تو عالم کو اپنے علم کا اظہار کرنا چاہیئے اور جو ایسا نہ کرے گا اس پر اللہ تعالیٰ، فرشتوں اور سب لوگوں کی لعنت ہوگی۔ اور اللہ تعالیٰ اس سے کوئی قیمت یا معاوضہ قبول نہیں کرے گا۔

اسی طرح الحاکم[3] نے اپنی تاریخ میں بیان کیا ہے:

عن ابن عباس رضی اللہ عنهما ان النبي صلی الله علیه وسلم قال ما ظهر اهل بدعة الا اظهر الله فيهم حجته على لسان من يشاء من خلقه واخرج ابو نعيم[4] اهل البدع شر الخلق والخليقة -

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ اہل بدعت جو بدعت بھی اختیار کریں گے، اللہ تعالیٰ جس کی زبان سے چاہے گا حجت و برہان کی رو سے اسے ان پر غلبہ دے دیگا اور ابو نعیم[4] نے روایت کی ہے کہ اہل بدعت بدترین مخلوق ہیں

---

[1]:- الجامع بین آداب الراوی والسامع، جس کا ایک نسخہ اسکندریہ کی لائبریری میں موجود ہے۔

[2]:- اس قسم کی حدیث ابن عساکر نے معاذ سے زیادات الجامع الصغیر میں بیان کی ہے۔

[3]:- فی تاریخہ [4]:- الحلیۃ میں انسؓ سے مرفوعاً بیان کیا گیا ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس لفظ میں المعافی، اوزاعی سے متفرد ہے اور عیسیٰ بن یونس نے اوزاعی سے روایت کی ہے اسکا ذکر المعافی کے حالات زندگی میں ہے جو ابی مسعود الموصلی نے لکھے ہیں۔

یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ دونوں لفظ مترادف ہیں اور یہ بھی کہ پہلے لفظ سے چوپائے اور دوسرے سے لوگ مراد ہیں ابو حاتم الخزاعی نے اپنی کتاب "جزء"[1] میں اہل بدعت کو دوزخ کے کتے قرار دیا ہے اور الرافعی کہتے ہیں کہ سنت پر تھوڑا عمل کرنا بدعت پر زیادہ عمل کرنے سے بہتر ہے[2] الطبرانی کہتے ہیں کہ جو اہل بدعت کی توقیر کرے اس نے اسلام کو تباہ کرنے میں مدد دی[3] البیہقی اور ابن ابی عاصم السنت میں کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اہل بدعت کے کسی عمل کو قبول نہیں فرمائے گا۔ جب تک کہ وہ اس بدعت سے توبہ نہ کریں[4]۔ الخطیب اور الدیلمی کا بیان ہے کہ جب کوئی بدعتی مرتا ہے تو اسلام میں فتوحات[5] کا دروازہ کھلتا ہے۔ الطبرانی، البیہقی اور الضیا کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہر بدعتی[6] کی توبہ کو قبولیت سے روکا ہوا ہے اور الطبرانی کہتے ہیں کہ اسلام پھیلے گا پھر اسے کمزوری آئے گی پس جو لوگ غلو اور بدعت کے باعث اس کی کمزوری کا باعث بنیں گے وہ دوزخی ہوں گے البیہقی کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ بدعتی سے روزہ، نماز، صدقہ، حج، عمرہ جہاد، کوئی خرچ یا معاوضہ وغیرہ قبول نہیں فرماتا، اسے دین سے یوں خارج کر دیا جائے گا جیسے بال آٹے ہی نکال دیا جاتا ہے ہم عنقریب آپ کے سامنے ایسی باتیں بیان کریں گے جن سے آپ کو قطعی طور پر معلوم ہو جائے گا کہ روافض اور شیعہ اور اس قسم کے لوگ، بدعتیوں کے اکابر میں سے ہیں اور ان احادیث میں بیان شدہ وعیدکے وہی مستحق ہوں گے۔ اس کے علاوہ ان لوگوں کے متعلق خاص طور پر احادیث بھی آئی ہیں، المحاملی، الطبرانی اور الحاکم نے عویمر بن ساعدہ سے بیان کیا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے منتخب فرمایا اور میرے لئے اصحاب کو بھی منتخب کیا اور ان میں سے میرے وزیر، انصار اور داماد بنائے پس جو انہیں برا بھلا کہے گا، ان پر اللہ تعالیٰ، فرشتوں اور سب لوگوں کی لعنت ہوگی اور قیامت کے روز اللہ ان سے کوئی قیمت یا معاوضہ قبول نہیں فرمائے گا۔

۱: - یہ ضمیر خلق اور خلیقہ کی طرف جاتی ہے ۲: - عن ابی امامۃ ۳ - اخرجہ الرافعی عن ابی ہریرہ والدیلمی عن ابن مسعود ۴ - عن عبداللہ بن بسر ۵ - عن ابی عباس و اخرجہ ابن ماجہ ۶ - عن انس ۷ - عن انس فی الاوسط واخرجہ ابن فیل ۸ - اخرجہ ابن ماجہ عن حذیفہ

اور الخطیب نے حضرت انسؓ سے روایت کی ہے کہ

ان اللہ اختارنی واختارلی اصحابا واختارلی منھم اصھارا فمن حفظنی فیھم حفظہ اللہ ومن آذانی فیھم آذاہ اللہ ۱

اللہ تعالی نے مجھے منتخب فرمایا اور میرے لئے اصحاب کا بھی انتخاب فرمایا، ان میں سے میرے لئے داماد بھی منتخب فرمائے پس جو شخص ان کے بارے میں میرا تحفظ فرمائے گا اللہ تعالی اس کی حفاظت کریگا اور جو شخص ان کے بارے میں مجھے تکلیف دیگا اللہ انہیں ایذا دے گا۔

اور العقیلی ۲ نے الضعفا میں حضرت انسؓ سے بیان کیا ہے کہ

ان اللہ اختارنی واختارنی اصحابا واصھارا وسیاتی قوم یسبونھم وینتقصونھم فلا تجالسوھم ولا تشاربوھم ولا تواکلوھم ولا تناکحوھم

اللہ تعالی نے مجھے منتخب فرمایا اور میرے لئے اصحاب اور داماد بھی منتخب فرمائے۔ عنقریب ایک قوم ہوگی جو ان کو برا بھلا کہے گی اور ان کی تنقیص کرے گی ایسے لوگوں کے ساتھ کھانا پینا، اٹھنا بیٹھنا اور نکاح و بیاہ نہ کرو۔

البغوی، الطبرانی اور ابونعیم نے المعرفۃ میں اور ابن عساکر نے عیاض الانصاری سے روایت کی ہے کہ

احفظونی فی اصحابی واصھاری وانصاری فمن حفظنی فیھم حفظہ اللہ فی الدنیا والآخرۃ ومن لم یحفظنی فیھم تخلی اللہ منہ ومن تخلی اللہ منہ یوشک ان یاخذہ ۳

میرے اصحاب، انصار اور دامادوں کے بارے میں میرا تحفظ کرو، جو ان کے بارے میں میری حفاظت کرے گا اللہ تعالی اس کی حفاظت دنیا اور آخرت میں فرمائیگا اور جس نے انکے بارے میں میرا تحفظ نہ کیا اللہ تعالی اس سے الگ ہو جائیگا اور جس سے اللہ تعالی الگ ہو جائے قریب ہے کہ وہ اسکی گرفت میں آجائے۔

۱:- تاریخ خطیب حالات معد بن بشیر الدعا عن انس - اور حالات الولید بن الفضل الغزی جس میں عقیل کی آئندہ آنیوالی روایات بیان ہوئی ہیں ۲- رواہ البیہقی ۳- ایک روایت میں یوشک کی بجائے اوشک کا لفظ آیا ہے۔

اور ابوذر الھروی نے حضرت جابر، حضرت حسن بن علی اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہم سے ایک ایسی ہی روایت بیان کی ہے اور الذہبی نے حضرت ابن عباس سے مرفوعاً بیان کیا ہے کہ

یکون فی آخر الزمان قوم یسمون الرافضۃ یرفضون الاسلام فاقتلوھم فانھم مشرکون

آخری زمانے میں روافض نام کی ایک قوم ہوگی جو اسلام کو چھوڑ دے گی اسے جہاں پاؤ قتل کرو کیونکہ وہ مشرک ہے

الذہبی نے ایک اور روایت ابراہیم بن حسن بن حسین بن علی عن ابیہ عن جدہ رضی اللہ عنہم سے بیان کی ہے کہ حضرت علی بن ابی طالب نے فرمایا کہ

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یظھر فی امتی فی آخر الزمان قوم یسمون الرافضۃ یرفضون الاسلام

کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ آخری زمانے میں میری امت میں روافض نام کی ایک قوم ہوگی جو اسلام کو چھوڑ دے گی۔

اور دار قطنی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا

سیاتی من بعدی قوم لھم نبز یقال لھم الرافضۃ فان ادرکتھم فاقتلھم فانھم مشرکون قال قلت یا رسول اللہ ما العلامۃ فیھم قال یقرظونک بما لیس فیک ویطعنون علی السلف۔

عنقریب میرے بعد ایک قوم ہوگی جن کا بُرا لقب ہوگا جنہیں رافضی کہا جائے گا اگر تو انہیں پائے تو قتل کر دینا کیونکہ وہ مشرک ہیں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ان کی نشانی کیا ہوگی فرمایا کہ وہ آپ کی طرف ایسی چیزیں منسوب کریں گے جو آپ میں موجود نہیں اور سلف پر طعن کریں گے۔

اور دار قطنی نے آپ سے ہی ایک اور طریق سے بھی اسی قسم کی روایت بیان کی ہے اور ایک دوسری روایت میں یہ الفاظ زائد بیان کئے ہیں کہ وہ اپنے آپ کو اہل بیت کی طرف منسوب کریں گے حالانکہ انہیں ان سے کوئی نسبت نہ ہوگی اور ان کی علامت یہ ہوگی کہ وہ اپنے نام حضرت ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہم کے ناموں پر رکھیں گے۔ اسی طرح یہ روایت حضرت فاطمۃ الزہرا اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے بھی کئی طرق سے آئی ہے۔ آخر میں دار قطنی کہتے

ہیں کہ یہ حدیث ہمارے پاس بہت سے طریقوں سے آئی ہے اور الطبرانی نے حضرت علی[1] رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ جو انبیاء کو گالی دے اسے قتل کیا جائے اور جو صحابہ کو بُرا بھلا کہے اسے کوڑے مارے جائیں اور الدیلمی نے حضرت انسؓ سے روایت کی ہے کہ

اذا اراد اللہ برجل من امتی خیراً القی حب اصحابی فی قلبہ[2]

یعنی جب اللہ تعالیٰ میری اُمت کے کسی آدمی سے بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے تو اس کے دل میں میرے صحابہ کی محبت ڈال دیتا ہے

اور ترمذی نے عبد اللہ بن مغفل سے بیان کیا ہے کہ

اللہ اللہ فی اصحابی لا تتخذوھم غرضاً بعدی فمن احبھم فبحبی احبھم ومن ابغضھم فببغضی ابغضھم ومن آذاھم فقد اذانی ومن اذانی فقد اذی اللہ ومن اذی اللہ یوشک ان یاخذہ۔

یعنی میرے صحابہ کے بارے میں اللہ سے ڈرتے رہو میرے بعد انہیں اپنی اغراض کا نشانہ نہ بنانا جو شخص ان سے محبت کرتا ہے وہ میری محبت کیوجہ سے ایسا کرتا ہے اور جو ان سے بغض رکھتا ہے وہ میرے ساتھ بغض رکھنے کیوجہ سے ان سے بغض رکھتا ہے جس نے انہیں ایذا دی اس نے مجھے ایذا دی اور جس نے مجھے ایذا دی اس نے اللہ تعالیٰ کو ایذا دی اور جو اللہ تعالیٰ کو ایذا دیتا ہے قریب ہے کہ وہ اسکی گرفت میں آجائے۔

اور الخطیب نے حضرت عمر رضؓ سے روایت کی ہے کہ

اذا رایتم الذین یسبون اصحابی فقولوا لعنۃ اللہ علی شرکم

یعنی جب صحابہ کو بُرا بھلا کہنے والوں کو دیکھو تو انہیں کہو کہ تمہارے پیدا کردہ شر پر اللہ کی لعنت ہو اور

اور ابن عدی حضرت عائشہ صدیقہ رضؓ سے روایت بیان کرتے ہیں۔

اِنّ شرار امتی اجرؤھم علی اصحابی

کہ میری امت کے شریر لوگ وہ ہوں گے جو میرے اصحاب کو بُرا کہنے میں جسارت کریں گے۔

۱- عن ابن عباس ۲- ورواہ الترمذی۔

اور ابن ماجہ، حضرت عمرؓ سے بیان کرتے ہیں

احفظونی فی اصحابی ثم الذین یلونھم

کہ میرے اصحاب کے بارے میں میرا تحفظ کرو پھر ان لوگوں کا جو ان کے ساتھ ہوں گے

اور الشیرازی نے الالقاب میں ابی سعید سے روایت کی ہے کہ

احفظونی فی اصحابی فمن حفظنی فیھم کان علیہ من اللہ حافظ ومن لم یحفظنی فیھم تخلی اللہ منہ ومن تخلی اللہ منہ یوشک ان یاخذہ

میرے اصحاب کے بارے میں میرا تحفظ کرو جو ان کے بارے میں میرا تحفظ کریگا اس پر اللہ تعالےٰ کیطرف سے ایک محافظ مقرر ہوگا اور جو ان کے بارے میں میرا تحفظ نہ کریگا اللہ تعالیٰ اس سے الگ ہوجائیگا اور جس سے اللہ تعالیٰ الگ ہو جائے قریب ہے کہ وہ گرفت میں آجائے۔

الخطیب نے حضرت جابر سے دارقطنی نے الافراد میں حضرت ابوہریرہؓ سے بیان کیا ہے

کہ ان الناس یکثرون واصحابی یقلون فلا تسبوا اصحابی فمن سبھم فعلیہ لعنۃ اللہ

کہ لوگوں کی تعداد میں اضافہ ہو رہا ہے اور میرے اصحاب کم ہو رہے ہیں پس میرے صحابہ کو بُرا بھلا نہ کہو جو ایسا کرے گا اس پر اللہ تعالےٰ کی لعنت ہو گی

اور الحاکم نے ابی سعید سے بیان کیا ہے کہ تمہارے بعد ہونے والی قوم تمہارے پاسنگ بھی نہ ہو گی اور ابن عساکر نے حسن سے مرسل روایت میں بیان کیا ہے

ما شانکم وشان اصحابی ذروا لی اصحابی فوالذی نفسی بیدہ لو انفق احدکم مثل احد ذھبا ما ادرک مثل عمل احدھم یوماً واحداً۔

میرے صحابہ کی شان سے آپ لوگوں کو کیا نسبت ہے میرے صحابہ کو میرے لیے چھوڑ دو قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے اگر تم میں سے کوئی اُحد پہاڑ کے برابر سونا بھی خرچ کردے تو انکے ایک دن کے عمل کو بھی نہ پہنچ سکے۔

احمد اور شیخین، ابوداؤد اور ترمذی نے ابی سعید اور مسلم سے اور ابن ماجہ نے حضرت ابوہریرہ

سے روایت کی ہے کہ

لاتسبوا اصحابی فوالذی نفسی بیدہ لوان احدکم انفق مثل احد ذھبا ما بلغ مد احدھم ولا نصیفہ۔[1]

میرے صحابہ کو بُرا بھلا نہ کہو مجھے اس ذات کی قسم ہے جسکے قبضہ قدرت میں میری جان ہے کہ اگر تم میں سے کوئی اُحد پہاڑ کے برابر بھی سونا خرچ کردے تو ان کے مٹھی بھر جو کا مقابلہ نہ کر سکے گا۔

اور احمد، ابوداؤد اور ترمذی نے ابن مسعود سے روایت کی ہے کہ:۔

لا یبلغنی احد عن اصحابی شیئاً فانی احب ان اخرج الیکم وانا سلیم الصدر کہ کوئی شخص میرے صحابہ کے بارے میں مجھے کوئی تکلیف نہ پہنچائے کیونکہ میں چاہتا ہوں کہ جب میں تمہارے پاس آؤں تو میرا سینہ صاف ہو۔ اور احمد نے حضرت انس سے روایت کی ہے دعوا لی اصحابی فوالذی نفسی بیدہ لو انفقتم مثل احد ذھباً ما بلغتم اعمالھم، میرے صحابہ کو میرے لئے چھوڑ دو مجھے اس ذات کی قسم ہے جس کے قبضہ میں میری جان ہے اگر تم اُحد پہاڑ کے برابر بھی سونا خرچ کرو تو ان کے اعمال کو نہ پہنچ سکو اور دار قطنی میں ہے کہ من حفظنی فی اصحابی ورد علی الحوض ومن لم یحفظنی فی اصحابی لم یرد علی الحوض ولم یرنی جو صحابہ کے بارے میں میرا تحفظ کرے گا وہ حوض کوثر پر وارد ہوگا اور جس نے صحابہ کے بارے میں میرا تحفظ نہ کیا وہ حوض کوثر پر نہیں آسکے گا اور نہ ہی اسے میرا دیدار نصیب ہوگا الطبرانی اور الحاکم نے عبداللہ بن بسر سے روایت کی ہے کہ طوبیٰ لمن رآنی وآمن بی وطوبیٰ لمن رأی من رآنی ولمن رأی من رأی من رآنی وآمن بی طوبیٰ لھم وحسن مآب۔ اُس شخص کو خوشخبری ہو جس نے مجھے دیکھا اور مجھ پر ایمان لایا اور اُسے بھی خوشخبری ہو جس نے میرے دیکھنے

---

[1] اس کی وضاحت پہلے ہو چکی ہے۔

والے کو دیکھا اور اُسے بھی جس نے میرے دیکھنے والے کے دیکھنے والے کو دیکھا اور مجھ پر ایمان لایا انہیں اچھے انجام کی خوشخبری ہو۔

عبد بن حمید، ابی سعید سے اور ابن عساکر واثلہ سے روایت کرتے ہیں کہ طوبی لمن رانی و لمن رای من رآنی[1] میرے دیکھنے والے کو خوشخبری ہو، اور میرے دیکھنے والے کے دیکھنے والے کو بھی خوشخبری ہو۔ اور الطبرانی حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ لعن اللہ من سب اصحابی، میرے صحابہ کو بُرا کہنے والے پر اللہ تعالیٰ لعنت کرے۔ اور ترمذی اور الضیاء نے بریدہ سے روائت کی ہے کہ ما من احد من اصحابی یموت بارض الا بعث قائداً و نوراً لھم یوم القیامۃ، جب کسی علاقہ میں میرا کوئی صحابی فوت ہو جاتا ہے تو اُسے اس علاقہ کے لوگوں کے لئے قیامت کے روز قائد اور نور بنا کر بھیجا جائے گا اور ابو یعلیٰ حضرت انسؓ سے بیان کرتے ہیں کہ مثل اصحابی مثل الملح فی الطعام لا یصلح الطعام الا بالملح میرے صحابہ کھانے میں نمک کی مانند ہیں اور کھانا نمک ہی سے اچھا بنتا ہے۔ اور احمد اور ابو مسلم نے ابی موسیٰ سے روایت کی ہے کہ النجوم أمنۃ للسماء فاذا ذھبت النجوم أتی السماء ما توعد وانا أمنۃ لصحابی فاذا ذھبت أتی اصحابی ما یوعدون، ستارے آسمان کے لئے امن و سلامتی کا باعث ہیں اور جب ستارے ختم ہو جائیں گے آسمان سے موعودہ چیزوں کا ظہور ہو گا اور میں اپنے صحابہ کے لئے امن و سلامتی کا باعث ہوں جب میں چلا جاؤنگا تو میرے صحابہ ان چیزوں سے دوچار ہونگے جن کا ان سے وعدہ کیا گیا ہے اور ترمذی اور الضیاء نے جابر سے روائت کی ہے لا تمس النار مسلما رانی اور رأی من رآنی

---

[1] ابن عساکر نے اسے واثلہ سے روایت کیا ہے۔

آگ اس مسلمان کو نہیں چھوئیگی جس نے مجھے دیکھا یا میرے دیکھنے والے کو دیکھا، ترمذی اور حاکم کی روایت ہے۔ خیر القرون قرنی ثم الذین یلونھم ثم الذین یلونھم[1] الطبرانی اور الحاکم نے جعدہ بن ہبیرہ سے روایت کی ہے کہ خیر الناس قرنی الذی انا فیھم ثم الذین یلونھم والآخرون اراذل[2]، جس صدی میں، میں موجود ہوں اس کے لوگ بہترین ہیں پھر ان کے بعد والے اور دوسرے لوگ رذیل ہوں گے مسلم نے ابوہریرہ سے روایت کی ہے خیر امتی القرن الذی بعثت فیہ ثم الذین یلونھم ثم الذین یلونھم، میری امت کی بہترین صدی وہ ہے جس میں مجھے مبعوث کیا گیا ہے پھر ان کے بعد آنیوالے لوگوں کی پھر ان کے بعد آنیوالے لوگوں کی، اور حکیم ترمذی نے ابوالدرداء سے روایت کی ہے کہ خیر امتی اولھا و آخرھا وفی وسطھا الکدر، میری امت کا پہلا اور آخری دور بہترین ہے اور درمیانی زمانہ میں کدورت ہے، اور ابونعیم نے الحلیۃ میں مرسل روایت بیان کی ہے کہ خیر ھذہ الامۃ اولھا و آخرھا فیھم عیسیٰ ابن مریم و بین

---

[1]: حضرت عمر کی روایت میں ہے کہ مجھے معلوم نہیں کہ آپ نے دو صدیوں کا ذکر کیا یا تین کا پھر ان کے بعد کچھ لوگ ہونگے جو گواہی طلب کئے بغیر گواہی دینگے اور خائن ہونگے انہیں امین نہیں بنایا جائیگا، نذر مان کر پوری نہ کرینگے ان میں فربہی نمایاں ہوگی ایک روایت میں یہ الفاظ زیادہ آئے ہیں کہ وہ حلف طلب کئے بغیر حلف اٹھائیں گے راسے بخاری، مسلم، نسائی، ترمذی اور ابوداؤد نے روایت کیا ہے۔ [2]: اسے طبرانی نے روایت کیا ہے۔

ذلک نہج اعوج لیسوا منی ولست منھم[۱] اس امت کا بہترین حصہ پہلا اور آخری ہے کیونکہ اس میں عیسٰے بن مریم ہوں گے ان کے درمیان کج رو لوگ ہوں گے جن کا میرے ساتھ اور نہ میرا ان کے ساتھ کوئی تعلق ہوگا۔

الطبرانی نے حضرت ابن مسعود سے روایت کی ہے خیر الناس قرنی ثم الثانی ثم الثالث ثم یجیا قوم لا خیر فیھم میری صدی کے لوگ بہترین ہیں پھر دوسری اور تیسری صدی کے اخیر جو لوگ زندہ ہوں گے ان میں کوئی بھلائی نہیں ہوگی اور ابن ماجہ نے حضرت انس سے روایت کی ہے۔ امتی علی خمس طبقات فاربعون سنۃ اھل بر وتقوی ثم الذین یلونھم الی عشرین ومائۃ اھل تواصل وتراحم ثم الذین یلونھم الی ستین ومائۃ اھل تدابر وتقاطع ثم الھرج والمرج النجاء النجاء، میری امت کے پانچ طبقے ہیں، چالیس سال تک نیکی و تقوی والے لوگ ہوں گے پھر ان کے بعد ایک سو بیس سال

---

[۱]: پوری حدیث یوں ہے کہ پھر ان کے بعد وہ لوگ آئیں گے جو فربہی کو پسند کرینگے اور بغیر گواہی طلب کرنے کے گواہی دینگے۔ اسے خطیب نے عروہ بن رویم اللخمی سے مرسل روایت کیا ہے جو حلیہ میں ان کے حالات میں درج ہے مطبوعہ نسخہ اور اس میں ثبج اعوج لیس منک ولست منھم کے الفاظ آتے ہیں اور النہایہ میں بھی اسی طرح ہے۔ ثبج، کسی چیز کے وسط کو کہتے ہیں اور نہج اور نہیج، شدت حرکت کے ساتھ سانس کے بار بار آنے کو کہتے ہیں یا ایسے فعل کو جو تھکا دینے والا ہو اور نہج کو کسرہ کے ساتھ بھی پڑھا گیا ہے جسکے معنی ہیں کہ اس نے چوپائے کو چلایا تو وہ ہانپنے لگا۔

تک صلہ رحمی کرنے والے ہوں گے پھر ان کے بعد ایک سو ساٹھ سال تک اعراض کرنے والے تعلقات قطع کرنے والے ہوں گے پھر لڑائیاں ہوں گی اللہ ان سے بچائے اللہ ان سے بچائے۔

حضرت انس سے ہی ایک اور روایت ہے کہ کل طبقة اربعون فاما طبقتی وطبقة اصحابی فاهل علم وایمان واما الطبقة الثانية ما بين الاربعين الى الثمانين فاهل بر وتقوى۔ ہر طبقہ چالیس سال کا ہوگا۔ میرا اور میرے اصحاب کا طبقہ علم و ایمان سے آراستہ ہوگا۔ دوسرا طبقہ جو چالیس سے اسّی سال تک ہوگا۔ وہ نیکی و تقوی والا ہوگا۔ پھر اس کے بعد پہلی روایت کی طرح ذکر کیا گیا ہے۔

الحسن، ابن سفیان، ابن منده اور ابو نعیم المرفة میں دارم التیمی سے بیان کرتے ہیں کہ الطبقة الاولى انا ومن معى اهل علم ويقين الى الاربعين والطبقة الثانية اهل بر وتقوى الى الثمانين والطبقة الثالثة اهل تراحم وتواصل الى العشرين ومائة والطبقة الرابعة اهل تقاطع وتظالم الى الستين ومائة والطبقة الخامسة اهل هرج ومرج الى المائتين۔ پہلا طبقہ میرا اور ان اہل علم ویقین لوگوں کا ہے جو میرے ساتھ ہیں یہ چالیس سال تک رہیگا دوسرا طبقہ جو اسّی سال تک ہوگا وہ لوگ نیک اور متقی ہوں گے تیسرا طبقہ جو ایک سو بیس تک رہے گا وہ صلہ رحمی کرنے والوں کا ہوگا، چوتھا طبقہ ظلم اور قطع تعلقات کرنیوالوں کا ہوگا جو ایک سو ساٹھ سال تک رہے گا۔ اور پانچواں طبقہ صاحبان جنگ کا ہوگا۔ جو دو سو سال تک رہے گا۔

ابن عساکر نے بھی اسی قسم کی روایت کی ہے مگر اس کے الفاظ یہ ہیں طبقتی وطبقتا اصحابی اھل العلم والایمان اور المرج کی جگہ، وہاں الحروب کے الفاظ آتے ہیں۔

ان لوگوں کے لئے یہی فخر کافی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انکے بارے میں گواہی دی ہے کہ وہ بہترین لوگ ہیں فرماتا ہے،

کنتم خیر امۃ اخرجت للناس۔ تم بہترین لوگ ہو جو لوگوں کے فائدہ کیلئے پیدا کئے گئے ہو۔ اس خطاب کی ذیل میں آنیوالے سب سے پہلے لوگ یہی ہیں اسی طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی متفق علیہ حدیث میں ان کے بارے میں گواہی دی ہے کہ میری صدی بہترین صدی ہے اور اس مقام سے بڑھ کر اور کوئی مقام نہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے نبی کی صحبت کی وجہ سے ان سے راضی ہو گیا ہے نیز اللہ تعالیٰ فرماتا ہے محمد رسول اللہ والذین معہ اشداء علی الکفار رحماء بینھم، محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے صحابہ کفار پر سخت اور آپس میں ایک دوسرے پر رحم کرنے والے ہیں۔ پھر فرمایا السابقون الاولون من المھاجرین والانصار والذین اتبعوھم باحسان رضی اللہ عنھم ورضوان، مہاجرین وانصار میں سے سابقون الاولون اور وہ لوگ جنہوں نے احسان کے ساتھ انکی پیروی کی ہے اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہو گیا ہے اور وہ اس سے راضی ہیں آپ ان آیات پر غور کریں تو آپ ان تمام قبیح باتوں سے نجات حاصل کر لیں گے جو رافضیوں[1] نے

---

[1] ابن طریح نجفی مجمع البحرین میں کہتے ہیں کہ رافضی، شیعوں کا ایک فرقہ ہیں جنہوں نے زید بن علی کو اس وقت چھوڑ دیا تھا جب آپ نے انہیں صحابہ پر طعن کرنے سے منع فرمایا تھا جب انہیں پتہ چلا کہ یہ شیخین کو برا نہیں کہتے تو ان لوگوں نے آپ کو چھوڑ دیا پھر یہ لقب ہر اس شخص کیلئے استعمال ہونے لگا جس نے اس مذہب میں غلو اختیار کیا اور صحابہ پر طعن کرنے کو جائز قرار دیا اور یہ بھی ذکر کیا گیا ہے کہ رفض ترک کرنے کے معنوں میں بھی آیا ہے۔

نے گھڑ کر ان کے سر تھوپی ہوئی ہیں حالانکہ وہ ان تمام باتوں سے بری ہیں جیسے کہ عنقریب تفصیل کے ساتھ یہ بحث آئے گی، صحابہ کے بارے میں اپنے اعتقاد میں ادنیٰ نقص کا شائبہ رکھنے سے بھی اجتناب کریں اور اللہ تعالیٰ سے پناہ چاہیں اللہ تعالےٰ نے اپنے اکمل انبیاء کے لئے بقیہ امتوں میں سے اکمل لوگوں کو ہی پسند فرمایا ہے جیسا کہ ہم نے اس کے قول سے واضح کیا ہے کہ کنتم خیرامۃ اخرجت للناس اور جو باتیں ان لوگوں نے صحابہ کیطرف منسوب کی ہیں وہ خانہ ساز جھوٹ ہیں ان باتوں کی کوئی ایسی سند موجود نہیں جسکے رجال معروف و مشہور ہوں وہ تو صرف ان لوگوں کا جھوٹ، حمق، جہل اور خدا تعالیٰ پر کذب و افترا ہے۔ پس ہوا و ہوس اور عصبیت کے باعث صحیح بات کو چھوڑ کر غلط بات کو اختیار کرنے سے بچو، عنقریب آپ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور اکابر اہل بیت کے متعلق پڑھیں گے کہ وہ صحابہ کی تعظیم کرتے تھے خصوصاً شیخین حضرت عثمان اور عشرہ مبشرہ کے بقیہ لوگوں کی، کیونکہ الہامی طور پر ہدایت پانیوالا سرتابی نہیں کرسکتا پس خاندان نبوت کے کسی فرد کے لئے یہ کیسے جائز ہو سکتا ہے یا ان سے تعلق رکھنے والا کوئی آدمی حضرت علیؓ کے اس کے قول سے کیسے پہلو تہی کرسکتا ہے جس میں آپ نے فرمایا ہے کہ ان خیر ھذہ الامۃ بعد نبیھا ابوبکر ثم عمر، کہ اس امت کے نبی کے بعد سب سے بہتر آدمی حضرت ابوبکر ہیں پھر حضرت عمرؓ، اللہ تعالیٰ روافض پر لعنت کرے وہ کہتے ہیں کہ حضرت علی نے یہ بات بطور تقیہ کہی ہے۔ اس بات کے بطلان اور تردید میں عنقریب دوبارہ لکھا جائیگا اور بعض روافض نے تو حضرت علیؓ کی تکفیر تک کی ہے اس لئے کہ انہوں نے کفار کو کفر میں مدد دی تھی، اللہ تعالیٰ ان کا ستیاناس کرے یہ کس قدر جاہل اور احمق آدمی ہیں۔ الطبرانی اور دوسرے لوگوں نے حضرت علیؓ سے روایت کی ہے کہ اللہ اللہ فی اصحاب نبیکم صلی اللہ علیہ وسلم فانہ اوصی بھم کہ اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو کیونکہ آپ

نے ان کے بارہ میں وصیت کی ہے ۔

مقدمہ ثانیہ اس بات کو اچھی طرح سمجھ لیجئے کہ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کا اسبات پر اجماع ہے کہ زمانہ نبوت کے گذرنے کے بعد امام کا نصب کرنا واجب ہے بلکہ انہوں نے تو اسے اہم واجبات میں سے قرار دیا ہے ۔ کیونکہ انہوں نے اس وقت تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دفن نہیں کیا جب تک امام کو مقرر نہیں کر لیا ۔ امام کی تعیین کے بارہ میں ان کا اختلاف کرنا اجماع مذکور اور اسکی اہمیت میں کوئی رخنہ پیدا نہیں کرتا ، جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وفات پا گئے تو حضرت ابو بکرؓ خطبہ کیلئے کھڑے ہوئے جیسے کہ عنقریب اس کا ذکر آئیگا ، آپ نے فرمایا جو شخص محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت کرتا تھا وہ سن لے کہ وہ وفات پا چکے ہیں اور جو شخص اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا تھا وہ جان لے کہ وہ زندہ ہے اور اس پر موت نہیں آتی ۔ آپ لوگ اچھی طرح نظر دوڑائیں کہ مجھے اپنی اپنی رائے سے آگاہ کریں کیونکہ اس معاملہ میں کسی آدمی کو مقرر کرنا نہایت ضروری ہے لوگوں نے جواب دیا آپ نے درست فرمایا ہے ہم اس بارہ میں غور کرتے ہیں پھر ہمارے اہلسنت والجماعت کے نزدیک بھی یہ امر واجب ہے اور اکثر معتزلہ ، سمع یعنی تواتر اور اجماع مذکورہ کے لحاظ سے اسے واجب قرار دیتے ہیں اور بیشمار لوگ اسے عقلاً واجب قرار دیتے ہیں اور اس کے وجوب کی وجہ یہ ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حدود کے قیام ، سرحدوں کی حفاظت ، جہاد کیلئے لشکروں کی تیاری اور اسلامی معاشرہ[1] کی حفاظت کا حکم فرمایا اور واجب مطلق کی تکمیل اسی سے ہو سکتی ہے اور جس چیز کا کرنا مقدور میں ہو وہ واجب ہوتی ہے پھر نصب امام سے بہت سے فوائد حاصل ہوتے ہیں اور بہت سے نقصانات

---

[1] البیضہ کے معنی معاشرہ یا دار الخلافہ کے ہیں جیسے کہ نہایہ اور مجمع البحرین میں ہے یا اسے بیضۃ الطائر سے تشبیہ دی گئی ہے کیونکہ جب وہ ہلاک ہو جائے تو اسمیں کھانے اور بچوں وغیرہ کی سی جو چیز ہوتی ہے ہلاک ہو جاتی ہے یا اسے خودہ سے لیا گیا ہے جسکے معنی بیضۃ الحدید یعنی خود کے ہیں ۔

کو دُور کیا جاتا ہے اور اس قسم کی ہر چیز کا کرنا واجب ہوتا ہے[1]۔ شرح مقاصد کے بیان کے مطابق امامت صغریٰ کا قیام امام کی موت کے ساتھ ضروریات، مشاہدات اور فتنہ وفساد کے ظہور لوگوں کے معاملات کی خرابی کیوجہ سے ضروری ہو جاتا ہے۔ خواہ اس سے کما حقہ اصلاح اور معاملات کی درستگی نہ بھی ہو، مگر امامت کبریٰ کا قیام ہمارے نزدیک اجماع سے ثابت ہے اور جو لوگ عقلاً اس کے وجوب کے قائل ہیں وہ بھی اسکی ضرورت کو تسلیم کرتے ہیں جیسے کہ معتزلہ میں سے ابی الحسین، جاحظ، خیاط اور کعبی۔ اب رہا خوارج اور ان کے ہمنواؤں کا اسکے وجوب کی مخالفت کرنا تو اسکی کوئی حیثیت نہیں کیونکہ دوسرے بدعتیوں کیطرح انکی مخالفت اجماع پر اثر انداز نہیں ہو سکتی اور نہ ہی اس امر میں کوئی خلل ڈال سکتی ہے۔ جس کا مفید ہونا قطعی طور پر اجماعی حکم سے ثابت ہے اور یہ دعویٰ کہ نصب امام اس لحاظ سے موجب ضرر ہے کہ امتثالِ امر میں لے سے آپ کا مثل قرار دینا آپکی ذات کو نقصان پہنچاتا ہے جس سے فتنہ پیدا ہو سکتا ہے اور چونکہ وہ کفر و فسق سے معصوم نہیں اس لحاظ سے بھی اس کا نصب نقصان دہ بات ہے اگر وہ معزول نہ ہو تو لوگوں کے لئے زیادہ ضرر رساں ہوگا اور اگر اُسے معزول کر دیا جائے تو اس سے جنگ چھڑ سکتی ہے جس سے بے فائدہ نقصان ہوگا، لیکن امام کے تقرر کو ترک کرنے سے جو نقصان ہوگا وہ اس سے بدرجہا زیادہ اور خطرناک ہوگا بلکہ ان دونوں میں کوئی نسبت ہی نہ ہو گی اور تعارض کے وقت بڑے نقصان کو دُور کرنا واجب ہوتا ہے اور امام کے بغیر لوگوں کے احوال کا انتظام کرنا ایک محال بات ہے جیسے کہ روزمرہ کے مشاہدہ میں بھی یہ بات آرہی ہے۔

مقدمہ ثالثہ:۔ امامت، یا تو نص سے ثابت ہوتی ہے یعنی یہ کہ امام امامت کے مستحق

---

[1] فخر الدین رازی، اربعین میں مذکورہ مضمون کے بیان کرنے کے بعد کہتے ہیں کہ اپنے آپ سے بقدر امکان دفع ضرر واجب ہے اور یہ بات عقلاء کے درمیان متفق علیہ ہے اور جو شخص کہتا ہے کہ حسن وقبح دونوں عقلی باتیں ہیں۔ اسکا مطلب یہ ہے کہ اسکا جواب بدایۃ العقل ثابت ہے، اور جو اس کا انکار کرتا ہے وہ کہتا ہے کہ اس کا وجوب انبیاء و رسل کے اجماع اور تمام ادیان کے اتفاق سے ثابت ہے۔

افراد میں سے کسی فرد واحد کے خلیفہ بنائے جانے کے بارے میں کہے، یا ارباب حل وعقد، کسی اہل آدمی کو خلیفہ بنالیں، اس کا بیان آئندہ ابواب میں آئے گا یا اس کے بغیر کوئی صورت ہو اس کا بیان اپنے مقام پر فقہاء اور دوسرے لوگوں کی کتب سے ہوگا۔[1]

اس بات کو بھی اچھی طرح سمجھ لیجئے کہ خلفائے راشدین کے بعد علماء کے اجماع سے اس امر کو جائز قرار دیا گیا ہے کہ افضل شخص کی موجودگی میں دوسرے کو امام مقرر کیا جاسکتا ہے جیسے کہ قریش کے بعض آدمیوں کو امام مقرر کیا گیا درانحالیکہ ان سے افضل آدمی موجود تھے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دس آدمیوں میں سے چھ کے درمیان خلافت کو منحصر کر دیا ان لوگوں میں حضرت عثمان رضؓ اور حضرت علی رضؓ بھی شامل تھے اور وہ حضرت عمرؓ کے بعد اپنے زمانے کے لوگوں سے افضل تھے اگر افضل آدمی کو متعین کرنا ہوتا تو حضرت عمر رضؓ حضرت عثمان رضؓ کا تعین کر دیتے آپ کا انہیں مقرر نہ کرنا اس بات پر دال ہے کہ وہ حضرت عثمان رضؓ اور حضرت علیؓ کی موجودگی میں کسی دوسرے آدمی کو امام مقرر کرنا جائز سمجھتے تھے اس کا مطلب یہ ہے کہ بعض دفعہ غیر افضل، دینی مصالح کے قیام تدبیر ملک، انتظام رعیت اور فتنوں[2] کے فرو کرنے میں،

---

[1]: امام رازی نے کہا ہے جس کا ملخص یہ ہے کہ حضرت ابوبکر کی امامت بیعت سے منعقد ہوئی اور آپکی امامت اس لحاظ سے صحیح اور درست ہے، بیعت، حصول امامت کا ایک طریق ہے مگر اثنا عشریہ اسکے قائل نہیں۔

[2]: باقلانی نے التمہید میں لکھا ہے کہ امام کا تقرر تو صرف دشمن کو دور کرنے، معاشرہ کی حفاظت کرنے، فسادات کو روکنے، حدود کے قیام اور حقوق کی ادائیگی کیلئے ہوتا ہے اور جب افضل کی امامت کے قیام سے فتنہ و فساد، عدم اطاعت اور جنگ کا اندیشہ ہو تو فاضل کو چھوڑ کر مفضول کو امام بنانے کیلئے یہی ایک واضح عذر کافی ہے پھر انہوں نے بیان کیا ہے کہ اسکا معصوم اور عالم بالغیب ہونا ضروری نہیں اور حدیث کا ظاہری مفہوم اسکے قریشی ہونیکا متقاضی نہیں اور نہ ہی عقل اسکو واجب قرار دیتی ہے وہ اس حدیث کی طرف اشارہ کر رہے ہیں جسے احمد، ابو یعلی اور عباس نے بیان کیا ہے کہ الائمۃ فی قریش وہ حکم میں عدل سے کام لینے والے وعدے کو پورا کرنیوالے اور رحم طلب کرنیوالے تھے، ان پر رحم کیا جائیگا۔

افضل آدمی سے زیادہ قدرت رکھنے والا ہوتا ہے۔ امام کے متعلق ہاشمی اور معصوم ہونے اور اس کے ساتھ ہر معجزہ ظاہر ہونے کی شرط لگاتا تاکہ اسکی صداقت معلوم ہو سکے یہ سب شیعہ کی خرافات اور جہالات ہیں اس بات کا بیان اور وضاحت حضرت ابوبکر حضرت عمر اور حضرت عثمان رضوان اللہ علیہم کی خلافت کی حقیقت کے سلسلہ میں آئے گی حالانکہ ان میں ایسی کوئی بات موجود نہ تھی ان کی جاہلانہ باتوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ غیر معصوم، ظالم ہوتا ہے اور اس کی تائید میں باری تعالیٰ کا یہ قول پیش کیا ہے "لاینال عھدی الظالمین" حالانکہ اس کا یہ مفہوم نہیں، لغت میں ظالم اس شخص کو کہتے ہیں جو کسی چیز کو بے محل اور بے موقع استعمال کرے اور شرعاً نافرمان کو کہتے ہیں اور غیر معصوم، محفوظ بھی ہو سکتا ہے اس سے کوئی گناہ صادر نہیں ہوتا

یا اگر اس سے گناہ کا صدور ہوتا ہے تو وہ اس سے توبہ نصوح کر لیتا ہے۔ پس آیت کے مفہوم میں ایسا شخص نہیں آتا یہ آیت تو نافرمانوں کے متعلق ہے کیونکہ آیت میں ایک عہد کا ذکر ہے جیسے اس سے امامت مراد لی جا سکتی ہے ویسے ہی نبوت اور امامت فی الدین بھی لی جا سکتی ہے۔ نیز اسی قسم کے دیگر مراتب کمال بھی مراد لئے جا سکتے ہیں۔ یہ جاہلانہ بات انہوں نے اس لئے اختراع کی ہے تاکہ وہ اس بنیاد پر حضرت علیؓ کے علاوہ دیگر لوگوں کی خلافت کا بطلان ثابت کر سکیں، عنقریب وہ بیان آئیگا جس سے انکی تردید ہو گی اور ان کی جہالت، ضلالت اور عناد واضح ہو جائیگا۔ ہم فتنوں اور مصائب و تکالیف سے اللہ تعالیٰ کی پناہ چاہتے ہیں۔

پہلا باب

خلافتِ صدیق کی کیفیت کا بیان، دلائل عقلیہ اور نقلیہ سے اسکی حقیت پر استدلال اور اسکی ذیل میں آنیوالے امور کا تذکرہ، اس باب میں پانچ فصلیں ہیں

خلافتِ صدیقی کی کیفیت کا بیان: بخاری اور مسلم نے اپنی اپنی صحیح میں روایت کی ہے اور یہ دونوں کتابیں اجماع امت سے قرآن کریم کے بعد اصح الکتب ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حج سے واپسی کے موقع پر خطبہ دیتے ہوئے لوگوں سے فرمایا کہ مجھے اطلاع پہنچی ہے کہ آپ لوگوں میں سے فلاں آدمی یہ کہتا ہے کہ اگر عمر رضی مر گیا تو میں فلاں شخص کی بیعت کر لونگا، کسی انسان کو یہ بات دھوکہ میں نہ ڈالے کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی بیعت اچانک ہو گئی تھی، ہاں وہ اسی صورت میں ہوئی تھی مگر اللہ تعالیٰ نے اسکے شر سے بچا لیا اور آج تم میں کوئی ایسا شخص موجود نہیں جسکے سامنے ابو بکر رضی کیطرح گردنیں جھک جائیں۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی تو وہ ہم میں سے بہترین آدمی تھا، حضرت علی رضی اور حضرت زبیر رضی اور ان کے ساتھی حضرت فاطمہ رضی کے گھر میں بیٹھے رہے اور سب انصار سقیفہ بنی ساعدہ میں ہم سے الگ ہو کر بیٹھ رہے اور مہاجرین، حضرت ابو بکر رضی کے پاس اکٹھے ہو گئے، میں نے حضرت ابو بکر رضی سے کہا ہمارے ساتھ انصار بھائیوں کے پاس چلیے، ہم ان کے پاس گئے تو دو نیک آدمی ہمیں ملے اور انہوں نے ہمیں قوم کے کردار کے متعلق بتایا اور کہا اے گروہ مہاجرین کہاں جانے کا ارادہ ہے ہم نے جواب دیا کہ ہم اپنے انصار بھائیوں سے ملنے جا رہے ہیں انہوں نے کہا وہاں نہ جائیے اور اپنا معاملہ طے کر لیجئے، میں نے کہا قسم بخدا ہم ضرور ان کے پاس جائینگے چنانچہ ہم سقیفہ بنی ساعدہ میں ان کے پاس گئے اور وہ اجتماع کئے بیٹھے تھے ان کے درمیان ایک کمبل پوش آدمی تھا، میں نے پوچھا یہ کون شخص ہے انہوں نے کہا سعد بن عبادہ، میں نے کہا اسے کیا تکلیف ہے انہوں نے کہا اسے درد ہے جب ہم بیٹھ گئے تو ان کے خطیب نے کھڑے ہو کر اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کے بعد کہا کہ ہم اللہ تعالیٰ کے دین کے انصار اور اسلام کی فوج ہیں اور اے گروہِ مہاجرین آپ

بھی ہمارا ہی ایک قبیلہ ہیں مگر آپ لوگوں میں ہم پر غلبہ حاصل کرنے کا خیال سما گیا ہے آپ ہمیں بے یار و مددگار کر کے ہم پر استبداد کرنا چاہتے ہیں جب اس نے تقریر ختم کی تو میں نے بولنے کا ارادہ کیا، میں نے ایک اچھی سی تقریر تیار کی ہوئی تھی جسے میں حضرت ابوبکرؓ کے سامنے بیان کرنا چاہتا تھا اور میں غصے کی حالت میں بھی ان سے مدارات سے پیش آتا تھا اور وہ مجھ سے زیادہ حلیم اور باوقار تھے۔ آپ نے مجھے فرمایا، ٹھہریئے، میں نے آپکو ناراض کرنا پسند نہ کیا وہ مجھ سے زیادہ صاحب علم تھے، خدا کی قسم جو باتیں کہنے کیلئے میں نے تیار کی ہوئی تھی وہ انہوں نے اپنی فی البدیہہ تقریر میں کہہ دیں[1] بلکہ ان سے بہتر باتیں بھی، پھر آپ نے سکوت فرمایا اور کہا کہ اپنی جس خوبی کا آپ نے اظہار کیا ہے آپ اس کے اہل ہیں مگر اس معاملہ میں عرب، قریش کے اس قبیلے کے سوا کسی کو نہیں جانتے یہ نسب اور گھرانہ کے لحاظ سے عربوں میں معزز ہیں پھر آپ نے میرا اور ابوعبیدہ بن الجراح کے ہاتھ پکڑ کر فرمایا۔ ان دونوں میں سے جس کو آپ چاہیں پسند فرمالیں اس کے علاوہ جو بات آپ نے کی میں نے اسے پسند کیا۔ قسم بخدا اگر میں آگے بڑھوں اور میری گردن مار دی جائے تو یہ اتنا گناہ نہیں جتنا یہ کہ میں ایک ایسی قوم پر امیر بننا چاہوں جس میں ابوبکر موجود ہوں، انصار میں سے حباب بن منذر نے کہا۔ اے قریش ایک امیر ہم سے ہوگا اور ایک امیر آپ لوگوں میں سے، اس کے بعد بڑا شور و شغب ہوا اور مجھے اختلاف کا اندیشہ ہوا تو میں نے حضرت ابوبکرؓ سے کہا، ہاتھ بڑھائیے آپ نے اپنا ہاتھ بڑھایا تو میں نے اور مہاجرین نے آپکی بیعت کر لی پھر اس کے بعد انصار نے بھی آپکی بیعت کر لی۔ خدا کی قسم ہم نے حضرت ابوبکرؓ کی بیعت سے زیادہ متفقہ بات کوئی نہیں دیکھی ہمیں اس بات کا خدشہ تھا کہ اگر ہم لوگوں سے علیحدہ ہو گئے اور بیعت نہ ہوئی تو وہ ہمارے بعد نئی بیعت کر لیں گے یا پھر ہم بادل نخواستہ انکی بیعت کر لیں اور یا انکی مخالفت کریں اس صورت میں فساد ہوگا، اور ایک روایت میں ہے کہ حضرت ابوبکرؓ نے انصار کے خلاف حدیث الائمۃ من قریش سے حجت پکڑی اور یہ ایک

---

[1] ایک روایت میں ہے کہ ان جیسی مزید کئی باتیں اور ان سے بہتر باتیں بھی آپ نے بیان فرمائیں

اور نہ ہی میں نے خفیہ اور اعلانیہ اللہ تعالیٰ سے کبھی اس کے متعلق سوال کیا لیکن فتنہ سے ڈر گیا اور مجھے امارت میں کیا راحت ہے میں نے ایک عظیم امر کا بار اٹھایا ہے جسے میں خدا تعالیٰ کی امداد کے بغیر اٹھا نہیں سکتا حضرت علیؓ اور حضرت زبیرؓ نے کہا ہمیں صرف یہ غصہ تھا کہ ہمیں مشورہ میں پیچھے رکھا گیا ہے لیکن ہم حضرت ابوبکرؓ کو سب سے زیادہ خلافت کا حقدار سمجھتے ہیں وہ آپ کے یارِ غار ہیں ہم آپ کے شرف و منزلت سے واقف ہیں اور حضور علیہ السلام نے اپنے حین حیات ہی آپ کو لوگوں کو نماز پڑھانے کا حکم دیا تھا۔

اور ابن سعد نے ابراہیم التیمی سے روایت کی ہے کہ حضرت عمرؓ پہلے حضرت ابو عبیدہ کے پاس بیعت کے لئے آئے اور کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو اس امت کا امین قرار دیا ہے انہوں نے کہا کہ جب سے میں نے اسلام قبول کیا ہے۔ آپ کے منہ سے میں نے اتنی کمزور بات نہیں سنی کیا تم صدیق اور ثانی اثنین کی موجودگی میں میری بیعت کرو گے۔ اسی طرح ابن سعد نے ایک یہ روایت بھی بیان کی ہے کہ حضرت ابوبکرؓ نے حضرت عمرؓ سے کہا، ہاتھ بڑھائیے میں آپ کی بیعت کرنا چاہتا ہوں تو انہوں نے جواب دیا آپ مجھ سے افضل ہیں، حضرت ابوبکرؓ نے جواب دیا آپ مجھ سے طاقتور ہیں پھر اس بات کو دوبارہ دہرایا تو حضرت عمرؓ نے کہا، میری قوت آپکی فضیلت کی معین و مددگار ہے پھر آپ نے حضرت ابوبکرؓ کی بیعت کر لی۔

احمد نے روایت کی ہے کہ حضرت ابوبکرؓ نے جب سقیفہ کے روز تقریر کی تو انصار کے متعلق اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول نے جو کچھ ذکر کیا ہے سب بیان کیا اور فرمایا آپ لوگوں کو علم ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ لو سلک الناس وادیا وسلکت الانصار وادیا سلکت وادی الانصار، کہ اگر لوگ ایک وادی میں چلیں اور انصار دوسری

وادی میں، تو میں انصار والی وادی میں چلونگا۔

پھر آپ نے سعد کو فرمایا آپ کو معلوم ہے کہ آپ بیٹھے ہوئے تھے اور حضور علیہ السلام نے فرمایا تھا کہ قریش اس امر (خلافت) کے والی ہیں، نیک لوگ نیک آدمی کے اور بُرے لوگ، بُرے آدمی کے پیرو کار ہوتے ہیں تو حضرت سعدؓ نے جواب دیا آپ نے درست فرمایا ہے ہم لوگ وزیر ہیں اور آپ لوگ امیر ہیں اور ابن عبدالبر نے یہ جو روایت کی ہے کہ حضرت سعدؓ نے مرتے دم تک حضرت ابوبکرؓ کی بیعت سے انکار کیا تھا، وہ ضعیف ہے۔

احمد نے حضرت ابوبکرؓ سے روایت کی ہے کہ حضرت سعدؓ نے آپ کی بیعت سے فتنہ کے خوف سے عذر کیا تھا جس کے بعد ارتداد ہو گا اور ابن اسحاق اور دوسرے لوگوں کی روایت ہے کہ ایک آدمی نے آپ سے سوال کیا کہ آپ کو کس بات نے اس بات پر آمادہ کیا کہ آپ لوگوں کے والی بن جائیں جبکہ آپ نے مجھے دو آدمیوں پر امیر بننے سے بھی منع کیا تھا تو آپ نے جواب دیا مجھے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں تفرقے کا اندیشہ پیدا ہو گیا تھا۔

احمد نے روایت کی ہے کہ آپ نے ایک ماہ کے بعد لوگوں میں منادی کروائی کہ نماز جمع ہونے والی ہے اور یہ پہلی نماز تھی جس کے لئے منادی کروائی گئی پھر آپ نے تقریر کی اور فرمایا "لوگو! میں چاہتا تھا کہ میرے علاوہ کوئی آدمی اس معاملہ کو سنبھال لیتا اگر تم اپنے نبی کی سنت پر مجھ سے مواخذہ کرو تو مجھے اس کی ادائیگی کی طاقت نہیں اسلئے کہ وہ شیطان سے معصوم تھے ان پر آسمان سے وحی نازل ہوتی تھی، اور ابن سعد کی ایک روایت میں ہے کہ مجھے بادل نخواستہ یہ کام سپرد کر دیا گیا ہے، قسم بخدا میں چاہتا تھا کہ کوئی دوسرا آدمی اسے سنبھال لیتا، لیکن اگر تم مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جیسے کام کرنے کا مکلف کرو تو یہ مجھ سے نہ ہو سکے گا کیونکہ حضور علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ وحی سے سرفراز فرماتا تھا نیز اس نے آپ کو معصوم قرار دیا تھا، میں تو محض ایک بشر ہوں اور کسی سے بہتر بھی نہیں ہوں پس میرا خیال رکھو، جب مجھے سیدھا چلتے دیکھو تو میری پیروی کرو اور جب مجھے ٹیڑھا چلتے دیکھو تو مجھے سیدھا کر دو اور یہ بھی ذہن نشین رکھو کہ میرا ایک شیطان ہے جو مجھ پر غالب آجاتا ہے، پس جب مجھے غضبناک دیکھو تو مجھ سے اجتناب اختیار کرو،

میں کسی کو برائی بھلائی میں کسی پر ترجیح نہ دوں گا۔

اور ابن سعد اور خطیب کی ایک دوسری روایت میں ہے کہ مجھے آپؐ کا یہ کام سپرد کر دیا گیا ہے مگر میں آپ لوگوں سے بہتر نہیں ہوں لیکن اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک نازل کیا اور حضور علیہ السلام نے سنت کے طریق بتائے، لوگو! اس بات کو سمجھ لو کہ سب سے بڑی دانائی تقویٰ ہے اور سب سے بڑا عجز فسق و فجور ہے۔ آپ کا کمزور آدمی میرے نزدیک سب سے زیادہ قوی ہے جب تک اس کا حق لے کر نہ دوں اور قوی سب سے کمزور ہے جب تک اس سے حق وصول نہ کر لوں۔ اے لوگو! میں متبع ہوں، متبدع نہیں، اگر کوئی اچھا کام کروں تو میری مدد کرنا اور جب میں جھگڑوں تو مجھے سیدھا کر دینا، مالک کہتے ہیں کہ کوئی شخص اس شرط کے بغیر امام نہ بن سکے گا۔

حاکم نے روایت کی ہے کہ جب ابو قحافہ نے اپنے بیٹے کی ولایت کی خبر سنی تو کہا کیا بنو عبد مناف اور بنو مغیرہ اس پر رضامند ہو گئے ہیں۔ لوگوں نے کہا ہاں! تو کہنے لگے جسے تو بلند کرے اسے کوئی گرا نہیں سکتا اور جسے تو گرائے اسے کوئی اٹھا نہیں سکتا اور واقدی نے کئی طریق سے بیان کیا ہے کہ آپ کی بیعت حضور علیہ السلام کی وفات کے روز کی گئی اور طبرانی نے ابن عمرؓ سے روایت کی ہے کہ آپ منبر پر اس جگہ کبھی نہ بیٹھے جہاں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جلوس فرما ہوا کرتے تھے اور حضرت عمرؓ کبھی اس جگہ نہ بیٹھے جہاں ابوبکرؓ بیٹھا کرتے تھے اور نہ حضرت عثمانؓ اس جگہ بیٹھے جہاں حضرت عمرؓ بیٹھا کرتے تھے۔

فصل دوم

اس بات کے بیان میں کہ آپ کی ولایت پر اجماع منعقد ہو چکا ہے

قبل ازیں ہم نے جو کچھ بیان کیا ہے اس سے آپ کو معلوم ہو چکا ہے کہ صحابہ کا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت پر اجماع ہو چکا ہے اور یہ جو بیان کیا گیا ہے کہ سعد بن عبادہ نے بیعت سے تخلف اختیار کیا تھا ایک مردود بات ہے اور اس بات کی مزید تصریح اس روایت سے بھی ہوتی ہے جسے حاکم نے ابن مسعود سے حدیث صحیح میں بیان کیا ہے کہ جس امر کو مسلمان اچھا خیال کریں وہ خدا تعالیٰ کے ہاں بھی اچھا ہے اور جسے وہ بُرا خیال کریں وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں بھی بُرا ہے۔

ما رآہ المسلمون حسنا فھو عند اللہ

حسن وما رآہ المسلمون سیئا فھو

عند اللہ سیئ تمام صحابہ کرام نے حضرت ابوبکرؓ کو خلیفہ بنانا مناسب خیال کیا پس ابن مسعودؓ کی صحیح روایت پر نظر ڈالیے، آپ متقدم فقیہہ اور اکابر صحابہ میں سے ہیں جو حضرت ابوبکرؓ کی خلافت پر سب صحابہ کا اجماع بیان کر رہے ہیں اسی لئے ہر دور کے اہلسنت والجماعت یعنی ہمارے زمانے سے لیکر صحابہ کے زمانہ تک سب کے سب حضرت ابوبکرؓ کو خلافت کا زیادہ حقدار سمجھتے ہیں۔ اسی طرح تمام معتزلہ اور اکثر فرقوں کا یہی خیال ہے اور ان کا حضرت ابوبکرؓ کی خلافت پر اجماع اس بات کا فیصلہ کن ثبوت ہے کہ وہ خلافت کے اہل تھے اور یہ ایک ایسی بین حقیقت ہے سے پوشیدہ رکھنا ممکن نہیں، اس احتمال کا اظہار کرنا کہ شاید یہ واقعہ سب کو معلوم نہ ہوا اگر سب لوگوں کو اس کا علم ہوتا تو ضرور بعض لوگ اختلاف کرتے، اس سے یہ وہم تب پیدا ہو سکتا تھا کہ بعض صحابہ جو اس موقعہ پر موجود تھے اجماع کے بیان کو اوّل سے آخر تک

درست قرار نہ دیتے اور ابن مسعودؓ نے سب کے اجماع کو صحیح قرار دیا ہے پس اس وہم کی کوئی بنیاد نہیں اسلئے کہ خود حضرت علیؓ بھی ان لوگوں میں شامل ہیں جنھوں نے اس معاملہ کو اجماعی قرار دیا ہے جیساکہ آئندہ بیان ہوگا، جب آپ بصرہ تشریف لائے تو لوگوں نے دریافت کیا، کیا آپ کا یہ سفر حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی عہد کیوجہ سے ہے تو آپ نے اپنی اور بقیہ صحابہ کی بیعت کا ذکر کیا اور کہا کہ دو آدمیوں نے بھی اسمیں اختلاف نہیں کیا اور بیہقی نے زعفرانی سے بیان کیا ہے کہ میں نے امام شافعی کو یہ کہتے سنا کہ لوگوں نے حضرت ابو بکرؓ کی خلافت پر اجماع کر لیا تھا اسلیئے کہ حضور علیہ السلام کی وفات کے بعد ان میں سخت اضطراب پیدا ہوا اور انہوں نے چرخ نیلی فام کے نیچے حضرت ابو بکرؓ سے بہتر کسی کو نہ پایا تو اپنی گردنیں ان کے سامنے جھکا دیں اور اسد السنۃ نے معاویہ بن قرہ سے روایت کی ہے کہ اصحاب رسولؐ میں سے کسی کو حضرت ابو بکرؓ کے خلیفۃ الرسولؐ ہونے میں کوئی شک نہ تھا اور وہ انہیں رسول خدا کا خلیفہ ہی کہتے تھے وہ خطا اور ضلالت پر اتفاق نہیں کر سکتے تھے پس امت نے حضرت ابو بکرؓ، حضرت علیؓ اور حضرت عباسؓ میں سے ایک کی خلافت پر اجماع کیا ہے پھر باقی دو نے ان سے تنازعہ نہیں کیا بلکہ ان کی بیعت کر لی اور اس طرح ان کی امامت پر اجماع ہو گیا، اگر حضرت ابو بکرؓ حق پر نہ ہوتے تو حضرت علیؓ اور حضرت عباسؓ ان سے ضرور جھگڑا کرتے جیسے کہ حضرت علیؓ نے امیر معاویہ کے ساتھ جھگڑا کیا جبکہ امیر معاویہ حضرت ابو بکرؓ سے زیادہ قوت و شوکت کے مالک تھے، حضرت علیؓ نے ان کی قوت و شوکت کی پرواہ کئے بغیر ان سے جھگڑا کیا اور حضرت ابو بکرؓ سے ان کا جھگڑنا زیادہ مناسب تھا، پس آپ کا تنازعہ نہ کرنا اس بات کے اعتراف پر دال ہے کہ آپ انہیں خلافت کا حقدار سمجھتے تھے حضرت عباسؓ نے حضرت علیؓ سے دریافت کیا کہ میں آپ کی بیعت کرنا چاہتا ہوں تو آپ نے اس

بات کو قبول نہ کیا اور اگر انہیں کسی نص کا علم ہوتا تو ضرور قبول کر لیتے، خصوصاً اسلئے کہ ان
کے ساتھ حضرت زبیرؓ جیسے شجاع اور بنو ہاشم وغیرہ بھی تھے اور یہ جو پہلے بیان ہوا ہے
کہ انصار نے حضرت ابوبکرؓ کی بیعت کرنا پسند نہ کیا، اور کہا کہ ایک امیر ہم سے ہوگا اور
ایک آپ لوگوں سے، تو حضرت ابوبکرؓ نے حدیث الائمۃ من قریش سے ان کی
تردید کی تو انہوں نے آپ کی اطاعت اختیار کر لی اور حضرت علیؓ تو قوت و شوکت
شجاعت و بسالت اور نفری کے لحاظ سے ان سے کہیں بڑھ کر تھے اگر ان کے پاس کوئی
نص موجود ہوتی تو وہ جھگڑنے اور قبولیت کے زیادہ حقدار تھے، اس اجماع پر اس وجہ
سے نکتہ چینی نہیں کی جا سکتی کہ اس میں حضرت علیؓ، حضرت زبیرؓ اور حضرت طلحہؓ
بعض امور کی وجہ سے شامل نہیں ہوئے اس کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے خیال
کیا کہ اس وقت جو ارباب حل و عقد[1] آسانی سے جمع ہو سکتے تھے، ان کی حاضری
کی وجہ سے یہ معاملہ طے ہو چکا ہے اور ایک روایت یہ بھی ہے کہ جب یہ لوگ بیعت
کے لئے آئے تو انہوں نے وہی عذر پیش کیا جیسا کہ پہلے گذر چکا ہے کہ ہمیں مشورہ میں
نظر انداز کیا گیا ہے حالانکہ ہم بھی اس کے حقدار تھے انہیں خلافت صدیق پر کوئی
اعتراض نہیں تھا کیونکہ اس معاملہ کی عظمت کے باعث وہ مکمل شوریٰ کی ضرورت محسوس
کرتے تھے اور حضرت عمرؓ سے سند صحیح کے ساتھ پہلے گذر چکا ہے کہ یہ بیعت ایک فتنہ
تھی لیکن اللہ تعالیٰ نے اس کے شر سے بچا لیا،

اولین نے جس عذر کا ذکر کیا ہے اسی کے موافق وہ روایت بھی ہے جسے دارقطنی
نے بہت سے طرق سے بیان کیا ہے کہ دونوں حضرات نے ابوبکرؓ سے بیعت کے وقت
کہا کہ ہمیں مشورہ میں نظر انداز کیا گیا ہے ورنہ ہم آپ کو تمام لوگوں سے زیادہ خلافت کا

---

[1] : باقلانی نے تمہید میں لکھا ہے کہ کسی متقی مسلمان کیلئے یہ بات جائز نہیں کہ وہ حضرت علیؓ، حضرت
زبیرؓ کے بارے میں احاد اخبار کی بنا پر جن کے راوی متہم ہیں یہ کہے کہ وہ بیعت سے پیچھے رہ گئے تھے پھر کہتے
ہیں کہ ہم بخوبی جانتے ہیں جو شخص حضرت علیؓ اور حضرت عباسؓ اور حضرت زبیرؓ کے بارے میں (بقیہ حاشیہ صد ۶۲ پر)

سمجھتے ہیں کیونکہ آپ حضور علیہ السلام کے یار غار اور ثانی اثنین ہیں اور ہم آپ کی بزرگی اور شرف سے آگاہ ہیں اور اس روایت کے آخر میں ہے کہ حضرت ابوبکر نے بھی اعتذار کرتے ہوئے کہا کہ مجھے کبھی امارت کی خواہش نہیں ہوئی اور نہ مجھے اسمیں کوئی رغبت ہے اور نہ ہی کبھی میں نے خلوت و جلوت میں اسے خدا سے مانگا ہے لیکن مجھے فتنہ کا خوف دامنگیر ہوا۔ مجھے امارت میں کوئی راحت نہیں ملی بلکہ میں نے ایک عظیم امر کو اپنے ذمہ لے لیا ہے جیسے کہ پہلے ذکر ہو چکا ہے تو ان حضرات نے آپ کے عذر کو قبول کر لیا۔

دار قطنی نے حضرت عائشہؓ سے روایت کی ہے کہ حضرت علیؓ نے ابوبکرؓ کو پیغام بھیجا کہ آپ ہمارے ہاں تشریف لائیں، جب آپ آئے تو بنو ہاشم حضرت علیؓ کے پاس جمع ہو گئے آپ نے اپنی تقریر میں حضرت ابوبکرؓ کی تعریف کی اور بیعت میں تخلف کرنے پر معذرت کرتے ہوئے کہا کہ مجھے مشورہ میں نظر انداز کیا گیا ہے جبکہ مشاورت میں میرا حق تھا۔ آپ کی تقریر کے بعد حضرت ابوبکرؓ نے تقریر فرمائی اور وہی عذر کیا جس کا ذکر پہلے گزر چکا ہے، پھر حضرت علیؓ نے اسی روز آپ کی بیعت کر لی تو مسلمانوں نے آپ کے اس فعل کو درست قرار دیا اور ایک متفق علیہ حدیث میں اس قصہ کی تصریح اس سے بھی زیادہ تفصیل کے ساتھ آئی ہے، بخاری نے حضرت عائشہ سے روایت کی ہے کہ حضرت فاطمہؓ نے حضرت ابوبکرؓ کی طرف پیغام بھیجا جس میں آپ سے اپنی میراث کے متعلق

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۶۹ سے آگے) پیچھے رہنے کی بات کرتا ہے وہ جھوٹا ہے کیونکہ ایسے عظیم معاملہ میں بڑے بڑے خطبے مشہور و معروف ہونے چاہیں دیکھئے ام الولد اور توریث کے معاملے میں حضرت علیؓ نے حضرت ابوبکر اور دیگر صحابہ کی مخالفت کی ہے اور ساری امت اس سے آگاہ ہے اور ان کے بیعت سے تاخیر کرنے کے متعلق شاذ اور ضعیف روایت ہی آئی ہے، اور اس کی مخالفت میں بہت سی روایات آئی ہیں حالانکہ ایسی باتوں کے بارے میں عادت جاریہ یہ ہے کہ وہ پوشیدہ ہونے کی بجائے زیادہ مشہور ہوتی ہیں۔

دریافت کیا جو اللہ تعالیٰ نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بطور مال فئے مدینہ اور فدک میں دیا تھا
اور خمس خیبر کا جو بقیہ تھا اس کے بارے میں پوچھا تو حضرت ابوبکرؓ نے جواب دیا کہ حضور علیہ
والسلام نے فرمایا ہے کہ لا نورث ما ترکنا صدقة کہ ہم جو کچھ چھوڑتے ہیں وہ صدقہ ہوتا
اور اس کا کوئی وارث نہیں ہوتا، آل محمدؐ کو صرف اس مال سے کھانے کی اجازت ہے اور
قسم بخدا میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقہ میں کوئی تغیر نہیں کروں گا بلکہ اسے اسی
حال میں رہنے دوں گا جیسا کہ وہ آپ کے زمانہ میں تھا اور آپ کے عمل کے مطابق اس پر
عمل کروں گا، حضرت ابوبکرؓ نے اس میں سے کوئی چیز حضرت فاطمہؓ کو نہ دی جس سے آپ،
حضرت ابوبکرؓ سے ناراض ہو گئیں اور وفات تک آپ نے حضرت ابوبکرؓ سے گفتگو نہیں کی،
آپ حضور علیہ السلام کی وفات کے چھ ماہ تک زندہ رہیں جب آپ وفات پا گئیں تو
حضرت علیؓ نے رات کے وقت آپ کو دفن کیا اور حضرت ابوبکرؓ کو اس کی اطلاع تک
نہ دی اور آپ ہی نے ان کا جنازہ بھی پڑھا، حضرت فاطمہؓ کی وجہ سے حضرت علیؓ کو
لوگوں میں ایک مقام حاصل تھا جب آپ کی وفات ہو گئی تو حضرت علیؓ نے دیکھا کہ اب
لوگوں کا معاملہ ان سے ویسا نہیں رہا جیسا حضرت فاطمہؓ کی زندگی میں تھا تو آپ نے
حضرت ابوبکرؓ کی بیعت اور ان سے مصالحت کرنا چاہی، ان مہینوں میں آپ نے ان کی
بیعت نہ کی تھی، آپ نے حضرت ابوبکرؓ کی طرف پیغام بھیجا کہ آپ اکیلے ہی ہمارے ہاں تشریف
لائیں یہ اس لیے کہا کہ آپ حضرت عمرؓ کی آمد کو پسند نہ کرتے تھے، حضرت عمرؓ نے آپ سے
کہا کہ واللہ وہاں اکیلے نہ جائیں۔ آپ نے کہا مجھے امید نہیں کہ وہ مجھ سے ناروا سلوک
کریں، خدا کی قسم میں ان کے پاس ضرور جاؤں گا، جب آپ ان کے پاس گئے تو حضرت
علیؓ نے کہا کہ ہم آپ کی فضیلت اور اللہ نے آپ کو جو مقام دیا ہے اس سے بخوبی واقف
ہیں، ہم آپ سے کسی نیکی میں آگے ہونے کے دعویدار نہیں لیکن امر خلافت کے بارے
میں آپ نے ہم سے زیادتی کی ہے ہم رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قرابت کی وجہ سے

اس میں اپنا حصہ سمجھتے ہیں اس پر حضرت ابوبکرؓ آبدیدہ ہوگئے، حضرت ابوبکرؓ نے گفتگو
کرتے ہوئے فرمایا، مجھے اس ذات کی قسم ہے جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے کہ
مجھے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اپنی قرابت سے صلہ رحمی کی نسبت زیادہ محبوب ہے اور یہ
جو اموال کے بارے میں میرے اور آپ کے درمیان جھگڑا ہے میں نے اس معاملہ میں کسی بھلائی سے
کوتاہی نہیں کی اور وہی کچھ کیا ہے جو میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو کرتے دیکھا ہے اس پر
حضرت علیؓ نے حضرت ابوبکرؓ سے کہا، کل رات آپ سے بیعت کا وعدہ ہوا، جب حضرت
ابوبکرؓ نے ظہر کی نماز پڑھی تو منبر پر چڑھ کر تشہد پڑھا اور حضرت علیؓ کی شان اور ان کے بیعت
سے تخلف کرنے کے عذر کو بیان کیا اور استغفار کیا اس کے بعد حضرت علیؓ نے تشہد پڑھا اور
حضرت ابوبکرؓ کے حق کی عظمت بیان کی اور کہا مجھے نہ تو آپ کی اس فضیلت سے انکار ہے جو اللہ
تعالیٰ نے آپ کو عطا فرمائی ہے اور نہ ہی مجھے آپ سے برتری کا خیال ہے مجھے تخلف بیعت پر
صرف اس بات نے آمادہ کیا ہے کہ ہم امر خلافت میں اپنا حق سمجھتے ہیں اور آپ نے ہمارے
مشورہ کو نظر انداز کر کے ہمارے ساتھ زیادتی کی ہے جس سے ہمیں دکھ محسوس ہوا ہے
اور مسلمانوں نے خوش ہو کر کہا کہ آپ درست فرما رہے ہیں اور جب حضرت علیؓ نے امر معروف
کو دہرایا تو مسلمان آپ کے نزدیک ہو گئے، آپ حضرت علیؓ کے عذر اور اس قول پر غور
فرمائیے جس میں آپ نے فرمایا ہے کہ ہم حضرت ابوبکرؓ سے کسی نیکی میں آگے نہیں اور نہ ہمیں آپ
کی کسی فضیلت سے انکار ہے۔ اس کے علاوہ یہ حدیث جن امور پر مشتمل ہے اس سے پتہ
لگتا ہے کہ رافضی جو باتیں آپ کی طرف منسوب کرتے ہیں وہ ان سے بری ہیں اللہ ان کا ستیاناس
کرے یہ کسقدر جاہل اور احمق ہیں، پھر وہ حدیث جس میں حضرت فاطمہؓ کی موت تک تخلف
بیعت کا ذکر ہے، یہ اس حدیث کے منافی ہے جو ابی سعید سے پہلے بیان ہو چکی ہے کہ حضرت
علیؓ اور حضرت زبیرؓ نے آغاز میں بیعت کی، لیکن ابی سعید کی یہ روایت جس میں تاخیر بیعت
کا ذکر ہے اس کو ابن حبان نے اور دوسرے لوگوں نے صحیح کہا ہے، بیہقی کہتے ہیں کہ صحیح مسلم میں

ابی سعید سے جو روایت حضرت علیؓ اور بنو ہاشم کی تاخیر بیعت کے متعلق آئی ہے کہ انہوں نے حضرت فاطمہؓ کی وفات تک بیعت نہ کی یہ روایت ضعیف ہے کیونکہ زہری نے اس کی سند کا ذکر نہیں کیا اور ابی سعید کی پہلی روایت موصول ہے جو زیادہ صحیح ہے اور اس کے اور بخاریؒ کی اس روایت کے درمیان جو حضرت عائشہؓ سے بیان ہوئی ہے منافات پائی جاتی ہے لیکن بعض نے ان کو اس طرح جمع کر کے منافات کو دور کر دیا ہے کہ حضرت علیؓ نے پہلے بیعت کی پھر حضرت فاطمہؓ اور حضرت ابوبکرؓ کے درمیان جو واقعہ ہوا اس کی وجہ سے آپ حضرت ابوبکرؓ سے الگ ہو گئے پھر حضرت فاطمہؓ کی وفات کے بعد دوسری دفعہ بیعت کی اس سے بعض حقیقت ناشناس آدمیوں کو یہ وہم ہوا کہ آپ نے بیعت سے اسلیے تخلف کیا کہ آپ ان کی بیعت کرنا نہیں چاہتے تھے تو آپ نے حضرت فاطمہؓ کی موت کے بعد، دوبارہ بیعت کی اور منبر پر کھڑے ہو کر اس شبہ کا ازالہ کر دیا، اس کا بیان چوتھی فصل میں آئے گا جہاں حضرت علیؓ کے فضائل کا تذکرہ کیا گیا ہے۔

جب آپ نے بیعت میں دیر کی تو حضرت ابوبکرؓ آپ سے ملے اور کہا کیا آپ میری بیعت امارت کو پسند نہیں کرتے حضرت علیؓ نے جواب دیا نہیں! بلکہ میں نے قسم کھائی ہے کہ میں جب تک قرآن کریم کو جمع نہ کر لوں سوائے نماز کے چادر نہیں اوڑھوں گا کہتے ہیں کہ آپ نے ترتیب نزول کے مطابق قرآن کریم کو جمع کیا ہے۔ آپ کے اس واضح عذر پر غور کیجئے اس سے یہ بات ثابت ہو جائے گی کہ خلافت صدیقؓ پر صحابہؓ کا اجماع ہو چکا ہے اور آپ ہی اس کے اہل تھے اگر اس کے خلاف کوئی نص نہ ہو تو یہ امر ہی خلافت صدیقؓ کے برحق ہونے کے لئے کافی ہے بلکہ اجماع تو غیر متواتر نصوص سے اقویٰ ہوتا ہے کیونکہ اس کا مفاد قطعی ہوتا ہے اور نص غیر متواتر کا ظنی، جیسا کہ آئندہ بیان ہو گا[1]

نودی نے اسانید صحیحہ سے، سفیان ثوری سے بیان کیا ہے کہ جس شخص نے یہ کہا کہ حضرت علیؓ ولایت کے زیادہ حقدار تھے اس نے حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ اور مہاجرین و انصار کو غلطی پر قرار دیا اور میرے خیال میں اس خطا کے ہوتے ہوئے اسے کوئی عمل آسمان تک نہیں لے جائیگا۔ اسے دارقطنی نے عمار بن یاسر سے روایت کیا ہے۔

---

[1] : باقلانی نے تمہید میں لکھا ہے کہ ہم کسی ایسے آدمی کو نہیں جانتے جس نے حضرت علیؓ (بقیہ حاشیہ صفحہ ۷۶ پر)

فصل سوم

قرآن وسنت کی وہ سماعی نصوص جو آپکی خلافت پر دلالت کرتی ہیں

نصوص قرآنیہ یا ایھا الذین آمنوا من یرتد منکم عن دینہ فسوف یاتی اللہ بقوم

پہلی آیت یحبھم و یحبونہ اذلۃ علی المومنین اعزۃ علی الکافرین یجاھدون

فی سبیل اللہ و لا یخافون لومۃ لائم ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء واللہ

واسع علیم۔ اے مومنو! جب تم میں سے کوئی اپنے دین سے مرتد ہو جائے تو عنقریب اللہ تعالیٰ

ایک ایسی قوم لائیگا جس سے وہ محبت کرتا ہوگا اور وہ خدا سے محبت رکھنے والے ہوں گے وہ مومنوں

کے لیے عاجز اور کفار کے مقابل سختی سے پیش آنے والے ہوں گے اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد

(بقیہ حاشیہ صہ ۶۵ سے آگے) اور حضرت زبیرؓ کے متعلق بیان کیا ہو کہ وہ کئی دن بیعت سے متاخر رہے ہاں ان کا بیعت کی طرف رجوع اور مسلمانوں کے ساتھ اس عمل صالح میں شامل ہونا خود بیان ہوا ہے جس سے دوسرے مسلمان شامل ہوئے تھے۔ ان دونوں حضرات نے بھی یہ کہا کہ اے خلیفۃ الرسول ہم آپ سے ناراض نہیں، بیعت میں تاخیر اس وجہ سے ہوئی کہ ہمیں مشورہ میں شامل نہ کر کے دکھ پہنچایا گیا ہے۔ سعد نے شرح مقاصد میں لکھا ہے کہ حضرت علیؓ کے توقف بیعت کو اس بات پر محمول کیا جائے گا کہ آپ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کی وجہ سے نظر و اجتہاد کیلئے فارغ نہ تھے، جب آپ پر حق واضح ہو گیا تو آپ جماعت میں داخل ہو گئے اور اصفہانی نے مطالع الانظار میں لکھا ہے کہ حضرت علیؓ ایک دلیر آدمی تھے جن کے ساتھ صنادید قریش اور سادات بھی تھے لیکن انہوں نے خلافت کے متعلق جھگڑا نہیں کیا، لیکن حضرت ابوبکرؓ نے حضرت زبیرؓ جیسے شجاع اور ابوسفیان رئیس بنو امیہ سے اس معاملہ میں جھگڑا کیا حالانکہ ابوبکرؓ بوڑھے ضعیف اور غریب آدمی تھے، آپ کے مددگار بھی کم تھے، یہ صرف اس وجہ سے ہوا کہ وہ صحابہؓ میں سب سے مقدم تھے۔

کرنے والے اور کسی ملامت کنندہ کی ملامت سے خائف نہ ہوں گے یہ اللہ کا فضل ہے وہ جسے چاہتا ہے اسے دیتا ہے اور اللہ وسعت والا اور جاننے والا ہے۔

بیہقی نے حضرت حسن بصری سے روایت کی ہے کہ انہوں نے قسم کھا کر کہا کہ اس سے مراد حضرت ابو بکرؓ ہیں جب عرب مرتد ہو گئے تو حضرت ابو بکرؓ اور آپ کے اصحاب ان کو جنگ کر کے اسلام میں واپس لے آئے، اور یونس بن بکیر نے قتادہ سے روایت کی ہے کہ حضور علیہ السلام کی وفات کے بعد عرب مرتد ہو گئے پھر آپ نے ان سے حضرت ابو بکرؓ کی جنگ کا ذکر کیا اور یہاں تک کہا کہ ہم آپس میں کہا کرتے تھے کہ یہ آیت حضرت ابو بکرؓ اور آپ کے صحابہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے فسوف یاتی اللہ بقوم یحبھم ویحبونہ۔ اس آیت کی تشریح میں ذہبی نے لکھا ہے کہ جب اطراف مدینہ میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کی خبر مشہور ہو گئی تو عربوں کے بہت سے قبائل اسلام سے مرتد ہو گئے اور زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا اس پر حضرت ابو بکرؓ ان سے جنگ کیلئے تیار ہوئے تو حضرت عمرؓ اور دیگر صحابہ نے کہا کہ جنگ میں جلدی نہ کیجئے تو آپ نے فرمایا خدا کی قسم اگر انہوں نے اونٹ کا بچہ یا جانور کا گھٹنا باندھنے والی رسی دینے سے بھی انکار کیا جسے وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں دیا کرتے تھے تو میں ان سے جنگ کروں گا، اس پر حضرت عمرؓ نے کہا آپ لوگوں سے کیسے جنگ کریں گے جبکہ حضور علیہ السلام نے تو فرمایا ہے: امرت ان اقاتل الناس حتی یقولوا لا الہ الا اللہ وان محمداً رسول اللہ فمن قالھا عصم منی مالہ ودمہ الا بحقھا وحسابہ علی اللہ۔ کہ مجھے لوگوں سے اس وقت تک جنگ کرنے کا حکم دیا گیا ہے جب تک وہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا اقرار نہ کرلیں جو ایسا کرے گا اس کی جان و مال مجھ سے محفوظ ہو جائیگی سوائے اس کے کہ ان سے کسی کے حق کی ادائیگی کرنی ہو اور اس کا حساب اللہ تعالیٰ پر ہے،، تو حضرت ابو بکرؓ نے جواب دیا، خدا کی قسم کہ جس نے صلوٰۃ اور زکوٰۃ میں تفریق کی میں اس سے ضرور جنگ کروں گا۔ زکوٰۃ، مال کا حق ہے اور آپ نے الا بحقھا کے الفاظ فرمائے ہیں۔ حضرت عمرؓ کہتے ہیں خدا

کی قسم میں نے دیکھا کہ جنگ کے بارے میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت ابوبکر کا انشراح صدر ہو چکا ہے تو میں نے سمجھ لیا کہ یہی حق بات ہے اور ایک روایت میں ہے کہ جب حضرت ابوبکرؓ لوگوں سے جنگ کیلئے نکلے اور نجد کے قریب پہنچے تو بدّو بھاگ کھڑے ہوئے تو لوگوں نے آپ سے کہا کہ آپ ان پر ایک آدمی کو امیر مقرر کر دیں اور آپ واپس تشریف لے چلیں تو آپ نے حضرت خالدؓ کو وہاں کا امیر مقرر فرما دیا اور خود واپس آ گئے اور دار قطنی نے ابن عمرؓ سے روایت کی ہے کہ جب حضرت ابوبکرؓ جنگ کے لئے نکلے اور سواری پر بیٹھ گئے تو حضرت علیؓ سواری کی مہار پکڑے ہوئے تھے، آپ نے پوچھا اے خلیفۃ الرسول کس طرف جانے کا ارادہ ہے میں آپ سے وہی کچھ کہوں گا جو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ احد کے روز فرمایا تھا اپنی تلوار کو تیار کر لیجئے مگر ہمیں اپنی جان کے متعلق دردمند نہ کیجئے، مدینہ واپس لوٹ چلیے، قسم بخدا اگر ہمیں آپ کا دکھ پہنچا تو ہمیشہ کے لئے اسلامی نظام ختم ہو جائیگا۔ آپ نے حضرت خالدؓ کو بنی اسد اور غطفان کی طرف روانہ فرمایا حضرت خالد نے کچھ لوگوں کو قتل کیا اور کچھ کو اسیر بنا لیا اور باقی اسلام کی طرف واپس آ گئے[1] پھر آپ کو یمامہ کی طرف مسیلمہ کذاب سے جنگ کے لئے بھیجا گیا دونوں لشکروں کی مڈبھیڑ ہوئی اور کئی روز تک محاصرہ رہا آخر یعنی کذاب حضرت حمزہؓ[2] کے قاتل وحشی کے ہاتھوں مارا گیا۔

خلافت کے دوسرے سال آپ نے العلاء الحضرمی کو بحرین کی طرف بھیجا، یہاں کے لوگ بھی مرتد ہو گئے تھے، بجواث مقام پر جنگ ہوئی اور مسلمان کامیاب ہوئے۔

عمان کی طرف آپ نے حضرت عکرمہؓ بن ابی جہل کو بھیجا، یہاں کے لوگوں نے ارتداد اختیار کیا تھا اس طرح آپ نے المہاجر بن امیۃ اور زیاد بن لبید انصاری کو، مرتدین کی دو پارٹیوں کی طرف بھیجا

---

[1] :۔ اس جنگ میں صحابہ میں سے حضرت عکاشہ بن محصن اور ثابت بن اقرم رضی اللہ عنہما شہید ہوئے۔

[2] :۔ اس موقع پر صحابہ کی ایک جماعت جسکی تعداد ستر تک پہنچتی ہے شہید ہوئی ان شہداء میں سالم مولی ابی حذیفہ، زید بن خطاب، ثابت بن قیس، ابودجانہ، سماک بن حرب اور ابوحذیفہ بن عتبہ رضی اللہ عنہم شامل ہیں

بیہقی اور ابن عساکر نے حضرت ابوہریرہ سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا خدا کی قسم اگر حضرت ابوبکر خلیفہ نہ ہوتے تو اللہ تعالے کی عبادت نہ ہوتی۔ یہ بات آپ نے تین بار دہرائی۔ پھر حضرت ابوہریرہ سے کہا گیا کہ آپ خاموش ہو جائیں تو آپ نے فرمایا کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت اسامہ بن زید کو سات سو آدمیوں کے ساتھ شام کی طرف روانہ فرمایا تھا جب یہ لشکر ذی خشب مقام پر اترا تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام رحلت فرما گئے اور مدینہ کے اردگرد رہنے والے عربوں نے ارتداد اختیار کر لیا حضور علیہ السلام کے صحابہ کرام حضرت ابوبکر کے پاس اکٹھے ہوئے اور کہا اس لشکر کو واپس بلا لیجئے اور انہیں روم کی طرف نہ بھیج دیجئے تو آپ نے فرمایا خدا کی قسم اگر حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویوں کی ٹانگیں کتے گھسیٹے پھریں تب بھی میں اس لشکر کو واپس نہیں بلاؤں گا۔ جسے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھیجا ہے۔ اور نہ اس جھنڈے کو کھولوں گا۔ جسے آپ نے باندھا ہے۔ حضرت اسامہ جب کبھی کسی ایسے قبیلے سے گذرتے جو ارتداد کا خواہاں ہوتا تو وہ لوگ کہتے اگر ان لوگوں کے پاس طاقت نہ ہوتی تو اتنی بڑی فوج مدینہ سے کبھی باہر نہ آتی لیکن ہم انہیں چھوڑتے ہیں تاکہ رومیوں سے ان کا مقابلہ ہو چنانچہ رومیوں نے ان سے شکست کھائی اور قتل ہوئے۔ اور یہ لوگ بخیر و عافیت واپس آئے۔ اور اسلام پر ثابت قدم رہے۔

نووی نے تہذیب میں لکھا ہے کہ ہمارے اصحاب نے حضرت صدیق اکبر کی علمی عظمت کا اس حدیث سے استدلال کیا ہے جو صحیحین کے حوالہ سے پہلے گذر چکی ہیں۔ اور وہ یہ ہے کہ میں خود اس شخص سے نبرد آزما ہوں گا۔ جو صلوٰۃ اور زکوٰۃ میں تفریق کرے گا۔ اور قسم بخدا اگر ان لوگوں نے

اونٹنی کی ٹانگ سے باندھنے والی وہ رسی جسے وہ حضور علیہ السلام کے زمانے میں زکوٰۃ میں دیا کرتے تھے ۔ مجھے نہ دی تو میں اس کے لئے بھی ان سے جنگ کروں گا ۔ اس سے شیخ ابواسحاق وغیرہ نے یہ استدلال کیا ہے کہ حضرت ابوبکر صحابہ میں سب سے زیادہ صاحب علم تھے کیونکہ سوائے آپ کے اور کوئی اس مسئلہ کو نہ سمجھا ۔ پھر بحث و تجسس کے بعد ان پر واضح ہوا کہ آپ کی بات ہی صحیح ہے ۔ اور انہوں نے آپ کی طرف رجوع کر لیا ۔

نووی کہتے ہیں ہم نے حضرت عمر سے بیان کیا ہے کہ ان سے دریافت کیا گیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں کون فتویٰ دیا کرتا تھا ۔ انہوں نے جواب دیا کہ میں حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کے سوا اور کسی آدمی کو نہیں جانتا ۔ لیکن ابن سعد نے قاسم بن محمد سے بیان کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں حضرت ابوبکر ، حضرت عمر ، حضرت عثمان اور حضرت علی فتوے دیا کرتے تھے ۔ پھر آپ کی خلافت پر دلالت کرنے والی احادیث میں سے چوتھی حدیث سے آپ کے اعلم ہونے کا استدلال کیا ہے ۔

ابن کثیر کہتے ہیں کہ حضرت صدیق تمام صحابہ سے زیادہ قرآن پاک کو سمجھتے تھے ۔ کیونکہ حضور علیہ السلام نے آپکو نماز پڑھانے کے لئے دیگر صحابہ سے مقدم کیا تھا ۔ اور آپ نے فرمایا ہے

یؤم القوم اقرؤھم لکتاب اللہ — لوگوں کی امامت کے فرائض وہ شخص سرانجام دے جو کتاب اللہ کا زیادہ عالم ہو ۔

اور آئندہ ایک حدیث آئے گی جس میں لکھا ہے کہ ابوبکر کی موجودگی میں لوگوں کیلئے مناسب نہیں کہ کسی اور شخص کو امام بنائیں ۔ اسکے علاوہ آپ سنت کے بھی سب سے زیادہ عالم تھے ۔ صحابہ کرام پیش آمدہ

معاملات پر آپ ہی سے رجوع کرتے تھے ۔ کیونکہ آپ سنن نبوی کو یاد اور مستحضر رکھتے تھے ۔ اور ایسا کیوں نہ ہوتا ۔ اس لئے کہ آپ بعثت کے پہلے دن سے لیکر یوم وفات تک مسلسل حضور علیہ السلام کی صحبت اختیار کئے رہے ہے ۔ اس کے علاوہ آپ بڑے ذہین اور دوسروں سے افضل بھی تھے ۔ آپ سے بہت کم احادیث مروی ہونے کی وجہ یہ ہے کہ آپ حضور علیہ السلام کی وفات کے بعد تھوڑا عرصہ زندہ رہے اگر آپ زیادہ عرصہ زندہ رہتے تو آپ سے بہت زیادہ احادیث مروی ہوتیں ۔ ناقلین حدیث نے ان سے جو حدیث بھی نقل کی ہے ۔ اس میں کوتاہی نہیں کی ۔ آپ کے زمانہ میں جو صحابہ تھے انہیں آپ سے نقل حدیث کی ضرورت نہ تھی ۔ کیونکہ وہ خود آپ کی روایت میں شریک تھے ۔ وہ اس حدیث کو آپ سے نقل کرتے تھے ۔ جو ان کے پاس نہ ہوتی تھی ۔ [1]

ابوالقاسم بغوی نے میمون بن مہران سے روایت کی ہے کہ حضرت ابوبکر کے پاس جب کوئی شخص جھگڑا لے کر آتا تو آپ کتاب اللہ

---

[1] نووی نے "تہذیب" میں لکھا ہے کہ حضرت ابوبکر سے ۱۴۲ احادیث مروی ہیں ۔ اس کے باوجود آپ حافظ حدیث ہیں ۔ اسکی دلیل یہ ہے کہ حضرت عمر نے شہادت دی ہے کہ انصار کے بارے میں جو کچھ قرآن پاک میں نازل ہوا یا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے متعلق فرمایا ان سب باتوں کا آپ نے ذکر فرمایا ہے ۔ اسی طرح اکثر صحابہ نے آپ سے روایت کی ہے ۔ سیوطی نے تاریخ الخلفاء میں ان سے مروی ایک ایک حدیث کا ذکر کیا ہے ۔

کو دیکھتے۔ اگر اس میں ان کے جھگڑے کا فیصلہ مل جاتا تو وہ فیصلہ کر دیتے۔ اگر کتاب اللہ سے فیصلہ نہ ملتا تو سُنّت کے مطابق فیصلہ کر دیتے۔ اگر سُنّت سے فیصلہ نہ ملتا تو مسلمانوں سے دریافت کرتے اور کہتے کہ میرے پاس اس طرح کا ایک جھگڑا آیا ہوا ہے۔ اس کے بارے میں اگر آپ لوگوں کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فیصلہ معلوم ہو تو مجھے بتائیے بعض دفعہ متعدد آدمی آپ کے پاس جمع ہو کر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فیصلہ آپ کو بتا دیتے تو آپ فرماتے خدا کا شکر ہے کہ ہم میں وہ لوگ بھی موجود ہیں جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلہ جات کو یاد رکھتے ہیں۔ اگر آپ کو اس معاملہ میں سُنّت کا علم نہ ہو سکتا تو لوگوں کو جمع کر کے ان سے مشورہ طلب کرتے۔ اگر لوگ کسی رائے پر متفق ہو جاتے تو اسی کے مطابق فیصلہ کر دیتے۔ اور حضرت عمر بھی اسی طرح کرتے تھے۔ اگر آپ کو قرآن و سُنّت میں کوئی بات نہ ملتی تو آپ حضرت ابوبکر کے فیصلوں کو بھی دیکھتے۔ اگر آپ کا کوئی فیصلہ مل جاتا تو اس کے مطابق فیصلہ کر دیتے۔ ورنہ لوگوں کو بلا کر معاملہ ان کے سامنے پیش کرتے۔ اگر وہ کسی بات پر متفق ہو جاتے تو اس کے مطابق فیصلہ کر دیتے۔

دوسری آیت آپ کی خلافت پر دلالت کرنے والی دوسری آیت یہ ہے۔

قل للمخلفین من الاعراب ستدعون الی قوم اولی باس شدید تقاتلونھم	اعراب میں سے پیچھے رہ جانے والوں سے کہہ دیجئے۔ عنقریب آپ لوگوں کو ایک ایسی قوم کی طرف بلایا جائے گا جو سخت جنگجو

أو يسلمون فان تطيعوا يؤتكم الله اجراً حسنا وان تتولوا كما توليتم من قبل يعذبكم عذاباً اليماً

ہو گی۔ تم ان سے لڑو گے یا وہ مسلمان ہو جائیں گے۔ اگر تم نے اطاعت اختیار کی تو اللہ تعالیٰ آپ کو بہت اچھا اجر دے گا۔ اور اگر تم اس سے قبل پھر گئے تو وہ تمہیں دردناک عذاب دے گا۔

ابن ابی حاتم نے جویبر سے روایت کی ہے کہ یہ قوم بنو حنیفہ تھی۔ پھر ابن ابی حاتم اور ابن قتیبہ وغیرہ نے اس آیت کے متعلق لکھا ہے کہ یہ آیت خلافت صدیق پر حجت ہے۔ کیونکہ آپ ہی نے ان کو جنگ کے لئے بلایا تھا۔

امام اہل سنت شیخ ابوالحسن اشعری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے امام ابوالعباس بن سریج کو فرماتے سنا کہ اس آیت قرآنیہ میں حضرت صدیق کا ذکر ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ اہل علم کا اس بات پر اتفاق ہے۔ کہ اس آیت کے نزول کے بعد کوئی جنگ نہیں ہوئی سوائے اس جنگ کے جس میں حضرت ابوبکر نے لوگوں کو بلایا یا مرتدین اور مانعین زکوٰۃ سے جنگ کے لئے لوگوں کو بلایا۔ وہ فرماتے ہیں اس سے حضرت ابوبکر کی خلافت کے وجوب اور آپ کی اطاعت کے فرض ہونے پر دلالت ہوتی ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے کہ اس سے منہ پھیرنے والے کو وہ دردناک عذاب دے گا۔

ابن کثیر کہتے ہیں جو شخص قوم کی تفسیر یہ کرے گا کہ اس سے مراد اہل فارس و روم ہیں تو اسے جاننا چاہیئے کہ ان کی طرف حضرت صدیق ہی نے لشکر تیار کر کے بھجوائے تھے اور اس کی تکمیل حضرت عمر اور

حضرت عثمان کے ہاتھوں ہوئی تھی اور یہ دونوں حضرات حضرت صدیق کے درخت وجود کی شاخیں ہیں۔ اگر آپ کہیں کہ آیت میں داعی سے مراد حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم یا حضرت علی ہیں۔ تو میں کہوں گا یہ ممکن ہی نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ آیت میں آگے لکھا ہے

قل لن تتبعونا کہہ دیجئے تم ہرگز ہماری پیروی نہ کرو گے۔

پھر حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں انہیں کسی جنگ کی دعوت نہیں دی گئی اور اس پر اجماع ہے۔ جیسا کہ پہلے گذر چکا ہے۔ رہے حضرت علیؑ تو آپ کو اپنے زمانہ خلافت میں مطالبۂ اسلام پر کسی جنگ کا اتفاق نہیں ہوا۔ ہاں طلب امامت اور رعایت حقوق کے متعلق جنگیں ہوئی ہیں۔ آپ کے بعد جو لوگ ہوئے ہیں وہ ہمارے نزدیک ظالم اور ان کے نزدیک کفار ہیں تو اس سے یہ بات متعین ہو گئی کہ جس داعی کی اتباع پر اجر حسن اور جس کی نافرمانی پر عذاب الیم کا آنا واجب ہے۔ وہ خلفائے ثلاثہ میں سے ایک ہے۔ پس حضرت ابوبکر کی خلافت کی حقیت ثابت ہے۔ اس لئے کہ دوسروں کی خلافت کی حقیت آپ کی خلافت کی حقیت کی فرع ہے۔ خلافت کی دونوں شاخیں آپ کی خلافت سے نکلی ہیں۔ اور اسی پر مترتب ہیں [1]

---

[1] یہ جو شیعہ بیان کرتے ہیں کہ جنگ کے داعی سے مراد حضرت علی ہیں۔ ابن تیمیہ ذہبی۔ شاہ عبدالعزیز دہلوی اور ابن المطہر الحلی نے اس کی تردید کی ہے۔ اور کہا ہے کہ حضرت علی سے تاویل کی بنا پر جو مقاتلہ ہوا وہ اس آیت سے مراد نہیں بلکہ اسلام پر مقاتلہ مراد ہے حضرت علی کے زمانہ میں جو کچھ ہوا وہ تو امام کی اطاعت میں ہوا۔

تیسری آیت

وعداللہ الذین امنوا منکم	اللہ تعالے نے مومنوں اور اعمال صالحہ بجا
وعملوا الصالحات لیستخلفنہم	لانے والوں سے وعدہ فرمایا ہے کہ وہ ضرور
فی الارض کما استخلف	انہیں زمین پر خلیفہ بنائے گا۔ جیسے کہ
الذین من قبلھم ولیمکنن	ان سے پہلے لوگوں کو بنایا اور جو دین ان
لھم دینھم الذی ارتضی	کے لئے پسند کرے گا اس میں انہیں تمکین
لھم ولیبدلنھم من بعد	بخشے گا۔ اور ان کے خوف کو امن میں بدل
خوفھم امنا یعبدوننی لا	دے گا۔ وہ میرے عبادت گذار ہوں گے
یشرکون بی شیئاً۔	اور میرے ساتھ کسی کو شریک نہیں بنائینگے۔

ابن کثیر کہتے ہیں کہ یہ آیت خلافت صدیق پر منطبق ہوتی ہے اور ابن ابی حاتم نے اپنی تفسیر میں عبدالرحمٰن بن عبدالحمید المہری سے بیان کیا ہے کہ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کی ولایت کا ذکر تو کتاب اللہ میں موجود ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وعد اللہ الذین امنوا منکم وعملوا الصالحات لیستخلفنھم فی الارض الایۃ [1]

---

[1] اگرچہ یہ آیت خلفائے ثلاثہ کی خلافت پر منطبق ہوتی ہے۔ کیونکہ امن کا حصول، خوف کا ازالہ اور دین کی تقویت انکی خلافت میں ہوئی۔ استخلاف کے وعدے سے مراد خلافت و امامت ہے۔ پس حضرت ابوبکر خلیفہ بنانے والے اور خلیفہ اور امام ہیں لیکن آیت استخلاف میں جن چیزوں کا وعدہ ہے۔ ان میں سے کوئی چیز بھی حضرت علی کی خلافت میں نہیں پائی گئی۔

چوتھی آیت

للفقراء المهاجرین الی قوله اولئك هم الصادقون

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ان کا نام صادقین رکھا ہے اور جس کے صدق کے بارے میں اللہ تعالیٰ گواہی دے۔ اس کی تکذیب نہیں کی جاسکتی۔ اس سے لازم آیا کہ صحابہ نے جو حضرت ابوبکر کو خلیفۃ الرسول کہا وہ سچے تھے۔ اس لحاظ سے یہ آیت آپ کی خلافت پر نص ہے اسے خطیب نے ابی بکر بن عیاش سے بیان کیا ہے۔ مگر یہ حسن کا استنباط ہے۔ جیسا کہ ابن کثیر نے کہا ہے۔

پانچویں آیت

اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم

فخر الدین رازی کہتے ہیں کہ یہ آیت حضرت ابوبکر کی خلافت پر دلالت کرتی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ اس آیت کی تقدیر دوسری آیت میں بیان ہوئی ہے۔ جہاں اللہ تعالیٰ نے منعم علیہ لوگوں کا ذکر کیا ہے۔ اور وہ یہ ہے۔

اولئك الذین انعم اللہ علیھم من النبیین والصدیقین والشھداء والصالحین۔

اور بلاشبہ حضرت ابوبکر صدیقوں کے سردار ہیں۔ اور اس آیت کے معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس ہدایت کے طلب کرنے کا حکم دیا ہے۔ جس پر حضرت ابوبکر اور دوسرے صدیقین تھے۔ اگر حضرت ابوبکر ظالم ہوتے تو آپ کی اقتدا کرنا جائز نہ ہوتا۔

پس ہماری بات ثابت ہو گئی کہ یہ آیت حضرت ابوبکر کی امامت پر دال ہے۔

نصوص حدیثیہ وہ نصوص جن میں آپ کی خلافت کا صراحتہ یا اشارۃً ذکر ہے ان کی تعداد بہت ہے۔

پہلی حدیث شیخین نے حضرت جبیر بن مطعم سے روایت کی ہے کہ

اتت امرأۃ الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فامرھا ان ترجع الیہ فقالت أرایت ان جئت ولم اجدک کانھا تقول الموت قال ان لم تجدینی فاتی ابا بکر	ایک عورت حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی۔ آپ نے اُسے فرمایا کہ دوبارہ آنا۔ اس نے کہا اگر میں آؤں اور آپ موجود نہ ہوں۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ آپ رحلت فرما گئے ہوں تو میں کیا کروں۔ آپ نے فرمایا اگر میں موجود نہ ہوں تو ابوبکر کے پاس آجانا۔

اور ابن عساکر نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ

جاءت امرأۃ الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم تسالہ شیئاً فقال لھا تعودین فقالت یا رسول اللہ ان عدت فلم اجدک تعرض بالموت فقال ان جئت فلم تجدینی فاتی ابی بکر	ایک عورت حضور علیہ السلام کی خدمت میں کسی مسئلہ کی دریافت کیلئے حاضر ہوئے۔ آپ نے فرمایا دوبارہ آنا۔ اس نے کہا یا رسول اللہ اگر میں دوبارہ آؤں اور آپ موجود نہ ہوں۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ آپ رحلت فرما گئے ہوں تو میں کیا کروں۔ فرمایا اگر تو آئے اور میں موجود نہ ہوں

الخليفة من بعدی — تو ابوبکر کے پاس آجانا جو میرے بعد خلیفہ ہوں گے۔

دوسری حدیث ابوالقاسم بغوی نے سندِ حسن کے ساتھ حضرت عبداللہ بن عمر سے روایت کی ہے کہ

سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول یکون خلفی اثنا عشر خلیفۃ ابوبکر لا یلبث الا قلیلا قال الائمۃ — میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ میرے بعد بارہ خلیفے ہوں گے ابوبکر تھوڑی دیر خلیفہ رہیں گے۔

ایک روایت میں خلیفہ کی بجائے ائمہ کے الفاظ آتے ہیں اس حدیث کی صحت پر سب کا اتفاق ہے۔ یہ کئی طریق سے مروی ہے۔ جیسے شیخین اور ان کے علاوہ دوسروں نے بھی اسے انہی طرق سے روایت کیا ہے۔

لایزال ھذا الامر عزیزاً ینصرون علی من ناواھم علیہ الی اثنی عشر خلیفۃ کلھم من قریش۔ — اسلام ہمیشہ غالب رہے گا۔ اور مسلمان اپنے دشمنوں پر بارہ خلیفوں تک غالب رہیں گے۔ یہ سب خلیفے قریش میں سے ہوں گے۔

اس حدیث کو عبداللہ بن احمد نے صحیح سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔ ان میں سے ایک روایت میں لایزال ھذا الامر صالحاً اور دوسری میں لایزال ھذا الامر ماضیاً کے الفاظ آتے ہیں ان دونوں حدیثوں کو احمد نے روایت کیا ہے اور ایک روایت میں لایزال امر الناس ماضیا ما ولیھم اثنا عشر

رجلاً اور ایک روایت میں ان ھذا الامر لا ینقضی حتی یمضی فیھم اثنا عشر خلیفۃ اور ایک روایت میں لا یزال الاسلام منیعاً الی اثنی عشر خلیفۃ کے الفاظ آئے ہیں اس روایت کو مسلم نے بیان کیا ہے اور بزار کی روایت ہے لا یزال امر امتی قائماً حتی یمضی اثنا عشر خلیفۃ کلھم من قریش۔ اور ابوداؤد نے یہ الفاظ زائد بیان کئے ہیں کہ جب آپ واپس گھر تشریف لائے تو قریش نے آکر آپ سے سوال کیا کہ اس کے بعد کیا ہوگا تو آپ نے فرمایا کہ پھر جنگیں ہوں گی اور ابوداؤد ہی کی ایک دوسری روایت کے الفاظ یہ ہیں کہ لا یزال ھذا الدین قائماً حتی یکون علیکم اثنا عشر خلیفۃ کلھم تجتمع علیہ الامۃ کہ یہ دین بارہ خلیفوں تک قائم رہے گا۔ اور ان خلیفوں پر تمام امت کا اجماع ہوگا۔

ابن مسعود سے بسند حسن یہ روایت بیان کی گئی ہے کہ آپ سے پوچھا گیا کہ اس امت کے کتنے خلیفے بادشاہ ہوں گے۔ تو آپ نے جواب دیا کہ ہم نے یہ سوال حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا تھا تو آپ نے فرمایا تھا کہ بنی اسرائیل کے نقیبوں کی طرح ان کی تعداد بارہ ہوگی۔

قاضی عیاض کہتے ہیں کہ ان احادیث میں بارہ سے مراد شاید یہ ہے کہ ان کے زمانہ تک اسلام کو قوت و شوکت حاصل ہوگی۔ امور اسلامی میں کوئی بگاڑ نہ ہوگا۔ اور لوگ ان کی خلافت پر متفق ہوں گے۔

لوگوں نے جن خلفاء کی بیعت متفقہ طور پر کی۔ ان کے زمانے میں یہ سب امور انہوں نے مشاہدہ کئے۔ یہاں تک کہ بنوامیہ

کا معاملہ بگڑ گیا اور ولید بن یزید کے زمانے میں ان کے درمیان فتنہ پیدا ہوا اور یہ فتنے اس وقت تک مسلسل پیدا ہوتے رہے۔ یہاں تک کہ بنو عباس کی حکومت قائم ہو گئی۔ اور انہوں نے ان کا تیا پانچہ کر کے رکھ دیا۔ شیخ الاسلام نے فتح الباری میں کہا ہے کہ قاضی عیاض نے اس حدیث کے متعلق جو کچھ کہا ہے وہ سب سے احسن ہے۔ اور میں بھی اس کا مؤید ہوں اور اس کے قول کو جو بعض طرق سے آیا ہے۔ ترجیح دیتا ہوں۔ **یجتمع علیہ الناس** سے مراد یہ ہے کہ لوگ انکی بعیت کے لیئے اطاعت و انقیاد اختیار کریں گے۔ جن خلفاء کے بارے میں لوگوں نے اتفاق کیا ان میں خلفائے ثلاثہ شامل ہیں۔ پھر حضرت علی ہیں یہاں تک کہ صفین میں حکمین کے تقرر کا واقعہ ہوا اور حضرت معاویہ کو بھی خلیفہ کا نام دے دیا گیا۔ پھر جب حضرت حسن نے ان سے صلح کر لی تو لوگوں نے ان کی خلافت پر بھی اتفاق کر لیا۔ پھر ان کے لڑکے یزید پر بھی اتفاق ہو گیا۔ مگر حسین علیہ السلام اس صورت حال کے پیدا ہونے سے قبل ہی شہید ہو گئے۔ پھر جب یزید مر گیا تو لوگوں میں اختلاف پیدا ہو گیا۔ یہاں تک کہ حضرت زبیر کی شہادت کے بعد انہوں نے عبد الملک پر اتفاق کر لیا۔ پھر اس کے چاروں لڑکوں ولید، سلیمان یزید اور ہشام پر بھی اتفاق ہو گیا۔ سلیمان اور یزید کے درمیان سے، عمر بن عبد العزیز آ گئے۔ خلفائے راشدین کے بعد یہ سات خلفاء ہوئے ہیں اور بارہویں خلیفہ ولید بن یزید بن عبد الملک ہوئے۔ جسے اس کے چچا ہشام کی موت کے بعد لوگوں نے متفقہ طور پر خلیفہ بنایا۔ اس نے چار سال تک خلافت کی۔ پھر لوگوں نے بغاوت کر کے اسے

قتل کر دیا۔ اس دن سے حالات دگرگوں ہو گئے۔ فتنہ و فساد کا دور دورہ ہو گیا۔ اور پھر بنو امیہ میں فتنوں کے پیدا ہو جانے، اندلس میں مروانیوں کے غالب آجانے اور عباسیوں سے مغرب اقصیٰ کے نکل جانے کے باعث لوگوں کو یہ موقع ہی نہ ملا کہ وہ کسی شخص کو خلافت کے نام سے موسوم کر سکیں اور یہ معاملہ یہاں تک بڑھا کہ خلافت کا صرف نام ہی باقی رہ گیا۔ اگرچہ مشرق و مغرب اور شمال و جنوب کے تمام علاقوں میں عبد الملک کا خطبہ پڑھا جاتا تھا اور مسلمانوں کا غلبہ تھا اور کسی شخص کو خلیفہ کے حکم کے بغیر کوئی کام سپرد نہیں کیا جاتا تھا۔ [۱] اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ بارہ خلیفوں سے مراد قیامت تک ہونیوالے بارہ خلیفے ہیں جو حق کے مطابق کام کرنیوالے ہونگے۔ خواہ ان کا زمانہ مسلسل نہ ہو۔ [۲]

---

[۱] اس عبارت کے بعد امام سیوطی نے حالات کی خرابی کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ پانچویں صدی میں صرف اندلس میں چھ آدمی خلیفہ کہلاتے تھے اور ان کے ساتھ مصر کا عبیدی اور بغداد کا عباسی ان لوگوں کے علاوہ ہیں۔ جو علویوں اور خوارج میں سے دوسرے علاقوں میں مدعی خلافت تھے سیوطی کہتے ہیں کہ ابن حجر نے فتح الباری میں کہا ہے کہ اس تاویل کی بنا پر الہرج سے مراد وہ قتل و غارت ہے جو فتنوں سے جنم لیتی ہے۔

[۲] سیوطی کہتے ہیں کہ وہ حق کے مطابق کام کرنے والے ہونگے۔ خواہ ان کا زمانہ مسلسل نہ ہو۔ اسکی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے جسے مسدد نے مسند الکبیر میں ابی الجلد سے بیان کیا ہے جسمیں آپ نے فرمایا ہے لا تهلك هذه الامة حتى يكون منها اثنا عشر خليفة كلهم يعمل بالهدى۔ یہ امت بارہ خلیفوں کے زمانہ تک جو ہدایت کے مطابق کام کرنے والے ہوں گے، ہلاک نہ ہوگی۔

اس کی تائید ابی الجلد کے اس قول سے ہوتی ہے ۔ کہ وہ سب ہدایت اور دین حق کے ساتھ کام کرنے والے ہوں گے ۔ ان میں سے دو آدمی اہلبیت نبوی سے ہوں گے ۔ اس بنا پر اہرج سے مراد بڑے بڑے فتنے ہوں گے جیسے فتنہ دجال اور بارہ خلفاء سے مراد خلفائے اربعہ، حضرت حسن، حضرت معاویہ، حضرت ابن زبیر، اور حضرت عمر بن عبدالعزیز ہیں ۔ بعض نے مہدی عباسی کو بھی ان میں شامل کیا ہے ۔ کیونکہ اس کی حیثیت عباسیوں میں وہی ہے ۔ جو امویوں میں حضرت عمر بن عبدالعزیز کی ہے ۔ اور ظاہر عباسی کو بھی عدل و انصاف کی وجہ سے ان میں شامل کیا گیا ہے ۔ باقی رہ گئے دو خلیفے ۔ ان کا انتظار ہے ۔ ان میں سے ایک مہدی علیہ السلام ہیں جو آل بیت نبوی میں سے ہیں ۔ بعض محدثین نے گذشتہ روایت کو ایک روایت کی بناء پر مہدی علیہ السلام کے بعد آنیوالے خلفاء پر محمول کیا ہے ۔ وہ کہتے ہیں کہ مہدی علیہ السلام کے بعد بارہ آدمی ولی الامر ہوں گے ۔ جن میں سے چھ حضرت حسن اور پانچ حضرت حسین کی اولاد میں سے ہوں گے ۔ اور آخر میں ایک خلیفہ ہوگا ۔ جو ان دونوں کی اولاد سے نہ ہوگا ۔ لیکن بارہویں آیت پر گفتگو کرتے ہوئے جہاں اہل بیت کے فضائل کا ذکر ہوگا وہاں بتایا جائے گا کہ یہ کمزور روایت ہے ۔ اس لئے اس پر اعتماد نہیں کیا جا سکتا ۔

تیسری حدیث احمد نے اس کی تخریج کی ہے ۔ اور ابن ماجہ اور حاکم نے اسے حسن قرار دیا ہے ۔ اور حذیفہ سے اسے صحیح قرار دیا گیا ہے ۔

قال رسول اللہ صلی اللہ کہ حضور علیہ السلام نے بیان فرمایا کہ میرے

علیہ وسلم اقتدوا بعد ابوبکر اور عمر کی اقتدا کرنا۔
باللذین من بعدی
ابی بکر و عمر،

اور طبرانی نے ابی الدرداء اور حاکم نے اس کی تخریج ابن مسعود کی حدیث سے کی ہے اور احمد، ترمذی، ابن ماجہ اور ابن حبان نے اپنی صحیح میں اسے حذیفہ سے روایت کیا ہے۔ کہ آپ نے بیان فرمایا۔

انی لا ادری ماقدر بقائی میں نہیں جانتا کہ میں کتنا عرصہ آپ لوگوں فیکم فاقتدوا باللذین من میں زندہ رہوں گا۔ پس میرے بعد بعدی ابی بکر و عمر و تمسکوا ابوبکر اور عمر کی اقتدا کرنا اور عمار کی ہدایت بھدی عمار و ما حدثکم سے تمسک کرنا۔ اور ابن مسعود جو تم سے ابن مسعود فصدقوا۔ کہیں اس کی تصدیق کرنا۔

ترمذی نے ابن مسعود، رویانی نے حذیفہ اور ابن عدی نے انس سے روایت کی ہے کہ

اقتدوا باللذین من بعدی یعنی میرے بعد میرے صحابہ میں سے ابوبکر من اصحابی ابی بکر و عمر اور عمر کی اقتدا کرنا اور عمار کی ہدایت پر واھتدوا بھدی عمار چلنا اور ابن مسعود کے عہد سے تمسک وتمسکو العھد ابن مسعود کرنا۔

چوتھی حدیث شیخین نے ابی سعید خدری سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو خطبہ دیتے ہوئے فرمایا۔

ان اللہ تبارک و تعالی کہ ایک بندے کو اللہ تعالی نے دنیا اور

خیر عبداً بین الدنیا وبین	جو کچھ اس کے پاس ہے۔ اس میں اختیار
ما عندہ فاختار ذلک	دیا کہ وہ دونوں میں سے جس چیز کو چاہے
العبد ما عند اللہ فبکی	اختیار کرے تو اس بندے نے جو کچھ اللہ
ابوبکر وقال بل نفدیک	کے پاس ہے۔ اُسے پسند کیا۔ اس بات
بآبائنا وامہاتنا فعجبنا	کو سنتے ہی حضرت ابوبکر رو پڑے اور کہا
لبکائہ ان یخبر رسول	ہمارے ماں باپ آپ پر قربان ہوں ہمیں
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم	آپ کے اس رونے پر بڑا تعجب ہوا کہ
عن عبد خیرہ اللہ فکان	حضور علیہ السلام نے ایک بندے کے بارے
رسول اللہ صلی اللہ علیہ	میں خبر دی ہے کہ اللہ نے اُسے اختیار دیا
وسلم ھو المخیر وکان	تھا۔ دراصل جس کو اختیار دیا گیا تھا وہ
ابوبکر اعلمنا فقال رسول	خود حضور علیہ السلام ہی تھے۔ اور ابوبکر
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم	ہم سب سے زیادہ عالم تھے۔ رسول
ان من امن الناس علی	کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ
فی صحبتہ ومالہ ابا بکر	ابوبکر کی صحبت اور مال نے مجھے بڑا سکون
ولو کنت متخذاً خلیلاً	بخشا ہے۔ اگر خدا کے سوا میں کسی کو دوست
غیر ربی لاتخذت ابا بکر	بناتا تو ابوبکر کو دوست بناتا۔ لیکن اسلامی
خلیلاً ولکن اخوۃ الاسلام	بھائی چارہ اور اس کی محبت رہے گی۔
ومودتہ لا یبقین باب	ابوبکر کے دروازے کے سوا کوئی دروازہ
الا سد الا باب ابی بکر۔	کھلا نہ رہے۔

اور بخاری و مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ ابوبکر کی کھڑکی کے سوا سب کھڑکیاں بند کر دی جائیں اور عبداللہ بن احمد سے آخر میں

یہ الفاظ بھی آئے ہیں کہ ابوبکر میرے یارِ غار اور مونس ہیں۔ مسجد میں ابوبکر کی کھڑکی کے سوا سب کھڑکیاں بند کردی جائیں۔ اور بخاری کی روایت کے آخر میں یہ الفاظ ہیں کہ لوگوں میں کوئی ایک شخص بھی ایسا نہیں۔ جس کے مال نے مجھے ابوبکر بن ابی قحافہ سے زیادہ سکون بخشا ہو۔ اگر میں کسی کو دوست بنانے والا ہوتا تو ابوبکر کو دوست بناتا۔ لیکن اسلام دوستی سب سے افضل ہے۔ اس مسجد کی تمام کھڑکیاں، سوائے ابوبکر کی کھڑکی کے بند کردی جائیں۔ اور ابن عدی کی روایت کے آخر میں ہے کہ مسجد میں آنے والے تمام دروازے سوائے ابوبکر کے دروازے کے بند کر دیئے جائیں۔ یہ روایت بہت سے طرق سے مروی ہے۔ جن میں حذیفہ، انس، عائشہ، ابن عباس اور معاویہ بن سفیان رضی اللہ عنہم شامل ہیں۔

علماء نے کہا ہے کہ ان احادیث میں خلافت صدیق کی طرف اشارہ ہے۔ کیونکہ خلیفہ کو لوگوں کو نماز پڑھانے اور دیگر کاموں کے لئے مسجد کے قرب کی ضرورت ہے۔

پانچویں حدیث حاکم نے حضرت انس سے اس حدیثِ صحیح کو بیان کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ

بعثنی بنو المصطلق الی	مجھے بنو مصطلق نے رسول کریم صلی اللہ علیہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ	وسلم کے پاس یہ بات دریافت کرنے
وسلم ان اسئلہ الی من	کیلئے بھیجا کہ آپ کے بعد ہم کس کو صدقات
ندفع صدقاتنا بعدک	دیں۔ میں نے آکر آپ سے پوچھا تو آپ
فاتیتہ فسالتہ فقال الی	نے فرمایا ابوبکر کو اور جو شخص ابوبکر کو صدقہ
ابی بکر و من لازم دفع	دینے کی پابندی کرے گا وہ اس کا نائب

الصدقة الیہ کونہ خلیفہ — ہوگا۔ کیونکہ صدقات لینے کا متولی وہی
اذھو المتولی قبض الصدقات — ہے۔

چھٹی حدیث مسلم نے حضرت عائشہ سے روایت کی ہے کہ

قال لی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی مرضہ الذی مات فیہ ادعی لی اباک واخاک حتی اکتب کتابا فانی اخاف ان یتمنی متمن ویقول قائل انا اولی ویابی اللہ والمومنون الا ابابکر۔

حضرت عائشہ کہتی ہیں کہ حضور علیہ السلام نے اپنے مرض الموت میں مجھے فرمایا کہ اپنے باپ اور بھائی کو میرے پاس بلالاؤ تاکہ میں ایک تحریر لکھ دوں کیونکہ مجھے اندیشہ ہے کہ کوئی متمنی تمنا کرے گا۔ اور کوئی کہے گا کہ میں سب سے اولی ہوں۔ مگر اللہ تعالےٰ اور مومن ابوبکر کے سوا کسی اور سے راضی نہ ہوں گے

احمد اور اس کے علاوہ دیگر لوگوں نے بھی اسے کئی طرق سے بیان کیا ہے اور بعض روایات میں یہ الفاظ بھی آئے ہیں۔ کہ مجھے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مرض الموت میں فرمایا کہ میرے پاس عبدالرحمٰن بن ابوبکر کو بلاؤ۔ میں ابوبکر کے بارے میں ایک تحریر لکھ دیتا ہوں۔ جس پر کوئی اختلاف نہیں کرے گا۔ پھر فرمایا، اس بات کو چھوڑ دو۔ ایسا نہیں ہو سکتا کہ مومن ابوبکر کے بارے میں اختلاف کریں اور عبداللہ بن احمد کی ایک روایت میں ہے کہ اے ابوبکر اللہ تعالےٰ اور مومن تیرے بارے میں اختلاف کرنے سے انکار کریں گے۔

ساتویں حدیث شیخین نے ابوموسٰی اشعری سے روایت کی ہے کہ

مرض النبی صلی اللہ علیہ
وسلم فاشتد مرضہ فقال
مروا ابا بکر فلیصل بالناس
قالت عائشۃ یا رسول اللہ
انہ رجل رقیق اذا قام
مقامک لم یستطع ان یصلی
بالناس فقال مری ابا بکر
فلیصل بالناس فعادت
فقال مری ابا بکر فلیصل
بالناس فانکن صواحب
یوسف فاتاہ الرسول فصلی
بالناس فی حیاۃ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم وفی
روایۃ انہا لما راجعتہ
فلم یرجع لہا قالت لحفصۃ
قولی لہ یامر عمر فقالت
لہ فابی حتی غضب وقال
انتن او انکن او لانتن
صواحب یوسف مروا
ابا بکر۔

جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا مرض
شدت اختیار کر گیا تو آپ نے فرمایا
ابوبکر کو حکم دو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں
حضرت عائشہ نے عرض کیا یا رسول اللہ
وہ رقیق القلب آدمی ہیں۔ آپ کی جگہ
کھڑے ہو کر وہ نماز نہیں پڑھا سکیں گے
آپ نے فرمایا ابوبکر کو حکم دے دو کہ
لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ حضرت عائشہ
نے دوبارہ وہی بات دہرائی آپ نے
پھر فرمایا ابوبکر کو حکم دو کہ لوگوں کو نماز
پڑھائیں۔ تم تو یوسف والیاں ہو۔ حضرت
ابوبکر کے پاس ایلچی آیا تو آپ نے حضور
کی زندگی میں لوگوں کو نماز پڑھائی اور
اور ایک روایت میں ہے کہ جب حضرت
عائشہ نے آپ کو دوبارہ کہا تو آپ نے
حضرت عائشہ کو جواب نہیں دیا۔ اس پر
حضرت عائشہ نے حضرت حفصہ سے کہا
کہ آپ حضور کو کہیں کہ وہ حضرت عمر کو
حکم دیں۔ انہوں نے کہا تو آپ نے انکار
کیا اور غصے ہو کر فرمایا تم تو یوسف والیاں
ہو۔ ابوبکر کو حکم دو۔

اور یہ بھی سمجھ لیجئے کہ یہ حدیث متواتر ہے جو حضرت عائشہ ابن مسعود، ابن عباس، ابن عمر، عبداللہ بن زمعہ، ابوسعید، علی بن ابی طالب اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہم سے مروی ہے۔ اور بعض طرق میں حضرت عائشہ سے بھی مروی ہے کہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مراجعہ کیا اور آپ سے بکثرت مراجعہ پر مجھے اس بات نے آمادہ نہیں کیا کہ میرے دل میں یہ بات پڑ گئی تھی۔ کہ لوگ ہمیشہ اسی شخص سے محبت کریں گے۔ جو آپ کے قائم مقام ہو گا۔ اور نہ ہی میں یہ بات سمجھتی تھی کہ جو شخص آپ کا جانشین بنے گا۔ لوگ اسے منحوس خیال کرینگے میں چاہتی تھی کہ ابوبکر کے بارے میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم معتدل سی بات فرما دیں اور ابن زمعہ کی حدیث میں ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں نماز کا حکم دیا تو حضرت ابوبکر وہاں موجود نہیں تھے۔ اس پر حضرت عمر نے آگے بڑھ کر نماز پڑھا دی۔ تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں نہیں اللہ تعالے اور مسلمان ابوبکر کے سوا کسی کو قبول نہ کریں گے۔ ابوبکر لوگوں کو نماز پڑھایا کریں۔

اور انہیں کی ایک دوسری روایت میں ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فرمایا کہ ابوبکر سے جا کر کہہ دیجئے کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ میں باہر نکلا تو حضرت عمر دروازے پر مجھے ایک جماعت کے ساتھ ملے۔ مگر ان میں ابوبکر موجود نہ تھے۔ تو میں نے کہا، اے عمر لوگوں کو نماز پڑھا دیجئے۔ جب آپ نے تکبیر کہی تو آپ کے بلند آواز ہونے کی وجہ سے آپ کی آواز رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی سن لی۔ اور تین بار فرمایا۔ کہ اللہ تعالے اور مومن ابوبکر کے

سوا کسی کو قبول نہ کریں گے ۔ اور ابن عمر کی حدیث میں ہے کہ جب حضرت عمر نے تکبیر کہی تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کی آواز کو سنا اور برافروختہ ہو کر سر اٹھا کر فرمایا ابن ابی قحافہ کدھر ہے. علماء نے کہا ہے کہ یہ حدیث واضح طور پر اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ حضرت صدیق علی الاطلاق سب صحابہ سے افضل اور امامت و خلافت کے سب سے زیادہ حقدار تھے ۔ اشعری کہتے ہیں کہ اس سے یہ ضروری علم بھی حاصل ہو گیا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صدیق کو مہاجرین و انصار کی موجودگی میں نماز پڑھانے کا حکم دیا جیسا کہ آپ نے فرمایا

یؤم القوم اقرؤھم لکتاب اللہ ۔ یعنی کتاب اللہ کا زیادہ عالم قوم کی امامت کرے ۔

پس پتہ چلا کہ ابوبکر سب صحابہ سے زیادہ عالم قرآن تھے۔ اور صحابہ نے خود بھی اس حدیث سے یہ استدلال کیا ہے کہ حضرت ابوبکر، حضرت عمر سے خلافت کے زیادہ حقدار تھے ۔ اور بعیت کی فضیلت کے بارے میں آپ کا قول پہلے ذکر ہو چکا ہے ان میں حضرت علی بھی شامل ہیں ۔ اور ابن عساکر نے حضرت عمر سے روایت کی ہے ۔ کہ حضور علیہ السلام نے حضرت ابوبکر کو لوگوں کو نماز پڑھانے کا حکم دیا اور میں اس کا شاہد ہوں اور میں کہیں غیر حاضر نہ تھا اور نہ ہی مجھے کوئی بیماری تھی ۔ پس ہم اپنی دنیا کیلئے اس چیز سے راضی ہو گئے جس چیز کو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے دین کے لئے پسند کیا تھا ۔

علماء نے کہا ہے کہ زمانۂ نبوی میں ہی آپ امامت کی اہلیت کے لئے مشہور تھے۔ احمد، ابوداؤد اور دیگر لوگوں نے سہیل بن سعد سے بیان کیا ہے کہ بنی عمرو بن عوف کے درمیان جنگ ہوئی اور حضور علیہ السلام کو خبر پہنچی تو آپ ان کی آپس میں صلح کروانے کیلئے ظہر کے بعد تشریف لے گئے۔ تو آپ نے فرمایا اے بلال اگر نماز کا وقت آجائے اور میں نہ آؤں تو ابوبکر کو کہہ دینا کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھادیں۔ جب نماز عصر کا وقت آیا۔ بلال نے اقامت نماز کہی اور حضرت ابوبکر کو نماز پڑھانے کا حکم دیا تو آپ نے نماز پڑھائی۔ آپ کے تقرر اور نماز میں مقدم کرنے میں اس بات کی تصریح اور اشارہ پایا جاتا ہے کہ آپ خلافت کے زیادہ حقدار تھے۔ اور عالم امام کے تقرر سے اصل مقصد یہ ہوتا ہے کہ مامور بہ ادائے واجبات، ترک محرمات، احیائے سنن اور بدعات کو مٹانے سے شعائر دینیہ کو قائم کرے۔ باقی رہے امور دنیوی اور ان کی تدبیر جیسے امراء سے اموال لے کر مستحقین کو پہنچانا اور ظلم کو دور کرنا وغیرہ تو یہ باتیں مقصود بالذات نہیں ہوتیں۔ بلکہ ان کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ لوگ امور دینیہ کی بجاآوری کے لئے فارغ ہوں۔ کیونکہ صحیح فراغت اسوقت تک نہیں ہوسکتی جب تک ان کے امور معاش کا انتظام نہ ہو لیعنی مال و جان مامون ہوں اور ہر حقدار کو اس کا حق ملے۔ اسی لئے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکر کی امامت عظمٰی پر راضی ہوئے۔ کیونکہ انہیں نماز میں امامت کیلئے آپ نے مقدم کیا تھا۔ اور پھر جیسا کہ گذشتہ صفحات میں ذکر ہو چکا ہے۔ سب لوگوں کا آپ کی امامت پر اجماع

ہو گیا تھا۔

ابن عدی نے ابوبکر بن عیاش سے روایت کی ہے کہ مجھے ہارون رشید نے کہا اے ابوبکر لوگوں نے ابوبکر الصدیق کو کیسے خلیفہ بنا لیا۔ میں نے جواب دیا امیر المومنین، خدا، اس کے رسول اور مومنین سب نے خاموشی اختیار کر لی تھی۔ اس لئے وہ خلیفہ بن گئے۔ اس نے کہا تو نے مجھے اور اندھیرے میں دھکیل دیا ہے۔ میں نے کہا اے امیر المومنین حضور علیہ السلام آٹھ دن بیمار رہے تو آپ کے پاس حضرت بلال نے آکر پوچھا یا رسول اللہ لوگوں کو نماز کون پڑھائے تو آپ نے فرمایا ابوبکر کو نماز پڑھانے کا حکم دیجئے۔ تو حضرت ابوبکر نے آٹھ دن لوگوں کو نماز پڑھائی اور آپ پر وحی نازل ہو رہی تھی۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالٰی کے سکوت کرنے کی وجہ سے خاموش رہے اور مومنوں نے حضور علیہ السلام کے سکوت کی وجہ سے خاموشی اختیار کی۔ ہارون الرشید کو یہ بات پسند آئی تو اس نے کہا

بارک اللہ فیک

آٹھویں حدیث ابن حبان نے حضرت سفینہ سے روایت کی ہے کہ

لما بنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم المسجد وضع فی البناء حجراً قال قال لابی بکر ضع حجرک الی جنب حجری ثم قال لعمر ضع حجرک الی جنب حجر ابی بکر ثم قال لعثمان ضع حجرک الی جنب حجر عمر ثم قال ھؤلاء الخلفاء بعدی

جب حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد تعمیر کی تو اس کی بنیاد میں ایک پتھر رکھا۔ اور ابوبکر سے کہا کہ آپ اپنا پتھر میرے پتھر کے پہلو میں رکھیں پھر عمر سے کہا آپ اپنا پتھر ابوبکر کے پتھر کے پہلو میں رکھیں پھر عثمان سے کہا آپ اپنا پتھر

عمر کے پتھر کے پہلو میں رکھیں پھر فرمایا
یہ میرے بعد خلیفے ہوں گے۔

ابو زرعہ کہتے ہیں اس کی اسناد میں کوئی قابل اعتراض بات نہیں
حاکم نے اسے مستدرک میں صحیح قرار دیا ہے۔ اور بیہقی نے اسے الدلائل میں
بیان کیا ہے۔ ان دونوں کے علاوہ بھی لوگوں نے اسے روایت کیا ہے۔ آپکا
عثمان سے فرمانا کہ اپنا پتھر عمر کے پتھر کے پہلو میں رکھو۔ اس میں ان لوگوں کا
رد پیش کیا گیا ہے جو خیال کرتے ہیں کہ اس میں انکی قبروں کی طرف اشارہ
ہے۔ کیونکہ حدیث کے آخر میں آپ نے فرمایا ہے کہ یہ لوگ میرے بعد خلیفے
ہوں گے۔ صریحاً معلوم ہوتا ہے کہ یہاں ترتیب خلافت مراد ہے۔

نویں حدیث شیخین نے حضرت ابن عمر سے روایت کی ہے کہ
حضور علیہ السلام نے فرمایا

رأيت كأني أنزع بدلو
بكرة على قليب لم تطو
فجاء ابوبكر فنزع ذنوبا
مملئة ماءً او قريبة
من ملئه او ذنوبين
نزعا ضعيفا والله يغفر له
ثم جاء عمر فاستقى
فاستحالت غربا فلم ار
عبقريا من الناس
يفري فريه حتى روي

میں نے رویا میں دیکھا کہ میں ایک کنویں پر
لگی ہوئی چرخی سے ڈول نکال رہا ہوں۔
جسے پٹا نہیں گیا۔ پھر ابوبکر آئے تو انہوں
نے پانی سے بھرا ہوا یا قریباً بھرا ہوا
ایک ڈول یا دو ڈول نکالے اور ان کے
نکالنے میں ضعف تھا۔ اللہ تعالےٰ انہیں
بخشے۔ پھر عمر آئے۔ انہوں نے ڈول اس
حالت میں نکالا کہ وہ بڑا ڈول بن گیا تھا
میں نے لوگوں میں کوئی طاقتور آدمی ایسا
نہیں دیکھا جو ان جیسا کام کرتا ہو۔ یہاں

الناس وضربوا بعطن   تک کہ لوگ سیراب ہو گئے۔ اور انہوں نے بیٹھنے کی جگہ بنائی۔

اور شیخین ہی کی ایک روایت میں ہے کہ میں نے سوتے میں اپنے آپ کو ایک کنویں پر دیکھا۔ جس پر ڈول تھا۔ میں نے اس میں سے پانی نکالا جتنا اللہ تعالےٰ نے چاہا۔ پھر اس ڈول کو ابن ابی قحافہ نے لیا اور ایک یا دو ڈول نکالے اور اس کے نکالنے میں ضعف تھا اللہ تعالےٰ اُسے بخشے۔ جب عمر نے اسے لیا تو وہ بڑا ڈول بن گیا۔ میں نے لوگوں میں کوئی طاقتور آدمی ایسا نہیں دیکھا جو عمر کی طرح پانی نکالتا ہو۔ یہاں تک کہ لوگ بیٹھنے کی جگہ بنانے لگے۔

اور انہی کی ایک اور روایت ہے کہ میں ایک کنویں سے ڈول نکال رہا ہوں کہ میرے پاس ابوبکر اور عمر آ گئے۔ اور ابوبکر نے ڈول لے کر ایک یا دو ڈول نکالے مگر ان کے نکالنے میں ضعف تھا۔ پھر عمر نے ابوبکر کے ہاتھ سے وہ ڈول لے لیا اور وہ اس کے ہاتھ میں بڑا ڈول بن گیا۔ میں نے لوگوں میں کوئی ایسا طاقتور آدمی نہیں دیکھا جو عمر کی طرح کام کرتا ہو۔ یہاں تک کہ لوگ بیٹھنے کی جگہ بنانے لگے۔

ایک اور روایت میں ہے کہ انہوں نے ابھی ڈول نہیں نکالا تھا کہ لوگ چلے گئے۔ اور حوض سے پانی جوش مار رہا تھا۔

ایک دوسری روایت میں ہے کہ میرے پاس ابوبکر آئے اور انہوں نے مجھے آرام پہنچانے کیلئے مجھ سے ڈول لیا

ایک روایت میں ہے میں نے دیکھا کہ لوگ جمع ہیں اور

ابوبکر نے کھڑے ہو کر ایک یا دو ڈول نکالے ہیں مگر ان کے نکالنے میں ضعف ہے۔

نووی نے تہذیب میں لکھا ہے کہ علماء نے کہا ہے کہ اس ابوبکر اور عمر کی خلافت اور حضرت عمر کے زمانے میں ہونے والی بکثرت فتوحات اور اسلام کے غلبے کی طرف اشارہ ہے۔ بعض دوسروں نے کہا ہے کہ دونوں خلیفوں کے زمانے میں جو اچھے آثار ظاہر ہوئے اور لوگوں کو دونوں سے جو فائدہ پہنچا اس خواب میں اسے مثالی طور پر دکھایا گیا ہے۔ اور یہ سب چیزیں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہی ماخوذ ہیں کیونکہ وہ صاحب امر تھے اور اکمل مقام پر فائز تھے اور انہوں نے دین کے ضابطے مقرر کئے پھر ابوبکر آپ کے جانشین ہوئے اور مرتدین سے جنگ کر کے ان کی جڑ کاٹ دی۔ پھر عمر ان کے جانشین ہوئے اور ان کے زمانے میں اسلام پھیلا تو مسلمانوں کا معاملہ اس کنوئیں کے مشابہ ہو گیا جس میں حیات بخش پانی ہو اور ان کا امیر اس کنوئیں سے ان کے لئے پانی نکالتا ہو اور حضور نے یہ جو فرمایا ہے کہ ابوبکر نے مجھے آرام پہنچانے کیلئے میرے ہاتھ سے ڈول لے لیا اس میں آپ کی وفات کے بعد ابی بکر کی خلافت کی طرف اشارہ ہے کیونکہ موت دنیا کی تکالیف سے راحت کا باعث ہوتی ہے۔ پس ابوبکر امور امت کی تدبیر اور ان کے احوال کی نگہداشت کے لئے کھڑے ہو گئے۔ اور آپ کا یہ فرمانا کہ ان کے پانی نکالنے میں ضعف تھا۔ اس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ آپ کی مدت ولایت کم ہو گی اور عمر کی ولایت کا زمانہ لمبا ہو گا۔ اور لوگ اس سے بہت فائدہ اٹھائیں گے۔ اور

فتوحات کی کثرت، شہروں کی آبادی اور دواوین کی تدوین سے اسلام کا دائرہ وسیع ہو جائے گا۔ اور حضور کا یہ فرمان کہ اللہ انہیں بخشے۔ اس میں کوئی نقص کی بات نہیں۔ اور نہ اس میں یہ اشارہ پایا جاتا ہے کہ کوئی گناہ ہوا ہے۔ بلکہ یہ کلمہ اس وقت کہا جاتا ہے جب کسی بات کی طرف خاص توجہ دینا مطلوب ہوتا ہے۔

احمد اور ابو داؤد نے سمرہ بن جندب سے روایت کی ہے کہ ایک آدمی نے کہا یا رسول اللہ میں نے دیکھا کہ ایک ڈول آسمان سے لٹکایا گیا ہے کہ ابوبکر آئے انہوں نے ڈول کو پکڑا اور تھوڑا سا پیا۔ پھر عمر آئے انہوں نے ڈول کو پکڑ کر اتنا پیا کہ سیراب ہو گئے۔ پھر عثمان آئے انہوں نے بھی ڈول پکڑ کر پیا اور سیر ہو گئے پھر علی آئے تو وہ ڈول اوپر کھینچ لیا گیا۔ اور اسکے کچھ قطرے ان پر پڑے۔

دسویں حدیث ابوبکر الشافعی نے غیلانیات میں اور ابن عساکر نے حضرت حفصہ سے بیان کیا ہے کہ انہوں نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا۔ جب آپ نے ابوبکر کو مقدم کرنے کا ارادہ کیا تو آپ نے فرمایا میں نے ابوبکر کو مقدم نہیں کیا۔ بلکہ اللہ تعالےٰ نے اُسے مقدم کیا ہے

گیارہویں حدیث احمد نے سفینہ سے اور اصحاب السنن نے بھی ایسے ہی روایت کی ہے اور ابن حبان وغیرہ نے اسے صحیح قرار دیا ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ الخلافۃ ثلاثون عاما ثم خلافت تیس سال رہے گی پھر اس کے

یکون بعد ذلک الملک ۔ بعد ملوکیت ہو جائے گی ۔

ایک دوسری روایت میں ہے کہ خلافت میرے بعد تیس سال تک رہے گی ۔ پھر ظالم ملوکیت میں بدل جائے گی ۔ یعنی رعیت پر ظلم و زیادتی ہو گی ۔

علماء نے کہا ہے کہ آپ کے بعد خلفائے اربعہ اور حضرت حسن کے زمانہ تک تیس سال ہو گئے تھے ۔ جس سے اسبات پر دلالت ہوتی ہے کہ دین کے معاملہ میں خلافت حقہ اس مدت تک رہے گی اس سے یہ واضح دلیل معلوم ہوتی ہے کہ خلفائے اربعہ کی خلافت برحق تھی ۔

سعید بن جمہان سے کہا گیا کہ بنو امیہ کا خیال ہے کہ خلافت ان میں ہے ۔ فرمایا زرقاء کے بیٹوں نے جھوٹ بولا ۔ وہ تو بدترین بادشاہ ہیں ۔ اگر آپ کہیں کہ یہ حدیث بارہ خلیفوں والی حدیث کے خلاف ہے تو میں کہوں گا ان میں کوئی منافات نہیں ۔ کیونکہ اس جگہ ال کمال کے لئے آیا ہے یعنی تیس سال تک خلافت کاملہ ہو گی ۔ جو خلفائے اربعہ اور حضرت حسن کے زمانہ میں منحصر ہو گی ۔ کیونکہ آپ کا زمانہ تیس سال مکمل کرنے والا ہے ۔ پھر اس کے بعد مطلق خلافت ہو گی ۔ جس میں کمال اور غیر کمال سب کچھ ہو گا ۔ جیسے کہ پہلے ذکر ہو چکا ہے ۔ ان میں یزید بن معاویہ بھی شامل ہے ۔ اور دوسرے قول کے مطابق اسکا مفہوم یہ ہو گا کہ جن کمالات کے حامل پہلے پانچ خلفاء تھے ۔ بعد میں آنے والے ان کمالات کے حامل نہیں ہوں گے ۔

بارہویں حدیث دار قطنی ، خطیب اور ابن عساکر نے حضرت

علی سے بیان کیا ہے کہ مجھے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے اللہ تعالےٰ سے آپ کو مقدم کرنے کے لئے تین بار دریافت کیا تو اللہ تعالےٰ نے ابوبکر کو مقدم کرنے کے سوا کسی بات کو قبول نہ کیا۔

تیرھویں حدیث ابن سعد نے حضرت حسن سے بیان کیا ہے کہ ابوبکر نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ میں ہمیشہ لوگوں کے فریب میں آجاتا ہوں۔ فرمایا تیرا راستہ لوگوں سے الگ ہوگا۔ پھر کہا میں اپنے سینے میں دو قسم کی نرمی پاتا ہوں۔ یا دو قسم کے طریق پاتا ہوں۔

چودھویں حدیث بزار نے سند حسن سے امین امت عبیدہ بن الجراح سے روایت کی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

ان اول دینکم بدء نبوۃ و آپ کے دین کی ابتدا میں نبوت اور رحمت رحمۃ ثم یکون خلافۃ و ہے پھر خلافت اور رحمت ہے پھر ملوکیت رحمۃ ثم یکون ملکا و اور حریت ہے۔ حریۃ

اس سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ آپ نے ابوبکر کی خلافت کو رحمت ثابت کیا ہے۔ کیونکہ یہی خلافت نبوت اور رحمت کے زمانے کی مالک ہوئی ہے۔ جس سے اس کا حق ہونا لازم آتا ہے۔ اور اس کی حقیت سے بقیہ خلفائے راشدین کی خلافت بھی برحق ثابت ہوتی ہے

ابن عساکر نے ابی بکر سے بیان کیا ہے کہ میں حضرت عمر کے پاس آیا تو آپ کے پاس لوگ کوئی چیز کھا رہے تھے۔ آپ نے لوگوں کے آخر میں نظر اٹھا کر ایک آدمی کو دیکھا تو فرمایا کہ آپ نے پہلی کتب میں کیا پڑھا ہے تو اس نے جواب دیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا خلیفہ

اس کا صدیق ہوگا ۔ اور ابن عساکر نے محمد بن زبیر سے بیان کیا ہے کہ مجھے حضرت عمر بن عبد العزیز نے حسن بصری کے پاس بعض باتیں دریافت کرنے کے لئے بھیجا تو میں نے آپ سے کہا کہ لوگ جس بات کے متعلق آپس میں اختلاف کر رہے ہیں مجھے اس کے بارے میں اطمینان دلائیں کہ کیا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکر کو خلیفہ بنایا تھا تو حسن بصری سیدھے ہو کر بیٹھ گئے اور فرمایا ۔ تیرا باپ نہ رہے کیا ان لوگوں کو اس بارے میں شک ہے ۔ قسم بخدا آپ نے ابوبکر کو خلیفہ بنایا اور آپ اعلمہ باللہ اتقی اور اللہ تعالے سے بہت ڈرنے والے تھے اگر آپ کو ایسا حکم نہ دیا جاتا تو آپ خوف الٰہی سے مر جاتے ۔

فصل چہارم

اس بات کے بیان میں کہ کیا حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالی عنہ کی خلافت پر کوئی نص بیان فرمائی ہے

یاد رکھنا چاہیے کہ اس بارے میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ اور جو شخص ان احادیث پر غور کرے گا جو ہم قبل ازیں پیش کر چکے ہیں۔ اسے معلوم ہو جائے گا کہ ان میں اکثر احادیث ایسی ہیں جن میں آپ نے خلافت ابوبکر کے متعلق واضح رنگ میں بیان فرمایا ہے۔ اور یہی نقطہ نگاہ محدثین[1] کی ایک جماعت کا ہے اور یہی حق بات ہے۔

[1] ابن حزم نے نقط العروس میں حضرت ابوبکر کے بارے میں لکھا ہے کہ میں جس اللہ کا تابع فرمان ہوں اس نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ہی انہیں خلافت دے دی تھی اور اہل اسلام نے اجماع کے ذریعہ اس کا نام اللہ کے رسول کا خلیفہ رکھ کر اسے منصوص کر دیا تھا۔ آپ کے علاوہ یہ نام کسی کو نہیں دیا گیا۔ نہ ہی اس شخص کا نام خلیفہ رکھا گیا جس کو آپ نے مدینہ میں اپنا جانشین بنایا اور نہ ہی اس کا جو حج اور غزوات میں نمازوں میں آپ کا جانشین بنا۔ پھر سابقہ عورت کا قصہ بیان کیا گیا ہے جس میں حضور علیہ السلام کا قول ہے۔ پس ابوبکر منصوص خلیفہ ہے اور کتانی نے تراتیب الاداریہ میں حلولو شارح جمع الجوامع کا قول بیان کیا ہے کہ حضرت ابوبکر کی خلافت پر کوئی نص صریح موجود نہیں۔ اگر ایسا ہوتا تو سقیفہ کے روز لوگوں کو تردد نہ ہوتا۔

جمہور اہل سنت، معتزلہ اور خوارج کہتے ہیں کہ آپ نے کسی ایک کے متعلق بھی نص بیان نہیں فرمائی اور انکی موید وہ روایت ہے۔ جسے بزار نے اپنی مسند میں حذیفہ سے بیان کیا ہے کہ

قالوا یا رسول اللہ الا تستخلف علینا قال انی ان استخلف علیکم فتعصون خلیفتی ینزل علیکم العذاب۔	لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا آپ ہم پر خلیفہ مقرر نہیں فرمائیں گے۔ آپ نے جواب میں فرمایا اگر میں تم پر خلیفہ مقرر کر دوں اور تم میرے خلیفہ کی نافرمانی کرو تو تم پر عذاب نازل ہوگا۔

اس روایت کو حاکم نے مستدرک میں بیان کیا ہے۔ لیکن اس کی سند میں ضعف ہے[2]

---

[1] شرح المقاصد میں ہے کہ متکلمین نے جو کچھ بیان کیا ہے اس سے ظاہر ہے کہ نص جلی کا مذہب ہشام بن الحکم نے وضع کیا ہے اور ابن الروندی ابو عیسی وراق اور اس قسم کے دوسرے لوگوں نے اسکی مدد کی ہے پھر ان کے اسلاف روافض نے اپنے مذہب کو ثابت کرنیکے شوق میں اسے روایت کیا ہے اور نص خفی کا قول حسن بصری سے بیان کیا گیا ہے اور فخر الدین رازی نے بیان کیا ہے کہ انہوں نے حضرت علی کے خطبات سے نص کے بارے میں کوئی بات نقل نہیں کی۔ اس روایت کے متعلق ہم اتنا جانتے ہیں کہ یہ کذابین سے مروی ہے اگر روایت موجود ہوتی تو ہمیں معلوم ہوتی اور مشہور ہوتی۔

[2] اس میں ضعف شریک القاضی کی وجہ سے ہے جسے ذہبی نے نرم قرار دیا ہے۔ اور اس پر تشیع کی تہمت لگائی ہے اور ابوالیقظان کی وجہ سے بھی اس میں ضعف ہے۔ اس کا نام عثمان بن عمر ہے۔

اور شیخین نے حضرت عمر سے بیان کیا ہے کہ جب آپ پر خلیفہ کے تقرر کے بارے میں طعن کیا گیا تو آپ نے کہا اگر میں نے خلیفہ مقرر کیا ہے تو اس نے بھی خلیفہ مقرر کیا تھا جو مجھ سے بہتر تھا۔ یعنی ابوبکر نے اور اگر میں تم کو بغیر خلیفہ کے چھوڑتا ہوں تو اس نے بھی تم کو ایسے ہی چھوڑا تھا۔ جو مجھ سے بہتر تھا یعنی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اور احمد اور بہیقی نے بسند حسن حضرت علی سے بیان کیا ہے کہ[1] جب آپ معرکہ جمل میں غالب آ گئے تو فرمایا کہ حضور علیہ السلام نے اس امارت کے بارے میں ہم سے کوئی عہد نہیں کیا تھا۔ ہم نے رائے سے ابوبکر کو خلیفہ بنایا۔ انہوں نے معاملات کو درست کیا اور خود بھی ٹھیک رہے۔ اور رحلت فرما گئے۔ پھر ابوبکر نے اپنی رائے سے عمر کو خلیفہ بنایا۔ انہوں نے معاملات کو درست کیا اور خود بھی ٹھیک رہے اور دین بھی ثابت و قائم رہا۔ پھر دنیا کے طلبگار لوگ آ گئے۔ ان کے معاملات میں اللہ تعالے فیصلہ فرمائے گا۔

حاکم نے صحیح روایت میں بیان کیا ہے کہ حضرت علی سے کہا گیا۔ کیا آپ ہم پر کسی کو خلیفہ مقرر نہیں کریں گے۔ تو آپ نے فرمایا اگر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خلیفہ مقرر کیا ہے تو میں بھی کئے دیتا ہوں لیکن اگر اللہ تعالے کی مشیت لوگوں کی بھلائی میں ہوئی تو وہ میرے بعد لوگوں کو بہتر آدمی پر متفق کر دے گا۔ ابن سعد نے حضرت علی سے بیان کیا ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ

---

[1] سیوطی میں حضرت علی کی بجائے عمر بن عثمان کا نام آیا ہے۔

وسلم کی وفات ہوئی تو ہم نے اپنے معاملے میں غور کیا تو دیکھا کہ حضور علیہ السلام نے ابوبکر کو نماز میں مقدم کیا ہے تو ہم اپنی دنیا کیلئے اس چیز پر راضی ہو گئے۔ جس پر حضور علیہ السلام ہمارے دین کیلئے راضی ہوئے تھے تو ہم نے ابوبکر کو مقدم کر دیا۔

بخاری نے اپنی تاریخ میں ابن جمہان سے اور اس نے سفینہ سے روایت کی ہے کہ

ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لابی بکر و عمر و عثمان ھولاء الخلفاء بعدی۔	حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکر عمر اور عثمان رضی اللہ عنہم سے فرمایا یہ میرے بعد خلیفہ ہوں گے۔

امام بخاری کہتے ہیں کہ اس کی متابع حدیث نہیں ملی۔ کیونکہ حضرت عمر، عثمان اور علی رضی اللہ عنہم کا کہنا ہے کہ حضور علیہ السلام نے کسی کو خلیفہ مقرر نہیں کیا۔ پہلے بیان ہو چکا ہے کہ حدیث ھولاء الخلفا بعدی صحیح ہے اور خلیفہ مقرر کرنے اور خلیفہ نہ مقرر کرنے میں کوئی منافات نہیں۔ اس لئے کہ جہاں یہ بات کہی گئی ہے کہ خلیفہ مقرر نہیں کیا اس کا مطلب یہ ہے کہ وفات کے وقت آپ نے کسی کے خلیفہ ہونے کے بارے میں معین طور پر نہیں فرمایا اور جہاں یہ بیان ہے کہ آپ نے خلیفہ مقرر کیا ہے۔ یا اس سے پہلے اشارۃً ذکر کیا ہے تو بلاشبہ قرب وفات سے قبل نص کا احتمال موجود ہے۔ اگرچہ موت کے وقت اس کے خلاف احتمال بھی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جمہور نے جن میں حضرت علی حضرت عمر اور حضرت عثمان شامل ہیں،

انہوں نے استخلاف کی نفی کی ہے ۔ اور متاخرین اصولیوں میں سے
بعض محققین کا قول بھی اس کی تائید کرتا ہے ۔ کہ حضور علیہ السلام نے کسی
کو منصوص نہیں کیا اور نہ کسی کی خلافت کے بارے میں حکم دیا ہے۔ ہاں
بخاری میں حضرت عثمان کی ایک روایت سے اخذ کیا جاتا ہے کہ ابوبکر
کی خلافت منصوص ہے ۔ ہجرت حبشہ کے بارے میں حضرت عثمان
سے ایک روایت ہے ۔ جس میں آیا ہے کہ آپ نے کہا کہ میں رسول
کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں رہا ہوں ۔ اور آپ کی بیعت کی ہے
اور قسم بخدا میں نے آپ کی وفات تک نہ آپ کی نافرمانی کی ہے اور
نہ آپ سے دھوکہ کیا ہے ۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ابوبکر کو خلیفہ بنایا
اور خدا کی قسم میں نے ان کی بھی نافرمانی نہیں کی ۔ اور نہ ان سے
دھوکہ کیا ہے ۔ پھر عمر خلیفہ بنے تو خدا کی قسم میں نے ان کی بھی نافرمانی
نہیں کی اور نہ ان سے دھوکا کیا ہے ۔

آپ حضرت عثمان کے اس قول پر غور فرمائیں کہ

ثم استخلف اللہ ابابکر یعنی پھر اللہ تعالیٰ نے ابوبکر کو خلیفہ بنایا ۔

اور عمر کے بارے میں کہا ہے کہ

ثم استخلف عمر یعنی پھر عمر خلیفہ بنے ۔

اس سے آپ کو معلوم ہوگا کہ یہ قول اس بات پر دلالت
کرتا ہے جس کا میں نے ذکر کیا ہے ۔ کہ ابوبکر کی خلافت منصوص ہے
اور جب اس بات کو گذشتہ بات سے جس میں خلافت کے غیر
منصوص ہونے کا ذکر ہے ۔ ملا کر غور کیا جائے تو دونوں باتوں میں
توافق کی وہی صورت ہوگی ۔ جس کا ہم پہلے تذکرہ کر آئے ہیں حاصل

مطلب یہ کہ حضور علیہ السلام کو اعلام الٰہی سے معلوم ہو گیا تھا کہ خلافت کس کو ملے گی۔ اس کے باوجود آپ کو کسی معین شخص کے بارہ میں وفات کے وقت تک امت کو بتانے کا حکم نہیں دیا گیا۔ ہاں بظاہر آپ نے ایسی باتیں کیں جن سے یہ امر مترشح ہوتا تھا کہ آپ کو اللہ تعالیٰ نے بتا دیا ہے کہ خلافت ابوبکر کو ملے گی۔ اور جیسے کہ پہلے ذکر ہو چکا ہے آپ نے اس کے بارے میں خبر بھی دے دی۔ جب آپ کو اللہ تعالیٰ نے علم دے دیا تو یہ دو حال سے خالی نہیں۔ یا تو آپ کو علم واقعی حاصل ہو گا جو حقیقت میں حق کے موافق ہو گا۔ یا امر واقعہ اس کے خلاف ہو گا۔ بہرحال اگر امت کو ابوبکر کے علاوہ کسی کی بیعت کرنا واجب ہوتی تو حضور علیہ السلام ضرور اس واجب کی تبلیغ میں پوری کوشش کرتے اور نص جلی میں ذکر فرماتے۔ اور وہ بات لوگوں میں مشہور ہو جاتی۔ یہاں تک کہ امت کو پتہ چل جاتا کہ انہیں کیا کرنا ہے اور جب بکثرت اس بات کی موجودگی کے آپ نے ایسا نہیں فرمایا تو پتہ چلا کہ اس پر کوئی نص موجود نہیں اور یہ وہم کہ آپ نے اس علم کی تبلیغ لوگوں کو اس لئے نہیں کی کہ لوگ آپ کے حکم کو نہیں مانیں گے۔ یہ ایک بے فائدہ اور جھوٹی بات ہے کیونکہ یہ بات وجوب تبلیغ کو ساقط نہیں کرتی۔ کیا آپ کو معلوم نہیں کہ آپ نے ان تمام باتوں کی جن کے لوگ مکلف ہیں۔ تبلیغ کی ہے۔ حالانکہ آپ کو یہ علم بھی تھا کہ وہ لوگ حکم کو نہیں مانتے۔ لوگوں کے بارے میں یہ علم ہونا کہ وہ حکم کو نہیں مانیں گے۔ اس سے حکم کی تبلیغ ساقط نہیں ہو جاتی۔ نیز اس سے یہ احتمال پیدا ہو جاتا ہے کہ اس نے امر

امامت کے بارے میں ایک دو آدمیوں کو خفیہ طور پر بتا دیا ہے اور ایسی بات کی نقل بھی مفید نہیں کیونکہ جس اہم امر سے دین و دنیا کے مصالح وابستہ ہوں اسے تو بار بار کی تبلیغ اور کثرت مبلغین کے باعث مشہور ہو جانا چاہئے تاکہ فتنہ پیدا نہ ہو اور یہ احتمال کہ آپ کا اس بات کو پہنچانا ایک مشہور بات ہے۔ مگر آپ سے یہ بات منقول نہیں یا منقول تو ہے مگر آپ کے زمانے کے بعد مشتہر نہیں ہوئی۔ ایک جھوٹی بات ہے۔ کیونکہ اگر یہ مشہور ہوتی تو فرائض اور دیگر مہمات دین کی طرح منقول ہوتی۔ شہرت کا ہونا نص کے وجود کو لازم ہے اور جہاں شہرت نہیں وہاں مذکورہ معنوں میں نص بھی موجود نہیں نہ حضرت علی کے لئے اور نہ کسی اور کے لئے پس اس سے شیعہ اور دوسرے لوگوں کی منقولات کا جھوٹا ہونا لازم آیا۔ انہوں نے اس جیسی خبروں سے اپنے ورق ہی سیاہ کئے ہیں۔ جن میں لکھا ہے کہ تو میرے بعد خلیفہ ہے اور یہ خبر کہ حضرت علی کو امیرالمومنین کہہ کر سلام کہو اور اس قسم کی دوسری روایات جو آگے آئیں گی۔ ان احادیث کا مشہور ہونا تو درکنار ان کی منقولات کا کوئی وجود ہی نہیں پایا جاتا اور جو کچھ انہوں نے نقل کیا ہے وہ احاد مطعون کے درجہ کو بھی نہیں پہنچتا۔ کیونکہ اس کا علم ان ائمہ حدیث کو بھی نہیں پہنچا جنہوں نے حدیث کی چھان پھٹک میں عمریں گذار دی ہیں۔ جبکہ انہیں بے شمار ایسی حدیثیں مل گئی ہیں۔ جنہیں انہوں نے ضعیف قرار دیا ہے اور یہ بات عادۃً کیسے جائز ہو سکتی ہے کہ یہ لوگ ان احاد کی صحت کے علم میں منفرد ہوں۔ حالانکہ نہ انہوں نے کبھی کوئی روایت کی ہے۔ اور نہ کسی محدث کے صحبت یافتہ ہیں۔

اور ان احاد سے وہ ماہرین حدیث بھی ناواقف ہیں جنہوں نے اپنی عمریں دور دراز کے سفروں میں کھپادی ہیں۔ اور اپنی تمام کوششیں تلاشِ حدیث میں لگا دی ہیں اور جس شخص کے بارے میں انہیں معلوم ہوا کہ اس کے پاس حدیث کا کوئی ٹکڑا ہے اس کے پاس پہنچنے کے لئے بھی انہوں نے سعی کی ہے۔

پس عادت قطعیہ فیصلہ دیتی ہے کہ انہوں نے حضرت علی کے بارے میں جو نصوص بنائی ہوئی ہیں وہ ان میں جھوٹے اور جعلساز ہیں اور یہ کہ ان کے پاس صحیح احاد موجود ہیں یہ بات بھی غلط ہے۔ کیونکہ نہ ان سے کوئی روایت آئی ہے۔ اور نہ وہ کسی محدث کی صحبت میں رہے ہیں جیسا کہ پہلے گذر چکا ہے۔ ہاں احاد میں یہ خبر موجود ہے کہ

انت منی بمنزلۃ ھارون من موسیٰ۔ یعنی آپ مجھ سے اس مقام پر ہیں جس پر ہارون موسیٰ سے تھے۔

اور یہ خبر بھی آئی ہے کہ

من کنت مولاہ فعلی مولاہ کہ جس کا میں محبوب ہوں علی بھی اُسے محبوب ہے۔

عنقریب ان دونوں کا مفصل جواب آئے گا۔ ان میں سے کوئی ایک حدیث بھی بطور نص یا اشارہ حضرت علی کی خلافت پر دلالت نہیں کرتی۔ اگر کرتی ہوتی تو تمام صحابہ کا خطاکار ہونا لازم آتا کیونکہ ان کا اجماع ضلالت پر نہیں ہو سکتا۔ پس ان جاہل مبتدعین کے خلاف ان کا اجماع اسبات پر قطعی دلیل ہے کہ ان دونوں حدیثوں سے جو وہم

انہیں پیدا ہوا ہے وہ ان سے مراد نہیں اور اگر فرض کے طور پر اس
احتمال کو تسلیم کر لیا جائے ۔ جس کا اظہار ان لوگوں نے کیا ہے تو یہ
دونوں حدیثیں اس مفہوم کی متحمل نہیں ۔ جیسے کہ آئندہ ذکر ہوگا پس
واضح ہو گیا کہ جن احادیث سے انہوں نے اپنے ورق سیاہ کئے ہیں وہ
ان کے خیال پر دلالت نہیں کرتیں اور یہ احتمال بھی باطل ہے ۔ کہ حضرت
علی یا کسی مہاجر اور انصاری کو ایک نص کا علم تھا ۔ اگر کوئی ایسی نص
موجود ہوتی تو سقیفہ کے روز جب خلافت کے متعلق گفتگو ہوئی تو
اُسے ضرور پیش کیا جاتا یا اس کے بعد ذکر کیا جاتا ۔ کیونکہ اس کا بیان
کرنا واجب تھا اور یہ کہنا کہ اُسے تقیہ کی وجہ سے بیان نہیں کیا گیا
ایک جھوٹی بات ہے ۔ کیونکہ جو شخص ان کے حالات کا تھوڑا سا علم بھی
رکھتا ہے وہ یہ وہم بھی نہیں کر سکتا کہ محض اس نص کے ذکر کر
دینے سے جبکہ وہاں امامت کے بارے میں ہی تنازع چل رہا
تھا کوئی خوف ہو سکتا ہے ۔ حالانکہ وہاں ان لوگوں نے بھی بغیر کسی
دلیل کے جھگڑے میں حصہ لیا جو حضرت علی سے قوت و شوکت میں
نہایت ہی کمتر تھے ۔ انہیں قتل کرنا تو درکنار کسی کو زبان سے بھی
اذیت نہیں پہنچائی گئی ۔

پس اس سے خصوصاً منحوس تقیہ کا بطلان واضح ہو گیا اور
حضرت علی واقعہ حباب سے بھی واقف تھے ۔ باوجودیکہ اس کے پاس
اپنے دعویٰ کی کوئی دلیل نہ تھی پھر بھی کسی نے اس کو قول و فعل سے
ایذا نہ پہنچائی ۔ حالانکہ وہ خود اور اس کی قوم حضرت علی اور آپ کی قوم
کی نسبت کمزور تھے اور یہ بات ویسے بھی عادۃً ممتنع ہے کہ وہ

لوگوں کے سامنے اس نص کا ذکر کرتے اور لوگ آپ کی طرح رجوع نہ کرتے۔ جبکہ وہ اللہ تعالےٰ کے نہایت درجہ مطیع اور اس کی حدود کا علم حاصل ہونے پر سب سے زیادہ عمل کرنے والے اور عصمت سابقہ کی وجہ سے حظوظ نفس کی پیروی سے بہت دُور تھے اور پھر بموجب حدیث صحیح خیر القرون قرنی، وہ بہترین لوگ تھے۔

ان میں عشرہ مبشرہ بھی تھے۔ جن میں اس امت کے امین ابوعبیدہ بھی شامل تھے۔ جیسا کہ متعدد صحیح طرق سے ثابت ہے۔ پس ان کے بارے میں یہ وہم بھی نہیں کیا جا سکتا کہ وہ ان جلیل القدر اوصاف کے ساتھ اس لئے کسی بات پر عمل کرنا چھوڑ دیتے تھے کہ وہ ایک بلا دلیل روایت کو قبول کر چکے ہیں۔ خدا کی پناہ اس سے کہ ان کے بارے شرعاً یا عادۃً اس بات کو جائز قرار دیا جائے۔ کیونکہ یہ دین میں خیانت ہے۔ اگر ایسا نہ سمجھا جائے تو قرآن اور احکام کے بارے میں جو کچھ ان سے منقول ہے اس سے امان اُٹھ جائے گا۔ اور دینی امور کا کچھ بھی اعتبار نہ رہے گا۔ حالانکہ حضرت علی نے جمیع اصول و فروع انہیں سے اخذ کئے ہیں اور حضرت علی کی نسبت یہ کہنا کہ انھوں نے کچھ چیزیں چھپائی ہوئی ہیں یہ آپ کی انتہائی درجہ کی تنقیص ہے۔ وہ بڑے بہادر تھے۔ اسی توہم کی وجہ سے بعض ملحدین نے اُن کی تکفیر کی ہے۔ جیسے کہ آگے بیان ہوگا۔ اس تمام بیان سے ثابت ہو گیا کہ نہ صرف حضرت علی کی امامت پر کوئی نص موجود نہیں بلکہ اشارہ تک بھی نہیں پایا جاتا۔ مگر حضرت ابوبکر کی خلافت کے بارے میں

آپ سطور بالا میں واضح نصوص دیکھ چکے ہیں۔ اگر یہ فرض کیا جائے کہ آپکی خلافت پر بھی کوئی نص موجود نہیں تو صحابہ کا اجماع نص سے بے نیاز کر دیتا ہے کیونکہ وہ نص سے قوی تر ہے۔ اور اس کا مدلول قطعی ہے اور خبر واحد کا مدلول ظنی ہوتا ہے۔ اور حضرت علی، عباس، زبیر اور مقداد رضی اللہ عنہم نے بیعت کے وقت جو تخلف اختیار کیا۔ اس کا مکمل جواب گذر چکا ہے اور مزید یہ کہ حضرت ابوبکر نے انکی طرف پیغام بھیجا اور وہ آئے تو آپ نے صحابہ سے فرمایا یہ علی ہیں ان کی گردن میں میری بیعت کا قلادہ نہیں ہے۔ اور یہ اپنے معاملے میں خود مختار ہیں۔ اور تم لوگ بھی اپنی بیعت کے بارے میں مختار ہو اگر تمہیں میرے سوا کوئی آدمی نظر آئے تو میں سب سے پہلے اس کی بیعت کروں گا۔ اس پر حضرت علی نے کہا کہ ہم بیعت کیلئے آپ کے سوا کسی کو اہل نہیں سمجھتے پھر آپ نے اور دوسرے لوگوں نے جو بیعت سے پیچھے رہ گئے تھے۔ حضرت ابوبکر کی بیعت کر لی۔

شیعوں اور روافض کے شبہات کا تذکرہ

اور دلائل واضحہ سے انکے بطلان کا بیان

پہلا شبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکرؓ کو عملاً کوئی ایسا کام سپرد نہیں کیا جس میں شرعی اور سیاسی قوانین کو قائم کرنا پڑے۔ جس سے واضح پتہ چلتا ہے کہ وہ ان کاموں کو احسن طور پر سرانجام نہ دے سکتے تھے اور جب وہ ایسا نہیں کر سکتے تھے تو ان کی امامت درست نہ ہوگی۔ کیونکہ امام کی ایک شرط شجاع ہونا بھی ہے۔

جواب اس کا جواب یہ ہے کہ بخاری میں سلمہ بن اکوع سے روایت ہے کہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سات غزوات میں شامل ہوا اور نو غزوات میں میں ان دستوں میں شامل ہوا جنہیں آپ بھیجا کرتے تھے۔ ان میں کبھی حضرت ابوبکرؓ ہمارے امیر ہوتے تھے اور کبھی حضرت اسامہؓ۔ اور ۹ھ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو امیر حج بھی مقرر فرمایا۔ پس یہ خیال کہ وہ ان کاموں کو اچھی طرح سرانجام نہ دے سکتے تھے باطل ثابت ہوا۔ خود حضرت علیؓ

اس بات کے معترف ہیں کہ آپ سب صحابہ سے شجاع تھے ۔ بزار نے اپنی مسند میں حضرت علیؓ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا کہ بتاؤ سب لوگوں سے کون شخص بہادر ہے ، لوگوں نے کہا آپ سب سے بہادر ہیں ۔ آپ نے جواب دیا میں نے جس کسی سے مقابلہ کیا ہے میں تو اس سے آدھا ہی رہا ہوں ۔ لیکن میرا سوال یہ ہے کہ مجھے بتایا جائے کہ لوگوں میں سے بہادر شخص کون ہے ۔ لوگوں نے کہا ہمیں اس کا علم نہیں کہ کون شخص بہادر ہے ۔ آپ نے فرمایا ابوبکرؓ سب سے بہادر ہیں ۔ اس کا ثبوت یہ ہے کہ جب بدر کا معرکہ ہوا تو ہم نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے ایک چھپر تیار کیا تاکہ کوئی مشرک آپؐ پر حملہ آور نہ ہو ۔ خدا کی قسم ہم میں سے تو کوئی قریب بھی نہ گیا ۔ مگر ابوبکرؓ تلوار سونتے ہوئے حضور علیہ السلام کے سر پہ کھڑے رہے جو کوئی آپؐ پر حملہ کیلئے آتا آپ اس پر حملہ آور ہو جاتے ۔ پس آپ سب لوگوں سے بہادر تھے ۔

حضرت علیؓ کہتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ قریش نے حضور علیہ السلام کو پکڑا ہوا ہے ۔ کوئی آپ کو کھینچ رہا ہے اور کوئی دھکے دے رہا ہے اور آپؐ سے کہہ رہے ہیں کہ آپؐ ہی نے سب خداؤں کو ایک خدا بنا دیا ہے ۔ قسم بخدا ہم میں سے تو کوئی قریب بھی نہ پھٹکا ۔ مگر ابوبکرؓ ایک کو مارتے ہیں دوسرے کو کھینچ رہے ہیں ۔ کسی کو دھکے دے رہے ہیں ۔ اور کہہ رہے ہیں تمہارا بُرا ہو ۔ تم ایسے آدمی کو قتل کرنا چاہتے ہو جو کہتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے پھر حضرت علیؓ نے اپنے اُوپر والی چادر اٹھائی اور اس قدر روئے کہ آپ کی داڑھی تر ہو گئی ۔ پھر فرمایا کہ آل فرعون کا مومن اچھا ہے یا ابوبکرؓ ؟ تو لوگوں نے اس پر خاموشی اختیار کی آپ نے فرمایا لوگو ! تم مجھے جواب کیوں نہیں دیتے ۔ خدا کی قسم ! ابوبکرؓ کی زندگی کی ایک گھڑی آل فرعون کے اس مومن سے بہتر ہے ۔ کیونکہ وہ اپنے ایمان کو

چھپاتا تھا اور یہ اپنے ایمان کا اعلان کرتا ہے۔

بخاری نے عروہ بن زبیر سے بیان کیا ہے کہ میں نے عبداللہ بن عمرو بن العاص سے دریافت کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مشرکوں میں سے سب سے زیادہ سختی سے کون پیش آتا تھا۔ انہوں نے جواب دیا! میں نے دیکھا ہے کہ عقبہ بن ابی معیط آیا اور حضور علیہ السلام نماز پڑھ رہے تھے تو اس نے اپنی چادر آپؐ کے گلے میں ڈال کر سختی سے آپؐ کا گلا گھونٹا تو حضرت ابوبکرؓ نے آکر اُسے ہٹایا اور کہا کیا تم اس آدمی کو قتل کرنا چاہتے ہو جو یہ کہتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے اور وہ اپنے رب سے تمہارے پاس دلائل لے کر آیا ہے۔

ابن عساکر نے حضرت علیؑ سے بیان کیا ہے کہ جب ابوبکرؓ مسلمان ہوئے تو آپ نے اپنے اسلام کا اظہار کیا۔ اور لوگوں کو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لانے کی دعوت دی۔

ابن عساکر نے ابوہریرہ سے روایت کی ہے کہ بدر کے روز فرشتوں نے ایک دوسرے سے مل کر کہا، کیا تم نہیں دیکھتے کہ ابوبکرؓ چھپر میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔

احمد، ابویعلی اور حاکم نے حضرت علیؓ سے روایت کی ہے کہ بدر کے روز حضور علیہ السلام نے مجھے اور حضرت ابوبکرؓ سے فرمایا تم میں سے ایک کے ساتھ جبریل ہے اور دوسرے کے ساتھ میکائیل ہے۔ بعض نے کہا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ کو بتا دیا تھا کہ ابن ملجم آپ کو قتل کرے گا۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت ابوبکرؓ حضرت علیؓ سے بہادر تھے۔ کیونکہ جب حضرت علیؓ ابن ملجم سے ملتے تو فرماتے کہ تو میرے سر کے خون سے میری داڑھی کو کب رنگے گا نیز آپ فرمایا کرتے تھے کہ یہ میرا قاتل ہے۔ جیسا کہ آپ کے حالات کے آخر میں

اس کا ذکر ہوگا۔ پس جب آپ جنگ میں کسی اور مدمقابل سے نبرد آزما ہوتے تو آپ کو اس بات کا علم ہوتا تھا کہ یہ شخص مجھے قتل نہیں کر سکتا۔ تو آپ اس سے ایسے پیش آتے گویا آپ بستر پر سوئے ہوئے ہیں۔ اور حضرت ابوبکرؓ کو اپنے قاتل کی کوئی خبر نہ تھی۔ اس لئے جب آپ جنگ میں جاتے تو آپ کو علم نہ ہوتا کہ میں قتل ہوں گا یا بچ رہوں گا۔ پس جو شخص اس حال میں جنگ میں شامل ہو کہ اسے اپنے مرنے یا جینے کا علم نہ ہو اُسے اس آدمی کے ساتھ قیاس نہیں کیا جا سکتا جو بستر پر سوئے ہوئے شخص کی مانند ہو کیونکہ اُسے تو حملہ کرنے، بھاگ دوڑ کرنے اور خوف و تکلیف کی صعوبتیں برداشت کرنی پڑتی ہیں۔

مرتدین کے ساتھ معرکہ آرائی میں بھی آپ کی شجاعت مشہور ہو چکی ہے۔ اسماعیلی نے حضرت عمرؓ سے بیان کیا ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا تو عربوں میں سے کچھ لوگ مرتد ہو گئے۔ اور کہا کہ نہ ہم نماز پڑھیں گے نہ زکوٰۃ دیں گے۔ تو میں حضرت ابوبکرؓ کے پاس آیا اور کہا اے خلیفۃ الرسول، لوگوں سے نرمی اور الفت سے پیش آئیں۔ کیونکہ یہ لوگ جانوروں کی مانند ہیں۔ تو آپ نے جواب دیا مجھے تو آپ سے مدد کی امید تھی۔ مگر آپ جواب دیئے جا رہے ہیں۔ جاہلیت میں آپ سخت تھے اور اسلام میں آ کر کمزور ہو گئے ہیں۔ کیا آپ چاہتے ہیں کہ میں انہیں شعر و سحر سے بہلاؤں۔ ایسا ہرگز نہیں ہوگا۔ حضور علیہ السلام کا وصال ہو گیا ہے۔ اور سلسلہ وحی منقطع ہو گیا ہے۔ خدا کی قسم اگر انہوں نے مجھے وہ رسّی دینے سے انکار کیا جسے دودھ دوہتے وقت جانور کی ٹانگوں کو باندھتے ہیں تو جب تک میرے ہاتھ میں تلوار ہے میں ان سے جہاد کروں گا۔ حضرت عمرؓ کہتے ہیں میں نے انہیں اس معاملہ میں اپنے سے بھی زیادہ تیز اور کارگر پایا اور آپ نے لوگوں کو بہت سے امور میں ایسا مؤدب بنا دیا تھا کہ جب میں خلیفہ ہوا تو مجھے ان

سے کے معاملات نپٹانے میں بہت آسانی ہو گئی۔

پس آپ کو ان کی شجاعت کا علم ہو گیا۔ اسی طرح خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ بھی آپ کی شجاعت کی عظمت اور ثابت قدمی کو جانتے تھے۔ اسی لئے انہوں نے امامت عظمیٰ کیلئے آپ کو مقدم کرنا ضروری سمجھا کیونکہ یہ دو وصف امامت کیلئے بڑے اہم ہیں۔ خصوصاً اس وقت جبکہ مرتدین اور دوسرے لوگوں سے جنگ کرنے کی ضرورت تھی۔ اور ان دو وصفوں سے آپ کے متصف ہونے کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ جب عروہ بن مسعود ثقفی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ یہ لوگ آپ کو چھوڑ کر بھاگ جائیں گے تو آپ نے کہا جا کر لات کی شرمگاہ چوس! کیا ہم آپ سے بھاگ جائیں گے۔ یا آپ کو چھوڑ دیں گے۔ یعنی آپ نے اس امر کو مستبعد قرار دیا۔ علماء نے کہا ہے کہ حضرت ابوبکرؓ نے عروہ کو بُرا کہنے میں مبالغہ سے کام لیا ہے کیونکہ آپ نے لات بُت کو معبود قرار دے کر عروہ کو اس کی اُمت قرار دیا ہے اور اس نے آپ کی نسبت جو فرار ہونے کی بات کہی تو آپ نے اس کے مقابل ایسی بات کہی جو اسے غضبناک کر دے۔ ختنہ کے بعد عورت کی فرج کے ساتھ جو حصہ باقی رہ جاتا ہے اسے بظر کہتے ہیں۔ عرب اس لفظ کو بطور ذم استعمال کرتے ہیں۔

ملاحظہ فرمائیے کہ آپ نے کن بُرے الفاظ کے ساتھ، جن سے زیادہ بُرے الفاظ عربوں کے نزدیک کوئی نہیں۔ اس قوی اور زبردست کافر کے ساتھ گفتگو کی ہے اور اس کی قوت وشوکت سے بالکل خائف نہیں ہوئے حالانکہ کفار نے اس سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مکہ میں داخل ہونے سے روک دیا تھا۔ اور اس بات پر صلح ہوئی تھی کہ آپ آئندہ سال آئیں لیکن حضرت ابوبکرؓ کے سوا صحابہ میں سے کسی کو جرأت نہیں ہوئی کہ عروہ کو اس وقت کوئی بات کہے۔ جب اس نے کہا کہ یہ سب لوگ آپ سے فرار اختیار کر جائیں گے صرف حضرت ابوبکرؓ

نے اُسے جواب دیا پس پتہ چلا کہ آپ تمام صحابہ سے دلیر تھے۔ جیسے کہ حضرت علیؓ سے پہلے بیان کیا جا چکا ہے۔ نیز آپ کا مانعین زکوٰۃ سے تنہا جنگ کرنا اور اس پہ ڈٹ جانا بھی آپ کی عظیم شجاعت کی بات ہے۔ جیسا کہ فصل ثالث میں مفبوط طور پر اور مختصر طور پر ابھی بیان ہوا ہے۔ اسی طرح آپ کا لعین مسیلمہ اور اس کی قوم بنو حنیفہ سے جنگ کرنا بھی آپ کی شجاعت کی دلیل ہے۔ حالانکہ ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ وہ بڑے جنگجو اور سخت آدمی ہیں۔ مفسرین کی ایک جماعت نے جن میں زہری اور کلبی بھی شامل ہیں۔ لکھا ہے کہ یہ آیت ان لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔

اسی طرح آپ کا بڑے دہشت ناک مصائب کے سامنے جو بڑے بڑے داناؤں کا پتہ پانی کر دیتے ہیں۔ سینہ سپر ہو جانا بھی آپ کی ثابت قدمی کا ثبوت ہے مثلاً جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت لوگ حیران اور پریشان ہو گئے حتیٰ کہ حضرت عمرؓ جیسے لوگ لڑکھڑا گئے۔ اور کہا کہ حضور علیہ السلام فوت نہیں ہوئے اور جس نے ایسا خیال کیا میں اس کی گردن مار دوں گا۔ اس وقت بھی آپ ثابت قدم رہے جب آپ مدینہ کے بالائی علاقہ سے جہاں آپ سکونت پذیر تھے۔ تشریف لائے تو حضور علیہ السلام کے چہرہ مبارک سے کپڑا اٹھا کر دیکھا تو آپ نے معلوم کر لیا کہ آپ وفات پا چکے ہیں تو آپ نے جھک کر آپ کو بوسہ دیا۔ اور گریہ کناں ہوئے پھر لوگوں کی طرف گئے اور حضرت عمرؓ سے خاموشی اختیار کرنے کو کہا۔ لیکن انھوں نے اپنی پریشانی کی وجہ اس بات کو قبول نہ کیا تو آپ نے حضرت عمرؓ کو چھوڑ کر دوسرے لوگوں سے گفتگو شروع کر دی۔ لوگ آپ کی علو شان اور تقدم کی وجہ سے آپ کے پاس سمٹ آئے تو آپ نے ان سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا "جو تم میں سے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی عبادت کرتا تھا۔ وہ نوٹ کرے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) وفات پا چکے

ہیں اور جو اللہ کی عبادت کرتا تھا وہ یاد رکھے کہ اللہ زندہ ہے اور اس پر موت نہیں آتی۔ اس کے بعد آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔

وما محمد الا رسول قد خلت من قبله الرسل افان مات او قتل انقلبتم علی اعقابکم۔

محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) صرف اللہ کے رسول ہیں اور آپ سے پہلے رسول بھی گزر چکے۔ کیا اگر آپ فوت یا قتل ہو جائیں تو تم لوگ ایڑیوں کے بل پھر جاؤ گے

بخاری[1] وغیرہ نے بیان کیا ہے کہ اس وقت لوگوں نے آپ کی وفات کی تصدیق کی اور وہ اس آیت کو بار بار پڑھتے تھے۔ گویا اس عظیم واقعہ سے قبل انہوں نے اس آیت کو سنا ہی نہ تھا۔ آپ تمام صحابہ سے صائب الرائے اور عقلمند تھے۔

تمام اور ابن عساکر نے بیان کیا ہے کہ جبریل علیہ السلام میرے پاس آئے اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ابوبکرؓ سے مشورہ کرنے کا حکم دیا ہے۔

طبرانی اور ابونعیم وغیرہ میں ہے کہ حضور علیہ السلام نے جب حضرت معاذ کو یمن کی طرف بھیجنے کا ارادہ فرمایا تو صحابہ میں سے بعض لوگوں کے ساتھ مشورہ کیا جن میں حضرت ابوبکرؓ، عثمانؓ، علیؓ، طلحہؓ، زبیرؓ اور اسیدؓ بن حضیر شامل تھے۔ ہر آدمی نے اپنی اپنی رائے کا اظہار کیا تو آپ نے فرمایا معاذ، تمہاری کیا رائے ہے تو انہوں نے جواب دیا۔ میری رائے وہی ہے جو ابوبکرؓ کی ہے۔ تو حضور علیہ السلام نے فرمایا

---

[1] آپ کے دور خلافت میں پے در پے فتوحات ہوئیں اور جزیرہ عرب شرک سے پاک ہو گیا اور رومیوں کو شام اور اس کی اطراف سے جلا وطن کر دیا گیا۔ اور ایرانیوں کو حدود سواد اور اطراف عراق سے باوجود قوت و شوکت اور اموال کی کثرت اور انتظامات کے نکال باہر کیا گیا۔

اللہ تعالیٰ پسند نہیں کرتا کہ ابوبکرؓ خطا کرے۔

طبرانی نے ثقہ آدمیوں کی سند سے بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ ابوبکر کی خطا کو پسند نہیں کرتا۔ اس بات کی دلیل ہے کہ وہ تمام صحابہ سے صائب الرائے اور عقلمند تھے بلکہ بلاشبہ وہ سب سے زیادہ عالم بھی تھے۔ پس ان دلائل سے آپ کی شجاعت ثبات، علم و عقل اور رائے کا کمال ثابت ہوگیا۔ اس کے علاوہ علماء نے یہ بھی کہا ہے کہ آپ اسلام قبول کرنے کے وقت سے لیکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات تک سفر و حضر میں آپ کے ساتھ رہے ہیں۔ سوائے اس کے کہ حضورؐ نے حج یا کسی غزوہ کے موقع پر آپ کو باہر جانے کی اجازت دی ہو۔ آپ تمام جنگوں میں آپؐ کے ساتھ حاضر ہوئے۔ آپؐ کے ساتھ ہجرت کی۔ اور اپنی اولاد و عیال کو خدا اور اس کے رسولؐ کی محبت کی خاطر چھوڑ دیا۔ متعدد مواقع پر آپ کی نصرت کی اور جنگوں میں نہایت شاندار کارنامے سرانجام دئیے۔ اور بدر و حنین میں جب لوگ فرار ہو گئے تو آپ ثابت قدم رہے۔ پس ان سب باتوں کی موجودگی میں آپ کی طرف یہ بات کیسے منسوب کی جا سکتی ہے کہ آپ بہادر نہ تھے یا ثابت قدم نہ تھے بلکہ بہادری اور ثابت قدمی میں آپ انتہائی مقام پر تھے۔ اور آپ نے ایسے قابل تعریف کارنامے سرانجام دئیے جن کا شمار نہیں کیا جا سکتا۔ پس اللہ تعالیٰ آپ سے راضی ہوگیا اور اس نے آپ کو عزت سے سرفراز فرمایا۔

دوسرا شبہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو مکہ میں لوگوں سے اعلان برآت کے لئے مقرر فرمایا تو پھر آپ کو معزول کر کے حضرت علیؓ کو مقرر فرمایا جس سے پتہ چلتا ہے کہ آپ اس کی اہلیت نہ رکھتے تھے۔

جواب اس خیال کے بطلان میں یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ حضرت علیؓ نے تو اعلان براۃ میں آپ کی پیروی کی ہے۔ کیونکہ عربوں میں عہد کرنے اور اُسے

چھوڑنے کے بارے میں یہ رواج ہے کہ وہ ایک آدمی یا اپنے چچا کے بیٹوں میں سے کسی کو مقرر کرتے ہیں۔ اس لئے آپ نے حضرت ابوبکرؓ کو حج کی امارت سے معزول نہیں کیا بلکہ امارت پر قائم رکھا اور حضرت علیؓ کو دوسری قرأت کیلئے مامور کیا یہ بات یاد رہے کہ حضرت علیؓ اس اعلان کے کرنے میں منفرد نہیں۔

صحیح بخاری میں حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضرت ابوبکرؓ نے اس حج کے موقع پر مجھے بھی اعلان کرنے والوں میں بھیجا وہ یوم النحر کو منٰی میں اعلان کرتے تھے کہ اس سال کے بعد کوئی مشرک نہ حج کر سکے گا اور نہ ہی بیت اللہ کا ننگے طواف کر سکے گا۔ حمید بن عبدالرحمٰن کہتے ہیں۔ اس کے بعد رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ کو بھیجا اور اعلان برات کرنے کا حکم دیا۔ حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں۔ کہ حضرت علیؓ نے یوم النحر کو منٰی میں لوگوں کے سامنے ہمارے ساتھ اعلان برات کیا کہ اس سال کے بعد کوئی مشرک حج نہیں کر سکے گا۔ اور نہ ہی بیت اللہ کا ننگے طواف کر سکے گا۔ اس بات پر ذرا غور فرمائیے کہ حضرت علیؓ نے ان لوگوں کے ساتھ مل کر اعلان برات کیا۔ جن کو حضرت ابوبکرؓ نے اعلان کرنے پر مقرر کیا ہوا تھا۔ اور ہمارے بیان کی وضاحت اس امر سے بھی ہوتی ہے کہ جب حضرت علیؓ آئے تو حضرت ابوبکرؓ نے اپنے اعلان کرنے والوں کو معزول نہیں کیا۔ پس آپ کا ان کو معزول نہ کرنا اور ان کو حضرت علیؓ کا شریک کار بنانا اس بات کی صریح دلیل ہے کہ حضرت علیؓ عربوں کے اس رواج کو پورا کرنے کیلئے آئے تھے۔ جس کا ہم نے ذکر کیا ہے۔ نہ کہ حضرت ابوبکرؓ کو معزول کرنے کیلئے اگر ایسا ہوتا تو اس بات کی گنجائش نہ رہتی کہ حضرت ابوبکرؓ اپنے اعلان کرنے والوں کو حضرت علیؓ کے ساتھ رکھتے۔ پس اس سے ہماری بات کی وضاحت ہو گئی۔ اور یہ لوگ جو کچھ کہہ رہے ہیں وہ جھوٹ۔ جہل اور عناد کے سوا کچھ نہیں۔

تیسرا شبہ (۳) حضور علیہ السلام نے جب مرض الموت میں آپ کو امام مقرر فرمایا تو اس کے بعد آپ کو امامت سے معزول کر دیا۔

جواب یہ ان لوگوں کا بدترین جھوٹ ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کو ذلیل و رسوا کرے ہم نے گذشتہ صفحات میں سات ایسی صحیح اور متواتر احادیث پیش کی ہیں جو آپ کی خلافت پر دلالت کرتی ہیں۔ جن میں واضح طور پر یہ بات موجود ہے کہ آپ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات تک امام الصلوٰۃ رہے۔ بخاری میں ہے کہ سوموار کے روز جب مسلمان نماز فجر پڑھنے میں مصروف تھے اور حضرت ابوبکرؓ انہیں نماز پڑھا رہے تھے کہ اچانک رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہؓ کے حجرے کا پردہ اٹھا کر لوگوں کو صفیں باندھے دیکھا۔ تو مسکرا کر تبسم فرمایا تو حضرت ابوبکرؓ اس خیال سے پچھلی صف میں شامل ہونے گئے کہ حضورؐ نماز میں حاضر ہونا چاہتے ہیں۔ آپ نے ہاتھ کے اشارہ سے فرمایا کہ اپنی نماز پوری کرو۔ پھر آپ حجرہ میں داخل ہو گئے۔ اور پردہ گرا دیا اور اسی روز چاشت کے وقت آپ کی وفات ہو گئی۔

پس ان لوگوں کے افترا اور حمق پر ذرا غور کیجئے۔ حضرت ابوبکرؓ کا حضورؐ کی نیابت میں نماز پڑھانا ایک متفق علیہ مسئلہ ہے اور اس اتفاق میں حضرت علیؓ بھی شامل ہیں اور جو شخص آپکے معزول کئے جانے کا مدعی ہے۔ اس کے پاس سوائے جھوٹ اور بہتان کے اور کچھ نہیں۔

حضرت ابن عباسؓ وغیرہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی اُمّت میں سے ماسوائے ابوبکرؓ کے کسی کے پیچھے نماز نہیں پڑھی اور ایک سفر میں حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کے پیچھے بھی ایک رکعت نماز پڑھی ہے۔ مگر کوئی شخص یہ نہیں کہہ سکتا کہ آپ نے حضرت علیؓ کے پیچھے بھی کوئی نماز پڑھی ہے اور یہ حضرت ابوبکرؓ کی فضیلت اور خصوصیت ہے۔

چوتھا شبہ حضرت ابوبکرؓ نے ایک آدمی کو جس نے کہا تھا کہ میں مسلم ہوں، جلا دیا، اور چور کا بایاں ہاتھ کاٹا اور دادی کی میراث میں توقف اختیار کیا یہاں تک بیان کیا گیا ہے کہ آپ نے دادی کیلئے چھٹا حصہ مقرر کیا۔ یہ سب باتیں ان کی خلافت کو داغدار کرتی ہیں۔

جواب ان سب باتوں سے آپ کی خلافت پر کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ آپ صاحب اجتہاد تھے۔ بلکہ اکابر مجتہدین میں سے تھے۔ اور علی الاعلان تمام صحابہ سے زیادہ عالم تھے۔ جیسا کہ اس پر واضح دلائل موجود ہیں۔ بخاری وغیرہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت عمرؓ نے صلح حدیبیہ کے موقع پر اس صلح کے متعلق رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ ہم دین کے بارے میں یہ ذلت کیوں قبول کر رہے ہیں تو آپ نے انہیں جواب دیا۔ پھر حضرت عمرؓ نے حضرت ابوبکرؓ کے پاس جا کر انہیں حضور علیہ السلام کا جواب بتائے بغیر یہی سوال کیا تو آپ نے بھی ہو بہو وہی جواب دیا جو حضور علیہ السلام نے دیا تھا

ابوالقاسم بغوی اور ابوبکر شافعی نے فوائد میں اور ابن عساکر نے حضرت عائشہؓ سے بیان کیا ہے۔ وہ فرماتی ہیں کہ جب حضور علیہ السلام کا وصال ہو گیا تو نفاق نے سر اٹھایا۔ عرب مرتد ہو گئے، انصار اکٹھے ہو گئے۔ میرے باپ پر جو مصائب آئے اگر وہ پہاڑوں پر نازل ہوتے تو انہیں ٹکڑے ٹکڑے کر دیتے۔ جس لفظ کے بارے میں بھی لوگوں نے اختلاف کیا میرے باپ نے اس کا سارا بوجھ اٹھایا اور اس کا فیصلہ کیا۔ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تدفین کے متعلق اختلاف ہوا کہ انہیں کس جگہ دفن کیا جائے تو اس بارے میں کسی کو کچھ علم نہ تھا۔ حضرت ابوبکرؓ نے کہا میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ نبی جس جگہ فوت ہوتا ہے اسی جگہ دفن ہوتا ہے۔

آپ کی میراث کے متعلق اختلاف ہوا تو کسی کو اس بارے میں کچھ پتہ نہ تھا۔ حضرت ابوبکرؓ نے کہا میں نے حضور علیہ السلام سے سنا ہے کہ انبیاء کا کوئی وارث نہیں

ہوتا اور ان کا ترکہ، صدقہ ہوتا ہے ۔ بعض لوگوں کا قول ہے کہ یہ پہلا اختلاف تھا جو صحابہ کے درمیان رونما ہوا ۔ بعض صحابہ کہتے ہیں چونکہ مکہ آپ کا مولد منشاء ہے اس لئے ہم انہیں وہاں دفن کریں گے ۔ بعض مسجد نبویؐ میں دفن کا کہتے تھے بعض بقیع میں ۔ بعض مدفن انبیاء بیت المقدس میں دفن کرنے کا کہتے تھے ۔ یہاں تک کہ حضرت ابو بکرؓ نے انہیں وہ بات بتائی جس کا علم ان کے پاس تھا ۔ ابن زنجویہ کہتے ہیں کہ یہ وہ بات ہے جس میں مہاجرین و انصار کے درمیان حضرت ابو بکرؓ منفرد ہیں ۔ اور اس معاملہ میں انہوں نے آپ کی طرف رجوع کیا ہے ۔ اور ابھی یہ حدیث بیان ہوئی ہے کہ حضور علیہ السلام کے پاس جبریل علیہ السلام نے آکر اطلاع دی کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو حضرت ابو بکرؓ کے ساتھ مشورہ کرنے کا حکم دیا ہے اور یہ حدیث بھی کہ اللہ اس بات کو پسند نہیں کرتا کہ ابو بکرؓ خطا کرے ۔ اس حدیث کی سند صحیح ہے اور یہ حدیث بھی کہ جب ابو بکرؓ لوگوں کے درمیان موجود ہو تو کوئی دوسرا آدمی انکی امامت نہ کرے ۔ اور تیسری فصل کے آغاز میں یہ حدیث گزر چکی ہے کہ حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ ، نبی کریمؐ کے زمانے میں فتویٰ دیا کرتے تھے ۔ نووی نے تہذیب میں بیان کیا ہے کہ ہمارے اصحاب نے آپ کے اس قول سے آپ کے عظیم صاحب علم ہونے کا استدلال کیا ہے ۔ جس میں آپ نے فرمایا ہے کہ خدا کی قسم جس نے صلوٰۃ اور زکوٰۃ میں فرق کیا میں اس سے برسرپیکار ہونگا ۔ اور شیخ ابو اسحٰق نے اس سے یہ استدلال کیا ہے کہ آپ سب صحابہ سے زیادہ صاحب علم تھے ۔ کیونکہ وہ سب سوائے آپ کے اس مسئلہ میں فہم حکم سے عاجز آگئے تھے ۔ پھر انہیں معلوم ہو گیا کہ آپ کی بات ہی درست ہے تو انہوں نے آپ کی طرف رجوع کر لیا ۔

یہ جو حدیث میں حضرت علیؓ کی فضیلت کے بارے میں آیا ہے کہ ،

انا مدینة العلم وعلی بابها کہ میں علم کا شہر ہوں اور حضرت علیؓ اس کا دروازہ ہے۔

اس کی بنا پر یہ نہیں کہا جا سکتا کہ حضرت علیؓ ان سے زیادہ صاحب علم تھے عنقریب اس حدیث کے بارہ میں بیان ہوگا۔ کہ یہ حدیث مطعون ہے اور صحیح یا حسن تسلیم کرنے کے باوجود بھی یہ کہنا پڑے گا کہ حضرت ابوبکرؓ اس کا محراب تھے۔ اور یہ روایت کہ جس نے علم حاصل کرنا ہو وہ دروازے کے پاس آئے اس کا بھی یہ مقتضیٰ نہیں کہ وہ زیادہ علم رکھتے تھے۔ بعض دفعہ غیر اعلم کے پاس اس لئے بھی جانا پڑتا ہے کہ وہ وضاحت سے بات سمجھا دے۔ یا اسے لوگوں سے ملنے کیلئے فراغت حاصل ہوتی ہے۔ مگر اعلم کے پاس ان باتوں کیلئے زیادہ فرصت نہیں ہوتی۔ اس کے علاوہ یہ حدیث فردوس کی بیان کردہ اس حدیث کے خلاف ہے۔ جس میں ہے کہ

انا مدینة العلم وابوبکر اساسها وعمر حیطانها وعثمان سقفها وعلی بابها میں شہر علم ہوں۔ ابوبکرؓ اس کی بنیاد ہے۔ عمر اس کی دیواریں۔ عثمان چھت اور علی اس کا دروازہ ہے۔

اس میں بھی حضرت ابوبکرؓ کے بارے یہ صراحت موجود ہے کہ آپ سب سے اعلم تھے۔ دروازے کے پاس جانیکے حکم کا مطلب وہی ہے جو ہم بیان کر آئے ہیں۔ اس سے زیادتیٔ شرف ثابت نہیں ہوتی۔ اور یہ تو سب کو لازمی طور پر معلوم ہے کہ بنیاد۔ دیواریں اور چھت، دروازے سے زیادہ اہمیت رکھتی ہیں۔ اور اس کا یہ جواب بھی دیا گیا ہے کہ علی کا لفظ علو سے ماخوذ ہے اور اس کے معنی یہ ہیں کہ اس کا دروازہ اونچا ہے یعنی علی پر رفع اور تنوین ہے جیسے ھذا صراط مستقیم میں ہے۔ یعقوب نے اس کو اسی طرح پڑھا ہے۔

ابن سعد نے محمد بن سیرین سے بیان کیا ہے جو بالاتفاق تعبیر الرویا میں سب سے مقدم ہیں۔ انہوں نے کہا ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت ابوبکرؓ سب سے زیادہ تعبیر الرویا کا علم رکھتے تھے۔ دیلمی اور ابن عساکر نے بیان کیا ہے کہ آپؐ نے فرمایا اے ابوبکرؓ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ آپ خواب کی تعبیر سمجھنے میں سب سے بہتر ہیں۔ آپ حضورؐ کے زمانے بلکہ آپؐ کی موجودگی میں بھی خوابوں کی تعبیر بیان فرمایا کرتے تھے۔ ابن سعد نے ابن شہاب سے بیان کیا ہے کہ حضور علیہ السلام نے ایک خواب دیکھا اور اسے حضرت ابوبکرؓ کے پاس بیان کیا آپ نے فرمایا میں نے خواب میں دیکھا کہ میں اور آپ ایک مقام کی طرف سبقت کر رہے ہیں۔ اور میں اڑھائی سیڑھیاں آپ سے آگے ہوں۔ حضرت ابوبکرؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ۔ اللہ تعالیٰ آپ کو وفات دے کر اپنی رحمت اور مغفرت میں لے لے گا۔ اور میں آپ کے بعد اڑھائی سال زندہ رہوں گا۔ اور یہ بات ایسے ہی ظہور میں آئی۔ یعنی آپ کی وفات کے بعد آپ دو سال سات ماہ تک زندہ رہے۔ حاکم نے اسے ابن عمر سے روایت کیا ہے سعید بن منصور نے عمر بن شرجیل سے روایت کی ہے وہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے آپ کو سیاہ بکریوں میں دیکھا پھر میں نے ان کے پیچھے سفید بکریوں کو اس کثرت سے پایا کہ سیاہ بکریاں نظر ہی نہ آتی تھیں۔ اس خواب کو سن کر حضرت ابوبکرؓ نے کہا یا رسول اللہ سیاہ بکریوں سے مراد عرب ہیں جو بکثرت مسلمان ہوں گے اور سفید بکریوں سے مراد عجمی لوگ ہیں وہ اس کثرت سے مسلمان ہوں گے کہ عرب ان میں نظر بھی نہ آئیں گے۔ اس پر حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ فرشتہ سحر نے بھی اس کی یہی تعبیر کی ہے۔

ہماری پیش کردہ باتوں سے ثابت ہو گیا کہ حضرت ابوبکرؓ اکابر مجتہدین میں سے

تھے بلکہ علی الاطلاق سب سے بڑے مجتہد تھے اور جب یہ بات ثابت ہو گئی کہ آپ مجتہد تھے تو آدمی کو جلانے کے بارے میں آپ پر عتاب نہیں ہو سکتا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ آدمی زندیق تھا اور اس کی توبہ کی قبولیت میں بھی اختلاف ہے۔ اور یہ کہنا کہ کسی کو جلانے کے متعلق نہی وارد ہے تو ہو سکتا ہے آپ کو یہ بات نہ پہنچی ہو اور یہ احتمال بھی ہو سکتا ہے کہ آپ کو یہ بات معلوم ہو اور آپ نے اس کی یہ تاویل کی ہو کہ یہ نہی ان لوگوں کیلئے ہے جو زندیق نہ ہوں۔

مجتہدین کو کتنے ہی دلائل معلوم ہوتے ہیں مگر وہ ان کی تاویل کر لیتے ہیں اور کوئی جاہل ہی ان کی باتوں سے انکار کر سکتا ہے۔ باقی رہی بات چور کے بائیں ہاتھ کے قطع کرنے کی۔ ممکن ہے یہ جلاد کی غلطی سے ہوا ہو اور یہ احتمال بھی ہو سکتا ہے کہ اس نے تیسری بار چوری کی ہو۔ معترضین کو کہاں سے علم ہوا ہے کہ وہ پہلی چوری تھی اور آپ نے جلاد کو بائیں ہاتھ کے کاٹنے کا حکم دیا ہے۔ آپ نے جو کچھ کہا ہے۔ بطور تنزل آیت اس کو بھی شامل ہے یہ احتمال بھی ہو سکتا ہے کہ آپ کے نزدیک آیت اپنے اطلاق پر باقی ہو اگر حضور علیہ السلام نے پہلی چوری پر دایاں ہاتھ قطع کیا ہے تو یہ ضروری نہیں کہ ایسا ہی کیا جائے بلکہ امام کو اس بارے میں اختیار حاصل ہے۔ اگر اس مسئلہ پر اجماع فرض کیا جائے تو یہ احتمال بھی ہو سکتا ہے کہ یہ اجماع آپ کے بعد اس بنا پر ہوا ہو کہ اس جیسے معاملات میں اجماع ہو چکا ہے۔ مگر اس میں اختلاف ہے۔ جیسا کہ کتب اصول میں آیا ہے اور ایک قرآت میں ایمانہما کے الفاظ آتے ہیں۔ ممکن ہے آپکو اس قرآت کا علم نہ ہو۔ بہر حال کسی بھی وجہ سے آپکو مورد الزام قرار نہیں دیا جا سکتا۔ میرے نزدیک یہ پہلا احتمال برحق ہے۔ مالکؒ نے قاسم بن محمد سے بیان کیا ہے کہ ایک یمنی آدمی جسکا ایک ہاتھ اور پاؤں کٹا ہوا تھا

حضرت ابوبکرؓ کے پاس آیا اور شکایت کی کہ یمن کے گورنر نے اس پر ظلم کیا ہے وہ رات کو نماز پڑھ رہا تھا اور حضرت ابوبکرؓ کہہ رہے تھے۔ میرے باپ کی قسم تیری رات کسی چور کی رات نہیں۔ پھر انہوں نے حضرت اسماء بنت عمیس جو حضرت ابوبکرؓ کی زوجہ محترمہ تھیں، کے زیورات کو تلاش کیا اور وہ آدمی بھی ان کے ساتھ ہی چل پھر رہا تھا اور کہہ رہا تھا۔ اے اللہ جس نے اس نیک گھرانے پر ڈاکہ ڈالا ہے تو ہی اس سے نپٹ۔ پھر وہ زیورات ایک سنار کے پاس سے ملے۔ سنار کے خیال میں یہ زیورات وہ ہاتھ پاؤں کٹا آدمی ہی اس کے پاس لایا تھا۔ جب اس سے دریافت کیا گیا تو اس نے اعتراف جرم کر لیا۔ یا اس پر گواہی مل گئی۔ تو حضرت ابوبکرؓ نے اس کا بایاں ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا۔ حضرت ابوبکرؓ فرماتے ہیں خدا کی قسم میرے نزدیک اس کا اپنے خلاف بددعا کرنا۔ اس کے چوری کرنے سے بھی زیادہ سخت بات ہے۔ پس حقیقت حال واضح ہوگئی اور معاندین کا شبہ باطل ہوگیا۔ اب رہا دادی کی میراث کے بارے میں باوجود علم کے آپ کا توقف کرنا تو سیاق حدیث میں معترضین کا بلیغ رد موجود ہے۔

اصحاب سنن اربعہ اور مالک نے قبیصہ سے بیان کیا ہے کہ دادی حضرت ابوبکر صدیقؓ کے پاس اپنی میراث کے بارے میں دریافت کرنے کیلئے آئی تو آپ نے فرمایا کتاب اللہ اور سنت نبویؐ میں تیرے متعلق مجھے کچھ معلوم نہیں ہوا۔ آپ واپس چلی جائیں۔ میں لوگوں سے اس کے متعلق دریافت کروں گا۔ آپ نے پوچھا تو حضرت مغیرہ بن شعبہ نے کہا میری موجودگی میں حضور نے دادی کو چھٹا حصہ دیا تھا۔ حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا کیا کوئی اور آدمی بھی آپ کے ساتھ تھا تو محمد بن مسلمہ نے کھڑے ہو کر حضرت مغیرہ والی بات کہی تو آپ نے اس کے متعلق

یہی فیصلہ کر دیا۔ آپ سیاق کلام پر غور کریں تو وہ حضرت ابوبکرؓ کے حق میں فیصلہ کرتا ہے۔ کیونکہ آپ نے پہلے قرآن مجید کو دیکھا پھر سنت نبویؐ پر نظر دوڑائی مگر آپ کو کوئی بات معلوم نہ ہوئی پھر مسلمانوں سے اس بارے میں مشورہ کیا کہ اگر انہیں اس بارے میں سنت نبویؐ سے کچھ معلوم ہو تو مجھے بتائیں تو حضرت مغیرہ بن شعبہ اور ابن مسلمہ نے آپ کو بتایا اور آپ نے اس کے مطابق فیصلہ کر دیا اور احتیاطاً حضرت مغیرہ سے دوسرے آدمی کے بارے میں بھی پوچھا۔ جبکہ روایت میں متعدد آدمیوں کی کوئی شرط نہیں اور یہ بات ہمارے اس بیان کی مؤید ہے جسے ہم پہلے پیش کر چکے ہیں کہ جب آپ کے پاس کوئی جھگڑا آتا تو آپ پہلے قرآن پاک کو دیکھتے۔ پھر سنت نبویؐ پر نظر کرتے، پھر صحابہ سے مشورہ کرتے اور یہی مجتہدین کی شان ہے۔ کوئی مجتہد اس بات کا مدعی نہیں ہوتا کہ وہ مدارک احکام پر بحث کرتا ہے۔

دارقطنی نے قاسم بن محمدؒ سے بیان کیا ہے کہ اس کی دو دادیاں حضرت ابوبکرؓ کے پاس اپنی اپنی میراث کا مطالبہ کرتی ہوئی آئیں یعنی نانی اور دادی، تو آپ نے میراث نانی کو دلوا دی تو حضرت عبدالرحمٰن بن سہل الانصاری البدری نے آپ سے کہا آپ نے اس کو میراث دلوا دی ہے۔ اگر وہ مر جائے تو اس کا کوئی وارث نہ ہو تو آپ نے اُسے دونوں میں تقسیم کروا دیا۔ غور کیجئے کہ کس طرح آپ نے کمال علم کے باوجود اپنے سے چھوٹے آدمی کی بات سن کر حق کی طرف رجوع کر لیا۔

پانچواں شبہ حضرت عمرؓ نے آپکی مذمت کی ہے اور جس شخص کی مذمت حضرت عمرؓ جیسا آدمی کرے وہ خلافت کا اہل نہیں ہو سکتا۔

جواب یہ محض کذب و افترا ہے حضرت عمرؓ نے کبھی آپ کی مذمت نہیں

کی بلکہ آپ نے تو آپ کی بے حد تعریف کی ہے ۔ اور آپ کے خیال میں تو حضرت ابوبکرؓ تمام صحابہ سے علم، رائے اور شجاعت میں اکمل تھے ۔ جیسے کہ ان باتوں کا تذکرہ ہم بیعت کے قصہ وغیرہ میں کر آئے ہیں ۔ پھر حضرت عمرؓ کو امامت کیلئے آپ ہی نے مقرر کیا تھا ۔ اگر حضرت عمرؓ کو اس پر بھی اعتراض ہے تو پھر وہ اپنے آپ پر اور اپنی امامت پر معترض ہوئے ۔

یہ کہنا کہ حضرت عمرؓ نے حضرت ابوبکرؓ کو حضرت خالدؓ بن ولید کے قتل نہ کرنے پر کوسا ۔ کیونکہ انہوں نے مالک بن نویرہ کو جو مسلمان تھے قتل کر دیا تھا ۔ اور اسی رات ان کی بیوی سے شادی کر لی ۔ اور اس کے پاس آئے اس سے نہ آپؓ کی مذمت ہوتی ہے اور نہ ہی کوئی نقص آپ کے ذمے لگایا جا سکتا ہے ۔ اس لئے کہ یہ انکار تو بعض مجتہدین کے اس انکار کی طرح ہے ۔ جو وہ اجتہادی امور میں ایک دوسرے سے کرتے ہیں ۔ اور یہ سلف کی شان ہے کہ وہ اس میں کوئی نقص نہیں پاتے ۔ بلکہ وہ اسے انتہائی کمال خیال کرتے ہیں ۔ حقیقت یہ ہے کہ حق حضرت خالدؓ کے عدم قتل ہی میں ہے کیونکہ مالک بن نویرہ کو جب حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کی خبر پہنچی تو وہ مرتد ہو گیا ۔ اور مرتدین کی طرح اس نے اپنی قوم کے صدقات بھی انہیں واپس کر دیئے اور اس بات کا اعتراف خود مالک کے بھائی نے حضرت عمرؓ کے سامنے کیا ہے یہ اعتراض کہ حضرت خالدؓ نے مالک کی بیوی سے نکاح کر لیا تھا ۔ شاید اس کی وجہ یہ ہو کہ اس کی موت کے بعد وضع حمل کی وجہ سے اس کی عدت ختم ہو گئی ہو ۔ اور یہ احتمال بھی ہو سکتا ہے کہ عدت کے ختم ہونے کے بعد وہ آپ کے پاس جاہلیت کے رواج کے مطابق محبوس رہو، بہر حال حضرت خالدؓ کے بارے میں ایسی رذالت کا گمان کرنا جو ایک ادنیٰ مومن سے بھی سرزد نہیں

ہو سکتی ۔ درست نہیں وہ نہایت متقی انسان تھے ۔ اگر وہ ایسے تھے تو وہ خدا کے دشمنوں پر اس کی کھینچی ہوئی تلوار کیسے ہو سکتے ہیں ۔ حضرت ابوبکرؓ نے جو کچھ کیا وہی درست ہے نہ کہ وہ اعتراض جو حضرت عمرؓ نے آپ پر کیا ۔ اور اس بات کی تائید اس بات سے بھی ہوتی ہے کہ جب حضرت عمرؓ خلیفہ بنے تو آپ نہ حضرت خالدؓ سے متعرض ہوئے نہ ان پر ناراض ہوئے ۔ اور نہ اس معاملہ میں کبھی آپ پر نکتہ چینی کی ۔ جس سے پتہ چلتا ہے کہ آپ کو معلوم ہو گیا تھا کہ حضرت ابوبکرؓ نے جو کچھ کیا وہی حق تھا ۔ اس لئے آپ نے اپنے اعتراض سے رجوع کر لیا اگر ایسا نہ ہوتا تو آپ خلیفہ ہونے پر حضرت خالدؓ کو نہ چھوڑتے ۔ کیونکہ آپ متقی انسان تھے اور دین میں مداہنت نہیں کر سکتے تھے ۔

چھٹا شبہ حضرت عمرؓ کا یہ قول کہ حضرت ابوبکرؓ کی بیعت اچانک ہو گئی تھی ۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے اس کے شر سے بچا لیا اب جو دوبارہ ایسا کرے اُسے قتل کر دو[1] ۔ اس سے آپ کی خلافت کے حق ہونے پر اعتراض پیدا ہوتا ہے ۔

جواب یہ بات بھی ان لوگوں کی جہالت اور غباوت پر دلالت کرتی ہے کیونکہ اس میں کوئی ایسی بات موجود نہیں جو اس بات پر دلالت کرتی ہو بلکہ اس بات کا مفہوم یہ ہے کہ کسی سے مشورہ کئے بغیر اس

---

[1] سعد کہتے ہیں اچانک بیعت ہونے اور اس کے شر سے بچانے کا مفہوم یہ ہے کہ اس موقعہ پر اللہ تعالیٰ نے اختلاف کے شر سے بچا لیا ۔ اب جو دوبارہ ایسی مخالفت کرے جس سے وحدت پارہ پارہ ہو اُسے قتل کر دو ۔

قسم کا اقدام کرنا اور ایسا اتفاق جس سے فتنے کا اندیشہ ہو اس کی طرف کوئی آدمی لوگوں کی رہنمائی نہ کرے۔ میں نے یہ اقدام کیا تھا مگر خلاف عادت فتنہ کے خوف سے صحت نیّت کی برکت سے میں بچ گیا۔ اگر اس معاملہ میں کوئی کمزوری در آتی تو کیا ہوتا۔ اس کا مفصّل بیان بیعت کی فصل میں گزر چکا ہے۔

ساتواں شبہ: حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو ان کے باپ کی وراثت سے محروم کرکے ابوبکرؓ نے ان پر ظلم کیا ہے کیونکہ جو حدیث انہوں نے بیان کی ہے یعنی

نحن معاشر الانبیاء لا نورث — کہ ہم انبیاء کا کوئی وارث نہیں
ماترکناہ صدقۃ — ہوتا اور جو ہم ترکہ چھوڑیں وہ صدقہ ہوتا ہے۔

اس پر کوئی دلیل موجود نہیں پھر آیت وراثت کی مخالفت کرتے ہوئے خبر واحد سے حجت پکڑی گئی ہے اور اصولیوں نے اس بارے میں جو کچھ کہا ہے وہ ایک مشہور بات ہے۔ اس کے علاوہ حضرت فاطمہؓ بموجب نص انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت معصومہ ہیں اور حدیث میں حضرت فاطمہؓ کو حضورؐ نے اپنا ٹکڑا قرار دیا ہے۔ چونکہ آپ معصوم ہیں اس لئے حضرت فاطمہؓ بھی معصوم ہیں۔ اس لحاظ سے آپ کا دعویٰ وراثت صحیح ہے۔

جواب: پہلی بات کا جواب یہ ہے کہ آپ نے خبر واحد کے مطابق فیصلہ نہیں کیا جو محل اختلاف میں ہے۔ بلکہ آپ نے تو جو کچھ حضور علیہ السلام سے سُنا ہے اس کے مطابق فیصلہ کیا ہے اور وہ

آپ کے نزدیک قطعی ہے۔ اور متن کی قطعیت میں آیت مواریث کے مساوی ہے۔ اب رہا آپ کا اپنے فہم کے مطابق اُسے حمل کرنا تو تمام ممکن احتمالات کو قرینیہ حالیہ سے منتفی کر کے آپ کے نزدیک وہ آیات کی عمومیت کو مخصوص کرنے کی قطعی دلیل بن گئی ہے۔

دوسری بات کا جواب یہ ہے کہ اہلبیت میں آپ کی ازواج بھی شامل ہیں۔ جس کا بیان فضائل اہلبیت میں آئے گا۔ اور وہ بالاتفاق معصوم نہیں۔ یہی صورت بقیہ اہلبیت کی ہے۔ رہا حضور علیہ السلام کا حضرت فاطمہ رض کو اپنا ٹکڑا اقرار دینا تو یہ قطعی طور پر مجاز ہے۔ جس سے معصومیت لازم نہیں آتی اور نہ ہی کسی جگہ مساوات ہونے سے یہ لازم آتا ہے کہ تمام احکام میں مساوات ہے بلکہ آپ کے اس فرمان سے کہ وہ میرا ٹکڑا ہیں یہ مراد ہے کہ آپ نے یہ فقرہ خیر و شفقت کے لئے فرمایا ہے۔ اور حضرت فاطمہ رض کا یہ دعویٰ کرنا کہ حضور علیہ السلام نے باغ فدک مجھے دیا تھا اس پر سوائے حضرت علی رض اور ام ایمن کے آپ کوئی گواہ نہیں پیش کر سکیں۔ اس لحاظ سے گواہی کا نصاب پورا نہیں ہوا۔ نیز اپنی بیوی کے حق میں خاوند کی شہادت کی قبولیت کے بارے میں علماء کا اختلاف ہے اور ایک گواہ اور قسم سے اس کا حکم کالعدم ہو جاتا ہے یا تو کسی علت کی وجہ سے اکثر علماء اُسے قبولیت کے قابل نہیں کہتے یا اس لئے کہ حضرت فاطمہ رض نے اس سے حلف طلب نہیں کیا۔ جس نے آپ کے لئے شہادت دی۔

اور یہ خیال کہ حضرت حسن رض حضرت حسین رض اور ام کلثوم نے آپکے حق میں شہادت دی تھی۔ ایک جھوٹی بات ہے۔ کیونکہ فرع اور صغیر کی شہادت قبولیت کے قابل نہیں ہوتی۔ عنقریب امام زید بن حسن بن علی بن حسین سے یہ روایت

آئے گی کہ انہوں نے حضرت ابوبکرؓ کے فعل کو درست اور صحیح قرار دیا ہے اور فرمایا ہے کہ اگر میں ان کی جگہ ہوتا تو وہی فیصلہ کرتا جو آپ نے کیا ہے اور ایک روایت میں ہے جو دوسرے باب میں آئے گی کہ حضرت ابوبکر نہایت رحمدل آدمی تھے۔ اور اس بات کو پسند نہیں کرتے تھے۔ کہ حضور علیہ السلام نے جو ترکہ چھوڑا ہے۔ اس میں کچھ تبدیلی کریں۔ آپ نے مجھے باغ فدک دے دیا اور کہا، کیا آپ کے پاس کوئی شہادت ہے تو آپ کے حق میں حضرت علیؑ اور ام ایمن نے شہادت دی تو آپ نے انہیں فرمایا کہ ایک مرد اور ایک عورت کی شہادت سے آپ فدک کی مستحق بنتی ہیں۔ پھر حضرت زید کہتے ہیں۔ خدا کی قسم اگر میرے پاس یہ معاملہ آتا تو میں وہی فیصلہ کرتا جو حضرت ابوبکرؓ نے کیا ہے۔

آپ کے بھائی حضرت امام باقر سے کہا گیا کہ شیخین نے آپ کے حقوق کے متعلق کچھ ظلم سے کام لیا ہے تو آپ نے جواب دیا نہیں!
اس ذات کی قسم جس نے اپنے بندے پر قرآن نازل فرمایا ہے کہ وہ لوگوں کو ڈرائے۔ ہمارے ساتھ تو ایک رائی کے دانے کے برابر بھی ظلم نہیں کیا گیا۔

دارقطنی میں ہے کہ آپ سے پوچھا گیا کہ قرابت داروں کے حصّے کے بارے میں حضرت علیؓ کیا کیا کرتے تھے فرمایا وہی کچھ کرتے تھے جو حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کیا کرتے تھے۔ نیز ان دونوں حضرات کی مخالفت کرنا ناپسند کرتے تھے۔ حضرت فاطمہؓ نے مطالبہ میں جو عذر پیش کیا ہے اس حدیث میں یہ احتمال بھی ہو سکتا ہے کہ آپ کے نزدیک خبر واحد، قرآن کو مخصوص نہ کرتی ہو جیسا کہ اس کے متعلق کہا بھی گیا ہے۔ پس منع وطلب میں دونوں کے

عذر واضح ہو گئے ۔ اور کوئی اشکال نہ رہا۔ اس بات پر غور کیجئے ۔ یہ ایک اہم بات ہے ۔

اس مقام پہ ہم نے بخاری کی جو حدیث بیان کی ہے وہ بھی اس کی وضاحت کرتی ہے کیونکہ وہ ایسی اعلیٰ باتوں پر مشتمل ہے جو کوتاہ بینوں کے تمام شبہات کو زائل کر دیتی ہیں ۔

زہری کہتے ہیں مجھے مالک بن اوس بن الحدثان نفری نے بتایا کہ حضرت عمرؓ نے مجھے اس وقت بلایا جب آپ کے دربان یرفأ نے آکر آپ سے کہا کہ حضرت عثمانؓ ، حضرت عبدالرحمٰن ، حضرت زبیر اور حضرت سعد آپ کی خدمت میں حاضر ہونے کی اجازت طلب کر رہے ہیں ۔ فرمایا اجازت ہے تو یرفأ ان کو اندر لے آیا ۔ پھر تھوڑی دیر ٹھہر کر دوبارہ آکر کہا کہ حضرت علی اور حضرت عباس حاضری کی اجازت طلب کر رہے ہیں ۔ فرمایا انہیں بھی بلا لاؤ ۔ جب دونوں آپ کے پاس آئے تو حضرت عباس نے کہا یا امیرالمومنین میرے اور علیؑ کے کے درمیان فیصلہ فرمائیے یہ دونوں حضرات بنی نضیر کے اس مال فی کے بارے میں جھگڑ رہے تھے جو اللہ تعالےٰ نے اپنے رسولؐ کو دیا تھا ۔ حضرت علی اور حضرت عباس نے آپس میں ایک دوسرے کو سخت سست بھی کہا لوگوں نے عرض کیا یا امیرالمومنین ان کے درمیان فیصلہ فرما کر ان کی تکلیف کو دور کیجئے تو حضرت عمر نے فرمایا میں آپ لوگوں کو اس ذات کا واسطہ دیتا ہوں جس کے حکم سے زمین و آسمان قائم ہیں ۔ کیا آپ حضرات اس بات سے آگاہ ہیں کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ ہم جو ترکہ چھوڑتے ہیں وہ صدقہ ہوتا ہے ۔ اور ہمارا کوئی وارث نہیں ہوتا ۔ اور اس سے مراد آپ کی اپنی ذات تھی انہوں نے جواب دیا ہاں حضور نے ایسا فرمایا ہے ۔ اس پر حضرت عمر نے

حضرت علی اور حضرت عباس کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا میں آپ دونوں کو اللہ تعالےٰ کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں کیا آپ کو بھی اس بات کا علم ہے کہ حضور نے یہ بات فرمائی ہے۔ دونوں حضرات نے جواب دیا ہاں ہمیں اس بات کا علم ہے تو آپ نے فرمایا میں آپ کو بتاتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو اس مال فی میں سے کچھ چیزیں لینے کے لئے مخصوص فرمایا تھا اور آپ کے سوا اس نے کسی اور کو کچھ نہیں دیا۔ اس کے بعد آپ نے یہ آیت پڑھی۔ وما افاء اللہ علی رسولہ منھم فما اوجفتم علیہ من خیل ولا رکاب الی قولہ قدیر، یہ فے غنیمتہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے تھی۔ پھر قسم بخدا نہ آپ نے اس کے لئے کسی کو پسند کیا ہے۔ اور نہ تم پر کسی کو ترجیح دی ہے بلکہ آپ نے اس فے سے آپ کو دیا ہے اور تم میں اُسے تقسیم کیا ہے۔ اور یہ مال اس سے باقی بچ رہا ہے۔ حضور علیہ السلام اس مال سے اپنے اہل کے لئے ایک سال کا خرچ نکال لیا کرتے تھے اور جو باقی بچ رہتا تھا اُسے اللہ کا مال قرار دیا کرتے تھے۔ حضور علیہ السلام نے زندگی بھر ایسے ہی کیا۔ پھر حضور کا وصال ہوگیا تو حضرت ابوبکر نے کہا میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ولی ہوں پھر آپ نے اس مال کو قبضے میں لے کر وہی کچھ کیا جو حضور علیہ السلام کیا کرتے تھے۔ اور آپ لوگ بھی اس وقت وہیں موجود ہوتے تھے۔ آپ نے حضرت علی اور حضرت عباس کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا آپ دونوں کہتے ہیں کہ حضرت ابوبکر اسی طرح کرتے تھے جیسے تم کہہ رہے ہو۔ خدا کی قسم اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ وہ راست باز۔ نیک۔ صاحب رشد اور حق کے پیروکار تھے۔ پھر اللہ

تعالٰی نے حضرت ابوبکر کو وفات دے دی تو میں نے کہا کہ میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر کا ولی ہوں۔ میں نے اپنی امارت کے دو سالوں میں اس مال کو قبضہ میں لے کر حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر کے طریق کے مطابق خرچ کیا۔ اور میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں اس بارے میں راست باز جائز کام کرنے والا، صاحب رشد اور حق کا پیروکار ہوں۔ پھر تم دونوں میرے پاس آئے اور تمہاری بات ایک ہی ہے۔ اور معاملہ بھی اکٹھا ہی ہے۔ تو میں نے آپ سے کہا ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ ہم جو ترکہ چھوڑتے ہیں وہ صدقہ ہوتا ہے۔ اور ہمارا کوئی وارث نہیں ہوتا۔ پھر مجھے خیال آیا کہ میں یہ مال آپ کو دے دوں تو میں نے آپ سے کہا کہ اگر آپ چاہیں تو میں یہ مال آپ کو دے دیتا ہوں۔ مگر آپ دونوں کو اللہ تعالٰی کو حاضر جان کر یہ عہد کرنا ہوگا کہ آپ اسے اسی طرح خرچ کریں گے۔ جیسے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت ابوبکر اور جب سے میں خلیفہ بنا ہوں اُسے خرچ کرتے ہیں۔ بصورت دیگر مجھ سے گفتگو کرنے کی ضرورت نہیں۔ تو آپ دونوں نے مجھے کہا کہ ہمیں مال دے دیجئے اور میں نے آپ کو وہ مال دے دیا کیا آپ اس کے سوا مجھ سے کوئی اور فیصلہ کرانے کے خواہاں ہیں۔ اس ذات کی قسم جس کے حکم سے زمین و آسمان قائم ہیں میں قیامت تک اس کے سوا کوئی اور فیصلہ نہ کروں گا۔ اگر تم مال کو اس طرح خرچ کرنے سے عاجز ہو، جیسے میں نے کہا ہے تو مال مجھے واپس کر دو۔ میں تم دونوں سے اس کے لئے کافی ہوں گا۔ جب یہ حدیث عروہ بن زبیر کے پاس بیان کی

گئیں تو انہوں نے کہا مالک بن اوس نے درست کہا ہے۔ میں نے حضرت عائشہ رضؓ سے سنا ہے کہ حضور علیہ السلام کی بیویوں نے حضرت عثمان کو حضرت ابوبکر کے پاس مال فے کے متعلق دریافت کرنے کے لئے بھیجا۔ اور میں انہیں اس بات سے روکتی تھی۔ میں نے انہیں کہا تم اللہ سے کیوں نہیں ڈرتیں۔ کیا تمہیں علم نہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے کہ ہمارا کوئی وارث نہیں ہوتا۔ اور ہمارا ترکہ صدقہ ہوتا ہے اور اس سے مراد آپؐ کی اپنی ذات ہوتی تھی۔ آل محمدؐ کو صرف اس مال سے کھانے کا حق تھا۔ جب میں نے انہیں یہ بات بتائی تو وہ باز آگئیں۔

عروہ کہتے ہیں یہی صدقہ حضرت علی کے ہاتھ میں آیا تو آپ نے حضرت عباس کو نہ دیا۔ پھر یہ حضرت حسنؑ، حضرت حسینؑ، حضرت علی بن حسین اور حسن بن حسن کے ہاتھوں میں آیا وہ بھی اسے متذادل طریق پر خرچ کرتے رہے۔ پھر یہ زید بن حسن کے پاس آیا تو حقیقتاً یہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا صدقہ ہی تھا۔ پھر بخاری نے اپنی سند سے بیان کیا ہے کہ حضرت فاطمہ اور حضرت عباس، حضرت ابوبکر کے پاس فدک کی زمین کی میراث اور خیبر سے اپنا حصہ طلب کرتے ہوئے آئے تو حضرت ابوبکر نے فرمایا میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے کہ ہمارا کوئی وارث نہیں ہوتا۔ اور ہمارا ترکہ، صدقہ ہوتا ہے۔ آل محمدؐ کو اس مال سے صرف کھانے کا حق حاصل ہے۔ خدا کی قسم مجھے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قرابت سے صلہ رحمی کرنا اپنی قرابت کی نسبت زیادہ پسند ہے۔

پس حضرت عائشہ کی حدیث اور اس سے ماقبل کی حدیث پر غور کرنے سے آپ کو اس حقیقت سے آگاہی ہو جائے گی۔ جس پر حضرت ابوبکر قائم تھے اور حضرت علی اور حضرت عباس کا آپس میں ایک دوسرے کو سخت سست کہنا اس بات کی صراحت کرتا ہے کہ دونوں اس کے غیر وارث ہونے پر متفق تھے۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو اس میں حضرت عباس کا حصہ ہوتا۔ اور حضرت علی کو اپنی بیوی کا حصہ ملتا اور جھگڑے کی کوئی وجہ ہی نہ ہوتی۔ ان دونوں حضرات کا جھگڑا اس مال کے صدقہ ہونے کے بارے میں تھا۔ اور دونوں میں سے ہر ایک یہ چاہتا تھا کہ مال اس کے سپرد کر دیا جائے۔ حضرت عمر نے ان کے درمیان صلح کرا دی اور ان دونوں اور حاضرین سابقین کے سامنے پوری وضاحت کر کے وہ مال ان دونوں کو دے دیا۔ یہ لوگ اکابر عشرہ مبشرہ میں سے تھے آپ نے فرمایا کہ حضور علیہ السلام کا فرمان ہے کہ ہم جو کچھ چھوڑتے ہیں وہ صدقہ ہوتا ہے۔ اور ہمارا کوئی وارث نہیں ہوتا۔ یہاں تک کہ حضرت علی اور حضرت عباس نے آپ کو بتایا کہ ہمیں حضور علیہ السلام کے اس فرمان کا علم ہے اس وقت حضرت عمر نے ثابت کیا کہ یہ مال وراثت نہیں۔ اس کے بعد آپ نے وہ مال ان دونوں کو دے دیا۔ تاکہ وہ اسمیں حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر کی سنت کے مطابق تصرف کریں اور انہوں نے یہ وعدہ کر کے کہ وہ اس کے مطابق عمل کریں گے یہ مال لے لیا اور آپ نے ان کے سامنے یہ بات وضاحت سے بیان کی کہ حضرت ابوبکر نے اس مال کے بارے میں جو کچھ کیا اس میں وہ راست باز، نیک، صاحب رشد اور حق کے پیروکار تھے۔ اور ان دونوں حضرات نے آپ کی تصدیق کی۔

کیا کسی معاند کے لئے اب بھی کوئی شبہ باقی رہ گیا ہے اگر اب بھی کوئی

شبہ کرے تو ہم اسے کہیں گے کہ تیرے بیان سے یہ لازم آتا ہے کہ حضرت علی سب پر غالب آ گئے تھے اور ان کا حضرت عباس سے اس مال کو لے لینا ظلم ہے۔ کیونکہ تمہارے بیان سے تو یہ لازم آتا ہے کہ یہ مال وراثت ہے اور حضرت عباس کا اس میں حصّہ ہے۔ پس حضرت علی کیسے سب پر غالب آ سکتے تھے اور حضرت عباس سے اس مال کو کیونکر لے سکتے تھے۔ پھر یہ مال حضرت علی کے بعد آپ کے بیٹوں اور پوتوں کو ملا۔ مگر حضرت عباس کے بیٹوں کو اس مال سے کچھ بھی نہ ملا۔ کیا یہ حضرت علی اور آپ کے بیٹوں کا واضح اعتراف نہیں کہ یہ مال وراثت نہیں بلکہ صدقہ کا مال ہے۔ اگر اس بات کو تسلیم نہ کیا جائے تو حضرت علی اور آپ کے بیٹوں پر نافرمانی ظلم اور فسق کا الزام لگے گا۔ اللہ تعالیٰ انہیں اس سے بچائے بلکہ روافض اور ان کے ہمنواؤں کے نزدیک تو وہ معصوم ہیں ان کے متعلق تو گناہ کا تصوّر بھی نہیں کیا جا سکتا۔ لیکن جب وہ حضرت عباس اور اُن کے بیٹوں پر ظلم کرتے ہیں تو ہمیں معلوم ہو گیا کہ وہ اس کے صدقہ ہونے کے قائل ہیں اور اسے وراثت نہیں کہتے۔ پس ہمارا مدعا ثابت ہو گیا اور اس بات پر بھی غور کیجئے کہ حضرت ابوبکر نے حضور علیہ السلام کی بیویوں کو بھی خرچ لینے سے روک دیا تھا۔ صرف حضرت فاطمہ اور حضرت عباس ہی کو نہیں روکا۔ اگر اس بات کا مدار محبت پہ ہوتا تو محبت کی زیادہ حقدار آپ کی اولاد ہوتی۔ جب آپ نے حضرت عائشہ کو محبت کی بنا پر کچھ نہیں دیا تو ہمیں معلوم ہو گیا کہ وہ حق کے ایک ایسے سخت مقام پہ تھے جہاں انہیں کسی ملامت کنندہ کی ملامت کا خوف نہ تھا۔

آپ ذرا حضرت علی، حضرت عباس اور دیگر حاضرین کے سامنے حضرت

عمر کی تقریر پر غور فرمائیں۔ اسی طرح امہات المومنین کے سامنے حضرت عائشہ کی تقریر پر تامل کریں۔ دونوں نے حاضرین کو مخاطب کر کے کہا ہے۔ الم تعلموا کیا تم نہیں جانتے! اس فقرے سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابوبکر اس حدیث کی روایت میں منفرد نہیں بلکہ امہات المومنین، حضرت علی، حضرت عباس، حضرت عثمان، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف، حضرت زبیر اور حضرت سعد سب اس بات کو جانتے تھے کہ حضور علیہ السلام نے یہ بات فرمائی ہے۔ حضرت ابوبکر صرف اس بات میں منفرد ہیں کہ آپ کے ذہن میں یہ بات سب سے پہلے آئی۔ اس کے بعد دیگر لوگوں کو بھی یاد آگئی۔ اور انہیں معلوم ہو گیا کہ انہوں نے حضور علیہ السلام سے یہ بات سنی ہے۔ صحابہ رضوان اللہ علیہم نے صرف حضرت ابوبکر کی روایت پر عمل نہیں کیا۔ اگرچہ اس معاملہ میں یہ ایک روایت ہی کافی تھی۔ یا کفایت کرنے والی تھی بلکہ انہوں نے اس وقت اس پر عمل کیا جب ان کے دیگر افاضل نے بھی اسے بیان کیا۔ اس طریق سے حضرت ابوبکر کے فعل کی توضیح ہو گئی اور کسی لحاظ سے بھی اس میں کوئی شبہ نہ رہا اور یہ ایک ایسا حق اور صدق ہے جس میں کسی قسم کے تعصب اور حمیت کا شائبہ نہیں اور جو شخص اس کی مخالفت کرتا ہے وہ جھوٹا، جاہل، احمق اور معاند ہے۔ جس کی اللہ کو کوئی پرواہ نہیں اور نہ ہی اس کے قول کی، اور نہ ہی اللہ تعالیٰ کو اس بات کی پرواہ ہے کہ وہ کس وادی میں ہلاک ہوتا ہے۔ ہم اللہ تعالےٰ سے سلامتیٔ عقل و دین کی دعا کرتے ہیں۔

تنبیہ: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ قول نحن معاشر الانبیاء لا نورث۔ اللہ تعالےٰ کے اس قول و ورث سلیمان داؤد

کے معارض نہیں۔ یعنی حضور علیہ السلام تو فرماتے ہیں کہ انبیاء کا کوئی وارث نہیں ہوتا۔ اور قرآن مجید میں اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ کہ حضرت سلیمان علیہ السلام حضرت داؤد علیہ السلام کے وارث ہوئے۔ یہ دونوں قول ایک دوسرے کے خلاف نہیں۔ کیونکہ اس جگہ مال کی وراثت مراد نہیں۔ بلکہ نبوت اور بادشاہت وغیرہ مراد ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کو انیس بھائیوں میں سے وراثت کے لئے مخصوص کیا گیا ہے اگر اس جگہ مالی وراثت مراد ہوتی تو حضرت سلیمان علیہ السلام کو کبھی مخصوص نہ کیا جاتا اور علمنا منطق الطیر و اوتینا من کل شیٔ کا سیاق بھی ہمارے مذکورہ بیان کے حق میں فیصلہ دیتا ہے اور وراثت علمی کا ذکر کئی آیات میں آیا ہے۔ جن میں ایک یہ ہے کہ ثم اورثنا الکتاب فخلف من بعد ھم خلف ورثوا الکتاب۔ پھر فرمایا فھب لی من لدنك ولیا یرثنی اس آیت سے بھی وراثت علمی ہی مراد ہے اور اس کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ وانی خفت الموالی من ورائی، یعنی مجھے خوف ہے کہ میرے تعلقدار علم اور دین کو ضائع کر دیں گے اور دوسری دلیل من آل یعقوب کے الفاظ ہیں۔ اور حضرت یعقوب علیہ السلام کے بیٹے خدا تعالےٰ کے نبی تھے۔ پھر حضرت زکریا علیہ السلام کے متعلق کسی نے بیان نہیں کیا کہ ان کے پاس مال تھا۔ جس کی وراثت کے لئے وہ بیٹے کی دعا کرتے تھے اگر یہ بات تسلیم بھی کر لی جائے تب بھی حضور علیہ السلام کا مقام اس بات کو تسلیم کرنے کی اجازت نہیں دیتا اور جب بیٹا مانگنے سے مطلب یہ ہو کہ وہ باپ کے نام کو روشن کرے اس کے لئے دعا کرے اور امت میں کثرت کا باعث بنے تو ایسی دعا کرنا درست ہے اور جو ان

اغراض کے علاوہ بیٹے کی دعا مانگے وہ خاص طور پر قابل ملامت ہوگا کیونکہ اس کا مقصد اپنے عصبہ کو وراثت سے محروم کرنا ہے۔ خواہ اس کا بیٹا موجود نہ ہی ہو۔

آٹھواں شبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اجمالی طور پر حضرت علی کا خلافت کے لئے تقرر فرمایا تھا۔ ہمیں معلوم ہے آپ کے بارے میں نص جلی بھی موجود تھی۔ اگرچہ وہ ہم تک نہیں پہنچی۔ لیکن حضور علیہ السلام کی زندگی کا معمول اس بات کا فیصلہ کر دیتا ہے کہ حضرت علی ہی آپ کے خلیفہ ہیں۔ کیونکہ آپ نے مدینہ سے غیر حاضری کے موقعہ پر حضرت علی کو اپنا نائب مقرر کیا۔ یہاں تک کہ آپ نے کوئی جھگڑا باقی نہ رہنے دیا۔ ان کا کوئی سردار نہ تھا۔ جب آپ کی زندگی میں اس سے کوئی خلل نہیں ہوا تو آپ کی وفات کے بعد بدرجہ اولیٰ نہیں ہو سکتا

جواب اس کا مدلل جواب فصل چہارم میں مفصل طور پر گذر چکا ہے۔ اس میں ایک بات یہ ہے کہ آپ نے اس بات کا علم ہوتے ہوئے انہیں چھوڑا کہ صحابہ، خطاءِ لازم سے محفوظ ہونے کی وجہ سے ان کی طرف سبقت کریں گے۔ آپ نے بہت سے احکام کے متعلق نص بیان نہیں فرمائی بلکہ انہیں مجتہدین کی آراء کے سپرد کر دیا ہے۔ اور ہم یہ بھی کہتے ہیں کہ نص جلی کا موجود نہ ہونا تو قطعی بات ہے۔ اگر وہ موجود ہوتی تو بکثرت اسباب نقل کے باعث اسکا چھپانا ممکن ہی نہ ہوتا اور اگر حضرت علی کے لئے نص موجود ہوتی تو آپ دوسروں کو اسی طرح منع کر دیتے جیسے حضرت ابوبکر نے باوجود حضرت علی سے کمزور ہونے کے انصار کو حدیث الائمۃ من قریش سنا کر منع کر دیا تھا۔ اور انہوں نے خبر واحد ہونے کے

باوصف آپ کی بات مان لی تھی۔ اور اس کی وجہ سے امامت اور اس کے ادعاء کو ترک کر دیا تھا۔ اس صورت میں یہ کیسے تصور کیا جا سکتا ہے کہ حضرت علی کے لئے یقینی نص جلی موجود تھی۔ حالانکہ وہ ایسے لوگوں کے درمیان تھے جو امامت کے معاملہ میں خبر واحد کا بھی انکار نہیں کرتے اور انہوں نے جان و مال کی قربانی دے کر اور اہل و عیال اور وطن کو خیر باد کہہ کر اور نصرت دین کی خاطر والدین اور اولاد کو قتل کر کے یہ شہادت فراہم کر دی تھی کہ وہ دینی صلابت میں نہایت اعلیٰ مقام پر ہیں۔ لیکن پھر بھی حضرت علی ان لوگوں کے سامنے نص جلی سے احتجاج نہیں کرتے بلکہ امر امامت کے تنازعہ کے طول پکڑ جانے کے باوجود کسی ایک سے بھی نہیں کہتے کہ آپ لوگ اس بارہ میں خواہ مخواہ جھگڑ رہے ہیں۔ نص جلی نے تو فلاں آدمی کو امامت کے لئے متعین بھی کر دیا ہے اگر کوئی یہ خیال کرے کہ حضرت علی نے تو انہیں ایسا کہا تھا۔ مگر انہوں نے آپ کی بات نہیں مانی تو ایسا شخص گمراہ اور ضروریات دین کا منکر ہے۔ اس کی طرف متوجہ ہونے کی ضرورت نہیں رہی بات اس حدیث کی جو حضرت علی کے فضائل میں آئندہ بیان ہوگی کہ آپ نے کھڑے ہو کر حمد و ثنا کے بعد فرمایا کہ جو شخص غدیر خم کے موقع پر موجود تھا میں اس سے اللہ کا واسطہ دے کر کہتا ہوں کہ وہ کھڑا ہو جائے۔ وہ شخص کھڑا نہ ہو جو یہ کہتا ہے کہ مجھے خبر دی گئی ہے یا مجھے اطلاع پہنچی ہے بلکہ وہ شخص کھڑا ہو جو یہ کہے کہ اس بات کو میرے کانوں نے سنا اور میرے دل نے یاد رکھا۔ تو اس پر سترہ صحابہ کھڑے ہو گئے۔ اور ایک روایت میں تیس صحابہ کے کھڑے ہونے کا ذکر ہے۔ تو فرمایا جو کچھ تم نے سنا ہے بیان کرو۔ تو انہوں نے آئندہ آنے والی حدیث بیان کی جس

میں یہ ذکر بھی ہے کہ من کنت مولاہ فعلی مولاہ تو آپ نے فرمایا تم نے درست کہا اور میں اسکا شاہد ہوں

ابوالطفیل کے قول کے مطابق حضرت علی نے یہ بات حصول خلافت کے بعد کہی ۔ احمد اور بزار سے بھی یہی ثابت ہے کہ حضرت علی نے عراق میں لوگوں کو جمع کیا پھر کہا میں اس شخص کو اللہ کا واسطہ دے کر کہتا ہوں جو غدیر خم کے موقع پر موجود تھا ۔ پھر آگے وہی بات بیان ہوئی ہے ۔ جو اوپر گذر چکی ہے ۔ آپ کا مقصد یہ تھا کہ لوگ آپ سے تمسک کریں اور آپ کی مدد کریں ۔

نواں شبہ اللہ تعالےٰ کا یہ قول حضرت علی کی خلافت پر تفصیلی نص ہے کہ واولوا الارحام بعضھم اولی ببعض یہ آیت خلافت کے عموم پر دال ہے اور حضرت علی ، حضرت ابوبکر کی نسبت بلحاظ رشتہ اولیٰ ہیں ۔

جواب آیت میں عمومیت نہیں پائی جاتی بلکہ آیت مطلق ہے پس خلافت کے بارے میں نص نہیں پائی جاتی اور مطلق اور عام کے درمیان فرق ظاہر ہے ۔ جبکہ عموم اولاً بدلی ہوتا ہے اور ثانیاً شمولی

دسواں شبہ اللہ تعالےٰ کا قول انما ولیکم اللہ و رسولہ والذین امنوا ۔ حضرت علی کی خلافت پر مفصل اور مصرح نص ہے وہ کہتے ہیں ولی کے معنی زیادہ حقدار اور اولیٰ بالتصرف کے ہیں ۔ جیسے بچے کا ولی بچے کے معاملہ میں تصرف کا زیادہ حقدار ہوتا ہے ۔ یا اس کے معنی محب اور مددگار کے ہیں ۔ لغت میں اس کے تیسرے معنی موجود ہی نہیں ۔ مددگار کا مفہوم یہاں مراد نہیں لیا جا سکتا

کیونکہ نص میں سب مومنین کی نصرت کے لئے عمومیت پائی جاتی ہے۔ جیسے اللہ تعالے فرماتا ہے ۔ والمومنون والمومنات بعضھم اولیا بعض پس اس کا حصر درست نہ ہوگا بلکہ آیت میں جن مومنین کا ذکر ہے یہ ان کے بارے میں ہے ۔ پس متعین ہو گیا کہ آیت میں متصرف کا مفہوم مراد ہے اور متصرف امام کو کہتے ہیں اور مفسرین کا اس بات پر اجماع ہے کہ

الذین یقیمون الصلوٰۃ ویوتون الزکوٰۃ وھم راکعون ۔

سے مراد حضرت علی ہیں کیونکہ اس آیت کا سبب نزول یہ ہے کہ حضرت علی سے بحالت رکوع سوال کیا گیا تو آپ نے اپنی انگوٹھی سائل کو دے دی اور اس بات پر بھی ان کا اجماع ہے کہ اس سے مراد حضرت ابوبکر وغیرہ نہیں ہیں ۔ پس متعین ہو گیا کہ آیت میں حضرت علی مراد ہیں ۔ پس یہ آپ کی امامت پر نص ہے ۔

جواب جو کچھ کہا گیا ہے سب غلط ہے ۔ کیونکہ یہ سب باتیں بغیر کسی دلیل کے ظن وتخمین سے کہی گئی ہیں ۔ بلکہ اس آیت میں ولی کا لفظ مددگار کے معنوں میں ہی آیا ہے ۔ اگر ان کے خیال کے مطابق متصرف کے معنی لئے جائیں تو حضرت علی کا حضور علیہ السلام کے زمانے میں بھی اولی بالتصرف ہونا لازم آتا ہے ۔ جو بلاشبہ ایک جھوٹی بات ہے اور ان کا یہ خیال کہ آیت میں حضرت ابوبکر مراد نہیں بلکہ حضرت علی ہیں ۔ یہ ایک بدترین جھوٹ ہے ۔ اس لئے کہ حضرت ابوبکر نماز قائم کرنے والوں میں شامل ہیں کیونکہ آیت میں جمع کا صیغہ مکرر لایا گیا ہے ۔ پس اسے واحد پر کیسے محمول کیا جا سکتا ہے ۔ اور یہ کہنا کہ آیت کا نزول حضرت علی کے حق میں ہوا ہے ! اس

سے یہ بات لازم نہیں آتی کہ کوئی دوسرا شخص جو آپ کے ساتھ اس صیغہ میں شریک ہے وہ اس میں شامل نہیں ہو سکتا اور اسی طرح ان کا یہ کہنا بھی جھوٹ ہے کہ اس بات پر اجماع ہے کہ یہ آیت حضرت علی کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔

حضرت حسن جن کی امامت اور جلالت شان ایک مسلمہ بات ہے، نے فرمایا ہے کہ آیت عام ہے اور دوسرے مومنین بھی اس میں شامل ہیں۔ حضرت امام باقر بھی اس بارہ میں آپ سے موافقت کرتے ہیں۔ آپ سے دریافت کیا گیا کہ یہ آیت کس کے متعلق نازل ہوئی ہے۔ کیا حضرت علی کے بارے میں نازل ہوئی ہے؟ آپ نے فرمایا حضرت علی بھی مومنین میں شامل ہیں اور بعض مفسرین نے کہا ہے کہ ان الذین امنوا سے مراد ابن سلام ان کے ساتھی ہیں اور بعض دیگر مفسرین کا خیال ہے کہ جب حضرت عبادہ نے اپنے حلیف یہود سے اظہار بیزاری کیا تو یہ آیت ان کے بارہ میں نازل ہوئی اور حضرت عکرمہ جو حضرت عبداللہ بن عباس ترجمان القرآن کے علوم کے حفظ میں خاص شان کے حامل ہیں، فرماتے ہیں کہ یہ آیت حضرت ابوبکر کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ پس ان لوگوں کا خیال باطل ثابت ہوگیا۔ پھر لفظ ولی کو انہوں نے جن معنوں پر محمول کیا ہے وہ اپنے ماقبل سے کوئی مناسبت نہیں رکھتے اور وہ یہ ہے کہ لاتتخذوا الیھود اس میں قطعی طور پر ولی مددگار کے معنوں میں آیا ہے اور آیت کے مابعد سے بھی ان معنوں کی کوئی مناسبت نہیں کیونکہ وہاں ذکر ہے۔

ومن یتول اللہ ورسولہ   جو اللہ اور اسکے رسول کی مدد کرتا ہے

اس جگہ تولیٰ نصرت کے معنوں میں آیا ہے۔ پس اجزائے کلام کو آپس میں مربوط کرنے کے لئے آیت کو ان معنوں پر محمول کرنا واجب ہے[1]

گیارہواں شبہ

حضرت علی کی خلافت پر مفصل اور مصرح نص، حضور علیہ السلام کا وہ قول ہے جو آپ نے حجۃ الوداع سے واپسی پر غدیر خم کے روز جحفہ کے مقام پر فرمایا۔ آپ نے صحابہ کو جمع کر کے تین بار فرمایا کیا میں تمہاری جانوں سے بھی تمہیں زیادہ محبوب نہیں ہوں۔

---

[1] اس آیت سے حضرت علی کی خلافت کا استدلال اس صورت میں درست ہو سکتا ہے کہ لفظ انما کو حصر حقیقی کے معنوں میں لیا جائے اگر ایسا ہو تو اثنا عشریہ شیعوں کا مذہب باطل قرار پاتا ہے کیونکہ حصر حقیقی، حضرت علی کے سوا، کسی دوسرے امام میں ان صفات کو محقق نہیں ہونے دیتا جو آپ کے بعد ہوا۔ اور ہم اس پر بھی منع وارد کرتے ہیں کہ اس سے مراد ان لوگوں کی ولایت ہے جو حضرت عمر کے زمانے میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں موجود تھے اس لئے کہ امامت، نبی کی موت کے بعد نیابت کرنے کا نام ہے لیکن آیت نے اس ولایت کیلئے کوئی زمانہ مقرر نہیں کیا۔ پس یہ حضرت علی کی امامت کے درست ہونے پر دلالت کرتی ہے۔ اور بعد کے ائمہ ثلاثہ کی امامت پر استدلال کرنا درست نہ ہوگا اور ان کا یہ کہنا کہ مفسرین کا اس بات پر اجماع ہے کہ یہ آیت حضرت علی کے متعلق ہے اس پر بھی ہم منع وارد کرتے ہیں کیونکہ محقق مفسرین نے حضرت امام باقر سے روایت کی ہے کہ یہ مہاجرین اور انصار کے متعلق ہے اور حضرت عکرمہ نے کہا ہے کہ یہ حضرت ابوبکر کے متعلق ہے۔ اور نماز میں انگوٹھی صدقہ کر دینے والی روایت علماء کے اجماع سے موضوع ثابت ہو چکی ہے پس یہ ساری کہانی ہی بالاجماع جھوٹی ہے۔

صحابہ نے اس بات کو تسلیم کرتے ہوئے اس کی تصدیق کی. پھر آپ نے حضرت علی کا ہاتھ بلند کرکے فرمایا

من کنت مولاہ فعلی مولاہ اللھم وال من والاہ وعاد من عاداہ واحب من احب والبغض من البغضہ وانصر من نصرہ واخذل من خذلہ وادر الحق معہ حیث دار

جس کا میں محبوب ہوں علی بھی اس کا محبوب ہے اے اللہ جو اس سے محبت رکھے اس سے محبت رکھ اور جو اس سے دشمنی کرے اس سے دشمنی کر. پس جو اس سے محبت کرتا ہے اسکو محبوب بنالے اور جو اس سے بغض رکھتا ہے اسکو مبغوض بنادے. جو اس کی مدد کرتا ہے اس کی مدد کر اور جو اس کو بے یار و مدد گار چھوڑتا ہے اُسے تو بھی چھوڑ دے اور جہاں یہ جائے حق اس کے ساتھ ہو۔

وہ کہتے ہیں کہ اس جگہ مولیٰ سے مراد اولیٰ ہے اور حضرت علی محبت کے اس مقام پر ہیں۔ جس مقام پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم تھے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ آپ نے فرمایا ہے الست اُولیٰ بکم۔ یہاں مددگار کے معنی نہیں۔ اگر ایسا ہوتا تو آپ کو لوگوں کو جمع کرنے اور آپ کے لئے دعا کرنے کی ضرورت نہ تھی۔ کیونکہ یہ بات تو سب کو معلوم تھی۔ وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ یہ دعا صرف امام معصوم مفترض الطاعۃ کیلئے ہی ہوسکتی ہے۔ پس یہ آپ کی خلافت پہ صحیح نص صریح ہے۔

جواب: یہ شیعوں کے شبہات میں سے نہایت قوی شبہ ہے اس لئے اس کے جواب میں ایک مقدمہ کی ضرورت ہے۔ جس میں اس حدیث اور اس کے اخراج کرنے والوں کا بیان ہو۔ بلا شبہ یہ حدیث صحیح ہے اور اسے ایک جماعت نے روایت کیا ہے۔ جیسے ترمذی نسائی اور احمد۔ یہ حدیث بے شمار طرق سے مروی ہے۔ اسے سولہ[۱۶] صحابہ نے روایت کیا ہے۔ اور احمد کی ایک روایت میں ہے کہ اس حدیث کو تیس[۳۰] صحابہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے اور حضرت علی سے جب ان کے دورِ خلافت میں تنازعہ کیا گیا تو اس حدیث سے صحابہ نے حضرت علی کے حق میں شہادت دی۔ جیسا کہ پہلے ذکر ہو چکا ہے۔ اور آئندہ بھی اس کا ذکر آئے گا۔ اس کی بہت سی اسانید صحیح اور حسن ہیں اور جو شخص اس کی صحت پر معترض ہو اور یہ کہہ کر اس کی تردید کرے کہ اس وقت حضرت علی یمن میں تھے۔ اس کی بات کی طرف التفات کی ضرورت نہیں اور اس بات کا ثبوت کہ آپ یمن سے واپس آگئے تھے یہ ہے کہ آپ نے حضور علیہ السلام کے ساتھ حج کیا ہے۔ اور بعض لوگوں کا یہ قول کہ اللھم وال من والاہ الخ کے الفاظ کی ایزادی موضوع ہے۔ یہ بات بھی قابل رد ہے کیونکہ یہ الفاظ ایسے طرق سے بھی آتے ہیں جن میں سے کثیر تعداد کو ذہبی نے صحیح قرار دیا ہے۔

بہرکیف ان کے جملہ خیالات ان وجوہ کے باعث جن کا ہم ذکر کریں گے۔ مردود ہیں۔ اگرچہ ان کے بیان میں ضرورت کے باعث طوالت ہو گئی ہے۔ پس ان پر غور و فکر کرنے سے اکتاہٹ اور غفلت سے کام نہ لیا جائے۔

پہلی وجہ شیعہ فرقے اس بات پر متفق ہیں کہ تواتر سے بھی امامت پر استدلال ہو سکتا ہے۔ اس حدیث کی صحت میں اختلاف کے باعث تواتر کی نفی ہو گئی ہے بلکہ اس کی صحت پر اعتراض کرنے والی ائمہ حدیث کی ایک جماعت ہے۔ جس کی طرف عادل ہونے کی وجہ سے رجوع کیا جاتا ہے۔ جیسے ابوداؤد سجستانی اور ابوحاتم رازی وغیرہ۔ باوجودیکہ یہ حدیث احاد ہے اس کی صحت میں اختلاف ہے۔ پس احادیث امامت میں بالاتفاق جو انہوں نے تواتر کی شرط لگائی ہے۔ اس کی مخالفت ان کے لئے کیسے جائز ہو گئی ہے اور وہ کیسے اس سے حجت پکڑتے ہیں یہ تو قبیح تناقض اور تحکم ہے۔

دوسری وجہ ہم لفظ "ولی" کے وہ معنی تسلیم نہیں کرتے جو انہوں نے بیان کئے ہیں۔ بلکہ اس کے معنی مددگار کے ہیں۔ کیونکہ وہ آزاد کنندہ، آزاد شدہ متصرف فی الامر مددگار اور محبوب کے معنوں میں مشترک ہے اور حقیقت میں یہ سب اس کے معنی ہیں۔ اور مشترک المعنی لفظ کے کسی معنی کو بغیر کسی دلیل کے متعین کر دینا تحکم ہے۔ جس کی کوئی اہمیت نہیں اور سب مفاہیم میں لفظ کی تعمیم، خواہ وہ مشترک لفظی ہو جائز نہیں۔ کیونکہ تعدد معنی کی رُو سے اس کی متعدد اوضاع ہو جاتی ہیں۔ مگر اس میں اختلاف ہے جمہور اصولیوں۔ علمائے بیان اور فقہا کے استعمالات کا مقتضیٰ یہ ہے کہ مشترک اپنے تمام معنی پر حاوی نہیں ہوتا۔ اگر ہم دوسرے قول یا مشترک معنوں کی بنا پر اس کی تعمیم کا کہیں کہ اس کی ایک وضع قدر مشترک کے لئے بنائی گئی ہے اور وہ یہ ہے کہ مولیٰ سے اسکا قرب معنوی

ہے تو اس سے تمام گذشتہ بیان درست قرار پاتا ہے۔ پس یہاں اس کی تعمیم نہ ہو گی۔ کیونکہ یہاں آزاد کنندہ اور آزاد شدہ تمام معنوں کا ارادہ نہیں کیا گیا۔ پس ایک معنی کا تعین ہو گیا اور ہم اور وہ محبوب کے معنوں پر متفق ہیں۔ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ ہمارے آقا اور حبیب ہیں۔ مولیٰ کا لفظ شرعاً اور لغتاً امام کے معنوں میں کہیں نہیں دیکھا گیا۔ اور ائمہ عربیہ میں سے کسی نے اس بات کا ذکر نہیں کیا کہ مفعل افعل کے معنوں میں بھی آتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کا یہ قول کہ
ماواکم النار ھی مولاکم۔ اس کے معنی ہیں آگ تمہارا ٹھکانہ ہے یا آگ تمہاری مدد کرنے والی ہے۔ ناصرۃ کا لفظ مبالغہ ہے جو نصرت کی نفی کیلئے آیا ہے۔ جیسے کہتے ہیں الجوع زاد من لا زادلہ، یعنی جس کا کوئی توشہ نہ ہو بھوک اس کا توشہ ہے ۔[1]

---

[1] ابو زید لغوی نے، مفعل بمعنی افعل کو جائز قرار دیا ہے اور اس نے تفسیر ھی مولاکم میں ابو عبیدہ کے قول سے تمسک کیا ہے اور اس کے معنی اولی بکم بیان کئے ہیں۔ مگر تمام اہل زبان کے نزدیک وہ اس معاملہ میں غلطی پر ہیں۔ دگرنہ لازم آئے گا کہ اولی منک کی بجائے فلان مولی منک کہا جائے جو بالاجماع باطل ہے۔ لیکن ابو عبیدہ نے جو معنے بیان کئے ہیں۔ اس کا مقصد یہ ہے کہ آگ تمہارا ٹھکانہ ہے اور تمہارے مناسب حال جگہ ہے یہ نہیں کہ انہوں نے مولیٰ کو بمعنی اولی کہا ہے۔

اسی طرح استعمال بھی مفعل کو افعل کے معنوں میں لینے سے مانع ہے ۔ یہ تو کہا جاتا ہے کہ اولی من کذا مگر یہ نہیں کہا جاتا کہ مولی من کذا یا اولی الرجلین تو کہا جاتا ہے مگر مولاھما نہیں کہا جاتا اور ہم نے اس کے معنی جو متصرف فی الامور بیان کئے ہیں تو آئندہ آنیوالی روایت من کنت ولیہ کو مدنظر رکھ کر کئے ہیں ۔ پس آپ کی موالات کی تنصیص سے مراد آپ کے بغض سے اجتناب ہے کیونکہ الست اولی بکم من انفسکم تین بار کہنے سے تنصیص کرنا اس کے شرف کو دوبالا کرنے والی بات ہے ۔ تاکہ اسے قبول کرنے پر زیادہ آمادگی ہو اور دعا بھی اسی وجہ سے کی گئی ہے اور ہم نے جو کچھ ذکر کیا ہے اس کی طرف ہماری رہنمائی اسی خطبہ سے ہوتی ہے ۔ جس میں حضور علیہ السلام نے اہلبیت کو عموماً اور حضرت علیؓ کو خصوصاً ترغیب دلائی ہے ۔ اسی طرح اس حدیث کے ابتدائی الفاظ بھی ہماری راہنمائی کرتے ہیں ۔ طبرانی وغیرہ کے نزدیک سند صحیح سے اس حدیث کے الفاظ یہ ہیں ۔

انہ صلی اللہ علیہ وسلم خطب بغدیر خم تحت شجرات، فقال ایھا الناس انہ قد نبانی اللطیف الخبیر انہ لم یعمر نبی الا نصف عمر الذی یلیہ من قبلہ وانی لا ظن انی یوشک ان ادعی فاجیب وانی مسئول وانکم مسئولون فماذا انتم قائلون، قالوا نشھد انک قد بلغت وجھدت	کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے غدیر خم پر درختوں کے نیچے خطبہ دیتے ہوئے فرمایا لوگو ! مجھے لطیف و خبیر خدا نے خبر دی ہے کہ ہر نبی نے اپنے سے پہلے نبی کی عمر سے نصف عمر پائی ہے ۔ مجھے یقین ہے کہ عنقریب مجھے بھی بلاوا آجائے گا ۔ اور مجھے اسکا جواب دینا ہوگا ۔ میں بھی مسئول

ونصحت فجزاك الله خيراً
فقال اليس تشهدون ان لا اله
الا الله وان محمداً عبده ورسوله
وان جنته حق وان ناره حق و
ان الموت حق والبعث حق بعد
الموت وان الساعة آتية لا
ريب فيها وان الله يبعث من
في القبور قالوا بلى نشهد بذلك
قال اللهم اشهد، ثم قال يا
ايها الناس ان الله مولاي و
انا مولى المؤمنين وانا اولى بهم
من انفسهم فمن كنت مولاه
فهذا مولاه يعني عليا اللهم وال
من والاه وعاد من عاداه،
ثم قال ايها الناس اني فرطكم و
انكم واردون على الحوض حوض
اعرض مما بين بصرى الى صنعاً
فيه عدد النجوم قدحان من
فضة واني سائلكم حين تردون
على عن الثقلين فانظروا كيف
تخلفوني فيهما الثقل الاكبر

ہوں اور تم بھی۔ بتاؤ تم کیا کہتے
ہو۔ صحابہ نے عرض کیا ہم اس بات
کی شہادت دیتے ہیں کہ آپ نے
مقدور بھر ہم تک پیغام پہنچا دیا ہے
اور ہماری خیر خواہی کی ہے۔ اللہ
تعالےٰ آپ کو اس کی نیک جزا دے
فرمایا تم اس بات کی گواہی نہیں
دیتے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی
معبود نہیں اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)
اللہ کے بندے اور اس کے رسول
ہیں۔ اور اس کی جنّت حق، دوزخ
حق، موت حق اور بعث بعد الموت
حق ہے۔ اور بلاشبہ قیامت آنے
والی ہے اور اللہ تعالیٰ اہل قبور
کا بعث کرے گا۔ صحابہ نے عرض
کیا ہم اس کی گواہی دیتے ہیں۔ کہ
بالکل ایسے ہی ہوگا۔ آپ نے فرمایا
اے اللہ تو بھی گواہ رہو۔ پھر فرمایا
اے لوگو! اللہ میرا مولا ہے اور
میں مومنین کا مولا ہوں۔ اور میں
انہیں اپنی جان سے بھی عزیز تر ہوں

کتاب اللہ عزوجل سبب طرفہ
بید اللہ و طرفہ باید یکم
فاستمسکوا بہ لا تضلوا ولا تبدلوا
وعترتی اھل بیتی فانہ قد
نبانی اللطیف الخبیر انھما لن
یفترقا حتی یردا علی الحوض

پس جیسے میں محبوب ہوں پس
علی بھی اس کے محبوب ہیں۔ اے اللہ
جو اس سے محبت کرے اس سے
محبت رکھ اور جو اس سے دشمنی
کرے اس سے دشمنی کر، پھر
فرمایا لوگو! میں تمہارا فرط ہوں
اور تم حوض پر وارد ہونے والے ہو
وہ حوض میری نگاہ میں صنعاء تک
ہے۔ جس میں متعدد ستارے اور
چاندی کے دو پیالے ہیں۔ جب
تم میرے پاس آؤ گے تو میں تم
سے دو چیزوں کے بارے میں
دریافت کروں گا۔ پس دیکھنا تم
ان دو چیزوں میں میری نیابت
کس طرح کرتے ہو۔ ان میں ایک
بڑی چیز اللہ عزوجل کی کتاب ہے
جس کا ایک سرا اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں
اور دوسرا سرا تمہارے ہاتھ میں ہے
اسے مضبوطی سے تھامے رکھنا۔ تم نہ
گمراہ ہو گے اور نہ تبدیل ہو گے
اور میری اولاد میرے اہلبیت ہیں۔

یہ بات مجھے لطیف و خبیر خدا نے
بتائی ہے۔ یہ دونوں یعنی قرآن
مجید اور میری اولاد، حوض پر وارد
ہونے تک الگ نہ ہوں گے۔

اس کے بیان کا سبب یہ ہے جسے حافظ شمس الدین الجزری
نے ابن اسحٰق سے نقل کیا ہے۔ کہ حضرت علی نے یمن میں اپنے بعض
ساتھیوں سے اس بارے میں گفتگو کی تھی۔ جب حضور علیہ السلام حج
سے فارغ ہوئے تو آپ نے حضرت علی کی شان کے متعلق تنبیہاً ور
جن لوگوں نے اعتراضات کئے تھے۔ ان کی تردید میں خطبہ دیا جیسے
بریدہ کے متعلق بخاری میں ہے کہ بریدہ حضرت علی سے بغض رکھتا تھا
اور اس کا سبب یہ ہے جسے ذہبی نے صحیح قرار دیا ہے۔ کہ بریدہ کو
حضرت علی کے ساتھ یمن جانے کا اتفاق ہوا۔ اور اس نے آپ سے
کچھ سختی محسوس کی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آکر آپ کے
نقائص بیان کرنے لگا۔ جس سے حضور کا چہرہ متغیر ہوگیا اور آپ نے
فرمایا، بریدہ! کیا میں مومنوں کو جان سے عزیز تر نہیں ہوں۔
اس نے جواب دیا ہاں یا رسول اللہ! تو آپ نے فرمایا جسے میں
محبوب ہوں۔ اُسے علی بھی محبوب ہے۔ اور ابن بریدہ کی ایک روایت
ہے کہ آپ نے فرمایا اے بریدہ! علی کی عیب چینی نہ کر۔ کیونکہ میں
علی سے ہوں اور علی مجھ سے اور وہ میرے بعد تمہارا ولی ہوگا۔ اس
حدیث کی سند میں ایک شخص اجلح ہے اگرچہ ابن معین نے اُسے ثقہ
قرار دیا ہے۔ لیکن دوسروں نے اُسے ضعیف قرار دیا ہے۔ کیونکہ وہ

شیعہ ہے اور اگر اسے صحیح بھی تسلیم کر لیا جائے تو اسے اس بات پر حمل کیا جائے گا۔ کہ اُس نے اپنے عقیدہ کے مطابق روایت بالمعنی کی ہے۔ اور اگر یہ فرض کر لیا جائے کہ اس نے اسے بلفظ بیان کیا ہے تو اس کی تاویل یہ ہو گی کہ اس سے مراد ولایت خاصہ ہے اسکی نظیر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ قول ہے کہ علی تم سب سے زیادہ صحیح فیصلے کرنے والے ہیں۔

اگرچہ یہ حدیث تاویل کی متحمل نہیں۔ لیکن حضرت ابوبکر کی ولایت کی حقیت اور اس کی فروع پر اجماع اس بات کا قطعی فیصلہ کرتا ہے کہ ابوبکر کی ولایت حق اور حضرت علی کی ولایت باطل ہے کیونکہ اجماع کا مفاد قطعی ہے اور خبر واحد کا مفاد ظنی ہے اور ظنی اور قطعی کے درمیان کوئی تعارض نہیں۔ پس قطعی پر عمل کیا جائے گا۔ اور ظنی کو چھوڑ دیا جائے گا اور ظنی شیعوں کے نزدیک بھی قابل اعتبار نہیں۔ جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے

تیسری وجہ:- ہم تسلیم کرتے ہیں کہ وہ اولی تھے۔ لیکن یہ بات ہم تسلیم نہیں کرتے کہ وہ اولی بالامامت تھے۔ بلکہ اتباع اور آپ سے قرب میں اولی تھے۔ جیسا کہ اللہ تعالی کا یہ قول

ان اولی الناس بابراھیم للذین اتبعوہ۔ یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زیادہ قریب وہ لوگ ہیں جو آپ کے متبع ہیں۔

نہ کہ وہ جو قاطع ہیں۔ بلکہ وہ بھی نہیں جو ظاہری طور پر اتباع کرتے ہیں۔

اس احتمال کی نفی سے ثابت ہوا کہ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر نے جو مفہوم اس حدیث کا سمجھا وہی واقع کے مطابق ہے۔ اور ان دونوں کے متعلق یہ حدیث آپ کیلئے کافی ہو گی کہ جب انہوں نے اس حدیث کو سُنا تو حضرت علی

سے کہا آپ تو تمام مومنوں اور مومنات کے محبوب ہو گئے ہیں۔ جو اس
حدیث کو دار قطنی نے بیان کیا ہے۔ اسی طرح دار قطنی نے یہ بھی بیان
کیا ہے کہ حضرت عمر سے کہا گیا کہ آپ حضرت علی سے وہ سلوک کرتے ہیں جو
اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم میں سے کسی اور کے ساتھ نہیں کرتے۔ تو
آپ نے فرمایا حضرت علی میرے محبوب ہیں۔

چوتھی وجہ ہم تسلیم کرتے ہیں کہ حضرت علی اولی بالامامت تھے۔ مگر اس
سے مراد یہ ہے۔ کہ وہ انجام کار امام بن جائیں گے۔ اگر یہ مفہوم تسلیم نہ کیا
جائے تو اس کا مطلب یہ ہو گا کہ آپ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ
دم نقد امام تھے۔ کیونکہ اس میں مآل کا کوئی خیال نہیں کیا گیا۔ پس مراد یہ
ہے کہ جب آپ کی بیعت منعقد ہو گی تو ائمہ ثلاثہ کی تقدیم اجماع کی وجہ سے
اس کے منافی نہ ہو گی۔ اس بات کو خود حضرت علی نے تسلیم کیا ہے جیسا
کہ پہلے بیان ہو چکا ہے اور سابقہ احادیث میں بھی صراحت کے ساتھ حضرت
ابوبکر کی امامت کا ذکر موجود ہے۔ پس ان کے اعتقاد کے مطابق حضرت
علی کی افضلیت سے یہ لازم نہیں آتا کہ دوسرے کی تولیت باطل ہو جاتی
ہے۔ اور اس سے پہلے بیان ہو چکا ہے کہ اہلسنت کا اس بات پر اجماع ہے
کہ فاضل کی موجودگی میں مفضول کی امامت درست ہو سکتی ہے اور اس
کی دلیل یہ ہے کہ انہوں نے حضرت عثمان رض کی خلافت پر اجماع کیا ہے
اور حضرت علی کی افضلیت کے متعلق ان میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ اگرچہ
اکثر اسی بات کے قائل ہیں کہ حضرت عثمان، حضرت علی سے افضل ہیں
جیسے کہ آئندہ بھی بیان ہو گا۔ اور سفیان ثوری رض سے صحیح روایت کی گئی ہے
کہ جس شخص نے یہ خیال کیا کہ حضرت علی شیخین سے ولایت کے زیادہ

حق دار تھے تو اس نے شیخین، مہاجرین اور انصار سب کو غلطی پر قرار دیا.
میں نہیں سمجھتا کہ اس عقیدے کے ساتھ اس کا کوئی عمل بھی آسمان کی طرف جائے
جیسے کہ بیان ہو چکا ہے یہ بات ثوری نے ان سے نقل کی ہے پھر کہا یہ
ان کا کلام ہے جو حضرت علیؓ کے جائز مقام کے متعلق حسن اعتقاد رکھتے تھے
اور صرف حسن اعتقاد کی مشہوری کا اشارہ ہی نہیں کیا۔ بلکہ ابو نعیم نے زید بن
الحباب سے بیان کیا ہے کہ وہ حضرت علی کے کوفی اصحاب کی سی رائے
رکھتے تھے۔ جو حضرت ابوبکر اور حضرت عمر پر آپ کی فضیلت کے قائل
ہیں۔ مگر جب وہ بصرہ گئے تو تفضیل کے قول سے انہوں نے رجوع
کر لیا.

پانچویں وجہ: حضرت علی کی امامت پر یہ حدیث کیسے نص ہو سکتی
ہے۔ جبکہ خود آپ نے نہ حضرت عباس نے اور نہ ہی کسی اور شخص نے
ضرورت کے وقت اس سے حجت پکڑی ہے آپ کی خلافت کے بارے
میں اس نص سے جو حجت پکڑی گئی ہے اس کا جواب آٹھویں شبہ میں دیا
گیا ہے۔ پس آپ کا اپنے زمانہ خلافت تک اس حدیث سے احتجاج
کرنے سے سکوت اختیار کرنا، ایک ادنیٰ عقل و فہم آدمی کے لئے بھی فیصلہ
کن بات ہے۔ اس لئے کہ آپ نے سمجھ لیا تھا کہ اس حدیث میں حضور علیہ
السلام کے وصال کے بعد آپ کی خلافت کے متعلق کوئی نص موجود نہیں
بلکہ خود حضرت علی نے صراحت کی ہے۔ کہ حضور علیہ السلام نے ان کے
یا کسی اور کے متعلق کوئی نص بیان نہیں فرمائی۔ جیسا کہ آئندہ اسے بیان
کیا جائے گا۔ بخاری وغیرہ میں ایک حدیث آئی ہے کہ حضرت علی اور حضرت
عباس، حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے نکلے۔ اس میں صریح

ذکر ہے کہ حضور علیہ السلام نے موت کے وقت کسی کے بارے میں نص بیان نہیں فرمائی۔ اور ہر عقلمند اس سے بخوبی سمجھ سکتا ہے کہ حدیث من کنت مولاہ فعلی مولاہ حضرت علی کی امامت کے بارے میں نص نہیں۔ اگر نص موجود ہوتی تو حضرت علی اور حضرت عباس نے حضور علیہ السلام کے گھر سے واپسی پر اس سے حجت کیوں نہ پکڑی۔ جیسا کہ بخاری میں مذکور ہے۔ اور جب حضرت عباس نے کہا کہ اگر امر خلافت ہم میں ہے تو آپ ہمیں یوم غدیر سے قریب تر عرصے میں بتا دیں گے۔ جبکہ ان دونوں کے درمیان دو ماہ کا عرصہ ہے۔ اور دیگر تمام سننے والے صحابہ کے بارے میں باوجود قرب زمانہ، حفظ و ذکاء، فطانت اور عدم تفریط و غفلت کے یہ تجویز کرنا کہ وہ یوم غدیر کی حدیث کو بھول گئے تھے۔ محالات عادیہ میں سے ہے۔ اور ایک عقلمند آدمی ادنیٰ بداہت سے اچھی طرح سمجھ سکتا ہے کہ ان سے کسی نسیان اور تفریط کا وقوع نہیں ہوا۔ نیز حضرت ابوبکر کی بیعت کرتے وقت بھی انہیں یہ حدیث اور اس کے معنی یاد تھے پھر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یوم غدیر کے بعد خطبہ میں حضرت ابوبکر کے حق کا اعلان کیا۔ آپ کے فضائل کی سو احادیث کے بعد تیسری حدیث میں اسکا ذکر موجود ہے۔ وہاں ملاحظہ فرمائیے۔ اور فضائل اہلبیت کی احادیث میں جو آگے چوتھی آیت کے ضمن میں بیان ہوئی ہیں۔ کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مرض الموت میں صرف ان کی مودت و محبت اور اتباع کی ترغیب دی ہے۔ اور احادیث میں ہے کہ حضور کی آخری گفتگو یہ تھی کہ میرے اہلبیت کے لئے میرا قائم مقام بننا۔ یہ تھی ان کے متعلق وصیت۔ پس مقام خلافت اور ان دونوں باتوں کے درمیان بڑا فرق ہے۔

شیعہ اور روافض کا خیال ہے کہ صحابہ نے اس نص کے جاننے کے باوجود عناد اور باطل پرستی میں مقابلہ کے باعث نہیں مانا۔ جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے۔ کہ ان کا یہ قول کہ حضرت علی نے اسے تقیہ کے باعث ذکر نہیں کیا۔ جھوٹ اور افترا ہے۔ جیسا کہ ہم مفصل بیان کر چکے ہیں۔ نیز یہ بھی کہ آپ کثیر القوم ہونے اور شجاعت کے باعث محفوظ بھی تھے۔ یہی وجہ ہے کہ جب انصار نے منا امیر و منکم امیر کہا تو حضرت ابوبکر نے حدیث الائمۃ من قریش سے احتجاج کیا۔ پس انہوں نے اس استدلال کو کیسے تسلیم کر لیا۔ اور کیوں نہ انہوں نے کہا کہ حضرت علی کے بارے میں نص آچکی ہے۔ اور آپ کیوں اس قسم کے عموم سے حجت پکڑ رہے ہیں۔ بیہقی نے حضرت ابوحنیفہ سے بیان کیا ہے کہ آپ نے فرمایا ہے کہ شیعہ عقیدہ کی اصلیت یہ ہے کہ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کو گمراہ قرار دیا جائے۔ آپ نے شیعوں کے متعلق بتایا ہے کہ یہ اپنے عقائد میں، روافض سے فحش میں کم ہیں۔ اس لئے کہ روافض تو صحابہ کی تکفیر کرتے ہیں۔ کیونکہ ان کے خیال میں صحابہ نے حضرت علی کے متعلق نص کو چھوڑ دیا تھا۔ اس لئے وہ ان سے عناد رکھتے ہیں۔ بلکہ ابوکامل جو روافض کے لیڈروں میں سے ہے اس نے اور بھی زیادتی سے کام لیا ہے۔[1]

---

[1] ابوکامل روافض کے فرقہ کاملیہ کا لیڈر ہے جو مشہور نابینا شاعر بشار کا پیروکار تھا۔ اور وہ اپنی بدعت میں یہاں تک بڑھ گیا ہے۔ کہ اس نے رجعت کا عقیدہ اختیار کیا۔ اور ابلیس کے اس قول کو درست قرار دیا کہ آگ مٹی پر فضیلت رکھتی ہے۔

اور حضرت علی کی اس خیال کی بنا پر تکفیر کی ہے کہ انہوں نے دین کی ایسی بات کو چھپایا ہے یا چھپانے پر مدد دی ہے۔ جس کے بغیر دین کی تکمیل نہیں ہوتی۔ آپ سے یہ بات قطعی طور پر ثابت نہیں کہ آپ نے کبھی نص سے اپنی امامت پر احتجاج کیا ہو بلکہ آپ سے یہ بات تواتر سے آئی ہے کہ انہوں نے حضرت ابو بکر اور حضرت عمر کو امت کے افضل آدمی قرار دیا ہے۔ پھر حضرت عمر کی بات مان کر انہیں شوریٰ میں شامل کیا ہے۔ اور ملحدین نے ان جھوٹے اور ذلیل آدمیوں کی باتوں کو دین اور قرآن پر طعن کرنے کا ذریعہ بنا لیا ہے۔ اور بعض ائمہ نے روافض کے کلام سے حجت پکڑنے والے ملحدین کا رد پیش کیا ہے۔ ان ملحدین کا ایک اعتراض یہ ہے کہ

اللہ تعالیٰ اس امت کو خیر امت کیسے قرار دیتا ہے۔ جبکہ سوائے چھ آدمیوں کے جنہوں نے حضرت علی پر کسی کو مقدم نہیں کیا۔ آپ کی وفات کے بعد سب مرتد ہو گئے۔ ذرا اس ملحد کی حجت کو دیکھئے کہ کس طرح ہو بہو روافض کی حجت کو پیش کر رہا ہے۔ اللہ ان کا ستیاناس کرے یہ کہاں پھیرے جا رہے ہیں۔ یہ لوگ تو یہود و نصاریٰ اور دیگر گمراہ فرقوں سے بھی زیادہ نقصان دہ ہیں

جیسا کہ حضرت علی نے اپنے اس قول میں صراحت کی ہے کہ یہ امت ۷۳ فرقوں میں بٹ جائے گی۔ اور ان میں بدترین فرقہ وہ ہوگا جو ہماری محبت کا دعویدار ہوگا۔ لیکن ہماری بات کو نہیں مانے گا۔ اور اس کی وجہ یہ ہوگی کہ وہ لوگ اپنے ہی افترا کردہ عناد، کذب اور گھناؤنی بدعات کے خوگر ہوں گے۔ حتیٰ کہ دین اور ائمہ دین پر طعن

کی وجہ سے بلا حدہ غالب آجائیں گے۔ بلکہ ابوبکر باقلانی نے تو کہا ہے
کہ روافض جو کچھ کہتے ہیں اس سے تو اسلام کا ہی ابطال ہو جاتا ہے
کیونکہ جب ان کی جمعیت نصوص کے چھپانے پر قادر ہو گی۔ اور اپنے
اغراض کی خاطر جھوٹ کا نقل کرنا اور اس پر اتفاق کرنا۔

ان میں پختہ ہو جائے گا تو یہ بھی ممکن ہو سکتا ہے کہ جو دیگر
احادیث انہوں نے نقل کی ہیں وہ سب جھوٹ ہی ہوں۔ اور یہ
امکان بھی ہو سکتا ہے کہ قرآن مجید کا معارضہ اس سے افصح کلام سے
ہوا ہو۔ جیسے کہ یہود و نصاریٰ اس کا دعویٰ کرتے ہیں مگر اس کلام کو صحابہ
نے چھپا لیا ہے۔ اسی طرح دیگر امتوں نے جو تمام رسولوں سے نقل کیا
ہے۔ اس میں بھی کذب و زور اور بہتان کا جواز ہو سکتا ہے۔ کیونکہ
جب خیر امت میں ان باتوں کی موجودگی کا انہوں نے ادعا کیا ہے تو دوسری
امتوں کے متعلق ان کا ایسا ادعا کرنا زیادہ اولیٰ ہے پس ان مفاسد پر
غور کیجئے جو ان لوگوں کی باتوں پر مترتب ہوتے ہیں۔ بیہقی نے
امام شافعی سے بیان کیا ہے کہ اہل اہوا، روافض سے بھی زیادہ جھوٹے
ہیں۔ آپ جب کبھی ان کا ذکر کرتے تو ان کی بہت برائی بیان کرتے۔

چھٹی وجہ حضور علیہ السلام کو یوم غدیر کے سابقہ خطبے میں یہ بات
کہنے سے کون مانع تھا۔ کہ یہ شخص میرے بعد خلیفہ ہو گا۔ پس آپ کا
پہلے قول من کنت مولاہ فعلی مولاہ سے عدول کرنا ظاہر کرتا ہے۔ کہ
آپ کا ایسا ارادہ نہیں تھا۔ بلکہ مقبول راویوں کی سند سے روایت
بیان ہوئی ہے۔ جیسے کہ ذہبی نے کہا ہے اور وہ روایت کئے

طرق سے آئی ہے کہ حضرت علی کہتے ہیں کہ

قیل یارسول اللّٰہ من نؤمر فقال ان تؤمروا ابابکر تجدوہ امیناً زاھداً فی الدنیا راغباً فی الآخرۃ وان تؤمروا عمر تجدوہ قویاً امیناً لایخاف فی اللّٰہ لومۃ لائم وان تؤمروا علیا ولا اراکم فاعلین تجدوہ ھادیاً مھدیاً یاخذ بکم الطریق المستقیم

حضور علیہ السلام سے عرض کیا گیا کہ ہم کس کو امیر بنائیں فرمایا اگر ابوبکر کو بناؤ تو اسے امین ، دنیا سے بے رغبت اور آخرت میں راغب پاؤ گے ۔ اور اگر عمر کو امیر بناؤ تو اُسے قوی اور امین پاؤ گے جو اللّٰہ کے بارے میں کسی ملامت کنندہ کی ملامت سے خائف نہ ہوگا ۔ اور اگر علی کو امیر بناؤ مگر میں تمہیں ایسا کرتے نہیں پاتا تو اُسے ہادی اور مہدی پاؤ گے جو تمہیں صراط مستقیم پر لے جائے گا ۔

اسے بزار نے اپنی سند سے بیان کیا ہے جس کے راوی ثقہ ہیں ۔ بیہقی کہتے ہیں کہ امام کا معاملہ اس بات پر منحصر ہے کہ بیعت کر کے مسلمان کس کو امیر بناتے ہیں ۔ اور یہ کہ حضرت علی کے بارے میں کوئی نص موجود نہیں اور ایک جمعیت نے جیسے کہ بزار سند حسن سے اور امام احمد اور دوسرے حضرات نے قوی سند سے بیان کیا ہے جیسا کہ ذہبی نے حضرت علی سے بیان کیا ہے کہ جب لوگوں نے انھیں کہا کہ آپ ہم پر خلیفہ مقرر کریں تو آپ نے فرمایا میں خلیفہ مقرر نہیں کروں گا

بلکہ تمہیں ایسے حال میں چھوڑ دوں گا جیسے تمہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چھوڑا تھا۔ اور بزار نے بیان کیا ہے اور اس کے راوی، صحیح حدیث کے راوی ہیں۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خلیفہ بنایا ہے جو میں تم پر خلیفہ بناؤں۔ اسی طرح دار قطنی نے بیان کیا ہے اور اس کے بعض طرق میں زیادہ الفاظ آتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے۔ اور عرض کیا یا رسول اللہ ہم پر خلیفہ مقرر فرما دیجئے، فرمایا نہیں! اگر اللہ تعالیٰ نے آپ لوگوں کی بھلائی چاہی تو تم میں سے بہترین آدمی کو مقرر کر دے گا۔ حضرت علی کہتے ہیں کہ آپ بہترین آدمی کو جانتے تھے تو اس نے ابوبکر کو ہمارا خلیفہ بنا دیا پس ثابت ہوا کہ آپ نے اس بات کی صراحت کر دی۔ کہ حضور علیہ السلام نے کسی کو خلیفہ نہیں بنایا اور مسلم نے بیان کیا ہے کہ آپ نے فرمایا کہ جو شخص یہ خیال کرتا ہے کہ ہمارے پاس کتاب اللہ کے سوا بھی کچھ پڑھنے کیلئے ہے۔ اور وہ صحیفہ بھی جس میں اونٹوں کے دانتوں اور کچھ زخموں کا ذکر ہے تو اس نے جھوٹ بولا اور ایک جمعیت نے جیسے کہ دار قطنی ابن عساکر اور ذہبی وغیرہ نے بیان کیا ہے کہ جب حضرت علیؓ بصرہ گئے تو آپ کے پاس دو آدمیوں نے آکر کہا کہ آپ، ہمیں اپنے اس سفر کے متعلق بتائیں کیا یہ اس لئے اختیار کیا گیا ہے کہ آپ امراء اور امت پر غالب آنا چاہتے ہیں۔ جو ایک دوسرے سے برسرِ پیکار رہے۔ کیا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ سے کوئی عہد کیا ہے۔ آپ اسے ہمارے پاس بیان کیجئے کیونکہ آپ ہمارے نزدیک قابل اعتبار آدمی ہیں۔ آپ نے فرمایا اگر رسول کریم صلی اللہ

علیہ وسلم کی کوئی وصیت اس بارے میں میرے پاس ہوتی تو قسم بخدا
کہ میں ان کا پہلا مصدق ہوں اب میں ان کا پہلا مکذب نہیں بننا چاہتا
اگر میرے پاس آپ کی کوئی وصیت ہوتی تو میں بنی تیم بن مرہ کے بھائی
اور عمر بن خطاب کو، آپ کے منبر پر نہ چڑھنے دیتا۔ اگر میرے پاس اس
چادر کے سوا کچھ نہ ہوتا۔ تب بھی میں ان دونوں سے جنگ کرتا۔ لیکن
رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نہ قتل ہوئے اور نہ اچانک فوت ہوئے
وہ کئی شب و روز بیمار رہے۔ بلال یا کوئی دوسرا مؤذن آکر آپ کو
نماز کی اطلاع دیتا تو آپ ابوبکر کو نماز پڑھانے کا حکم دیتے۔ آپ کو
میرے مقام و مرتبہ کا بھی علم تھا۔ بلکہ آپ کی ایک بیوی نے چاہا کہ آپ
کی توجہ حضرت ابوبکرؓ سے پھیر دے تو آپ نے انکار کیا اور برافروختہ
ہو کر فرمایا تم تو یوسف والیاں ہو۔ ابوبکر کو حکم دو کہ لوگوں کو نماز پڑھائے
جب حضور علیہ السلام کا وصال ہو گیا تو ہم نے اپنے امور پر غور کیا اور اپنی
دنیا کے لئے اس شخص کو پسند کر لیا۔ جس کو حضور علیہ السلام نے ہمارے
دین کے لئے پسند فرمایا تھا۔ نماز اسلام کا ایک بڑا رکن اور دین کا
قوام ہے۔ پس ہم نے ابوبکرؓ کی بیعت کر لی۔ اور آپ اس کے اہل
تھے۔ اور ہم میں سے دو آدمیوں نے بھی اس پر اختلاف نہیں کیا
اور ایک روایت میں ہے کہ آپ نے ہمارے درمیان ایسا اتحاد
پیدا کر دیا کہ کوئی دو آدمیوں نے بھی اس پر اختلاف نہیں کیا۔ اور ایک
روایت میں ہے کہ ہم نے اپنے دین کے لئے اُسے پسند کر لیا جسے
حضور علیہ السلام نے ہمارے دین کے لئے پسند کیا۔ پس میں نے
ابوبکرؓ کو اس کا حق دے دیا۔ اس کی اطاعت کی۔ اس کی فوج میں اس کے

کے ساتھ ہو کر لڑا ۔ وہ جو مجھے دیتے تھے میں لے لیتا تھا۔ جب جنگ کا کہتے تو میں جنگ کرتا ۔ ان کی موجودگی میں اپنے کوڑے سے حدود لگاتا۔ جب آپ فوت ہوئے تو آپ نے عمرؓ کو خلافت دی۔ اس نے بھی اپنے صاحب کی سنّت اور حکم پر عمل کیا ۔ پس ہم نے عمرؓ کی بیعت کر لی ۔ اور ہم میں سے دو آدمیوں نے بھی اس پر اختلاف نہیں کیا ۔ میں نے اس کا حق ادا کیا ۔ ان کی اطاعت کی ۔ اور اس کی فوج میں اس کے ساتھ ہو کر لڑا ۔ وہ جب مجھے دیتے میں لے لیتا ۔ جب جنگ کا کہتے میں جنگ کرتا ۔ اور آپ کی موجودگی میں میں اپنے کوڑے سے حدود لگاتا ۔ جب آپ فوت ہوئے تو مجھے اپنی قرابت، سبقت اور فضیلت کا خیال آیا ۔ اور میں خیال کرتا تھا کہ کوئی میرا ہم پلہ نہ ہوگا مگر وہ ڈرا کہ خلیفہ آپ کے بعد کوئی ایسا کام نہ کرے ۔ جس سے اسے قبر میں بھی اذیت ہو۔ تو اس نے اپنے نفس اور بچوں کو اس سے نکال دیا ۔ اگر خلافت محبت کے باعث ہوتی تو وہ اپنے بچوں کو ترجیح دیتا ۔ یا اپنے قبیلے کا خیال کرتا ۔ مجھے خیال ہوا کہ وہ میرا مقابلہ نہ کر سکیں گے ۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف نے ہم سے اس بات کا عہد لیا کہ جسے خلیفہ بنایا جائے گا ہم اس کی سمع و اطاعت کریں گے ۔ پھر انھوں نے عثمان کی بیعت کر لی ۔ میں نے دیکھا کہ میری اطاعت میری بیعت سے سبقت لے گئی ہے ۔ اور میرے والا میثاق کسی اور کے لئے لیا جا رہا ہے ۔ تو ہم نے عثمان کی بیعت کر لی ۔ میں نے اس کا حق ادا کیا ۔ اس کی اطاعت کی اور اس کے ساتھ ہو کر جنگ کی ۔ جب وہ مجھے دیتے میں لے لیتا ۔ جب جنگ کا کہتے ، جنگ کرتا ۔ اور آپ کی موجودگی میں اپنے کوڑے سے حدود لگاتا۔ جب

آپ فوت ہوگئے تو میں نے دیکھا کہ وہ دو خلیفے جنہیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھانے کی وصیت کی تھی۔ رہگرائے آخرت ہوگئے ہیں اور یہ خلیفہ جس سے میرے میثاق نے پیوند کیا تھا وہ بھی گذر چکا ہے تو اہل حرمین اور کوفہ اور بصرہ کے لوگوں نے میری بیعت کر لی۔ تو ایک آدمی بیچ میں ٹپک پڑا۔ جو نہ میرا ہمسر ہے نہ اس کی قرابت میری طرح ہے اور نہ اس کا علم میری طرح ہے۔ اور نہ وہ میری طرح سابق ہے اور میں اس سے خلافت کا زیادہ حق دار ہوں۔ یعنی معاویہ سے۔

اسی طرح اس حدیث کو ان لوگوں اور اسحاق بن راہویہ نے دیگر طرق سے بیان کیا ہے۔ ذہبی کہتے ہیں کہ یہ طرق ایک دوسرے کو تقویت دیتے ہیں۔ اور ان میں اصح وہ ہے جسے اسماعیل بن علیہ نے بیان کیا ہے۔ اسمیں ذکر ہے کہ جب حضرت علی سے کہا گیا کہ آپ اپنے اس سفر کے متعلق بتائیں کہ کیا آپ کو حضور علیہ السلام نے اس کی وصیت کی تھی یا یہ آپ کی اپنی رائے ہے تو آپ نے جواب دیا بلکہ یہ میری رائے ہے۔

احمد نے آپ ہی سے بیان کیا ہے کہ آپ نے جنگ جمل کے دن فرمایا کہ ہمیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی وصیت نہیں کی۔ جسے ہم امارت کے متعلق پیش کر سکیں۔ بلکہ یہ ہماری اپنی رائے ہے ہروی اور دار قطنی نے بھی ایسی ہی روایت کی ہے۔ جس میں کچھ زائد الفاظ بھی آتے ہیں یہ تمام طرق اس بات پر متفق ہیں کہ حضرت علی نے اپنی منصوص امامت کی نفی کی ہے اور علمائے اہل بیت نے اس بات پر آپ سے موافقت کی ہے۔ ابونعیم نے حسن المثنیٰ ابن حسن السبط سے بیان

کیا ہے کہ جب آپ کو حدیث من کنت مولاہ فعلی مولاہ بتائی گئی کہ یہ حضرت علی کی امامت پر نص ہے تو آپ نے کہا خدا کی قسم اگر حضور علیہ السلام اس سے امارت یا بادشاہی مراد لیتے تو اس سے کہیں زیادہ فصیح الفاظ میں لوگوں کو بتاتے بلکہ آپ یوں فرماتے اے لوگو! یہ میرا ولی الامر اور میرے بعد تمہارا حاکم ہے۔ پس اس کی بات سنو اور اطاعت کرو۔ مگر ایسی کوئی بات نہیں۔ خدا کی قسم اگر اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول اپنے بعد اس کام کے لئے اور مسلمانوں کی حاکمیت کے لئے حضرت علی کو منتخب کرتے اور حضرت علی، اللہ اور اس کے رسول کے اس حکم پر عمل کرنا ترک کر دیتے یا مسلمانوں کے پاس معذرت کرتے تو وہ اللہ اور اس کے رسول کے حکم کو ترک کرنے کی وجہ سے بڑے خطاکار ہوتے۔ مگر وہ ایسی باتوں سے بہت بلند ہیں۔

ایک روایت میں ہے کہ اگر یہ بات ایسے ہی ہے۔ جیسے تو کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت علی کو لوگوں کی حاکمیت کے لئے چُنا تو حکم رسول کو ترک کرنے اور اس پر عمل نہ کرنے کی وجہ سے آپ بڑے خطاکار ہوئے۔ تو اس آدمی نے کہا کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نہیں فرمایا من کنت مولاہ فعلی مولاہ تو حسن نے کہا خدا کی قسم اگر اس سے آپ کی مراد امارت یا حاکمیت ہوتی تو اس سے فصیح تر الفاظ میں یہ بات بیان فرماتے۔ جیسے صلوٰۃ اور زکوٰۃ کو فصیح الفاظ میں بیان کیا گیا ہے۔ بلکہ آپ لوگوں کو اس طرح فرماتے اے لوگو! حضرت علی میرے بعد تمہارے ولی الامر اور حاکم ہوں گے۔ اس لئے ان کی نافرمانی نہ کرنا۔

دارقطنی نے امام ابوحنیفہ سے بیان کیا ہے کہ جب امام ابوحنیفہ

مدینہ گئے ۔ تو آپ نے ابو جعفر باقر سے حضرت ابو بکر اور حضرت عمر کے متعلق دریافت کیا تو آپ نے ان کے لیے رحمت کی دعا کی تو امام ابو حنیفہ نے کہا عراق میں تو لوگ کہتے ہیں کہ آپ ان سے اظہار بیزاری کرتے ہیں تو آپ نے فرمایا معاذ اللہ رب کعبہ کی قسم انہوں نے جھوٹ کہا ہے ۔ پھر آپ نے امام ابو حنیفہ کے سامنے حضرت عمرؓ سے حضرت علی اور حضرت فاطمہ کی بیٹی ام کلثوم کے نکاح کا ذکر کیا اور فرمایا اگر حضرت عمرؓ اس کے اہل نہ ہوتے تو حضرت علیؓ کبھی ام کلثوم کو ان کی زوجیت میں نہ دیتے ۔ یہ بات قطعی طور پر روافض کے خیالات کا ابطال ثابت کرتی ہے اگر یہ بات تسلیم نہ کی جائے تو اس کا مطلب ان کے خیال فاسد کے مطابق یہ ہوگا کہ آپ نے اپنی لڑکی کو ایک کافر کے نکاح میں دے دیا ۔

ساتویں وجہ ان کا یہ کہنا کہ اللھم وال من دالاہ وعادہ من عاداہ کی دعا صرف امام معصوم کے لیے ہو سکتی ہے ۔ ایک بے دلیل دعویٰ ہے یہ دعا تو ادنیٰ مومن کے لیے بھی ہو سکتی ہے ۔ کجا یہ کہ وہ عقلی اور شرعی طور پر کوئی فضیلت بھی رکھتا ہو ۔ ابوذر ہروی نے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ۔ عمر معی وانا مع عمر والحق بعدی مع عمر حیث کان ۔ (ترجمہ) میں عمر کے ساتھ ہوں اور عمر میرے ساتھ ہے اور میرے بعد عمر جہاں ہوگا حق اس کے ساتھ ہوگا ۔

کوئی نہیں کہتا کہ اس حدیث سے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد حضرت عمرؓ کی امامت اور ان کی عصمت پر دلالت ہوتی ہے ۔ ان کا یہ خیال کہ امام معصوم ہوتا ہے ایک باطل خیال ہے

کیونکہ عصمت قطعی طور پر انبیاء کے لئے ثابت ہے۔ ہاں امام کو محفوظ کہہ سکتے ہیں۔ اور ایسی بات تو حضرت علی سے کم درجہ مومن کے لئے بھی کہنی جائز ہے اور ان کا یہ دعویٰ کہ عصمتِ امام کا وجوب عقل کے فیصلے پر مبنی ہے۔ اور جو کچھ اس سے انہوں نے باتیں بنائی ہیں۔ وہ ان امور کی وجہ سے باطل قرار پاتی ہیں جن کا ذکر قاضی ابوبکر باقلانی نے اپنی اس کتاب میں جو امامت کے بارے میں ہے مفصل طور پر کیا ہے۔

حاکم نے حضرت علی سے صحیح روایت میں بیان کیا ہے اور دوسروں نے اسے حسن قرار دیا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ میرا وہ غالی محب جو میری طرف وہ باتیں منسوب کرتا ہے جو مجھ میں نہیں۔ ہلاک ہو جائے گا۔ اور وہ مفتری اور بغض رکھنے والا بھی ہلاک ہو جائے گا۔ جو دشمنی کی بنا پر، مجھ پر ایسی بات کا بہتان باندھتا ہے جو مجھ میں موجود نہیں۔ پھر فرمایا میں نے کسی کو یہ حکم نہیں دیا کہ وہ خدا کی نافرمانی کر کے کسی کی اطاعت یا نافرمانی کرے۔ پس معلوم ہوا کہ آپ اپنے لئے عصمت کو ثابت نہیں کرتے۔

آٹھویں وجہ انہوں نے امام کے لئے امت سے افضل ہونے کی شرط لگائی ہے۔ اور حضرت علی کی شہادت سے ثابت ہے جن کے متعلق وہ وجوب عصمت کے قائل ہیں کہ امت میں افضل ترین حضرت ابوبکر اور حضرت عمر ہیں پس آپ دونوں کی امامت درست ہے۔ جیسے کہ اس پر اجماع بھی ہو چکا ہے

بارہواں شبہ

حضرت علیؓ کی امامت پر تفصیلی نص حضور علیہ السلام کا وہ قول ہے جو آپؐ نے تبوک کی طرف جاتے ہوئے اور حضرت علیؓ کو مدینہ پر اپنا نائب مقرر کرتے ہوئے فرمایا کہ

انت منی بمنزلۃ ھارون — آپ کو مجھ سے نسبت ہارونی ہے
منی موسیٰ الّا انہ لا نبی بعدی — الّا یہ کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

اس حدیث میں یہ دلیل موجود ہے کہ تمام وہ مقامات جو حضرت ہارونؑ کو حضرت موسیٰ علیہ السلام سے حاصل تھے وہ علیؓ کو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوائے نبوّت کے حاصل ہیں۔ ورنہ استثنا درست نہ ہوگا۔ اور اگر حضرت ہارون علیہ السلام، حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد زندہ رہتے تو خلافت کے مستحق ہوتے۔ کیونکہ وہ تو ان کی زندگی میں ہی ان کے خلیفہ تھے۔ اور اگر وہ زندہ رہتے اور آپ کی موت کے بعد آپ کے جانشین نہ بنتے تو یہ ایک نقص کی بات ہوتی جو انبیاء کے لئے جائز نہیں۔ حضرت ہارونؑ کا ایک مقام یہ تھا کہ آپ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی رسالت میں شریک تھے اور اگر آپ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد زندہ رہتے تو آپ کی اطاعت واجب ہوتی۔ پس اس سے حضرت علیؓ کی اطاعت کا وجوب ثابت ہے۔ ہاں آپ کی نبوّت میں شراکت ممتنع ہے۔ پس آپ اس دلیل سے ممکن حد تک حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد عملاً مفترض الطاعۃ ہیں۔

جواب

آمدی کے قول کے مطابق اگرچہ یہ حدیث صحیح نہیں اور اگر صحیح بھی ہو جیسا کہ ائمہ حدیث کہتے ہیں اور اس

بارے میں انہی پر اعتماد کیا جا سکتا ہے۔ جبکہ یہ حدیث صحیحین میں ہے اور احاد میں سے ہے اور وہ اسے امامت میں حجت نہیں سمجھتے اور اگر بطور تنزل تسلیم بھی کر لیا جائے تو اس میں مقامات کیلئے عموم نہیں ہوگا۔ بلکہ وہ مفہوم مراد ہوگا جس پہ حدیث کے ظاہری الفاظ دلالت کرتے ہیں۔ کہ حضرت علیؑ اس وقت تک حضور علیہ السلام کے خلیفہ تھے۔ جب تک آپؐ تبوک میں جانے کی وجہ سے مدینہ سے غیر حاضر تھے۔ جیسے حضرت ہارون علیہ السلام اس وقت تک حضرت موسیٰ علیہ السلام کے خلیفہ تھے جب تک آپ مناجات کے لئے وہاں سے غیر حاضر تھے۔ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا یہ قول کہ!

اخلفنی فی قومی — کہ میری قوم میں میری نیابت کرنا

اس میں اس وقت تک عموم مراد نہیں لیا جا سکتا۔ جب تک اس کی تمام زندگی اور موت کے زمانہ میں نیابت مراد نہ ہو۔ بلکہ اس کا متبادر مفہوم وہی ہے جو بیان ہو چکا ہے۔ کہ آپ فقط ان کی غیر حاضری کے زمانہ میں ان کے خلیفہ تھے۔ پس موسیٰ علیہ السلام کی وفات کے بعد کے زمانہ پر اس کا حاوی نہ ہونا تو قصور الفاظ کے باعث ہے نہ کہ عزل کی وجہ سے۔ یہ تو ایسے ہی ہے جیسے کہ کسی معین وقت کیلئے آپ کی خلافت کی صراحت کر دی جاتی اور اگر ہم موت کے بعد کے زمانہ تک اس کا حاوی ہونا تسلیم کر لیں اور آپ کے بعد آپ کی خلافت کے باقی نہ رہنے کو عزل خیال کر لیں تو اس سے یہ بات لازم نہیں آتی کہ آپ میں کوئی نقص تھا بلکہ یہ تو آپ کا کمال ہے کہ آپ ان کے بعد مستقل نبی ہو گئے۔ اور یہ الٰہی تصرف ہے اور یہ بات خلیفہ ہونے اور شریک فی الرسالتہ ہونے سے

بہت بہتر ہے ہم تسلیم کرتے ہیں کہ حدیث تمام مقامات پر حادی ہے لیکن یہ عموم مخصوص ہے۔ حضرت ہارون کے مقامات میں سے ایک یہ مقام بھی ہے کہ وہ نبی کے بھائی ہیں اور عموم مخصوص باقی باتوں میں حجت نہیں ہوتا۔ یا کمزور حجت ہوتا ہے۔ اس میں اختلاف ہے اور اگر موسیٰ علیہ السلام کی وفات کے بعد حضرت ہارون کے نفاذ امر کو فرض کیا جائے تو وہ خلافت کی وجہ سے نہیں بلکہ نبوت کی وجہ سے ہوگا۔ پس یہاں حضرت علیؓ کے نبی ہونے کے استحالہ نے نبوت کی نفی کر دی۔ پس اس کے مسبب کی نفی بھی لازم آئی جو اطاعت کرنا اور نفاذ امر کرنا ہے۔

پس معلوم ہو گیا کہ حدیث احاد ہونے کی وجہ سے اجماع کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ اور اس سے مراد بعض ان مقامات کا اثبات ہے جو ہارون علیہ السلام کو حاصل تھے۔ یہ حدیث اور اس کا وہ سبب جو سیاق بیان میں آیا ہے وہ بعض مقامات کو واضح کر دیتا ہے۔ جیسا کہ بیان ہو چکا ہے۔ کہ آپ نے حضرت علی کو نیابت کے وقت صرف یہی بات کہی تھی

صحیح بخاری میں ہے کہ حضرت علی نے حضور علیہ السلام سے کہا کہ آپ مجھے بچوں اور عورتوں میں پیچھے چھوڑے جا رہے ہیں۔ گویا

آپ نے اپنے پیچھے چھوڑے جانے کو اپنی کسر شان سمجھا تو آپ نے فرمایا کیا تو اس بات کو پسند نہیں کرتا کہ تجھ کو مجھ سے نسبت ہارونی ہو یعنی جب موسیٰ علیہ السلام نے انہیں طور پہ جاتے وقت خلیفہ بنایا اور فرمایا کہ میری قوم میں میری نیابت کرنا۔ اور انہیں سب سے زیادہ اس بات کا اہل سمجھا۔ پس حضرت علیؓ کو مدینہ میں اپنا نائب مقرر کرنا اس بات کو مستلزم نہیں کہ آپ حضور علیہ السلام کے بعد اپنے کل معاصرین سے فرض

اور واجب کے طور پر زیادہ اہل تھے۔ لیکن فی الجملہ آپ اس کے اہل تھے۔ اور یہی ہم کہتے ہیں۔ حضور علیہ السلام نے حضرت علیؓ کے علاوہ دوسرے لوگوں کو بھی متعدد مرتبہ اپنا نائب مقرر کیا۔ جیسے ابن ام مکتوم کو پس اس وجہ سے یہ لازم نہیں آتا کہ آپ حضور علیہ السلام کے بعد خلافت کے زیادہ حقدار تھے۔ ؎

تیرہواں شبہ

حضرت علیؓ کی خلافت پر دلالت کرنے والی تفصیلی نصوص میں آپ کا یہ قول بھی ہے۔ کہ آپ نے حضرت علیؓ سے فرمایا!

انت اخی ووصیی وخلیفتی وقاضی دینی — کہ تو میرا بھائی، وصی، خلیفہ اور میرے دین کا قاضی ہے۔

اور آپ کا یہ قول کہ!

؎ عموماً اسم جنس تمام اصولیوں کے نزدیک علم کی طرف مضاف نہیں ہوتا۔ بلکہ انہوں نے صراحت کی ہے کہ وہ عہد کا ہوتا ہے۔ جیسے غلام زید، اور حضرت ہارون کا استخلاف، غیبت سے مقید ہے۔ اور یہ عہد کے لئے قرینہ ہے۔ کیونکہ آپ بعد میں خلیفہ نہیں ہوئے اور نہ استثنا منقطع، مستثنیٰ منہ کے عموم پر دلیل ہوتا ہے اور یہاں تو استثنا منقطع ہے۔ کیونکہ یہ دونوں آپس میں نقیض ہیں۔ اور عموم کا ارادہ مراتب میں تو ہو سکتا ہے۔ زمانوں میں نہیں ہوتا۔ یہ کہنا کہ یہ حدیث جھوٹی ہے درست نہیں۔

انت سید المسلمین و امام المتقین و قائد الغر المحجلین — تو سید المسلمین، امام المتقین اور جو لوگ روشن چہروں اور چمکدار ہاتھ پاؤں والے ہیں ان کا لیڈر ہے

آپ کا یہ قول بھی کہ

سلموا علی علی بامرۃ الناس — یعنی حضرت علی کو امیر المومنین کہہ کر سلام کہو۔

جواب پانچویں فصل سے پہلے اس کا مبسوط جواب گزر چکا ہے کہ یہ احادیث جھوٹی، باطل، موضوع اور حضور علیہ السلام پر افترا ہیں اور آگاہ رہو کہ جھوٹوں پر اللہ کی لعنت ہوتی ہے اور ائمہ حدیث میں سے کسی ایک نے بھی یہ نہیں کہا کہ ان جھوٹی روایات میں سے کوئی احاد مطعون کے درجہ تک بھی پہنچتی ہے۔ بلکہ سب اس بات پر متفق ہیں۔ یہ محض کذب و افترا ہیں اور اگر یہ جاہل لوگ خدا تعالیٰ اور اس کے رسول اور ائمہ اسلام کے متعلق جو تاریکیوں کے چراغ ہیں۔ یہ کہیں کہ ان کے نزدیک یہ احادیث صحیح ہیں تو ہم ان سے کہیں گے کہ یہ بات عادۃً محال ہے۔ اور یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ان احادیث کے علم صحت کے بارے میں تم ہی منفرد ہو۔ حالانکہ نہ کبھی تم نے کوئی روایت کی اور نہ کسی محدث کی صحبت میں رہے اور وہ لوگ جو ماہرین حدیث ہیں اور جنہوں نے تحصیل حدیث کے لئے دور دراز کے سفروں میں اپنی عمریں کھپادی ہیں۔ اور جس کسی شخص کے متعلق انہیں علم ہوا کہ اس کے پاس حدیث ہے وہ اس کے پاس پہنچے

اور تحقیق کر کے صحیح و سقیم کا علم حاصل کیا۔ پھر ان احادیث کو جامع طور پر اپنی کتب میں لکھا۔ پھر یہ کیونکر ہو سکتا ہے جبکہ موضوع احادیث سینکڑوں اور ہزاروں لوگوں کے پاس آئی ہیں نیز وہ ہر حدیث کے واضع اور اس کے سبب وضع کو بھی جانتے ہیں۔ جس نے اس شخص کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر کذب و افترا کے لئے آمادہ کیا۔ وہ ان احادیث سے کیسے بیگانہ رہے۔ اللہ تعالیٰ ان حضرات کو جزائے خیر دے۔ اگر انہوں نے یہ نیک کام نہ کیا ہوتا تو باطل پرست، متمرد اور مفسد، دین پر چھا جاتے اور اس کے نشانات کو تبدیل کر دیتے اور حق کو اپنے جھوٹ کے ساتھ خلط ملط کر دیتے اور اس میں کوئی امتیاز ہی نہ رہتا وہ خود گمراہ ہوتے اور دوسروں کو گمراہ کرتے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ السلام کی شریعت کو زیغ اور تغیر و تبدل سے محفوظ رکھا ہے۔ اور ہر زمانے میں آپ کی امت کے اکابرین سے ایک گروہ کو حق پر قائم رکھا ہے۔ جنہیں چھوڑ دینے والا انہیں کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا اور نہ ہی دین اسلام کو ایسے کاذبوں اجاہلوں اور باطل پرستوں کی کوئی پرواہ ہے۔ پھر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میں تمہیں ایک ایسے روشن راستے پر چھوڑے جا رہا ہوں جس کی رات، دن کی طرح اور دن، رات کی طرح ہے میرے بعد اس راستے سے وہی ہٹے گا جو ہلاک ہونے والا ہوگا۔

اور ان جہلاء کی ایک عجیب بات یہ ہے کہ جب ہم ان احادیث صحیحہ سے استدلال کرتے ہیں جو صریح طور پر حضرت ابوبکرؓ کی خلافت پر دلالت کرتی ہیں۔ جیسے

اقتدوا باللذین من بعدی اور دیگر احادیث جنہیں ہم فصل ثالث میں مکمل طور پہ پیش کر چکے ہیں تو کہتے ہیں یہ خبر واحد ہے جو تعیین میں سود مند نہیں۔ اور جب حضرت علیؑ کی خلافت پر اپنی خیالی نص سے استدلال کرنا چاہتے ہیں تو ایسی روایات لے آتے ہیں جو من کنت مولاہ اور انت منی بمنزلۃ ھارون من موسیٰ جیسی ہوتی ہیں جو یا تو احاد ہیں اور یا واضح طور پہ جھوٹی اور موضوع ہیں جو ادنیٰ مراتب کی ضعیف احادیث کے درجہ کو بھی نہیں پہنچتیں۔ پس اس صریح تناقض اور قبیح جہل پہ غور کیجئے۔ ان کی جہالت، عناد اور حق سے سرکشی کا یہ حال ہے کہ وہ اس حدیث کو جسے تمام اہل حدیث واثر، جھوٹ، موضوع اور من گھڑت قرار دیں اور وہ ان کے فاسد مذہب کے موافق ہو۔ اُسے وہ تواتر خیال کرتے ہیں اور اس کے بالمقابل اگر ایک حدیث کی صحت اور تواتر رواۃ پہ سب کا اتفاق ہو اور وہ ان کے مذہب کے خلاف ہو تو وہ اُسے تحکم و عناد اور زیغ کے باعث احاد خیال کرتے ہیں۔ اللہ ان کا بُرا کرے یہ کس قدر جاہل اور احمق ہیں۔

چودہواں شبہ: اگر حضرت ابوبکرؓ خلافت کے اہل ہوتے تو آپ لوگوں سے یہ نہ کہتے کہ مجھے معاف کرو کیونکہ انسان عدم اہلیت ہی کی وجہ سے کسی چیز سے معافی طلب کرتا ہے۔

جواب: جو علت انہوں نے پیش کی ہے اس میں حصر منع ہے کیونکہ یہ بھی ان کے افتراؤں میں سے ایک ہے۔

کتنے ہی سلف وخلف کے واقعات ہیں۔ جن میں انہوں نے باوجود اہل ہونے کے تقوی سے کام لیا اور زہد و تقوی کی حقیقت کی تکمیل ہی اس امر سے ہوتی ہے۔ کہ انسان اہل ہونے کے باوجود اعراض سے کام لیتا ہے اور عدم اہلیت کی بنا پر اعراض کرنا واجب ہے۔ زہد نہیں۔ پھر اس جگہ اس کا سبب یہ ہے کہ انہوں نے عاجزی سے کام لیتے ہوئے کہا کہ شاید میں امور کو اس طرح سرانجام نہ دے سکوں جس طرح انہیں سرانجام دینے کا حق ہے یا آپ نے اس کا اظہار اس لئے کیا ہے تاکہ لوگوں کی اندرونی کیفیت معلوم ہو جائے۔ کہ کیا ان میں کوئی ایسا آدمی بھی ہے جو ان کے عزل کا خواہش مند ہے۔ تو آپ کو معلوم ہو گیا کہ ان میں سے کوئی شخص آپ کا عزل نہیں چاہتا اور اگر آپ اس بات سے خائف ہوتے کہ حضور علیہ السلام نے ایسے امام پر لعنت فرمائی ہے۔ جسے لوگ ناپسند کرتے ہوں۔ تو آپ نے اس اظہار سے یہ معلوم کرنا چاہا کہ کیا کوئی شخص آپ کو ناپسند کرتا ہے یا نہیں۔

حاصل کلام یہ کہ ان کا یہ خیال کہ اس بات سے ان کی عدم اہلیت پر دلالت ہوتی ہے۔ حد درجہ کی غباوت، جہالت اور حماقت ہے۔ اور حماقت سے کوئی انسان سر بلند نہیں ہو سکتا۔

پندرہواں شبہ

امر خلافت کے نزاع میں حضرت علیؓ کا سکوت اختیار کرنا صرف اس لئے ہے کہ حضور علیہ السلام نے آپ کو وصیت کی تھی کہ وہ آپ کے بعد کسی فتنہ میں ملوث نہ ہوں اور نہ تلوار سونتیں۔

جواب

عظیم غباوت کے ساتھ یہ کذب وافترا اور حماقت اور

جہالت کی بات بھی ہے کہ آپ نے اس صورت میں اپنے بعد ان کو امت کا والی کیونکر بنایا اور جو قبول حق سے رُکے اس کے خلاف تلوار سونتنے سے منع کیوں کیا۔ اور اگر ان کا خیال صحیح ہے تو انہیں جنگ صفین اور دیگر جنگوں میں تلوار نہیں سونتنی چاہیئے تھی۔ اور نہ ہی خود، اور اہلبیت اور اپنے پیروکاروں سمیت اکیلے ہی ہزاروں سے لڑنا چاہیئے تھا۔ اللہ تعالیٰ انہیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وصیّت کی مخالفت سے بچائے

ان لوگوں نے یہ کیسے خیال کیا کہ حضور علیہ السلام نے انہیں ان لوگوں کے خلاف بھی تلوار اٹھانے سے منع فرمایا ہے۔ جو خود ان کے نزدیک بدترین انواع کفر کے مرتکب تھے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے ایسے لوگوں سے جہاد کرنا واجب قرار دیا ہے۔

بعض ائمہ اہلبیت نبوی کا ارشاد ہے کہ مجھے ان کی باتوں پر غور کرنے سے معلوم ہوا ہے کہ خواہشات نے ان کی عقل و بصیرت کو اندھا کر دیا ہے اور انہیں اس بات کی پرواہ نہیں کہ ان باتوں سے کیا کیا مفاسد پیدا ہوتے ہیں۔ کیا آپ نے ان کی اس بات پر غور نہیں کیا کہ حضرت عمرؓ نے اپنی تلوار کے پرتلے سے حضرت علیؓ سے قصاص طلب کیا اور حضرت فاطمہؓ کا محاصرہ کیا اور خوف کے باعث ان کے بچے کا اسقاط ہو گیا جس کا نام محسنؑ تھا۔

اس قبیح جھوٹ اور غباوت سے جس نے انہیں ذلیل و رسوا اور ہلاک کر دیا ہے۔ ان کا مقصد حضرت عمرؓ پر غارت گری کا الزام لگانا ہے۔ انہیں اس بات کا خیال نہیں آیا کہ اس بات سے نہ صرف حضرت علیؓ بلکہ تمام بنی ہاشم ذلیل، عاجز اور بزدل قرار پاتے ہیں۔ حالانکہ وہ ایسی ذلّت کے بالمقابل

جس سے بڑی ذلت کوئی نہیں ۔ بڑے بہادر اور غیرت و نخوت کے حامل ہیں بلکہ تمام صحابہ کی نسبت بھی یہی بات کہنی پڑتی ہے حالانکہ جنہیں ان کے حالات کا ادنیٰ سا ذوق بھی ہے وہ جانتا ہے اور یہ بات تواتر سے ثابت ہے کہ وہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتک عزت پر، شدت غضب اور غیرت سے اپنے آباء اور اولاد سے بھی ان کی خوشنودی کی خاطر نبرد آزما گئے ۔ پس ان لوگوں کے متعلق یہ وہم بھی نہیں ہو سکتا کہ وہ باطل پر خاموش رہے ہوں ۔ جبکہ حضور علیہ السلام کی زبان مبارک سے ، جس کا ذکر کتاب و سنت میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں ہر قسم کی پلیدی گند اور نقص سے حضور علیہ السلام کے فیض کے طفیل پاک کر دیا ہے اس کا ذکر مقدمہ اولیٰ میں گذر چکا ہے اور حضور علیہ السلام اپنی وفات کے وقت ان کے صدق محبت اور اتباع کی وجہ سے ان سے راضی تھے ۔ سوائے اس آدمی کے جسے اللہ تعالیٰ نے گمراہ قرار دیا اور چھوڑ دیا ہو ۔ وہ بڑے خسارے اور ہلاکت میں رہے گا ۔ اور اللہ تعالےٰ اُسے نارِ جہنم میں داخل کرے گا ۔ جو بہت بُرا ٹھکانہ ہے ۔ اللہ تعالےٰ ہمیں اس سے محفوظ رکھے ۔ آمین

اکابر اہل بیت کی طرف سے حضرات شیخین کی مزید تعریف، جس سے معلوم ہوگا کہ روافض اور شیعہ ان کے متعلق جو عجیب و غریب جھوٹ اور افترا کرتے ہیں وہ ان سے بری ہیں اور ان کا یہ خیال بھی جھوٹا ہے کہ حضرت علیؓ نے جو کچھ کیا وہ تقیہ، مدارات اور خوف کی وجہ سے تھا، نیز ان باتوں کے علاوہ بھی ان کی قبیح باتوں کا تذکرہ ہوگا۔

دارقطنی نے عبداللہ محض سے بیان کیا ہے۔ محض کا لقب انہیں اس لئے دیا گیا تھا کہ یہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ کی ولادت پر لوگوں کو اکٹھا کیا۔ یہ بنی ہاشم کے شیخ اور رئیس تھے۔ ان کا بیٹا نفس زکیہ کے لقب سے مشہور تھا۔ اور ائمہ دین میں سے تھا حضرت امام مالک بن انس کے زمانہ میں مدینہ میں ان کی خلافت کی بیعت کی گئی۔ منصور نے ان پر فوج کشی کر کے ان کو قتل کروادیا تھا۔ ان سے دریافت کیا گیا کہ کیا آپ موزوں پر مسح کرتے ہیں انہوں نے کہا ہاں! حضرت عمرؓ نے بھی موزوں پہ مسح کیا ہے۔ سائل نے کہا میں یہ دریافت کرتا ہوں کہ آپ مسح کرتے ہیں۔ فرمایا کیا تجھے یہ بات تکلیف دیتی ہے کہ میں حضرت عمرؓ کے بارے میں تجھے اطلاع دے رہا ہوں۔

اور تو میری رائے دریافت کرتا ہے۔ حضرت عمرؓ تو مجھ سے اور دنیا بھر کے میرے جیسے لوگوں سے بہتر ہیں۔ آپ کو بتایا گیا یہ تقیہ ہے۔ فرمایا ہم قبر اور منبر کے درمیان کھڑے ہیں۔ اے اللہ میں خفیہ اور اعلانیہ طور پر یہی کہتا ہوں۔ پس میرے بعد کسی کی بات نہ سننا۔ پھر فرمایا یہ کون شخص ہے جو کہتا ہے کہ حضرت علیؓ مقہور تھے اور حضور علیہ السلام کے حکم کو نافذ نہیں کر سکے۔ یہ بات ان کو داغدار کرنے کے لئے کافی ہے۔

دارقطنی نے عبداللہ کے بیٹے نفس زکیہ سے بیان کیا ہے کہ ان سے حضرات شیخینؓ کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے جواب دیا میرے نزدیک وہ دونوں حضرت علیؓ سے افضل ہیں اور حضرت محمدؒ باقر سے بیان کیا گیا ہے کہ بنو فاطمہؓ کا اس بات پر اتفاق ہو چکا ہے کہ وہ شیخین کے بارے میں اچھی سے اچھی بات کہیں گے۔ اسی طرح حضرت جعفر صادق نے اپنے باپ محمد باقر سے بیان کیا ہے کہ ایک شخص ان کے باپ حضرت زین العابدین علی بن الحسینؓ کے پاس آیا اور کہا کہ مجھے حضرت ابوبکرؓ کے بارے میں کچھ بتائیں۔ آپ نے فرمایا ابوبکر صدیقؓ کے متعلق اس نے کہا آپ انہیں صدیق کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا تیری ماں تجھے ضائع کر دے حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم، مہاجرین اور انصار نے ان کا نام صدیق رکھا ہے اور جو انہیں صدیق نہ کہے اللہ تعالےٰ دنیا اور آخرت میں اس کی بات کو سچا نہ کرے۔ یہاں سے چلا جا اور حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ سے محبت رکھ۔

اسی طرح دارقطنی نے عروہ سے اور انہوں نے عبداللہ سے روایت کی ہے کہ میں نے حضرت ابوجعفر باقر سے تلوار کو ملمع کروانے کے

بارے میں پوچھا تو آپ نے فرمایا اس میں کوئی حرج کی بات نہیں ۔حضرت ابوبکرؓ صدیق نے بھی اپنی تلوار کو ملمع کروایا ہوا تھا ۔ وہ کہتے ہیں میں نے کہا آپ انہیں صدیق کہتے ہیں فرمایا ہاں وہ صدیق ہیں ہاں وہ صدیق ہیں اور جو انہیں صدیق نہ کہے اللہ تعالیٰ دنیا اور آخرت میں اس کی بات کو سچا نہ کرے اور ابن جوزی نے "صفوۃ الصفوۃ" میں یہ الفاظ زائد لکھے ہیں کہ حضرت جعفر چھلانگ لگا کر قبلہ رُخ ہو گئے ۔ اور فرمایا ہاں وہ صدیق ہیں ۔ ہاں وہ صدیق ہیں ۔ ہاں وہ صدیق ہیں ۔ اور حدیث میں بھی یہی آیا ہے

اسی طرح حضرت جعفر صادق سے یہ روایت بھی بیان ہوئی ہے کہ جیسے میں حضرت علیؓ سے شفاعت کی امید رکھتا ہوں ۔ ویسے ہی حضرت ابوبکرؓ سے بھی شفاعت کی امید رکھتا ہوں ۔ انہوں نے مجھے دو دفعہ جنا ہے ۔

حضرت زید بن علی کے متعلق روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا میں نہیں جانتا شیخین سے کون اظہار بیزاری کرتا ہے ۔ خدا کی قسم شیخین سے اظہار بیزاری کرنا حضرت علیؓ سے بیزاری کا اظہار ہے خواہ کوئی پہلے کرے یا بعد میں کرے ۔ حضرت زیدؓ جلیل القدر امام تھے ۔ جنہوں نے صفر ۱۲۱ھ میں شہادت پائی ۔ آپ کو برہنہ کر کے صلیب دیا گیا تو ایک مکڑی نے آکر آپ کے پردے کے مقام پر جالا تن دیا اور اسے لوگوں کی نظروں سے پوشیدہ کر دیا ۔ آپ ایک طویل مدت تک مصلوب رہے ۔ آپ نے خروج کیا تھا ۔ کوفہ کے بہت سے لوگوں نے آپ کی بیعت کی اور شیعوں کی ایک کثیر تعداد نے

آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر کہا کہ آپ شیخین سے اظہار بیزاری کریں تو ہم آپ کی بیعت کر لیں گے تو آپ نے یہ بات قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ انہوں نے کہا ہم آپ کو صاحب فضیلت مانتے ہیں فرمایا چلے جاؤ تم رافضی ہو۔ اس وقت سے شیعوں کا نام رافضی پڑ گیا ہے اور آپ کے پیروکاروں کا نام زیدیہ ہے۔

حافظ عمر بن شبۃ نے بیان کیا ہے کہ اس جلیل القدر امام یعنی حضرت زید سے کہا گیا کہ حضرت ابوبکرؓ نے حضرت فاطمہؓ سے باغ فدک چھین لیا تھا فرمایا وہ تو نہایت رحم دل انسان تھے اور جو چیزیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے چھوڑی تھیں ان میں کسی قسم کی تبدیلی کو ناپسند فرماتے تھے۔ حضرت فاطمہؓ نے ان کے پاس آکر کہا کہ حضور علیہ السلام نے مجھے باغ فدک عطا فرمایا ہے آپ نے فرمایا۔ آپ کے پاس کوئی شہادت ہے تو حضرت علیؓ اور ام ایمنؓ نے آپ کی شہادت دی۔ آپ نے حضرت فاطمہؓ سے فرمایا ایک مرد اور ایک عورت کی شہادت سے آپ اسکی مستحق بنتی ہیں۔ پھر حضرت زید فرماتے ہیں خدا کی قسم اگر یہ قضیہ دوبارہ میرے پاس آئے تو میں ضرور حضرت ابوبکرؓ والا فیصلہ ہی دونگا۔

یہ روایت بھی آپ سے بیان ہوئی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ خوارج نے حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کے علاوہ سب سے اظہار بیزاری کیا مگر ان دونوں کے متعلق وہ کچھ نہیں کہہ سکے۔ اور تم لوگوں نے خوارج سے بھی اوپر چھلانگ لگا کر ان دونوں حضرات سے اظہار بیزاری کر دیا ہے۔ اب باقی کون رہا؟ خدا کی قسم اب کوئی باقی نہیں رہا۔ آپ لوگوں نے سب سے اظہار بیزاری کر دیا ہے۔

حافظ عمر بن شبتہ اور ابن عساکر نے سالم بن ابی الجعد سے روایت کی ہے کہ میں نے حضرت محمدؐ بن حنفیہ سے دریافت کیا کہ کیا حضرت ابوبکرؓ اسلام قبول کرنے میں سب سے اوّل تھے۔ انہوں نے جواب دیا نہیں۔ میں نے کہا پھر ابوبکرؓ سب سے اوپر اور آگے کیسے چلے گئے۔ کوئی آدمی ان کے سوا کسی کا نام ہی نہیں لیتا۔ فرمایا کہ جس دن سے انہوں نے اسلام قبول کیا اس دن سے لے کر اپنے یوم وفات تک وہ اسلام میں سب سے افضل تھے۔

دار قطنی نے سالم بن ابی حفصہ سے بیان کیا ہے اور یہ شخص شیعہ ہے لیکن ثقہ ہے وہ کہتا ہے کہ میں نے ابوجعفر محمدؐ بن علی اور جعفر بن محمدؐ سے شیخین کے بارے میں سوال کیا تو دونوں نے جواب دیا۔ اے سالم! ان دونوں سے محبّت رکھ اور ان کے دشمنوں سے اظہار بیزاری کر۔ کیونکہ یہ دونوں امام ہدایت ہیں۔

ایسے ہی اس سے یہ روایت بھی آئی ہے کہ میں حضرت ابوجعفر کے پاس آیا اور جعفر بن محمدؐ کی روایت میں ہے کہ انہوں نے یہ بات میری وجہ سے کہی کہ اے اللہ! میں حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ سے دوستی اور محبّت رکھتا ہوں اور اگر میرے دل میں اس کے سوا کوئی اور بات ہے تو مجھے قیامت کے دن رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت نصیب نہ ہو

اور یہ روایت بھی اس سے آئی ہے کہ میں حضرت جعفر بن محمدؐ کے پاس آیا وہ بیمار تھے۔ آپ نے فرمایا کہ میں حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ سے دوستی اور محبت رکھتا ہوں۔ اے اللہ اگر اس کے سوا میرے دل میں کوئی اور بات ہے تو مجھے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی

شفاعت نصیب نہ ہو۔

اور یہ روایت بھی اسی سے بیان ہوئی ہے کہ حضرت جعفر نے مجھے فرمایا اے سالم! کیا کوئی اپنے دادا کو گالی دے سکتا ہے۔ حضرت ابوبکرؓ میرے دادا ہیں اگر میں ان سے دوستی نہ کروں اور ان کے دشمنوں سے اظہار بیزاری نہ کروں تو مجھے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت نصیب نہ ہوگی۔

حضرت جعفر سے روایت ہے کہ [1]

آپ کو بتایا گیا کہ فلاں آدمی کا خیال ہے کہ آپ حضرت ابوبکرؓ سے اظہار بیزاری کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ اس فلاں آدمی سے اظہار بیزاری کرے اور مجھے تو امید ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے حضرت ابوبکرؓ کی قرابت کا بھی فائدہ دے گا۔ میں بیمار ہوا تو میں نے اپنے ماموں عبدالرحمن بن القاسم بن محمد بن ابوبکرؓ کو وصیت کی۔

---

[1] حضرت محمد بن حنفیہ نے ۸۱ھ میں۔ علی زین العابدین بن الحسین نے ۹۴ھ میں زید بن علی زین العابدین نے ۱۲۱ھ میں۔ محمد الباقر نے ۱۱۷ھ میں۔ جعفر الصادق نے ۱۴۸ھ میں۔ نفس زکیہ محمد بن عبداللہ محض بن الحسن المثنیٰ بن الحسن بن علی نے ۱۴۵ھ میں اور موسیٰ کاظم بن جعفر الصادق نے ۱۸۳ھ میں وفات پائی۔ جیسے کہ منتہی السئول فی مناقب آل الرسول مؤلفہ ابن طلحہ القرشی اور ابصار العین مؤلفہ ابن طاہر سماوی میں لکھا ہے۔

دار قطنی اور حافظ عمر بن شبتہ نے کثیر سے بیان کیا ہے
کہ میں نے حضرت ابو جعفر بن محمدؐ بن علی سے پوچھا کیا حضرت ابو بکرؓ اور
حضرت عمرؓ نے آپ کی کچھ حق تلفی کی ہے تو آپ نے فرمایا اس ذات کی قسم
جس نے اپنے بندے پر قرآن نازل کیا ہے کہ وہ لوگوں کے لئے نذیر
ہو۔ انہوں نے ایک رائی کے دانے کے برابر بھی ہماری حق
تلفی نہیں کی۔ پھر میں نے کہا میں آپ پر قربان جاؤں۔ کیا میں ان سے
دوستی رکھوں فرمایا ہاں اے کثیر دنیا اور آخرت میں ان سے دوستی
رکھ وہ کہتا ہے پھر آپ اپنی گردن پر ہاتھ مارنے لگے اور کہنے لگے جو
تجھے تکلیف پہنچے۔ اس کا بار میری اس گردن پر ہوگا۔ پھر فرمانے لگے کہ
اللہ تعالےٰ اور اس کا رسول مغیرہ بن سعید اور بیان سے اظہار بیزاری
کرتا ہے کیونکہ انہوں نے ہم اہلبیت کے متعلق جھوٹ بولا ہے۔

اسی طرح اس نے بسام الصیرفی سے بیان کیا ہے کہ میں نے
ابو جعفر سے پوچھا کہ حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ کے بارے میں آپ کی
کیا رائے ہے تو آپ نے فرمایا خدا کی قسم میں ان سے دوستی رکھتا
ہوں۔ اور میرے علم کے مطابق اہلبیت کے تمام افراد بھی آپ دونوں
سے محبت رکھتے ہیں۔

اسی طرح اس نے حضرت امام شافعی سے روایت کی ہے کہ
حضرت جعفر بن ابی طالب نے فرمایا کہ حضرت ابو بکرؓ ہمارے دوست ہم
پر مہربان اور بہترین خلیفہ تھے اور ایک روایت میں ہے کہ لوگوں میں
ان جیسا ہمارا کوئی دوست نہیں اور ایک اور روایت میں ہے کہ ہم
نے اس سے بہتر آدمی کبھی نہیں دیکھا۔

ایسے ہی انہوں نے ابوجعفر الباقر سے بیان کیا ہے کہ انہیں بتایا گیا کہ فلاں آدمی نے میرے پاس بیان کیا ہے کہ حضرت علی بن الحسین نے اس آیت " ونزعنا ما فی صدورھم من غل " کے متعلق فرمایا ہے کہ یہ حضرت ابوبکرؓ حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ انہوں نے فرمایا خدا کی قسم یہ آیت انہی کے بارہ میں ہے۔ آپ سے پوچھا گیا وہ کون سا کینہ تھا۔ فرمایا جاہلیت کا کینہ جاہلیت میں بنی تیم اور عدی اور بنی ہاشم کے درمیان کچھ اختلافات تھے جب ان لوگوں نے اسلام قبول کر لیا تو ایک دوسرے سے محبت کرنے لگے۔ حضرت ابوبکرؓ کے پہلو میں درد اٹھا تو حضرت علیؓ اپنے ہاتھ کو گرم کر کے حضرت ابوبکرؓ کے پہلو کو سینک کرنے لگے۔ تو یہ آیت ان کے بارہ میں نازل ہوئی۔

ایسے ہی آپ کی ایک روایت میں ہے کہ میں نے حضرت ابوجعفر سے حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کے بارہ میں پوچھا۔ فرمایا جو شخص ان دونوں کے متعلق شک کرتا ہے وہ سنت کے بارے میں شک کرتا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ ان قبائل کے درمیان دشمنی تھی مگر جب یہ اسلام لے آئے تو باہم محبت کرنے لگے تو اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں سے کینے کو دور کر دیا۔ یہاں تک کہ جب حضرت ابوبکرؓ کے پہلو میں درد اٹھا تو حضرت علیؓ اپنا ہاتھ گرم کر کے انہیں ٹکور کرنے لگے تو ان کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی۔ ایسے ہی اس نے حضرت علیؓ سے بیان کیا ہے کہ یہ آیت ان تین خاندانوں یعنی تیم، عدی اور بنو ہاشم کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ پھر فرمایا میں، ابوبکرؓ اور عمرؓ انہی

خاندانوں میں سے ہیں ۔ ایسے ہی ابوجعفر الباقر سے اس نے بیان کیا ہے کہ آپ سے پوچھا گیا ۔ کیا اہلبیت میں سے کوئی شخص حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کے متعلق دشنام طرازی کرتا ہے فرمایا معاذاللہ ، بلکہ وہ تو ان دونوں سے دوستی رکھتے ۔ ان کے لئے مغفرت طلب کرتے اور ان کے لئے رحمت کی دعا مانگتے ہیں ۔ ایسے ہی ابوجعفر الباقر نے اپنے باپ حضرت علی بن الحسین سے بیان کیا ہے کہ انہوں نے ایک جماعت سے جو حضرت ابوبکرؓ حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ کو بُرا کہنے میں مصروف تھی ۔ کہا کیا آپ لوگ مجھے بتائیں گے کہ آپ ہی وہ اوّلین مہاجرین ہیں جن کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی ہے ۔

الذین اخرجوا من دیارھم واموالھم یبتغون فضلاً من اللہ ورضوانا وینصرون اللہ ورسولہ اولئک ھم الصادقون

انہوں نے کہا ہم وہ لوگ نہیں فرمایا کیا تم اس آیت کے مصداق ہو

الذین تبوؤا الدار والایمان من قبلھم یحبون من ھاجر الیھم ولا یجدون فی صدورھم حاجۃ مما اوتوا ویؤثرون علی انفسھم ولو کان بھم خصاصۃ ومن یوق شح نفسہ فاولئک ھم المفلحون ۔

انہوں نے جواب دیا نہیں فرمایا تم خود ان دونوں فریقوں میں شامل ہونے سے انکاری ہو ۔ اور میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ تم ان لوگوں میں سے بھی نہیں ہو ۔ جن کے بارے میں اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے ۔

والذین جاؤ من بعدھم یقولون ربنا اغفر لنا ولاخواننا الذین سبقونا بالایمان ولا تجعل فی قلوبنا غلاً للذین ربنا انک رؤف رحیما ،

ایسے ہی اس نے فضیل بن مرزوق سے بیان کیا ہے کہ میں نے ابراہیم بن حسن بن حسین جو عبداللہ بن حسن کے بھائی تھے سے سنا وہ کہتے تھے خدا کی قسم جیسے حروریہ نے حضرت علیؑ پر زیادتی کی تھی ایسے ہی ہم پر رافضیوں نے زیادتی کی ہے۔

ایسے ہی ان کی ایک دوسری روایت میں ہے کہ میں نے حسن بن حسن کو ایک رافضی سے یہ کہتے سنا کہ خدا کی قسم اگر اللہ تعالٰی نے تم میں سے کسی آدمی کو حکومت کی طاقت بخشی تو ہم ضرور تمہارے ہاتھ اور ٹانگیں مخالف اطراف سے کاٹ دیں گے اور تمہاری توبہ بھی قبول نہیں کریں گے۔ ایسے ہی اس نے محمد بن حاطب سے بیان کیا ہے کہ حضرت حسن اور حضرت حسین کے پاس حضرت عثمانؓ کا ذکر کیا گیا تو آپ نے فرمایا حضرت امیرالمومنین علی ابھی تشریف لا رہے ہیں۔ وہ آپ کو بتاتے ہیں جب حضرت علیؑ تشریف لائے تو راوی کہتا ہے کہ مجھے پتہ نہیں کہ انہوں نے لوگوں کو حضرت عثمان کے بارے میں باتیں کرتے سنا یا لوگوں نے آپ سے دریافت کیا تو آپ نے فرمایا حضرت عثمان ان لوگوں میں سے ہیں۔ جنکے بارے میں یہ آیت آئی ہے

من الذین اتقوا وامنوا ثم من الذین اتقوا واحسنوا واللہ یحب المحسنین۔

انہی سے یہ روایت اور بھی کئی طرق سے مروی ہے وہ کہتے ہیں۔ میں حضرت علی کے پاس گیا اور عرض کیا اے امیرالمومنین میں حجاز جانا چاہتا ہوں۔ لوگ مجھ سے حضرت عثمان کے متعلق پوچھیں گے

آپ ان کے قتل کے بارے میں کیا کہتے ہیں۔ آپ تکیہ لگائے ہوئے تھے پھر اٹھ کر بیٹھ گئے۔ اور فرمایا ابن حاطب خدا کی قسم میں امید کرتا ہوں کہ میں بھی ایسا ہی ہوں گا۔ اور وہ تو ایسے ہی تھے۔ جیسے خدا تعالےٰ نے فرمایا ہے۔

ونزعنا ما فی صدورھم من غل الایۃ — کہ ہم نے ان کے سینوں سے کینے کو نکال باہر کیا ہے۔

ایسے ہی اس نے سالم بن ابی الجعد سے بیان کیا ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ میں محمد بن حنفیہ کے پاس بیٹھا ہوا تھا تو لوگوں نے حضرت عثمانؓ کا تذکرہ شروع کر دیا تو انہوں نے ہمیں منع کرتے ہوئے فرمایا۔ ان کے بارے میں باتیں کرنے سے باز آجاؤ۔ ہم نے جو تکالیف پہلے اٹھائی ہیں۔ ایک روز اس سے بھی زیادہ تکالیف اٹھائیں گے۔ پھر فرمایا۔ کیا میں نے آپ کو اس آدمی کے متعلق باتیں کرنے سے منع نہیں کیا۔

راوی کہتا ہے کہ حضرت ابن عباس بھی آپ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے تو آپ نے فرمایا اے ابن عباس ذرا جنگ جمل کی شام کو یاد کر جب میں حضرت علیؓ کے دائیں جانب جھنڈے کو پکڑے کھڑا تھا۔ اور آپ ان کی بائیں جانب تھے۔ تو انہوں نے پڑاؤ سے آواز سنی تو آپ نے قاصد بھیج کر پتہ کروایا۔ اس نے آکر جواب دیا۔ حضرت عائشہ پڑاؤ میں قاتلین عثمان پر لعنت کر رہی ہیں تو حضرت علیؓ نے ہاتھ اٹھائے یہانتک کہ انہیں وہ دو تین دفعہ اپنے چہرہ تک لے گئے۔ اور فرمایا۔ میں بھی قاتلین عثمان پر لعنت کرتا ہوں۔ اللہ تعالےٰ ان پر میدانوں اور پہاڑوں میں لعنت کرے۔ راوی کہتا ہے اس پر حضرت ابن

عباس نے آپکی تصدیق کی پھر ہماری طرف متوجہ ہو کر فرمایا میرے اور اس کے متعلق تمہارے لئے دو عادل گواہ ہیں ۔ ایسے ہی اس نے مروان بن الحکم سے بیان کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ کوئی شخص حضرت عثمان کے دفاع میں حضرت علی سے آگے نہ تھا ۔ آپ سے کہا گیا کہ آپ ہمیں منبروں پر کیوں برا بھلا کہتے ہیں ۔ فرمایا ہمارا معاملہ اسی طرح درست رہتا ہے ۔ ایسے ہی اس نے حسین بن محمد بن حنفیہ سے بیان کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا اے اہل کوفہ اللہ تعالےٰ سے ڈرو اور حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کے بارے میں ناشدنی باتیں نہ کرو ۔ حضرت ابوبکرؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے یارِ غار اور ثانی اثنین ہیں اور حضرت عمرؓ کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے دین کو عزت دی ہے ۔ ایسے ہی اس نے جندب اسدی سے بیان کیا ہے کہ محمد بن عبد اللہ بن حسن کے پاس کوفہ اور جزیرہ کے لوگ آئے اور انہوں نے حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کے متعلق پوچھا تو آپ نے میری طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ آپ کے علاقے کے لوگ مجھ سے حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کے متعلق دریافت کرتے ہیں میرے نزدیک وہ دونوں حضرت علیؓ سے افضل ہیں ۔ ایسے ہی اس نے عبد اللہ بن حسن سے بیان کیا ہے کہ آپ نے فرمایا خدا کی قسم جو شخص حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ سے بیزاری کا اظہار کرے گا ۔ اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول نہیں کرے گا ۔ وہ تو میرے دل میں رہتے ہیں ۔ اور میں ان کے لئے اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں تاکہ مجھے ان کا قرب نصیب ہو ۔ ایسے ہی اس نے فضیل بن مرزوق سے بیان کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے عمر بن حسین بن علی سے کہا کیا آپ میں کوئی مفترض الطاعۃ امام بھی ہے اور آپ اسے پہچانتے ہیں اور جو

اُسے نہ پہچانے گیا وہ جاہلیت کی موت مرے گا۔ تو آپ نے فرمایا خدا کی قسم ہم میں یہ بات موجود نہیں اور جو ایسا کہتا ہے جھوٹ بولتا ہے۔ تو میں نے کہا لوگ کہتے ہیں کہ یہ مقام حضرت علی کو حاصل ہے اور حضور علیہ السلام نے ان کے بارے میں وصیت کی ہے۔ پھر یہ مقام حضرت حسن کو حاصل ہوا کیونکہ حضرت علی نے ان کے بارے میں وصیت کی ہے پھر یہ مقام حضرت حسین بن علی کو ملا۔ کیونکہ حضرت حسن نے ان کے متعلق وصیت کی ہے۔ پھر یہ مقام علی بن حسین کو ملا کیونکہ حضرت حسین نے ان کے بارے میں وصیت کی ہے پھر یہ مقام محمد بن علی کو ملا یعنی امام باقر کو، جو عمر مذکور کے بھائی ہیں۔ کیونکہ علی بن حسین نے ان کے بارے میں وصیت کی ہے۔ تو عمر بن حسین نے فرمایا خدا کی قسم میرے باپ نے تو وصیت کے بارے میں دو حرف بھی نہیں کہے۔ اللہ اُن لوگوں کا بُرا کرے۔ اگر کوئی آدمی اپنی اولاد اور مال کے بارے میں وصیت کرے اور اس کے بعد کچھ نہ چھوڑے پھر تو یہ دین کی بات ہی نہ ہوئی۔ اللہ اُن لوگوں کو ہلاک کرے۔ قسم بخدا یہ لوگ تو ہمیں کھانے والے ہیں۔

ایسے ہی اس نے عبدالجبار ہمدانی سے بیان کیا ہے کہ حضرت جعفر صادق ان کے پاس آئے اور وہ مدینہ سے جانا چاہتے تھے تو آپ نے فرمایا آپ انشاء اللہ اپنے شہر کے صالح اور نیک لوگوں میں سے ہونگے۔ جو لوگ میرے بارے میں یہ کہتے ہیں کہ میں مفترض الطاعۃ امام ہوں۔ ان تک یہ بات پہنچا دو کہ میرا اس بات سے کوئی تعلق نہیں اور جو شخص یہ کہتا ہے کہ میں حضرت ابوبکر اور حضرت عمر سے بیزارگی کا اظہار کرتا ہوں۔ تو اس بات سے بھی میرا کوئی تعلق نہیں۔

ایسے ہی اس نے آپ سے ایک دوسری روایت بیان کی ہے کہ آپ سے

حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کے بارے میں پوچھا گیا ، فرمایا جو لوگ ان کے بارے میں ناروا باتیں کہتے ہیں میں ان سے اظہار بیزاری کرتا ہوں ہاں جو لوگ ان کے متعلق اچھی باتیں کہتے ہیں میں ان کے ساتھ ہوں ۔ آپ سے کہا گیا کہ شاید آپ یہ بات تقیہ کے طور پر کہہ رہے ہوں[1] فرمایا پھر تو میں مشرکین میں سے ہوا ۔ اور مجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت نصیب نہ ہوگی ۔ ایسے ہی اس نے ایک

---

[1] تقیہ کا مفہوم ، دشمنوں کے شر سے جان ، مال اور عزت کی محافظت کرنا ہے ۔ ایک دشمن تو دینی اختلاف کی وجہ سے ہوتا ہے ۔ جیسے کافر اور مسلم یا کوئی اغراض دنیوی کی وجہ سے دشمن ہوتا ہے ۔ اہلسنت ایسے شہر میں جہاں دین کے اظہار سے خوف ہو ۔ دین کے ترک کرنے کو جائز نہیں کہتے بلکہ ہجرت کو واجب قرار دیتے ہیں ہاں اگر کوئی شرعی ضرورت کے باعث ہجرت نہ کر سکے تو الگ بات ہے ۔ مگر وہ بھی نکلنے کیلئے حیلے کی تلاش میں رہے ۔ مگر دنیوی غرض کیلئے وجوب ہجرت میں اختلاف ہے ۔ ہاں اگر ہلاکت کا خوف ہو تو ہجرت کرنا بلا اختلاف واجب ہے ۔

شیعہ میں سے بعض لوگ جان یا مال کے خوف کی وجہ سے اقوال و افعال میں تقیہ کو جائز قرار دیتے ہیں ۔ اور بعض لوگ معمولی خوف کے ڈر کی وجہ سے بھی تقیہ کرنا جائز کہتے ہیں ۔ اور انہوں نے ائمہ کے اکثر افعال کو جو اہلسنت کے مذہب کے موافق ہیں ۔ تقیہ پر محمول کیا ہے ۔ اور انہیں اصل قرار دیا ہے ۔ اور پھر اسے انبیاء کی طرف منسوب کیا ہے ۔ تاکہ وہ اس سے خلفائے راشدین کی خلافت کا ابطال کر سکیں ۔ حالانکہ ان کی کتب میں ایسا مواد موجود ہے ۔ جو تقیہ پر عمل کو باطل قرار دیتا ہے ۔ نہج البلاغۃ میں ہے کہ حضرت علی نے فرمایا (علامۃ الایمان ایثار الصدق حیث یضرک) جہاں سچ بولنا نقصان دے وہاں سچ کو ترجیح دینا ایمان کی علامت ہے ۔ کلینی اور ملا ابان بن عیاش وغیرہ کی روایات

روایت آپ سے بیان کی ہے کہ عراق کے خبیث لوگوں کا خیال ہے کہ ہم حضرت ابوبکر اور حضرت عمر پر حرف گیری کریں۔ حالانکہ وہ میرے والد ہیں۔ یعنی میری ماں ام فروہ بنت قاسم الفقیہ بن محمد بن ابی بکر ہے اور فروہ کی ماں اسما بنت عبدالرحمٰن بن ابوبکر ہے اور پہلے آپ ایک قول میں کہہ چکے ہیں۔ کہ حضرت ابوبکر نے مجھے دو دفعہ جنا ہے۔ ایسے ہی اس نے ابوجعفر الباقر سے بیان کیا ہے۔ کہ آپ نے فرمایا۔ جو حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کی فضیلت کو نہیں جانتا وہ سُنّت سے بیگانہ ہے۔ اور بعض ائمہ اہلبیت نے کہا ہے کہ خدا کی قسم آپ نے سچ فرمایا ہے اور جو بدعات اور جاہلانہ باتیں پیدا ہوئی ہیں وہ شیعوں اور رافضیوں وغیرہ کی سُنّت سے جہالت کے باعث پیدا ہوئی ہیں۔ اور طیوریات میں جس کی سند حضرت جعفر بن محمد اور ان کے باپ کی طرف جاتی ہے

لکھا ہے کہ ایک آدمی نے حضرت علی سے کہا کہ ہم خطبہ میں آپ کو یہ کہتے سنتے ہیں کہ اے اللہ ہماری اس طرح اصلاح فرما جیسے تو نے خلفائے راشدین کی اصلاح فرمائی تھی۔ اس پر آپ کی آنکھیں ڈبڈبا گئیں اور فرمایا وہ میرے محبوب ابوبکر اور عمر ہیں۔ جو امام ہدایت شیخ الاسلام اور قریشی ہیں۔ حضور علیہ السلام کے بعد ان کی اقتدا کرنے والا بچایا جائے گا۔ اور جو اُن کے آثار کی پیروی کرے گا صراط مستقیم کی طرف ہدایت پائے گا۔ اور جو اُن سے تمسک کرے گا۔ وہ خدائی

میں بھی اس قسم کی بہت سی باتیں موجود ہیں۔ اس مذہب سے تو یہ بات لازم آتی ہے حضرت زکریا حضرت یحییٰ اور حضرت امام حسین کو خدا کے ہاں کوئی فضیلت حاصل نہیں۔ کیونکہ انہوں نے تقیہ پر عمل نہیں کیا۔ اور ساری فضیلت عہد نبوی کے تمام منافقین کو حاصل ہو گئی۔ کیونکہ انہوں نے اس پر عمل کیا۔ تفسیر الوسی میں ان کی تردید میں ان کی اپنی اور اہلسنّت کی ادلّہ بیان کی گئی ہیں۔

گروہ میں سے ہوگا ۔ یہ اہلبیت کے معتبر اصحاب کی باتیں ہیں جنہیں ان سے اُن ائمہ حفاظ نے روایت کیا ہے جن پر احادیث و آثار کی معرفت اور ان کی متصل اسانید سے صحیح و سقیم میں امتیاز کرنے پر اعتماد کیا جاتا ہے ۔ پس اہلبیت کی رسّی کو پکڑنے والا یہ کیسے گوارا کر سکتا ہے اور ان باتوں سے کیسے روگردانی کر سکتا ہے ۔ جو انہوں نے حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کی عظمت شان اور ان کی خلافت حقہ پر اعتماد کے بارے میں کہی ہیں ۔ اور جن باتوں سے انہوں نے اظہار بیزاری کیا اور اپنے حق میں مذمت خیال کیا ہے ۔ انہیں ان کی طرف منسوب کرنے سے بھی وہ بَری ہیں ۔ یہاں تک کہ حضرت زین العابدین علی بن حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے ۔ اے لوگو ہمارے ساتھ اسلام کی محبت کی وجہ سے محبت رکھو ۔ خدا کی قسم تمہاری محبت ہمیشہ ہمارے ساتھ رہی ہے ۔ مگر اب وہ ہمارے لئے عار بن گئی ہے اور ایک روایت میں ہے کہ تم نے اب لوگوں کے پاس ہمارے نقائص بیان کرنے شروع کر دیئے ہیں ۔ یعنی ہماری طرف وہ باتیں منسوب کی ہیں جن کا ہمارے ساتھ کوئی تعلق نہیں ۔ پس ان لوگوں پر اللہ تعالٰی کی لعنت ہو جو ان ائمہ پر جھوٹ بولتے اور ان پر جھوٹ اور بہتان کی تہمت لگاتے ہیں ۔

باب سوم

اس بات کے بیان میں کہ حضرت ابوبکر، تمام امت اور حضرت عمر حضرت عثمان اور حضرت علی سے افضل ہیں۔ نیز ان فضائل کا تذکرہ جو تنہا حضرت ابوبکر کے متعلق آتے ہیں یا حضرت عمر یا اصحاب ثلاثہ اور یا کسی اور کے ساتھ بیان ہوئے ہیں اور اس میں کئی فصلیں ہیں

اس میں بالترتیب خلفاء کی افضلیت اور ساری امت پر شیخین کی افضلیت کی تصریح ہو گی۔ اور شیعوں اور رافضیوں کے اس خیال کو باطل ثابت کیا جائے گا کہ یہ باتیں انہوں نے تقیہ اور مجبوری کی بنا پر کہی تھیں۔

اس بات کو خوب اچھی طرح سمجھ لیجئے کہ جس امر پہ علمائے امت اور

عظمائے ملت کا اتفاق ہو چکا ہے۔ وہ یہ ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق اس امت کے افضل ترین آدمی ہیں اور ان کے بعد حضرت عمر، پھر انہوں نے اختلاف کیا ہے۔ اکثر علماء جن میں امام شافعی اور احمد شامل ہیں اور حضرت امام مالک کے متعلق بھی یہ مشہور ہے کہ وہ ان دونوں کے بعد حضرت عثمان کو حضرت علی سے افضل مانتے ہیں۔ اور کوفیوں نے جن میں سفیان ثوری بھی شامل ہیں بڑے جزم کے ساتھ کہا ہے کہ حضرت علی حضرت عثمان سے افضل ہیں۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ ان دونوں کے درمیان تفاضل سے توقف کرنا چاہیئے۔

امام مالک کے بارے میں روایت ہے جسے ابوعبداللہ المازری نے المدونہ سے بیان کیا ہے کہ حضرت امام مالک سے دریافت کیا گیا کہ ان کے نبی کے بعد کون سا آدمی افضل ہے؟ فرمایا حضرت ابوبکر پھر حضرت عمر۔ پھر اس نے کہا یا اس میں اُسے شک ہوا ہے آپ سے پوچھا گیا کہ حضرت علی اور حضرت عثمان کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے۔ فرمایا میں کسی ایسے شخص کو نہیں جانتا۔ جس کی اقتدا کی جاتی ہو۔ اور وہ ایک دوسرے پر فضیلت کا اظہار کرتے ہوں۔ اور آپ کا یہ قول کہ اس میں اسے شک ہوا ہے اس سے ان کی مراد اشعری کا وہ قول ہے جو آئندہ بیان ہوگا۔ جس میں حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کو بقیہ امت پر قطعی فضیلت دی گئی ہے۔

اور اس کا یہ توقف کرنا دراصل رجوع کرنا ہے۔ قاضی عیاض نے اس سے بیان کیا ہے کہ اس نے حضرت عثمان کی فضیلت کے توقف سے رجوع کر لیا ہے۔ قرطبی کہتے ہیں کہ یہی موقف اصلح ہوگا۔ انشاءاللہ امام الحرمین بھی توقف کی طرف مائل ہیں۔ انہوں نے کہا ہے کہ حضرت عثمان

اور حضرت علی کے بارے میں متعارض خیالات پائے جاتے ہیں۔ اور ابن عبدالبر نے اہل سنت کے اسلاف کی ایک جماعت سے نقل کیا ہے۔ جس میں امام مالک، یحییٰ القطان اور یحییٰ بن معین شامل ہیں۔ ابن معین کہتے ہیں کہ جو شخص حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان اور حضرت علی کے بارے میں بات کرے اور حضرت علی کو سابق اور صاحب فضل قرار دے۔ وہ سنت پر چلنے والا ہے اور اس میں کچھ شبہ نہیں کہ جو حضرت عثمان کی شان میں کمی کرے اور حضرت علی کی فضیلت کو نہ جانے وہ مذموم ہے۔ ابن عبدالبر کے خیال میں وہ حدیث جس میں اصحاب ثلاثہ کی شان کو کم بیان کیا گیا ہے۔ وہ اہل سنت کے قول کے مخالف ہے کہ حضرت علی، اصحاب ثلاثہ کے بعد لوگوں سے افضل ہیں۔ یہ مردود قول ہے کیونکہ تفضیل سے سکوت اختیار کرنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ افضل نہیں ہیں۔ ابو منصور بغدادی کا یہ بیان کہ حضرت علی پر حضرت عثمان کی افضلیت ایک اجماعی بات ہے یہ بات مدخولہ ہے۔ اگرچہ اس سے بعض حفاظ نے اسے نقل کیا ہے۔ لیکن جیسا کہ ہم نے بیان کیا ہے اس میں اختلاف کی وجہ سے سکوت اختیار کیا گیا ہے۔ پھر وہ قول جس کی طرف امام اہل سنت ابوالحسن اشعری مائل ہیں کہ حضرت ابوبکر کی فضیلت دوسروں پر قطعی ہے۔ قاضی ابوبکر باقلانی نے اس کی مخالفت کرتے ہوئے کہا ہے کہ یہ قول ظنی ہے اور "ارشاد" میں امام حرمین نے اسی قول کو اختیار کیا ہے۔ اور اسی سے صاحب مفہم نے شرح مسلم میں جزم کیا ہے اور اس کی تائید ابن عبدالبر کے اس قول سے ہوتی ہے جو استیعاب میں ہے کہ عبدالرزاق نے معمر سے بیان کیا ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ اگر کوئی شخص کہے کہ حضرت عمر، حضرت ابوبکر سے افضل ہیں

تو میں اُسے ڈانٹ نہیں پلاؤں گا۔ اور اسی طرح اگر وہ یہ کہے کہ میرے نزدیک حضرت علی حضرت ابوبکر اور حضرت عمر سے افضل ہیں اور ساتھ ہی وہ شیخین کی فضیلت کا ذکر کرے اور ان سے محبت رکھے اور ان کی صحیح تعریف کرے تو میں اُسے بھی زجر و توبیخ نہیں کروں گا۔ میں نے اس بات کا ذکر وکیع سے کیا تو آپ کو یہ بات اچھی لگی اور آپ نے اسے پسند کیا لیکن ڈانٹ ڈپٹ نہ کرنے سے یہ ملحوظ نہ رکھا جائے کہ وہ اس کے قائل ہیں۔ ہاں مذکورہ تفضیل ظنی ہے قطعی نہیں۔ اسکی تائید اس حکایت سے ہوتی ہے جسے خطابی نے اپنے بعض مشائخ سے بیان کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ حضرت ابوبکر بہتر ہیں اور حضرت علی افضل لیکن ان میں سے بعض نے کہا ہے یہ تو گنجلک اور گڈمڈ سا قول ہے کیونکہ بہتر ہونے کے معنی افضلیت کے سوا اور کچھ نہیں۔ لیکن اگر حضرت ابوبکر کے بہتر ہونے سے یہ مراد ہو کہ آپ بعض پہلوؤں سے بہتر ہیں اور حضرت علی بعض دیگر پہلوؤں سے افضل ہیں۔ تو اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے اور یہ بات کوئی حضرت ابوبکر اور حضرت علی سے ہی مخصوص نہیں بلکہ یہ بات حضرت ابوبکر اور حضرت ابوعبیدہ کے متعلق بھی کہی جاسکتی ہے۔ بطور مثال یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے امانت میں جس طرح حضرت ابوعبیدہ کو مخصوص فرمایا ہے۔ اس طرح حضرت ابوبکر کو نہیں فرمایا۔ اس لحاظ سے حضرت ابوعبیدہ حضرت ابوبکر سے بہتر ہیں۔

حاصل کلام یہ کہ بعض دفعہ مفضول میں وہ خوبیاں پائی جاتی ہیں۔ جو فاضل میں موجود نہیں ہوتیں۔ اگر شیخ خطابی کا مطلب یہ ہو کہ حضرت ابوبکر تو علی الاطلاق افضل ہیں۔ مگر حضرت علی میں بھی ایسی خوبیاں موجود ہیں

جو حضرت ابوبکر میں نہیں پائی جاتیں تو ان کی بات درست ہے اور اگر یہ مفہوم مراد نہیں تو ان کا کلام انتہائی گنجلک اور اس شخص کے بھی خلاف ہے جس کی اس نے مدد کی ہے بلکہ یہ ایک بے فائدہ اور ناقابل فہم بات ہے۔ اگر آپ کہیں کہ ابن عبدالبر کا قول کہ سلف نے حضرت ابوبکر اور حضرت علی کی فضیلت کے بارے میں اختلاف کیا ہے۔ اس قول کے منافی ہے۔ جسے آپ پہلے پیش کر چکے ہیں۔ کہ حضرت ابوبکر کی افضلیت پر اجماع ہو چکا ہے۔ اور اس سے پہلے اس کا یہ قول جو حضرت سلمان، حضرت ابوذر، حضرت مقداد، حضرت خباب، حضرت جابر، حضرت ابوسعید خدری اور حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہم سے مروی ہے کہ حضرت علی سب سے پہلے اسلام قبول کرنے والے ہیں اور ان بزرگوں نے انہیں دوسروں پر فضیلت دی ہے۔

تو اس کے جواب میں، میں کہتا ہوں کہ ابن عبدالبر سے جو یہ بات بیان کی گئی ہے کہ سلف نے ان کی فضیلت کے بارے میں اختلاف کیا ہے یہ ایک عجیب و غریب بات ہے۔ اور وہ اس کے بیان میں ان لوگوں سے منفرد ہے جو اس سے حفظ و اطلاع میں کہیں بڑھ کر ہیں پس اس پر اعتماد نہیں کیا جا سکتا اور یہ بات کیونکر درست ہو سکتی ہے۔ جبکہ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کی فضیلت اور دوسرے صحابہ پر ان کی تقدیم کے اجماع کی روایت کرنے والی اکابر ائمہ کی وہ جماعت ہے جن میں حضرت امام شافعی بھی شامل ہیں۔ جیسے کہ بیہقی نے ان سے بیان کیا ہے۔ جن لوگوں نے ان میں سے اختلاف کیا ہے انہوں نے حضرت عثمان اور حضرت علی کے بارے میں اختلاف کیا ہے۔ اگر بطور تنزل کے

تسلیم کر لیا جائے کہ ابن عبد البر نے وہ بات یاد رکھی ہے جسے کوئی دوسرا یاد نہیں رکھ سکا تو اس کا جواب یہ ہے کہ انہوں نے اس بات کے شاذ ہونے کی وجہ سے اس سے اعراض کیا ہے۔ کیونکہ مخالف شذوذ پر جرح قدح نہیں کی جاتی یا اس خیال سے کہ یہ اجماع کے انعقاد کے بعد کی بات ہے جو مردود حیثیت کی حامل ہے۔ ابن عبد البر کے کلام کا مفہوم یہ ہے کہ حسنین پر شیخین کی تفضیل کے بارے میں پختہ اجماع ہو چکا ہے۔ اور یہ جو بعض متاخرین کی طرف سے ابن سبکی کی طبقات الکبریٰ میں حسنین کی تفضیل کے بارے میں آیا ہے کہ وہ آپ کا ٹکڑا ہیں۔ تو یہ بات اس کے منافی نہیں۔ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ مفضول میں ایسی خوبی پائی جا سکتی ہے جو فاضل میں موجود نہ ہو۔ یہ تفضیل کثرت ثواب کے لئے نہیں بلکہ شرفِ مزید کے لئے ہوتی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد کو وہ شرف حاصل ہے جو خود شیخین کی ذات میں موجود نہیں۔ لیکن ان کا وجود اسلام اور مسلمانوں کے لئے ثواب اور نفع کے لحاظ سے بہت بڑا ہے اور آپ کی اولاد میں دوسروں کو چھوڑ کر ان دونوں سے بھی زیادہ صاحب حیثیت اور زیادہ متقی آدمی ہو سکتا ہے۔ اور ابن عبد البر نے جو دوسری بات اس جماعت کے بارے میں بیان کی ہے کہ وہ علی الاطلاق حضرت علی کو حضرت ابوبکر سے افضل سمجھتے ہیں۔ اس قول کی بنیاد ان کے متقدم فی الاسلام ہونے پر ہے۔ یا ان کی مراد یہ ہے کہ حضرات شیخین اور حضرت عثمان کو چھوڑ کر باقی لوگوں سے حضرت علی افضل ہیں۔ کیونکہ اس پر صریح اور صحیح دلائل موجود ہیں

اگر آپ کہیں کہ اس اجماع کا مستند کیا ہے تو میرا جواب یہ ہے کہ اجماع ہر شخص پر حجت ہے۔ خواہ وہ اس کے مستند سے ناواقف ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس امت کو ضلالت پر اجماع کرنے سے محفوظ رکھا ہوا ہے

اور اس کی دلیل بلکہ تصریح خدا تعالیٰ کے اس قول میں ہے کہ

ومن یتبع غیر سبیل المومنین نولہ ما تولی ونصلہ جہنم وساءت مصیرا

اور اسی طرح انہوں نے اس ترتیب کے ساتھ ان کے استحقاق خلافت پر بھی اجماع کیا ہے۔ لیکن یہ بات قطعی ہے جیسا کہ تفصیل سے بیان ہو چکا ہے۔

اگر آپ کہیں کہ اس ترتیب کے مطابق ان کی تفضیل کیوں قطعی نہیں جبکہ اشعری کے سوا سب کا اس پر اجماع ہے۔ تو میں جواب دوں گا کہ حضرت عثمان اور حضرت علی کے بارے میں تو اختلاف ہے جیسے کہ پہلے بیان ہو چکا ہے اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر اور پھر دیگر لوگوں کے بارے اگر وہ اجماع کریں تو بھی اجماع کے حجت قطعی ہونے میں اختلاف ہے۔ اکثر لوگوں کا مذہب یہ ہے کہ اجماع مطلقاً حجت قطعی ہے۔ اس لئے اُسے تمام دلائل پر مقدم کیا جائے گا۔ اور کوئی دلیل اس کا معارضہ نہ کر سکے گی اور اس کے مخالف کی تکفیر، تضلیل اور تبدیع کی جائے گی۔ امام رازی اور آمدی نے کہا ہے کہ اجماع مطلقاً ظنی ہے اور اس تفصیل میں حق بات یہی ہے اور جس پر معتبر حضرات کا اتفاق ہے کہ اجماع حجت قطعی ہے اور اجماع سکوتی کی طرح اس میں اختلاف نہیں۔ اور وہ اجماع جس کو اس کا مخالف رد کر دے وہ ظنی ہوتا ہے۔

آپ ہمارے بیان سے سمجھ گئے ہوں گے کہ اس اجماع کا کوئی شاذ ہی مخالف ہو گا اگرچہ اس قسم کا اختلاف اجماع میں کوئی اہمیت نہیں رکھتا۔ لیکن وہ اجماع سے کم درجہ کا ہوتا ہے جس کا کوئی مخالف نہ ہو پس پہلا اجماع ظنی ہے اور یہ قطعی

اس لئے اشعری کے مخالفین کے قول کو ترجیح حاصل ہے کہ یہاں اجماع ظنی ہے۔ کیونکہ جو کچھ ہم نے بیان کیا ہے یہ اس کے مناسب حال ہے ، حقیقت یہ ہے کہ اصولیوں کے نزدیک مذکورہ تفصیل ہی درست ہے اور اشعری بھی ان اکثرین میں شامل ہے جو اس بات کے قائل ہیں کہ اجماع حجت قطعی ہے۔

اور اس بات کی تائید کہ یہاں اجماع ظنی ہے یہ ہے کہ اجماع کرنے والوں نے مذکورہ افضلیت کو قطعی قرار نہیں دیا ہے۔ بلکہ ان کے بارے میں فقط ظن کیا ہے۔ جیسا کہ ائمہ کی عبارات اور اشارات سے مفہوم ہوتا ہے۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ مسئلہ اجتہادی ہے۔ اور اس کا مستند یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان چاروں کو اپنے نبی کی خلافت اور اس کے دین کے قیام کے لئے چن لیا ہے۔ ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ان کا مقام، خلافت کی ترتیب کے لحاظ سے ہی ہے۔ ایسے ہی حضرت ابوبکر اور حضرت علی وغیرہ کے بارے میں متعارض نصوص آئی ہیں۔ جن کی تفصیل فضائل کی بحث میں آئے گی۔ لیکن وہ بھی قطعی نہیں کیونکہ وہ سب کی سب متعارض ہونے کے ساتھ ساتھ احاد اور ظنی الدلالۃ ہیں۔ اور اسباب ثواب کا بکثرت اختصاص اس بات کا موجب نہیں کہ وہ قطعی افضلیت کو مستلزم ہے۔ بلکہ ظنی افضلیت کا باعث ہے۔ کیونکہ اسے اللہ تعالیٰ نے فضیلت دی ہے۔ اس لئے ہوسکتا ہے کہ وہ مطیع کی بجائے دوسرے کو ثواب دے دے اور ثبوتِ امامت خواہ قطعی ہو وہ افضلیت کی قطعیت کو فائدہ بخش نہیں ہوتا۔ بلکہ وہ غایت درجہ تک ظن کو مفید ہے۔ کیونکہ فاضل کی موجودگی میں مفضول کی امامت کے بطلان پر کوئی قطعی دلیل نہیں۔ لیکن ہم نے سلف کو دیکھا کہ وہ انہیں فضیلت دیتے ہیں

اور ہمارا حسن ظن ان کے بارے میں یہ فیصلہ دیتا ہے کہ اگرچہ انہیں اس کے متعلق کوئی دلیل معلوم نہیں ہوئی۔ ورنہ وہ اسے اس پر منطبق کرتے پس ہم پر ان کی اتباع لازم ہے اور اس میں جو حق بات ہے اسے اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دینا چاہئیے۔

آمدی کہتے ہیں کہ تفضیل سے مراد یہ ہے کہ شیخین میں سے ایک کو دوسرے کے مقابلہ میں ایسی فضیلت کے ساتھ مختص کرنا جس کا دوسرے میں وجود تک نہ پایا جاتا ہو۔ جیسے عالم اور جاہل یا تو یہ فضیلت اس میں زیادہ ہو گی۔ جیسے اعلم ہونا ، اور یہ بھی صحابہ میں فیصلہ شدہ بات ہے کہ جب ایک فضیلت کا اختصاص ایک سے ہو جائے تو اس میں کسی دوسرے کی مشارکت کا امکان بھی ہو سکتا ہے۔ اور عدم مشارکت کی صورت میں کسی اور فضیلت کے ساتھ دوسرے کا اختصاص ممکن ہو گا۔ اور کثرت فضائل سے اس احتمال کی بناء پر ترجیح نہ ہو گی کہ ایک فضیلت بہت سے فضائل سے بھی ارجح ہو سکتی ہے یا تو ذاتی شرف کی زیادتی کی وجہ سے یا کمیت میں زیادتی کی وجہ سے پس اس معنی کی رُو سے افضلیت پر جزم نہیں کیا جا سکتا۔ اور حقیقت میں فضیلت وہ ہے جو اللہ کے ہاں ہو اور اس پر سوائے وحی کے مطلع نہیں ہوا جا سکتا۔ اگرچہ اللہ تعالیٰ نے صحابہ کی تعریف کی ہے مگر اس سے فضیلت کی حقیقت متحقق نہیں ہوتی۔ کیونکہ کوئی قطعی دلیل متن اور سند کے لحاظ سے موجود نہیں۔ سوائے زمانہ وحی کے ان متاہد داحوال کے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے ان کے ساتھ ایسے قرائن سے ظاہر ہوئے جو اس وقت تفضیل پر دلالت کرتے تھے۔ بخلاف اس کے جس نے یہ سب کچھ نہیں دیکھا۔ ہاں ہمارے پاس سنی سنائی باتیں

پہنچی ہیں۔ جنہوں نے ہمارے ظن کو اس ترتیب کے ساتھ اس تفضیل پر پختہ کر دیا ہے۔ کیونکہ اس کا افادہ صریحاً یا استنباطاً معلوم ہو رہا ہے اور فضائل میں اس کا بیان مبسوط طور پر آئے گا اور اس کی تائید گذشتہ بیان سے بھی ہوتی ہے کہ احق بالخلافت کے اجماع سے افضلیت پر اجماع لازم نہیں آتا کیونکہ اہل سنت کا اس پر اجماع ہے کہ حضرت عثمان حضرت علی سے احق بالخلافت ہیں۔ حالانکہ اس بات میں اختلاف ہے کہ ان دونو میں سے افضل کون ہے اور یہ مقام بعض بے سمجھ لوگوں پر مشتبہ ہوگیا ہے اور انہوں نے خیال کر لیا ہے کہ اصولیوں میں سے جن لوگوں نے یہ کہا ہے کہ حضرت ابوبکر کی افضلیت ظن سے ثابت ہے نہ کہ قطعیت سے۔ اس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ ان کی خلافت بھی ظنی ہی ہے۔ حالانکہ ایسا نہیں ہے جہاں ان لوگوں نے اس بات کی صراحت کی ہے وہاں ساتھ ہی یہ صراحت بھی موجود ہے کہ حضرت ابوبکر کی خلافت قطعی ہے۔ پس بعض لوگوں کا یہ ظن کیسے پایا جا سکتا ہے نیز آپ یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ حضرت ابوبکر کی افضلیت قطعیت سے ثابت ہے۔ حتیٰ کہ غیر اشعری بھی شیعوں اور رافضیوں کے اعتقاد کی بنا پر ایسا ہی سمجھتے ہیں۔ اس لیے کہ حضرت علی سے روایت ہے اور وہ ان کے نزدیک معصوم ہیں اور معصوم پر جھوٹ باندھنا جائز نہیں ہوتا۔ وہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر افضل الامۃ ہیں۔

ذہبی کہتے ہیں[1] یہ روایت آپ سے آپ کی خلافت اور حکومت

---

[1] ذہبی کہتے ہیں یہ حدیث حضرت علی سے متواتر ہے اور ابن عساکر نے بھی حضرت عمر سے ایسے ہی بیان کیا ہے

کے زمانے میں بھی تواتر سے بیان ہوتی رہی اور آپ کے شیعوں کے جم غفیر میں بھی، پھر آپ نے اس کی صحیح اسانید کو مبسوط طور پہ بیان کیا ہے. کہا جاتا ہے کہ اسے اسّی (۸۰) سے زیادہ آدمیوں نے حضرت علی سے روایت کیا ہے اور ان میں ایک جماعت بھی شامل ہے. پھر فرمایا اللہ رافضیوں کا بُرا کرے کہ یہ کس قدر جاہل لوگ ہیں۔

اور بخاری میں جو آپ سے روایت آئی ہے وہ اس کو مدد دیتی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ابوبکر سب سے بہتر ہیں. پھر حضرت عمر، پھر ایک اور آدمی کا آپ نے نام لیا. تو آپ کے صاحبزادے محمد بن حنفیہ نے کہا، پھر آپ! فرمایا میں تو مسلمانوں میں سے ایک عام آدمی ہوں. ذہبی نے اسے صحیح قرار دیا ہے. اور دوسروں نے اور طرق سے اسے حضرت علی سے روایت کیا ہے اور بعض روایات میں ہے کہ لوگو سنو! مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ کچھ لوگ مجھے حضرت ابوبکر اور حضرت عمر پر فضیلت دیتے ہیں. پس جس کو میں نے ان دونوں پر فضیلت دیتے پایا وہ مفتری ہے اور اُسے مفتری کی سزا ملے گی. سنو! اگر میں اس بارے میں پہل کرتا تو سزا دیتا. لیکن میں پہل کرنے سے پہلے سزا دینا پسند نہیں کرتا.

دار قطنی نے آپ سے بیان کیا ہے کہ جس کسی کو میں نے دیکھا کہ وہ مجھے حضرت ابوبکر اور حضرت عمر پر فضیلت دے رہا ہے میں اس پہ مفتری کی حد جاری کروں گا.[۱]

---

[۱] ابن عساکر نے بھی اس روایت کو ایسے ہی بیان کیا ہے.

اور امام مالک نے حضرت جعفر صادق سے انہوں نے اپنے باپ امام باقر سے صحیح روایت بیان کی ہے کہ حضرت علی نے حضرت عمر کے پاس کھڑے ہو کر جبکہ وہ چادر لپیٹے ہوئے تھے، کہا کہ مجھے زمین و آسمان میں اس شخص سے زیادہ محبوب کوئی نہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے صحیفہ میں اس چادر میں لپیٹے ہوئے شخص کی وجہ سے احکام اتارے ہیں اور ایک صحیح روایت میں ہے کہ آپ نے، جبکہ وہ چادر اوڑھے ہوئے تھے انہیں صلی اللہ علیک کہا اور آپ کے لئے دعا کی۔

سفیان نے ایک روایت میں کہا ہے کہ امام باقر سے کہا گیا کیا غیر انبیاء پر صلوٰۃ پڑھنا منع نہیں۔ فرمایا میں نے ایسے ہی سُنا ہے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت علی عملاً عدم کراہت کے قائل تھے کیونکہ حضور علیہ السلام کا قول ہے۔ اللھم صل علی آل ابی اوفیٰ اور ابوبکر آجری نے ابوجحیفہ سے روایت کی ہے کہ میں نے حضرت علی کو کوفہ کے منبر پر فرماتے سُنا کہ اس امت کے نبی کے بعد بہترین آدمی ابوبکر ہیں اور اس کے بعد عمر۔

حضرت ابوذر ہروی نے متنوع طرق سے اور دارقطنی وغیرہ نے جحیفہ سے بیان کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ میں حضرت علی کے گھر گیا اور میں نے کہا اے وہ شخص جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سب سے بہتر ہے تو آپ نے فرمایا ابوجحیفہ ذرا ٹھہرو کیا میں آپ کو بتاؤں کہ، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بہترین آدمی کون ہے وہ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر ہیں۔ ابوجحیفہ تیرا بُرا ہو۔ کسی مومن کے دل میں میری محبت اور ابوبکر اور عمر کا بغض اکٹھے نہیں ہو سکتے۔

اور محمد بن حنفیہ کی روایت سے جو انہوں نے آپ ہی سے

بیان کی ہے۔ ثابت ہو چکا ہے کہ آپ نے ان دونوں کے متعلق خیر امت ہونے کا انہیں بتایا تھا۔ اور یہ قول حضرت علی سے طرق کثیرہ سے بیان ہوا ہے۔ اور جو شخص ان طرق کا تتبع کرے گا اُسے یقین حاصل ہو جائے گا کہ یہ قول حضرت علی ہی کا ہے۔ اور رافضیوں وغیرہ کے لئے بھی ممکن نہیں ہو سکا کہ وہ اس قول کے بارے میں یہ کہہ سکیں کہ یہ حضرت علی کا قول نہیں۔ اس کا انکار تو کوئی آثار سے جاہل شخص ہی کر سکتا ہے اگر اب انہوں نے یہ کہہ دیا ہے کہ حضرت علی نے یہ بات تقیہ کے طور پر کہی تھی اور پہلے بیان ہو چکا ہے کہ یہ جھوٹ اور افترا ہے آئندہ بھی اس کا بیان آئے گا۔ اس موقعہ پر سب سے احسن بات جو کہی جا سکتی ہے وہ یہی ہے کہ **لعنۃ اللہ علی الکاذبین**۔

دار قطنی نے بیان کیا ہے کہ ابو جحیفہ حضرت علی کو افضل الامۃ خیال کرتا تھا آپ نے سنا کہ لوگ اس کی مخالفت کرتے ہیں۔ جس کی وجہ سے وہ بہت مغموم ہے۔ حضرت علی اس کا ہاتھ پکڑ کر اُسے گھر لائے اور فرمایا ابو جحیفہ تجھے کس بات کا غم ہے۔ تو اس نے آپ کو ساری بات بتائی آپ نے فرمایا کیا میں تجھے خیر امت کے متعلق بتاؤں۔ اس امت کا بہترین آدمی ابو بکر ہے، پھر عمر۔ ابو جحیفہ کہتے ہیں جب حضرت علی نے یہ بات مجھے بالمشافہہ کہی تو میں نے اللہ سے عہد کیا کہ جب تک میں زندہ ہوں۔ اس حدیث کو نہیں چھپاؤں گا۔ اور شیعوں اور رافضیوں کا یہ کہنا کہ حضرت علی نے یہ بات تقیہ کے طور پر کہی ہے۔ اللہ تعالیٰ پر جھوٹ اور افترا ہے۔ اور معمولی عقل و فہم کا آدمی بھی یہ تصور نہیں کر سکتا۔ کیونکہ یہ بات آپ نے علیحدگی میں اپنے زمانۂ خلافت میں کہی ہے۔ پھر آپ نے اسے کوفہ کے منبر پر بھی بیان فرمایا ہے اور کوفہ میں آپ اہل بصرہ کی جنگ سے فراغت کے بعد تشریف لائے ہیں اور

یہ بات نہایت قوی اور زبردست نافذ ہونے والاحکم ہے۔ کیونکہ آپ نے یہ بات حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کی وفات کے لمبا عرصہ بعد کہی ہے

بعض أئمہ اہل بیت نے اس بات کے تذکرہ کے بعد کہا ہے کہ اس قسم کے منحوس تقیہ کا وقوع کیسے سمجھ میں آسکتا ہے۔ جس کی وجہ سے ان لوگوں نے اکثر اہل بیت نبوی کے عقائد کو اظہار محبت و تعظیم کے پردے میں خراب کر دیا ہے اور وہ ان کی تقلید کی طرف مائل ہو گئے ہیں۔ یہاں تک کہ ان میں سے بعض نے کہا ہے کہ دنیا کی عزیز ترین چیز بلند شرف آدمی ہے۔ ان لوگوں کی وجہ سے اہل بیت کی مصیبت بڑھ گئی ہے اور اوّل و آخر ان پر بھی مصیبت بنے گی حضرت امام باقرؒ نے کس خوبصورتی سے اس منحوس تقیہ کا ابطال کیا ہے۔ جب آپ سے شیخین کے بارے میں دریافت کیا گیا تو فرمایا میں ان سے دوستی رکھتا ہوں۔ تو آپ سے کہا گیا لوگوں کا خیال ہے کہ یہ بات آپ تقیہ کے طور پر کہہ رہے ہیں فرمایا۔ زندوں سے ڈرا جاتا ہے نہ کہ مردوں سے، اللہ تعالیٰ ہشام بن عبدالملک کے ساتھ اس اس طرح سلوک کرے۔

دار قطنی نے بیان کیا ہے کہ اس امام کا احتجاج کس قدر واضح ہے جس کی جلالت و فضیلت پر سب کا اتفاق ہے۔

بلکہ یہ شقی لوگ تو انکی عصمت کے دعویدار ہیں پس

جو آپ نے فرمایا وہ تو صدق کو واجب کرنے والا ہے۔ پھر اس منحوس تقیہ کے بطلان کی تصریح کرتے ہوئے آپ نے ان کے سامنے یہ استدلال پیش کیا ہے کہ شیخین کی وفات کے بعد ان سے ڈرنے کی کوئی وجہ نہیں۔ کیونکہ انہیں کوئی سطوت حاصل نہیں پھر آپ نے ہشام کے لئے بددعا کر کے اس کو واضح کیا۔ ہشام آپ کے زمانے کا بڑا صاحب شوکت بادشاہ تھا۔ جب آپ

اس سے نہیں ڈرے حالانکہ اس کی سطوت وحکومت اور قوت وقہر سے
خوف کھایا جاتا تھا تو آپ ان سے کیسے خوف کھا سکتے ہیں۔ جو وفات پا چکے
ہیں اور انہیں کوئی سطوت وشوکت بھی حاصل نہیں۔ جب امام باقر کا یہ حال ہے
تو حضرت علی کے بارے آپ کا کیا خیال ہے۔ جبکہ ان کے اور امام باقر کے
درمیان اقدام، قوت، شجاعت، سخت جنگ کرنے اور کثرت تعداد وتیاری
میں کوئی نسبت ہی نہیں۔ وہ اللہ کے بارے میں کسی ملامت کنندہ کی ملامت سے
خائف نہ تھے۔ اور اس کے ساتھ آپ سے صحیح بلکہ تواتر کے ساتھ ثابت ہے
جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے۔ کہ آپ نے شیخین کی مدح وثنا کی ہے اور انہیں
خیر امت قرار دیا ہے اور امام مالک نے اثر صحیح میں جعفر صادق سے اور انہوں
نے اپنے باپ امام باقر سے بیان کیا ہے کہ حضرت علی، حضرت عمر کے پاس
کھڑے ہوئے اور وہ اپنے کپڑے میں لپٹے ہوئے تھے۔ آپ نے ان کے متعلق
جو کچھ کہا وہ پہلے بیان ہو چکا ہے۔ حضرت علی کو یہ بات تقیہ کے طور پر کہنے کی
کیا ضرورت تھی۔ اور امام باقر کو کیا ضرورت تھی کہ اپنے بیٹے جعفر صادق کو تقیہ
کے طور پر بات کہیں اور امام جعفر صادق کو کیا ضرورت تھی کہ امام مالک کے پاس
تقیتہً بیان کریں۔ آپ غور فرمائیں کہ ایک عقلمند آدمی اس قسم کی صحیح اسناد کو کیسے
ترک کر سکتا ہے۔ اور کیسے ایک غلط بات کیلئے اسے تقیہ پر محمول کر سکتا ہے۔ یہ
فقط ان کی جہالت، غباوت، حماقت اور جھوٹ ہے۔ بعض شیعہ انصاف پسند
جیسے عبدالرزاق ہے اس نے کیا اچھا طریقہ اختیار کیا ہے۔ وہ کہتا ہے میں شیخین
کو اس لئے فضیلت دیتا ہوں کہ خود حضرت علی نے اپنے آپ پر انہیں فضیلت
دی ہے۔ اگر وہ ایسا نہ کرتے تو میں انہیں فضیلت نہ دیتا۔ اس منحوس تقیہ
کے دعویٰ میں جو باتیں انہیں جھوٹا قرار دیتی ہیں ان میں وہ روایت بھی ہے جسے

دار قطنی نے بیان کیا ہے کہ جب لوگوں نے حضرت ابوبکر کی بیعت کر لی تو سفیان بن حرب نے بلند آواز سے حضرت علی سے کہا اے علی! اس معاملہ میں قریش کا ذلیل ترین گھرانہ آپ پر غالب آگیا ہے اگر آپ چاہیں تو خدا کی قسم میں سواروں اور پیادوں کو اس کے خلاف لے کر آجاؤں تو حضرت علی نے فرمایا اے اسلام اور مسلمانوں کے دشمن! اس نے اسلام اور مسلمانوں کو کوئی نقصان نہیں پہنچایا۔ پس ان کے اس خیال اور افترا پردازی کا بطلان معلوم ہو گیا۔ کہ حضرت علی نے تقیۃً اور مجبوراً بیعت کی تھی اور جو کچھ وہ خیال کرتے ہیں اگر اس میں کچھ تھوڑی سی بات بھی صحیح ہوتی اور حضرت علی کی طرف سے مشہور ہوتی تو اُسے چھپانے کی کوئی وجہ نہ تھی۔ بلکہ دار قطنی نے تو اُسے روایت کر کے اس کے معنی بھی بہت سے طرق سے بیان کئے ہیں۔

حضرت علی سے روایت ہے کہ قسم ہے اس ذات کی جس نے دانے کو پھاڑا اور جان کو پیدا کیا ہے۔ اگر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی عہد کیا ہوتا تو خواہ میرے پاس چادر کے سوا کچھ نہ ہوتا۔ میں اس کے لئے ضرور کوشش کرتا۔ اور ابو قحافہ کے بیٹے کو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے منبر پر ایک سیڑھی بھی نہ چڑھنے دیتا لیکن رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے اور اس کے مقام کو دیکھ لیا اور اُسے کہا کہ کھڑے ہو کر لوگوں کو نماز پڑھا۔ مگر مجھے آپ نے چھوڑ دیا تو ہم اس سے اپنی دنیا کے لئے اسی طرح راضی ہو گئے جیسے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے دین کے لئے اس سے راضی ہوئے۔ اور اس کا مزید بیان حدیث من کنت مولاہ فعلی مولاہ کے پانچویں جواب اور دوسرے باب اور دیگر مقامات پر گزر چکا ہے۔ اسے دل سے دیکھ لیجئے کیونکہ یہ اہم بات ہے۔ اور حضرت علی کی طرف تقیہ منسوب کرنے سے جو مفاسد

برائیاں اور عظیم قباحتیں لازم آتی ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ آپ بزدل ذلیل اور مقہور آدمی تھے۔ اللہ آپ کو ایسی باتوں سے اپنی پناہ میں رکھے۔ جب آپ کو خلافت ملی تو آپ کا باغیوں کے ساتھ جنگیں کرنا اور ہزاروں کو دعوت مبارزت دینا ایسے امور ہیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ ان احمقوں اور غالیوں نے جو باتیں آپکی طرف منسوب کی ہیں وہ قطعی طور پر جھوٹ ہیں حالانکہ باغیوں کو اسوقت بڑی قوت و شوکت حاصل تھی۔ اور اس میں کچھ شبہ نہیں کہ بنو امیہ اسلام اور جاہلیت دونوں زمانوں میں قریش میں شوکت اور کثرت کے لحاظ سے بہت بڑے تھے۔ اور ابوسفیان بن حرب جنگ احد اور جنگ احزاب اور دیگر جنگوں میں مشرکین کا لیڈر تھا۔ اور اس نے حضرت ابوبکر کی بیعت کے وقت حضرت علی سے وہ بات کہی تھی جس کا ذکر ابھی ہو چکا ہے۔ اور آپ نے اس کی تردید کرتے ہوئے اسے بری طرح رگیدا تھا۔ اور بنو تیم اور بنو عدی کے لوگ قریش کے کمزور ترین قبیلے تھے اور انہیں قبیلوں سے شیخین تعلق رکھتے تھے۔

پس حضرت ابوبکر کی بیعت کے وقت حضرت علی کا سکوت اختیار کرنا اور مخالفین کے خلاف تلوار اٹھانا اس بات کی واضح دلیل ہے کہ وہ حق کا ساتھ دیا کرتے تھے۔ اور شجاعت کے نہایت بلند مقام پر تھے۔ اور اگر ان کے پاس امر خلافت کے متعلق حضور علیہ السلام کی کوئی وصیت ہوتی تو آپ اسے نافذ کرتے خواہ آپ کے سر پر تلوار سونتی ہوتی۔ اس بات میں وہی شخص شک کر سکتا ہے جو ان کے بارے میں ایسا ویسا اعتقاد رکھتا ہے مگر آپ اس سے بالکل بری ہیں۔

کیونکہ جب وہ اپنے معاملے ہی میں ہمیشہ مضطرب رہے تو جیسا کہ علیؓ آپ نے کہا ہے۔ انہیں خوف اور تقیہ کی وجہ سے حق کی مخالفت کا احتمال موجود ہے۔

کیونکہ جب تو جو کچھ بھی آپ نے کہا ہے اس میں خوف اور تقیہ کی وجہ سے حق کی مخالفت کا احتمال موجود ہے۔ یہ بات شیخ الاسلام امام غزالی نے فرمائی ہے اور بعض دوسرے لوگوں نے کہا ہے کہ اس سے بھی بُری اور قبیح باتیں لازم آتی ہیں مثلاً ان کا یہ کہنا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کے سوا کسی کو امامت کے لئے مقرر نہیں فرمایا، مگر حضرت علی کو اس سے روک دیا گیا اور آپ نے تقیہ کے طور پر کہا کہ حضرت ابوبکر کو امیر بنالو تو اس سے یہ احتمال پیدا ہوتا ہے کہ جو کچھ آپ نے حضور علیہ السلام سے بیان کیا ہے وہ سب تقیۃً ہی ہے اور یہ بات اثبات عصمت کے لئے کچھ بھی فائدہ مند نہیں۔

ایسے ہی حضرت علی کے متعلق کہا گیا ہے کہ وہ کسی کی پرواہ نہیں کرتے تھے۔ حتیٰ کہ امام شافعی سے کہا گیا کہ لوگوں کو حضرت علی کی لاپرواہی نے ان سے دور کر دیا ہے تو حضرت امام شافعی نے جواب دیا وہ زاہد آدمی تھے اور زاہد دنیا اور آخرت کی پرواہ نہیں کرتا۔ اور عالم بھی تھے اور عالم بھی کسی کی پرواہ نہیں کرتا اور وہ شجاع تھے اور شجاع بھی کسی کی پرواہ نہیں کرتا اور وہ شریف تھے اور شریف بھی کسی کی پرواہ نہیں کرتا۔ اس روایت کو بیہقی نے بیان کیا ہے اگر فرض کے طور پر یہ تسلیم کر لیا جائے کہ آپ نے یہ بات تقیۃً کہی ہے تو پھر بھی آپ نے اپنی ولایت کے تقاضوں کو باقی رکھا ہے۔ حالانکہ آپ نے خلوت میں اور خلافت کے زمانہ میں منبر پہ کھڑے ہو کر جبکہ آپ کو انتہائی قوت حاصل تھی۔ شیخین کی ولایت کی تعریف کی ہے جیسا کہ بیان ہو چکا ہے۔ پس اس بات سے غافل نہ ہو۔

ابوذر ہروی اور دارقطنی نے کئی طرق سے بیان کیا ہے کہ ایک آدمی کچھ لوگوں کے پاس سے گزرا جو شیخین کو بُرا بھلا کہہ رہے تھے۔ اس نے

حضرت علی کو اس بات کی خبر دی۔ اور کہا ان لوگوں کا خیال ہے کہ جس بات کا وہ اعلان کر رہے ہیں۔ وہی آپ کے دل میں بھی ہے۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو وہ یہ جرأت نہ کرتے تو حضرت علی نے فرمایا میں اس خیال سے اللہ تعالیٰ کی پناہ چاہتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ شیخین پر رحمت فرمائے۔ پھر آپ نے اٹھ کر اس مخبر کا ہاتھ پکڑا اور اسے مسجد میں لے گئے اور منبر پر چڑھ کر اپنی سفید ریش کو ہاتھ میں پکڑا اور آپ کے آنسو آپ کی ریش مبارک پر گر رہے تھے۔ آپ صحن کو دیکھنے لگے۔ یہاں تک کہ لوگ جمع ہو گئے۔ پھر آپ نے ایک فصیح و بلیغ خطبہ دیا۔ جس میں آپ نے فرمایا ان لوگوں کا کیا حال ہو گا جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دو بھائیوں، وزیروں، ساتھیوں، قریش کے سرداروں اور مسلمانوں کے والدین کا ذکر برے رنگ میں کرتے ہیں۔ میرا ان باتوں سے کوئی تعلق نہیں اور جو وہ کہتے ہیں میں ان سے بری ہوں اور اس پر انہیں سزا ملے گی۔ شیخین نہایت متانت اور وفاداری سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے اور اوامر الٰہیہ کے امر و نہی تیز فیصلہ کرنے اور سزا دینے میں بھی انہوں نے سنجیدگی اختیار کی۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی کسی کی رائے کو ان کی رائے کے برابر نہ سمجھتے تھے۔ اور نہ ہی ان جیسی کسی سے محبت کرتے تھے۔ جب آپ نے وفات پائی تو آپ بھی اور مسلمان بھی ان سے راضی تھے۔ پس مسلمانوں نے ان کے معاملہ اور سیرت کے بارے میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رائے سے تجاوز نہیں کیا اور نہ ہی آپ کی زندگی میں اور وفات کے بعد آپ کے حکم سے سرتابی کی ہے۔ اسی حالت میں ان کی وفات ہوئی۔ اللہ تعالیٰ دونوں پر اپنا رحم فرمائے۔ اس ذات کی قسم جو دانے کو پھاڑتا اور جان کو پیدا کرتا ہے۔ ان سے صاحب فضیلت مومن محبت کرتا

ہے اور شقی اور دین سے نکل جانے والا آدمی ان سے بغض اور مخالفت رکھتا ہے۔ ان کی محبت قرب کا باعث ہے۔ اور ان کا بغض اللہ سے دور کرنے والا ہے۔ پھر آپ نے اس بات کا ذکر کیا کہ حضور علیہ السلام نے حضرت ابوبکر کو نماز پڑھانے کا حکم دیا۔ اور وہ علی کے مرتبے سے بھی اگاہ تھے۔ پھر آپ نے ذکر کیا کہ میں نے حضرت ابوبکر کی بیعت کی۔ پھر آپ نے بتایا کہ حضرت ابوبکر نے حضرت عمر کو خلیفہ بنایا۔ پھر فرمایا لوگو اس بات کو سُن لو، اگر مجھے یہ اطلاع پہنچی کہ فلاں آدمی کہہ رہا ہے کہ میں ان سے بغض رکھتا ہوں۔ تو میں اُسے مفتری کی حد لگاؤں گا۔

اور ایک روایت میں ہے کہ شیخین کو بُرا بھلا کہنے کی انہوں نے اس لئے جرآت کی ہے کہ وہ اس معاملہ میں آپ کو اپنا ہم خیال سمجھتے ہیں۔ اس نظریہ کے حاملین میں ایک عبداللہ بن سبا[1] بھی ہے جس نے سب سے پہلے اس

---

[1] - ابن عساکر نے تاریخ میں لکھا ہے کہ یہ اصل میں یمنی ہے اور ایک سیاہ فام لونڈی کا بیٹا ہے۔ یہ یہودی تھا اور اس نے اظہار اسلام کر کے مسلمانوں کے شہروں کا دورہ کیا۔ تاکہ انہیں ائمہ کی اطاعت سے روگردان کر دے اور ان میں شر پھیلا دے۔ اس کام کیلئے وہ دمشق آیا۔ ابن جریر نے اپنی تاریخ میں اس کے متعلق بیان کیا ہے۔ یہی وہ شخص ہے جس نے حضرت علی اور آپ کے بیٹوں کی خلافت کو منصوص قرار دیا۔ اور حضرت علی کی رجعت اور یہ کہ ان میں الوہیت کا جز ہے۔ اور یہ کہ وہ بادلوں میں آئیں گے، کا نیا شاخسانہ اسی نے گھڑا ہے

مقریزی کہتے ہیں کہ ابن سبا سے رافضیوں میں کئی قسم کے غالی پیدا ہوئے ہیں اور انہوں نے یہ بھی ذکر کیا ہے کہ وہ مسلمانوں کو گمراہ کرنے کیلئے

رائے کا اظہار کیا تو حضرت علی نے فرمایا میں ان کے متعلق اپنے دل میں ایسے خیالات رکھنے سے خدا کی پناہ چاہتا ہوں۔ جو شخص ان کے متعلق خوبی اور اچھائی کے سوا کوئی اور بات اپنے دل میں پوشیدہ رکھتا ہو اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو۔ آپ عنقریب اس بیان کو ملاحظہ فرمائیں گے۔ انشاءاللہ، پھر آپ نے ابن سبا کی طرف آدمی بھیجا جو اُسے مدائن لے گیا۔ تو اس نے کہا کہ یہ مجھے کسی شہر میں ٹکنے نہیں دیتے۔ ائمہ کہتے ہیں کہ یہ ابن سبا یہودی تھا۔ جس نے اظہار اسلام کیا تھا۔ اور روافض کے ایک گروہ کا بڑا لیڈر تھا اور ان لوگوں کو حضرت علی نے اس وقت نکالا تھا جب انہوں نے یہ دعویٰ کیا تھا کہ حضرت علی میں الوہیت پائی جاتی ہے۔

دار قطنی نے کئی طرق سے بیان کیا ہے کہ حضرت علی کو خبر پہنچی کہ ایک آدمی حضرت ابوبکر اور حضرت عمر پر حرف گیری کر رہا ہے۔ آپ نے

حجاز سے مسلمانوں کے دوسرے شہروں میں جاتا تھا مگر اس میں کامیاب نہ ہو سکا تو پھر اس نے اسلام اور مسلمانوں کے متعلق سازش تیار کی اور ۳۳ھ میں بصرہ آیا تو حضرت عبداللہ بن عامر نے اس کی بُری باتوں کی وجہ سے اُسے وہاں سے نکال دیا تو وہ کوفہ چلا گیا۔ وہاں سے بھی اُسے نکال دیا گیا تو مصر چلا گیا اور وہیں اقامت اختیار کر لی۔ اور اپنے داعیوں کو شہروں میں پھیلا دیا۔ اور ان شہروں میں سے جو آدمی اس کی طرف مائل ہوا اُسے لکھا کہ اپنے حاکموں پر عیب لگاؤ۔

ملاحظہ فرمائیے: عبر التاریخ از کوثری

اُسے حاضر ہونے کا حکم دیا اور اس کے سامنے شیخین کے عیوب پیش کئے تاکہ وہ تسلیم کرے کہ میں یہ باتیں کہہ رہا تھا وہ اس بات کو سمجھ گیا تو آپ نے اُسے فرمایا خدا کی قسم جس نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے اگر میں وہ باتیں جو مجھے پہنچی ہیں تجھ سے سُن لیتا اور اس پر شہادت بھی مل جاتی تو میں تیرے ساتھ اس اس طرح سلوک کرتا۔ جب یہ بات ثابت ہو گئی ہے، تو اہل بیت نبوی کے یہی شایان شان ہے کہ وہ اس معاملہ میں سلف کی اتباع کریں۔ اور رافضیوں اور شیعہ غالیوں نے عناد، غباوت اور جہالت سے جو قبیح باتیں ان کی طرف منسوب کی ہے۔ ان سے اعراض کریں۔ اور ان تمام باتوں سے احتیاط اختیار کریں جو یہ لوگ انکے کے بارے میں کہتے ہیں۔ مثلاً یہ کہ جو شخص یہ اعتقاد رکھے کہ حضرت ابوبکر حضرت علی سے افضل ہیں۔ وہ کافر ہے۔ اس بات سے ان کا مطلب یہ ہے کہ وہ امت صحابہ، تابعین اور ان کے بعد آنے والے ائمہ دین، علمائے شریعت اور عوام کی تکفیر پر ان کو پختہ کر دیں اور یہ کہ ان کے سوا اور کوئی مومن نہیں اور یہ بات قواعد شریعت کو بیخ و بُن سے اکھاڑ دیتی ہے۔ اور کتب سُنت اور حضور کی شہادت اور صحابہ اور اہل بیت کی باتوں پر عمل کرنے کو باطل قرار دیتی ہے۔ جبکہ تمام احادیث اور اخبار و آثار کے راوی اور حضور علیہ السلام کے زمانہ سے لیکر ہر دور میں قرآن کے ناقل، صحابہ، تابعین اور علمائے دین ہی رہے ہیں۔ اور رافضیوں کی قسم کے لوگوں کی کوئی روایت اور درایت موجود نہیں جس سے وہ فروع شریعت کو معلوم کر سکیں۔ ان کا بڑے سے بڑا کام یہ ہے کہ کسی سند میں کوئی رافضی یا اس قسم کا کوئی آدمی آگیا ہے۔ اور ان کی روایت کے قبول کرنے میں جو اعتراضات ہیں وہ ائمہ اثر اور ناقدین سنت میں مشہور

ہیں اور جب یہ لوگ صحابہ اور تابعین وغیرہ پر عیب لگاتے ہیں تو در اصل قرآن وسنت پہ عیب لگاتے اور ساری شریعت کو باطل ٹھہراتے ہیں۔ اور اس طرح یہ معاملہ زمانہ جاہلیت کے جاہلوں کا سا ہو جاتا ہے۔ اور اس شخص پر اللہ تعالیٰ کی لعنت اور عذاب الیم اور عظیم ناراضگی ہو جو اللہ تعالیٰ اور اس کے نبی پر افترا کرتا ہے جس سے ابطال شریعت اور ہدم شریعت تک نوبت پہنچتی ہے۔ پس ایک عقلمند کیسے برداشت کر سکتا ہے۔ کہ وہ امت محمدیہ کے سواد اعظم کے متعلق جو شہادتین کا اقرار کرتا اور شریعت کو قبول کرتا ہے بغیر کسی موجب کفر کے، کفر کا اعتقاد رکھے فرض کرو کہ نفس الامر میں حضرت علی، حضرت ابوبکر سے افضل ہیں۔ لیکن کیا حضرت ابوبکر کی افضلیت کے قائل معذور نہیں۔ کیونکہ انہوں نے یہ بات دلائل صریحہ کی بناء پر کہی ہے۔ اور وہ مجتہد ہیں اور مجتہد جب غلطی کرے تب بھی اجر کا مستحق ہوتا ہے۔ پس ان کی تکفیر کیسے کی جا سکتی ہے۔ جبکہ یہ متفقہ بات ہے کہ تکفیر ضروریات دین کے عنادی انکار سے ہوتی ہے۔ جیسے نماز اور روزے کا انکار کرنا لیکن جو بات نظر و استدلال کی محتاج ہو اس کے انکار سے کفر لازم نہیں آتا خواہ اس کے اختلاف پر اجماع ہو۔ پس اہلسنت والجماعت کے انصاف پر غور کرو۔ جنہیں اللہ تعالیٰ نے رذائل، جہالت، عناد، تعصب اور غباوت سے پاک قرار دیا ہے۔ ہم ان لوگوں کی بھی تکفیر نہیں کرتے جو حضرت علی کو، حضرت ابوبکر پر فضیلت دیتے ہیں۔ اگرچہ یہ ہمارے نظریہ کے خلاف ہے۔ اور ہمارا ہر زمانے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے تک اس پہ اجماع رہا ہے جیسا کہ اس باب کے آغاز میں بیان ہو چکا ہے۔ بلکہ ہم نے ان کے لئے ایسا عذر قائم کر دیا ہے جو تکفیر سے مانع ہے۔ اور امت میں سے جو شخص رافضیوں

کی تکفیر کرتا ہے تو وہ ان کے دیگر بُرے کاموں کی وجہ سے کرتا ہے۔ جو انہوں نے ساتھ ملا لئے ہیں۔ پس اس انسان کی تکفیر سے بچو۔ جس کا دل ایمان سے لبریز ہے اور جاہل گمراہ غالیوں کی تقلید نہ کرو۔ اور حضرت علی کی صحیح اور ثابت شدہ روایات اور اہلبیت کے صریح بیانات میں جو شیخین کو حضرت علی پر فضیلت دی گئی ہے۔ اس پر غور کرو۔

ان احمقوں نے اگرچہ حضرت علی کی اس بات کو تقیہ پر محمول کیا ہے پھر بھی اہلسنت کے نزدیک حضرت علی اور اہلبیت کی اتباع کی رکاوٹ میں یہ کوئی عذر نہیں بنتا پس ان کے متعلق کفر کے اعتقاد سے بچو۔ کیونکہ انہوں نے حضرت علی کے دل کو پھاڑ کر نہیں دیکھا۔ کہ انہوں نے تقیہ کے طور پر یہ بات کہی ہے بلکہ آپ کے قرائن احوال، شجاعت اور اقدام اور اللہ تعالیٰ کے بارے میں کسی ملامت گر کے خوف کو خاطر میں نہ لانا۔ اس بات کا قطعی ثبوت ہے۔ کہ آپ نے تقیہ سے کام نہیں لیا پس اہلسنت کے نزدیک یہ کوئی ایسا شبہ نہیں جو ان کو اعتقادِ کفر سے روکے۔

سُبحانک ھذا بھتانٌ عظیم

جواب: شیخ الاسلام اور اپنے دور کے محقق ابوزرعہ ولی عراقی سے سوال کیا گیا کہ جو شیخین خلفائے اربعہ کو ترتیب معلوم کے مطابق افضل سمجھے لیکن ان میں سے ایک کو زیادہ محبوب رکھے کیا وہ گنہگار ہوگا۔ آپ نے جواب دیا! محبت دینی کام کی وجہ سے ہوتی ہے یا دنیوی کام کی وجہ سے دینی محبت افضیلت کو لازم ہے۔ جو افضل ہوگا ہماری دینی محبت اس سے زیادہ ہوگی۔ اور جب ہم ایک کے بارے میں یہ اعتقاد رکھیں کہ وہ افضل ہے اور دینی اعتبار سے دوسرے سے زیادہ محبت رکھیں تو یہ ایک تناقض بات ہوگی۔ ہاں اگر ہم کسی دنیوی کام کی

یعنی قرابت اور احسان کی وجہ سے افضل کی بجائے غیر افضل سے زیادہ محبت رکھیں تو اس میں کوئی تناقض اور امتناع نہیں۔ مگر جو شخص یہ اعتقاد رکھے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت ابوبکر پھر حضرت عمر پھر حضرت عثمان پھر حضرت علی افضل ہیں۔ لیکن وہ حضرت ابوبکر کی بجائے حضرت علی سے زیادہ محبت رکھے، پس اگرچہ مذکورہ محبت بھی دینی محبت ہی ہے لیکن اس کا کوئی مفہوم نہیں کیونکہ دینی محبت افضلیت کو لازم ہے۔ جیسا کہ ہم نے ثابت کر دیا ہے۔ اور یہ شخص صرف زبان سے ہی حضرت ابوبکر کی افضلیت کا معترف ہے اور اگر یہ دل سے دینی محبت کے باعث حضرت علی کو حضرت ابوبکر پر فضیلت دیتا ہے۔ تو یہ جائز نہیں اور اگر مذکورہ محبت دنیوی اعتبار سے ہو اس لحاظ سے کہ وہ حضرت علی کی اولاد سے ہے یا کسی اور معنی میں تو اس میں کوئی امتناع نہیں۔

فصل دوم

قرآن و حدیث میں حضرت ابوبکر کے ان فضائل کا
تذکرہ جن میں آپ منفرد ہیں۔

پہلی آیت

وسیجنبها الاتقی الذی یوتی ماله یتزکی و مالاحد عنده من نعمة تجزی الا ابتغاء وجه ربه الاعلی ولسوف یرضی۔

اور وہ اتقی جو اپنے مال کو دیتا ہے تا کہ اس کا تزکیہ ہو وہ عنقریب بچایا جائے گا۔ اور کسی کا اس پر احسان نہیں۔ جس کی جزا دی جائے۔ صرف اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر ایسا کر رہا ہے۔ اور وہ اس سے راضی ہو جائے گا۔

ابن جوزی کہتے ہیں یہ آیت حضرت ابوبکر کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ اور اس میں یہ تصریح موجود ہے کہ آپ ساری امت سے اتقیٰ ہیں اور اتقیٰ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اکرم ہوتا ہے۔ جیسے کہ وہ فرماتا ہے

ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم

اور اکرم اللہ تعالٰے کے نزدیک افضل ہوتا ہے

پس نتیجہ یہ نکلا کہ آپ بقیہ امت سے افضل ہیں۔ اس آیت کو حضرت علی پر حمل کرنا ممکن نہیں۔ جیسا کہ بعض جاہلوں نے افترا کے طور پر ان کی مخالفت کی ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان کہ

وما لاحد عندہ من نعمۃ تجزی

اس کو حضرت علی پر محمول کرنے سے روک دیتا ہے۔ اس لئے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کی پرورش کی۔ اور یہ آپ کا ان پر احسان ہے۔ یعنی ایسا احسان جسکی جزا دی جائے گی۔ اور جب حضرت علی اس آیت کے مفہوم سے خارج ہو گئے تو حضرت ابوبکر کا تعین ہو گیا۔ کیونکہ آپ کے اتقی ہونے پر اجماع ہو چکا ہے اور وہ دونوں میں سے ایک ہی ہو سکتا ہے نہ کوئی اور[1]

---

[1] بزار نے زبیر بن العوام سے، ابن جریر، ابن المنذر، آجری اور ابن ابی حاتم نے عروہ سے اور حاکم نے ابن اسحاق سے بیان کیا ہے کہ یہ آیت حضرت ابوبکر کے بارے میں نازل ہوئی ہے اور اسے مسلم کی شرط کے مطابق صحیح قرار دیا ہے۔ اور فخر الدین رازی کہتے ہیں کہ مفسرین کا اس بات پہ اتفاق ہے کہ اتقی سے مراد حضرت ابوبکر ہیں۔ اور تفضیل کا صیغہ خصوصیت کا متقاضی ہے۔ اور جو اسے عام قرار دیگا۔ اسے اتقی کی تاویل تقی سے کرنی پڑے گی۔ اور یہ قطعی طور پہ مجاز ہے۔ اور مجاز اصل کے خلاف ہوتا ہے۔ اور بغیر دلیل کے اسے اختیار نہیں کیا جا سکتا۔ اور یہاں کوئی دلیل موجود نہیں۔ بلکہ دلیل اسکی معارض ہے جو سبب نزول اور اجماع مفسرین ہے۔ الاتقی میں لام عہد کا ہے۔ اس بارے میں امام سیوطی نے ایک رسالہ لکھا ہے۔ جس کا نام الحبل الوثیق فی نصرۃ الصدیق ہے

ابن ابی حاتم اور طبرانی نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابوبکر نے سات آدمیوں کو آزاد کردیا جنہیں صرف اس بناء پر عذاب دیا جارہا تھا کہ وہ توحید الٰہی کو مانتے ہیں تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی

وسیجنبها الاتقی الی آخر السورۃ

دوسری آیت

واللیل اذا یغشی والنہار اذا	اور قسم ہے رات کی جب چھا جائے اور
تجلی وما خلق الذکر والانثیٰ	دن کی جب وہ روشن ہو جائے اور جو
ان سعیکم لشتی	اس نے نر اور مادہ پیدا کئے ہیں۔
	تمہاری مساعی مختلف قسم کی ہیں

ابن حاتم نے حضرت ابن مسعود سے بیان کیا ہے کہ حضرت ابوبکر نے حضرت بلال کو امیہ بن خلف سے ایک چادر اور دس اوقیوں میں خریدا۔ اور پھر اُسے للہ آزاد کر دیا۔ تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی کہ ابوبکر، امیہ اور ابی کی مساعی آپس میں بڑا فرق رکھتی ہیں۔

تیسری آیت

ثانی اثنین اذھما فی الغار اذ	وہ ثانی اثنین تھا۔ جب وہ دونوں
یقول لصاحبہ لاتحزن	غار میں تھے اور حضور علیہ السلام
ان اللہ معنا فانزل اللہ	اپنے ساتھی سے فرما رہے تھے غم

سکینتہ علیہ وایدہ بجنود لم تروھا   نہ کر یقیناً اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے۔ پس اللہ تعالیٰ نے اپنی سکینت اس کے دل پر نازل کی اور آپ کی ایسے لشکروں سے مدد کی جن کو تم نے نہیں دیکھا۔

مسلمانوں کا اس بات پر اتفاق ہے۔ کہ یہاں صاحب سے مراد حضرت ابوبکر ہیں اور جو شخص آپ کی محبت کا انکار کرے اجماعی طور پر اس کی تکفیر کی جائے گی اور ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس سے بیان کیا ہے کہ ! فانزل اللہ سکینتہ علیہ میں ضمیر حضرت ابوبکر کے لئے ہے اور جب ضمیر کو ہر اس بات کے مناسب لوٹایا جائے جو آپ کی شان کے مطابق ہے تو وایدہ بجنود آپ کے منافی نہیں اور حضرت ابن عباس کی جلالت شان اس بات کے لئے فیصلہ کن ہے کہ اگر آپ کو اس کے متعلق کوئی نص معلوم نہ ہوتی تو آپ آیت کو باوجود ظاہری طور پہ مخالف ہونے کے اسے آپ پر محمول نہ کرتے

چوتھی آیت

والذی جاء بالصدق وصدق بہ اولئک ھم المتقون   اور وہ شخص جو سچ لے کر آیا۔ اور جس نے اس کی تصدیق کی۔ یہی لوگ متقی ہیں۔

بزار اور ابن عساکر نے بیان کیا ہے کہ حضرت علی نے اپنی تفسیر میں فرمایا ہے کہ حق لانے والے سے مراد محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور حق کی تصدیق کرنے والے سے مراد حضرت ابوبکر ہیں۔ ابن عساکر کہتے ہیں کہ

ایک روایت بالحق کے الفاظ کے ساتھ بھی آئی ہے۔ شاید یہ حضرت علی کی قرآت ہے۔

پانچویں آیت

ولمن خاف مقام ربہ جنتان اور جو شخص اپنے رب کے مقام سے ڈرے اس کے لئے دو جنتیں ہیں

ابن ابی حاتم نے شوذب سے بیان کیا ہے کہ یہ آیت حضرت ابوبکر کے متعلق نازل ہوئی ہے۔

چھٹی آیت

وشاورھم فی الامر اور ان سے معاملات میں مشورہ کر۔

حاکم نے ابن عباس سے بیان کیا ہے کہ یہ آیت حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ اور آگے بیان کردہ حدیث اس کی تائید کرتی ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے ابوبکر اور عمر سے مشورہ کرنے کا حکم دیا ہے۔

ساتویں آیت

فان اللہ ھو مولاہ وجبریل وصالح المومنین پس اللہ تعالیٰ اور جبریل اور صالح مومنین اس کے دوست ہیں۔

طبرانی نے حضرت ابن عمر اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ یہ آیت ان دونوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔
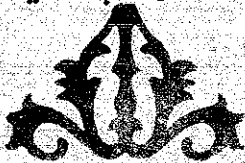
آٹھویں آیت

هوالذی یصلی علیکم وملائکته لیخرجکم من الظلمات الی النور

وہ ذات اور اس کے فرشتے تم پر رحمت بھیجتے ہیں تاکہ وہ تمہیں اندھیروں سے نکال کر نور کی طرف لے جائے۔

عبد بن حمید نے مجاہد سے بیان کیا ہے کہ جب آیت ان اللّٰہ وملائکته یصلون علی النبی یاایها الذین امنوا صلوا علیه وسلموا تسلیما نازل ہوئی تو حضرت ابوبکر نے عرض کیا یا رسول اللہ اللہ تعالیٰ نے جو بھلائی بھی آپ پر نازل کی ہے ہم اس میں شریک رہے ہیں۔ تو اس پر یہ آیت هوالذی یصلی علیکم وملائکته لیخرجکم من الظلمات الی النور نازل ہوئی۔

نویں آیت

ووصینا الانسان بوالدیه احسانا حملته امه کرها ووضعته کرها وحمله وفصاله ثلاثون شهرا حتی اذا بلغ اشده وبلغ اربعین سنة قال رب اوزعنی ان اشکر نعمتک التی انعمت علی وعلی والدی وان اعمل صالحا ترضاه واصلح لی فی ذریتی انی تبت الیک وانی من المسلمین۔ اولئک الذین یتقبل اللّٰہ عنهم

اور ہم نے انسان کو اپنے والدین سے حسن سلوک کی تاکید کی۔ اس کی ماں نے تکلیف سے اُسے حمل میں لیا اور تکلیف سے جنا اور اس کے حمل اور دودھ چھڑانے تک کا زمانہ تیس مہینے ہے۔ حتیٰ کہ جب وہ جوانی کو پہنچ جاتا ہے اور چالیس سال کا ہو جاتا ہے تو دعا کرتا ہے۔ اے اللہ مجھے توفیق دے کہ میں تیرے احسان کا شکریہ ادا کروں جو تو نے

احسن ما عملوا ویتجاوز عن	مجھ پر اور میرے والدین پر کیا ہے
سیاتھم فی اصحاب الجنۃ	اور میں ایسے نیک عمل کروں جن سے
وعد الصدق الذی کانو ا	تو راضی ہو اور میری اولاد کی اصلاح
یوعدون	فرما میں تیرے حضور توبہ کرتا ہوں اور
	میں مسلمانوں میں سے ہوں یہ وہ لوگ
	ہیں جن کے اعمال کو اللہ تعالیٰ احسن
	رنگ میں قبول فرمائے گا۔ اور ان
	کی کمزوریوں سے درگزر فرمائے
	گا۔ یہ اصحاب جنت میں ہوں گے
	یہ وعدہ جو ان سے کیا جا رہا ہے
	بالکل سچ ہے۔

ابن عساکر نے حضرت ابن عباس سے بیان کیا ہے کہ یہ ساری آیت حضرت ابوبکر کے متعلق نازل ہوئی ہے اور جو اس پر غور کرے گا اسے اس میں خوبیاں اور احسان نظر آئیں گے۔ جن کی دوسرے صحابہ رضوان علیہم اجمعین میں نظیر بھی نہیں پائی جاتی۔

دسویں آیت

ونزعنا ما فی صدورھم	اور ہم نے ان کے سینوں سے
من غل اخوانا علی سرر	کینے کو کھینچ کر نکال باہر کیا ہے
متقابلین	وہ آپس میں بھائی بھائی ہیں جو ایک
	دوسرے کے سامنے تختوں پر بیٹھے ہیں

جیسا کہ قبل ازیں حضرت علی بن الحسین رضی اللہ عنہ کی روایت سے بتایا جا چکا ہے کہ یہ آیت حضرت ابوبکر حضرت عمر اور حضرت علی کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔

گیارھویں آیت

ولا یاتل اولوا الفضل منکم والسعتہ	اور تم میں سے صاحب فضل اور وسعت
ان یوتوا اولی القربی والمساکین	والے، قریبیوں، مساکین اور مہاجرین
والمہاجرین فی سبیل اللہ	فی سبیل اللہ کو مال دینے میں کوتاہی
ولیعفوا ولیصفحوا الا تحبون	سے کام نہ لیں۔ اور چاہیے کہ عفو اور
ان یغفر اللہ لکم واللہ غفور	درگذر کریں کیا تم پسند نہیں کرتے
رحیم۔	کہ اللہ تعالیٰ آپ کو بخش دے اور
	اللہ تعالیٰ بخشنے والا اور رحم کرنے والا
	ہے۔

بخاری وغیرہ میں حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ یہ آیات حضرت ابوبکر کے بارے میں نازل ہوئی تھیں۔ جب حضرت ابوبکر نے حلف اٹھایا کہ وہ مسطح پر خرچ نہیں کریں گے۔ کیونکہ یہ بھی ان لوگوں میں شامل تھا جنہوں نے حضرت عائشہ پر جھوٹی تہمت لگائی تھی اور اللہ تعالیٰ نے حضرت عائشہ کی اس تہمت سے ان آیات میں برأت کی جو آپ کی شان کے بارے میں نازل ہوئیں۔ جب یہ آیات نازل ہوئیں تو حضرت ابوبکر نے کہا مولا، تیری قسم ہم تو یہ پسند کرتے ہیں کہ تو ہمیں بخش دے اور پھر آپ نے اُسے دوبارہ وہی خرچ دینا شروع کر دیا۔

اور بخاری میں ایک اور طویل روایت افک حضرت عائشہ ہی

سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان الذین جاءو بالافک عصبۃ منکم
یہ تمام کی تمام دس آیات نازل کی تھیں۔ جب اللہ تعالیٰ نے میری برآت فرمائی
تو حضرت ابوبکر نے جو مسطح بن اثاثہ پر اس کی قرابت اور غربت کی وجہ سے
خرچ کیا کرتے تھے۔ قسم کھائی کہ مسطح نے حضرت عائشہ کے بارے میں جو کچھ
کہا ہے اس کی وجہ سے اب میں اس کے بعد مسطح پر کچھ خرچ نہیں کروں گا تو
اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ ولا یاتل اولوا الفضل منکم والسعۃ
الایۃ۔ حضرت عائشہ کہتی ہیں۔ پھر حضرت ابوبکر نے کہا مولیٰ تیری قسم، میں تو
یہ پسند کرتا ہوں کہ تو مجھے بخش دے۔ اس کے بعد آپ نے پھر دوبارہ مسطح
کو وہی خرچ دینا شروع کر دیا۔ جو آپ اس پر کیا کرتے تھے اور کہا خدا کی
قسم کہ میں کبھی اس کا خرچ بند نہ کروں گا۔

تنبیہ: حدیث افک سے یہ بات معلوم ہو چکی ہے کہ جو شخص حضرت عائشہ
کی طرف زنا منسوب کرے وہ کافر ہو جائے گا۔ اور ہمارے ائمہ نے اس بات
کی تصریح کی ہے کہ ایسا کہنے سے نصوص قرآنیہ کی تکذیب لازم آتی ہے اور ان
کا مکذب اجماع مسلمین سے کافر ہے۔ اور اس سے غالی رافضیوں کی کثیر تعداد
کا کفر بھی قطعی طور پر ثابت ہو جاتا ہے۔ کیونکہ وہ حضرت عائشہ کی طرف یہ
بات منسوب کرتے ہیں۔ اللہ ان کا برا کرے یہ کہاں پھیرے جاتے ہیں۔

بارھویں آیت

الا تنصروہ فقد نصرہ اللہ اذ اخرجہ الذین کفروا ثانی اثنین الایۃ	اگر تم اس کی مدد نہیں کرو گے تو اللہ تعالیٰ نے اس کی اس وقت مدد کی جب

کفار نے اُسے اور ثانی اثنین کو نکالا

ابن عساکر نے ابن عینیہ سے بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سوائے ابوبکر کے سب مسلمانوں سے اظہار ناراضگی فرمایا ہے اور ابوبکر اس ناراضگی سے خارج ہیں۔ پھر آپ نے یہ آیت پڑھی۔ الا تنصروہ فقد نصرہ اللہ الایۃ

احادیث نبویہ

اس بارے میں بہت سی مشہور احادیث موجود ہیں جن میں سے چودہ احادیث باب اول کی تیسری فصل میں بیان ہو چکی ہیں۔ پھر کچھ اور احادیث ہیں جن میں آپ کی رفعت شان، کمالات، اعلیٰ درجہ کے فضائل اور افضال کا بیان ہے۔ اس لئے اب ہم پندرھویں حدیث سے گنتی کا آغاز کرتے ہیں۔

پندرھویں حدیث

شیخین نے حضرت عمرو بن العاص سے بیان کیا ہے کہ انھوں نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ

ای الناس احب الیک؟ قال عائشۃ، فقلت من الرجال قال ابوھا، فقلت ثم من، فقال عمر بن الخطاب فعد رجالاً وفی روایۃ لست اسألک عن اھلک انما اسئلک عن اصحابک

آپ کو لوگوں میں سے کون زیادہ محبوب ہے فرمایا عائشہ، میں نے کہا مردوں میں سے کون زیادہ محبوب ہے فرمایا اس کا باپ، میں نے کہا پھر کون؟ فرمایا عمر بن خطاب، آپ نے کئی آدمیوں کے نام گنوائے اور ایک روایت میں ہے کہ میں آپ سے آپ کے اہل کی نسبت نہیں

پوچھتا، میں صرف آپ کے اصحاب
کے بارے میں پوچھتا ہوں۔

سولہویں حدیث

بخاری نے اپنی صحیح میں حضرت ابن عمر سے بیان کیا ہے کہ

کنا فی زمن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا نعدل بابی بکر احداً ثم عمر ثم عثمان ثم نترک اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم لا نفاضل بینھم و فی روایۃ لابی داؤد کنا نقول و رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حی افضل امتہ بعدہ ابوبکر ثم عمر ثم عثمان و زاد الطبرانی فیبلغ ذلک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فلم ینکرہ۔

ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں کسی کو بھی ابوبکر پھر عمر، پھر عثمان کے برابر نہ سمجھتے تھے، اس کے بعد ہم صحابہ میں تفاضل نہیں کرتے تھے اور ابوداؤد کی روایت میں ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں حضرت ابوبکر پھر حضرت عمر اور پھر حضرت عثمان کو افضل آدمی کہا کرتے تھے اور طبرانی نے یہ الفاظ بھی زائد کئے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خبر پہنچی تو آپ نے اس پر برا نہیں مانا۔

بخاری میں حضرت محمد بن حنفیہ سے روایت ہے کہ میں نے اپنے باپ یعنی حضرت علی سے کہا کہ

ای الناس خیر بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال ابوبکر فقلت ثم من قال عمر وخشیت ان یقول عثمان قلت ثم انت قال ما انا الا واحد من المسلمین

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کون آدمی بہتر ہے فرمایا ابوبکر، میں نے کہا پھر کون فرمایا عمر، میں ڈرا کہ کہیں آپ عثمان کا نام نہ لے دیں میں نے کہا پھر آپ، آپ نے فرمایا میں تو مسلمانوں میں سے ایک عام آدمی ہوں۔

ابن عساکر نے ابن عمر سے بیان کیا ہے کہ

کنا و نبینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نفضل ابا بکر و عمر و عثمان و علیا،

ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں حضرت ابوبکر، عمر، عثمان و علی کو فضیلت دیا کرتے تھے۔

ایسے ہی اس نے ابو ہریرہ سے بیان کیا ہے

کنا معشر اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ونحن متوافرون نقول افضل هذه الامة بعد نبیها، ابوبکر ثم عمر ثم عثمان ثم نسکت

ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب وافر تعداد میں تھے۔ ہم کہا کرتے تھے کہ اس امت کے نبی کے بعد افضل آدمی ابوبکر، پھر عمر، پھر عثمان ہیں۔ پھر ہم سکوت اختیار کیا کرتے تھے۔

ترمذی نے حضرت جابر سے روایت کی ہے کہ حضرت عمر نے

حضرت ابوبکر سے کہا

یا خیر الناس بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم	اے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بہترین شخص، تو حضرت ابوبکر نے کہا اگر
فقال ابوبکر اما انک لو قلت ذلک فلقد سمعتہ یقول ما	تو یہ کہتا جو میں نے آپ کو فرماتے سنا ہے کہ عمر سے بہتر آدمی پر سورج طلوع نہیں
طلعت الشمس علی خیر من عمر	ہوا۔

اور حضرت علی سے یہ روایت تواتر کے ساتھ بیان ہو چکی ہے۔

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بہترین آدمی ابوبکر اور عمر ہیں اور فرمایا مجھے کوئی شخص ابوبکر اور عمر پر فضیلت نہ دے ورنہ میں اسے مفتری کی حد لگاؤں گا۔ اس روایت کو ابن عساکر نے بیان کیا ہے۔

ترمذی اور حاکم نے حضرت عمر سے بیان کیا ہے کہ

ابوبکر خیرنا وسیدنا و احبنا الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم	ابوبکر ہم سے بہتر اور ہمارے سردار ہیں اور ہم سے زیادہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو محبوب ہیں۔

اور ابن عساکر میں ہے کہ

ان عمر صعد المنبر ثم قال ان افضل ھذہ الامۃ بعد نبیھا ابوبکر فمن قال غیر ھذا فھو مفتر علیہ ما علی المفتری۔	حضرت عمر نے منبر پر چڑھ کر فرمایا، ابوبکر اس امت کے نبی کے بعد سب سے افضل ہیں اور جو اس کے خلاف کہتا ہے وہ مفتری ہے، اور اسے مفتری کی حد لگے گی۔

سترہویں حدیث

عبد بن حمید نے اپنی مسند میں اور ابو نعیم وغیرہ نے ابوالدرداءؓ سے کئی طرق سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ نے فرمایا کہ

ما طلعت الشمس ولا غربت علی احد افضل من ابی بکر الا ان یکون نبیا

سورج کبھی کسی ایسے شخص پر طلوع و غروب نہیں ہوا جو ابوبکر سے افضل ہو۔ سوائے اس کے کوئی نبی ہو۔

اور ایک روایت کے الفاظ یہ ہیں کہ

ما طلعت شمس علی احد بعد النبین والمرسلین افضل من ابی بکر۔

انبیاء اور مرسلین کے بعد ابوبکر سے افضل آدمی پر سورج طلوع نہیں ہوا۔

اور جابرؓ کی حدیث کے الفاظ یہ ہیں کہ تم میں سے کسی شخص پر سورج طلوع نہیں ہوا جو اس سے افضل ہو۔ طبرانی وغیرہ نے بیان کیا ہے اور دیگر وجوہ سے اس کے ایسے شواہد موجود ہیں جو اس کے صحیح اور حسن ہونے کا تقاضا کرتے ہیں۔ اور ابن کثیر نے اس کے صحیح ہونے کا حکم لگایا ہے۔

اٹھارہویں حدیث

طبرانی نے اسعد بن زرارہ سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

ان روح القدس جبریل اخبرنی ان خیر امتک بعدک ابوبکر

روح القدس نے مجھے خبر دی ہے کہ آپ کے بعد آپ کی امت کا بہترین آدمی ابوبکر ہے۔

انیسویں حدیث

طبرانی اور ابن عدی نے سلمہ بن اکوع سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

ابو بکر خیر الناس الا ان یکون نبی — ابو بکر سب لوگوں سے بہتر ہیں سوائے اس کے کہ کوئی نبی ہو۔

بیسویں حدیث

عبداللہ بن احمد نے زوائد المسند میں حضرت ابن عباس سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

ابو بکر صاحبی ومؤنسی فی الغار سدوا — ابو بکر میرے یار غار اور مونس ہیں،

کل خوخۃ فی المسجد غیر خوخۃ — ابو بکر کی کھڑکی کے سوا مسجد کی سب

ابی بکر — کھڑکیاں بند کر دی جائیں۔

اکیسویں حدیث

نے حضرت عائشہ سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

ابو بکر منی و انا منہ و ابو بکر اخی فی — ابو بکر مجھ سے اور میں اس سے ہوں،

الدنیا والآخرۃ — ابو بکر دنیا اور آخرت میں میرا بھائی ہے

بائیسویں حدیث

ابو داؤد اور حاکم نے حضرت ابو ہریرہ سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

اتانی جبریل واخذ بیدی فارانی — حضرت جبریل میرے پاس آئے اور انہوں

باب الجنۃ الذی تدخل منہ امتی — نے میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے جنت کا وہ دروازہ

فقال ابو بکر انی کنت معک حتی — دکھایا جس میں سے میری امت داخل

انظر الیه فقال اما انك یا ابابکر اول من یدخل الجنة من امتی

ہو گی. حضرت ابوبکر نے عرض کیا میں آپکے ساتھ رہنا چاہتا ہوں تاکہ میں اُسے دیکھ سکوں. فرمایا اے ابوبکر میری اُمّت میں سے سب سے پہلے آپ جنت میں داخل ہوں گے۔

تیئسویں حدیث

طبرانی نے حضرت سمرۃ سے بیان کیا ہے. کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

ان ابابکر یؤول الرؤیا وان رؤیاه الصالحة حظه من النبوة ای نصیبه من آثار نبوة رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم لمفاضة علیه لمزید صدقه وتخلیه عن سائر حظوظه واغراضه وعظیم فنائه عن نفسه واهله

ابوبکر رویاء کی تاویل بیان کرتے ہیں اور آپکی رویا صالحہ نبوت میں سے آپ کا حصہ ہے. یعنی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے آثار نبوت میں سے آپ کا حصہ ہے. جس کا آپ پر فیضان (آپ پر) آپکے صدق مزید اور دیگر حظوظ و اغراض سے کنارہ کشی اور اپنی جان اور اپنے اہل سے فنا ہو جانیکی وجہ سے ہوا ہے)۔

چوبیسویں حدیث

دیلمی نے حضرت سمرۃ سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

اُمرت ان اولی الرؤیا ابابکر

مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں ابوبکر سے رؤیا کی تعبیر کرواؤں۔

پچیسویں حدیث

احمد اور بخاری نے حضرت ابن عباس سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

انہ لیس فی الناس احداً أمن علی فی نفسہ ومالہ من ابن ابی قحافۃ ولو کنت متخذاً خلیلاً لاتخذت ابابکر خلیلا ولکن خلۃ الاسلام افضل سدوا عنی کل خوخۃ فی ھذا المسجد غیر خوخۃ ابی بکر

لوگوں میں ایک شخص بھی ایسا نہیں جو ابن ابی قحافہ سے بڑھ کر مجھ پر جان ومال سے فدا ہو۔ اگر میں کسی کو خلیل بناتا تو ابوبکر کو بناتا۔ لیکن اسلام دوستی سب سے افضل ہے۔ اس مسجد کی سب کھڑکیوں کو، سوائے ابوبکر کی کھڑکی کے بند کردو۔

چھبیسویں حدیث

ترمذی نے حضرت عائشہ سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابی بکر سے فرمایا کہ

انت عتیق من النار

تو آگ سے آزاد ہے۔

ستائیسویں حدیث

حضرت ابن عمر سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر سے فرمایا کہ

انت صاحبی علی الحوض وصاحبی فی الغار

آپ حوض کوثر اور غار میں میرے ساتھی ہیں۔

اٹھائیسویں حدیث

ابو یعلی نے اپنی مسند میں بیان کیا ہے اور ابن سعد اور حاکم نے بھی اسے حضرت عائشہ سے صحیح قرار دیا ہے۔ وہ فرماتی ہیں کہ

انی لفی بیتی ذات یوم و رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و اصحابہ فی الفناء والستر بینی و بینھم اذ اقبل ابوبکر فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم من سرہ ان ینظر الی عتیق من النار فلینظر الی ابی بکر

ایک روز میں اپنے گھر میں تھی اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب صحن میں بیٹھے تھے۔ میرے اور ان کے درمیان پردہ حائل تھا۔ کہ ابوبکر آ گئے تو حضور علیہ السلام نے فرمایا جس کو آگ سے آزاد آدمی کو دیکھنے سے خوشی محسوس ہوتی ہو اُسے چاہیے کہ وہ ابوبکر کو دیکھے۔

آپ کے اہل نے تو آپ کا نام عبد اللہ رکھا تھا مگر اس پر عتیق (آزاد) کا نام غالب آ گیا ہے۔

انتیسویں حدیث

حاکم نے حضرت عائشہ سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکر سے فرمایا

یا ابابکر انت عتیق اللہ من النار فمن یومئذ سمی عتیقاً

اے ابوبکر تجھے اللہ تعالیٰ نے آگ سے آزاد کر دیا ہوا ہے۔ اس روز سے آپ کا نام عتیق پڑ گیا ہے۔

تیسویں حدیث

بزار اور طبرانی نے نہایت عمدہ سند کے ساتھ حضرت عبد اللہ بن زبیر سے بیان کیا ہے۔

كان اسم ابی بکر عبد الله — حضرت ابوبکر کا نام عبداللہ تھا۔ حضرت نبی کریم
فقال له النبی صلی الله علیه — صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں فرمایا۔ تجھے
وسلم انت عتیق الله من — اللہ تعالیٰ نے آگ سے آزاد کر دیا ہوا
النار فسمی عتیقاً — ہے۔ تو آپ کا نام عتیق پڑ گیا۔

تنبیہ

ان احادیث سے یہ بات مستفاد ہوتی ہے اور علماء کے نزدیک اصح یہ ہے کہ حضرت ابوبکر کا نام عبداللہ تھا اور لقب عتیق۔

اکتیسویں حدیث

حاکم نے عمدہ سند کے ساتھ حضرت عائشہ سے بیان کیا ہے کہ

جاء المشرکون الی ابی بکر — مشرکین نے حضرت ابوبکر کے پاس آکر کہا
فقالوا اھل لك الی صاحبك — آپ کے ساتھی کا خیال ہے کہ وہ رات کو
یزعم انه اسری به اللیلة — بیت المقدس گیا ہے کیا آپ اسے تسلیم کرتے
الی بیت المقدس قال وقال — ہیں۔ حضرت ابوبکر نے کہا، کیا یہ بات انہوں
ذلك قالوا نعم فقال لقد — نے کہی ہے۔ انہوں نے جواب دیا۔ ہاں
صدق انی لاصدقه بابعد — تو آپ نے کہا پھر انہوں نے سچ کہا ہے۔ میں
من ذلك بخبر السماء غدوة — تو اس سے بھی دور کی باتوں یعنی جو خبریں
وروحة فلذلك سمی الصدیق — صبح وشام آپ کو آسمان سے ملتی ہیں۔ ان کا بھی مصدق ہوں۔ اس لئے آپ کا نام صدیق رکھا گیا۔

یہ حدیث حضرت انس، حضرت ابوہریرہ اور ام ہانی سے بھی مروی ہے پہلی

دو حدیثیں ابن عساکر نے بیان کی ہیں۔ اور تیسری طبرانی نے۔

بتیسویں حدیث

سعید بن منصور نے اپنی سنن میں ابی وہب مولی ابو ہریرہ سے بیان کیا ہے کہ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم شب اسراء سے واپسی پر ذی طوی مقام پر تھے تو آپ نے فرمایا

یا جبریل ان قومی لا یصدقونی اے جبریل میری قوم میری بات کی تصدیق نہیں فقال یصدقك ابوبکر کرے گی۔ تو اس نے کہا ابوبکر آپ کی تصدیق وھو الصدیق کرے گا اور وہ صدیق ہے۔

طبرانی نے اس حدیث کو اوسط میں ابی وہب اور ابی ہریرہ سے موصول قرار دیا ہے۔

حاکم نے نزال بن سبرۃ سے بیان کیا ہے کہ ہم نے حضرت علی سے کہا اے امیر المومنین ہمیں حضرت ابوبکر کے بارے میں کچھ بتائیں۔ فرمایا یہ وہ شخص ہے جسے اللہ تعالےٰ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے صدیق قرار دیا ہے کیونکہ وہ خلیفۃ الرسول ہے۔ آپ نے اُسے ہمارے دین کے لئے پسند فرمایا اور ہم نے اپنی دنیا کے لئے اُسے پسند کیا۔ اس روایت کی اِسناد عمدہ ہے۔ اور حکم بن سعید سے صحیح روایت ہے کہ میں نے حضرت علی کو حلف اٹھا کر یہ بات کہتے سنا کہ اللہ تعالےٰ نے ابوبکر کا نام صدیق آسمان سے نازل کیا ہے۔

تینتیسویں حدیث

حاکم نے حضرت انس سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا ہے کہ

ما صحب النبین والمرسلین اجمعین ولا صاحب یٰس افضل من ابی بکر

تمام انبیاء اور مرسلین اور صاحب یٰس کے صحبت یافتہ اصحاب میں سے کوئی شخص ابوبکر سے افضل نہیں ۔

چونتیسویں حدیث

ترمذی نے حضرت ابوہریرہ سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ

مالاحد عندنا من ید الا وقد کافیناہ بها ما خلا ابا بکر فان له عندنا یدا یکافیه الله بها یوم القیامة، وما نفعنی مال احد قط ما نفعنی مال ابی بکر ولو کنت متخذا خلیلا لاتخذت ابا بکر خلیلا الا وان صاحبکم ای محمدا صلی الله علیه وسلم خلیل الله

ہم نے ابوبکر کے سوا ، ہر آدمی کے احسان کا بدلہ دے دیا ہے ۔ اس کے ہم پر اس قدر احسان ہیں کہ اللہ تعالےٰ قیامت کے روز اُسے ان کا بدلہ دے گا ۔ مجھے ابوبکر کے مال نے اس قدر فائدہ دیا ہے ۔ جتنا کسی اور کے مال نے کبھی نہیں دیا ۔ اگر میں کسی کو خلیل بناتا تو ابوبکر کو بناتا ۔ لوگو اس بات کو اچھی طرح سن لو کہ تمہارا صاحب یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کا خلیل ہے ۔

پینتیسویں حدیث

شیخین ، احمد ، ترمذی اور نسائی نے حضرت ابوہریرہ سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

من انفق زوجین فی سبیل الله نودی من ابواب الجنة ۔ یا عبد الله هذا خیر لك فمن

جو شخص دو روپے یا کسی چیز کا جوڑا ۔ اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرے گا ۔ اُسے جنت کے دروازوں سے پکارا جائے گا ۔ اے عبداللہ

كان من اهل الصلوٰة دعي من باب الصلوٰة ومن كان من اهل الجهاد دعي من باب الجهاد ومن كان من اهل الصيام دعي من باب الريان ؛ ومن كان من اهل الصدقة دعي من باب الصدقة قال ابوبكر وهل يدعي احد من تلك الابواب كلها قال ارجو ان تكون منهم

تیرے لئے یہ بہتر ہے۔ جو نمازی ہوگا اُسے باب الصلوٰۃ سے بلایا جائے گا۔ جو جہاد کرنے والا ہوگا۔ اُسے باب الجہاد سے بلایا جائے گا جو روزے دار ہوگا اسے باب الریان سے بلایا جائے گا۔ جو صدقہ دیتا ہوگا اُسے باب الصدقہ سے بلایا جائے گا۔ حضرت ابوبکر نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ کیا کوئی ایسا شخص بھی ہوگا۔ جسے سب دروازوں سے بلایا جائے گا۔ فرمایا ہاں مجھے امید ہے کہ تو ان لوگوں میں سے ہوگا۔

چھتیسویں حدیث

ترمذی نے حضرت عائشہ سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

لاينبغي لقوم فيهم ابوبكر ان يؤمهم غيره

ابوبکر کی موجودگی میں لوگوں کی امامت کسی اور شخص کو نہیں کرنی چاہیے۔

اس حدیث کو خلافت کی گذشتہ چوداں حدیثوں سے پورا تعلق اور ظاہری مناسبت ہے۔

سینتیسویں حدیث

شیخین، احمد اور ترمذی نے حضرت ابوبکر سے بیان کیا ہے کہ حضور علیہ السلام نے انہیں غار میں فرمایا

يا ابابكر ما ظنك باثنين الله

اے ابوبکر ان دو آدمیوں کے بارے میں

ثالثھما　　تیرا کیا خیال ہے جن کے ساتھ تیسرا اللہ تعالیٰ ہو۔

اڑتیسویں حدیث

عبدان المروزی اور ابن قانع نے بھز سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ

یا ایھا الناس احفظونی فی ابی بکر فانہ لم یسئنی منذ صحبنی۔　　اے لوگو! ابوبکر کے بارے میں میرا خیال رکھا کرو! اس نے جب سے میری مصاحبت اختیار کی ہے مجھے تکلیف نہیں دی۔

انتالیسویں حدیث

ابن عساکر نے حضرت عبدالرحمان بن عوف سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ

اذا کان یوم القیامۃ نادی مناد، لایرفعن احد من ھذہ الامۃ کتابہ قبل ابی بکر۔　　"اس امت کا کوئی شخص ابوبکر سے پہلے اپنا اعمالنامہ نہ اُٹھائے"۔

چالیسویں حدیث

طبرانی نے ابو امامہ سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ

ان اللہ اتخذ لی خلیلا کما اتخذ ابراھیم خلیلا وان خلیلی ابوبکر　　اللہ تعالیٰ نے میرا ایک خلیل بنایا ہے، جیسے اس نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اپنا خلیل بنایا تھا، اور میرا خلیل ابوبکر ہے۔

یہ حدیث خلافت کی چار حدیثوں کے خلاف ہے۔ جو ابھی گذر چکی ہیں، ہاں اگر اسے کمالِ دوستی پر محمول کیا جائے تو پھر یہ ان احادیث کی قسم میں سے ہو

جاتی ہے۔

اکتالیسویں حدیث

طبرانی ابن شاہین اور حارث نے حضرت معاذؓ سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ

ان اللہ یکرہ فوق سمائہ ان یخطأ ابوبکر فی الارض وفی روایۃ ان اللہ یکرہ ان یخطأ ابوبکر رجالہ ثقات

اللہ تعالیٰ آسمان پہ سے اس بات کو ناپسند کرتا ہے کہ ابوبکر زمین میں غلطی کرے اور ایک روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ ناپسند کرتا ہے کہ ابوبکر غلطی کرے۔ اس روایت کے رجال ثقہ ہیں۔

بیالیسویں حدیث

طبرانی نے حضرت ابن عباس سے بیان کیا ہے کہ

ما احد عندی اعظم یداً من ابی بکر واسانی بنفسہ ومالہ وانکحنی ابنتہ

مجھ پر ابوبکر سے بڑھ کر کسی نے احسان نہیں کیا اس نے اپنے مال وجان سے میری ہمدردی کی اور اپنی بیٹی کا مجھ سے نکاح کیا۔

تنتالیسویں حدیث

طبرانی نے حضرت معاذؓ سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

رایت انی وضعت فی کفۃ وامتی فی کفۃ فعدلتہا ثم وضع ابوبکر فی کفۃ وامتی فی کفۃ فعدلہا ثم وضع

میں نے دیکھا کہ مجھے ایک پلڑے میں ڈالا گیا ہے اور میری امت دوسرے پلڑے میں ڈالی گئی ہے تو میں اس کے برابر رہا ہوں، پھر ابوبکر ایک پلڑے میں اور میری امت دوسرے پلڑے

عمر فی کفة و امتی فی کفة فعدلها ثم وضع عثمان فی کفة و امتی فی کفة فعدلها ثم رفع المیزان

میں ڈالی گئی تو ابوبکر امت کے برابر رہا۔ پھر عمر ایک پلڑے میں اور میری امت دوسرے پلڑے میں ڈالی گئی تو عمر امت کے برابر رہا پھر عثمان ایک پلڑے میں اور میری امت دوسرے پلڑے میں ڈالی گئی تو عثمان میری امت کے برابر رہا۔ پھر اس کے بعد ترازو کو اٹھا دیا گیا

چوالیسویں حدیث

مسلم، نسائی، ترمذی، ابن ماجہ، حاکم اور بیہقی نے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

أرحم امتی ابو بکر — میری امت کا سب سے رحمدل آدمی ابوبکر ہے۔

اس کے تتمہ کا بیان آئندہ آئے گا۔

پینتالیسویں حدیث

احمد، ابوداؤد، ابن ماجہ اور ضیاء نے سعید بن زید سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

عشرة فی الجنة و ابوبکر فی الجنة — دس آدمی جنت میں ہوں گے اور ابوبکر بھی جنت میں ہوں گے۔

اس کے تتمہ کا بیان ابھی آئے گا۔

چھیالیسویں حدیث

احمد اور ضیاء نے سعید بن زید سے اور ترمذی نے حضرت عبدالرحمان بن عوف سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

ابوبکر فی الجنۃ — ابوبکر جنت میں ہوں گے۔

اس کے تتمہ کا بیان عنقریب آئے گا۔

سنتالیسویں حدیث

ترمذی نے حضرت علی سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

رحم اللہ ابابکر زوجنی ابنته وحملنی الی دار الھجرۃ وأعتق بلالاً من ماله وما نفعنی مال فی الاسلام ما نفعنی مال ابی بکر	اللہ تعالیٰ ابوبکر پر رحم فرمائے اس نے اپنی بیٹی میری زوجیت میں دی اور مجھے سوار کرا کے دار الہجرت لے گئے اور اسلام میں ابوبکر کے مال نے جو مجھے فائدہ دیا کسی اور کے مال نے نہیں دیا۔

یہ قول کہ وہ مجھے سوار کرا کے دار الہجرت لے گئے۔ بخاری کی اس حدیث کے منافی ہے جس میں آیا ہے کہ حضور علیہ السلام نے ابوبکر سے وہ سواری قیمتاً لی تھی۔ اس کی تطبیق یوں بھی ہو سکتی ہے کہ آپ نے پہلے اس سواری کو قیمتاً لیا پھر ابوبکر اس کی قیمت کی ذمہ داری سے بری ہو گئے۔ اس کے تتمہ کا بیان ابھی آئے گا۔

اڑتالیسویں حدیث

بخاری نے ابوالدرداؓ سے بیان کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ

کنت جالساً عند النبی صلی اللہ علیه وسلم اذ اقبل ابوبکر فسلم وقال انی کان بینی	میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ ابوبکر نے آکر سلام کیا اور کہا کہ میرے اور عمر کے درمیان کسی بات پر جھگڑا ہو گیا تو

وبين عمر بن الخطاب
فاسرعت اليه ثم ندمت
فسالته ان يغفر لي فابى علي
فاقبلت اليك فقال يغفر الله
لك يا ابا بكر يغفر الله لك يا
ابا بكر يغفر الله لك يا ابا بكر ثم
ان عمر ندم فاتى منزل
ابي بكر فلم يجده فاتى النبي
صلى الله عليه وسلم فجعل
وجه النبي صلى الله عليه وسلم
يتمعر حتى اشفق ابوبكر فجثا
على ركبتيه فقال يا رسول
الله صلى الله عليه وسلم انا
كنت اظلم منه انا كنت اظلم
منه فقال النبي صلى الله عليه
وسلم ان الله بعثني اليكم
فقلتم كذبت وقال ابوبكر
صدقت وواساني بنفسه
وماله فهل انتم تاركو لي صاحبي
فهل انتم تاركو لي صاحبي
فما اوذي ابوبكر بعدها :

میں نے جلدی سے ان کے پاس جا کر اظہار ندامت
کیا اور معافی چاہی۔ مگر انہوں نے نہیں مانا تو
اب میں آپ کے پاس آیا ہوں۔ اس پر حضور
علیہ السلام نے فرمایا۔ ابوبکر خدا تعالیٰ تجھے معاف
فرمائے۔ ابوبکر خدا تعالیٰ تجھے معاف فرمائے۔
ابوبکر تجھے خدا تعالیٰ معاف فرمائے۔ حضرت
عمر کو بھی بعد میں ندامت ہوئی اور وہ حضرت
ابوبکر کے گھر آئے مگر وہ موجود نہ تھے پھر
حضرت نبی کریم کے پاس آئے تو آپکے چہرہ کو
متغیر پایا۔ یہاں تک کہ ابوبکر ڈر گئے اور گھٹنوں
کے بل بیٹھ کر عرض کرنے لگے یا رسول اللہ میں
نے ہی زیادتی کی ہے۔ میں نے ہی زیادتی کی
ہے تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
خدا تعالیٰ نے مجھے تمہاری طرف مبعوث کیا تم
نے میری تکذیب کی۔ اور ابوبکر نے میری
تصدیق کی اور اپنی جان و مال سے میری
ہمدردی کی۔ کیا تم میرے صاحب کو میری خاطر
چھوڑ دو گے۔ کیا تم میرے صاحب کو میری خاطر
چھوڑ دو گے۔ اس کے بعد حضرت ابوبکر کو
کسی نے تکلیف نہیں دی۔

ابن عدی نے ابن عمر سے اسی قسم کی روایت کی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

لا تؤذونی فی صاحبی فان اللہ بعثنی بالھدیٰ و دین الحق فقلتم کذبت وقال ابوبکر صدقت ولولا ان اللہ سماہ صاحبا لاتخذتہ خلیلا ولکن اخوۃ الاسلام

میرے صاحب کے بارے میں مجھے تکلیف نہ دو۔ خدا تعالیٰ نے مجھے ہدایت اور دین حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے، تم نے میری تکذیب کی اور ابوبکر نے میری تصدیق کی۔ اگر اللہ تعالےٰ نے اس کا نام صاحب نہ رکھا ہوتا تو میں اُسے خلیل بنا لیتا۔ لیکن اسلامی اخوت سب سے مقدم ہے۔

اُنچاسویں حدیث

ابن عساکر نے مقدام سے بیان کیا ہے کہ حضرت ابوبکر اور عقیل بن ابی طالب کے درمیان سخت کلامی ہوئی اور ابوبکر سباب یا نساب تھے۔ مگر آپ نے حضور علیہ السلام سے عقیل کی قرابت کے باعث عقیل سے پہلو تہی کرتے ہوئے حضور علیہ السلام کے پاس ان کی شکایت کردی تو آپ نے کھڑے ہو کر لوگوں سے فرمایا۔ تم میرے دوست کو کیوں نہیں چھوڑتے۔ تمہیں اس سے کیا نسبت! خدا کی قسم تم میں سے ہر ایک کے دروازے پر ظلمت ہے۔ سوائے ابوبکر کے دروازے کے، اس کے دروازے پر نور ہے، تم نے میری تکذیب کی اور اس نے میری تصدیق کی، تم نے اپنے اموال کو خرچ کرنے سے روکا اور اس نے میرے لئے مال کو خرچ کیا۔ تم نے مجھے بے یار و مددگار چھوڑا اور اس نے میری ہمدردی اور اتباع کی۔

پچاسویں حدیث

بخاری نے حضرت ابن عمر سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

من جرّ ثوبہ خیلاءً لم ینظر اللہ الیہ یوم القیامۃ فقال ابوبکر ان احد شقی ثوبی یسترخی الاان اتعاھد ذلک منہ فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انک لست تصنع ذلک خیلاءً	جو شخص اپنا کپڑا تکبّر سے گھسیٹتا پھرے گا۔ اللہ تعالٰے قیامت کے روز اُسے نظر رحمت سے نہیں دیکھیں گے۔ ابوبکر نے عرض کیا کہ میرے کپڑے کا ایک حصّہ تو لٹکتا ہی رہتا ہے۔ سوائے اس کے کہ میں اس کا خیال رکھوں۔ تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو تکبّر سے ایسا نہیں کرتا

اکیاونویں حدیث

مسلم نے حضرت ابوہریرہ سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

من اصبح منکم الیوم صائماً قال ابوبکر، انا قال فمن تبع منکم الیوم جنازۃ قال ابوبکر انا، قال فمن اطعم منکم الیوم مسکینا قال ابوبکر انا، قال فمن عاد منکم الیوم مریضاً قال ابوبکر انا فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما اجتمعن فی امریءٍ الادخل الجنۃ	آج صبح تم میں سے کسی نے روزہ رکھا ہے۔ ابوبکر نے عرض کیا میں نے روزہ رکھا ہے۔ آپ نے فرمایا آج تم میں سے کون جنازہ کے ساتھ گیا تھا۔ ابوبکر نے عرض کیا میں گیا ہوں۔ آپ نے فرمایا آج تم میں سے مسکین کو کس نے کھانا کھلایا ہے۔ ابوبکر نے عرض کیا میں نے کھلایا ہے۔ آپ نے فرمایا آج تم میں سے مریض کی عیادت کس نے کی ہے۔ ابوبکر نے عرض کیا میں نے عیادت کی ہے تو رسول کریم صلی اللہ

وفی روایة وجبت لك الجنة

علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص میں یہ سب باتیں جمع ہو جائیں وہ جنتی ہوتا ہے اور ایک روایت میں ہے کہ تجھ پر جنت واجب ہو گئی ہے۔

باونویں حدیث

بزار نے حضرت عبدالرحمٰن بن ابو بکر سے بیان کیا ہے کہ

صلّی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم صلواۃ الصبح ثم اقبل علی اصحابہ بوجھہ فقال من اصبح منکم صائما؟ فقال عمر یارسول اللّٰہ لم احدث نفسی بالصوم البارحة فاصبحت مفطراً فقال ابوبکر ولکن حدثت نفسی بالصوم البارحة فاصبحت صائماً فقال ھل منکم احد الیوم عاد مریضاً فقال عمر یارسول اللّٰہ لم نبرح فکیف نعود المریض فقال ابوبکر بلغنی ان اخی عبد الرحمان بن عوف شاك فجعلت طریقی

رسول کریم صلی اللّٰہ علیہ وسلم صبح کی نماز ادا فرما کر صحابہ کی طرف منہ کر کے بیٹھ گئے اور فرمایا، تم میں سے روزہ کس نے رکھا ہے حضرت عمر نے عرض کیا یا رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم میرے دل میں شام کو روزے کا خیال نہیں آیا۔ اس لئے میں نے روزہ نہیں رکھا۔ اور ابو بکر نے عرض کیا میرے دل میں شام کو روزہ رکھنے کا خیال آیا تو میں نے روزہ رکھ لیا ہے آپ نے فرمایا کیا تم میں سے کسی نے مریض کی عیادت کی ہے۔ حضرت عمر نے کہا یا رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم ہم فارغ نہیں ہوئے۔ مریض کی عیادت کیسے کر سکتے تھے۔ اور حضرت ابو بکر نے عرض کیا مجھے پتہ چلا کہ میرے بھائی حضرت عبدالرحمٰن بن عوف بیمار ہیں تو میں ان کو دیکھنے کے لئے گیا کہ انہوں نے کس حالت میں صبح

علیہ لأنظر کیف اصبح فقال — کی ہے آپ نے فرمایا تم میں سے آج کس نے
هل منکم من اطعم الیوم مسکیناً — کسی مسکین کو کھانا کھلایا ہے۔ حضرت عمر نے
فقال عمر صلینا یا رسول — کہا یا رسول اللہ ہم نے نماز پڑھی پھر فراغت
اللہ لم نبرح فقال ابو بکر — نہیں ملی اور حضرت ابوبکر نے عرض کیا کہ میں مسجد
دخلت المسجد فاذا سائل — میں آیا تو مجھے ایک سائل ملا۔ عبدالرحمن کے ہاتھ
فوجدت کسرة من خبز الشعیر — میں جو کی روٹی کا ایک ٹکڑا تھا۔ جسے میں نے
فی ید عبد الرحمن فاخذتها — اس سے لے کر اُس سائل کو دے دیا۔ آپ
قد فعتها الیه فقال انت — نے فرمایا تجھے جنت کی خوشخبری ہو پھر ایک بات
فابشر بالجنة ثم قال ندفعتها — کہی جس سے حضرت عمر بھی خوش ہو گئے۔ وہ
ارضی بها عمر زعم انه لم یرد — کہتے ہیں جب بھی میں نے کسی نیک کام کا ارادہ
خیراً قط الا سبقه الیه — کیا ہے ابوبکر مجھ سے سبقت لے گئے ہیں۔ یہ
ابوبکر کذا لفظ هذا الحدیث — الفاظ حدیث کے اس نسخہ کے ہیں۔ جسے میں
فی النسخة التی رایتها وفیه — نے دیکھا ہے۔ اس میں کچھ باتیں غور و فکر کی محتاج
ما یحتاج الی التامل — ہیں۔

ابو یعلی نے حضرت ابن مسعود سے بیان کیا ہے وہ کہتے ہیں۔

کنت فی المسجد اصلی فدخل — میں مسجد میں نماز پڑھ رہا تھا کہ رسول کریم
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم — صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابو بکر اور حضرت عمر
ومعه ابوبکر وعمر فوجدنی — کے ساتھ مسجد میں تشریف لائے اور مجھے دعا
ادعو فقال سل تعطه ثم — کرتے ہوئے دیکھ کر فرمایا، اس سے مانگو وہ
قال من اراد ان یقرأ القرآن — تمہیں دے گا۔ پھر فرمایا جو شخص قرآن پاک کو

غضا طریا فلیقراٴ بقراءۃ ابن ام عبد فرجعت الی منزلی فاتانی ابوبکر فبشرنی، ثم اتانی عمر فوجد ابابکر خارجا قد سبقہ فقال انک لسباق بالخیر ∴

تر و تازہ صورت میں پڑھنا چاہتا ہے۔ تو وہ ابن ام عبد کی قرأت میں پڑھے۔ اس کے بعد میں اپنے گھر واپس آگیا تو حضرت ابوبکر نے آکر مجھے مبارک دی۔ پھر حضرت عمر میرے پاس آئے تو انہوں نے حضرت ابوبکر کو میرے گھر سے نکلتے دیکھا تو کہا تو نیکی کے کاموں میں بہت سبقت لے جانے والا ہے۔

ترپنویں حدیث

احمد نے سند حسن سے ربیعہ اسلمی سے بیان کیا ہے وہ کہتے ہیں

جری بینی وبین ابی بکر کلام فقال لی کلمۃ کرھتھا وندم فقال لی یا ربیعۃ رد علی مثلھا حتی یکون قصاصا فقلت لا افعل فقال ابوبکر لتقولن او لاستعدین علیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قلت ما انا بفاعل فانطلق ابوبکر الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فانطلقت اتلوہ وجاء الناس من

میرے اور حضرت ابوبکر کے درمیان کچھ سخت کلامی ہوگئی تو انہوں نے مجھے ایک ایسی بات کہی جو مجھے بری لگی اور وہ بھی اپنی بات پر نادم ہوئے اور مجھے کہنے لگے اے ربیعہ مجھے بھی اس جیسی بات کہہ تو تاکہ قصاص ہو جائے میں نے کہا میں تو ایسا نہیں کروں گا۔ حضرت ابوبکر نے کہا تو کہے گا یا میں تیرے خلاف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مدد طلب کروں۔ میں نے کہا میں تو ایسا کرنے والا نہیں۔ حضرت ابوبکر، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے اور میں بھی ان کے پیچھے پیچھے وہاں گیا اور اسلم

اسلم فقالوا رحم الله ابا بكر
اى شئى يستعدى عليك
وهو الذى قال لك ما قال
فقلت اتدرون من هذا
هذا ابوبكر هذا ثانى اثنين
وهذا ذو شيبة المسلمين
اياكم لا يلتفت فيراكم
تنصرونى عليه فيغضب
فيأتى رسول الله صلى الله
عليه وسلم فيغضب لغضبه
فيغضب الله لغضبهما فيهلك
ربيعة قالوا فما تامرنا قلت
ارجعوا وانطلق ابوبكر وتبعته
وحدى حتى أتى رسول الله
صلى الله عليه وسلم فحدثه
الحديث كما كان فرفع الى
رأسه فقال يا ربيعة مالك
والصديق فقلت يا رسول الله
كان كذا وكذا فقال لى كلمة
كرهتها فقال لى قل لى
كما قلت لك حتى يكون

قبیلے کے لوگ بھی آ گئے اور کہنے لگے اللہ
تعالیٰ ابوبکر پر رحم کرے وہ کس معاملے میں
آپ کے خلاف مدد طلب کرنے جا رہے
ہیں حالانکہ انہوں نے ہی تجھ سے جو کہا ہے
کہا ہے۔ میں نے کہا تمہیں پتہ ہے یہ کون
ہے۔ یہ ابوبکر ہے ثانی اثنین ہے اور مسلمانوں
کا بزرگ ہے۔ اس کی طرف کوئی متوجہ نہ
ہو اگر اس نے دیکھ لیا کہ تم اس کے خلاف
میری مدد کر رہے ہو تو وہ ناراض ہو جائے
گا اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس
جائے گا۔ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس
کی ناراضگی کی وجہ سے ناراض ہو جائیں گے
اور ان دونوں کی ناراضگی کی وجہ سے خدا تعالیٰ
ناراض ہو جائے گا اور ربیعہ تباہ ہو جائیگا۔
انہوں نے کہا پھر تو ہمیں کیا حکم دیتا ہے۔ میں
نے انہیں کہا واپس چلے جاؤ۔ میں اور حضرت
ابوبکر اکیلے ہی وہاں گئے۔ حضور تشریف لائے
تو حضرت ابوبکر نے جیسے واقعہ ہوا تھا ویسے
ہی بتا دیا۔ حضور نے سر اٹھا کر میری طرف
دیکھا اور فرمایا تمہارا اور صدیق کا کیا معاملہ
ہے۔ میں نے عرض کیا حضور اس اس طرح

قضاءً فابیت فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اجل لا ترد علیہ ولکن قل غفر اللہ لک یا ابا بکر فقلت غفر اللہ لک یا ابا بکر

واقعہ ہوا تھا۔ انہوں نے مجھے ایک ایسی بات کہی جو مجھے ناگوار گذری پھر انہوں نے مجھے کہا مجھے بھی ایسی بات کہہ دو جیسی میں نے کہی ہے تاکہ قصاص ہو جائے میں نے بات کہنے سے انکار کیا۔ اس پر حضور علیہ السلام نے فرمایا ہاں اسے جواب نہ دیجئے بلکہ کہیئے اے ابوبکر اللہ تجھے معاف کرے تو میں نے کہا اے ابوبکر اللہ تعالیٰ تجھے معاف فرمائے۔

چوبیسویں حدیث

ترمذی نے حضرت ابن عمر سے بروایت حسن بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر سے فرمایا کہ

انت صاحبی علی الحوض وصاحبی فی الغار ومؤنسی فی الغار

تو حوض کوثر پر میرے ساتھ ہوگا۔ اور غار میں تو میرا مونس اور ساتھی ہوگا۔

پچیسویں حدیث

بیہقی نے حضرت حذیفہ سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

ان فی الجنۃ طیراً کامثال البخاتی قال ابوبکر انہا لناعمۃ یا رسول اللہ قال انعم منہا من یاکلہا

جنت میں بختی اونٹنوں کی طرح پرندے ہوں گے۔ حضرت ابوبکر نے عرض کیا، یا رسول اللہ وہ موٹے اور تر و تازہ ہوں گے فرمایا وہ کھانے والے کو بطور انعام ملیں گے

وأنت ممن يأكلها — اور آپ بھی اُسے کھانے والوں میں ہونگے۔

یہ روایت حضرت انس سے بھی اسی طرح مروی ہے۔

چھپنویں حدیث

حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

عرج بی الی السماء فما مررت بسماء الا وجدت فیھا اسمی محمد رسول اللہ وابوبکر الصدیق خلفی

جب مجھے آسمان پر لے جایا گیا تو جس آسمان سے بھی میرا گذر ہوا۔ وہاں میرا نام محمد رسول اللہ لکھا ہوا تھا اور ابوبکر صدیق میرے پیچھے تھے

یہ حدیث حضرت ابن عباس، حضرت ابن عمر، حضرت انس، حضرت ابی سعید اور حضرت ابوالدرداء سے بھی اسی طرح مروی ہے۔ اور اس کی سب اسانید ضعیف ہیں۔ لیکن مجموعی حیثیت سے یہ حسن کے درجہ پر پہنچ جاتی ہے۔

ستاونویں حدیث

ابن ابی حاتم اور ابونعیم نے سعید بن جبیر سے بیان کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ

قرأت عند النبی صلی اللہ علیہ وسلم یاایھا النفس المطمئنۃ فقال ابوبکر یارسول اللہ ان ھذا الحسن فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اما ان الملک سیقولھا لک

میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے آیت یاایھا النفس المطمئنۃ پڑھی تو حضرت ابوبکر نے عرض کیا یارسول اللہ یہ تو بہت اچھی بات ہے فرمایا موت کے قریب فرشتہ آپ سے یہ الفاظ کہے گا۔

عند الموت :

اٹھاونویں حدیث

ابن ابی حاتم نے عامر بن عبداللہ بن زبیر سے بیان کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ

لما نزلت لو انا کتبنا علیہم ان اقتلوا أو اخرجوا من دیارکم قال ابوبکر یا رسول اللہ لو امرتنی ان اقتل نفسی لفعلت قال صدقت

جب آیت لو انا کتبنا کا نزول ہوا تو حضرت ابوبکر نے عرض کیا یا رسول اللہ اگر آپ مجھے حکم دیتے کہ میں اپنے آپ کو قتل کر دوں تو میں اپنے آپ کو قتل کر دیتا آپ نے فرمایا تو سچ کہتا ہے

انسٹھویں حدیث

طبرانی نے الکبیر میں اور ابن شاہین نے السنۃ میں حضرت ابن عباس سے موصولاً بیان کیا ہے اور ابو القاسم بغوی کہتے ہیں ہم سے داؤد بن عمر نے بیان کیا اور عبدالجبار بن الورد نے ابن ابی ملیکہ سے بیان کیا اور وکیع نے عبدالجبار بن الورد کی متابعت کی۔ ابن عساکر نے بیان کیا ہے کہ عبدالجبار ثقہ آدمی ہے اور اس کے شیخ ابن ابی ملیکہ امام ہیں مگر یہ روایت اس طریق سے مرسل ہے وہ کہتے ہیں کہ

دخل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واصحابہ غدیراً فقال لیسبح کل رجل الی صاحبہ فسبح کل رجل منہم الی صاحبہ حتی بقی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وابوبکر فسبح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب تالاب میں داخل ہوئے تو آپ نے فرمایا ہر شخص اپنے دوست کے ساتھ پیراکی کرے۔ ہر شخص نے اپنے دوست کے ساتھ پیراکی کی۔ یہانتک کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر باقی رہ گئے تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم تیر کر حضرت ابوبکر کے پاس گئے اور آپ کو

الی ابی بکر حتی اعتنقه فقال گلے لگا لیا اور فرمایا اگر میں کسی کو خلیل بنانے والا
لو کنت متخذاً خلیلا لا تخذت ہوتا تو ابوبکر کو خلیل بناتا لیکن وہ میرے صاحب
ابا بکر خلیلا و لکنه صاحبی ہیں۔

ساٹھویں حدیث

ابن ابی الدنیا نے مکارم الاخلاق میں اور ابن عساکر
نے صدقۃ بن میمونہ کے طریق سے سلیمان بن یسار سے بیان کیا ہے وہ کہتے
ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

خصال الخیر ثلثمائة وستون اچھے خصائل تین سو ساٹھ ہیں۔ جب اللہ تعالیٰ
خصلة اذا اراد الله بعبد خیرا کو کسی بندے کی بھلائی مطلوب ہوتی ہے تو ان
جعل فیه خصلة منها بها خصائل میں سے کوئی خصلت اس میں رکھ دیتا
یدخل الجنة فقال ابوبکر رضی ہے اس سے وہ جنت میں داخل ہوگا۔
الله عنه یا رسول الله افیّ حضرت ابوبکر نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ
شئ منها قال نعم جمیعها علیہ وسلم کیا ان خصائل میں سے کوئی خصلت
من کل ❊ مجھ میں ہے۔ فرمایا ہاں وہ سب خصلتیں آپ
میں موجود ہیں۔

ابن عساکر نے ایک اور طریق سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی
اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

خصائل الخیر ثلثمائة وستون تین سو ساٹھ اچھے خصائل ہیں۔ ابوبکر نے عرض
فقال ابوبکر یا رسول الله لی کیا یا رسول اللہ کیا ان میں سے کوئی خصلت
منها شئ قال کلها فیك مجھ میں بھی پائی جاتی ہے فرمایا سب کی سب
فهنیئا لك یا ابابکر ❊ پائی جاتی ہیں۔ پس اے ابوبکر تجھے مبارک ہو۔

اکسٹھویں حدیث

ابن عساکر نے مجمع الانصاری کے طریق سے اس کے باپ سے بیان کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا حلقہ لوگوں کے مل کر بیٹھنے کی وجہ سے کنگن کی طرح ہوتا تھا۔ مگر حضرت ابوبکر کی نشست خالی ہوتی تھی کوئی آدمی وہاں بیٹھنے کی خواہش نہیں کرتا تھا۔ جب حضرت ابوبکر تشریف لاتے تو اس جگہ بیٹھ جاتے اور حضور علیہ السلام ان کی طرف متوجہ ہو جاتے اور ان سے باتیں کرتے اور لوگ ان باتوں کو سنتے۔

باسٹھویں حدیث

ابن عساکر نے حضرت انس سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

حب ابی بکر و شکرہ واجب علی کل امتی ۔ میری تمام امت پر ابوبکر سے محبت رکھنا اور اس کا شکریہ ادا کرنا واجب ہے۔

اس نے سہل بن سعد سے بھی ایسی ہی حدیث بیان کی ہے۔

ترسیٹھویں حدیث

ابن عساکر نے حضرت عائشہ سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

الناس کلھم یحاسبون الا ابابکر ۔ ابوبکر کے سوا سب لوگوں کا حساب لیا جائے گا۔

چونسٹھویں حدیث

احمد نے حضرت ابوہریرہ سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

ما نفعنی مال قط ما نفعنی مال — مجھے ابوبکر کے مال نے جو فائدہ دیا ہے، کسی
ابی بکر فبکی ابوبکر و قال هل انا — اور کے مال نے نہیں دیا۔ یہ بات سن کر حضرت
و مالی الا لک یا رسول اللہ — ابوبکر نے اشکبار ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ، میں
اور میرا مال آپ ہی کے لئے ہیں۔

ابو یعلیٰ نے حضرت عائشہ سے ایک ایسی ہی مرفوع حدیث بیان کی ہے۔ ابن کثیر کہتے ہیں کہ یہ حدیث حضرت علی، حضرت ابن عباس، حضرت جابر بن عبد اللہ اور ابو سعید خدری سے بھی مروی ہے اور خطیب نے اسے ابن المسیب سے مرسل بیان کیا ہے اور یہ الفاظ زائد بیان کئے ہیں کہ

کان صلی اللہ علیہ وسلم یقضی — یعنی حضور علیہ السلام حضرت ابوبکر کے مال میں
فی مال ابی بکر کما یقضی فی مالہ — اپنے مال کی طرح فیصلہ کرتے تھے۔

ابن عساکر نے حضرت عائشہ اور حضرت عروہ سے کئی طرق سے بیان کیا ہے کہ جس روز حضرت ابوبکر نے اسلام قبول کیا، آپ کے پاس چالیس ہزار دینار تھے اور ایک روایت میں چالیس ہزار درہم کے الفاظ آئے ہیں۔ آپ نے ان سب کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر خرچ کر دیا۔

پینسٹھویں حدیث

بغوی اور ابن عساکر نے حضرت ابن عمر سے بیان کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ

کنت عند النبی صلی اللہ علیہ — میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس
وسلم و عندہ ابوبکر الصدیق — موجود تھا اور حضرت ابوبکر الصدیق بھی وہیں تھے
و علیہ عباءۃ قد خللها فی — اور آپ ایک چوغہ زیب تن کئے ہوئے تھے
صدرہ بخلال فنزل علیہ — جو سینے سے پھٹا ہوا تھا۔ حضرت جبریل نے

جبریل فقال یا محمد مالی	حضور علیہ السلام کے پاس آکر کہا اے محمد (صلی
اُری ابابکر علیہ عباءۃ قد	اللہ علیہ وسلم) میں ابوبکر کے جسم پر ایک چوغہ
خللها فی صدرہ بخلال فقال	دیکھ رہا ہوں جو سینے سے پھٹا ہوا ہے۔ آپ
یا جبریل انفق ماله علیّ قبل	نے فرمایا اے جبریل اس نے فتح مکہ سے پہلے
الفتح، قال فان اللہ یقرأ علیہ	مجھ پہ اپنا مال خرچ کر دیا تھا۔ جبریل علیہ السلام
السلام ویقول قل لہ أراضٍ	نے کہا اللہ تعالیٰ انہیں سلام کہتا ہے۔ اور
انت عنی فی فقرک ھذا ام	فرماتا ہے کہ ابوبکر سے کہیئے کہ کیا تو مجھ سے
ساخط فقال ابوبکر اسخط علی	اپنے اس فقر میں راضی ہے یا ناراض ہے۔
ربی انا عن ربی راضٍ انا عن	ابوبکر کہنے لگے کیا میں اپنے رب سے ناراض ہو
ربی راضٍ انا عن ربی راضٍ	سکتا ہوں۔ میں اپنے رب سے راضی ہوں۔
وسندہ غریب ضعیف جداً	میں اپنے رب سے راضی ہوں۔ میں اپنے رب
	سے راضی ہوں۔ لیکن اس حدیث کی سند
	بہت غریب ہے۔

ابونعیم نے حضرت ابوہریرہ سے اور حضرت ابن مسعود نے بھی ایسی ہی روایت بیان کی ہے۔ مگر ان دونوں حدیثوں کی سند بھی اسی طرح ضعیف ہے اور ابن عساکر نے بھی حضرت ابن عباس سے اسی طرح کی روایت بیان کی ہے اور خطیب نے اپنی سند سے حضرت ابن عباس سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

ھبط جبریل علیہ السلام و	جبریل علیہ السلام نازل ہوئے اور ان پہ ایک
علیہ طنفسۃ متخلل بھا فقلت	پھٹی ہوئی چادر تھی میں نے کہا اے جبریل یہ
یا جبریل ما ھذا قال ان اللہ	کیا ہے تو وہ کہنے لگے کہ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں

تعالی امر الملائکة ان تتخلل فی السماء لتخلل ابی بکر فی الارض ۞

کو حکم دیا ہے کہ وہ زمین میں حضرت ابوبکر کے پھٹا ہوا لباس پہننے کی وجہ سے آسمان میں پھٹا ہوا لباس پہنیں۔

ابن کثیر کہتے ہیں یہ حدیث بہت منکر ہے۔ اگر یہ اور اس سے پہلے والی روایت بہت سے لوگوں میں متداول نہ ہوتی تو ان دونوں سے اعراض اختیار کرنا زیادہ بہتر تھا۔

چھیاسٹھویں حدیث

امرنا رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم ان نتصدق فوافق ذلك مالا عندی فقلت الیوم أسبق ابابکر أن سبقته یوما فجئت بنصف مالی فقال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم ما أبقیت لاھلك؟ قلت مثله وأتی ابوبکر بکل ما عنده فقال یا ابابکر ما أبقیت لاھلك؟ قال أبقیت لھم اللہ ورسوله فقلت لا أسبقه الی شیء ابدا

حضرت عمر سے صحیح روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں صدقہ دینے کا حکم دیا۔ میرے پاس مال موجود تھا۔ میں نے کہا آج میں ابوبکر سے سبقت لے جاؤں گا۔ میں اپنا نصف مال لے کر آ گیا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ گھر والوں کیلئے کیا چھوڑ آئے ہو۔ میں نے کہا جتنا مال لایا ہوں اتنا مال گھر بھی چھوڑ کر آیا ہوں۔ ابوبکر اپنے گھر کا سارا سامان لے آئے آپ نے فرمایا ابوبکر گھر والوں کیلئے کیا چھوڑ آئے ہو؟ عرض کیا ان کے لئے اللہ اور اس کا رسول چھوڑ آیا ہوں۔ میں نے کہا میں اس سے کبھی نہیں بڑھ سکوں گا۔

ستاسٹھویں حدیث

ابن عساکر نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابوبکر سے صحابہ کے ایک مجمع میں دریافت کیا گیا۔ کیا آپ نے جاہلیت میں کبھی شراب پی تھی، فرمایا میں اس سے اللہ تعالیٰ کی پناہ چاہتا ہوں۔ میں نے کہا۔ انہوں نے یہ کیوں نہ کہا کہ میں اپنی عزت اور جوانمردی کی حفاظت و صیانت کرتا تھا اور جو شخص شراب پیتا ہے وہ اپنی عزت اور جوانمردی کو برباد کر دیتا ہے۔ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خبر پہنچی تو آپ نے فرمایا ابوبکر نے سچ کہا۔ ابوبکر نے سچ کہا۔ یہ حدیث سنداً اور متن کے لحاظ سے مرسل غریب ہے۔

ابن عساکر نے حضرت عائشہ سے سند صحیح کے ساتھ بیان کیا ہے کہ خدا کی قسم حضرت ابوبکر نے جاہلیت اور اسلام میں کبھی شعر نہیں کہا اور نہ انہوں نے اور نہ حضرت عثمان نے جاہلیت میں کبھی شراب پی۔

ابونعیم نے عمدہ سند کے ساتھ حضرت عائشہ سے روایت کی ہے کہ حضرت ابوبکر نے جاہلیت میں بھی شراب کو اپنے پر حرام کیا ہوا تھا۔

اڑسٹھویں حدیث

ابونعیم اور ابن عساکر نے حضرت ابن عباس سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

ما کلمت فی الاسلام احداً الا ابی علی وراجعنی الکلام الا ابن ابی قحافۃ فانی لم اکلمہ فی شیٔ الا قبلہ و استقام علیہ وفی روایۃ لابن اسحٰق مادعوت احداً الی الاسلام الا کانت لہ کبوۃ و تردد ونظر الا ابابکر ماعتم وما تردد فیہ۔

جب بھی میں نے کسی کو دعوتِ اسلام دی تو سوائے ابوبکر کے ہر ایک نے انکار کیا اور مجھ سے باتوں میں اُلجھ پڑا۔ اور ابوبکر سے جب میں نے بات کی اس نے اسے قبول کیا اور اس پر استقامت دکھائی۔

اور ابن اسحاق کی روایت میں ہے کہ جس کسی کو میں نے دعوت اسلام دی۔ اُسے اس کے قبول کرنے میں رکاوٹ اور تردد ہوا۔ مگر ابوبکر کو نہ رکاوٹ پیدا ہوئی نہ تردد ہوا۔

امام بیہقی کہتے ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ حضور کے دعویٰ سے قبل ہی دلائل نبوت کو دیکھتے اور آپ کے حالات کو سُنتے تھے۔ اس لئے جب آپ نے دعوت اسلام دی تو پہلے تفکر و نظر کی بنا پر آپ نے اسی وقت اسلام قبول کرلیا۔ اس کی تائید اس بات سے ہوتی ہے جسے ابونعیم نے فرات بن السائب سے بیان کیا ہے وہ کہتے ہیں میں نے میمون بن مہران سے پوچھا، آپ کے نزدیک حضرت علی افضل ہیں یا حضرت ابوبکر اور حضرت عمر۔ راوی کہتا ہے ان پر لرزہ طاری ہوگیا۔ اور ان کے ہاتھ سے عصا گر گیا۔ پھر کہنے لگے میں خیال بھی نہیں کرتا تھا کہ میں اس وقت تک زندہ رہوں گا۔ جب ان دونوں کے برابر کسی کو ٹھہرایا جائے گا۔ ان دونوں کا کیا کہنا، وہ تو سرداران اسلام تھے۔ میں نے کہا کہ حضرت ابوبکر پہلے اسلام لائے تھے یا حضرت علی، کہنے لگے خدا کی قسم حضرت ابوبکر تو بحیرا راہب کے زمانے سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے ہوئے تھے۔ جب آپ کا گذر اس کے پاس سے ہوا تھا۔ اور حضرت خدیجہ اور اسکے درمیان اختلاف ہوا تھا۔ یہاں تک کہ اس نے آپ سے ان کا نکاح کر دیا اور یہ سب باتیں حضرت علی کی پیدائش سے قبل کی ہیں۔

زید بن ارقم سے صحیح روایت میں آیا ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سب سے پہلے نماز پڑھنے والے حضرت ابوبکر تھے۔

ترمذی اور ابن حبان نے اپنی صحیح میں حضرت ابوبکر سے بیان کیا کہ انہوں نے کہا، کیا میں لوگوں سے خلافت کا زیادہ حقدار نہیں۔ کیا

میں سب سے پہلے اسلام قبول کرنے والا نہیں طبرانی نے الکبیر میں اور عبداللہ
بن احمد نے زوائد الزہد میں شعبی سے بیان کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت
ابن عباس سے پوچھا ۔ سب سے پہلے اسلام قبول کرنے والا کون ہے ۔ انہوں
نے کہا ابوبکر ، کیا تم نے حضرت حسان کا قول نہیں سُنا ۔

اذا تذکرت شجواً من اخی ثقة   فاذکر اخاک ابا بکر بما فعلا
خیر البریة اتقاها و اعدلها   الی النبی و اوفاها بما حملا
والثانی والتالی المحمود مشهده   و اول الناس منهم صدق الرسلا

یعنی جب تجھے کسی قابل اعتماد بھائی کا غم یاد آئے تو اپنے بھائی
ابوبکر کو بھی یاد کیا کر کہ اس نے کیا کچھ کیا ۔ وہ مخلوق سے بہتر ، اتقی اور سب
سے عادل انسان تھا ۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں جو ذمہ
داری اس نے اٹھائی ۔ اُسے سب سے بڑھ کر پورا کیا ۔ وہ ثانی اثنین اور
آپ کا پیروکار تھا اور رسولوں کی سب سے پہلے تصدیق کرنے والا تھا ۔

اس کے علاوہ صحابہ کرام ، تابعین اور دوسرے بے شمار لوگوں
نے کہا ہے کہ وہ اسلام قبول کرنے میں سب سے اوّل تھے بلکہ بعض نے
تو اس پر اجماع کا دعویٰ کیا ہے ۔ اس حدیث اور ان احادیث میں جو اس
کے منافی بیان ہوئی ہیں ۔ اس طرح تطبیق[۱] دی گئی ہے ۔ کہ مردوں میں
سب سے پہلے اسلام لانے والے حضرت ابوبکر ہیں ۔ عورتوں میں سب سے
پہلے اسلام قبول کرنے والی حضرت خدیجہ ہیں ۔ بچوں میں سب سے پہلے
اسلام لانے والے حضرت علی ہیں اور غلاموں میں سب سے پہلے اسلام لانے

---

[۱] سب سے پہلے یہ تطبیق دینے والے حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ ہیں جیسے کہ سیوطی نے ذکر کیا ہے

والے حضرت زید ہیں ۔ ابن کثیر نے اس کی مخالفت کی ہے ، اور کہا ہے کہ بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ سب سے پہلے آپ کے اہلبیت میں سے حضرت خدیجہ آپ کا غلام زید اور اس کی بیوی ام ایمن ، حضرت علی اور ورقہ ایمان لائے اور اس کی تائید سعد بن وقاص کی صحیح روایت سے ہوتی ہے کہ اس سے پہلے پانچ سے زیادہ آدمی اسلام قبول کر چکے تھے ۔ لیکن حضرت ابوبکر ہم میں اسلام کے لحاظ سے سب سے بہتر تھے ۔

اہترویں حدیث

ابو یعلی ، احمد اور حاکم نے حضرت علی سے بیان کیا ہے کہ

قال لی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوم بدر ولابی بکر مع احد کما جبریل ومع الآخر میکائیل ۔

مجھے اور حضرت ابوبکر کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بدر کے روز فرمایا ۔ تم میں سے ایک کے ساتھ جبریل اور دوسرے کے ساتھ میکائیل ہے ۔

سترویں حدیث

تمام نے اپنے فوائد میں اور ابن عساکر نے عبداللہ بن عمرو بن العاص سے بیان کیا ہے وہ کہتے ہیں

سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول اتانی جبریل فقال ان اللہ یامرک ان تستشیر ابابکر ۔

میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ میرے پاس جبریل آئے اور کہنے لگے اللہ تعالی آپ کو حکم دیتا ہے کہ آپ ابوبکر سے مشورہ کریں ۔

فصل سوم

حضرت ابوبکر کے ان فضائل کا تذکرہ جن میں اصحاب ثلاثہ اور دوسرے لوگوں کا ذکر بھی شامل ہے۔ اس فصل کو میں نے سیاق کے اعتبار سے پہلی فصل سے الگ نوع کی قرار دیا ہے۔ لیکن حضرت ابوبکر کی فضیلت اور شرف کے لحاظ سے یہ پہلی فصل کی جنس سے ہے اس لئے اس کا نمبر شمار پہلی فصل پر ہی رکھا گیا ہے۔

اکہترویں حدیث

حاکم نے الکنی میں، ابن عدی نے الکامل میں اور خطیب نے اپنی تاریخ میں، حضرت ابوہریرہ سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

ابوبکر وعمر خیر الاولین والآخرین وخیر اھل السماء وخیر اھل الارض الا النبیین والمرسلین ؁

ابوبکر اور عمر، انبیاء اور مرسلین کو چھوڑ کر اولین و آخرین اور آسمانوں اور زمین میں رہنے والے تمام لوگوں سے بہتر ہیں۔

بہترویں حدیث

طبرانی نے حضرت ابو الدردا سے بیان کیا ہے کہ

اقتدوا بالذین من بعدی ابی بکر وعمر فانھما حبل اللہ الممدود من تمسک بھما فقد تمسک بالعروۃ الوثقی لا انفصام لھا ۞

میرے بعد ابوبکر اور عمر کی اقتدا کرو، کیونکہ وہ دونوں اللہ تعالیٰ کی پھیلائی ہوئی رسی ہیں جو ان سے تمسک کرے گا۔ وہ ایک مضبوط کڑے کو پکڑ لے گا جو ناقابل شکست ہوگا۔

یہ حدیث اور طرق سے بھی مروی ہے جن کا ذکر احادیث خلافت میں گذر چکا ہے۔

تہترویں حدیث

ابونعیم نے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

اذا انا مت وابوبکر وعمر وعثمان فان استطعت ان تموت فمت ۞

جب میں ابوبکر، عمر اور عثمان فوت ہو جائیں تو اگر تجھے مرنے کی استطاعت ہو تو مر جانا۔

چوہترویں حدیث

بخاری نے اپنی تاریخ میں اور نسائی اور ابن ماجہ نے حضرت ابوہریرہ سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

نعم الرجل ابوبکر ونعم الرجل عمر ۞

ابوبکر اور عمر کیا ہی اچھے آدمی ہیں۔

پچھترویں حدیث

ترمذی نے ابوسعید سے بیان کیا ہے کہ رسول
کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

مامن نبی اللہ ولہ وزیران من	ہر نبی کے اہل سماء اور اہل زمین سے دو دو وزیر
اهل السماء و وزیران من	ہوتے ہیں۔ اہل سماء سے میرے دو وزیر جبریل
اهل الارض فأما وزیرای من	اور میکائیل ہیں۔ اور اہل زمین سے ابوبکر اور
اهل السماء فجبریل ومیکائیل	عمر ہیں۔
وأما وزیرای من اهل الارض	
فابوبکر وعمر ۞	

چھہترویں حدیث

احمد، شیخین اور نسائی نے حضرت ابوہریرہ سے
بیان کیا ہے کہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ

بینا راع فی غنمه عدا علیه الذئب	ایک چرواہا بکریاں چرا رہا تھا کہ ایک بھیڑیا اس
فاخذ منه شاة فطلبه الراعی	پر حملہ کر کے ایک بکری لے گیا۔ چرواہے نے
فالتفت الیه الذئب فقال	اس سے بکری کا مطالبہ کیا تو بھیڑیے نے اس
من لها یوم السبع یوم لا راعی	کی طرف متوجہ ہو کر کہا کہ یوم السبع کو جب میرے
لها غیری وبینا رجل یسوق	سوا اس کا کوئی چرواہا نہ ہوگا۔ اسے کون
بقرة قد حمل علیها فالتفت	بچائے گا۔ اور ایک آدمی نے بیل پر بوجھ لادا
الیه فکلمته فقالت انی لم	ہوا تھا تو بیل نے آدمی کی طرف متوجہ ہو کر
اخلق لهذا ولکننی خلقت	کہا کہ میں بوجھ اٹھانے کیلئے پیدا نہیں ہوا بلکہ
للحرث قال الناس سبحان اللہ	کھیتی باڑی کیلئے پیدا ہوا ہوں۔ لوگوں نے

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم
فانی أؤمن بذلك وابوبکر
وعمر وماثم ابوبکر وعمر ای
لم یکونا فی المجلس شہد لہما
صلی اللہ علیہ وسلم بالایمان
لعلمہ بکمال ایمانہما وفی
روایۃ بینا رجل راکب علی بقرۃ
فالتفتت الیہ فقالت انی لم اخلق
لہذا انما خلقت للحرث فانی
أؤمن بہذا انا وابوبکر وعمر
و بینا رجل فی غنمہ اذ عدا
الذئب فذہب منہا بشأۃ
فطلبہ حتی استنقذہا منہ
فقال لہ الذئب استنقذتہا
منی فمن لہا یوم السبع یوم لاراعی
لہا غیری فانی أؤمن بہذا انا
وابوبکر وعمر ::

کہا سبحان اللہ، حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا میں ابوبکر اور عمر اس واقعہ پر ایمان لاتے ہیں
حالانکہ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر وہاں موجود ہی نہ
تھے لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں
کے کمال ایمان کو جانتے ہوئے یہ گواہی دی۔
اور ایک روایت میں ہے کہ ایک آدمی بیل پر سوار
تھا کہ بیل نے اس کی طرف متوجہ ہو کر کہا میں سواری
کیلئے نہیں بلکہ کھیتی باڑی کیلئے پیدا کیا گیا ہوں۔
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں ابوبکر
اور عمر اس واقعہ پر ایمان لاتے ہیں اور ایک آدمی
اپنی بکریوں میں موجود تھا کہ بھیڑیا اس پر حملہ کر کے
ایک بکری لے گیا اس نے بھیڑیے سے بکری کا
مطالبہ کیا اور بکری کو اس سے چھڑا لیا۔ تو بھیڑیے
نے اُسے کہا تو نے بکری کو مجھ سے چھڑا لیا ہے
مگر یوم السبع کو اسے کون بچائے گا۔ جب
میرے سوا ان کا کوئی چرواہا نہ ہوگا۔ رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں، ابوبکر،
اور عمر اس واقعہ پر ایمان لاتے ہیں۔

ستترویں حدیث

احمد، ترمذی، ابن ماجہ اور ابن حبان نے
اپنی صحیح میں ابوسعید سے اور طبرانی نے جابر بن سمرۃ سے اور ابن عساکر نے

حضرت ابن عمر اور حضرت ابو ہریرہ سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

ان اہل الدرجات العلٰی لیراھم من ھو اسفل منھم کما ترون الکوکب الدری فی افق السماء وان ابابکر وعمر منھم وانعما[1]

بلند درجات والوں کو نیچے درجے والے اس طرح دیکھیں گے۔ جیسے تم آسمان کے افق میں روشن ستارے کو دیکھتے ہو ابوبکر اور عمر ان میں سے ہیں بلکہ ان سے بڑھ کر ہیں۔

اٹھترویں حدیث

ابن عساکر نے ابوسعید سے بیان کیا ہے کہ

ان اہل علیین لیشرف احدھم علی الجنۃ فیضئ وجھہ لأھل الجنۃ کما یضئ القمر لیلۃ البدر لأھل الدنیا وان ابابکر وعمر منھم وأنعما

اہل علیین میں سے جب کوئی شخص جنت کی طرف جھانکے گا تو اس کا چہرہ جنتیوں کو اس طرح روشن کر دیگا۔ جیسے چاند اہل دنیا کو روشن کر دیتا ہے۔ اور ابوبکر اور عمر ان لوگوں میں سے ہیں بلکہ ان سے بڑھ کر ہیں۔

اناسویں حدیث

احمد اور ترمذی نے حضرت علی سے اور ابن ماجہ نے حضرت علی اور ابوجحیفہ سے اور ابو یعلی نے اپنی مسند میں اور ضیاء

---

[1] انعما یعنی وہ دونوں بڑھ کر ہیں۔ احسنت الی وانعمت یعنی تو نے میرے ساتھ حسن سلوک کیا اور احسان کرنے میں زیادتی کی اور اس کے یہ معنی بھی کئے گئے ہیں کہ وہ دار النعیم میں داخل ہو گیا۔ جیسے کہتے ہیں اشمل یعنی شمال میں چلا گیا کما فی النہایۃ

نے المختارۃ میں حضرت انس سے اور طبرانی نے الاوسط میں حضرت جابر اور ابوسعید سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

سید اکھول اھل الجنۃ من الاولین والآخرین الا النبیین والمرسلین یعنی ابابکر وعمر — انبیاء اور مرسلین کو چھوڑ کر، ابوبکر اور عمر اولین اور آخرین اہل جنت کے ادھیڑ عمر کے لوگوں کے سردار ہیں۔

اس باب میں یہ حدیث ابن عباس اور ابن عمر سے بھی آئی ہے۔

اسیویں حدیث

حاکم اور ترمذی نے بیان کیا ہے اور اسے عبداللہ بن حنظلہ سے صحیح قرار دیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم

رای ابابکر وعمر فقال ھذان السمع والبصر — ابوبکر اور عمر کو دیکھ کر فرمایا یہ دونوں سمع و بصر کے مقام پر ہیں،

طبرانی نے اسے حضرت عمر اور ابن عمر کی حدیث سے بیان کیا ہے

اکاسویں حدیث

ابونعیم نے حلیۃ میں حضرت ابن عباس سے اور خطیب نے حضرت جابر اور ابویعلیٰ سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

ابوبکر وعمر منی بمنزلۃ السمع والبصر من الرأس — ابوبکر اور عمر مجھ سے اس مقام پر ہیں جو مقام سمع و بصر کو، سر سے حاصل ہوتا ہے

بیاسویں حدیث

طبرانی اور ابونعیم نے حلیۃ میں حضرت ابن عباس سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

ان اللہ ایدنی باربعۃ وزراء — اللہ تعالیٰ نے چار وزراء سے میری تائید فرمائی

اثنین من اهل السماء جبریل — ہے ۔ دو وزیر اہل سماء میں سے ہیں ۔ یعنی
ومیکائیل واثنین من اهل — جبریل اور میکائیل اور دو اہل زمین میں سے
الارض ابی بکر وعمر — ہیں یعنی ابوبکر و عمر ۔

تراسویں حدیث

طبرانی نے حضرت ابن مسعود سے بیان کیا ہے کہ
رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

ان لکل نبی خاصتہ فی اصحابہ — ہر نبی کے اصحاب میں سے کچھ خاص لوگ ہوتے
وان خاصتی من اصحابی ابوبکر — ہیں ۔ میرے اصحاب میں سے خاص لوگ ابوبکر
وعمر — و عمر ہیں ۔

چوراسویں حدیث

ابن عساکر نے حضرت ابوذر سے بیان کیا ہے
کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

ان لکل نبی وزیرین ووزیرای — ہر نبی کے دو وزیر ہوتے ہیں اور میرے وزیر
وصاحبای ابوبکر وعمر — اور ساتھی ابوبکر اور عمر ہیں ۔

پچاسویں حدیث

ابن عساکر نے حضرت علی اور حضرت زبیر سے
اکٹھے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

خیر امتی بعدی ابوبکر وعمر — میرے بعد میری امت کے بہترین آدمی ابوبکر و
عمر ہیں ۔

چھیاسویں حدیث

خطیب نے اپنی تاریخ میں بیان کیا ہے کہ

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

سید اکھول اھل الجنۃ ابوبکر و عمر وان ابابکر فی الجنۃ مثل الثریا فی السماء

ابوبکر اور عمر اہل جنت کے ادھیڑ عمر کے لوگوں کے سردار ہیں اور ابوبکر جنت میں ایسے ہوگا جیسے آسمان پر ثریا۔

ستاسویں حدیث

بخاری نے حضرت انس سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

ما قدمت ابابکر و عمر لکن اللہ قدمھما

میں نے ابوبکر اور عمر کو مقدم نہیں کیا۔ بلکہ اللہ تعالٰے نے انہیں مقدم کیا ہے۔

اٹھاسویں حدیث

ابن قانع نے حجاج سہمی سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

من رأیتموہ یذکر ابابکر و عمر بسوء فانما یرید غیر الاسلام

جسے تم ابوبکر اور عمر کی برائی بیان کرتے دیکھو وہ اسلام کے سوا کسی اور چیز کا خواہاں ہے۔

نواسویں حدیث

ابن عساکر نے حضرت ابن مسعود سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

القائم بعدی فی الجنۃ والذی یقوم بعدہ فی الجنۃ والثالث والرابع فی الجنۃ

میرے بعد کھڑا ہونے والا جنتی ہے اور جو اس کے بعد کھڑا ہوگا وہ جنت میں ہوگا تیسرا اور چوتھا بھی جنت میں ہوگا۔

نوویں حدیث

ابن عساکر نے حضرت انس سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

اربعة لا یجتمع حبهم فی قلب منافق ولا یحبهم الا مومن ابوبکر وعمر، عثمان و علی۔

چار آدمیوں کی محبت منافق کے دل میں جمع نہیں ہوسکتی اور نہ ہی مومن کے سوا، کوئی ان سے محبت کرتا ہے یعنی ابوبکر، عمر، عثمان اور علی سے۔

اکانویں حدیث

ترمذی نے حضرت علی سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

رحم اللہ ابابکر زوجنی ابنته وحملنی الی دار الھجرة واعتق بلالا من ماله وما نفعنی مال فی الاسلام ما نفعنی مال ابی بکر رحم اللہ عمر یقول الحق و ان کان مرا لقد ترکه الحق وماله من صدیق، رحم اللہ عثمان تستحی منه الملائکة وجهز جیش العسرة وزاد فی مسجدنا حتی وسعنا، رحم اللہ علیا اللھم ادر الحق معه حیث

اللہ تعالیٰ ابوبکر پر رحم فرمائے اس نے اپنی بیٹی میری زوجیت میں دی اور مجھے سوار کرا کے دارالہجرت لے گئے۔ اور اپنے مال سے بلال کو آزاد کروایا اور اسلام میں کسی کے مال نے مجھے اتنا فائدہ نہیں پہنچایا جتنا ابوبکر کے مال نے پہنچایا ہے۔ اللہ تعالیٰ عمر پر رحم فرمائے۔ وہ حق کی مرارت کے باوجود، حق ہی کہتے ہیں۔ حق گوئی کی وجہ سے اس کا کوئی دوست نہیں۔ اللہ تعالیٰ عثمان پر رحم فرمائے اس سے فرشتے بھی حیا کرتے ہیں۔ اس نے جیش العسرۃ کو ساز و سامان سے آراستہ کیا اور ہماری مسجد میں اضافہ کیا جس

دار .: سے یہاں وسعت حاصل ہوئی۔ اللہ تعالیٰ علی پر رحم فرمائے۔ اے اللہ جہاں علی جائے حق اس کے ساتھ ہو۔

بانویں حدیث

احمد، ابو داؤد، ابن ماجہ اور ضیاء نے زید بن سعید سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

قال عشرۃ فی الجنۃ النبی فی الجنۃ و ابوبکر فی الجنۃ و عمر فی الجنۃ و عثمان فی الجنۃ و علی فی الجنۃ و طلحۃ فی الجنۃ و الزبیر بن العوام فی الجنۃ و سعد بن مالک فی الجنۃ ای وھو ابن ابی وقاص و عبد الرحمن بن عوف فی الجنۃ و سعید بن زید فی الجنۃ،

دس آدمی جنتی ہیں یعنی نبی، ابوبکر، عمر، عثمان، علی، طلحہ، زبیر، سعد بن مالک، عبد الرحمٰن بن عوف اور سعید بن زید،

احمد اور ضیاء نے اس مفہوم کی حدیث سعید بن زید سے اور ترمذی نے حضرت عبد الرحمٰن بن عوف سے بیان کی ہے۔

ترانویں حدیث

بخاری نے اپنی تاریخ میں اور نسائی، ترمذی اور حاکم نے حضرت ابوہریرہ سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے

فرمایا کہ

نعم الرجل ابوبکر، نعم الرجل عمر، نعم الرجل ابوعبیدۃ بن الجراح، نعم الرجل أسید بن حضیر، نعم الرجل ثابت بن قیس بن شماس نعم الرجل معاذ بن عمرو بن الجموح نعم الرجل سہیل بن بیضاء

ابوبکر، عمر، ابوعبیدہ بن الجراح، اسید حضیر، ثابت بن قیس بن شماس، معاذ بن جبل، معاذ بن عمرو بن الجموح اور سہیل بن بیضا، کیا ہی اچھے آدمی ہیں۔

چورانویں حدیث

احمد، ترمذی، ابن ماجہ، ابن حبان، حاکم اور بیہقی نے حضرت انس سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

ارحم امتی ابوبکر واشدھم فی دین اللہ عمر واصدقھم حیاء عثمان وأقرؤھم لکتاب اللہ ابی بن کعب وافرضھم زید بن ثابت واعلمھم بالحلال والحرام معاذ بن جبل ولکل امۃ امین وامین ھذہ الامۃ ابوعبیدۃ بن الجراح

میری امت کا سب سے رحمدل آدمی ابوبکر، سب سے زیادہ سختی سے دین پر عمل کرنے والا عمر، سب سے زیادہ حیادار عثمان، سب سے زیادہ کتاب اللہ کا قاری ابی بن کعب، سب سے زیادہ فرائض کا جاننے والا زید بن ثابت، سب سے زیادہ حلال وحرام کا عالم معاذ بن جبل ہے اور ہر امت کا ایک امین ہوتا ہے۔ اور اس امت کا امین ابوعبیدہ[1] بن الجراح ہے۔

[1] ان کا اصل نام عامر بن عبید اللہ بن الجراح ہے۔

اور طبرانی کی ایک روایت میں جو الاوسط میں بیان ہوئی ہے۔ اس کے الفاظ یہ ہیں کہ میری امت پر سب سے زیادہ رحم کرنیوالا ابوبکر ہے اور سب سے زیادہ نرمی کرنے والا عمر ہے اور سب سے زیادہ حیادار عثمان ہے۔ سب سے زیادہ قاضی علی بن ابی طالب ہے اور حلال وحرام کا زیادہ عالم معاذ بن جبل ہے وہ قیامت کے دن علماء کے آگے آگے ہوگا۔ امت کا سب سے بڑا قاری ابی ابن کعب اور سب سے زیادہ فرائض کا جاننے والا زید بن ثابت ہے اور عویمر یعنی ابوالدردا کے حصے میں عبادت آئی ہے اور ابن عساکر کی ایک اور روایت میں ہے کہ میری امت کا سب سے زیادہ رحمدل آدمی ابوبکر ہے اور سب سے زیادہ حسن اخلاق والا ابوعبیدہ بن الجراح ہے اور زیادہ صحیح لہجہ والا ابوذر ہے اور حق کے معاملہ میں سب سے زیادہ سخت عمر ہے اور سب سے زیادہ اچھے فیصلے کرنے والا علی ہے۔ اور العقیلی کی ایک اور روایت میں ہے کہ اس امت پر سب سے زیادہ رحمدل ابوبکر ہے اور سب سے زیادہ دین میں قوی عمر ہے اور سب سے زیادہ فرائض کو جاننے والا زید بن ثابت ہے۔ اور سب سے زیادہ صحیح فیصلے کرنے والا علی بن ابی طالب ہے۔ اور سب سے زیادہ حیادار عثمان بن عفان ہے اور اس امت کا امین ابوعبیدہ بن الجراح ہے اور سب سے زیادہ قاری ابی بن کعب ہے اور ابوہریرہ علم کا برتن ہے اور سلمان انتہاء عالم ہے اور معاذ بن جبل حلال وحرام کو سب سے زیادہ جاننے والا ہے اور زمین و آسمان میں ابوذر سے زیادہ کوئی صحیح لہجہ والا نہیں اور ابو یعلی کی ایک روایت میں ہے کہ ابوبکر میری امت کے لئے نہایت نرم دل ہے اور دین میں سخت تر عمر ہے۔ اور عثمان سب سے زیادہ حیادار ہے۔ اور سب سے زیادہ صحیح فیصلہ دینے والا علی ہے اور سب سے زیادہ فرائض کا جاننے والا زید بن ثابت

ہے۔ اور سب سے بڑا قاری ابی ہے اور معاذ بن جبل، حلال وحرام کو سب سے زیادہ جاننے والا ہے اور ہر امت کے لئے ایک امین ہوتا ہے اور میری امت کا امین ابو عبیدہ بن الجراح ہے۔

پچانویں حدیث

ترمذی نے حضرت انس سے بیان کیا ہے کہ

ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یخرج علی اصحابہ من المہاجرین والانصار وھم جلوس وفیہم ابوبکر وعمر فلا یرفع الیہ احد منہم بصرہ الا ابوبکر وعمر فانہما کان ینظران الیہ وینظر الیہما ویبتسمان الیہ ویتبسم الیہما۔

حضور علیہ السلام اپنے مہاجر اور انصار اصحاب کے پاس تشریف لایا کرتے تھے درانحالیکہ وہ بیٹھے ہوتے تھے۔ ابوبکر اور عمر بھی ان میں موجود ہوتے تھے اور کوئی شخص آپ کی طرف سوائے ابوبکر اور عمر کے نظر اٹھا کر نہ دیکھتا تھا۔ وہ دونوں آپ کی طرف اور آپ ان کی طرف دیکھ دیکھ کر مسکرایا کرتے تھے۔

چھیانویں حدیث

ترمذی اور حاکم نے حضرت عمر سے اور طبرانی نے "الاوسط" میں حضرت ابوہریرہ سے بیان کیا ہے کہ

ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خرج ذات یوم فدخل المسجد وابوبکر وعمر احدھما عن یمینہ والآخر عن شمالہ وھو اخذ بایدیہما

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک روز مسجد میں داخل ہوئے اور آپ، ابوبکر اور عمر کے ہاتھوں کو پکڑے ہوئے تھے۔ جبکہ ایک ان میں سے آپ کی دائیں جانب اور دوسرا بائیں جانب تھا پھر فرمایا قیامت کے روز ہمارا اسی طرح

وقال ھکذا نبعث یوم القیامۃ بعث ہوگا۔

ننانویں حدیث

ترمذی اور حاکم نے حضرت ابن عمر سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

انا اول من تنشق عنہ الارض ثم ابوبکر ثم عمر سب سے پہلے میری قبر شق ہوگی پھر ابوبکر اور عمر کی۔

بزار نے اُردی الدوسی سے بیان کیا ہے کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس موجود تھا کہ ابوبکر اور عمر آگئے۔ تو آپ نے فرمایا

الحمد للہ الذی أید نی بکما اس خدا کا شکر ہے جس نے تم دونوں کے ذریعہ میری مدد فرمائی۔

یہ حدیث اسی طرح براءبن عازب سے بھی بیان ہوئی ہے جسے طبرانی نے "الاوسط" میں بیان کیاہے۔

سویں حدیث

عبداللہ بن احمد نے زوائد الزہد میں حضرت انس سے مرفوعاً بیان کیا ہے کہ

انی لأرجو لأمتی فی حبھم لأبی بکر وعمر ما ارجو لھم فی قول لا الہ الا اللہ میں اپنی امت سے امید رکھتا ہوں کہ جیسے وہ لا الہ الا اللہ سے محبت رکھتے ہیں۔ ایسی ہی محبت ابوبکر اور عمر سے رکھیں گے۔

۱۰۱ حدیث

ابویعلی نے عمار بن یاسر سے بیان کیاہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

أتاني جبريل آنفا فقلت يا — ابھی میرے پاس جبریل آئے تو میں نے کہا
جبريل حدثني بفضائل عمر — مجھے عمر بن خطاب کے فضائل بتائیے، کہنے لگے
بن الخطاب فقال لو حدثتك — اگر میں عمر کے فضائل اس وقت سے بیان کرنے
بفضائل عمر منذ ما لبث — لگوں جب نوح علیہ السلام اپنی قوم میں ٹھہرے
نوح في قومه ما نفدت فضائل — تھے تو بھی عمر کے فضائل ختم نہ ہوں۔ اور عمر
عمر وان عمر حسنة من — ابوبکر کی نیکیوں میں سے ایک نیکی ہے۔
حسنات ابي بكر

۱۰۲ احدیث

احمد نے عبد الرحمٰن بن غنم سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکر اور عمر سے فرمایا

لو اجتمعتما في مشورة ما خالفتكما — اگر تم دونوں کسی مشورہ میں متفق ہو جاؤ تو میں تمہاری مخالفت نہیں کروں گا۔

طبرانی نے اسے براء بن عازب کی حدیث سے بیان کیا ہے۔

۱۰۳ احدیث

طبرانی نے حضرت سہل سے بیان کیا ہے کہ جب حضور علیہ السلام حجۃ الوداع سے تشریف لائے تو منبر پر چڑھ کر حمد و ثنا کے بعد فرمایا۔

ايها الناس ان ابا بكر لم يسؤني — اے لوگو ابوبکر نے مجھے کبھی کوئی تکلیف نہیں دی
قط فاعرفوا له ذلك ايها الناس — اس کی بات کو اچھی طرح جان لو۔ اے لوگو میں ابوبکر
اني راض عن ابي بكر وعمر و — عمر، عثمان، علی، طلحہ، زبیر، سعد، عبد الرحمٰن
عثمان وعلي وطلحة والزبير و — بن عوف، مہاجرین اور اولین سے راضی ہوں
سعد وعبد الرحمن بن عوف — ان کے متعلق یہ بات اچھی طرح سمجھ لو۔

والمهاجرین والاولین فاعرفوا

ذلك لهم

۱۰۴ احدیث

ابن سعد نے لبسطام بن اسلم سے بیان سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکر اور عمر سے فرمایا

لا تیامن علیکما بعدی — میرے بعد تم پر کوئی امیر نہ بن سکے گا۔

۱۰۵ احدیث

ابن عساکر نے حضرت انس سے مرفوعاً بیان کیا ہے کہ

حب ابی بکر وعمر ایمان و — ابوبکر اور عمر کی محبت ایمان کی علامت ہے

بغضهما کفر — اور ان سے بغض رکھنا کفر کی نشانی ہے۔

۱۰۶ احدیث

ابن عساکر نے بھی ایسی ہی ایک روایت بیان کی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

حب ابی بکر وعمر من السنة — ابوبکر اور عمر کی محبت، سنت پر چلنے کی علامت ہے

۱۰۷ احدیث

احمد، بخاری، ترمذی اور ابوحاتم نے حضرت انس سے بیان کیا ہے کہ

صعد النبی صلی اللہ علیہ وسلم وابوبکر وعمر وعثمان اُحداً — حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، ابوبکر، عمر اور عثمان اُحد پہاڑ پر چڑھے تو وہ لرز اٹھا۔

فرجف بهم فضربه النبی صلی اللہ علیہ وسلم برجله وقال — حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر پاؤں مار کر فرمایا اُحد اپنی جگہ پر ٹھہر رہ۔ تجھ پر ایک

اثبت احد فانما علیک نبی وصدیق وشہیدان

نبی، ایک صدیق اور دو شہید کھڑے ہیں۔

آپ نے یہ بات اس لئے فرمائی کہ پہاڑ کا یہ لرزہ اس قسم کا نہ تھا جو تحریف کلام کے بعد موسیٰ علیہ السلام کی قوم کو پہاڑ پر پیش آیا تھا کیونکہ وہ لرزہ تو غضب الٰہی تھا اور یہ خوشی سے جھومتا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ آپ نے خوشی سے مقامِ نبوّت وصدیقیت اور شہادت کو بیان فرمایا ہے نہ کہ اس کے لرزے کی وجہ سے، پس پہاڑ اپنی جگہ پر ٹک گیا۔

ترمذی، نسائی اور دارقطنی نے حضرت عثمان سے بیان کیا ہے کہ

انه صلی اللہ علیه وسلم کان علی ثبیر بمکة ومعه ابوبکر وعمر وانا فتحرک الجبل حتی تساقطت حجارته بالحضیض ای قرار الارض منقطع الجبل فرکضه ای ضربه برجله و قال اسکن ثبیر فانما علیک نبی وصدیق وشہیدان.

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، ابوبکر، عمر میرے ساتھ مکہ کے ثبیر پہاڑ پر کھڑے تھے کہ پہاڑ میں حرکت پیدا ہوئی۔ یہاں تک کہ اس کے پتھر زمین پر گرنے لگے۔ آپ نے اس پر پاؤں مار کر فرمایا، ثبیر ٹھہر جا، تجھ پر ایک نبی، ایک صدیق اور دو شہید کھڑے ہیں۔

مسلم نے حضرت ابوہریرہ سے بیان کیا ہے کہ

ان رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم کان علی حراء ھو وابوبکر وعثمان وعلی وطلحة والزبیر فتحرکت الصخرة فقال

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ابوبکر، عثمان، علی، طلحہ، زبیر کے ساتھ حرا پہ کھڑے تھے کہ چٹان میں حرکت پیدا ہوئی تو آپ نے فرمایا، حرا ٹھہر جا، تجھ پہ ایک نبی، ایک صدیق اور دو شہید

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہیں۔

اسکن حرا فما علیک الا نبی

وصدیق و شہید ان

اور ابو ہریرہ اور سعد بن ابی وقاص کی ایک روایت میں حضرت علی کا ذکر موجود نہیں اس حدیث کی تخریج ترمذی نے کی ہے اور اسے صحیح قرار دیا ھو اور اسمیں سعد کا ذکر نہیں کیا۔ اور ابو ہریرہ ہی کی ایک اور روایت میں ہے کہ ابو عبیدہ کے سوا، پہاڑ پر دس آدمی تھے۔ ان روایات کو اس بات پر محمول کیا جاتا ہے کہ یہ واقعات کئی دفعہ ہوئے ہیں۔ اس لئے ان میں جھگڑے کی گنجائش نہیں۔ کیونکہ صحت حدیث کے لئے مخرج متحد ہے۔ اس لئے ان میں توافق کا تعین ہو گیا ہے اور مسلم میں ابو ہریرہؓ کی حدیث سے تعدد کی تائید ہوتی ہے۔

۸۰ احدیث

محمد بن یحیٰی الذہلی نے "الزہریات"، میں حضرت ابوذر سے بیان کیا ہے کہ میں ایک دن گیا تو حضور گھر سے باہر تشریف لے جا چکے تھے میں نے آپ کے متعلق خادم سے پوچھا تو اس نے بتایا کہ آپ حضرت عائشہ کے گھر میں ہیں۔ میں آیا تو دیکھا کہ کوئی آدمی آپ کے پاس موجود نہیں اور آپ اکیلے ہی بیٹھے ہوئے ہیں۔ اور مجھے یوں دکھائی دیتا تھا کہ آپ وحی کے نزول کی کیفیت میں ہیں۔ میں نے سلام عرض کیا تو آپ نے سلام کا جواب دے کر فرمایا کیسے آنا ہوا۔ میں نے عرض کیا اللہ اور اس کے رسول کے لئے آیا ہوں۔ تو آپ نے مجھے بیٹھنے کا ارشاد فرمایا۔ میں آپ کے پہلو میں بیٹھ گیا۔ میرے پوچھے بغیر آپ نے مجھے بہت کچھ بتایا۔ ابھی آپ تھوڑی دیر ہی ٹھہرے تھے۔ کہ حضرت

ابوبکر جلدی جلدی آئے اور سلام عرض کیا آپ نے سلام کا جواب دے کر دریافت فرمایا کیسے آنا ہوا۔ عرض کیا مجھے اللہ اور اس کا رسول لایا ہے آپ نے انہیں ہاتھ سے بیٹھنے کا اشارہ کیا تو آپ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ایک اونچی جگہ پر بیٹھ گئے۔ پھر حضرت عمرؓ آئے تو آپ نے ان سے بھی یہی دریافت فرمایا۔ اور وہ حضرت ابوبکر کے پہلو میں بیٹھ گئے۔ پھر اسی طرح حضرت عثمانؓ نے آئے اور وہ عمر کے پہلو میں بیٹھ گئے۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سات یا نو کے قریب سنگریزے ہاتھ میں لیے تو انہوں نے آپ کے ہاتھ میں تسبیح شروع کر دی۔ یہاں تک کہ آپ کے ہاتھ میں شہد کی مکھیوں کی بھنبھناہٹ کی طرح ان کی آواز آتی تھی۔ پھر آپ نے انہیں حضرت ابوبکر کے ہاتھ میں دے دیا تو انہوں نے حضرت ابوبکر کے ہاتھ میں بھی تسبیح کی۔ اس کے بعد آپ نے ان سے لے کر انہیں زمین پر رکھ دیا تو وہ خاموش ہو گئے اور سنگریزے بن گئے۔ پھر آپ نے انہیں حضرت عمر کو دے دیا تو انہوں نے حضرت عمر کے ہاتھ میں ایسے ہی تسبیح کی۔ جیسے حضرت ابوبکر کے ہاتھ میں کی تھی۔ پھر آپ نے ان سے لے کر انہیں زمین پر رکھا تو وہ خاموش ہو گئے۔ پھر آپ نے انہیں حضرت عثمان کو دیا تو انہوں نے حضرت عثمان کے ہاتھ میں ایسے ہی تسبیح کی جیسے حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کے ہاتھ میں کی تھی۔ پھر آپ نے ان سے لے کر انہیں زمین پر رکھ دیا تو وہ خاموش ہو گئے۔

بزار اور طبرانی نے "الاوسط" میں حضرت ابوذر سے ایسی ہی روایت کی ہے۔ مگر اس کے الفاظ یہ ہیں کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ میں سات سنگریزے پکڑے یہاں تک کہ میں نے ان کی آواز سنی۔ پھر آپ نے انہیں حضرت ابوبکر کے ہاتھ میں پکڑا دیا تو انہوں نے تسبیح

کی پھر آپ نے انہیں حضرت عمر کے ہاتھ میں پکڑا دیا تو انہوں نے تسبیح کی۔ پھر آپ نے انہیں حضرت عثمان کے ہاتھ میں پکڑا دیا تو انہوں نے تسبیح کی۔ طبرانی نے یہ اضافہ بھی کیا ہے کہ ان کی تسبیح ان تمام لوگوں نے سنی جو وہاں موجود تھے پھر آپ نے انہیں ہماری طرف پھینکا تو انہوں نے ہم میں سے کسی کے ساتھ بھی تسبیح نہ کی۔

پہلی روایت میں جو آیا ہے کہ حضور علیہ السلام نے ان سنگریزوں کو زمین پر رکھنے سے قبل انہیں حضرت ابوبکر کے ہاتھ میں دیا۔ بخلاف حضرت عمر اور حضرت عثمان کے۔ اس میں راز کی بات یہ ہے کہ آپ کو معلوم ہو کہ حضرت ابوبکر کو آپ کا زیادہ قرب حاصل تھا۔ یہاں تک کہ آپ کا ہاتھ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ سے الگ نہیں تھا۔ اور آپ نے بخلاف حضرت عمر اور حضرت عثمان کے ان سنگریزوں کے زوال حیات پر دونوں ہاتھوں کے درمیان کوئی فرق نہیں کیا۔

۱۰۹ حدیث

الملا نے اپنی سیرت میں بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

ان اللہ افترض علیکم حب	اللہ تعالیٰ نے آپ لوگوں پر حضرت ابوبکر، حضرت
ابی بکر وعمر وعثمان وعلی کما	عمر، حضرت عثمان اور حضرت علی کی محبت
افترض الصلوٰۃ والزکوٰۃ والصوم	نماز، زکوٰۃ، روزے اور حج کی طرح فرض
والحج فمن انکر فضلھم فلا	قرار دی ہے۔ اور جو شخص ان کی فضیلت کا
تقبل منہ الصلوٰۃ والزکوٰۃ	منکر ہوا۔ اس کی نماز، زکوٰۃ، روزہ اور
ولا الصوم والحج ؞	حج قبول نہیں ہوتا

۱۱۰ حدیث

حافظ سلفی نے "مشیخت" میں حضرت انس کی حدیث سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

حب ابی بکر واجب علی امتی ابوبکر کی محبت، میری امت پر واجب ہے۔

۱۱۱ حدیث

شیخین اور احمد وغیرہ نے ابوموسیٰ اشعری سے بیان کیا ہے کہ انہوں نے مسجد کی طرف جاتے ہوئے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق دریافت کیا تو لوگوں نے کہا وہ اس طرف تشریف لے گئے ہیں۔ میں آپ کے پیچھے پیچھے چلا۔ یہاں تک کہ آپ بئر اریس میں داخل ہو گئے۔ میں اس کے دروازے پر، جو کھجور کی ٹہنیوں کا بنا ہوا تھا، بیٹھ گیا۔ آپ نے قضائے حاجت سے فارغ ہو کر وضو کیا تو میں آپ کے پاس گیا۔ آپ بئر اریس پر بیٹھے ہوئے تھے اور آپ کا سراس کے وسط میں تھا۔ میں بطور دربان کے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دروازے پر بیٹھ گیا۔ اتنے میں حضرت ابوبکر نے دروازے پر دستک دی میں نے پوچھا کون ہے۔ انہوں نے کہا، ابوبکر میں نے کہا، ٹھہریئے۔ پھر میں حضور علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ ابوبکر حاضری کی اجازت چاہتے ہیں آپ نے فرمایا اُسے آنے کی اجازت اور جنت کی بشارت دو۔ میں نے آکر حضرت ابوبکر کو اندر داخل ہونے کا کہا اور یہ بھی کہا کہ حضور علیہ السلام آپ کو جنت کی بشارت دیتے ہیں۔ حضرت ابوبکر اندر آکر حضور علیہ السلام کی دائیں جانب آپ کے ساتھ کنوئیں کی منڈیر پر بیٹھ گئے۔ اور کنوئیں میں پاؤں لٹکا کر جیسے حضور علیہ السلام بیٹھے ہوئے تھے، بیٹھ گئے اور اپنی پنڈلیوں سے کپڑا اٹھا دیا۔ پھر میں واپس آکر بیٹھ گیا۔ اور اپنے بھائی کو وضو کرتے ہوئے چھوڑ دیا۔ اور

میں نے کہا اگر اللہ تعالیٰ نے فلاں سے یعنی اس کے بھائی سے بھلائی کا ارادہ کیا ہے تو اُسے لے آئے گا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ ایک آدمی دروازے کو دستک دے رہا ہے۔ میں نے پوچھا کون ہے؟ اس نے کہا عمر بن خطاب، میں نے کہا ٹھہریئے پھر میں نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر کہا، عمر آپ سے اجازت کے طلبگار ہیں آپ نے فرمایا اجازت کے ساتھ انہیں جنت کی بشارت بھی دیجئے۔ میں نے انہیں داخلے کی اجازت کیساتھ بتایا کہ حضور علیہ السلام آپ کو جنت کی بشارت دیتے ہیں۔ آپ حضور علیہ السلام کی بائیں جانب کنوئیں کی منڈیر پر بیٹھ گئے۔ اور پاؤں کنوئیں میں لٹکا دیئے پھر میں واپس آکر بیٹھا اور کہنے لگا کہ اللہ تعالیٰ نے فلاں سے بھلائی کا ارادہ کیا ہے تو اُسے بھی لے آئے گا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ کوئی آدمی دروازے پر دستک دے رہا ہے۔ میں نے پوچھا کون ہے؟ اس نے جواب دیا، عثمان بن عفان، میں نے کہا ٹھہریئے اور میں نے حضور علیہ السلام کی خدمت میں اطلاع دی آپ نے فرمایا انہیں اندر آنے کی اجازت دے دو اور جو مصیبت انہیں پہنچنے والی ہے اس پر جنت کی بشارت بھی دے دو۔ میں نے آکر انہیں ساری بات کہہ دی آپ نے اندر آکر دیکھا کہ کنوئیں کی منڈیر تو پُر ہو چکی ہے آپ آخری صف میں حضور علیہ السلام کے سامنے بیٹھ گئے۔ شریک کہتے ہیں کہ ابن المسیب نے اس کی تاویل یہ کی ہے کہ ان کی قبریں اس طرح ہونگی مگر میں کہتا ہوں کہ اس کی تاویل یہ ہے کہ ان کی خلافت ان کی آمد کی ترتیب کے مطابق ہو گی۔ بلکہ یہ سابقہ حدیث مبشر کے موافق ہے۔ اس کی روایات اور طرق ان نو احادیث میں بیان ہو گئے ہیں جو حضرت ابوبکر کی خلافت پر دلالت کرتی ہیں۔ شیخین کا حضور کے پہلو میں بیٹھنا اور حضرت عثمان کے لیئے جگہ کا تنگ ہو جانا یہاں تک کہ آپ کا ان کے سامنے بیٹھنا، اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ شیخین کی

خلافت فتنوں سے مکمل طور پر محفوظ رہے گی۔ اور مومنین کے احوال نہایت اعتدال میں رہیں گے۔ حضرت عثمان اور حضرت علی کی خلافت اگرچہ حق وصداقت اور عدل پر مبنی ہے مگر ان کے ساتھ بنی امیہ اور ان کے کم عقل آدمیوں کے احوال کے گڈمڈ ہونے سے دل مکدر ہو جائیں گے۔ اور مسلمانوں میں تشویش پیدا ہوگی جس کے نتیجے میں عظیم فتنے نمودار ہوں گے۔ اور اس کی تائید اس بات سے ہوتی ہے جس میں حضور علیہ السلام نے حضرت عثمان پر مصیبت وارد ہونے کا ذکر کیا ہے۔ اور یہ مصائب بنی امیہ کے بُرے حالات کی وجہ سے پیدا ہوں گے جن کا تفصیلی ذکر خلافت عثمان اور ان کے فضائل و مناقب میں آئے گا۔ ایک دوسری روایت میں ان روایات کے خلاف بھی ذکر آیا ہے۔

ابو داؤد نے ایک ایسی ہی روایت ابی سلمہ عن نافع عن عبدالحارث الخزاعی سے بیان کی ہے وہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ کے ایک باغ میں داخل ہوئے اور حضرت بلال سے فرمایا دروازہ بند کردو۔ پھر حضرت ابوبکر اجازت طلب کرتے ہوئے آئے۔ اس کے بعد وہی قصہ بیان کیا ہے۔ طبرانی کہتے ہیں کہ ایک حدیث میں ہے کہ نافع بن الحرث بھی اجازت طلب کرتے تھے اس سے پتہ چلتا ہے کہ یہ قصہ کئی بار ہوا ہے۔ شیخ الاسلام ابن حجر نے اس قصہ کے عدم تعدد کی جو تصویب کی ہے اس سے یہ بات زیادہ واضح ہے اور یہ قصہ ابوموسیٰ اشعری سے مروی ہے اور کسی دوسرے سے یہ قول دیکھی یات ہے

۱۱۲ حدیث

حافظ عمر بن محمد بن خضر الملا نے اپنی سیرت میں بیان کیا ہے کہ امام شافعی نے اپنی سند سے روایت کی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

كنت انا وابوبكر وعمر وعثمان وعلي انواراً على يمين العرش قبل ان يخلق آدم بالف عام فلما خلق اسكنا ظهره فلم نزل ننتقل في الاصلاب الطاهرة حتى نقلني الله تعالىٰ الى صلب عبد الله ونقل ابابكر الى صلب ابي قحافة ونقل عمر الى صلب الخطاب ونقل عثمان الى صلب عفان ونقل علياً الى صلب ابيطالب ثم اختارهم لي اصحاباً فجعل ابابكر صديقاً وعمر فاروقاً وعثمان ذوالنورين وعليا وصياً فمن سب اصحابي فقد سبني ومن سبني فقد سب الله تعالىٰ ومن سب الله اكبه الله في النار على منخريه۔

میں ابوبکر، عمر، عثمان اور علی، تخلیق آدم سے ایک ہزار سال قبل، عرش کے دائیں جانب انوار بکھیر رہے تھے۔ جب آدم کی تخلیق ہوئی تو ہم نے اس کی پشت کو سکون دیا اور ہم ہمیشہ ہی پاک اصلاب میں منتقل ہوتے رہے۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے حضرت عبداللہ کی صلب میں اور ابوبکر، عمر، عثمان اور علی کو بالترتیب ابی قحافہ، خطاب، عفان اور ابیطالب کی اصلاب میں منتقل کر دیا پھر انہیں میرا اصحاب منتخب کیا اور ابوبکر کو صدیق، عمر کو فاروق عثمان کو ذوالنورین اور علی کو وصی بنایا۔ پس جو شخص میرے اصحاب کو برا کہتا ہے وہ مجھے برا کہتا ہے اور جو مجھے برا کہتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کو برا کہتا ہے اور جو اللہ تعالیٰ کو برا کہتا ہے اللہ تعالیٰ اسے نتھنوں کے بل اوندھا کر دے گا۔

۱۱۳ حدیث

محب طبری نے ریاض میں بیان کیا ہے اور جسے میں نے دیکھا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

اخبرني جبرئيل ان الله تعالى لما خلق آدم وادخل الروح في جسده وأمرني ان اخذ تفاحة من الجنة واعصرها في حلقه فعصرتها في فيه فخلق الله من النطفة الاولى انت، ومن الثانية ابابكر، ومن الثالثة عمر ومن الرابعة عثمان ومن الخامسة عليًا فقال آدم يا رب من هولاء الذين اكرمتهم فقال الله تعالى هولاء خمسة اشياخ من ذريتك وهم اكرم عندى من جميع خلقي اى انت اكرم الانبياء والرسل وهم اكرم اتباع الرسل فلما عصى آدم ربه قال يا رب بحرمة اولئك الاشياخ الخمسة الذين فضلتهم الا تبت علىّ فتاب عليه۔

مجھے جبریل نے خبر دی ہے کہ جب اللہ تعالے نے آدم کو پیدا کیا اور روح کو اس کے جسم میں داخل کیا تو مجھے حکم دیا کہ میں ایک سیب لے کر اس کے حلق میں نچوڑوں۔ میں نے اسے اس کے منہ میں نچوڑا تو اللہ تعالیٰ نے پہلے نطفے سے آپکو دوسرے سے ابوبکر کو، تیسرے سے عمر کو، چوتھے سے عثمان کو، پانچویں سے علی کو پیدا کیا، آدم نے عرض کیا اے رب! یہ کون لوگ ہیں جن کو تو نے عزت دی ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا یہ پانچ شیوخ تیری اولاد میں سے ہیں یہ مجھے تمام مخلوق سے عزیز تر ہیں یعنی آپ انبیاء و رسل میں سے زیادہ قابل تکریم ہیں اور وہ رسولوں کے اتباع میں سے زیادہ مکرم ہیں۔ جب آدم نے اپنے رب کی نافرمانی کی تو کہا اے مولیٰ ان پانچ شیوخ کی حرمت کا واسطہ دے کر عرض کرتا ہوں جنہیں تو نے فضیلت دی ہے کیا تو میری توبہ قبول نہیں کرے گا۔ تو اللہ تعالیٰ نے انکی توبہ قبول کرلی۔

۱۱۴ حدیث

بخاری نے حضرت قتادہ سے بیان کیا ہے وہ کہتے ہیں

خرجنا مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم عام حنین فلما التقینا کان للمسلمین جولة فرأیت رجلا من المشرکین قد علا رجلا من المسلمین فضربته من ورائه علی حبل عاتقه بالسیف فقطعت الدرع وأقبل علی فضمنی ضمة وجدت منها ریح الموت ثم ادرکه الموت فأرسلنی فلحقت عمر فقلت ما بال الناس قال أمر اللہ عزوجل ثم رجعوا فجلس النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال من قتل قتیلا له علیه بینة فله سلبه، فقلت من یشهد لی ثم جلست فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم مثله فقلت من یشهد لی ثم جلست ثم	ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جنگ حنین کو نکلے۔ جب ہماری مڈبھیڑ ہوئی، تو مسلمانوں کی پیش قدمی کی باری تھی۔ میں نے دیکھا کہ ایک مشرک ایک مسلمان پر سوار ہے میں نے پیچھے سے کندھے کی رگ اس کے کندھے پر تلوار ماری۔ اور زرہ کو کاٹ دیا۔ اس نے میری طرف آکر مجھے زور سے بھینچا جس سے مجھے موت کی خوشبو آئی۔ پھر وہ مرگیا اور اس نے مجھے چھوڑ دیا۔ میں حضرت عمر سے ملا اور پوچھا لوگوں کا کیا حال ہے۔ انہوں نے کہا اللہ کے حکم سے لوگ لوٹ آئے ہیں۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیٹھ کر فرمایا جس نے کسی کو قتل کیا ہو وہ اس پر گواہ پیش کرے تو مقتول کا سامان اُسے ملے گا۔ میں نے کہا میرا گواہ کون ہوگا۔ پھر میں بیٹھ گیا تو حضور علیہ السلام نے وہی بات دہرائی۔ میں نے پھر کہا کہ میرا گواہ کون ہوگا۔ پھر میں

قال فقمت فقال مالك یا ابا قتادۃ فاخبرتہ فقال رجل صدق وسلبہ عندی فارضہ منی فقال ابوبکر لاھا اللہ اذا لا یعمد الی اسد من اسد اللہ یقاتل عن اللہ ورسولہ فیعطیک سلبہ ::

بیٹھ گیا۔ آپ نے تیسری بار پھر وہی بات دہرائی تو میں کھڑا ہو گیا۔ آپ نے دریافت فرمایا، ابو قتادہ کیا بات ہے میں نے آپ کو حقیقت حال سے اطلاع دی تو ایک آدمی نے کہا یہ سچ کہتا ہے۔ اور اس کا سامان میرے پاس ہے اسے مجھ سے راضی کر دا دیجئے، حضرت ابوبکر نے کہا خدا کی قسم جبھی تو خدا کے اس شیر کا کوئی قصد نہیں کر سکتا جو اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے جنگ کر رہا ہو وہ تجھے سامان دے دے گا۔ اس پر حضور علیہ السلام نے فرمایا اس نے سچ کہا ہے۔ اس کا سامان اسے دے دیجئے تو اس نے مجھے سامان دے دیا۔

امام حافظ ابو عبد اللہ محمد بن ابی نصر الحمیدی الاندلسی کہتے ہیں کہ میں نے اس حدیث کے ذکر پر بعض اہل علم سے سنا ہے کہ اگر ابوبکر کی اس کے سوا اور کوئی فضیلت نہ بھی ہوتی تب بھی یہ کافی ہوتی کیونکہ انہوں نے علمی روشنی، یقینی پختگی، رائے اور انصاف کی قوت، صحت تدقیق اور صدق تحقیق سے حق بات کی طرف مبادرت کی ہے۔ اور حضور کی موجودگی میں حضور کی طرف سے شریعت کے حکم کے متعلق فتویٰ دیا۔ اور یہ آپ کی عظیم خصوصیت ہے۔ اس کے علاوہ آپ کے دیگر فضائل بھی ہیں جو حد و شمار میں نہیں آ سکتے۔

آپ کی فضیلت کے متعلق صحابہ، سلف صالح اور عربوں کے بیانات

بخاری نے حضرت عائشہ سے بیان کیا ہے کہ میں نے اپنے ہوش میں اپنے والدین کو دیندار پایا۔ حضور علیہ السلام روزانہ صبح و شام ہمارے گھر تشریف لایا کرتے تھے جب مسلمانوں پر دورِ ابتلا آیا تو حضرت ابوبکر حبشہ کی طرف ہجرت کے لئے نکلے۔ جب آپ برک الغاد مقام پر پہنچے تو آپ کو رئیس علاقہ ابن الدغنہ ملا اور کہا ابوبکر کہاں جانے کا ارادہ ہے۔ آپ نے فرمایا میری قوم نے مجھے نکال دیا ہے۔ اب میں زمین میں چل پھر کر اپنے رب کی عبادت کرنا چاہتا ہوں۔ ابن الدغنہ نے کہا آپ جیسے آدمی کو نہ خود نکلنا چاہیے اور نہ نکالنا چاہیئے۔ آپ غریب پروری کرتے ہیں، صلہ رحمی کرتے ہیں، ناداروں کا بوجھ اٹھاتے ہیں، مہمانوں کی مہمان نوازی کرتے ہیں۔ اور مصائب میں لوگوں کی مدد کرتے ہیں۔ میں آپ کو پناہ دیتا ہوں۔ واپس آجائیے۔ اور اپنے شہر میں اپنے رب کی عبادت کیجئے آپ ابن الدغنہ کے ساتھ واپس آگئے۔ شام کو ابن الدغنہ اشراف قریش کے پاس گیا اور کہا کہ ابوبکر جیسے آدمی کو نکالا نہیں جانا چاہیئے۔ اور نہ ہی غریب پرور، صلہ رحم

مہمان نواز اور مصائب پر اعانت کرنے والے شخص کو یہاں سے نکلنا چاہیئے اور قریش نے ابن الدغنہ کے پناہ دینے کی مخالفت نہ کی۔ جو شخص اس حدیث پر تامل کرے گا اُسے حضرت ابوبکر کی خصوصیات واضح طور پر نظر آئیں گی۔ کیونکہ مکہ سے لے کر مدینہ تک کے سفرِ ہجرت میں آپ کے اس قدر فضائل، مناقب کرامات اور خصوصیات ہیں۔ جن میں سے ایک کی نظیر بھی صحابہ کرام میں نہیں پائی جاتی ہمیں ابن الدغنہ کے بیان کردہ ان اوصاف پر غور کرنا چاہیئے جو اس نے اشرافِ قریش کے سامنے بیان کئے ہیں۔ حالانکہ انہیں آپ کے اسلام قبول کرنے کی وجہ سے آپ سے سخت بغض وعداوت تھی مگر پھر بھی وہ آپ پہ کوئی حرف نہیں رکھ سکے۔ پس ان کا اعتراض وانکار نہ کرنا اس بات کا اعتراف کرنا ہے کہ حضرت ابوبکر ان کے درمیان ان اوصاف میں شہرت تامہ رکھتے تھے۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو وہ ان کی عداوت اور ان کے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت رکھنے اور آپ کے دفاع کرنے کی وجہ سے جیسا کہ آپ کی شجاعت کے واقعات میں گذر چکا ہے۔ ہر ممکن طریق سے انکار میں جلدی کرتے۔

بخاری نے بیان کیا ہے کہ حضرت عمر نے فرمایا کہ ابوبکر ہمارے سردار ہیں اور بیہقی میں ہے کہ اگر حضرت ابوبکر کے ایمان کا اہل زمین کے ایمان کے ساتھ وزن کیا جائے تو ابوبکر کا ایمان ان سے بڑھا ہوا ہوگا۔

اور عبداللہ بن احمد کہتے ہیں کہ انہوں نے کہا کہ ابوبکر سب سے سابق اور نمایاں تھے۔ اور مسدد نے اپنی مسند میں بیان کیا ہے کہ حضرت عمر نے کہا ہے کہ میں چاہتا ہوں کہ ابوبکر کے سینے کا ایک بال ہوتا اور ابن ابی الدنیا اور ابن عساکر نے بیان کیا ہے کہ انہوں نے کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ میں جنت میں اس مقام پر رہوں جہاں ابوبکر کو دیکھ سکوں۔ اور ابونعیم کہتے ہیں کہ انہوں

نے کہا کہ ابوبکر کی خوشبو، کستوری کی خوشبو سے زیادہ اچھی تھی اور ابن عساکر نے حضرت علی سے بیان کیا ہے کہ وہ ابوبکر کے پاس آئے اور وہ کپڑے میں لپٹے ہوئے تھے۔ آپ نے کہا کوئی ایک شخص بھی جو اپنے نامۂ اعمال کے ساتھ اپنے رب سے ملا ہو۔ اللہ کو اس کپڑے میں لپٹے ہوئے شخص سے بڑھ کر محبوب نہیں اور ابن عساکر نے حضرت عبدالرحمٰن بن ابوبکر سے بیان کیا ہے کہ حضرت عمر نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بتایا کہ میں نے جس نیکی میں بھی ابوبکر کے ساتھ مقابلہ کیا وہ اس میں سبقت لے گئے۔ اور طبرانی نے حضرت علی سے بیان کیا ہے کہ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے کہ ہم نے جس نیکی میں بھی مسابقت کی، ابوبکر اس میں ہم سے سبقت لے گئے۔ اور طبرانی نے حضرت علی سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسان سے کہا کیا آپ نے حضرت ابوبکر کے متعلق بھی کچھ شعر کہے ہیں۔ انہوں نے کہا ہاں آپ نے فرمایا سنائیے۔ میں سننا چاہتا ہوں تو حضرت حسان نے کہا۔

وثانی اثنین فی الغار المنیف وقد طاف العدو بہ اذ صعد الجبلا

وکان حب رسول اللہ قد علموا من البریۃ لم یعدل بہ رجلا

وہ بلند مرتبہ غار میں حضور علیہ السلام کا ثانی اثنین تھا۔ جب وہ پہاڑ پر چڑھا تو دشمنوں نے اسے گھیر لیا۔ وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا محبوب ہے اور تمام لوگوں کو اس بات کا علم ہے کہ مخلوق میں اس کا کوئی ہم پلہ نہیں۔ حضور علیہ السلام ان اشعار کو سن کر اس قدر مسکرائے کہ آپ کی ڈاڑھیں نظر آنے لگیں پھر آپ نے فرمایا، حسان تو نے سچ کہا ہے ابوبکر ایسا ہی ہے۔ جیسے تو نے کہا ہے۔ یہ درست ہے کہ اس واقعہ کو سابقہ احادیث کے سلسلہ میں بیان

کیا جاتا لیکن رسالت نے اُسے یہاں مؤخر بیان کیا ہے۔ ابن سعد نے ابراہیم النخعی سے بیان کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ حضرت ابوبکر کو رافت اور رحمت کی وجہ "اواہ"، کہتے تھے اور ابن عساکر نے ربیع بن انس سے بیان کیا ہے کہ کتاب اول میں مرقوم ہے کہ ابوبکر کی مثال بارش کے قطرے کی سی ہے وہ جہاں پڑتا ہے فائدہ دیتا ہے۔ نیز کہا ہم نے گذشتہ انبیاء کے صحابہ پر بھی غور وفکر کیا ہے مگر ان میں سے کسی نبی کا ساتھی ابوبکر جیسا نہیں ہے۔ اور زہری سے بیان کیا گیا ہے کہ ابوبکر کی ایک فضیلت یہ بھی ہے کہ انہیں اللہ کے بارے میں ایک لمحہ کیلئے بھی کبھی شک نہیں ہوا۔ اور ابی حصین سے بیان کیا گیا ہے کہ انبیاء اور مرسلین کے بعد اولاد آدم میں سے ابوبکر سے افضل آدمی پیدا نہیں ہوا۔

ارتداد کے موقع پر حضرت ابوبکر ایک نبی کے مقام پر کھڑے تھے۔ الدینوری اور ابن عساکر نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابوبکر کو چار ایسی خصلتوں سے مخصوص فرمایا ہے جو اور کسی میں نہیں پائی جاتیں۔ آپ کا نام اس نے صدیق رکھا ہے آپ کے علاوہ کسی کا نام صدیق نہیں رکھا گیا۔ آپ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے یار غار اور سفر ہجرت کے رفیق ہیں اور مسلمانوں کی موجودگی میں آپ نے انہیں نماز پڑھانے کا حکم دیا۔ اور ابن ابی داؤد نے ابوجعفر سے بیان کیا ہے کہ حضرت ابوبکر، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جبریل کی مناجات کو سن لیا کرتے تھے مگر اُسے دیکھتے نہیں تھے اور حاکم نے ابن مسیب سے بیان کیا ہے کہ حضرت ابوبکر کا مقام حضور علیہ السلام کے وزیر کا تھا آپ تمام امور میں ان سے مشورہ کیا کرتے تھے۔ حضرت ابوبکر آپ کے ثانی فی الاسلام، ثانی فی الغار اور جنگ بدر کے موقع پر ثانی فی العریش اور ثانی فی القبر ہیں۔ حضور علیہ السلام کسی شخص کو آپ پر مقدم نہیں کرتے تھے۔ زبیر بن بکار اور ابن عساکر

نے معروف بن خربوذ سے بیان کیا ہے کہ حضرت ابوبکر ان گیارہ قریشیوں میں سے ہیں جن کا شرف جاہلیت، اسلام کے شرف کے ساتھ مل گیا ہے۔ دیات اور چٹی کے معاملات کے فیصلے آپ کے پاس آتے تھے کیونکہ قریش کا کوئی بادشاہ نہ تھا جس کے پاس یہ معاملات آتے بلکہ ہر قبیلے میں ان کے سردار کو ولایت عامہ حاصل ہوتی تھی۔ بنو ہاشم کے پاس سقایہ اور رفادہ کا کام تھا۔ اس کا مفہوم یہ ہے ہر شخص ان کے سامان خورد و نوش سے کھاتا پیتا تھا اور عبدالدار کے گھرانے میں حجابت، لواء اور ندوہ کا کام تھا۔ یعنی کوئی شخص ان کی اجازت کے بغیر گھر میں داخل نہیں ہو سکتا تھا۔ اور جب قریش جنگ کا جھنڈا نصب کرتے تو اُسے بنو عبدالدار باندھتے اور جب کسی معاملے کے کرنے یا نہ کرنے کے فیصلے کیلئے وہ جمع ہوتے تو یہ اجتماع دارالندوۃ میں ہوتا اور بنو عبدالدار ہی اس کا نفاذ کرتے اور نووی نے تہذیب میں کیا ہی خوبصورت انداز میں حضرت صدیقؓ کے حالات زندگی بیان کرتے ہوئے باوجود اختصار کے آپ کے اعلیٰ درجہ کے فضائل اور عطایا کو مبسوط اور مکمل طور پر پیش کیا ہے۔

ان میں سے ایک یہ ہے کہ امت نے بالاجماع آپ کا نام صدیق رکھا ہے۔ کیونکہ آپ نے حضور علیہ السلام کی تصدیق میں سبقت کی اور صدق کو اختیار کئے رہے اور کسی حالت میں آپ سے اس معاملہ میں کوتاہی نہیں ہوئی

اسلام میں آپ کے بہت سے بلند مواقف کا تذکرہ موجود ہے جیسے قصہ شب اسریٰ میں آپ کا ثبات اور کفار کو آپ کا جواب دینا اور اپنے اہل و عیال کو چھوڑ کر حضور علیہ السلام کے ساتھ ہجرت کرنا اور غار اور راستے میں آپ کے ساتھ رہنا پھر بدر اور حدیبیہ کے موقع پر جب دخول مکہ میں تاخیر کے باعث معاملہ مشتبہ ہو گیا تو آپ کا کلام کرنا نیز آپ کا اس وقت گریہ زاری کرنا جب

حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے ایک بندے کو دنیا اور آخرت کے انتخاب میں اختیار دیا ہے۔ پھر آپ کا حضور علیہ السلام کی وفات پر ثابت قدمی دکھانا اور خطبہ دے کر لوگوں کی تسکین کا سامان کرنا۔ پھر مسلمانوں کی مصلحت کے لئے بیعت کیلئے کھڑا ہو جانا اور اس کا اہتمام کرنا اور جیش اسامہ کو شام کی طرف بھیجنے پر ثابت قدمی دکھانا، پھر مرتدین سے جنگ کرنا اور صحابہ سے مناظرہ کرنا اور دلائل سے ان پر حجت کر دینا اور اللہ تعالیٰ کا مرتدین سے قتال پر صحابہ کا شرح صدر کر دینا پھر شام کی طرف لشکر تیار کر کے بھیجنا اور آپ کی سب سے بڑی فضیلت اور خوبی حضرت عمر کو خلیفہ مقرر کرنا ہے۔ حضرت صدیق کے اس قدر فضائل اور کارنامے ہیں جن کا شمار ہی نہیں ہو سکتا۔

تہذیب میں ہے کہ آپ مکمل قرآن حفظ کرنے والوں میں سے ایک ہیں۔ اس بات کا ذکر ایک جماعت نے کیا ہے اور بعض متاخر محققین نے بھی آپ پر اعتماد کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ حضرت انس کی حدیث میں جن چار آدمیوں کے قرآن جمع کرنے کا ذکر آیا ہے۔ اس سے ان کی مراد انصار ہیں اور ابن ابو داؤد نے جو شعبی سے بیان کیا ہے کہ ابو بکر وفات پا گئے۔ لیکن وہ مکمل قرآن جمع نہ کر سکے۔ یہ قول مدفوع یا مؤول ہے۔ اور اس سے ان کی مراد یہ ہے کہ انہوں نے موجود ترتیب کے مطابق قرآن جمع نہیں کیا۔ کیونکہ یہ کام حضرت عثمان نے کیا ہے اور آپ کے عظیم فضائل میں قرآن کا جمع کرنا بھی ہے۔ ابو یعلی نے حضرت علی سے بیان کیا ہے کہ قرآن کے جمع کرنے کا سب سے زیادہ اجر ابو بکر کو ملے گا۔ اس لئے کہ ابو بکر وہ شخص ہے۔ جنہوں نے قرآن کو دو تختیوں میں جمع کیا اور بخاری نے زید بن ثابت سے بیان کیا ہے کہ آپ کے پاس اہل یمامہ کے میدان جنگ کی خبر پہنچی۔ اس وقت حضرت عمر

آپ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ حضرت ابوبکر کہتے ہیں میرے پاس حضرت عمر نے آکر کہا کہ جنگ یمامہ میں سخت خونریزی ہوئی ہے۔ اگر اس طرح جنگوں میں قاری حضرات مارے گئے تو مجھے اندیشہ ہے کہ قرآن کا بہت سا حصہ ضائع ہو جائے گا۔ اِلّا یہ کہ آپ اُسے جمع کر دیں۔ میری رائے یہ ہے کہ آپ قرآن کریم کو جمع کریں۔ حضرت ابوبکر نے حضرت عمر سے کہا میں وہ کام کیسے کر سکتا ہوں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں کیا۔ حضرت عمر نے جواب دیا۔ خدا کی قسم یہ بہت اچھی بات ہے اور حضرت عمر ہمیشہ اس بارے میں مجھ سے گفتگو کرتے رہے۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے اس معاملہ میں میرا شرح صدر کر دیا تو میں نے عمر کی رائے اپنا لی۔ زید کہتے ہیں حضرت عمر آپ کے پاس بیٹھے ہوئے بات نہیں کرتے تھے۔ ابوبکر نے زید سے کہا آپ نوجوان اور عقلمند آدمی ہیں۔ ہم آپ پر کوئی تہمت بھی نہیں لگاتے آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وحی بھی لکھتے رہے ہیں۔ آپ قرآن کا تتبع کر کے اُسے جمع کر دیں۔ خدا کی قسم اگر آپ مجھے پہاڑ کو اُٹھانے کا حکم دیتے تو وہ مجھ پر قرآن کے جمع کرنے سے زیادہ گراں نہ ہوتا۔ میں نے کہا آپ دونوں وہ کام کیسے کریں گے جو خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں کیا تو ابوبکر نے کہا خدا کی قسم یہ بہت اچھا کام ہے پھر میں ہمیشہ آپ سے اس معاملہ میں گفتگو کرتا رہا۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ابوبکر اور عمر کی طرح مجھے بھی شرح صدر عطا فرمایا پس میں قرآن کے تتبع میں لگ گیا اور اُسے چیتھڑوں جانوروں کی ہڈیوں کھجور کی ٹہنیوں اور لوگوں کے سینوں سے جمع کرنے لگا۔ یہاں تک کہ سورہ توبہ کی دو آیتیں مجھے خزیمہ بن ثابت کے سوا اور کسی سے نہ ملیں۔ یعنی یہ آیات **لقد جاءکم رسول الی آخرھا** وہ اوراق جن میں قرآن جمع کیا گیا تھا۔ حضرت ابوبکر کے پاس رہے۔ اور آپ

کی خصوصیات میں سے یہ بھی ہے کہ آپ پہلے خلیفہ ہیں۔ جس کے لئے رعیت نے وظیفہ مقرر کیا۔

بخاری میں حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ جب حضرت ابوبکر خلیفہ بنے تو آپ نے فرمایا اے میری قوم آپ کو علم ہے کہ میرا پیشہ میرے اہل کی ضرورت کے لئے کافی تھا۔ اب میں مسلمانوں کے کاموں میں مشغول ہوں اور ابوبکر کے اہل اس مال کو تھوڑے عرصے میں کھا جائیں گے۔ اور وہ مسلمانوں کے کام کرتا رہے گا۔ ابن سعد نے عطا بن السائب سے بیان کیا ہے کہ جب ابوبکر کی بیعت ہو چکی تو آپ صبح اپنے بازو پر چادریں رکھ کر بازار جا رہے تھے حضرت عمر نے پوچھا، آپ کہاں جانا چاہتے ہیں۔ کہنے لگے بازار جا رہا ہوں حضرت عمر نے کہا وہاں آپ کیا کریں گے۔ آپ تو مسلمانوں کے امور کے متولی ہیں فرمایا میں اپنے اہل و عیال کو کہاں سے کھلاؤں۔ حضرت عمر نے کہا چلیئے ابو عبیدہ آپ کے لئے گذارہ مقرر کریں گے۔ آپ ابو عبیدہ کے پاس گئے انہوں نے کہا میں آپ کے لئے مہاجرین کے ایک آدمی کی درمیانہ درجہ کی خوراک اور گرمیوں اور سردیوں کے لئے ایک ایک جوڑا مقرر کرتا ہوں، جب کوئی چیز بوسیدہ ہو جائے تو آپ اسے واپس کر دیا کریں اور اس کی جگہ دوسری لے لیا کریں آپ کے لئے روزانہ نصف بکری اور سر اور پیٹ کو ڈھانپنے کے لئے ایک چادر مقرر کر دی گئی۔ ابن سعد نے میمون سے بیان کیا ہے جب ابوبکر خلیفہ بنے تو مسلمانوں نے ان کے لئے دو ہزار درہم مقرر کئے آپ نے فرمایا میں عیالدار آدمی ہوں اور تم لوگوں نے مجھے تجارت سے روک دیا ہے۔ تو آپ کے مزید پانچسو درہم بڑھا دیئے گئے۔

طبرانی نے حضرت حسن بن علی بن ابی طالب سے بیان کیا ہے

کہ حضرت ابوبکر کی وفات کا وقت قریب آیا تو آپ نے حضرت عائشہ سے فرمایا اس اونٹنی کی طرف خیال رکھنا جس کا ہم دودھ پیا کرتے تھے۔ اور اس پیالے کا بھی خیال رکھنا جس میں ہم سالن پکایا کرتے تھے۔ اور اس چادر کا بھی خیال رکھنا جسے ہم اوڑھا کرتے تھے۔ ہم ان چیزوں سے اس وقت فائدہ اٹھایا کرتے تھے جب ہم مسلمانوں کے امور کے متولی تھے۔ جب میں فوت ہو جاؤں ان چیزوں کو حضرت عمر کی طرف لوٹا دینا۔ جب حضرت ابوبکر فوت ہو گئے تو حضرت عائشہ نے یہ چیزیں حضرت عمر کو واپس کر دیں۔ حضرت عمر نے فرمایا، اے ابوبکر خدا تجھ پر رحم فرمائے تو نے اپنے بعد آنے والوں کیلئے مشکل پیدا کر دی ہے۔ ابن ابی الدنیا نے ابوبکر بن حفص سے بیان کیا ہے کہ جب حضرت ابوبکر کی وفات کا وقت آیا تو آپ نے حضرت عائشہ سے فرمایا اے بیٹی ہمارے سپرد مسلمانوں کے معاملات تھے ہم نے کوئی دینار و درہم اپنے لئے نہیں لیا۔ اور ان کا معمولی کھانا کھایا اور موٹا جھوٹا پہنا اور ہمارے پاس مسلمانوں کی فے میں سے سوائے اس حبشی غلام اور اس پانی کھینچنے والے اونٹ اور اس چادر کے سوا کچھ نہیں۔ میرے مرنے کے بعد انہیں حضرت عمر کے پاس بھیج دینا[1]

---

[1] حضرت ابوبکر کے خصائص اور اولیات بیشمار ہیں جن میں سے اکثر کا ذکر محب طبری نے الریاض میں اور سیوطی نے تاریخ الخلفاء اور التراتیب الاداریہ میں کیا ہے۔ وہ پہلے شخص ہیں جنکا نام خلیفہ رکھا گیا اور انہیں خلیفۃ اللہ کہا گیا اور اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں خلیفۃ رسول اللہ کہا۔ ابن حزم کہتے ہیں آپکے علاوہ صحابہ میں سے کسی کا نام یہ نہیں رکھا گیا اور نہ ہی اس شخص کا یہ نام رکھا گیا جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ یا نمازوں یا غزوات یا حج میں اپنا جانشین مقرر کیا۔

دوبارہ خلافت حضرت عمر اور اس میں کئی فصلیں ہیں

آپ کی خلافت کی حقیت کے متعلق

ہمیں اس جگہ حضرت عمر کی خلافت کی حقیت پر کسی دلیل کے قائم کرنے کی ضرورت نہیں. کیونکہ یہ بات ہر صاحب عقل و فہم کو معلوم ہے کہ حضرت ابوبکر کی خلافت کی حقیت سے حضرت عمر کی خلافت کی حقیت لازم آتی ہے اور حضرت ابوبکر کی خلافت کی حقیت اجماع اور نصوص کتاب و سنت سے ثابت ہے. پس اس سے حضرت عمر کی خلافت کی حقیت پر نصوص کتاب و سنت اور اجماع لازم آتا ہے کیونکہ جو چیز اصل کیلئے ثابت ہے وہ فرع کیلئے بھی ثابت ہوتی ہے پس روافض اور شیعہ حضرات میں سے کسی کو حضرت عمر کی خلافت میں نزاع کی جستجو نہیں کرنی چاہیئے اس لئے کہ ہم نے اس کو خلیفہ مقرر کرنے والے کی خلافت کی حقیت پر واضح دلائل پیش کر دیئے ہیں. پس جب اس کی خلافت کی حقیت ثابت ہو گئی تو اس

میں عناد، جہالت اور عبادت سے نزاع کرنا، ضروریات کا انکار کرنا ہے اور اس قسم کے جاہلوں اور احمقوں اور ان کی اباطیل واکاذیب سے اعراض کرنا، اور ان کی طرف التفات نہ کرنا ہی مناسب ہے ۔ اور کسی معاملے میں ان پہ اعتماد نہیں کیا جا سکتا ۔ اور جب یہ ثابت ہو گیا جیسا کہ بیان ہو چکا ہے کہ حضرت صدیق کی سب سے بڑی فضیلت، حضرت عمر کو مسلمانوں پر خلیفہ مقرّر کرنا ہے ۔ کیونکہ اس سے عام طور پر فائدہ حاصل ہوا ہے ۔ ممالک مفتوح ہوئے ہیں اور اسلام کو مکمل غلبہ حاصل ہوا ہے ۔ اس کا بیان آئندہ آئے گا اور کچھ احادیث جن میں حضرت عمر کی خلافت کی تصریح ہے پہلے بھی گذر چکے ہیں جیسے اقتدوا بالذین من بعدی ابی بکر وعمر ، اور یہ حدیث کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر کو حکم دیا کہ وہ اپنا پتھر حضرت نبی کریم کے پہلو میں رکھیں ۔ اور حضرت عمر کو حکم دیا کہ وہ اپنا پتھر حضرت ابوبکر کے پہلو میں رکھیں اور حضرت عثمان کو حکم دیا کہ اپنا پتھر حضرت عمر کے پہلو میں رکھیں ۔ پھر فرمایا یہ لوگ میرے بعد خلیفہ ہوں گے ۔ اور یہ حدیث بھی کہ حضور علیہ السّلام نے خواب میں دیکھا کہ وہ ایک چرخی کے ساتھ کنوئیں سے ڈول کھینچ رہے ہیں کہ ابوبکر نے آکر ایک یا دو ڈول کھینچے پھر عمر نے آکر پانی نکالا تو وہ بڑا ڈول بن گیا ۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے لوگوں میں سے کسی عبقری کو اس طرح کام کرتے نہیں دیکھا ۔ اور یہ حدیث بھی کہ خلافت تیس سال رہے گی ۔ اور یہ حدیث کہ تمہارے دین کی ابتدا میں نبوّت اور رحمت ہے ۔ پھر خلافت اور رحمت ہو گی ۔ یہ تمام احادیث حضرت عمر کی خلافت کی حقیقت پر دلالت کرتی ہے ۔ اور اگر آپ کی خلافت پر اجماع نہ فرض کیا جائے تو یہ کیونکر ہو گا ۔ جب کہ ابوبکر کی خلافت پر دلالت کرنے

والی نصوص بتا رہی ہیں۔ اور اس پر اجماع بھی ہو چکا ہے۔

فصل دوم

حضرت ابوبکر کا مرض الموت میں حضرت عمر کو خلیفہ مقرر کرنا اور اس سے پیشتر آپ کے مرض کے سبب کا بیان۔

سیف اور حاکم نے حضرت ابن عمر سے بیان کیا ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کا غم حضرت ابوبکر کی موت کا سبب بن گیا۔ جس کے باعث آپ کا جسم کمزور سے کمزور تر ہوتا گیا۔ یہاں تک کہ آپ کی وفات ہو گئی اور ابن شہاب سے صحیح روایت میں آیا ہے کہ حضرت ابوبکر اور حرث ابن کلاۃ خزیرہ[1] کھا رہے تھے جو حضرت ابوبکر کو بطور ہدیہ کے بھجوایا گیا تھا۔ حرث نے حضرت ابوبکر سے کہا اے خلیفۃ الرسول، کھانے سے ہاتھ اٹھا لیجئے۔ خدا کی قسم اس میں وہ زہر ملایا گیا ہے جو ایک سال میں ہمارا کام تمام کر دے گا۔ اور میں اور آپ ایک ہی دن مر جائیں گے۔ اس پر آپ نے کھانے سے ہاتھ اٹھا لیا اس کے بعد یہ دونوں ہمیشہ بیمار رہے۔ اور سال گزرنے کے بعد ایک ہی دن اللہ کو پیارے ہو گئے۔ اور حدیث

اثبت احد فانما علیک نبی وصدیق وشھیدان : اے احد اپنی جگہ پر قائم رہ۔ تیرے اوپر ایک نبی، ایک صدیق اور دو شہید کھڑے ہیں۔

---

[1] خزیرہ ، اور بعض روایات میں حریرہ کا لفظ آیا ہے۔ حریرہ آٹے میں دودھ یا چربی ملا کر پکایا جاتا ہے۔

اسکے منافی نہیں۔ کیونکہ حضرت ابوبکر کا اخص وصف آپ کا صدیق ہونا ہے۔ جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے۔ اور جسے میں وصف شہادت پر اشتراک کی وجہ سے ترجیح دیتا ہوں۔ اس لیئے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا صرف وصف نبوّت ہی بیان کیا ہے۔ جو آپ کا اخص وصف ہے۔ دگرنہ خود حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات زہر خورانی سے ہوئی تھی۔

حدیث صحیح میں ہے کہ آپ نے مرض الموت میں صراحت کی ہے کہ یہ خیبر میں کھانا کھانے کی وجہ سے ہوئی ہے۔ یہ کھانا بار بار آپ پر حملہ آور ہوتا رہا۔ یہاں تک کہ آپ کی آنتیں کٹ گئیں۔

واقدی اور حاکم نے حضرت عائشہ سے بیان کیا ہے کہ جمادی الآخرۃ کے سات دن گذر چکے تھے کہ حضرت ابوبکر نے سوموار کو غسل کیا۔ جس سے آپ کے مرض کا آغاز ہوا۔ یہ دن نہایت سرد تھا۔ آپ کو پندرہ روز تک بخار آتا رہا۔ آپ نماز کیلئے مسجد بھی نہیں جا سکتے تھے۔ آپ کی وفات ۲۲ جمادی الآخرۃ ۱۳ھ کو منگل کے روز ترسٹھ ۶۳ سال کی عمر میں پائی۔

واقدی نے کئی طرق سے بیان کیا ہے کہ حضرت ابوبکر کی طبیعت جب بوجھل ہو گئی تو آپ نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کو بلایا اور فرمایا مجھے عمر بن خطاب کے بارے میں کچھ بتائیے۔ انہوں نے کہا آپ جس امر کے بارے میں مجھ سے دریافت فرما رہے ہیں۔ آپ اُسے مجھ سے بہتر جانتے ہیں۔ تو حضرت ابوبکر نے کہا، اگر یہ بات اسی طرح ہے تو آپ بھی بتائیے تو حضرت عبدالرحمٰن بن عوف نے کہا خدا کی قسم آپ عمر کے بارے میں جو رائے رکھتے ہیں وہ اس سے بھی بہتر ہے۔ پھر آپ نے حضرت عثمان کو بلا کر ان سے حضرت عمر کے بارے میں دریافت کیا۔ انہوں نے جواب دیا آپ ان کے متعلق ہم سے بہتر جانتے

ہیں۔ پھر کہنے لگے اے اللہ میرا علم ان کے بارے میں یہ ہے کہ ان کا باطن ان کے ظاہر سے اچھا ہے۔ اور ہم میں ان جیسا کوئی نہیں۔ اس کے علاوہ آپ نے سعید بن زید اور اسید بن حضیر اور دیگر مہاجرین و انصار سے بھی مشورہ کیا اسید نے کہا، میں انہیں آپ کے بعد بہتر آدمی سمجھتا ہوں۔ وہ رضامندی کی بات پر راضی اور ناراضگی کی بات پر ناراض ہو جاتے ہیں۔ اور ان کا باطن انکے ظاہر سے اچھا ہے۔ اور جو شخص بھی اس امر (خلافت) کا متولی ہوگا۔ وہ ان سے زیادہ طاقتور نہیں ہوگا۔ اسی اثناء میں بعض صحابہ آپ کے پاس آئے تو ایک صحابی نے ان میں سے آپ سے کہا جب اللہ تعالیٰ آپ سے حضرت عمر کو ہم پر والی بنانے کے بارے پوچھے گا تو آپ کیا جواب دیں گے۔ حالانکہ آپ کو اس کی سختی کا اچھی طرح سے علم ہے۔ تو حضرت ابوبکر نے جواب دیا تو مجھے اللہ تعالیٰ سے ڈراتا ہے۔ میں اُسے کہوں گا اے اللہ میں نے اس شخص کو لوگوں پر خلیفہ بنایا ہے جو سب سے بہتر تھا۔ میری طرف سے یہ بات دوسرے لوگوں تک پہنچا دیجئے۔ پھر آپ نے حضرت عثمان کو بلایا اور فرمایا کہ لکھو!

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ط

ابوبکر بن ابی قحافہ نے دنیا کو چھوڑتے وقت یہ آخری عہد کیا اور آخرت میں داخل ہوتے ہوئے یہ اس کا پہلا عہد ہے۔ یہ وہ وقت ہے جب کافر بھی ایمان لے آتا ہے اور فاجر کو یقین ہو جاتا ہے اور کاذب بھی سچ بولنے لگتا ہے۔ میں نے اپنے بعد عمر بن خطاب کو تم پر خلیفہ مقرر کیا ہے اس کی سمع و اطاعت کرنا۔ میں نے اللہ اس کے رسول اور اس کے دین کے بارے میں کسی کوتاہی سے کام نہیں لیا۔ نیز اپنا اور تمہارا بھلا چاہا ہے میرا علم و ظن اس کے بارے میں یہی ہے کہ وہ عدل سے کام لے گا۔ اگر

وہ ایسا نہ کرے تو ہر آدمی اپنے کیئے کا پھل پائے گا۔ میرا ارادہ بھلائی کا ہے میں کوئی غیب دان نہیں اور عنقریب ظالم لوگوں کو معلوم ہو جائے گا کہ وہ کس مقام کی طرف لوٹتے ہیں۔

والسّلام علیکم ورحمۃ اللہ

پھر آپ نے اس تحریر پر مہر لگانے کا حکم دیا۔ پھر آپ نے حضرت عثمان کو حکم دیا کہ وہ اس مہر شدہ تحریر کو باہر لے جائیں، تو لوگوں نے آپ کی بیعت کی۔ اور آپ سے راضی ہو گئے۔ پھر آپ نے حضرت عمر کو علیحدگی میں بُلا کر آپ کو وصیت کی۔ اس کے بعد وہ چلے گئے۔ تو حضرت ابوبکر نے ہاتھ اُٹھا کر دعا کی۔ اے اللہ میں نے صرف ان لوگوں کی اصلاح کے واسطے ایسا کیا ہے مجھے ان کے بارے میں فتنہ کا خوف دامن گیر ہے۔ میں نے ان کے متعلق جو کچھ کیا ہے تو اسے مجھ سے بہتر جانتا ہے۔ میں نے اپنی رائے میں بڑے اجتہاد سے کام لے کر ان پر بہتر اور قوی آدمی کو جو ان کی ہدایت کا بڑا خواہشمند ہے، خلیفہ مقرر کر دیا ہے۔ میری موت کا وقت قریب آگیا ہے۔ پس آپ ان کے نگران ہیں۔ کیونکہ وہ آپ ہی کے بندے ہیں۔ انکی پیشانیاں آپ کے ہاتھ میں ہیں۔ ان کی اصلاح فرما اور اسے اپنے خلفائے راشدین میں بنا۔

ابن سعد اور حاکم نے حضرت ابن مسعود سے بیان کیا ہے کہ تین آدمی سب سے زیادہ صاحب فراست ہیں۔ حضرت ابوبکر جب آپ نے حضرت عمر کو خلیفہ مقرر کیا اور موسیٰ علیہ السلام کی بیوی جب اس نے کہا کہ اس شخص کو مزدوری پر رکھیے جو قوی اور امین ہو اور عزیز مصر جب اس نے یوسف علیہ السلام کے بارے میں فراست سے کام لے کر اپنی بیوی سے کہا کہ اس کی عزت کرنا۔ کہتے کہ سلیمان

بن عبدالملک کو بھی ان لوگوں کے ساتھ شامل کیا گیا ہے۔ جب اس نے حضرت عمر بن عبدالعزیز کو خلیفہ مقرر کیا۔

ابن عساکر نے یسار بن حمزہ سے بیان کیا ہے کہ جب حضرت ابوبکر کی طبیعت خراب ہوگئی تو آپ نے دریچے سے لوگوں کی طرف جھانکا اور فرمایا اے لوگو! میں نے ایک عہد کیا ہے کیا تم اس سے راضی ہو۔ لوگوں نے کہا اے خلیفۃ الرسول ہم راضی ہیں۔ حضرت علی نے کھڑے ہو کر کہا ہم عمر کے سوا کسی سے راضی نہ ہوں گے۔ آپ نے فرمایا وہ عمر ہی ہیں۔

ابن سعد نے شداد سے بیان کیا ہے کہ حضرت عمر نے منبر پر چڑھ کر سب سے پہلی بات یہ کہی اے اللہ میں سخت گیر ہوں۔ مجھے نرم کر دے۔ میں کمزور ہوں مجھے طاقتور بنا دے۔ میں بخیل ہوں مجھے سخی بنا دے

زہری کہتے ہیں حضرت عمر حضرت ابوبکر کی وفات کے روز خلیفہ بنے اور آپ نے خلافت کا حق ادا کر دیا۔ آپ کے دور خلافت میں اس قدر فتوحات ہوئیں۔ جن کی نظیر بعد کے خلفاء کے زمانے میں نہیں ملتی۔ شام عراق، فارس، روم، مصر، اسکندریہ اور مراکش کے علاقے آپ کے زمانے میں فتح ہوئے۔ اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی گذشتہ سات احادیث میں جو خلافت صدیق پر دلالت کرتی ہیں۔ اس طرف اشارہ پایا جاتا ہے۔ ان احادیث کے الفاظ شیخین کے نزدیک بعض طرق سے حضرت ابن عمر اور حضرت ابوہریرہ سے مروی ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے خواب میں اپنے آپ کو ایک کنوئیں پر ڈول کھینچتے دیکھا۔ میں نے اس سے اتنا پانی نکالا جتنا خدا نے چاہا۔ پھر اس ڈول کو ابوبکر نے لے لیا تو انہوں نے بھی ایک دو ڈول نکالے مگر آپ کے نکالنے میں کچھ کمزوری پائی جاتی تھی۔

اللہ آپ کو معاف فرمائے پھر عمر پانی نکالنے لگے تو وہ ایک بڑا ڈول بن گیا میں نے لوگوں میں سے کوئی عبقری اس طرح کام کرتے نہیں دیکھا[1]۔ یہاں تک کہ لوگ سیراب ہو گئے اور بیٹھنے کی جگہ بنانے لگے۔ علماء نے یہ بھی کہا ہے کہ اس خواب میں حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کی خلافت کی طرف اشارہ پایا جاتا ہے اور یہ بھی کہ حضرت عمر کے زمانے میں بے شمار فتوحات ہوں گی اور اسلام کو غلبہ حاصل ہو جائے گا۔

---

[1] یعنی فریہ یاء کی تشدید کے ساتھ۔ اس کے معنی ہیں۔ اچھی طرح کام کرنا یا اچھی طرح قطع کرنا۔ اور اسے یاء کی تخفیف اور راء کے سکون سے بھی بیان کیا گیا ہے۔ مگر امام خلیل نے اسکو ثقیل بنانے سے انکار کیا ہے۔

فصل سوم

اس بات کے بارے میں کہ آپ نے خلیفۃ الرسول کی بجائے اپنا نام امیر المومنین کیوں رکھا۔

عسکری نے الدلائل میں، طبرانی نے الکبیر میں اور حاکم نے ابن شہاب کے طریق سے بیان کیا ہے کہ حضرت عمر بن عبد العزیز نے ابوبکر سلیمان بن ابی خیثمہ سے پوچھا کہ وہ ابوبکر کے زمانہ میں کس وجہ سے من خلیفہ رسول اللہ لکھا کرتے تھے۔ پھر حضرت عمر پہلے شخص ہیں جنہوں نے من خلیفہ لکھا۔ پس وہ کون شخص ہے جس نے سب سے پہلے من امیر المومنین لکھا۔ انہوں نے جواب دیا کہ مجھ سے ایک مہاجر خاتون الشفا نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابوبکر من خلیفہ رسول اللہ کے الفاظ لکھا کرتے تھے اور حضرت عمر، من خلیفۃ خلیفۃ رسول اللہ لکھا کرتے تھے۔ یہاں تک کہ حضرت عمر نے عراق کے گورنر کو لکھا کہ دو بہادر آدمی میرے پاس بھجوا دیئے جائیں۔ میں ان سے عراق اور اہل عراق کے متعلق پوچھنا چاہتا ہوں۔ اس نے لبید بن ربیعہ اور عدی بن حاتم کو بھجوا دیا۔ وہ مدینہ آئے اور مسجد میں داخل ہوگئے۔ وہاں انہوں نے حضرت عمرو بن العاص کو دیکھا تو اُن سے کہا آپ ہمیں امیر المومنین کے ہاں حاضری کی اجازت لے دیں گے۔ حضرت عمرو بن العاص نے کہا خدا کی قسم تم نے صحیح نام لیا ہے۔ حضرت عمرو بن العاص نے حضرت عمر کے پاس جا کر کہا السلام علیکم یا امیر المومنین، حضرت

عمر نے کہا اس نام میں آپ کو کیا راز معلوم ہوا ہے۔ جو تو نے کہا ہے۔ اس کی حقیقت بیان کر، تو انہوں نے کہا آپ امیر ہیں اور ہم مومن ہیں۔ اس وقت سے یہ نام لکھنا شروع ہوا ہے۔

اور تہذیب نووی میں ہے کہ لبید اور عدی نے خود حضرت عمر کو یہ الفاظ کہے، حضرت عمرو بن العاص نے ان کی تقلید میں یہ الفاظ استعمال کئے تھے کہتے ہیں سب سے پہلے مغیرہ بن شعبہ نے آپ کو امیر المومنین کہا۔ ابن عساکر نے معاویہ بن قرہ سے بیان کیا ہے کہ حضرت ابوبکر کے زمانہ میں من ابی بکر خلیفۃ الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لکھا جاتا تھا جب حضرت عمر خلیفہ ہوئے تو لوگوں نے انہیں خلیفہ خلیفۃ رسول اللہ کہنے کا ارادہ کیا۔ حضرت عمر نے کہا یہ تو بہت لمبا نام ہے۔ لوگوں نے کہا نہیں! ہم نے آپ کو اپنے آپ پر اپنا امیر بنایا ہے اور آپ ہمارے امیر ہیں۔ فرمایا ہاں میں تمہارا امیر ہوں۔ اور تم مومن ہو تو آپ نے امیر المومنین کے الفاظ لکھے۔ اور یہ بات حضرت عبداللہ بن جحش کے اس بیان کے منافی نہیں جس میں آیا ہے کہ وہ اپنے اس سریہ میں تھے جس میں یسئلونک عن الشھر الحرام قتال فیہ کی آیت نازل ہوئی تو لوگ آپکو امیر المومنین کہتے تھے۔ کیونکہ یہ ایک خاص تسمیہ ہے۔ اس وقت زیر بحث موضوع یہ ہے کہ کون سے خلیفہ نے اپنا نام امیر المومنین رکھا۔ حضرت عمر پہلے شخص ہیں جنہوں نے خلافت کی رو سے اپنا یہ نام رکھا۔ [1]

---

[1] سیوطی نے المصباح الوہاج میں لکھا ہے کہ حضرت ابوبکر نے حضرت اسامہ کو شامیوں کے ایک لشکر پر امیر مقرر کیا تو صحابہ ان کو امیر المومنین کہہ کر پکارتے تھے اور حضرت عمر بھی انہیں امیر المومنین کہہ کر سلام کہتے تھے پھر خلفاء نے اس لقب کو اپنا لیا۔

باب پنجم

حضرت عمر کے فضائل اور خصوصیات کا بیان ۔ اس باب
میں کئی فصلیں ہیں ۔

فصل اوّل

آپ کا قبول اسلام

ذہبی کہتے ہیں کہ حضرت عمر نے نبوّت کے چھٹے سال میں اسلام قبول کیا
اس وقت آپ کی عمر ۲۷ سال تھی ۔ آپ اشراف قریش میں سے تھے ۔ اور اُن کی
سفارت کے فرائض بھی سرانجام دیا کرتے تھے ۔ جنگ کے مواقع پر قریش آپ ہی
کو پیامبر بنا کر بھیجتے ۔ اور جب کوئی قریش پر اظہار مفاخرت کرتا تو آپ ہی کو
مقابلہ کیلئے بھجوایا جاتا ۔ آپ چالیس یا انتالیس یا پینتالیس مردوں اور گیارہ
عورتوں یا تیئیس عورتوں کے بعد اسلام لائے مسلمانوں کو اس سے بہت خوشی
ہوئی ۔ اور آپ کے اسلام لانے کے بعد مکہ میں اسلام غالب آگیا ۔
ترمذی نے حضرت ابن عمر اور طبرانی نے حضرت ابن مسعود اور حضرت

انس سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

اللّٰھم اعز الاسلام باحب اے اللہ عمر بن خطاب اور ابوجہل بن ہشام

ھذین الرجلین الیک بعمر دونوں میں سے جو شخص تجھے زیادہ محبوب ہے

بن الخطاب او بابی جھل اس کے ذریعہ اسلام کو عزت دے۔

ابن ھشام :۔

اور حاکم نے حضرت ابن عباس سے اور طبرانی نے حضرت ابوبکر

اور حضرت ثوبان سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

اللھم اعز الدین بعمر بن اے اللہ عمر بن خطاب کے ذریعے خاص طور

الخطاب خاصة :۔ پر دین کو عزت دے۔

اور احمد نے حضرت عمر سے بیان کیا ہے کہ میں حضور علیہ السلام کی

جستجو میں نکلا تو مجھے معلوم ہوا کہ وہ مجھ سے پہلے مسجد میں جا چکے ہیں۔ میں آپ کے

پیچھے کھڑا ہو گیا۔ آپ نے سورہ حاقہ پڑھنی شروع کی تو میں قرآن کریم کی ترتیب

سے حیرت میں پڑ گیا۔ اور قریش کی طرح اسے شعر کہنے لگا۔ جب آپ نے یہ آیت

انه لقول رسول کریم وما ھو کہ یہ معزز رسول کا کلام ہے۔ کسی شاعر کا قول

بقول شاعر قلیلا ما تؤمنون نہیں۔ تم اس پر کم ہی ایمان لائے ہو۔

تو میرے دل میں اسلام پوری طرح رچ بس گیا۔ اور ابن ابی

شیبہ نے حضرت جابر سے بیان کیا ہے کہ حضرت عمر کے اسلام قبول کرنے کی پہلی

وجہ یہ ہوئی کہ وہ خود کہتے ہیں کہ میں نے اپنی بہن المتماض کو مارا۔ پھر میں گھر سے

نکل کر کعبے کے پردوں میں چھپ گیا۔ اتنے میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

آکر کمرے میں داخل ہوئے اور نماز پڑھنی شروع کر دی جب آپ واپس تشریف

لے جانے لگے تو میں نے ایک ایسی چیز سنی جو اس سے پہلے میں نے کبھی نہیں سنی

تھی۔ جب آپ باہر نکلے تو میں آپ کے پیچھے پیچھے چل پڑا۔ آپ نے فرمایا! کون ہے۔ میں نے کہا عمر، آپ نے فرمایا اے عمر تو مجھے نہ دن کو چھوڑتا ہے اور نہ رات کو۔ حضرت عمر کہتے ہیں میں ڈرا کہ آپ مجھ پر بد دعا کریں گے۔ میں نے کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور آپ اس کے رسول ہیں۔ آپ نے فرمایا اے عمر اس بات کو پوشیدہ رکھ۔ میں نے کہا اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے میں اسلام کا ایسے ہی اعلان کروں گا۔ جیسے آپ نے شرک کے خلاف اعلان کیا ہے۔

ابو یعلی، بیہقی اور حاکم نے حضرت انس سے بیان کیا ہے کہ حضرت عمر تلوار لٹکائے نکلے تو بنی زہرہ کا ایک آدمی آپ سے ملا۔ اس نے کہا عمر کہاں کا ارادہ ہے۔ کہنے لگے میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو قتل کرنا چاہتا ہوں، اس نے کہا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو قتل کر کے آپ بنو ہاشم اور بنو زہرہ سے کیسے محفوظ رہیں گے۔ عمر کہنے لگے معلوم ہوتا ہے تو بھی صابی ہو گیا ہے اس نے کہا کیا میں آپ کو ایک تعجب خیز بات نہ بتاؤں؟ وہ یہ کہ تیری بہن اور تیرا بہنوئی تیرا دین چھوڑ کر صابی ہو چکے ہیں۔ عمر ان کے پاس آئے اور ان کے پاس حضرت خباب موجود تھے۔ حضرت خباب کو جب عمر کا پتہ چلا تو وہ گھر میں چھپ گئے آپ نے گھر میں داخل ہو کر کہا آپ آہستہ آہستہ کیا کہہ رہے تھے۔ وہ اس وقت سورہ طٰہٰ پڑھ رہے تھے۔ آپ کے بہنوئی اور بہن نے کہا ہم آپس میں کچھ باتیں کر رہے تھے۔ حضرت عمر نے کہا شاید تم صابی ہو چکے ہو۔ آپ کے بہنوئی نے کہا اے عمر اگر حق آپ کے دین کے سوا کسی دوسرے دین میں ہو تو پھر آپ کا خیال کیا ہے۔ اس پر حضرت عمر ان پر جھپٹے اور انہیں بُری طرح رگیدا۔ آپ کی بہن نے آپ کو اپنے خاوند سے ہٹانا چاہا تو آپ نے تھپڑ مار کر

بہن کے چہرے کو لہولہان کر دیا۔ آپ کی بہن نے بھی بپھر کر کہا جب حق آپ کے دین میں نہیں تو میں گواہی دیتی ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے بندے اور رسول ہیں۔ حضرت عمر نے کہا مجھے وہ کتاب دو جو آپ پڑھ رہے تھے۔ آپ کی بہن نے کہا آپ پلید ہیں اور اُسے پاک آدمی کے سوا کوئی نہیں چھو سکتا۔ جاؤ جا کر نہاؤ۔ پھر وضو کرو۔ ر

حضرت عمر نے وضو کر کے کتاب ہاتھ میں لی اور پڑھنے لگے۔ طٰہٰ ما انزلنا علیک القرآن لتشقیٰ یہاں تک کہ آپ نے انّنی انا اللّٰہ لا الٰہ الا انا فاعبدنی واقم الصلوٰۃ لذکری تک پڑھا۔ پھر کہنے لگے مجھے بتاؤ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم کہاں ہیں جب حضرت خباب نے حضرت عمر کی یہ بات سُنی تو باہر نکل آئے۔ اور کہا عمر تمہیں خوشخبری ہو۔ مجھے اُمید ہے کہ تو حضور علیہ السلام کی اس دعا کا جواب ہے جو آپ نے جمعرات کی شب کو کی تھی۔ کہ اے اللہ تو عمر بن خطاب یا عمر بن ہشام کے ذریعے اسلام کو عزت دے۔

حضور علیہ السلام اس گھر میں تھے جو صفا کے دامن میں ہے۔ عمر جب اس گھر پر آئے تو دروازے پر حضرت حمزہ، حضرت طلحہ اور دیگر لوگوں کو پایا حضرت حمزہ نے کہا یہ عمر ہے۔ اگر خدا تعالیٰ نے اس سے بھلائی کا ارادہ فرمایا ہے تو مسلمان ہو جائے گا۔ اور اگر ایسا نہیں تو اس کا قتل کر دینا ہمارے لئے معمولی بات ہے۔ حضور علیہ السلام پر وحی کا نزول ہو رہا تھا۔ آپ باہر تشریف لائے اور عمر کے پاس پہنچ کر اس کے کپڑوں اور تلوار کے پیر تلے کو اچھی طرح پکڑ کر کہا اے عمر تو کس خیال میں ہے۔ کیا تو چاہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ تجھ پر بھی ولید بن مغیرہ کی طرح ذلت اور عذاب نازل کرے۔ عمر نے کہا! میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور آپ اس کے بندے اور رسول ہیں۔

بزار، طبرانی، ابو نعیم اور بیہقی نے الدلائل میں اسلم سے بیان کیا ہے کہ حضرت عمر نے ہمیں خود بتایا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عداوت میں سب سے سخت آدمی تھا۔ ایک گرم دوپہر کو میں مکہ کے ایک راستے پر گھوم رہا تھا کہ ایک آدمی مجھے ملا اور اس نے کہا اے ابن خطاب تو اپنے آپ کو بہت کچھ سمجھتا ہے۔ مگر اسلام آپ کے گھر میں داخل ہو چکا ہے میں نے کہا کیسے، اس نے کہا تیری بہن اسلام قبول کر چکی ہے۔ حضرت عمر کہتے ہیں میں نے دہاں سے غضبناک حالت میں واپس آ کر بہن کا دروازہ کھٹکھٹایا۔ پوچھا گیا کون ہے۔ میں نے کہا عمر، تو وہ دوڑ کر اندر چھپ گئے۔ وہ ایک صحیفہ پڑھ رہے تھے۔ جسے وہ وہیں چھوڑ گئے یا بھول گئے۔ میری بہن نے اٹھ کر دروازہ کھولا۔ میں نے کہا اے اپنی جان کی دشمن کیا تو صابی ہو گئی ہے! اور میرے ہاتھ میں کوئی چیز تھی جو میں نے بہن کے سر پہ دے ماری جس سے خون بہہ پڑا۔ اور اس نے روتے ہوئے کہا اے ابن خطاب جو تیرا جی چاہے کر گزر۔ میں صابی ہو چکی ہوں۔ کہنے لگے میں اندر داخل ہو کر چار پائی پہ بیٹھ گیا۔ میں نے اس صحیفہ کی طرف دیکھ کر کہا یہ کیا ہے۔ مجھے پکڑا دیجئے تو میری بہن نے کہا تو اس کا اہل نہیں ہے تو تو جنابت سے پاک نہیں اور اس کتاب کو پاکیزہ آدمیوں کے سوا کوئی نہیں چھو سکتا۔ میں ان سے اصرار کرتا رہا۔ یہاں تک کہ اس نے مجھے وہ صحیفہ پکڑا دیا۔ جب میں نے اسے کھولا تو اس میں لکھا تھا۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ جب میں پڑھتے پڑھتے اللہ کے کسی نام پر سے گذرتا تو مجھے اس سے خوف آتا۔ پھر میں نے صحیفہ کو رکھ دیا اور اپنے آپ پر غور کرنے لگا۔ پھر میری بہن نے وہ صحیفہ مجھے دیا تو اس میں لکھا تھا۔ سبح للہ ما فی السموٰت و ما فی الارض، تو میں ڈر گیا۔ میں نے آمنوا باللہ و رسولہ تک پڑھا تو میں نے کہا اشھد ان لا الہ الا اللہ،

پس لوگ میری طرف دوڑتے ہوئے آئے اور انہوں نے نعرہ تکبیر بلند کیا اور کہا تجھے خوشخبری ہو کہ حضور علیہ السلام نے سوموار کو دعا کی تھی کہ اے اللہ عمر بن خطاب اور ابوجہل بن ہشام سے جو تجھے زیادہ محبوب ہے اس کے ذریعے اسلام کو عزت دے اور انہوں نے مجھے بتایا کہ حضور علیہ السلام صفا کے دامن میں اپنے گھر میں قیام پذیر ہیں۔ میں نے جا کر دروازہ کھٹکھٹایا تو لوگوں نے کہا کون ہے میں نے کہا ابن الخطاب! وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق میری شدید عداوت کو جانتے تھے۔ اس لئے کسی نے دروازہ کھولنے کی جرأت نہ کی۔ یہاں تک کہ آپ نے فرمایا دروازہ کھول دو۔ دو آدمیوں نے مجھے بازوؤں سے پکڑ کر حضور کی خدمت میں پیش کیا۔ آپ نے فرمایا اسے چھوڑ دو۔ پھر آپ نے مجھے قمیص کے جوڑوں سے پکڑ کر اپنی طرف کھینچ کر فرمایا۔ اے ابن خطاب اسلام قبول کر۔ اے اللہ اسے ہدایت دے تو میں نے کلمہ شہادت پڑھ لیا اس پر مسلمانوں نے اس زور سے نعرہ تکبیر بلند کیا کہ مکہ کے راستوں تک یہ آواز سنی گئی مسلمان چھپ چھپ کر دن گزار رہے تھے۔ میں نے دیکھا کہ لوگوں کو مار پڑ رہی ہے اور مجھے کوئی تکلیف نہیں پہنچ رہی۔ تو میں اپنے ماموں ابوجہل کے پاس گیا وہ سردار آدمی تھا۔ میں نے دروازہ کھٹکھٹایا تو اس نے کہا کون ہے؟ میں نے کہا ابن الخطاب جو صابی ہو گیا ہے۔ اس نے کہا ایسا نہ کر اور دروازہ بند کر لیا۔ میں نے کہا یہ تو کچھ نہ ہوا۔ پھر میں قریش کے ایک بڑے آدمی کے پاس گیا۔ میں نے اسے بلا کر وہی بات کہی جو اپنے ماموں سے کہی تھی اور اس نے بھی وہی جواب دیا جو میرے ماموں نے دیا تھا۔ اور دروازہ بند کر لیا۔ میں نے کہا یہ تو کچھ بھی نہ ہوا۔ مسلمانوں کو زدوکوب کیا جا رہا ہے اور میں بچا ہوا ہوں تو ایک آدمی نے مجھے کہا کیا تو چاہتا ہے کہ لوگوں کو تیرے اسلام قبول کرنے کا علم

ہو جائے۔ میں نے کہا ہاں! اس نے کہا جب لوگ گھروں میں بیٹھ جائیں تو فلاں آدمی کے پاس جانا جو کسی راز کو چھپا نہیں سکتا۔ اسے کہہ دینا کہ میں صابی ہو گیا ہوں وہ راز کو چھپا ہی نہیں سکتا تھا۔ میں اس کے پاس آیا اور لوگ گھروں میں بیٹھ چکے تھے۔ تو میں نے اسے کہا کہ میں صابی ہو گیا ہوں۔ اس نے کہا کیا تو نے یہ اقدام کر لیا ہے۔ میں نے کہا ہاں! تو اس نے بلند آواز سے پکار کر کہا کہ ابن خطاب صابی ہو گیا ہے۔ لوگ دوڑ کر میری طرف آئے وہ مجھے مارتے تھے اور میں انہیں مارتا تھا۔ میرے اردگرد لوگ جمع ہو گئے۔ تو میرے ماموں نے کہا۔ یہاں لوگ کیوں جمع ہوئے ہیں۔ اُسے بتایا گیا کہ عمر صابی ہو گیا ہے تو اس نے مکان پر کھڑے ہو کر تمام کو اشارۃً بتایا کہ میں نے اپنے بھانجے کو پناہ دی ہے تو وہ لوگ مجھے مارنے سے رک گئے۔ میں نہیں چاہتا تھا کہ مسلمانوں کو مار پڑے اور میں بچا رہوں۔ میں نے کہا یہ تو کچھ بات نہ ہوئی۔ میں اپنے ماموں کے پاس گیا اور کہا مجھے آپ کی پناہ کی ضرورت نہیں۔ پس میں ہمیشہ ہی مارتا اور مار کھاتا رہا۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے اسلام کو غالب کر دیا۔

فصل دوم

آپ کا نام فاروق رکھنے کے بیان میں

ابو نعیم نے الدلائل میں اور ابن عساکر نے حضرت ابن عباس سے بیان کیا ہے کہ میں نے حضرت عمر سے پوچھا کہ آپ کا نام فاروق کیوں رکھا گیا۔ تو آپ نے جواب دیا۔ حضرت حمزہ مجھ سے تین دن پہلے اسلام لائے۔ میں مسجد کی طرف گیا تو ابوجہل آپ کو برا بھلا کہنے کیلئے جلدی سے آپ کی طرف گیا۔ آپ نے حضرت حمزہ کو بتایا تو آپ کمان پکڑ کر مسجد کی طرف آئے۔ جہاں قریش حلقہ بنائے بیٹھے تھے۔ اور ابوجہل بھی وہیں بیٹھا تھا۔ آپ نے ابوجہل کے سامنے ہو کر کمان پر ٹیک لگائی اور اس کی طرف دیکھا۔ ابوجہل نے آپ کے چہرے سے معلوم کر لیا کہ ان کی نیت بخیر نہیں۔ اس نے کہا اے ابو عمارہ مجھے کیا ہو گیا ہے۔ آپ نے کمان اٹھا کر اس کی گردن کی ایک رگ پر ماری جس سے وہ رگ کٹ گئی اور خون بہہ پڑا۔ تو قریش نے جنگ اور خرابی کے ڈر سے اس معاملہ کو سلجھا دیا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم دار ارقم میں چھپے ہوئے تھے۔ حضرت حمزہ نے وہاں جا کر اسلام قبول کر لیا۔ میں آپ کے تین دن بعد آیا تو ایک مخزومی سے میں نے کہا کیا تو اپنے آبائی دین کو چھوڑ کر دین محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا پیروکار ہو گیا ہے۔ اس نے جواب دیا اگر میں نے ایسا کیا ہے تو اس نے بھی یہ کام کر لیا ہے۔ جو مجھ سے زیادہ تجھ پر حق رکھتا ہے۔ میں نے کہا وہ کون ہے

اس نے کہا تیری بہن اور تیرا بہنوئی۔ میں گیا تو میں نے آہستہ سی آواز سنی میں نے اندر داخل ہو کر پوچھا یہ کیا ہے؟ ہمارے درمیان باتیں ہوتی رہیں یہاں تک کہ میں نے اپنے بہنوئی کو سر سے پکڑ کر مارا اور اسے لہو لہان کر دیا۔ میری بہن نے اٹھ کر میرے سر کو پکڑ کر کہا یہ سب کچھ تجھے ذلیل کرنے کیلئے ہو رہا ہے۔ میں نے جب خون دیکھا تو مجھے شرم محسوس ہوئی۔ میں نے بیٹھ کر کہا مجھے یہ کتاب دکھائیے۔ بہن کہنے لگی اس کو پاکیزہ آدمی کے سوا کوئی نہیں چھو سکتا۔ میں نے اٹھ کر غسل کیا تو انہوں نے مجھے وہ صحیفہ دیا جس میں لکھا تھا بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ میں نے کہا یہ نام تو بڑے طاہر اور طیب ہیں۔ طٰہٰ ما انزلنا علیک القرآن لتشقیٰ سے لیکر لہُ الاسماء الحسنیٰ تک میں نے پڑھا۔ تو میرے دل میں اس کی عظمت پیدا ہو گئی تو میں نے کہا۔ اس کلام سے قریش بھاگتے ہیں۔ پھر میں نے اسلام قبول کر لیا اور کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہاں ہیں۔ بہن نے کہا وہ دارارقم میں ہیں۔ میں نے وہاں جا کر دروازہ کھٹکھٹایا۔ لوگوں نے آواز سنی۔ حضرت حمزہ نے انہیں کہا تمہیں کیا ہو گیا ہے۔ کہنے لگے عمر آیا ہے۔ حضرت حمزہ نے کہا دروازہ کھول دو اگر قبول اسلام کیلئے آیا ہے تو ٹھیک وگرنہ ہم اس کا کام تمام کر دیں گے۔ حضور علیہ السلام نے بھی یہ بات سن لی تو آپ باہر نکلے۔ حضرت عمر نے کلمہ شہادت پڑھا تو گھر میں موجود تمام لوگوں نے نعرہ تکبیر لگایا۔ جسے مسجد والوں نے بھی سنا۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا ہم حق پر نہیں۔ فرمایا کیوں نہیں میں نے کہا پھر چھپنے کی کیا وجہ ہے تو ہم باہر نکلے۔ ایک صف میں میں تھا اور دوسری میں حضرت حمزہ۔ ہم مسجد میں داخل ہوئے۔ قریش نے جب مجھے اور حمزہ کو دیکھا تو انہیں شدید صدمہ ہوا۔ اس وقت رسول کریم صلی اللہ علیہ

وسلم نے میرا نام فاروق رکھا کہ اس نے حق اور باطل کے درمیان فرق کر دیا ہے۔

ابن سعد نے ذکوان سے بیان کیا ہے کہ میں نے حضرت عائشہ سے کہا۔ حضرت عمر کا نام فاروق کس نے رکھا۔ انہوں نے جواب دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے۔ اور ابن ماجہ اور حاکم نے حضرت ابن عباس سے بیان کیا ہے کہ جب عمر اسلام لائے تو جبریل نے نازل ہو کر کہا اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) آسمان والوں کو عمر کے اسلام لانے سے خوشی ہوئی ہے۔ اور بزار اور حاکم نے ابن عباس سے صحیح روایت بیان کی ہے کہ جب عمر اسلام لائے تو مشرکوں نے کہا کہ آج ہم نصف رہ گئے ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی یا ایھا النبی حسبک اللہ ومن اتبعک من المومنین اور بخاری وغیرہ نے حضرت ابن مسعود سے بیان کیا ہے کہ جب سے عمر اسلام لائے ہیں ہم ہمیشہ ہی معزز رہے ہیں۔ اور ابن سعد نے بھی ابن مسعود سے ایک ایسی ہی روایت بیان کی ہے۔ کہ عمر کا اسلام لانا فتح ہے۔ اور اس کا ہجرت کرنا مدد ہے اور اس کی امامت رحمت ہے۔ ہم اس وقت تک بیت اللہ تک نہیں پہنچے جب تک عمر مسلمان نہیں ہوئے۔ اور جب آپ مسلمان ہوئے تو آپ نے ان کو مارا یہاں تک کہ انہوں نے ہمیں اور ہمارے راستے کو چھوڑ دیا۔ ابن سعد اور حاکم نے حذیفہ سے بیان کیا ہے کہ جب عمر مسلمان ہوئے تو اسلام کی قوت میں اضافہ ہوتا گیا۔ اور جب عمر شہید ہوئے تو اسلام کمزور ہوتا گیا۔ اور طبرانی نے حضرت ابن عباس سے بسند حسن بیان کیا ہے کہ سب سے پہلے اسلام کا اعلان کروانے والے عمر بن خطاب ہیں۔ اور ابن سعد نے حضرت صہیب سے بیان کیا ہے کہ جب عمر مسلمان ہوئے تو اسلام غالب آگیا اور اس کی طرف اعلانیہ

دعوت دی جانے لگی ۔ ہم بیت اللہ میں حلقہ بنا کر بیٹھا کرتے تھے ۔ اس کا طواف کرتے تھے ۔ اور جو ہم سے درشتی کے ساتھ پیش آتا تھا ہم اس کا جواب دیا کرتے تھے ۔

آپ کی ہجرت کے بیان میں

ابن عساکر نے حضرت علی سے بیان کیا ہے کہ عمر بن خطاب کے سوا سب لوگوں نے خفیہ ہجرت کی ۔ آپ نے جب ہجرت کا ارادہ کیا تو تلوار گلے میں لٹکائی کمان کاندھے پر رکھی ، اور ہاتھ میں تیر لئے کعبہ تشریف لائے ۔ اشراف قریش صحن میں بیٹھے تھے ۔ آپ نے سات چکر لگائے اور دو رکعت مقام ابراہیم کے پیچھے نماز پڑھی ۔ پھر آپ ان کے ایک ایک حلقہ کے پاس آئے اور کہا تم پر پھٹکار ہو ۔ جو چاہتا ہے کہ اس کی ماں اُسے ضائع کر دے اور اس کے بچے یتیم ہو جائیں اور اس کی بیوی بیوہ ہو جائے وہ مجھے اس وادی کے پیچھے مل لے مگر کوئی آدمی آپ کے پیچھے نہ گیا ۔ اور اس نے براء سے روایت کی ہے کہ سب سے پہلے مہاجر جو ہمارے پاس آئے وہ مصعب بن عمیر اور ابن ام کلثوم ہیں ۔ پھر عمر بن خطاب بیس سواروں کے ساتھ آئے ہم نے پوچھا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا پروگرام ہے ۔ آپ نے کہا وہ میرے پیچھے پیچھے ہیں ۔ پھر حضور علیہ السلام ابوبکر کی معیت میں تشریف لے آئے ۔

فصل چہارم

آپ کے فضائل کے متعلق

آپ کے فضائل کے متعلق چونتیس حدیثیں بیان ہو چکی ہیں ۔ بلکہ اکثر احادیث حضرت ابوبکر کے ذکر کے ساتھ مل کر بیان ہوئی ہیں ۔ جو آپ کی فضیلت پر دلالت کرتی ہیں ۔

۳۵ ویں حدیث

یہ حدیث ابھی بیان ہو چکی ہے ۔

اللھم اعز الاسلام بعمر بن الخطاب ۞ اے اللہ عمر بن خطاب کے ذریعہ اسلام کو عزت دے ۔

۳۶ ویں حدیث

یہ حدیث بھی ابھی بیان ہو چکی ہے کہ جب حضرت عمر نے اسلام قبول کیا تو جبریل علیہ السلام نے کہا اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) آسمان والے حضرت عمر کے اسلام لانے سے بہت خوش ہوئے ہیں ۔

۳۷ ویں حدیث

یہ حدیث بھی ابھی بیان ہو چکی ہے کہ جب حضرت عمر اسلام لائے تو مشرکین نے کہا کہ آج ہم نصف ہو گئے ہیں ۔ اور اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی ۔

یا ایھا النبی حسبک اللہ	یعنی اے نبی، اللہ اور تیرے پیروکار مومنین
ومن اتبعک من المومنین	تجھے کافی ہیں۔

۳۸ ویں حدیث

شیخین نے حضرت ابوہریرہ سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ

بینا انا نائم رایتنی فی الجنۃ	میں نے نیند کی حالت میں اپنے آپ کو جنّت میں
فاذا امرأۃ تتوضأ الی جانب	دیکھا کیا دیکھتا ہوں کہ ایک عورت ایک محل کے
قصر قلت لمن ھذا القصر	جانب وضو کر رہی ہے۔ میں نے پوچھا یہ محل
قالوا لعمر فذکرت غیرتک	کس کے لئے ہے۔ لوگوں نے کہا عمر کیلئے۔ تو
فولیت مدبرا فبکی وقال علیک	مجھے آپ کی غیرت یاد آگئی اور میں مڑ کر واپس
أغار یارسول اللہ	آگیا۔ حضرت عمر رو کر کہنے لگے یارسول اللہ میں آپ پر غیرت کھاؤں گا۔

۳۹ ویں حدیث

احمد اور شیخین نے حضرت جابر سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ

رأیتنی دخلت الجنۃ فاذا	میں نے دیکھا کہ میں جنّت میں گیا ہوں اچانک
أنا بالرمیصاء امرأۃ ابی	میں نے رمیصا میں ابوطلحہ کی بیوی کو دیکھا اور
طلحۃ وسمعت خشفا	اپنے آگے کوئی حرکت محسوس کی۔ میں نے جبریل سے
أمامی فقلت ماھذا یا	کہا یہ کیا ہے انہوں نے جواب دیا یہ بلال ہے
جبریل؟ قال ھذا بلال	پھر میں نے ایک سفید محل دیکھا۔ جس کے صحن
ورأیت قصرا أبیض بفنائہ	میں ایک لڑکی بیٹھی تھی۔ میں نے کہا کہ یہ محل

جاریتہ فقلت لمن ھذا القصر — کس کے لئے ہے۔ لوگوں نے کہا عمر بن خطاب
قالوا العمر بن الخطاب فاردت — کے لئے۔ میں اُسے دیکھنے کی خاطر اندر داخل
ان ادخلہ انظر الیہ فذکرت — ہونا چاہتا تھا کہ مجھے آپ کی غیرت یاد آگئی۔
غیرتک ::

۴۰ ویں حدیث

شیخین نے حضرت ابن عمر سے بیان کیا ہے کہ رسول
کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ
بینا انا نائم شربت یعنی اللبن — میں نے خواب میں دودھ پیا اور اس کی تری میر
حتی انظر الی الری یجری فی — ناخنوں میں نظر آرہی تھی پھر میں نے اُسے
اظفاری ثم ناولتہ عمر قالوا — حضرت عمر کو پکڑا دیا۔ صحابہ نے پوچھا یا رسول
فما اولتہ یا رسول اللہ قال — اللہ آپ نے اس کی کیا تعبیر کی ہے فرمایا
العلم :: — علم۔

۴۱ ویں حدیث

احمد، شیخین، ترمذی اور نسائی نے حضرت ابو سعید
خدری سے بیان کیا ہے کہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سُنا کہ
بینا انا قائم رایت الناس عرضوا — میں نے خواب میں دیکھا کہ لوگوں کو میرے سامنے
علی وعلیھم قمص فمنھا ما یبلغ — پیش کیا جا رہا ہے وہ قمیضیں پہنے ہوئے ہیں
الثدی ومنھا ما یبلغ دون — جو سینے تک پہنچتی ہیں۔ اور بعض اس سے بھی
ذلک وعرض علی عمر وعلیہ — اوپر رہتی ہیں۔ عمر کو بھی میرے سامنے پیش کیا گیا
قمیص یجرہ قالوا فما اولتہ — وہ اپنی قمیص کو گھسیٹ رہے ہیں۔ صحابہ نے
یا رسول اللہ قال الدین :: — عرض کیا۔ یا رسول اللہ آپ نے اس کی کیا تعبیر

کی ہے فرمایا دین۔

اور حکیم ترمذی کی روایت میں یہ الفاظ آئے ہیں کہ حضور آپ اسکی کیا تعبیر فرمائیں گے کہ ان میں سے بعض کی قمیصیں ناف تک ہیں بعض کی گھٹنوں تک اور بعض کی پنڈلیوں کے نصف تک۔

آپ نے جو دین کا لفظ فرمایا ہے اس پر زبر اور پیش پڑھنا دونوں طرح جائز ہے۔ اور ایک روایت میں دین کی جگہ ایمان کا لفظ بھی بیان کیا گیا ہے۔ اور قمیص کی تعبیر دین بیان کرنے کی وجہ یہ ہے کہ قمیص دنیا میں قابل پردہ مقامات کو چھپاتی ہے اور دین انہیں آخرت میں چھپاتا ہے اور ہر مکروہ کام سے روکتا ہے اور اصل بات یہ ہے کہ تقوی کا لباس ہی بہتر ہے اور معبرین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ قمیص کی تعبیر دین بیان کرنے کی یہ وجہ ہے کہ اس کی لمبائی اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ صاحب قمیص کے آثار اس کے بعد بھی رہیں گے۔ اور ابن العربی کہتے ہیں۔ اس تعبیر کی وجہ یہ ہے کہ دین جہالت کی کمزوری کو چھپاتا ہے۔ جیسے قمیص بدن کی کمزوری کو چھپاتی ہے اور یہ جو آپ نے دیکھا کہ حضرت عمر کے علاوہ دوسرے لوگوں کی قمیصیں سینے تک پہنچتی ہیں اس کا مطلب یہ ہے کہ دین ان کے دل کو نافرمانی کے باوجود کفر سے محفوظ رکھتا ہے۔ اور جو قمیص اس سے نیچے اور شرمگاہ تک چلی جاتی ہے۔ اس کا مفہوم واضح ہی ہے۔ جو شخص معصیت کی طرف جانے سے اپنی ٹانگوں کو نہیں روکتا۔ اور جو شخص روکتا ہے وہ تمام وجوہ سے تقوی میں گم ہے اور جو اپنی قمیص کو گھسیٹتا پھرتا ہے وہ اس سے عمل خالص میں بڑھ گیا ہے۔ اور عارف بن ابی جمرہ نے بیان کیا ہے کہ حدیث میں لوگوں سے مراد اس امت کے مومنین ہیں اور دین سے مراد اوامر پر عمل پیرا ہونا اور نواہی سے اجتناب کرنا ہے

اور حضرت عمر کو اس معاملہ میں بلند مقام حاصل ہے۔ اس حدیث سے یہ مفہوم بھی لیا جا سکتا ہے کہ جو شخص قمیص کو اچھی یا بُری صورت میں دیکھے اس سے قمیص پہننے والے کا دین مراد لیا جائے گا۔ اور نقص سے مراد ایمان و عمل کا نقص ہے۔ اور حدیث میں ہے کہ دین دار لوگ قلت و کثرت اور قوت و ضعف میں ایک دوسرے سے مقابلہ کرتے رہتے ہیں۔ یہ مثال ان مثالوں میں سے ہے۔ جو نیند میں قابل تعریف اور بیداری میں شرعاً قابل مذمت ہے۔ یعنی قمیص کا گھسیٹنا کیونکہ قمیص کے بارے میں وعید آئی ہے۔

۴۲ ویں حدیث

شیخین نے حضرت سعد بن ابی وقاص سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابن خطاب سے فرمایا کہ

والذی نفسی بیدہ مالقیك الشیطان سالکا فجا قط الا سلك فجا غیر فجك۔

قسم اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے کہ شیطان اس راستے پر کبھی نہیں چلے گا جس پر تو چل رہا ہے۔ بلکہ دوسرے رستے کو اختیار کرے گا۔

۴۳ ویں حدیث

احمد اور بخاری نے حضرت ابوہریرہ سے اور احمد مسلم، ترمذی اور نسائی نے حضرت عائشہ سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ

لقد کان فیما قبلکم من الامم ناس محدثون فان یکن فی امتی احد فانہ عمر۔

تم سے پہلی امتوں میں محدث ہوتے تھے اگر میری امت میں کوئی محدث ہے تو وہ عمر ہی ہے۔

اور بخاری نے حضرت ابن عمر سے بیان کیا ہے کہ میں نے جب بھی حضرت عمر کو یہ کہتے سنا کہ میرا فلاں چیز کے بارے میں یہ خیال ہے تو وہ چیز آپ کے خیال کے مطابق ہی ہوتی ہے۔ حضرت عمر بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک خوبصورت آدمی آپ کے پاس سے گزرا یعنی سوید بن قارب۔ آپ نے کہا میرا خیال اس شخص کے بارے میں غلطی کرتا ہے۔ یہ شخص جاہلیت پہ تھا یا ان کا کاہن تھا اس آدمی کو میرے پاس لاؤ۔ آپ نے اسے بُلاکر یہ بات کہی تو اس نے کہا میں نے آج کی طرح کسی مسلمان کو اُسے خوش آمدید کہتے نہیں دیکھا۔ آپ نے فرمایا جو تُو نے مجھے کہا ہے اس پہ میں تجھے قسم دلواؤں گا۔ اس نے کہا میں جاہلیت میں ان کا کاہن تھا۔ آپ نے فرمایا جو تیری جنّی جاہلیت میں تیرے پاس لاتی تھی میں اس سے متعجب نہیں ہوا۔ اس نے کہا ایک روز بازار میں وہ میرے پاس آگئی تو مجھے اس سے خوف محسوس ہوا۔ تو اس نے کہا کیا تو نے جنّات اور ان کے ابلیسوں کو نہیں دیکھا۔

۴۴ ویں حدیث

احمد اور ترمذی نے حضرت ابن عمر سے اور ابو داؤد اور حاکم نے حضرت ابو ذر سے اور ابو یعلیٰ اور حاکم نے حضرت ابو ہریرہ سے اور طبرانی نے حضرت بلال اور حضرت معاویہ سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ

ان اللہ تعالیٰ جعل الحق علی لسان عمر و قلبہ ؛	اللہ تعالیٰ نے عمر کے دل و زبان پر حق جاری کیا ہے۔

حضرت ابن عمر کہتے ہیں کہ جب بھی کسی معاملہ میں لوگوں میں گفتگو ہوئی اور آپ نے بھی اس میں حصّہ لیا تو قرآن حضرت عمر کے بیان کے مطابق نازل ہوا

۴۵ ویں حدیث

احمد، ترمذی اور حاکم نے بیان کیا ہے اور اسے عقبہ بن عامر سے صحیح قرار دیا ہے اور طبرانی نے عصمت بن مالک سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ

لوکان بعدی نبی لکان عمر بن الخطاب :: اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمر بن خطاب ہوتا

طبرانی نے اسے حضرت سعید بن خدری وغیرہ سے بیان کیا ہے۔ اور ابن عساکر نے ابن عمر کی حدیث سے بیان کیا ہے۔

۴۶ ویں حدیث

ترمذی نے حضرت عائشہ سے بیان کیا ہے کہ

انی لانظر الی شیاطین الجن والانس قد فروا من عمر :: میں جن و انس کے شیطانوں کو عمر سے بھاگتے دیکھ رہا ہوں۔

اور ابن عدی نے حضرت عائشہ سے بیان کیا ہے کہ

رایت شیاطین الانس و الجن فروا من عمر :: میں نے دیکھا کہ جن و انس کے شیطان عمر سے بھاگ گئے ہیں

۴۷ ویں حدیث

ابن ماجہ اور حاکم نے حضرت ابی بن کعب سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ

اول من یصافحه الحق عمر و اول من یسلم علیه و اول من یاخذ بیده فیدخله الجنة :: عمر پہلے شخص ہیں جن سے حق مصافحہ کرے گا اور انہیں سلام کہے گا۔ اور انہیں ہاتھ سے پکڑ کر جنت میں داخل کرے گا۔

یہاں مصافحہ سے مراد مزید انعام اور اقبال ہے۔ اور یہ حدیث پہلے بیان ہو چکی ہے کہ ابوبکر جنت میں پہلے داخل ہوں گے۔ ان دونوں حدیثوں میں یوں تطبیق دی جائے گی کہ حضرت ابوبکر کے بعد سب سے پہلے داخل ہونے والے حضرت عمر ہوں گے۔

۴۸ ویں حدیث

حاکم اور ابن ماجہ نے حضرت ابوذر سے بیان کیا ہے کہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سُنا کہ

ان اللہ وضع الحق علی لسان عمر یقول بہ

اللہ تعالیٰ عمر کی زبان پر جاری کر دیا ہے۔

۴۹ ویں حدیث

احمد اور بزار نے حضرت ابوہریرہ سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ

ان اللہ جعل الحق علی لسان عمر و قلبہ

اللہ تعالیٰ نے عمر کے قلب و زبان پر حق قائم کر دیا ہے۔

اور ابن منیع نے اپنی مسند میں حضرت علی سے بیان کیا ہے کہ ہم لوگ جو اصحاب محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہیں اس بات میں شک نہ کرتے تھے کہ سکینت[1] حضرت عمر کی زبان سے بولتی ہے۔

۵۰ ویں حدیث

بزار نے حضرت ابن عمر اور ابونعیم نے حلیہ میں

---

[1] سکینت سے مراد، نفس کی طمانیت وغیرہ ہے۔ جیسے کہ الہام کا ملکہ اور معرفت

حضرت ابو ہریرہ سے اور ابن عساکر نے مصعب بن جثامہ سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ

عمر سراج اھل الجنۃ — عمر اہل جنت کے چراغ ہیں۔

۵۱ ویں حدیث

بزار نے قدامہ بن مظعون اور ان کے چچا عثمان بن مظعون سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ

ھذا غلق الفتنۃ واشار بیدہ الی عمر لا یزال بینکم وبین الفتنۃ باب شدید الغلق ما عاش ھذا بین اظھرکم — یہ فتنہ کو بند کرنے والا ہے اور اپنے ہاتھ سے عمر کی طرف اشارہ کیا جب تک عمر آپ لوگوں کے درمیان زندہ رہے گا آپ کے اور فتنوں کے درمیان مضبوطی سے دروازہ بند رہے گا۔

۵۲ حدیث

طبرانی نے الاوسط میں اور حکیم نے نوادر الاصول اور الضیاء میں حضرت ابن عباس سے بیان کیا ہے کہ جبریل علیہ السلام حضور علیہ السلام کے پاس آئے اور کہا

أقرئ عمر السلام وأخبرہ ان غضبہ عز ورضاہ حکم — عمر کو سلام کہہ دیجئے اور بتایئے کہ اس کی ناراضگی عزت اور رضا حکم ہے

اور ایک روایت میں ہے کہ میرے پاس جبریل نے آکر کہا، عمر کو سلام کہہ دیجئے اور بتایئے کہ اس کی رضا حکم اور اس کی ناراضگی عزت ہے۔

۵۳ ویں حدیث

ابن عساکر نے حضرت عائشہ سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

ان الشیطان لیفرق من عمر — شیطان عمر سے ڈرتا ہے۔

احمد، ترمذی اور ابن حبان نے اپنی صحیح میں بریدہ کے طریق سے بیان کیا ہے کہ

ان لشیطان لیفرق منک یا عمر — اے عمر شیطان کو تجھ سے ڈرتا ہے۔

۵۴ ویں حدیث

ابن عساکر اور ابن عدی نے حضرت ابن عباس سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

ما فی السماء ملک الا وھو یؤقر عمر ولا فی الارض شیطان الا وھو یفرق من عمر — آسمان کے تمام فرشتے، عمر کی توقیر کرتے ہیں۔ اور زمین کے تمام شیطان عمر سے ڈرتے ہیں۔

۵۵ ویں حدیث

طبرانی نے الاوسط میں حضرت ابوہریرہ سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

ان اللہ باھی باھل عرفۃ عامۃ وباھی بعمر خاصۃ — اللہ تعالیٰ نے اہل عرفہ پر عموماً اور عمر پر خصوصاً فخر کیا ہے۔

اور طبرانی نے الکبیر میں بھی ابن عباس سے اس قسم کی حدیث بیان کی ہے۔

۵۶ ویں حدیث

طبرانی اور دیلمی نے حضرت فضل بن عباس سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ

الحق بعدی مع عمر حیث کان — میرے بعد عمر جہاں بھی ہو گا حق اس کے ساتھ ہو گا

۵۷ ویں حدیث

طبرانی نے حضرت سدلیسہ سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ

ان الشیطان لم یلق عمو منذ اسلم الاخر لوجھه :: عمر کے اسلام لانے کے بعد شیطان اُسے جہاں بھی ملا ہے منہ کے بل گرا ہے ۔

اور دارقطنی نے الافراد میں اس حدیث کو سند لیبہ عن حفصہ کے طریق سے بیان کیا ہے ۔

۵۸ ویں حدیث

طبرانی نے حضرت ابی بن کعب سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ

قال لی جبریل لیبک الاسلام علی موت عمر :: جبریل نے مجھے کہا کہ اسلام کو عمر کی موت پر رونا چاہیئے ۔

۵۹ ویں حدیث

طبرانی نے الاوسط میں حضرت ابو سعید خدری سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ

من البغض عمر فقد البغضنی ومن احب عمر فقد احبنی و ان اللہ باھی بالناس عشیۃ عرفۃ عامۃ و باھی بعمر خاصۃ وانہ لم یبعث اللہ نبیا الا کان فی امتہ محدث وان یکن فی امتی منھم احد فھو عمر قالوا یا رسول اللہ کیف محدث قال تتکلم الملائکۃ علیٰ لسانہ اسنادہ حسن :: جو عمر سے بغض رکھے وہ مجھ سے بغض رکھتا ہے اور جو عمر سے محبت رکھے وہ مجھ سے محبت رکھتا ہے ۔ اور اللہ تعالیٰ نے عرفہ کی شام لوگوں پر عموماً اور عمر پر خصوصاً فخر کیا اور اللہ تعالیٰ نے کوئی ایسا نبی نہیں بھیجا جس کی امت میں محدث نہ ہوں اگر میری امت میں کوئی محدث ہے تو عمر ہے ۔ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ محدث کس طرح کا ہوتا ہے فرمایا اس کی زبان سے فرشتے بولتے ہیں اور اس حدیث کی اسناد حسن ہے ۔

۶۰ ویں حدیث

احمد، ترمذی اور ابن حبان نے اپنی صحیح میں اور حاکم نے بریدہ سے روایت کی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

یا بلال بم سبقتنی الی الجنۃ	اے بلال تو مجھ سے پہلے جنت میں کیسے چلا گیا
ما دخلت الجنۃ قط الا سمعت	جب کبھی میں جنت میں داخل ہوا میں نے تیری
خشخشتک اما می فاتیت علی	حرکت کی آواز سنی ۔ میں نے سونے کے ایک
قصر مربع مشرف من ذھب	چوکور اور بلند محل کے پاس آکر پوچھا یہ محل کس
فقلت لمن ھذا القصر	کے لئے ہے لوگوں نے کہا ایک عربی آدمی
قالوا الرجل من العرب قلت انا عربی	کے لئے ہے ۔ میں نے کہا میں عربی ہوں ۔ انہوں
لمن ھذا القصر قالوا الرجل	نے کہا قریش کے ایک آدمی کیلئے ہے میں نے
من قریش فقلت انا من قریش	کہا میں قریش میں سے ہوں ۔ انہوں نے کہا
لمن ھذا القصر قالوا الرجل	محمد کی امت میں سے ایک آدمی کیلئے ہے میں
من امۃ محمد فقلت انا محمد	نے کہا میں محمد ہوں ۔ یہ محل کس کے لئے ہے
لمن ھذا القصر قالوا العمر	انہوں نے کہا عمر بن الخطاب کیلئے ؛
بن الخطاب ؛	

۶۱ ویں حدیث

ابو داؤد نے حضرت عمر سے روایت کی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں کہا

لا تنسنا یا اخی من دعائک ؛	اے میرے بھائی ہمیں اپنی دعا میں نہ بھولنا ؛

۶۲ ویں حدیث

احمد اور ابن ماجہ نے حضرت عمر سے روایت کی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں فرمایا

یا اخی اشرکنا فی صالح دعائک	اے میرے بھائی ہمیں اپنی نیک دعاؤں میں

ولا تنسنا :: شامل رکھنا اور ہمیں نہ بھولنا ::

۶۳ ویں حدیث

ابن النجار نے حضرت ابن عباس سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

الصدق بعدی من عمر حیث کان :: میرے بعد سچ عمر کے ساتھ ہوگا۔

۶۴ ویں حدیث

طبرانی اور ابن عدی نے حضرت ابن عباس سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

عمر معی و انا مع عمر والحق بعدی مع عمر حیث کان :: میں عمر کے ساتھ اور عمر میرے ساتھ ہے اور میرے بعد حق وہاں ہوگا جہاں عمر ہوگا ::

۶۵ ویں حدیث

احمد، ترمذی اور ابن حبان نے اپنی صحیح میں حضرت انس سے اور احمد اور شیخین نے حضرت جابر سے اور احمد نے حضرت بریدہ اور حضرت معاذ سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

دخلت الجنۃ فاذا انا بقصر من ذھب فقلت لمن ھذا القصر قالوا الشاب من قریش فظننت انی انا ھو فقلت ومن ھو قالوا عمر بن الخطاب فلولا ما علمت من غیرتک لدخلتہ

میں جنت میں داخل ہوا کیا دیکھتا ہوں کہ میں ایک سونے کے محل میں ہوں۔ میں نے پوچھا یہ محل کس کے لئے ہے لوگوں نے کہا قریش کے ایک نوجوان کیلئے ہے میں نے خیال کیا کہ وہ نوجوان میں ہی ہوں گا۔ میں نے پوچھا وہ کون ہے انہوں نے کہا عمر بن الخطاب۔ اگر مجھے تیری غیرت کا علم نہ ہوتا تو میں اس میں داخل ہوجاتا۔

۶۶ ویں حدیث

ترمذی اور حاکم نے حضرت ابو بکرؓ سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

ماطلعت الشمس علی خیر من عمر ؛ عمر سے بہتر آدمی پر سورج طلوع نہیں ہوا ؛

۶۷ ویں حدیث

ابن سعد نے ایوب بن موسیٰ سے مرسل روایت کی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

ان اللہ جعل الحق علی لسان عمر و قلبہ وھو الفاروق فرق اللہ بہ بین الحق و الباطل ؛ اللہ تعالیٰ نے عمر کے قلب و زبان پر حق جاری کر دیا ہے اور وہ فاروق ہے جس کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے حق اور باطل کے درمیان فرق کر دیا ہے ؛

۶۸ ویں حدیث

طبرانی نے عصمت بن مالک سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ

ویحک اذا مات عمر فان استطعت ان تموت فمت ؛ تیرا بُرا ہو جب عمر فوت ہو جائے تو تو اگر مرنے کی استطاعت رکھے تو مر جانا ؛

صحابہ اور سلف کی زبان سے آپ کی تعریف

ابن عساکر نے حضرت صدیق سے بیان کیا ہے کہ مجھے زمین پر حضرت عمر سے زیادہ کوئی آدمی محبوب نہیں اور ابن سعد نے آپ سے بیان کیا ہے کہ آپ سے مرض الموت میں کہا گیا کہ آپ حضرت عمر کو خلیفہ بنانے کے بارے میں اپنے رب کو کیا جواب دیں گے۔ آپ نے فرمایا میں اُسے کہوں گا کہ میں نے ان کے بہترین آدمی کو خلیفہ مقرر کیا ہے۔

طبرانی نے حضرت علی سے بیان کیا ہے کہ جب صالحین کا ذکر ہو تو عمر کا ذکر جلدی کیا کرو۔ اور ہم اس بات میں شک نہ کرتے تھے کہ سکینت حضرت عمر کی زبان پر بولتی ہے۔ یعنی ان کی گفتگو سے اطمینان اور سکون ملتا ہے۔

ابن سعد نے حضرت ابن عمر سے بیان کیا ہے کہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد حضرت عمر سے زیادہ غمگین اور سخی کوئی نہیں دیکھا۔

طبرانی اور حاکم حضرت ابن مسعود سے بیان کرتے ہیں کہ اگر حضرت عمر کے علم کو ترازو کے ایک پلڑے میں رکھا جائے اور روئے زمین کے لوگوں کا علم دوسرے پلڑے میں رکھا جائے تو حضرت عمر کا علم ان کے علم سے بڑھ جائیگا

لوگوں کی رائے ہے کہ علم کے نو حصے حضرت عمر کے پاس ہیں۔

اور زبیر بن بکار نے حضرت معاویہ سے بیان کیا ہے کہ نہ ابوبکر نے دنیا کو چاہا اور نہ دنیا نے ابوبکر کو چاہا۔ مگر حضرت عمر کو دنیا نے چاہا لیکن آپ نے دنیا کو نہ چاہا۔ باقی رہے ہم تو ہم پیٹ کی خاطر اس پر پشت کے بل لیٹتے رہے۔ اور حاکم نے حضرت علی سے بیان کیا ہے کہ وہ حضرت عمر کے پاس گئے۔ اور وہ کپڑے میں لپٹے ہوئے تھے۔ آپ نے کہا آپ پر اللہ کی رحمت ہو۔ اللہ تعالیٰ نے نبی پاک کے صحیفہ کے بعد اس کپڑے میں لپٹے ہوئے شخص کے صحیفے میں جو اتارا ہے وہ مجھے سب سے زیادہ محبوب ہے یہ قول حضرت علی سے کئی طرق سے بیان ہوا ہے اور طبرانی اور حاکم نے ابن مسعود سے بیان کیا ہے کہ جب صالحین کا ذکر ہو تو عمر کا ذکر جلدی کیا کرو۔ عمر ہم میں کتاب اللہ کے زیادہ عالم اور اللہ کے دین کا ہم سے زیادہ فہم رکھنے والے ہیں۔

طبرانی نے عمر بن ربیعہ سے بیان کیا ہے کہ حضرت عمر نے کعب الاحبار سے کہا آپ میری تعریف کیسی پاتے ہیں۔ انہوں نے جواب دیا میں آپ کی تعریف لوہے کے سینگ کی طرح پاتا ہوں حضرت عمر نے پوچھا لوہے کے سینگ سے کیا مراد ہے انہوں نے کہا ایسا سخت امیر جس پر اللہ کے دین کے بارے میں کوئی ملامت اثر انداز نہیں ہوتی۔ آپ نے فرمایا پھر کیا ہوگا انہوں نے جواب دیا آپ کے بعد ہونے والے خلیفہ کو ظالم گروہ قتل کر دے گا۔ آپ نے فرمایا پھر کیا ہوگا انہوں نے کہا پھر مصیبت آئے گی۔

احمد، بزار اور طبرانی نے حضرت ابن مسعود سے بیان کیا ہے کہ لوگوں پر عمر بن خطاب کی فضیلت چار باتوں کی وجہ سے ہے۔

بدر کے روز قیدیوں کے ذکر کی وجہ سے آپ نے ان کے قتل کا حکم دیا۔ جس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ **لولا کتاب من اللہ سبق الایۃ**، حجاب کے ذکر کی وجہ سے آپ نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویوں کو پردے کا حکم دیا۔ تو حضرت زینب نے آپ سے کہا اے ابن خطاب تو ہم پر غیرت کھاتا ہے جبکہ وحی ہمارے گھر میں نازل ہوتی ہے۔ تو اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی **واذا سالتموھن متاعاً الایۃ** اور حضور علیہ السلام کی اس دعا کی وجہ سے جس میں آپ نے کہا اے اللہ اسلام کی عمر کے ذریعے مدد فرما اور حضرت ابوبکر کے بارے میں رائے دینے کی وجہ سے آپ نے سب سے پہلے ان کی بیعت کی۔

اور ابن عساکر نے مجاہد سے بیان کیا ہے کہ ہم کہا کرتے تھے کہ حضرت عمر کی امارت میں شیاطین پابند سلاسل ہیں اور آپ کی موت کے بعد وہ آزاد ہو گئے ہیں۔

قرآن وسنت اور تورات کے ساتھ حضرت عمر کی موافقات

ابن مردویہ نے مجاہد سے بیان کیا ہے کہ حضرت عمر کی رائے کے موافق قرآن پاک نازل ہوتا تھا اور ابن عساکر نے حضرت علی سے بیان کیا ہے کہ قرآن میں ایسی باتیں بھی ہیں جو عمر کی رائے کے مطابق ہیں۔ اور اس نے حضرت ابن عمر سے مرفوعاً بیان کیا ہے کہ جب کسی چیز کے بارے میں لوگ گفتگو کریں اور حضرت عمر بھی اپنی رائے کا اظہار کریں تو قرآن حضرت عمر کی رائے کے مطابق ہوتا تھا۔ جب یہ بات ثابت ہوگئی تو آپ کی موافقات بے شمار ہیں۔

۱۔۲۔۳: شیخین نے حضرت عمر سے بیان کیا ہے۔ کہ میرے رب نے تین باتوں میں میری موافقت کی ہے۔ میں نے کہا یا رسول اللہ اگر ہم مقام ابراہیم کو مصلیٰ بنالیں تو یہ آیت نازل ہوئی، واتخذوا من مقام ابراھیم مصلیٰ،

میں نے کہا یا رسول اللہ آپ کی بیویوں کے پاس اچھے اور برے لوگ آتے ہیں اگر آپ انہیں حکم دیں تو وہ پردہ کرلیا کریں۔ تو آیت حجاب نازل ہوئی۔

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویاں غیرت کی وجہ سے اکٹھی ہوئیں۔ تو میں نے کہا ممکن ہے اگر حضور علیہ السلام تم کو طلاق دے دیں تو ان کا رب انہیں تم سے بہتر بیویاں دے دے تو اسی کے مطابق آیت نازل

ہوئی۔

۴:۔ بدر کے قیدیوں نے سالم سے انہوں نے حضرت عمر سے بیان کیا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے تین باتوں میں میری موافقت کی ہے۔ یعنی بدر کے قیدیوں، حجاب اور مقام ابراہیم کے بارہ میں۔

۵:۔ شراب کو حرام قرار دینے کے بارہ میں، اصحاب سنن اور حاکم نے بیان کیا ہے کہ حضرت عمر نے فرمایا اے اللہ شراب کے بارے میں ہمیں شافی بیان دے تو اللہ تعالیٰ نے اس کی تحریم حکم نازل فرمایا۔

۶:۔ ابن ابی حاتم نے اپنی تفسیر میں حضرت انس سے بیان کیا ہے کہ حضرت عمر نے فرمایا کہ میرے رب نے چار باتوں میں میری موافقت کی ہے جب آیت ولقد خلقنا الانسان من سلالۃ من طین نازل ہوئی تو میں نے کہا فتبارک اللہ احسن الخالقین تو یہ آیت انہی الفاظ میں نازل ہوئی

۷:۔ عبداللہ بن ابی کے قصہ میں، صحیح بخاری میں حضرت عمر سے روایت ہے کہ جب عبداللہ بن ابی فوت ہوا تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کے نماز جنازہ کے لئے بلایا گیا تو آپ اس کے لئے اُٹھ کھڑے ہوئے تو میں بھی اُٹھ کر آپ کے سینہ کے پاس کھڑا ہو گیا۔ میں نے کہا یا رسول اللہ، کیا خدا کے دشمن ابن ابی پر آپ نماز جنازہ پڑھیں گے۔ حالانکہ اس نے فلاں دن اس اس طرح کہا تھا خدا کی قسم ابھی تھوڑا ہی وقت گذرا تھا کہ یہ آیت نازل ہوئی ولا تصل علی احد منهم مات ابداً الآیۃ

۸:۔ استغفار کے قصہ میں، طبرانی نے حضرت ابن عباس سے خبر دی ہے کہ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم منافقین کے لئے بکثرت استغفار کرنے لگے تو حضرت عمر نے کہا ان کے لئے استغفار کرنا یا نہ کرنا برابر ہے۔ تو یہ

آیت نازل ہوئی ۔ سواء علیھم استغفرت لھم ام لم تستغفر لھم الآیۃ،

۹ :۔ بدر کی طرف خروج کیلئے مشورہ طلب کرنے کے بارہ میں یہ واقعہ اس طرح ہے کہ حضور علیہ السلام نے اپنے اصحاب سے بدر کی طرف خروج کے بارہ میں مشورہ طلب کیا تو حضرت عمر نے خروج کا مشورہ دیا تو یہ آیت نازل ہوئی ۔ کما اخرجک ربک من بیتک بالحق وان فریقاً من المومنین لکارھون الآیۃ

۱۰ :۔ قصہ افک کے متعلق مشورہ طلب کرنے کے بارہ میں ، یہ واقعہ یوں ہے کہ جب حضور علیہ السلام نے صحابہ سے قصہ افک کے متعلق مشورہ طلب کیا تو حضرت عمر نے عرض کیا حضرت عائشہ کو کس نے آپ کی زوجیت میں دیا ہے ۔ آپ نے فرمایا ۔ اللہ نے ، تو حضرت عمر نے کہا کیا آپ خیال کرتے ہیں کہ آپ کے رب نے اس معاملہ میں آپ کو اشتباہ میں رکھا ہوا ہے وہ اس سے پاک ہے یہ تو ایک عظیم بہتان ہے ۔ تو آیت بھی اس کے مطابق نازل ہوئی ۔

۱۱ :۔ روزوں میں اپنی بیوی سے مجامعت کے قصہ میں ، احمد نے اپنی مسند میں بیان کیا ہے کہ جب انتباہ کے بعد آپ نے اپنی بیوی سے مجامعت کی آغاز اسلام میں ایسا کرنا حرام تھا تو یہ آیت نازل ہوئی ۔ احل لکم لیلۃ الصیام الرفث الی نسائکم ۔

۱۲ :۔ اللہ کے قول من کان عدواً الی آخرہ کے بارہ میں ابن جریر وغیرہ نے متعدد طرق سے بیان کیا ہے ان میں سب سے زیادہ موافقت کے قریب وہ طریق ہے جسے ابن ابی حاتم نے عبدالرحمٰن بن ابی لیلی سے بیان کیا ہے ۔ کہ ایک یہودی حضرت عمر سے ملا اور کہا کہ وہ جبریل جو آپ کے

دوست کو یاد کرتا ہے ہمارا دشمن ہے تو حضرت عمر نے کہا من کان عدواً للہ وملائکتہ ورسلہ وجبریل ومیکال فان اللہ عدو للکافرین، تو یہ آیت حضرت عمر کی زبان سے نازل ہوئی۔

۱۳۔ آیت فلا وربک لا یومنون کے بارہ میں، ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ نے ابی الاسود سے بیان کیا ہے کہ دو آدمی جھگڑتے ہوئے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے آپ نے ان دونوں کے درمیان فیصلہ کر دیا۔ جس کے خلاف آپ نے فیصلہ دیا۔ اس نے کہا ہم عمر بن خطاب کی طرف جاتے ہیں۔ جب دونوں آپ کے پاس آئے تو ایک آدمی نے کہا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے خلاف میرے حق میں فیصلہ دیا ہے۔ اس نے کہا ہم عمر کے پاس جاتے ہیں۔ آپ نے کہا کیا یہ بات ایسے ہی ہے۔ اس نے کہا ہاں، حضرت عمر نے دونوں سے کہا میرے آنے تک دونوں اسی جگہ ٹھہرے رہنا تو آپ تلوار لگا کر باہر نکلے اور اس شخص کو قتل کر دیا، جس نے کہا تھا کہ ہم عمر کے پاس چلتے ہیں اور دوسرا بھاگ گیا اور جا کر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا عمر نے میرے ساتھی کو قتل کر دیا ہے آپ نے فرمایا میں ایسا خیال نہیں کرتا کہ عمر ایک مومن کے قتل کی جرأت کرے۔ تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی فلا وربک لا یومنون حتی یحکموک فیما شجر بینہم ثم لا یجدوا فی انفسہم حرجاً مما قضیت ویسلموا تسلیما، تو اس آدمی کا خون رائیگاں چلا گیا اور حضرت عمر اس آدمی کے قتل سے بری ہو گئے۔

۱۴۔ داخل ہونے کیلئے اجازت طلب کرنے کے بارہ میں۔ یہ واقعہ اس طرح ہے۔ آپ سوئے ہوئے تھے کہ آپ کا غلام آپ کے پاس آیا۔ آپ نے

کہا اے اللہ اس طرح داخل ہونے کو حرام فرما تو آیت استیذان نازل ہوئی۔

۱۵:۔ ثلۃ من الاولین وثلۃ من الاخرین کے قول میں موافقت ہوئی۔ ابن عساکر نے اپنی تاریخ میں حضرت جابر سے بیان کیا ہے اور اس کا قصہ اسباب نزول میں بیان ہوا ہے۔

۱۶:۔ اذان کے بعض حصوں میں آپ کی موافقت ہوئی۔ ابن عدی نے الکامل میں عبداللہ بن نافع کے طریق سے بیان کیا ہے جو عن ابیہ عن ابن عمر سے ضعیف ہے کہ حضرت بلال اذان میں کہا کرتے تھے۔ اشھد ان لا الہ الا اللہ حی علی الصلوٰۃ۔ حضرت عمر نے انہیں کہا اس کے بعد کہا کرو، اشھد ان محمداً رسول اللہ تو حضور علیہ السلام نے فرمایا، بلال ایسے ہی کہا کرو۔ جیسے عمر کہتے ہیں۔ جس صحیح حدیث سے اولاً مشروعیت اذان ثابت ہوتی ہے وہ اسے رد کرتی ہے۔

۱۷:۔ عثمان بن سعید الدارمی نے ابن شہاب عن سالم بن عبداللہ کے طریق سے بیان کیا ہے کہ کعب الاحبار نے کہا کہ آسمان کے بادشاہ کے مقابل زمین کے بادشاہ کے لئے ہلاکت ہو۔ حضرت عمر نے کہا سوائے اس کے جو اپنے آپ کا محاسبہ کرے تو کعب الاحبار نے کہا اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے یہ بات تو تورات میں ہے تو آپ سجدہ میں گر پڑے۔[1]

---

[1] سیوطی نے قطف الثمر فی موافقات عمر کے نام سے ایک نظم لکھی ہے اور تاریخ الخلفاء میں لکھا ہے کہ ابو عبداللہ الشیبانی نے اپنی کتاب فضائل الامامین میں حضرت عمر کی اکیس موافقات لکھی ہیں۔ ان میں الشیخ والشیخۃ اذا زنیا کی تلاوت منسوخ ہو چکی ہے

آپ کی کرامات کے بیان میں

۱: - بیہقی، ابونعیم، لالکائی، ابن الاعرابی اور خطیب نے نافع سے، انھوں نے حضرت ابن عمر سے اسنادِ حسن کے ساتھ بیان کیا ہے کہ حضرت عمر نے ایک لشکر حضرت ساریہ کی سرکردگی میں بھیجا۔ ایک دن حضرت عمر خطبہ دے رہے تھے کہ خطبہ کے دوران میں آپ نے تین بار کہا اے ساریہ پہاڑ پر چڑھ جاؤ۔ اس کے بعد لشکر کا پیغامبر آیا تو حضرت عمر نے اس سے دریافت کیا۔ اس نے کہا اے امیر المومنین ہم شکست خوردگی کی حالت میں تھے کہ ہم نے ایک پکارنے والے کی آواز کو سنا کہ اے ساریہ پہاڑ کی طرف جاؤ یہ بات اس نے تین بار کہی۔ ہم نے اپنی پشتوں کو پہاڑ کی طرف کر لیا تو اللہ تعالیٰ نے انہیں شکست دے دی۔ حضرت عمر سے کہا گیا کہ آپ یہ آواز دے رہے تھے اور ساریہ جس پہاڑ کے پاس تھے وہ ارضِ عجم میں نہاوند میں ہے۔

اور ابن مردویہ نے میمون بن مہران کے طریق سے، حضرت ابن عمر سے بیان کیا ہے کہ حضرت عمر جمعہ کے روز خطبہ دے رہے تھے کہ خطبہ کے دوران آپ کو کوئی ایسی صورت پیش آئی کہ آپ نے فرمایا! اے ساریہ پہاڑ کی طرف جاؤ اور جس نے بھیڑیے کو چرواہا بنایا۔ اس نے

ظلم کیا ۔ تو لوگ ایک دوسرے کی طرف متوجہ ہو گئے ۔ تو حضرت علی نے انہیں کہا انہوں نے جو کچھ کہا ہے وہ اس کا مطلب معلوم کریں گے ۔ جب آپ خطبہ سے فارغ ہوئے تو لوگوں نے آپ سے پوچھا تو آپ نے جواب دیا ۔ میرے دل میں یہ بات آئی ہے کہ مشرکین نے ہمارے بھائیوں کو شکست دی ہے اور وہ ایک پہاڑ کے پاس سے گذر رہے ہیں ۔ اگر وہ اس کی طرف لوٹ جائیں تو انہیں ایک ہی طرف سے مقابلہ کرنا پڑیگا ۔ اور اگر وہاں سے گذر گئے تو ہلاک ہو جائیں گے ۔ تو میرے منہ سے یہ بات نکل گئی جو تم نے سنی ہے ۔ ابن عمر کہتے ہیں کہ ایک ماہ کے بعد فتح کی خوشخبری لے کر ایک آدمی آیا ۔ تو اس نے بتایا کہ ہم نے اس روز حضرت عمر کی آواز سنی اور ہم پہاڑ کی طرف لوٹ گئے ۔ تو اللہ تعالیٰ نے ہمیں نصرت عطا فرمائی ۔

ابونعیم نے عمرو بن حارث سے بیان کیا ہے کہ حضرت عمر نے جمعہ کے روز خطبہ دیتے ہوئے خطبہ چھوڑ کر دو یا تین بار یہ الفاظ کہے کہ ساریہ پہاڑ کی طرف جاؤ ۔ پھر آپ نے خطبہ دینا شروع کر دیا تو حاضرین میں سے ایک آدمی نے کہا اسے جنون ہو گیا ہے ۔ اس کے بعد حضرت عبدالرحمٰن بن عوف نے آکر کہا آپ نے لوگوں کو اپنے خلاف باتیں کرنے کا موقع دے دیا ہے آپ خطبہ کے دوران پکار رہے تھے اے ساریہ پہاڑ کی طرف جاؤ ۔ یہ کیا معاملہ ہے ؟ آپ نے جواب دیا قسم بخدا میں اس پر ضبط نہیں رکھ سکا میں نے انہیں ایک پہاڑ کے پاس جنگ کرتے دیکھا کہ وہ آگے اور پیچھے سے گھیرے میں آرہے ہیں تو میں نے بے ساختہ کہا ، ساریہ پہاڑ کی طرف جاؤ تاکہ وہ پہاڑ کے دامن میں چلے جائیں ۔ یہاں تک کہ ساریہ کا پیغامبر خط

لے کر آیا کہ جمعہ کے دن دشمن سے ہمارا مقابلہ ہوگیا۔ تو ہم نے ان سے جنگ کی حتیٰ کہ جمعہ کا وقت آگیا تو ہم نے ایک پکارنے والے کی آواز کو سنا۔ جس نے دو بار کہا کہ اے ساریہ پہاڑ کیطرف جاؤ تو ہم پہاڑ کے دامن میں چلے گئے۔ اور ہم ہمیشہ ان پر غالب رہے۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو شکست دی اور انہیں مار دیا۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف ، کہتے ہیں کہ جن لوگوں نے آپ پر اعتراض کیا انہوں نے کہا تھا کہ اس آدمی کو چھوڑ دو اسے کوئی عارضہ ہوگیا ہے۔

۲ :- ابوالقاسم بن لیؒ ان نے، موسیٰ بن عقبہ کے طریق سے نافع اور حضرت ابن عمر سے بیان کیا ہے کہ حضرت عمر نے ایک آدمی سے کہا تمہارا کیا نام ہے اس نے کہا انگارا۔ آپ نے کہا تو کس کا بیٹا ہے اس نے کہا روشن شعلے کا۔ پوچھا تو کس خاندان سے ہے اس نے کہا جلن کے خاندان سے۔ آپ نے فرمایا تیرا گھر کہاں ہے اس نے کہا تپش میں۔ آپ نے پوچھا کیسی۔ اس نے جواب دیا شعلوں والی۔ آپ نے فرمایا اپنے گھر جا وہ جل چکے ہیں۔ وہ آدمی گھر گیا تو دیکھا اس کے گھر والے جل چکے ہیں۔ امام مالک نے مؤطا میں اور دوسروں نے بھی اس قسم کی روایت کی ہے۔[1]

۳ :- ابوالشیخ نے العظمۃ میں، قیس بن حجاج کی سند سے اس شخص سے روایت کی ہے جس نے اس سے بیان کیا کہ جب مصر فتح ہوا تو اہل شہر حضرت عمرو بن العاص کے پاس اس وقت آئے جب آپ عجم کے مہینوں میں کسی دن

---

[1] اس روایت کو ابن درید نے الاخبار المنثورہ میں اور ابن الکلبی نے الجامع میں بیان کیا ہے جیسا کہ سیوطی نے ذکر کیا ہے۔

داخل ہوئے ۔ انہوں نے کہا اے امیر ہمارے ہاں دریائے نیل کی ایک رسم ہے آپ نے فرمایا وہ کیا ۔ انہوں نے کہا جب اس مہینے کی گیارہ راتیں گذر جاتی ہیں تو ہم ایک نوخیز لڑکی کا اس کے ماں باپ کی موجودگی میں قصد کرتے ہیں اور اس کے ماں باپ کو راضی کرتے ہیں ۔ اور اس کو بہترین قسم کا لباس اور زیورات پہناتے ہیں ۔ پھر اُسے دریائے نیل میں پھینک دیتے ہیں حضرت عمر نے فرمایا اسلام میں کبھی ایسا نہیں ہوگا ۔ اسلام پہلے کی رسوم مٹا دیتا ہے ۔ پس وہ اس رسم کی ادائیگی کیلئے تیار ہوئے اور نیل نہ زیادہ بہتا تھا نہ تھوڑا یہاں تک کہ انہوں نے اُسے جلا وطن کرنے کا ارادہ کیا ۔ جب حضرت عمرو بن العاص نے یہ بات دیکھی تو حضرت عمر کی طرف یہ بات لکھ بھیجی ۔ آپ نے جواب میں لکھا کہ آپ نے جو کیا ہے ٹھیک ہے اور اسلام پہلی رسموں کو مٹا دیتا ہے ۔ اور اپنے خط کے اندر ایک رقعہ بھیجا اور حضرت عمرو بن العاص کو لکھا میں نے اپنے خط کے اندر ایک رقعہ تمہاری طرف بھیجا ہے اسے نیل میں پھینک دینا ۔ جب حضرت عمرو بن العاص کے پاس خط پہنچا تو آپ نے رقعہ کھول کر پڑھا ۔ اس میں لکھا تھا کہ یہ اللہ کے بندے امیر المومنین عمر کی طرف سے نیل مصر کے نام خط ہے اگر تو پہلے خود بخود بہتا تھا تو اب نہ بہنا ۔ اور اگر اللہ تعالیٰ تجھے چلاتا تھا تو میں خدائے واحد قہار سے دعا کرتا ہوں کہ وہ تجھے چلائے رکھے ۔ حضرت عمرو بن العاص نے یہ رقعہ روز صلیب سے ایک روز پہلے نیل میں ڈال دیا تو صبح لوگوں نے دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے اسے ایک رات میں سولہ ہاتھ تک چلا دیا ہے ۔ اس وقت سے اللہ تعالیٰ نے اہل مصر سے یہ رسم ختم کر دی ہے ۔

۴ :۔ ابن عساکر نے طارق بن شہاب سے بیان کیا ہے کہ اگر حضرت عمر کے

پاس کوئی آدمی حدیث بیان کرتا اور کذاب لوگ اس کی تکذیب کرتے تو آپ فرماتے اسے مت بیان کرو۔ پھر اُسے حدیث سُنا کر فرماتے اسے مت بیان کرنا۔ تو وہ آدمی آپ سے کہتا میں نے جو کچھ آپ کے پاس بیان کیا ہے وہ برحق ہے۔ مگر آپ نے جو حکم مجھے دیا ہے کہ اسے مت بیان کرو۔ یہ غلط ہے۔

ابن عساکر نے حسین سے بیان کیا ہے کہ حضرت عمر بن الخطاب بات کرتے وقت ہی سمجھ جایا کرتے تھے کہ یہ بات جھوٹ ہے۔

۵:۔ بیہقی نے الدلائل میں ھدبتہ الحمصی سے بیان کیا ہے کہ حضرت عمر کو بتایا گیا کہ اہل عراق نے اپنے امیر کو سنگریزے مارے ہیں۔ آپ غصے کی حالت میں باہر نکلے، نماز پڑھائی تو اس میں بھول گئے۔ جب آپ نے سلام پھیرا تو فرمایا اے اللہ ان لوگوں نے مجھ پہ معاملہ مشتبہ کر دیا ہے تو ان پہ معاملہ کو مشتبہ کر دے۔ اور جلد ہی ان پر ثقفی نوجوان کو جاہلیت کا حکم چلانے کے لئے مقرر فرما۔ جو نہ ان کے اچھے آدمی کی بات کو قبول کرے اور نہ خطا کار سے درگزر کرے۔ ابن لہیعہ کہتے ہیں اس وقت تک حجاج پیدا نہیں ہوا تھا۔

اختتام پر آپکی سیرت کے متعلق چند باتیں

ابن سعد نے احنف بن قیس سے بیان کیا ہے کہ ہم حضرت عمر کے دروازے پر بیٹھے ہوئے تھے تو ایک لڑکی گزری۔ لوگوں نے کہا یہ امیر المومنین کی لونڈی ہے آپ نے فرمایا نہ یہ امیر المومنین کی لونڈی ہے اور نہ یہ اس کے لئے جائز ہے یہ تو اللہ تعالیٰ کے مال میں سے ہے ہم نے

کہا اللہ کے مال میں سے آپ کے لئے کیا کچھ جائز ہے ؟ آپ نے فرمایا اللہ کے مال میں سے عمر کے لئے گرمیوں اور سردیوں میں ایک ایک قمیص ، حج اور عمرہ کے اخراجات ، میرے اور میرے اہل و عیال کیلئے قریش کے درمیانے درجے کے آدمی کی خوراک لینی جائز ہے ۔ اور میں تو مسلمانوں میں سے ایک عام آدمی ہوں ۔

ابن سعد اور سعید بن منصور وغیرہ نے کئی طرق سے حضرت عمر سے بیان کیا ہے کہ میں نے اپنے آپ کو اللہ کے مال میں اسی قدر حقدار سمجھا ہے جتنا یتیم کا ولی اس کے مال میں حق رکھتا ہے ۔ اگر میں آسائش میں ہوں تو مال لینے سے بچتا ہوں ۔ اور اگر نادار ہوں تو معروف کیمطابق کھاتا ہوں ۔ اور اگر آسائش میں ہوں تو ادائیگی بھی کرتا ہوں ۔ دوا کے لئے مجھے شہد کی ضرورت ہوتی ہے ، بیت المال میں شہد کا ایک مرتبان ہے اگر تم مجھے اجازت دو تو میں لے لوں گا ۔ وگرنہ وہ مجھ پر حرام ہوگی تو مسلمانوں نے آپ کو اجازت دے دی ۔

ایک مدت تک آپ نے بیت المال سے کھانے کے لئے کچھ نہ لیا تو آپ کو تنگ دستی نے آلیا ۔ صحابہ نے آپ سے دریافت کیا تو فرمایا میں نے اپنے آپ کو اس مال میں مشغول کر لیا ہے ۔ میرے لئے اب اس مال سے لینا مناسب نہیں تو حضرت علی نے کہا صبح اور شام کا کھانا لے لیا کریں تو آپ نے لینا شروع کر دیا آپ کے حج کے سارے اخراجات سولہ دینار تھے ۔ اور اس کے باوجود آپ یہ کہتے تھے کہ ہم نے مال میں اسراف سے کام لیا ہے ۔

جب آپ سے حضرت حفصہؓ اور حضرت عبداللہ وغیرہ نے گفتگو کی کہ اگر آپ طیب کھانا کھاتے تو وہ آپ کو حق پر زیادہ قوی کرتا ، فرمایا کیا تم سب کی

یہی رائے ہے ۔ انہوں نے جواب دیا ہاں فرمایا میں تمہاری خیر خواہی کو جانتا ہوں لیکن میں نے اپنے ساتھی کو ایک راستہ پر چھوڑا ہے ۔ اگر میں ان دونوں کے رستہ کو ترک کر دوں تو میں ان کے مقام کو حاصل نہ کر سکوں گا ۔

فرمایا لوگوں کو قحط نے آلیا ۔ اس سال آپ نے گھی اور گوشت نہ کھایا دوسری دفعہ جب کسی شخص نے آپ سے کھانے کے متعلق گفتگو کی تو فرمایا، تیرا برا ہو میں اپنی پاکیزہ چیزیں دنیا ہی میں کھا جاؤں ۔ اور ان سے فائدہ اٹھاؤں ۔

آپ کا بیٹا عاصم گوشت کھا رہا تھا اُسے فرمایا، انسان کے لئے یہی اسراف کافی ہے کہ وہ جو چاہے اسے کھا لے ۔ آپ خلیفہ ہونے کی حالت میں صوف کا ایسا جبہ پہنتے تھے ۔ جس کو بعض جگہ چمڑے کے پیوند لگے ہوتے تھے ۔ اور آپ بازار میں اپنے کندھے پر دُرہ رکھ کر گھومتے پھرتے ۔ تاکہ لوگوں کو ادب سکھائیں اور کھجور کی گٹھلیاں اٹھا کر لوگوں کے گھروں میں پھینکتے تھے تاکہ وہ ان سے فائدہ اٹھائیں ۔

حضرت انس کہتے ہیں میں نے حضرت عمر کی قمیص میں دونوں کندھوں کے درمیان چار پیوند دیکھے ۔ ابو عثمان النھدی کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر کے ازار بند کو چمڑے کے پیوند لگے دیکھے ہیں ۔ اور جب آپ نے حج کیا تو چادر کے نیچے سایہ حاصل کیا ۔ چمڑے کو درخت پر ڈال کر سایہ بنا لیتے ۔ گریہ زاری کے باعث آپ کے چہرے پر دو خط بنے ہوئے تھے ۔ جب آپ اس آیت سے گذرتے جو آپ ورد کرتے تو گر پڑتے ۔ یہاں تک کہ کئی دن تک اس کی وجہ سے آپ کی عیادت کی جاتی ۔ آپ زمین سے ایک تنکا پکڑتے اور فرماتے کاش میں ایک تنکا ہوتا ، کاش میں کچھ بھی نہ ہوتا ، کاش میری ماں مجھے نہ جنتی ۔ آپ ہاتھ میں اونٹ کے بال پکڑے ہوئے داخل

ہوتے اور فرماتے ۔ میں اس بات سے ڈرتا ہوں کہ تیرے بارے میں پوچھا جاؤں اور اپنی گردن پر مشکیزہ اٹھا لیتے ۔ پوچھا گیا آپ ایسا کیوں کرتے ہیں فرمایا میرے نفس میں کچھ غرور پیدا ہو گیا تھا ۔ میں نے چاہا کہ اس کو ذلیل کر دوں ۔

حضرت انس کہتے ہیں رمادہ کے سال تیل کھانے سے آپ کے پیٹ میں قراقر اٹھا آپ نے گھی کھانا اپنے نفس پر حرام کیا ہوا تھا ۔ آپ نے انگلی سے اپنے پیٹ کو ٹٹول کر کہا ہمارے پاس اس کے سوا کچھ نہیں حتیٰ کہ لوگوں کی حالت درست ہو جائے ۔ اس سال آپ کا رنگ متغیر ہو گیا اور آپ چمڑے کی طرح ہو گئے ۔ اور آپ فرمایا کرتے جو شخص مجھے میرے عیوب سے مطلع کرے وہ مجھے سب سے زیادہ محبوب ہے ۔

حضرت ابن عمر کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر کو کبھی غصے کی حالت میں نہیں دیکھا ۔ جب آپ کے پاس اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا جاتا یا آپ کو اللہ سے ڈرایا جاتا یا کوئی آدمی آپ کے پاس قرآن پاک کی آیت پڑھتا تو آپ اس کی ضرورت سے آگاہی حاصل کرتے ۔ آپ کے پاس گوشت میں گھی ڈال کر لایا گیا ۔ آپ نے دونوں کے کھانے سے انکار کر دیا اور فرمایا ان میں سے ہر ایک سالن ہے آپ کی ران ننگی ہو گئی ۔ تو اہل نجران نے ایک سیاہ داغ دیکھا تو کہا یہ وہ شخص ہے جس کی علامت ہماری کتاب میں پائی جاتی ہے یہ ہمیں ہماری زمین سے نکال دے گا ۔ اور کعب الاحبار نے آپ سے کہا ہم کتاب اللہ میں آپ کو جہنم کے ایک دروازے پر دیکھتے ہیں ۔ جو لوگوں کو اس میں گرنے سے روکتا ہے ۔ اور جب آپ مر جائیں گے تو قیامت تک لوگ اس میں داخل ہوتے رہیں گے ۔ آپ نے اپنے گورنروں کو جن میں سعد بن ابی وقاص بھی تھے حکم دیا کہ وہ اپنے اموال

کو نصف نصف کریں آپ نے نصف ان سے لے لیا اور باقی نصف ان کے
پاس رہنے دیا۔ یہ سب واقعہ ابن سعد نے لکھا ہے اور عبدالرزاق نے جابر سے
بیان کیا ہے کہ انہوں نے حضرت عمر کے پاس عورتوں کی بدخلقی کی شکایت کی تو آپ
نے فرمایا ہمیں بھی ایسے حالات سے واسطہ پڑتا ہے یہاں تک کہ بعض دفعہ میں ضرورت
پوری کرنے کا خواہشمند ہوتا ہوں۔ تو وہ مجھے کہتی ہے کہ تو تو فلاں جگہ فلاں
کی نوجوان لڑکیوں کو دیکھنے کیلئے گیا تھا۔ آپ سے عبداللہ بن مسعود نے کہا،
آپ کیلئے یہی بات کافی ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے
پاس حضرت سارہ کے خلق کی شکایت کی تو آپ کو جواب دیا گیا کہ یہ ٹیڑھی پسلی
سے پیدا ہوئی ہے۔ جب تک آپ اس میں کوئی ایسی بات نہ دیکھیں جو دین
میں حرام ہو آپ اس کو اسی حالت میں رہنے دیں۔ آپ کا بیٹا آپ کے
پاس خوبصورت کپڑے پہن کر آیا تو آپ نے اُسے دُرّے سے مارا۔ یہاں تک
کہ وہ رو پڑا۔ پھر فرمایا میں نے دیکھا کہ غرور کے باعث یہ اپنے آپ کو بڑا
سمجھنے لگا ہے تو میں نے پسند کیا کہ اس کو چھوٹا بنا دوں۔ اور خطیب نے
بیان کیا ہے کہ حضرت عمر اور حضرت عثمان ایک مسئلہ میں اُلجھ پڑے۔ یہاں
تک کہ دیکھنے والے نے خیال کیا کہ اب کبھی یہ اکٹھے نہیں ہوں گے۔ مگر وہ
نہایت احسن اور خوبصورت طریق سے الگ ہوئے۔

اس باب میں حضرت عثمان کی خلافت کا تذکرہ ہوگا۔ نیز اس کے ساتھ حضرت عمر کے زمانہ اور اس کے اسباب و مقدمات کا ذکر ہوگا۔ آپ نے حج سے واپس آکر شہادت پائی۔

حاکم نے مسیب سے بیان کیا ہے کہ جب آپ منیٰ سے نکلے اور ابطح میں پڑاؤ کیا تو آپ نے لیٹ کر اور ہاتھ آسمان کی طرف اٹھا کر کہا اے اللہ میں عمر رسیدہ اور کمزور ہو چکا ہوں اور میری رعایا منتشر ہو چکی ہے۔ مجھے اس حالت میں موت دے دے۔ کہ نہ میں ضائع کرنے والا ہوں۔ اور نہ افراط کرنے والا۔ ابھی ذوالحجہ کا مہینہ نہیں گزرا تھا۔ کہ آپ شہید ہو گئے۔

آپ سے حضرت کعب نے کہا۔ مجھے تورات سے معلوم ہوا ہے کہ آپ شہید ہو کر مارے جائیں گے آپ نے فرمایا جزیرہ عرب میں رہتے ہوئے میرے نصیب میں شہادت کہاں ہو سکتی ہے؛ بخاری نے آپ سے روایت کی ہے کہ آپ نے کہا اے اللہ مجھے اپنے رستے میں شہادت عطا فرما اور میری موت تیرے رسول کے شہر میں ہو۔

حاکم نے بیان کیا ہے کہ آپ نے خطبہ میں فرمایا کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک مرغ نے مجھے ایک یا دو ٹھونگے مارے ہیں۔ اور میں سمجھتا

ہوں کہ میری موت آگئی ہے اور لوگ مجھے مشورہ دے رہے ہیں کہ میں خلیفہ مقرر کر دوں۔ اللہ تعالیٰ اپنے دین اور خلیفہ کو ضائع نہیں کرے گا اگر مجھے جلد موت آگئی تو ان چھ آدمیوں کے مشورہ سے خلافت کا معاملہ طے کر لینا جن سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم وفات کے وقت تک راضی تھے ایک آدمی نے آپ سے کہا آپ عبداللہ بن عمر کو خلیفہ کیوں نہیں مقرر کر دیتے۔ فرمایا، اللہ تیرا برا کرے تو نے خدا کی خوشنودی کی خاطر یہ بات نہیں کہی میں اس شخص کو خلیفہ مقرر کردوں جو طلاق بھی اچھی طرح نہیں دے سکتا۔ انہوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں اپنی بیوی کو حیض کے ایام میں طلاق دے دی تھی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر سے فرمایا اُسے حکم دو کہ وہ اس سے رجوع کرے۔

آپ نوجوان لڑکوں کو مدینے میں داخل ہونے کی اجازت نہیں دیا کرتے تھے۔ یہاں تک کہ مغیرہ بن شعبہ نے جو کوفہ کے گورنر تھے۔ آپ کو لکھا کہ ان کے پاس ایک نوجوان ہے جو لوگوں کے فائدے کے بہت سے اچھے کام جانتا ہے۔ جیسے آہن گری، نقاشی، تجارت اور چکی بنانا وغیرہ۔ آپ نے اُسے مدینہ میں داخلہ کی اجازت دے دی۔ اس کا نام ابولؤلؤ تھا اور وہ مجوسی تھا وہ حضرت عمر کے پاس شکایت لے کر آیا کہ اس سے زیادہ ٹیکس وصول کیا جاتا ہے۔ یعنی ہر روز چار درہم وصول کئے جاتے ہیں۔ آپ نے فرمایا تیرا ٹیکس کوئی زیادہ نہیں تو وہ غصے کی حالت میں واپس چلا گیا۔ اور لوگوں میں یہ بات پھیلا دی کہ وہ میرے سوا سب کے ساتھ انصاف کرتے ہیں۔ تھوڑے عرصے کے بعد حضرت عمر نے اُسے پیغام بھیجا اور فرمایا کیا میں تجھے نہ بتاؤں کہ تو کہتا ہے کہ اگر میں چاہوں تو ایسی چکی بناؤں جو ہوا سے پسائی کرے تو

اس نے ترش رو ہو کر حضرت عمر سے کہا، میں تیرے لئے ایسی چکی بناؤں گا جس کے بارے میں لوگ باتیں کیا کریں گے۔ جب وہ چلا گیا تو حضرت عمر نے اپنے اصحاب سے کہا اس غلام نے ابھی مجھے دھمکی دی ہے۔ اور واقعی وہ دھمکی تھی اس نے اپنے دل میں آپ کے قتل کی ٹھان لی۔ ایک خنجر بنایا اور اُسے تیز کیا اور اندھیرے میں مسجد کے ایک کونے میں چھپ گیا۔ جب حضرت عمر لوگوں کو نماز کے لئے جگانے کے واسطے نکلے آپ احرام سے پہلے لوگوں کو صفوں کو برابر کرنے کا حکم دیا کرتے تھے تو ابو لؤلؤ نے حضرت عمر کے قریب آکر اس خنجر سے آپ کے کندھے اور کولہے پر تین وار کئے۔ جس سے حضرت عمر گر پڑے آپ کے ساتھ تیرہ آدمی زخمی ہوئے۔ جن میں سے چھ آدمی مر گئے۔ ایک عراقی آدمی نے اس پہ کپڑا پھینکا۔ جب اس کا دم گھٹنے لگا تو اس نے خودکشی کرلی۔ حضرت عمر کو اٹھا کر ان کے گھر لے جایا گیا۔ سورج اس وقت چڑھنے ہی کو تھا حضرت عبدالرحمٰن بن عوف نے دو چھوٹی چھوٹی سورتیں پڑھ کر لوگوں کو نماز پڑھائی۔ اس کے بعد حضرت عمر کو نبیذ پلایا گیا جو زخم کے راستے باہر نکل گیا۔ لیکن پتہ نہ چلا پھر لوگوں نے آپ کو دودھ پلایا۔ وہ بھی زخم کے راستے خارج ہو گیا۔ لوگوں نے کہا کوئی فکر نہ کریں حضرت عمر نے فرمایا اگر قتل ہونا کوئی فکر کی بات ہے تو میں قتل ہو چکا ہوں۔ اس پہ لوگ آپ کی تعریف کرنے لگے۔ اور کہنے لگے کہ آپ اپنے مقام میں بے نظیر تھے آپ نے فرمایا، خدا کی قسم میں چاہتا ہوں کہ میں اس دنیا سے اس طرح نکلوں کہ میرے ذمے کسی کا کچھ نہ نکلے اور میں اپنے لئے کچھ نہیں چاہتا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میری سلامتی کا باعث ہو گی، حضرت ابن عباس نے آپ کی تعریف کی تو فرمایا اگر میرے پاس زمین کے پہاڑوں کے برابر سونا ہوتا تو میں اس

خوف پر قربان کر دیتا جو نمایاں ہو چکا ہے۔ آپ نے حضرت عثمان، حضرت علی، حضرت طلحہ، حضرت زبیر، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف اور سعد پر مشتمل ایک مجلس شوریٰ بنائی۔ اور حضرت صہیب کو لوگوں کو نماز پڑھانے کا حکم دیا۔ اور ان چھ آدمیوں کو تین دن کی مہلت دی آپ بدھ کے روز زخمی ہوئے جبکہ ۲۳ھ کے ذی الحجہ میں چار دن باقی رہتے تھے اور اتوار کے روز آپ کو دفن کیا گیا۔ اور صحیح روایت میں آیا ہے کہ آپ کی وفات کے روز سورج کو گرہن لگا[1] اور جنات[2] نے آپ پر نوحہ کیا۔ اور ایک روایت میں ہے کہ آپ نے کہا خدا کا شکر ہے کہ میری موت کسی مسلمان کے ہاتھ سے نہیں ہوئی۔ پھر آپ نے اپنے بیٹے عبداللہ سے فرمایا میرے قرض کا حساب کرو۔ حساب کے بعد آپ

---

[1] حضرت عمر کی وفات پر سورج گرہن کی روایت کو طبرانی نے عبدالرحمٰن بن یسار سے روایت کیا ہے۔ نورالہیثمی نے مجمع الزوائد میں کہا ہے۔ اس کے رجال ثقہ ہیں اور محب طبری نے حسن بن ابی جعفر سے ذکر کیا ہے۔ کہ زمین تاریک ہو گئی تھی اور بچے ماؤں کو پوچھتے تھے کہ کیا قیامت آگئی ہے تو وہ کہتی تھیں نہیں بیٹے۔ بلکہ عمر بن خطاب قتل ہو گئے ہیں۔ یہ ابن یسار کے بیان کا مفہوم ہے۔ ورنہ بخاری، مسلم، نسائی اور ابن ماجہ میں ہے۔ کہ سورج اور چاند کو کسی موت کی وجہ سے گرہن نہیں لگتا۔

[2] جنات کے نوحے کا تذکرہ ابن سعد نے سلیمان بن یسار سے بیان کیا ہے۔ اور حاکم نے مالک بن دینار سے بیان کیا ہے کہ انھوں نے تبالہ پہاڑ سے آواز سنی جو اشعار میں نوحہ کر رہی تھی۔

پر چھیاسی ہزار روپیہ قرض نکلا۔ فرمایا اگر آلِ عمر کا مال وفا کرے تو اس قرض کو ان کے اموال سے ادا کیا جائے۔ بصورت دیگر بنی عدی سے سوال کرو اگر ان کے مال سے بھی قرض پورا نہ ہو تو قریش سے پوچھو اور ام المومنین حضرت عائشہ کے پاس جاؤ اور عرض کرو کہ عمر اپنے دونوں دوستوں کے ساتھ دفن ہونے کی اجازت طلب کرتا ہے۔ حضرت عبداللہ نے جاکر پوچھا تو آپ نے فرمایا میں نے یہ جگہ اپنے لئے رکھی ہوئی تھی۔ مگر آج میں انہیں اپنے آپ پر ترجیح دیتی ہوں حضرت عبداللہ نے آکر بتایا کہ ام المومنین نے اجازت دے دی ہے تو آپ نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔ آپ سے کہا گیا کہ وصیّت کریں اور خلیفہ مقرّر کردیں تو آپ نے فرمایا کہ میں ان چھ آدمیوں سے بڑھ کر کسی کو خلافت کا حقدار نہیں سمجھتا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم وفات کے وقت تک ان سے راضی تھے پھر آپ نے ان چھ آدمیوں کے نام لئے پھر فرمایا عبداللہ بن عمر ان کے ساتھ میٹنگ میں حاضر ہوا کرے گا۔ مگر خلافت میں اس کا کوئی حصہ نہ ہوگا۔ اگر سعد خلیفہ بن جائے تو وہ اس کا اہل ہے ورنہ جو خلیفہ بنے وہ اس سے مدد لے۔ میں نے اُسے عجز اور خیانت کی وجہ سے معزول نہیں کیا۔ پھر فرمایا میں اپنے بعد ہونے والے خلیفہ کو اللہ کا تقویٰ اختیار کرنے اور مہاجرین و انصار اور اہل امصار سے نیک سلوک کرنے کی وصیت کرتا ہوں اس کے علاوہ وصیّت میں اور بھی اسی قسم کی باتیں تھیں۔ جب آپ وفات پا گئے۔ تو آپ کے جنازہ کو لے کر پیدل چلے تو حضرت عبداللہ بن عمر نے حضرت عائشہ کو سلام کیا اور کہا، عمر اجازت طلب کرتا ہے حضرت عائشہ نے فرمایا انہیں اندر لے آؤ، اندر لے جاکر آپ کو اپنے دوستوں کے پاس رکھ دیا گیا۔ جب آپ کے دفن سے فارغ ہو کر لوگ واپس ہوئے تو اکٹھے ہو گئے۔ حضرت عبدالرحمٰن

نے کہا تین آدمیوں کو خلافت کے معاملہ میں نامزد کر دو تو حضرت زبیر نے حضرت علی کا، حضرت سعد نے حضرت عبد الرحمٰن کا اور حضرت طلحہ نے حضرت عثمان کا نام لیا۔ پھر یہ تینوں الگ ہو گئے۔ تو حضرت عبد الرحمٰن نے کہا میں خلافت نہیں چاہتا تم دونوں میں سے کون اس امر سے بری ہونا چاہتا ہے اور ہم اسے اس کے سپرد کریں۔ خدا کی قسم وہ اور اسلام جو ان میں حقیقتاً افضل اور امت کی بہتری کا خواہاں ہے اسے دیکھیں گے۔ اس پر حضرت علی اور حضرت عثمان خاموش ہو گئے تو حضرت عبد الرحمٰن نے کہا یہ معاملہ میرے سپرد کر دو۔ علی خدا کی قسم میں تم میں سے افضل کے بارے میں کوتاہی نہیں کروں گا۔ انہوں نے کہا ہاں، آپ حضرت علی کو علیحدگی میں لے گئے۔ اور کہا آپ کو اسلام اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قرابت میں تقدم حاصل ہے۔ اگر میں آپ کو امیر بنالوں تو آپ عدل کریں گے اور اگر آپ پر امیر بنا دوں تو سمع و اطاعت کریں گے آپ نے جواب دیا ہاں۔ پھر آپ نے دوسرے آدمی کو علیحدگی میں یہی کچھ کہا جب دونوں سے پختہ عہد لے لیا تو آپ نے حضرت عثمان کی بیعت کرلی اور حضرت علی نے بھی آپ کی بیعت کی۔ حضرت عثمان کی بیعت حضرت عمر کی وفات کے تین رات بعد ہوئی۔ یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ لوگ ان ایام میں اکٹھے ہو کر حضرت عبد الرحمٰن سے مشورہ کرتے تھے۔ اور کوئی صاحب الرائے خلوت میں کسی کو حضرت عثمان کے برابر نہ سمجھتا تھا۔ جب حضرت عبد الرحمٰن نے بیعت کیلئے بیٹھے تو حمد و ثنا کے بعد فرمایا کہ لوگ حضرت عثمان کے سوا کسی کی بیعت کرنے کو تیار نہیں۔

اس روایت کو ابن عساکر نے بیان کیا ہے اور ایک روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا اے علی میں نے لوگوں میں نظر دوڑا کر دیکھا ہے

وہ کسی کو عثمان کے برابر نہیں سمجھتے ۔ آپ اپنے خلاف الزام نہ لیں پھر آپ نے حضرت عثمان کا ہاتھ پکڑ کر کہا ہم سنت اللہ، سنت الرسول اور آپ کے بعد آپ کے دونوں خلیفوں کی سنت پر آپ کی بیعت کرتے ہیں ۔ حضرت عبدالرحمٰن نے آپ کی بیعت کی اور انصار و مہاجرین نے بھی۔ ابن سعد نے حضرت انس سے بیان کیا ہے کہ حضرت عمر نے وفات سے ایک گھنٹہ قبل طلحہ انصاری کی طرف پیغام بھیجا کہ اصحاب شوریٰ کے گروپ کے ساتھ پچاس آدمی لے کر آجائیں۔ میرے خیال میں وہ ایک گھر میں اکٹھے ہوں گے ۔ آپ اپنے ساتھیوں سمیت اس گھر کے دروازے پر کھڑے ہو جائیں اور کسی کو اندر داخل نہ ہونے دیں اور تیسرا روز نہ گذرنے دیں کہ وہ اپنے میں سے ایک امیر بنا لیں اور مسند احمد میں ابو وائل سے روایت ہے کہ میں نے عبدالرحمٰن بن عوف سے کہا کہ تم نے علی کو چھوڑ کر عثمان کی بیعت کیسے کر لی ہے ۔ انہوں نے جواب دیا میرا اس میں کیا گناہ ہے میں نے علی سے آغاز کیا اور کہا کہ میں کتاب اللہ، سنت الرسول اور ابو بکر اور عمر کی سیرت پر آپ کی بیعت کرتا ہوں۔ انہوں نے کہا جس کی میں طاقت رکھوں ۔ پھر میں نے یہی بات عثمان پر پیش کی ۔ انہوں نے کہا ٹھیک ہے یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ عبدالرحمٰن نے خلوت میں عثمان سے کہا اگر میں آپ کی بیعت نہ کروں تو آپ مجھے کس کے متعلق مشورہ دیں گے انہوں نے کہا علی کے متعلق اور علی سے کہا اگر میں آپ کی بیعت نہ کروں تو آپ مجھے کس کی بیعت کا مشورہ دیں گے انہوں نے کہا عثمان کی بیعت کا ۔ پھر آپ نے زبیر کو بلا کر کہا اگر میں آپ کی بیعت نہ کروں تو آپ مجھے کس کی بیعت کا مشورہ دیں گے ۔ انہوں نے کہا علی یا عثمان کی بیعت کا ۔ پھر آپ نے سعد کو بلا کر کہا آپ مجھے کس کی بیعت کا مشورہ دیں گے ۔ میں اور آپ تو خلافت

چاہتے ہی نہیں ۔ انہوں نے کہا عثمان کی بیعت کا مشورہ دوں گا۔ پھر عبدالرحمٰن نے بڑے بڑے لوگوں سے مشورہ لیا تو اکثر کی خواہش کو حضرت عثمان کے حق میں پایا ۔ ابن سعد اور حاکم نے حضرت ابن مسعود سے بیان کیا ہے کہ جب حضرت عثمان کی بیعت ہوئی تو انہوں نے کہا جو باقی رہ گئے ہیں ان سے ہمارا امیر بہتر ہے اور ہمیں کوئی تکلیف بھی نہیں ہوئی ۔

ان سب روایات سے حضرت عثمان کی بیعت کی صحت اور صحابہ کا اس پر اجماع ثابت ہو گیا اور یہ بھی کہ اس بارے میں کوئی شبہ اور جھگڑا نہیں ہوا ۔ اور حضرت علی بھی جملہ بائعین میں شامل تھے ۔ اور آپ نے حضرت عثمان کی جو تعریف کی ہے وہ بیان ہو چکی ہے کہ آپ نے حضور کے ساتھ جنگیں کیں اور حدود کو آپ کی موجودگی میں قائم کیا ۔ ایسی بہت سی احادیث بیان ہو چکی ہیں جو آپکی خلافت پر دلالت کرتی ہیں ۔ کہ وہ حضرت عمر کی خلافت کے بعد ہو گی ۔ اس جگہ ان کے اعادہ کی ضرورت نہیں اور عثمانی خلافت ، حضرت عمر کی خلافت کی فرع ہے جو خلافت صدیق کی فرع ہے اور اجماع اور کتاب و سنت کے دلائل ابوبکر کی خلافت کی حقیقت پر قائم ہیں ۔ جس سے ان کا قیام خلافت عمر اور خلافت عثمان پر بھی لازم آتا ہے [1]

---

[1] باقلانی نے عبدالرحمٰن کے اس طریق کی صحت کے متعلق جو انہوں نے حضرت عثمان کی بیعت کیلئے اختیار کیا ۔ یہ استدلال کیا ہے کہ مسلمانوں نے جن کے پیشرو صحابہ تھے کئی دن کے مشورہ کے بعد ان کو امین بنانے پر رضامندی کا اظہار کیا ۔ عبدالرحمٰن عظیم اہل حل و عقد کے آدمیوں میں سے تھے ۔ اور وہ اپنی سبقت اور علم اور زہد فی الخلافۃ کی وجہ سے خلافت کے حقداروں میں سب سے زیادہ موزوں تھے ۔ اور لوگ انہیں

پس یہ بیعت درست اور خلافت برحق تھی ۔ جس پر کوئی اعتراض وارد نہیں ہوتا ۔

پسند کرتے تھے اور جب عثمان نے اس کی آواز بلند کی ۔ تو امت اس کی فرمانبردار ہو گئی اور خلافت کو اس کے لئے پسند کیا اور انہیں امیر المومنین کہہ کر خطاب کیا اس کے بعد کی جو باتیں بیان کی گئی ہیں وہ جھوٹ ہیں ۔ اور حضرت علی کا آپ کی بیعت کرنا اس طرح نہیں جیسے شیعہ کہتے ہیں ۔ کہ انہوں نے تقیہ سے ایسا کیا تھا یہ ایک باطنی چیز ہے ۔ جس سے ظاہر سے معلوم ہونیوالی چیز کو ترک نہیں کیا جا سکتا

آپ کے فضائل اور خوبیوں کے بیان میں
اس میں کئی فصلیں ہیں

فصل اوّل

آپ کے قبول اسلام اور ہجرت وغیرہ کے بارے میں

آپ قدیم الاسلام اور ان لوگوں میں شامل ہیں جنہیں حضرت صدیقؓ نے دعوت اسلام دی۔ آپ نے دو ہجرتیں کیں۔ پہلی حبشہ کی طرف اور دوسری مدینہ کی طرف۔ آپ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی حضرت رقیہ سے شادی کی۔ ان کی وفات جنگ بدر کے دنوں میں ہوئی۔ آپ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت سے ان کی تیمار داری کیلئے پیچھے رہ گئے تھے۔ آپ کے لئے جنگ بدر کے مال غنیمت سے حصہ مقرّر کیا گیا۔ اس لحاظ سے انہیں جنگ بدر میں شامل ہونے والوں میں شمار کیا جاتا ہے۔

جس روز حضرت رقیہ کو مدینہ میں دفن کیا گیا اسی روز ایک آدمی

مسلمانوں کی کامیابی کی خوشخبری لے کر آیا۔ پھر حضور علیہ السلام نے ان کی بہن ام کلثوم کو آپ کے ساتھ بیاہ دیا۔ حضرت ام کلثوم کی وفات ہجرت کے نویں سال میں ہوئی۔

علماء کہتے ہیں کہ کوئی آدمی نہیں جانتا کہ آپ کے سوا کسی اور آدمی کے ساتھ نبی کی دو بیٹیاں بیاہی گئی ہوں۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کو ذوالنورین کہتے ہیں۔ آپ سابقین الاوّلین اور اول المہاجرین میں سے ہیں۔ اور ان دس آدمیوں میں سے ایک ہیں۔ جن کے جنتی ہونے کی گواہی دی گئی ہے۔ اور ان چھ آدمیوں میں سے ایک ہیں جن سے وفات کے وقت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم راضی تھے اور آپ قرآن جمع کرنے والے صحابہ میں سے ایک ہیں۔ اور پہلے بیان ہو چکا ہے کہ حضرت صدیق نے بھی اُسے جمع کیا تھا۔ حضرت عثمان کو صرف یہ امتیاز حاصل ہے کہ آپ نے اسے مصحف میں موجودہ معروف ترتیب میں جمع کیا ہے۔ اور حضور علیہ السلام نے آپ کو غزوۂ ذات الرقاع اور غطفان میں مدینہ پر امیر مقرر فرمایا تھا۔

ابن اسحاق کہتے ہیں کہ آپ حضرت ابوبکر، حضرت علی اور حضرت زید بن حارثہ کے بعد سب سے پہلے اسلام قبول کرنے والے تھے۔ اور بے حد خوبصورت تھے۔

ابن عساکر نے حضرت اسامہ بن زید سے بیان کیا ہے کہ حضور علیہ السلام نے مجھے گوشت کی ایک پلیٹ دے کر حضرت عثمان کے گھر بھیجا۔ میں اندر گیا تو دیکھا کہ حضرت رقیہ بیٹھی ہوئی ہیں۔ میں ایک دفعہ حضرت رقیہ کے چہرے کی طرف اور دوسری دفعہ حضرت عثمان کے چہرے کی طرف دیکھنے لگا جب میں واپس آیا تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے پوچھا تو

ان دونوں کے پاس اندر گیا تھا میں نے کہا ہاں! فرمایا کیا تو نے ان دونوں سے خوبصورت جوڑا دیکھا ہے۔ میں نے کہا یا رسول اللہ نہیں۔

اور ابن سعد نے بیان کیا ہے کہ جب آپ اسلام لائے تو آپ کے چچا حکم بن ابی العاص بن امیہ نے آپ کو پکڑ کر مضبوطی سے باندھ دیا۔ اور کہا تو اپنے آباؤ اجداد کے دین کو چھوڑ کر نئے دین کو قبول کرتا ہے۔ جب تک تو اس دین کو نہیں چھوڑے گا اس وقت تک میں تجھے رہا نہیں کروں گا۔ حضرت عثمان نے جواب دیا خدا کی قسم میں اسے نہ چھوڑوں گا۔ اور نہ اس سے الگ ہوں گا۔ جب حکم نے دین میں آپ کی پختگی کو دیکھا تو چھوڑ دیا۔ اور ابو یعلی نے حضرت انس سے بیان کیا ہے کہ اپنے اہل و عیال کے ساتھ ہجرت کرنیوالوں میں حضرت عثمان سب سے پہلے آدمی ہیں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ ان دونوں کے ساتھ ہو۔

حضرت لوط علیہ السلام کے بعد حضرت عثمان پہلے آدمی ہیں جنہوں نے اپنے اہل کے ساتھ ہجرت کی۔ اور ابن عدی نے حضرت عائشہ سے بیان کیا ہے کہ جب حضور علیہ السلام نے اپنی صاحبزادی حضرت ام کلثوم کو حضرت عثمان کی زوجیت میں دیا تو اسے فرمایا کہ تیرا خاوند تیرے دادا حضرت ابراہیم علیہ السلام اور تیرے باپ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے بہت مشابہ ہے۔

آپ کے فضائل کے بیان میں

آپ کے فضائل کا تذکرہ حضرت ابوبکر کے فضائل کی احادیث میں گذر چکا ہے اور کچھ ایسی احادیث بھی بیان ہو چکی ہیں جو آپ کی خلافت پر دلالت کرتی ہیں۔ آپ کو حضرت عمر کے بعد خلافت ملی۔ ان میں ایک حدیث یہ بھی ہے کہ شیخین کے بعد آپ کا تمام امت کے ساتھ وزن کیا گیا تو آپ اس کے برابر ٹھہرے۔ اس کے بعد ترازو اٹھا دیا گیا۔

۱:۔ شیخین نے حضرت عائشہ سے بیان کیا ہے کہ حضور علیہ السلام نے حضرت عثمان کے آنے پر اپنے کپڑے سمیٹ لئے اور فرمایا کیا میں اس شخص سے حیا نہ کروں جس سے فرشتے بھی حیا کرتے ہیں۔

۲:۔ ابونعیم نے حلیہ میں حضرت ابن عمر سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میری امت میں عثمان حیا کے اختیار کرنے میں سب سے سخت ہیں۔

۳:۔ خطیب نے حضرت ابن عباس سے اور ابن عساکر نے حضرت عائشہ سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالے نے مجھے بذریعہ وحی خبر دی ہے کہ میں اپنی دو اچھی بیٹیوں یعنی رقیہ اور ام کلثوم کو عثمان سے بیاہ دوں۔

۴: ۔ احمد اور مسلم نے حضرت عائشہ سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ عثمان ایک حیا دار آدمی ہے ۔ میں ڈرا کہ اگر میں نے اسی حالت میں اُسے اندر آنے کی اجازت دے دی تو وہ اپنی ضرورت پوری نہ کر سکے گا ۔[1]

۵: ۔ احمد اور مسلم نے حضرت عائشہ سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ وسلم نے فرمایا ہے کہ کیا میں اس شخص سے حیا نہ کروں جس سے فرشتے بھی حیا کرتے ہیں ۔

۶: ۔ ابن عساکر نے حضرت ابوہریرہ سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ عثمان بڑا حیا دار ہے ۔ یہاں تک کہ فرشتے بھی اس سے حیا کرتے ہیں ۔

۷: ۔ ابونعیم نے حضرت ابن عمر سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ عثمان میری امت کا سب سے زیادہ حیا دار اور کریم آدمی ہے ۔

---

[1] حضور علیہ السلام حضرت عائشہ کے بستر پہ چادر اوڑھ کر پہلو کے بل لیٹے ہوئے تھے آپ نے اسی حالت میں حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کو اندر آنے کی اجازت دیدی مگر جب حضرت عثمان نے اجازت طلب کی تو آپ اُٹھ کر بیٹھ گئے ۔ اور اپنے کپڑوں کو درست کیا اور حضرت عائشہ کو بھی ارشاد فرمایا کہ اپنے کپڑوں کو درست کر لیں اس کے بعد آپ نے حضرت عثمان کو اندر آنے کی اجازت دی ۔ حضرت عائشہ نے پوچھا کہ آپ حضرت عثمان سے اس قدر کیوں گھبرائے تھے تو آپ نے انہیں یہ حدیث سنائی ۔

۸ :- ابونعیم نے حضرت ابی امامہ سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اس امت کے نبی کے بعد عثمان بن عفان سب سے زیادہ حیا دار ہے۔

۹ :- ابویعلی نے حضرت عائشہ سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ عثمان حیادار اور پردہ پوش آدمی ہے۔ اور فرشتے بھی اس سے حیا کرتے ہیں۔

۱۰ :- طبرانی نے حضرت انس سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ حضرت لوط کے بعد عثمان پہلے آدمی ہیں جنہوں نے خدا کی خاطر اپنے اہل سمیت ہجرت کی۔

۱۱ :- ابن عدی اور ابن عساکر نے حضرت ابن عمر سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ہم حضرت عثمان کو صرف حضرت ابراہیم علیہ السلام سے تشبیہہ دیتے ہیں۔

۱۲ :- طبرانی نے ام عیاش سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے عثمان کے ساتھ ام کلثوم کی شادی آسمانی وحی کے مطابق کی ہے[1]

۱۳ :- ابن ماجہ نے حضرت ابوہریرہ سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان سے فرمایا اے عثمان یہ جبریل ہیں جو مجھے بتا رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ام کلثوم کو رقیہ کے مہر کے مثل پر تیری زوجیت

---

[1] طبرانی نے اس حدیث کو الکبیر اور الاوسط میں بیان کیا ہے۔ نورالہیثمی کہتے ہیں کہ اس کی اسناد حسن ہے جیسا کہ اس کے شواہد کو پہلے بیان کیا جا چکا ہے۔

میں دیا ہے۔ اور اس کے ساتھ سلوک بھی ویسا ہی کرنا ہو گا

۱۴ :۔ احمد، ترمذی، ابن ماجہ اور حاکم نے حضرت عائشہ سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان سے فرمایا کہ ! اے عثمان اللہ تعالیٰ تجھے ایک قمیص پہنائے گا۔ اگر منافقین اس کے اتارنے کا ارادہ کریں تو اُسے نہ اتارنا۔ یہاں تک کہ تو مجھے آ ملے۔

یہ حدیث ان احادیث میں سے ہے جو ظاہری طور پر آپ کی خلافت کی حقیقت پر واضح دلالت کرتی ہیں۔ حدیث میں قمیص سے کنایۃً خلافت الٰہیہ مراد لی گئی ہے۔

۱۵ :۔ ابو یعلیٰ نے حضرت جابر سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ عثمان بن عفان دنیا و آخرت میں میرا دوست ہے

۱۶ :۔ ابن عساکر نے حضرت جابر سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ عثمان جنتی ہے۔

۱۷ :۔ ابن عساکر نے حضرت ابو ہریرہ سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ہر نبی کا اس کی اُمت سے ایک خلیل ہوتا ہے اور میرا خلیل عثمان بن عفان ہے

حضرت صدیق کے فضائل کی احادیث میں اس قسم کی حدیث حضرت صدیق کے حق میں بھی بیان ہوئی ہے اور یہ اس مشہور روایت کے منافی نہیں۔ جس میں یہ ذکر ہے کہ اگر میں اپنے رب کے علاوہ کسی کو خلیل بناتا تو ابوبکر کو بناتا۔

۱۸ :۔ ترمذی نے حضرت طلحہ سے اور ابن ماجہ نے حضرت ابو ہریرہؓ سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر نبی کا جنت میں ایک

رفیق ہوتا ہے اور جنت میں میرا رفیق عثمان ہے۔

۱۹:۔ ابن عساکر نے حضرت ابن عباس سے بیان کیا ہے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ عثمان کی شفاعت سے ستّر ہزار ایسے آدمی جنت میں بلاحساب داخل ہوں گے جو آگ کے مستحق ہو چکے ہوں گے۔

۲۰:۔ طبرانی نے حضرت زید بن ثابت سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت عثمان اور حضرت رقیہ اور لوط علیہ السلام کی ہجرت کے درمیان کوئی فرق نہیں۔

۲۱:۔ بخاری نے ابو عبدالرحمٰن السلمی سے بیان کیا ہے کہ جب حضرت عثمان محصور ہو گئے تو آپ نے محاصرین کو اوپر سے جھانک کر فرمایا، میں تمہیں اللہ تعالیٰ اور اصحابِ النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں کیا تمہیں اس بات کا علم نہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جس نے جیش العسرۃ کو تیار کیا وہ جنتی ہوگا تو میں نے اُسے تیار کیا۔ کیا تم نہیں جانتے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو رومہ کے کنوئیں کو کھدوائے گا وہ جنتی ہے تو میں نے اُسے کھدوایا تو آپ کے قول کی سب نے تصدیق کی۔

۲۲:۔ ترمذی نے عبدالرحمٰن بن خباب سے بیان کیا ہے کہ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جیش العسرۃ کی تیاری کی ترغیب دے رہے تھے، اسوقت میں آپ کے پاس تھا تو عثمان بن عفان نے کہا یا رسول اللہ ایک سو اونٹ عرق گیروں اور پالانوں سمیت خدا کی راہ میں دیتا ہوں۔ پھر آپ نے ترغیب دلائی تو حضرت عثمان نے کہا یا رسول اللہ دو سو اونٹ مع عرق گیروں اور پالانوں کے خدا کی راہ میں دیتا ہوں آپ نے پھر ترغیب دلائی تو حضرت

عثمان نے کہا یا رسول اللہ تین سو اونٹ مع عرق گیروں اور پالانوں کے خدا
کی راہ میں دیتا ہوں اس کے بعد حضور علیہ السلام منبر سے اُتر پڑے اور فرمایا
عثمان اس کے بعد جو چاہے کرے اُسے کوئی حرج نہیں

۲۳ :۔ ترمذی اور حاکم نے بیان کیا ہے اور اسے عبدالرحمٰن بن سمرۃ سے
صحیح قرار دیا ہے کہ حضور علیہ السلام جب جیش العسرۃ کی تیاری فرما رہے تھے
تو حضرت عثمان ایک ہزار دینار لے کر آئے اور آپ کے حجرہ میں انہیں بکھیر
دیا۔ حضور علیہ السلام انہیں الٹنے پلٹنے لگے پھر فرمایا عثمان آج کے بعد جو کام
کرے گا۔ اس کا اُسے کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔

۲۴ :۔ ترمذی نے حضرت انس سے بیان کیا ہے کہ جب حضور علیہ السلام
نے بیعت الرضوان کا ارشاد فرمایا اس وقت حضرت عثمان، حضور علیہ السلام
کے ایلچی بن کر مکہ گئے ہوئے تھے۔ لوگوں نے بیعت کر لی تو حضور علیہ
السلام نے فرمایا عثمان خدا اور اس کے رسول کی حاجت میں لگا ہوا ہے
تو آپ نے اپنے ایک ہاتھ کو دوسرے ہاتھ پر مارا تو حضور علیہ السلام کا
دست مبارک حضرت عثمان کے لئے دوسرے لوگوں کے ہاتھوں سے
بہتر تھا۔ اور حاجت کے لفظ کو اللہ کی طرف منسوب کرنا استعارہ اور
تمثیل کے طور پر ہے جیسا کہ علم بیان میں طے ہو چکا ہے۔

۲۵ :۔ ترمذی نے حضرت ابن عمر سے بیان کیا ہے کہ حضور علیہ السلام نے
ایک فتنے کا ذکر کیا اور فرمایا اس میں عثمان مظلوم ہونے کی حالت میں مارا
جائے گا۔

۲۶ :۔ ترمذی، ابن ماجہ اور حاکم نے بیان کیا ہے اور اسے کعب
بن مرہ سے صحیح قرار دیا ہے وہ کہتے ہیں۔ کہ میں نے رسول کریم صلی اللہ

علیہ وسلم کو ایک قریبی فتنے کا ذکر کرتے سنا تو ایک آدمی گذرا جو کپڑے سے منہ ڈھانپے ہوئے تھا آپ نے فرمایا اس وقت یہ شخص ہدایت پر ہوگا میں اُٹھ کر اس آدمی کی طرف گیا تو وہ عثمان بن عفان تھے میں نے آپ کی طرف اپنا منہ کر کے پوچھا یہ شخص، فرمایا ہاں۔

۲۷:۔ ترمذی نے حضرت عثمان سے بیان کیا ہے۔ کہ انہوں نے یوم الدار کو فرمایا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے عہد لیا ہوا ہے اور میں اس پر مضبوطی سے قائم ہوں آپ نے اس بیان میں اس گذشتہ حدیث کی طرف اشارہ کیا ہے جس میں آیا ہے کہ اللہ تعالٰے تجھے ایک قمیص پہنائے گا اگر منافقین اُسے اتارنے کا ارادہ کریں تو اُسے نہ اتارنا یہاں تک کہ تو مجھے آملے۔

۲۸:۔ حاکم نے حضرت ابوہریرہ سے بیان کیا ہے کہ حضرت عثمان نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دو دفعہ جنّت خریدی ہے۔ ایک دفعہ رومہ کے کنوئیں کو کھود کر اور دوسری دفعہ جیش العسرۃ کو تیار کر کے۔

۲۹:۔ ابن عساکر نے حضرت ابوہریرہ سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میرے صحابہ میں سے عثمان خلق میں میرے سب سے زیادہ مشابہ ہے۔

۳۰:۔ طبرانی نے عصمتہ بن مالک سے بیان کیا ہے کہ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ بیٹی جو حضرت عثمان سے بیاہی ہوئی تھی فوت ہوگئی تو آپ نے فرمایا عثمان کو بیاہ دو اگر میری تیسری بیٹی ہوتی تو میں عثمان کو بیاہ دیتا اور میں نے آسمانی وحی کے مطابق اس سے بیٹی کی شادی کی ہے۔

۳۱:۔ ابن عساکر نے حضرت علی سے بیان کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت عثمان سے یہ فرماتے سُنا اگر میری چالیس بیٹیاں ہوتیں تو میں ایک کے بعد ایک تمہارے ساتھ بیاہ دیتا یہاں تک کہ ان میں سے ایک بھی باقی نہ رہتی۔

۳۲ :۔ ابن عساکر نے حضرت زید بن ثابت سے بیان کیا ہے، وہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سُنا کہ عثمان میرے پاس سے گزرے اور ایک فرشتہ میرے پاس تھا اس نے کہا یہ شہید ہے۔ جس کی قوم اسے قتل کر دے گی۔ ہم اس سے حیا کرتے ہیں

۳۳ :۔ ابو یعلیٰ نے حضرت بن عمر سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ فرشتے عثمان سے اسی طرح حیا کرتے ہیں جیسے اللہ اور اس کے رسول سے کرتے ہیں

ابن عساکر نے حضرت حسن سے بیان کیا ہے کہ ان کے پاس حضرت عثمان کی حیا کا ذکر کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ اگر وہ گھر کے اندر ہوں اور دروازہ بھی بند ہو اور وہ نہانے کیلئے کپڑے اتاریں تو حیا کی وجہ سے وہ کمر سیدھی نہیں کر سکتے تھے۔

۳۴ :۔ ابن عدی اور ابن عساکر نے حضرت انس کی حدیث سے مرفوعاً بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے پاس ایک تلوار ہے جو اس نے عثمان کی زندگی تک نیام میں بند کی ہوئی ہے۔ جب عثمان قتل ہو جائے گا تو وہ اس تلوار کو بے نیام کر دے گا۔ اور پھر اسے قیامت تک نیام میں نہیں کرے گا۔

اس حدیث میں عمرو بن فائد متفرد ہے۔ جس کی منکر احادیث بھی ہیں۔

آپ کے کارناموں، روشن فضائل، شہادت، مظلومیت اور فتنے میں ہدایت پر ہونیکے بیان میں

حضور علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ عثمان مظلوم ہونے کی حالت میں قتل ہوں گے۔ اس حدیث کو بغوی نے المصابیح من الحسان میں بیان کیا ہے اور ترمذی نے حسن غریب کہا ہے۔ احمد نے اسے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے مطابق آپ نے گھر میں شہادت پائی۔ آپ کے آگے قرآن پاک پڑا ہوا تھا اور آپ کا خون اس آیت پر گرا۔ فسیکفیکھم اللّٰہ وھو السمیع العلیم۔

اور الشفاء میں ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ عثمان قرآن پاک کی تلاوت کے دوران شہید ہوں گے۔ اور خدا تعالیٰ اُسے عنقریب ایک قمیص پہنائے گا۔ اور لوگ اُسے اتارنے کے خواہاں ہوں گے۔ اور اس کا خون خدا تعالیٰ کے اس قول پر رواں ہوگا۔ فسیکفیکھم اللّٰہ وھو السمیع العلیم۔

اور حاکم نے حضرت ابن عباس کے الفاظ میں اس طرح بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے عثمان تو سورہ بقرہ پڑھتے ہوئے قتل ہوگا اور تیرے خون کا قطرہ فسیکفیکھم اللّٰہ

پر گرے گا۔ لیکن الذہبی کہتے ہیں یہ حدیث موضوع ہے یعنی تو پڑھتا ہو گا سے آخر تک، لیکن وہ اخبار جن میں اصل قتل کا ذکر ہے وہ صحیح ہیں جیسا کہ بہت سی احادیث میں اس کا ذکر آیا ہے۔ جیسا کہ کنوئیں والی حدیث میں جو پہلے بیان ہو چکی ہے۔ اور ابو بکر کے فضائل میں آئی ہے۔ اور اس حدیث صحیح میں جس میں حضور علیہ السلام فتنے کا ذکر کیا ہے کہ ایک آدمی آپ کے پاس سے گزرا تو آپ نے فرمایا یہ مظلوم ہونے کی حالت میں قتل ہو گا۔ اس حدیث کے راوی حضرت ابن عمر کہتے ہیں میں نے دیکھا تو وہ عثمان تھے۔ آپ ۳۵ھ کے ایام التشریق کے وسط میں قتل ہوئے۔ اور حضرت زبیر نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی آپ نے ان کو جنازہ پڑھانے کے متعلق وصیت کی تھی آپ بقیع میں حش کوکب میں مدفون ہوئے۔ آپ پہلے شخص ہیں جو اس جگہ دفن ہوئے یہ بھی کہا گیا ہے کہ آپ ۱۸ ذوالحجہ کو جمعہ کے روز شہید ہوئے۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ذوالحجہ میں چھ دن باقی رہتے تھے۔ آپ کی عمر ۸۲ سال تھی۔ اس میں بہت اختلاف ہے۔

ابن عساکر نے ایک جمعیت سے بیان کیا ہے کہ آپ کا قاتل ایک نیلے اور سرخ رنگ کا مصری ہے جسے حمار کہتے ہیں۔ اور احمد نے حضرت مغیرہ بن شعبہ سے بیان کیا ہے کہ محاصرہ کی حالت میں میں آپ کے پاس گیا۔ محاصرہ کا بیان آئندہ باب میں آئے گا۔ اور آپ سے کہا۔ آپ عامۃ الناس کے امام ہیں اور جو مصیبت آپ پر نازل ہو چکی ہے آپ اُسے دیکھ رہے ہیں۔ میں آپ کے سامنے تین باتیں پیش کرتا ہوں ان میں سے آپ جو بات چاہیں اختیار کر لیں۔ ان میں

سے ایک یہ ہے کہ آپ باہر نکل کر ان کا مقابلہ کریں۔ آپ کے پاس بیشمار آدمی اور طاقت ہے۔ پھر آپ حق پر ہیں اور وہ باطل پر ہیں۔ یا آپ کسی دوسرے دروازے سے باہر نکل کر اپنی سواری پر بیٹھ کر مکہ چلے جائیں۔ وہ آپ کے خون کو ہرگز مباح نہ سمجھیں گے نیز آپ وہاں کے رہنے والے بھی ہیں۔ یا آپ شام چلے جائیں وہ شامی ہیں اور ان میں امیر معاویہ بھی ہیں۔ حضرت عثمان نے جواب دیا یہ بات کہ میں باہر نکلے کر جنگ کروں۔ میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آپکی اُمت میں خونریزی کرنے والا پہلا جانشین نہیں بننا چاہتا۔ اور یہ کہ مکہ چلا جاؤں۔ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سُنا ہے کہ قریش میں ایک آدمی کجروی کر کے مکہ چلا جائے گا۔ اس پر نصف دنیا کا عذاب ہوگا۔ میں وہ شخص ہرگز نہیں بنوں گا۔ اور یہ کہ میں شام چلا جاؤں۔ میں اپنی ہجرت گاہ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پڑوس کو ہرگز نہیں چھوڑوں گا۔

ابن عساکر نے ابو ثور الفہری سے بیان کیا ہے کہ میں محاصرہ کی حالت میں حضرت عثمان کے پاس گیا۔ تو آپ نے فرمایا میں نے اپنے رب کے پاس دس باتیں پوشیدہ رکھی ہوئی ہیں۔ میں اسلام میں چوتھا آدمی ہوں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیٹی میرے نکاح میں دی وہ فوت ہوگئی تو آپ نے اپنی دوسری بیٹی میرے نکاح میں دے دی۔ میں نے نہ کبھی گانا گایا اور نہ اس کی تمنّا کی اور جب سے میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت کی ہے۔ اس وقت سے اپنا دایاں ہاتھ اپنی شرمگاہ پر نہیں رکھا اور جب سے میں اسلام

لایا ہوں اس وقت سے ایک جمعہ بھی ایسا نہیں گذرا۔ جس میں میں نے غلام آزاد نہ کیا ہو۔ سوائے اس کے کہ میرے پاس آزاد کرنے کو کوئی چیز نہ ہو۔ یعنی میں نے تقریباً دو ہزار چار سو غلام آزاد کئے ہیں اور نہ ہی میں نے جاہلیت اور اسلام میں زنا کاری اور چوری کا ارتکاب کیا ہے اور میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں قرآن جمع کیا ہے

ابن عساکر نے زید بن ابی حبیب سے بیان کیا ہے کہ مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ اس قافلے کے عام لوگوں کو جنون ہو گیا تھا جنہوں نے حضرت عثمان پر چڑھائی کی تھی۔

ابن عساکر نے حذیفہ سے بیان کیا ہے کہ پہلا فتنہ عثمان کا قتل اور آخری فتنہ خروج دجال ہے۔ اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے وہ شخص جس کا دل حضرت عثمان کے قتل کو ایک رائی کے دانے کے برابر بھی پسند کرتا ہے وہ دجال کا پیروکار بنے بغیر نہ مرے گا۔ اگر وہ دجال کا زمانہ پالے تو ٹھیک اگر نہ پائے تو اپنی قبر میں بھی اس پر ایمان لائے گا اور حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ اگر لوگوں نے خون عثمان کا مطالبہ نہ کیا تو ان پر آسمان سے سنگباری کی جائے گی۔ ایسے ہی ابن عساکر نے حضرت حسن سے بیان کیا ہے کہ حضرت عثمان قتل ہو گئے اور حضرت علی اپنی زمین میں گئے ہوئے تھے جب آپ کو خبر پہنچی تو آپ نے فرمایا اے اللہ میں اس بات میں راضی نہ تھا اور نہ ہی میری یہ آرزو تھی۔

حاکم نے بیان کیا ہے اور اسے قیس بن عبادہ سے صحیح قرار دیا ہے وہ کہتے ہیں میں نے حضرت علی کو جنگ جمل کے روز کہتے سنا اے

اللہ میں تیرے پاس خونِ عثمان سے برأت کا اظہار کرتا ہوں ۔ جس روز عثمان قتل ہوئے میری عقل جاتی رہی ۔ اور میں اپنی جان کو بھول گیا لوگ میرے پاس بیعت کے لئے آئے تو میں نے کہا خدا کی قسم مجھے اس قوم کی بیعت لینے سے شرم محسوس ہوتی ہے ۔ جس نے عثمان کو قتل کیا ہے اور مجھے اللہ تعالیٰ سے بھی شرم محسوس ہوتی ہے کہ میں عثمان کے دفن ہونے سے پہلے بیعت لوں ۔ پس وہ لوگ واپس چلے گئے ۔ جب لوگ لوٹ کر آئے تو انہوں نے مجھ سے بیعت کے متعلق پوچھا تو میں نے کہا اے اللہ میں جو اقدام کرنے والا ہوں اس سے مجھے خوف آتا ہے ۔ پھر مجھے عزیمت حاصل ہو گئی تو میں نے بیعت لی ۔ لوگوں نے مجھے امیر المومنین کہا تو مجھے یوں معلوم ہوا کہ میرا دل ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا ہے تو میں نے کہا اے اللہ مجھ سے عثمان کا بدلہ لے لے تاکہ تو راضی ہو جائے ۔

ابن عساکر نے ابو خلدۃ الحنفی سے بیان کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ اس نے حضرت علیؑ کو کہتے سنا کہ بنی امیہ کا خیال ہے کہ میں نے عثمان کو قتل کیا ہے اس خدا کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں ۔ نہ میں نے اسے قتل کیا ہے اور نہ کبھی ایسی آرزو کی ہے میں نے تو انہیں منع کیا مگر انہوں نے میری بات ماننے سے انکار کر دیا ۔

اور ابن عساکر نے سمرۃ سے بیان کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ اسلام ایک مضبوط قلعے میں تھا انہوں نے عثمان کو قتل کر کے اسلام میں ایک عظیم شگاف پیدا کر دیا ہے جو قیامت تک پر نہ ہو سکے گا ۔

عبدالرزاق نے بیان کیا ہے کہ حضرت عبداللہ بن سلام حضرت عثمان کا محاصرہ کرنے والوں کے پاس آئے اور کہنے لگے عثمان کو قتل نہ

کرنا۔ خدا کی قسم جو شخص اسے قتل کرے گا وہ اللہ تعالیٰ کو اس حال میں ملے گا کہ اس کے ہاتھ پاؤں کٹے ہوئے ہوں گے وہ اس کی راہنمائی نہیں کریگا اور خدا کی تلوار ہمیشہ سے نیام میں تھی۔ خدا کی قسم اگر تم نے اُسے قتل کر دیا تو خدا تعالیٰ اس تلوار کو بے نیام کر دے گا اور کبھی اسے تمہارے متعلق نیام میں نہیں کرے گا اور کوئی نبی قتل نہیں ہوا۔ مگر اس نے اس کے بدلہ میں ستّر ہزار آدمی قتل کئے۔ اور کوئی خلیفہ قتل نہیں ہوا۔ مگر اس نے ان کے اتفاق سے پہلے ۲۵ ہزار آدمی قتل کئے۔

ابن عساکر نے عبدالرحمٰن المہدی سے بیان کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ حضرت عثمان میں دو باتیں ایسی تھیں جو حضرت ابوبکر اور حضرت عمر میں بھی نہ تھیں۔ اپنے متعلق اس حد تک صبر کہ قتل ہو گئے اور لوگوں کو قرآن کریم پر جمع کرنا۔

ابونعیم نے الدلائل میں حضرت ابن عمر سے بیان کیا ہے کہ حضرت عثمان خطبہ دے رہے تھے کہ جہجاء الغفاری نے آپکے ہاتھ سے عصا پکڑ کر اور اُسے اپنے گھٹنے پر رکھ کر توڑ دیا۔ ابھی اس بات پر ایک سال بھی نہ گذرا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی ٹانگ میں ایسا کیڑا پیدا کیا جو اس کی ٹانگ کو کھا گیا جس سے وہ مر گیا۔

تتمہ :۔ خوارج آپ سے کئی باتوں کی وجہ سے ناراض ہیں۔ مگر آپ ان سے بری ہیں۔ ان میں سے ایک یہ ہے کہ آپ نے اکابر صحابہ کو ان کے کاموں سے معزول کر کے اپنے اقارب میں سے کم تر آدمیوں کو انکی جگہ مقرر کیا جیسے ابوموسیٰ اشعری کو بصرہ سے عمرو بن العاص کو مصر سے عمار بن یاسر کو کوفہ سے ایسے ہی مغیرہ بن شعبہ کو اور اسی طرح ابن مسعود کو مدینہ بھجوا دیا

جواب: آپ نے یہ سب کچھ مجبوری کے باعث کیا۔ ابوموسیٰ کے متعلق ان کے لشکر نے بخل کی شکایت کی اور کوفہ کا لشکر اس پر ناراض تھا۔ انہوں نے حضرت عمر کے حکم کی وجہ سے ہرمز کی فتح تک اس کی اطاعت کا حکم دیا۔ انہوں نے ہرمز کو فتح کیا اور وہاں کی عورتوں اور بچوں کو گالیاں دیں۔ جب آپ کو یہ خبر پہنچی تو آپ نے فرمایا میں نے انہیں امن دیا تھا انہوں نے حضرت عمر کو لکھا آپ نے اُسے حلف اٹھانے کا حکم دیا تو اس نے حلف اٹھایا آپ نے جو کچھ ان سے لیا تھا اس کے واپس کرنے کا حکم دیا انہوں نے یہ بات حضرت عمر تک پہنچائی تو آپ اس پر ناراض ہوئے اور فرمایا اگر ہمیں کوئی ایسا آدمی مل جاتا جو تیرے کام میں ہمیں کفایت کرتا تو ہم تجھے معزول کر دیتے جب حضرت عمر فوت ہو گئے تو دونوں لشکر اس پر غضب ناک ہو گئے۔ حضرت عثمان نے فتنہ کے خوف سے اُسے معزول کر دیا اور عمرو بن العاص کے متعلق مصری کثرت سے شکایات کرتے تھے۔ اسی وجہ سے حضرت عمر نے انہیں معزول کر دیا تھا جب انہوں نے ان کی شکایات کا ازالہ کر دیا تو آپ نے دوبارہ انہیں وہیں مقرر کر دیا۔ پھر ان کی جگہ ابن ابی سرح کو مقرر کیا۔ اگرچہ یہ صاحب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں مرتد ہو گئے تھے۔ فتح مکہ کے روز اسلام لانے اور انہیں اصلاح کرنے کی وجہ سے آپ کا خون معاف کر دیا گیا بلکہ ان کی حکومت میں بعض قابل تعریف باتیں بھی ہوئیں۔ جیسے ان علاقوں میں بہت سے قبائل کو فتح کرنا اور ان کے لئے یہ فخر ہی کافی ہے کہ عبداللہ بن عمرو بن العاص کثیر صحابہ کی طرح ان کے جھنڈے تلے جنگ کرتے رہے بلکہ صحابہ نے انہیں عمرو بن العاص سے زیادہ سیاستدان اور خوبیوں والا پایا۔ جب عثمان

قتل ہوئے تو انہوں نے مشرکین سے جنگ کے بعد کسی مسلمان سے جنگ
نہیں کی۔ عمار کو حضرت عثمان نے نہیں حضرت عمر نے معزول کیا تھا
مغیرہ کے متعلق حضرت عثمان کو بتایا گیا کہ اس نے رشوت لی ہے جب
حضرت عثمان نے دیکھا کہ وہ اس بات پر بضد ہیں تو آپ نے ان کے
معزول کرنے میں مصلحت سمجھی اگرچہ وہ لوگ ان کے متعلق جھوٹ بول
رہے تھے۔

اور ابن مسعود حضرت عثمان پر بہت ناراض تھے آپ نے ان
کو معزول کرنے میں مصلحت سمجھی اور مجتہد پر اجتہادی امور میں اعتراض
نہیں کیا جا سکتا۔ لیکن یہ معترضین اور لعنت کرنے والے تو عقل و فہم
سے بالکل کورے تھے۔

ایک اعتراض آپ پر یہ کیا جاتا ہے کہ آپ نے اپنے اقارب
کو بہت سا مال دے کر بیت المال میں اسراف سے کام لیا ہے۔ مثلاً
حکم کو آپ نے مدینہ واپس بلالیا۔ حالانکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے
اسے طائف جلا وطن کر دیا ہوا تھا اور اپنے کاتب مروان کو ایک لاکھ پانچ
ہزار افریقی مال دیا اور حرث کو بازار کا محتسب مقرر کر کے دسواں حصہ دیا

اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ اس کا اکثر حصہ محض من گھڑت ہے
حکم کو آپ نے اس لئے واپس بلایا کہ جب آپ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم
سے اس کے متعلق اجازت طلب کی تو حضور علیہ السلام نے آپ سے اس کو
واپس بلانے کا وعدہ کیا تھا۔ آپ نے شیخین سے یہ بات کہی۔ مگر انہوں
نے اکیلے ہونے والے کی وجہ اس بات کو قبول نہ کیا۔ جب آپ خود خلیفہ
بنے تو آپ نے اپنے ذاتی علم کے مطابق فیصلہ کیا۔ جیسا کہ اکثر فقہاء کا

قول ہے ۔ پھر یہ کہ حکم کو جس بنا پر جلا وطن کیا گیا تھا ۔ اس سے اس نے توبہ کر لی تھی ۔

اور مروان کے متعلق صحیح بات یہ ہے کہ جب افریقی ساز وسامان اور حیوانوں کا لے جانا مشکل ہو گیا تو اس نے امیر الی سرح سے ایک لاکھ میں وہ سامان خرید لیا جس کا اکثر حصہ اس نے نقد ادا کیا ۔ اور اسی نے سب سے پہلے افریقہ کی فتح کی بشارت دی تو حضرت عثمان نے بقیہ رقم اسے بشارت دینے کی جزا میں چھوڑ دی ۔ کیونکہ مسلمانوں کو افریقہ کے پریشان کن حالات کی وجہ سے بہت قلق و اضطراب تھا اور امام بشارت دینے والے کو اس کی تگ و دو اور اس کی بشارت کی اہمیت کے مناسب حال دینے کا حق رکھتا ہے اور یہ ہزار حرث کے گھر کے مال سے آپ نے دیا تھا ۔ اور حضرت عثمان کی مالی لحاظ سے جو پوزیشن جاہلیت اور اسلام میں تھی اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا ۔ اور عشور کے متعلق جو ذکر کیا گیا ہے وہ درست ہے ۔ آپ نے اسے بازار کی نگرانی اور اصلاح کے لئے مقرر فرمایا تھا ۔ مگر جب اس نے ظلم کا رستہ اختیار کیا تو آپ نے اسے معزول کر دیا ۔

اور ابن اسحاق نے ابو موسیٰ کے جس قصہ کا ذکر کیا ہے اس کی سند مجہول ہے اور وہ اس معاملہ میں حجت نہیں بن سکتی ۔ اور حضرت عثمان کی دولت مندی اور غزوہ تبوک کے موقع پر آپ نے جو نمونہ دکھایا وہ ایک مشہور بات ہے ۔ اور وہ آپ کی طرف اس بات کی نسبت میں مانع ہے ۔ غایتہ الامر یہ کہ اگر آپ کے بارے میں یہ بات تسلیم کر لی جائے ۔ کہ آپ اپنے اقارب کو بیت المال سے زیادہ دیتے تھے تو یہ آپ اجتہاداً کرتے تھے ۔ پس اس وجہ سے آپ پر یہ اعتراض

نہیں ہو سکتا۔

اور یہ خیال کہ آپ نے لوگوں کو اپنے ایجنٹ کی خریداری سے قبل مال خریدنے سے منع کیا ہوا تھا اور یہ کہ بحرین سے کوئی کشتی آپ کے سامان تجارت کے سوا کسی اور کے مال کو لے کر نہ جا سکتی تھی ایک چھوٹی بات ہے۔ آپ کی تجارت کا دائرہ چونکہ وسیع تھا شاید آپ نے کشتی کو ریزرو کروالیا ہو۔ کہ اور کوئی اس پر سوار نہ ہو۔ آپ نے حضرت زید بن ثابت کو بیت المال کی پیکنگ پر مقرر کیا تو کچھ زائد مال بچ رہا۔ جسے آپ نے تعمیر میں خرچ کر دیا اور اس سے حضور علیہ السلام کی مسجد میں ایزادی نہ کی تاکہ لوگ یہ نہ کہیں کہ اس نے اپنے گھروں کی تعمیر میں اسے خرچ کر دیا ہے۔ جیسا کہ لوگ کہتے ہیں کہ آپ نے اپنے لئے ایک رکھ رکھی ہوئی تھی۔ حالانکہ وہ صدقہ کے اونٹوں کے لئے تھی۔ اور آپ نے بیت المال کی اکثر اراضیات ٹھیکے پر دے دی تھیں۔ حالانکہ وہ احیاء میں سے تھیں اور وہ اشراف یمن کو ان اراضی کے عوض میں دی گئی تھیں جنہیں وہ چھوڑ آئے تھے اور جب سے وہ مدینہ آئے تھے۔ مسلسل دشمن کے مقابلہ پر رہتے تھے۔ اور اس بات میں مصلحت عامہ تھی پس آپ پر اعتراض نہیں ہو سکتا۔ ایک اعتراض یہ بھی کیا جاتا ہے کہ آپ نے عطاء بن مسعود اور ابی بن کعب کو محبوس کیا اور حضرت ابوذر کو ربذہ کی طرف جلا وطن کر دیا اور جب حضرت معاویہ نے عبادہ بن الصامت کی شکایت کی تو انہیں شام سے مدینہ بھجوا دیا۔ اور ابن مسعود نے آپکو چھوڑ دیا اور آپ نے ابن عوف کو منافق کہا اور عمار بن یاسر کو مارا۔ اور کعب بن عبدۃ کی بے عزتی کی اور انہیں بیس کوڑے مارے اور

پہاڑی علاقے کی طرف جلاوطن کر دیا۔ اسی طرح اشتر نخعی کو بے عزت کیا۔

اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ آپ کا عطاء ابن مسعود کو محبوس کرنا اور اس کا آپ کو چھوڑ دینا ایسی شکایات کی بنا پر تھا جن سے یہ سزا واجب ہو جاتی تھی۔ اس تعلق میں خاص بات یہ ہے کہ دونوں حضرات مجتہد ہیں اور دونوں نے ایک دوسرے کے ساتھ جو کیا ہے اس پر اعتراض نہیں ہو سکتا۔ ہاں یہ خیال کہ حضرت عثمان نے اُسے مارا۔ ایک جھوٹ بات ہے اور اگر اس کو درست بھی خیال کر لیا جائے تب بھی آپ کا مارنا اس ضرب سے زیادہ نہ تھا جو حضرت عمر نے سعد بن وقاص کے سر پر درّہ سے ماری تھی اور اس کے لئے آپ نے گواہ بھی قائم نہ کیا اور کہا تو نے مجھے خلافت نہیں دی۔ میں تجھے بتانا چاہتا ہوں کہ خلافت تجھ سے نہیں ڈرتی لیکن سعد اس پر بالکل نہیں بگڑے اور ابن مسعود تو بدرجہ اولی اس سزا کے مستحق تھے۔ کیونکہ وہ حضرت عثمان کو ایسے جواب دیتے تھے جن سے قطعاً عزت اور انا باقی نہیں رہتی۔ حضرت عمر نے ابی کو چلتے دیکھا کہ اس کے پیچھے لوگوں کی ایک جماعت چلی آ رہی ہے تو آپ نے اُسے درّہ مار کر کہا کہ یہ تیرے اور ان کے لئے فتنہ ہے لیکن ابی نے اس پر بُرا نہیں مانا۔ جبکہ حضرت عثمان ابن مسعود کے پاس آئے اور ان کو راضی کرنے کی حد درجہ کوشش کی۔ کہا جاتا ہے کہ ابن مسعود آپ سے راضی ہو گئے۔ اور آپ کے لئے بخشش طلب کی اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ آپ راضی نہیں ہوئے۔

اور حضرت ابوذر کے ساتھ بھی آپ کو یہی معاملہ پیش آیا اور انہوں نے بھی ایسی جسارت کی جس سے آپ کی خلافت کی بڑائی ختم ہو

جاتی تھی۔ آپ نے جو سلوک ان کے اور دوسرے لوگوں کے ساتھ کیا وہ منصب شریعت کی صیانت اور حرمتِ دین کی حفاظت کے لیے کیا حضرت ابوذر آپ سے یہ کہتے تھے کہ آپ شیخین کے طریق کے مطابق چلیں اور یہ جو بیان ہوا ہے کہ حضرت ابوذر نے اپنے معاملہ میں لوگوں کو حضرت عثمان سے علیحدہ اور ختم کرنے کے لئے گھومنا شروع کر دیا اور آپ نے انہیں کہا کہ میرے پاس قیام کرو اور صبح و شام دودھیل اونٹنیاں تمہارے پاس آئیں گی۔ تو انہوں نے جواب دیا کہ مجھے دنیا کی کوئی ضرورت نہیں یہ سب قضیہ قطعی طور پر جھوٹا ہے۔

اسی طرح عبدالرحمن بن عوف کے قضیہ کا حال ہے آپ ان سے کثرت آمد و رفت کے باعث متوحش تھے۔ آپ نے حضرت عمار کو بھی بالکل زدوکوب نہیں کیا۔ آپ کو حضرت عثمان نے اس لئے مارا کہ ان کو مسجد میں آنے کے لئے آپ نے بار بار آدمی بھیجا تاکہ آپ ان اشیاء کے بارے میں ان پر عتاب کریں۔ جن کی وجہ سے آپ ان پر ناراض تھے۔ انہوں نے آپ کے پاس عذر کیا مگر آپ نے اُسے قبول نہیں کیا۔ بلکہ حضرت عثمان نے حلف اٹھا کر نہایت سختی سے کہا کہ انہوں نے لوگوں کو ایسا حکم نہیں دیا پھر آپ نے انہیں راضی کرنے کی بے حد کوشش کی۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ آپ سے راضی ہو گئے تھے۔

اور کعب کے ساتھ آپ کے جس سلوک کا ذکر کیا گیا ہے اس میں آپ کا عذر یہ ہے کہ آپ نے انہیں لکھا اور سختی کی۔ پھر حضرت عثمان کو جب حقیقت حال سے آگاہی ہوئی تو آپ نے ان کو

راضی کرنے کی از حد کوشش کی اور اپنی قمیض اتار کر کوڑا ان کی طرف پھینک دیا تاکہ وہ قصاص لے لیں۔ کعب نے آپ کو معاف کر دیا اور آپ کے خواص میں سے ہو گئے۔

اشتر کے ساتھ آپ نے جو سلوک کیا اس میں آپ معذور ہیں وہ حضرت عثمان کے زمانہ میں فتنے کا سردار ہے۔ بلکہ وہ آپ کے قتل کا سبب ہے بلکہ یہاں تک آیا ہے کہ وہ آپ کے قتل میں براہ راست شریک ہے۔ اللہ تعالےٰ نے ان کی عقلوں کو اندھا کر دیا اور ایسا کیوں ہوا۔ اس لیئے کہ انہوں نے دین سے نکل جانے والے اس آدمی کے فعل کی مذمت نہیں کی بلکہ اس شخص کے فعل کی مذمت کی۔ جس کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے گواہی دی ہے کہ وہ امام برحق ہے اور وہ بحالت مظلومی شہید ہوگا اور وہ جنتی ہے۔

ایک اعتراض آپ پر یہ کیا جاتا ہے کہ آپ نے ان مصاحف کو نذر آتش کیا جن میں قرآن لکھا ہوا تھا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ بات تو آپ کے فضائل میں سے ہے کیونکہ حذیفہ وغیرہ نے آپ تک یہ بات پہنچائی کہ شامیوں اور عراقیوں نے قرآن میں اختلاف کیا ہے۔ اور وہ ایک دوسرے سے کہتے ہیں کہ میری قرآت تمہاری قرآت سے اچھی ہے اور قریب ہے کہ یہ بات کفر تک پہنچ جائے حضرت عثمان نے سوچا کہ وہ لوگوں کو ایک قرآن پر جمع کر دیں آپ نے حضرت ابوبکر کا مصحف لے کر قرآن کریم کو اس کے مطابق لکھوایا اور جو کچھ اسمیں لکھا ہے اس کی پابندی کرنے کا لوگوں کو حکم دیا۔ پھر اس سے کئی صحیفے لکھوائے اور انہیں مختلف ممالک کی طرف بھجوا دیا۔

آپ نے یہ حکم اختلاف امت کی وجہ سے دیا اور حضرت علی نے فرمایا ہے خدا کی قسم اگر میں خلیفہ ہوتا تو میں بھی وہی کچھ کرتا جو عثمان نے کیا اور فرمایا عثمان کو اس وجہ سے بُرا بھلا نہ کہو کیونکہ انھوں نے یہ ہمارے اتفاق کیلئے کیا ہے۔ شرح مشکوٰۃ میں اس قصہ کے فوائد کو تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔

ایک اعتراض آپ پر یہ کیا جاتا ہے کہ آپ نے ہرمزان جفینہ اور ابولؤلؤ قاتلِ عمر کی چھوٹی بچی کو قتل کر دینے کے باعث عبیداللہ بن عمر کو قتل نہیں کیا۔ حالانکہ حضرت علی اور صحابہ نے آپکو قتل کر دینے کا ارشاد کیا تھا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ جفینہ نصرانی ہے اور ابولؤلؤ کی بیٹی کا باپ مجوسی ہے۔ اس کی ماں مجہول الحال ہے اور اس کا اسلام لانا ثابت نہیں اور ہرمزان ابولؤلؤ کو حضرت عمر کے قتل کا حکم اور مشورہ دینے والا ہے اور مجتہدین کی ایک جماعت کا کہنا ہے کہ قتل کا حکم دینے والا قتل پر مامور شخص کی طرح ہی قتل کرتا ہے۔ آپ کو عبیداللہ کے قتل سے ایک عظیم فتنہ کا خدشہ پیدا ہوا۔ آپ نے قتل کی شروط کافی حد تک موجود ہونے کے باوجود عبیداللہ کے قتل کو ترک کر دیا اور ہرمزان کے اہل کو راضی کر لیا۔

ایک اعتراض آپ پر یہ کیا جاتا ہے آپ نے حج کے موقع پر منٰی میں پوری نماز پڑھی۔

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ اجتہادی مسئلہ ہے اس پر اعتراض کرنا حد درجہ کی جہالت و غباوت ہے اکثر علماء کے نزدیک قصر جائز

ہے واجب نہیں ۔

ایک اعتراض آپ پر یہ کیا جاتا ہے کہ آپ نے محمد بن ابوبکر کے ساتھ خیانت اور دھوکہ بازی سے کام لیا ۔

اس کا جواب یہ ہے کہ آپ نے لوگوں کو حلف اٹھا کر بتایا جیسا کہ آئندہ بیان ہوگا اور لوگوں نے آپ کی تصدیق کی ۔ سوائے اس کے جس کے دل میں بیماری تھی ۔ حاصل کلام یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ قول بالکل درست ہے کہ آپ حق پر ہیں اور جنتی ہیں ۔ اور مظلوم مارے جائیں گے اور آپ نے ان کی پیروی کا حکم دیا ۔ اور جو آدمی اس شان کا ہو اس پر یہ اعتراضات کیسے کئے جا سکتے ہیں ۔ اور یہ بھی درست ہے کہ حضور علیہ السلام نے آپ کے متعلق بتایا ہے کہ آپ خلیفہ ہوں گے اور منافقین آپ کو خلافت سے اتارنے کے لئے سازش کریں گے اور وہ ان کی بات نہیں مانیں گے ۔ حالانکہ انہیں علم ہے کہ آپ سابق الاسلام اور راہ خدا اور دیگر کاموں میں کثرت سے روپیہ خرچ کرنے والے ہیں ۔ جس کا کچھ ذکر آپ کے کارناموں میں گذر چکا ہے ۔

در بیان خلافت حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور اس سے قبل حضرت عثمان کا واقعہ قتل بیان ہوگا۔ کیونکہ آپ کے قتل پر ارباب حل وعقد نے آپ کی بیعت کی ہے۔ جیسے کہ آئندہ بیان ہوگا۔

ابن سعد نے زہری سے بیان کیا ہے کہ حضرت عثمان نے بارہ سال خلافت کی اور چھ سال تک لوگ آپ سے ناراض نہیں ہوئے۔ بلکہ لوگ آپ کو حضرت عمر سے زیادہ چاہتے تھے کیونکہ حضرت عمر ان سے ذرا سخت رویہ رکھتے تھے مگر جب حضرت عثمان ان کے خلیفہ بنے تو ان سے نرم رویہ رکھا۔ صلہ رحمی کی پھر ان کے معاملہ میں نرمی سے کام لیا اور آخری چھ سالوں میں اپنے اہل بیت اور رشتہ داروں کو عامل مقرر کیا اور انہیں الٰہی حکم کے مطابق صلہ رحمی کرتے ہوئے مال دیا اور فرمایا کہ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر نے یہ مال چھوڑ دیا تھا اور میں نے اسے لے کر اپنے رشتہ داروں میں تقسیم کر دیا ہے۔ جس کی وجہ سے آپ پر اعتراض کیا گیا۔

ابن عساکر نے زہری سے بیان کیا ہے کہ میں نے ابن مسیب سے کہا کہ کیا آپ مجھے حضرت عثمان کے قتل کے متعلق بتائیں گے۔ کہ لوگوں کا اور آپ کا معاملہ کیسا تھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے

اصحاب نے آپ کو کیوں بے یار و مددگار چھوڑ دیا تھا۔ ابن مسیب نے جواب دیا کہ حضرت عثمان مظلوم ہونے کی حالت میں مارے گئے۔ اور آپ کا قاتل ظالم تھا اور جس شخص نے بھی آپ کو بے یار و مددگار چھوڑا وہ معذور تھا۔ میں نے دریافت کیا کیسے؟ انہوں نے کہا جب آپ خلیفہ بنے تو صحابہ کا ایک گروہ آپ کی خلافت کو ناپسند کرتا تھا۔ کیونکہ آپ اپنی قوم سے بہت محبت کرتے تھے۔ اور وہ بنی امیہ کے ایسے آدمیوں کو کثرت سے والی بناتے تھے جنہیں حضور علیہ السلام کی صحبت بھی میسر نہ آئی تھی اور آپ کے امراء ایسے افعال کے مرتکب ہوتے تھے جنہیں صحابہ پسند نہیں کرتے تھے۔ آپ ان کے بارے میں لوگوں کی ناراضگی کو مول لے لیتے تھے۔ مگر انہیں معزول نہیں کرتے تھے۔ آپ نے آخری چھ سالوں میں اپنے چچازاد بھائیوں کو دوسروں پر ترجیح دے کر ان کو والی بنایا اور انہیں اللہ کا تقویٰ اختیار کرنے کا حکم دیا۔ آپ نے عبداللہ بن ابی سرح کو مصر کا حاکم مقرر کیا وہ وہاں کئی سال رہے تو اہل مصر ان کی شکایت اور فریاد کرتے ہوئے آئے اور اس سے قبل حضرت عبداللہ بن مسعود۔ حضرت ابوذر اور حضرت عمار بن یاسر کو بھی حضرت عثمان سے کچھ دلی کدورت تھی جس سے بنو ہذیل اور بنو زہرہ کے دل میں بھی رنجش تھی اور عمار بن یاسر کی وجہ سے بنو مخزوم کو حضرت عثمان پر بڑا غصہ تھا۔ اہل مصر عبداللہ بن ابی سرح کی شکایت لے کر آئے تو آپ نے خط میں عبداللہ بن ابی سرح کو ڈانٹ پلائی تو ابن سرح نے اس بات کو قبول کرنے سے انکار کر دیا جس سے آپ نے اسے روکا تھا اور حضرت عثمان کی طرف سے جو آدمی گئے تھے ان میں سے ایک کو مار مار کر قتل کر دیا۔ تو اہل

مصر میں سے سات سو آدمیوں نے مدینہ آکر مسجد میں ڈیرہ لگا لیا اور نماز کے اوقات کے بارہ میں ابن سرح نے جو ان سے سلوک کیا اس کی انہوں نے صحابہ کے پاس شکایت کی تو طلحہ بن عبید اللہ نے حضرت عثمان سے تند و تیز گفتگو کی۔ اور حضرت عائشہ کو آپ کے پاس بھیجا کہ وہ انہیں کہیں کہ اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے پاس آئے ہیں اور اس شخص کے عزل کے بارہ میں آپ سے دریافت کرتے ہیں۔ حضرت عائشہ نے ایسا کہنے سے انکار کر دیا۔ اس شخص نے ان میں سے ایک آدمی قتل کر دیا ہے۔ آپ اپنے عامل سے انہیں انصاف دلائیے۔ حضرت علی بن ابی طالب نے آپ کے پاس آکر کہا کہ یہ لوگ آپ سے ایک آدمی کی جگہ ایک آدمی کا سوال کرتے ہیں۔ اس سے پہلے انہوں نے خون کا دعویٰ کیا ہوا ہے۔ آپ اسے معزول کر کے ان کے درمیان فیصلہ کر دیں۔ اگر اس پر حق واجب ہوتا ہے تو آپ اس سے انہیں انصاف دلائیں آپ نے انہیں فرمایا کوئی ایک آدمی پسند کر لو میں اس کی جگہ تم پر اسے حاکم بنا دوں گا۔ لوگوں نے محمد بن ابی بکر کی طرف اشارہ کیا آپ نے انہیں حاکم بنا دیا۔ جب وہ واپس جانے لگے تو مہاجرین اور انصار میں سے کچھ لوگ اہل مصر اور ابن ابی سرح کے معاملہ کا جائزہ لینے کیلئے ان کے ساتھ چل پڑے۔ محمد بن ابی بکر اور ان کے ساتھی بھی نکلے اور جب وہ مدینہ سے تین دن کے فاصلہ پر تھے تو انہوں نے دیکھا کہ ایک سیاہ فام غلام اونٹ کو اس طرح اندھا دھند دوڑا رہا تھا گویا اس کے پیچھے کوئی لگا ہوا ہے۔ یا وہ خود کسی کے تعاقب میں ہے تو محمد بن ابی بکر کے ساتھیوں نے اسے کہا۔ تجھے کیا ہے یوں معلوم ہوتا ہے تو مفرور

ہے یا کسی کے تعاقب میں ہے ۔ تو اس نے کہا میں امیر المومنین کا غلام ہوں ۔ آپ نے مجھے مصر کے گورنر کے پاس بھیجا ہے تو ان میں سے ایک آدمی نے کہا مصر کے گورنر تو یہ ہیں ۔ اس نے کہا میں انہیں نہیں ملنا چاہتا ۔ اس شخص نے محمد بن ابی بکر کو اس شخص کے متعلق بتایا تو آپ نے اس کی تلاش میں ایک آدمی کو بھیجا وہ اسے پکڑ کر آپ کے پاس لے آیا تو ایک آدمی نے اُسے کہا تو کس کا غلام ہے ۔ اس نے ایک دفعہ کہا کہ میں امیر المومنین کا غلام ہوں اور دوسری بار کہا کہ میں مروان کا غلام ہوں ۔ یہاں تک کہ ایک آدمی نے اُسے پہچان لیا کہ یہ حضرت عثمان کا غلام ہے ۔ محمد بن ابی بکر نے اس سے پوچھا ، تجھے کس کی جانب بھیجا گیا ہے ۔ اس نے کہا مصر کے گورنر کی طرف ۔ انہوں نے پوچھا کس لیئے ۔ اس نے کہا ایک پیغام دینے کے لیئے ۔ انہوں نے پوچھا تیرے پاس کوئی رقعہ ہے اس نے کہا نہیں ۔ انہوں نے اس کی تلاشی لی ۔ مگر کوئی رقعہ نہ ملا ۔ اس کے پاس ایک مشکیزہ تھا جس میں ابی سرح کے نام حضرت عثمان کا خط تھا ۔ محمد بن ابی بکر نے ان مہاجرین اور انصار کو اکٹھا کیا جو آپ کے ساتھ تھے ۔ پھر ان کی موجودگی میں اس خط کو کھولا ۔ تو اس میں لکھا تھا کہ جب آپ کے پاس محمد بن ابی بکر اور فلاں فلاں آدمی آئیں تو ان کے قتل کی تدبیر کرنا ۔ اور اس کے پاس جو تقرری کا خط ہے اسے بے فائدہ اور لغو قرار دینا اور جب تک میری رائے کا تجھے علم نہ ہو اس وقت تک اپنے کام پر ڈٹے رہنا اور جو لوگ شکوہ و شکایت کے لیئے تمہاری طرف سے آتے ہیں ان کو اس وقت تک محبوس رکھنا ۔ جب تک ان کے معاملہ میں میری

رلئے آپ کو معلوم ہو جائے انشاء اللہ تعالیٰ۔

جب انہوں نے یہ خط پڑھا تو وہ خوفزدہ ہو کر مدینہ واپس چلے گئے۔ اور محمد بن ابی بکر نے اس خط پر ان تمام لوگوں کی مہریں لگوالیں جو آپ کے ساتھ تھے۔ اور ان میں سے ایک آدمی کو خط دے دیا۔ مدینہ آکر انہوں نے حضرت طلحہ، حضرت زبیر، حضرت علی، حضرت سعد اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جو صحابہ موجود تھے انہیں اکٹھا کیا اور ان کی موجودگی میں خط کو کھولا۔ اور انہیں اس غلام کا واقعہ بھی بتایا اور ان سب کو وہ خط پڑھ کر سُنایا جس سے مدینہ کے تمام آدمی حضرت عثمان پر غصہ سے بھر گئے۔ اور اس واقعہ نے حضرت ابن مسعود، حضرت ابوذر اور حضرت عمار کو غیظ و غضب میں اور بھی بڑھا دیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ اٹھ کر اپنے اپنے گھروں کو چلے گئے۔ جب ان لوگوں نے خط پڑھ کر سنایا تو ہر آدمی غم کی تصویر بنا بیٹھا تھا۔

لوگوں نے حضرت عثمان کا محاصرہ کر لیا اور محمد بن ابی بکر بنو تیم وغیرہ کو آپ پر چڑھائی کے لئے لے آیا۔ جب حضرت علی نے یہ صورتِ حال دیکھی تو حضرت طلحہ، حضرت زبیر، حضرت سعد اور حضرت عمار اور بدری صحابہ کی ایک جماعت کو ساتھ لے کر حضرت عثمان کے پاس آئے۔ آپ کے ساتھ وہ خط، وہ غلام اور وہ اونٹ بھی تھا آپ نے حضرت عثمان سے کہا۔ کیا یہ غلام آپ کا ہے؟ آپ نے جواب دیا ہاں۔ پھر کہا، کیا یہ اونٹ بھی آپ کا ہے آپ نے جواب دیا ہاں۔ پھر کہا کیا یہ خط آپ نے لکھا ہے آپ نے جواب دیا نہیں، اور آپ نے قسم اٹھا کر کہا کہ میں نے یہ خط نہیں لکھا، اور نہ میں نے اسے یہ حکم دیا ہے اور نہ مجھے اس کا کوئی علم ہے۔ حضرت

علی نے کہا یہ مہر آپ کی ہے آپ نے جواب دیا ہاں، حضرت علی نے
کہا آپ کا غلام آپ کے اونٹ پہ آپ کا مہر شدہ خط لے کر نکلتا ہے
اور آپ کو اس کا علم ہی نہیں۔ حضرت عثمان نے قسم اٹھا کر کہا کہ نہ
میں نے یہ خط لکھا ہے اور نہ میں نے اسے حکم دیا ہے اور نہ ہی میں نے
اس غلام کو کبھی مصر کی طرف بھیجا ہے۔

لوگوں کو معلوم ہو گیا کہ یہ خط مروان کا ہے اور وہ حضرت
عثمان کے متعلق شبہ میں پڑ گئے۔ انہوں نے حضرت عثمان سے یہ
مطالبہ کیا کہ مروان کو ان کے سپرد کر دیا جائے مگر آپ نہ مانے اور مروان اس
وقت آپ کے گھر میں تھا۔ حضور علیہ السلام کے اصحاب آپ کے پاس سے
ناراض ہو کر چلے گئے اور آپ کے معاملہ میں شک میں پڑ گئے اور اس
بات کو سمجھ گئے کہ حضرت عثمان نے جھوٹا حلف نہیں اٹھایا۔ مگر کچھ لوگوں نے
کہا جب تک حضرت عثمان مروان کو ہمارے سپرد نہ کر دیں اور ہم اس
سے تحقیق کر کے خط کی صورت حال معلوم نہ کر لیں۔ اس وقت تک ہم حضرت
عثمان کو دل سے بری نہیں سمجھتے۔ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دو
صحابیوں کے قتل ناحق کا حکم کیسے دے سکتے ہیں۔ اگر وہ خط حضرت
عثمان نے لکھا ہے تو ہمیں اسے معزول کریں گے۔ اگر مروان نے
اسے حضرت عثمان کی طرف سے لکھا ہے تو ہم مروان کے معاملے میں
جہاں تک ہو سکا غور کریں گے۔ اور وہ اپنے گھروں میں بیٹھ رہے
حضرت عثمان نے مروان کو قتل کے خوف سے ان کے سپرد کرنے سے
انکار کر دیا۔ لوگوں نے حضرت عثمان کا محاصرہ کر کے ان کا پانی بند کر دیا
آپ نے جھانک کر لوگوں سے پوچھا کیا آپ لوگوں میں حضرت علی موجود

ہیں۔ انہوں نے جواب دیا نہیں۔ آپ نے پوچھا کیا آپ میں سعد موجود ہیں۔ انہوں نے جواب دیا نہیں۔ پھر آپ نے فرمایا کیا تم میں سے کوئی آدمی حضرت علی تک یہ پیغام پہنچا دے گا کہ وہ ہمیں پانی پلائیں۔ حضرت علی کو جب یہ اطلاع پہنچی آپ نے تین بھرے ہوئے مشکیزے آپ کی طرف بھیجے۔ ابھی وہ آپ کے پاس پہنچے نہیں تھے کہ ان کے باعث بنو ہاشم اور بنو امیہ کے متعدد غلام زخمی ہو گئے۔ یہاں تک کہ پانی آپ کے پاس پہنچ گیا۔ حضرت علی کو یہ خبر ملی کہ لوگ حضرت عثمان کو قتل کرنا چاہتے ہیں آپ نے فرمایا ہم نے ان سے مروان کا مطالبہ کیا ہے۔ مگر حضرت عثمان کے قتل کی بات نہیں ہوئی۔ اور آپ نے حضرت حسن اور حضرت حسین سے فرمایا اپنی تلواریں حضرت عثمان کے دروازے پر لے کر کھڑے ہو جاؤ اور جو شخص آپ تک پہنچنا چاہے اُسے بالکل نہ چھوڑو۔ حضرت زبیر، حضرت طلحہ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعدد صحابہ نے اپنے اپنے بیٹوں کو بھیجا کہ کسی شخص کو حضرت عثمان کے گھر میں داخل نہ ہونے دیں اور ان سے کہیں کہ وہ مروان کو گھر سے باہر نکال دیں۔ جب محمد بن ابی بکر نے یہ صورت حال دیکھی تو لوگوں نے حضرت عثمان پر تیر اندازی شروع کر دی۔ یہاں تک کہ حضرت عثمان کے دروازے پر حضرت حسن خون سے لت پت ہو گئے۔ اور مروان کو بھی گھر کے اندر ایک تیر لگا۔ محمد بن طلحہ بھی خون میں نہا گئے۔ اور حضرت علی کے غلام قنبر کو بھی سر میں زخم آیا۔ محمد بن ابی بکر کو یہ خدشہ محسوس ہوا کہ کہیں بنو ہاشم حضرت حسن اور حضرت حسین کی حالت دیکھ غصے میں نہ آجائیں اور ایک فتنہ برپا کر دیں۔ محمد بن ابی بکر نے دو آدمیوں کے ہاتھ پکڑ کر انہیں کہا اگر بنو ہاشم نے آکر حضرت حسن کے چہرے پر خون دیکھ لیا تو وہ لوگوں کو

حضرت عثمان سے ہٹا دیں گے ۔ اور ہم جس بات کے خواہش مند ہیں ۔ وہ پوری نہ ہو سکے گی ۔ میرے ساتھ آؤ تاکہ ہم دیوار پھلانگ کر حضرت عثمان کو قتل کر دیں اور کسی کو اس بات کا پتہ بھی نہ چلے گا ۔

پس محمد بن ابی بکر اور اس کے دو ساتھی ایک انصاری کے گھر سے دیوار پر چڑھے اور حضرت عثمان کے گھر میں داخل ہو گئے ۔ اور آپ کے ساتھیوں کو اس بات کا پتہ بھی نہ چلا ۔ کیوں کہ آپ کے تمام ساتھی گھروں کی چھتوں پر تھے ۔ اور آپ کے ساتھ صرف آپ کی بیوی ہی تھی ۔ محمد بن ابی بکر نے دونوں ساتھیوں سے کہا اپنی اپنی جگہ ٹھہرے رہو کیونکہ ان کے ساتھ ان کی بیوی بھی ہے ۔ یہاں تک کہ میں آپ کو داخل ہونے کا کہوں ۔ جب میں انہیں قابو کر لوں تو تم دونوں داخل ہو کر انہیں مار کر قتل کر دینا ۔ محمد بن ابی بکر نے اندر داخل ہو کر آپ کی ریش مبارک پکڑ لی تو حضرت عثمان نے اسے کہا اگر تیرا باپ تجھے میرے ساتھ اس پوزیشن میں دیکھتا تو اُسے یہ بات بُری لگتی ۔ تو اس کا ہاتھ ڈھیلا پڑ گیا ۔ اتنے میں دونوں آدمیوں نے داخل ہو کر مار مار کر آپ کو قتل کر دیا ۔ اور جس راستے سے آئے تھے ۔ بھاگتے ہوئے وہیں سے باہر نکل گئے ۔ آپ کی بیوی چلائی مگر آپ کی چیخ و پکار گھر میں باہر سے آئے لوگوں کی وجہ سے کسی کو نہ سُنی آپ کی بیوی نے لوگوں کو جا کر بتایا کہ امیر المومنین قتل ہو گئے ہیں ۔ لوگوں نے آکر دیکھا تو آپ کو مقتول پایا ۔ جب یہ خبر حضرت علی ، حضرت طلحہ ، حضرت زبیر ، حضرت سعد اور اہل مدینہ کو پہنچی تو وہ باہر نکلے مگر اس خبر سے ان کے ہوش و حواس قائم نہ تھے ۔ یہاں تک کہ انہوں نے حضرت عثمان کے گھر آکر انہیں مقتول پایا تو انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا ۔ حضرت

علی نے اپنے دونوں بیٹوں سے پوچھا۔ دروازے پر تم دونوں کی موجودگی میں امیر المومنین کیسے قتل ہو گئے۔ اور اپنا ہاتھ اُٹھا کر حضرت حسن کے ایک تھپڑ مارا اور حضرت حسین کے سینے پر ضرب لگائی اور محمد بن طلحہ اور عبداللہ بن زبیر کو بُرا بھلا کہا اور نہایت غصے کی حالت میں اپنے گھر آگئے لوگ دوڑتے ہوئے آپ کے پاس آئے اور کہنے لگے اپنا ہاتھ بڑھائیے ہم آپ کی بیعت کرتے ہیں۔ ایک امیر کا ہونا بہت ضروری ہے۔ حضرت علی نے جواب دیا یہ آپ لوگوں کا کام نہیں یہ اہل بدر کا کام ہے جس سے اہل بدر راضی ہوں گے وہ خلیفہ ہو گا۔ تمام اہل بدر نے حضرت علی کے پاس آکر کہا ہم آپ کے سوا کسی کو خلافت کا حقدار نہیں سمجھتے ہاتھ بڑھائیے ہم آپ کی بیعت کرتے ہیں۔ چنانچہ انہوں نے آپ کی بیعت کر لی۔ مروان اور اس کے بیٹے بھاگ گئے۔ حضرت علی نے حضرت عثمان کی بیوی سے آکر دریافت کیا کہ حضرت عثمان کو کس نے قتل کیا ہے؟

اس نے کہا میں نہیں جانتی۔ دو آدمی آپ کے پاس آئے جنہیں میں نہیں پہچانتی۔ ان کے ساتھ محمد بن ابی بکر تھا۔ اور جو کچھ انہوں نے کیا۔ اس کے متعلق حضرت علی کو بتایا۔ حضرت علی نے محمد بن ابی بکر کو بلا کر، جو کچھ آپکو حضرت عثمان کی بیوی نے بتایا تھا۔ اس کے متعلق پوچھا۔ محمد بن ابی بکر نے کہا اس نے جھوٹ نہیں بولا۔ خدا کی قسم میں ان کو قتل کرنے کیلئے گیا تھا۔ انہوں نے مجھ سے میرے باپ کا ذکر کیا تو میں اللہ کے حضور توبہ کر کے ان کے پاس سے اُٹھ آیا۔ خدا کی قسم نہ میں نے انہیں پکڑا ہے اور نہ قتل کیا ہے۔ حضرت عثمان کی بیوی نے کہا اس نے سچ کہا ہے۔ مگر ان دو آدمیوں کو اس نے داخل کیا ہے۔

ابن سعد کہتے ہیں حضرت علی کی بیعتِ خلافت، قتل عثمان کے دوسرے دن مدینہ میں ہوئی۔ تمام صحابہ نے جو وہاں موجود تھے انہوں نے آپ کی بیعت کی۔ کہا جاتا ہے کہ حضرت طلحہ اور حضرت زبیر نے بادلِ نخواستہ بیعت کی۔ پھر دونوں مکہ چلے گئے۔ وہاں سے حضرت عائشہ کو ساتھ لے کر خونِ عثمان کا مطالبہ کرتے ہوئے بصرہ چلے گئے۔ حضرت علی کو جب اس امر کی اطلاع ملی تو آپ عراق گئے اور بصرہ میں حضرت طلحہ اور حضرت زبیر اور ان کے ساتھیوں سے ملے یہ جنگ جمل کی بات ہے جو جمادی الآخرہ ۳۶ھ میں ہوئی۔ جس میں حضرت طلحہ اور زبیر بھی لڑے اور وہاں تیرہ ہزار آدمی مارے گئے حضرت علی بصرہ میں پندرہ راتیں ٹھہرے رہے پھر کوفہ واپس آگئے پھر آپ کے خلاف حضرت معاویہ اور آپ کے شامی ساتھیوں نے خروج کیا۔ حضرت علی کو جب اطلاع ملی تو آپ چل پڑے اور صفر ۳۷ھ میں صفین کے مقام پر دونوں لشکروں کی مڈبھیڑ ہوئی۔ کئی روز تک جنگ ہوتی رہی تو شامیوں نے قرآن بلند کر دیے کہ ہم اس کے مطابق فیصلہ کرنے کی دعوت دیتے ہیں۔ دراصل یہ عمرو بن العاص کی ایک چال تھی۔ انہوں نے آپس میں ایک تحریر لکھی کہ وہ ایک سال تک اذرح بستی میں آئیں گے اور امت کے معاملہ پہ غور کریں گے۔ لوگ منتشر ہو گئے اور حضرت معاویہ شام میں اور حضرت علی کوفہ میں واپس آ گئے تو آپ کے اصحاب میں سے خوارج اور آپ کے ساتھیوں نے آپ کے خلاف خروج کیا اور کہا ہم اللہ کے سوا کسی کا حکم نہیں مانیں گے۔ اور حروراء مقام پہ چھاؤنی ڈال دی۔ آپ نے ان کی طرف حضرت

ابن عباس کو بھیجا۔ آپ نے ان سے دلائل وبراہین سے مخاصمت کی تو ان میں سے بہت سے لوگوں نے رجوع کرلیا اور کچھ لوگ ثابت قدم رہے اور نہروان کی طرف چلے گئے۔ حضرت علی نے وہاں جاکر انہیں قتل کیا اور ذوالثدیہ کو بھی قتل کیا۔ جس کے بارے میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پیشگوئی کی ہوئی تھی۔ یہ واقعہ ۳۸ھ کو ہوا اس سال شعبان کے مہینے میں لوگ اذرح بستی میں جمع ہوئے۔ حضرت سعد بن ابی وقاص اور حضرت ابن عمر اور دیگر صحابہ بھی وہاں پر حاضر ہوئے عمرو بن العاص نے ابوموسیٰ اشعری کو اپنی ایک تدبیر کے تحت آ گے کیا انہوں نے گفتگو کرکے حضرت علی کو خلافت سے معزول کردیا اور عمرو بن العاص نے حضرت معاویہ کو امیر بنا دیا اور اس کی بیعت کر لی۔ جس پر لوگوں میں تفرقہ پیدا ہوگیا۔ حضرت علی نے اپنے ساتھیوں کی مخالفت کی اور اپنی انگلیاں کاٹ کر کہا میری نافرمانی اور معاویہ کی اطاعت ہو۔ یہ ان واقعات کا ملخص ہے۔ یہ رسالہ پورے واقعات کی تفصیل کا متحمل نہیں اور اس مقام پر اختصار کرنا ہی زیادہ مناسب ہے۔ کیونکہ حضور علیہ السلام نے فرمایا ہے جب میرے صحابہ کا ذکر ہو تو ان کو کچھ کہنے سے رک جایا کرو۔ حضور علیہ السلام نے جنگ جمل اور صفین اور حضرت علی کے ساتھ حضرت عائشہ اور حضرت زبیر کے لڑنے کی پیشگوئی کی تھی۔ جیسے کہ حاکم نے بیان کیا ہے اور بیہقی نے ام سلمہ سے صحیح روایت کی ہے وہ فرماتی ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے امہات المومنین کے خروج کا ذکر کیا تو حضرت عائشہ مسکرائیں تو آپ نے فرمایا اے حمیرہ انتظار کر، کہ تو ایسی نہ ہوگی۔ پھر آپ نے

حضرت علی کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا اگر تو اس پر قابو پالے تو اس سے نرمی کرنا۔ بزار اور ابو نعیم نے حضرت ابن عباس سے مرفوعاً بیان کیا ہے کہ تم میں سے کون سرخ اونٹ پر سوار ہو کر نکلے گی۔ یہاں تک کہ اس پر حوئب کے کتے بھونکیں گے۔ اس کے ارد گرد بے شمار آدمی قتل ہوں گے اور بمشکل نجات پائیں گے۔ حاکم نے بیان کیا ہے اور اسے صحیح قرار دیا ہے اور بیہقی نے ابی الاسود سے روایت کی ہے۔ وہ کہتے ہیں میں نے حضرت زبیر کو دیکھا کہ وہ حضرت علی کی تلاش میں نکلے تو حضرت علی نے انہیں اللہ کا واسطہ دے کر پوچھا کیا آپ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ تو علی سے ظالم ہونے کی حالت میں جنگ کرے گا۔ تو حضرت زبیر واپس چلے گئے۔ اور ابو یعلی اور بیہقی کی روایت میں ہے کہ حضرت زبیر نے کہا ہاں میں نے سنا ہے مگر میں بھول گیا تھا۔

تنبیہ: گذشتہ بیان سے معلوم ہو گیا ہے کہ ارباب اہل و عقد کے اتفاق سے جن میں حضرت طلحہ، حضرت زبیر، حضرت ابو موسیٰ، حضرت ابن عباس، حضرت خزیمہ بن ثابت اور حضرت ابی الہیثم بن التیہان حضرت محمد بن سلمہ اور حضرت عمار بن یاسر شامل ہیں۔ خلفائے ثلاثہ کے بعد امام المرتضیٰ والولی المجتبیٰ حضرت علی بن ابی طالب خلافت کے حقدار ہیں۔

اور شرح مقاصد میں بعض متکلمین سے بیان کیا گیا ہے کہ اس پر اجماع منعقد ہو چکا ہے اور شوریٰ کے زمانے میں اس کے

لے بصرہ میں ایک جگہ کا نام ہے۔

انعقاد کی وجہ یہ ہے کہ خلافت کے حقدار حضرت علی ہیں یا حضرت عثمان اور یہ اجماع اس بات پر ہے۔ کہ اگر حضرت عثمان نہ ہوں تو خلافت حضرت علی کے لئے ہے اور جب حضرت عثمان قتل ہو کر درمیان سے نکل گئے تو حضرت علی کے لئے اجماعاً خلافت باقی رہ گئی اور امام الحرمین نے کہا ہے کہ اس قول کو کوئی شہرت حاصل نہیں ہوئی کہ حضرت علی کی امامت پر اجماع نہیں ہوا۔ امامت نے حضرت علی سے انکار نہیں کیا۔ فتنہ تو دیگر امور سے پیدا ہوا ہے۔

اس باب میں حضرت علی کے فضائل، کارنامے اور حالات بیان ہوں گے۔ اس کی کئی فصلیں ہیں۔

فصل اوّل

اس فصل میں آپ کے قبول اسلام اور ہجرت وغیرہ کا بیان ہو گا۔

آپ نے دس سال کی عمر میں اسلام قبول کیا۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ آپ نو سال اور آٹھ سال کی عمر میں اسلام لائے اور یہ بھی کہ آپ اس سے بھی بہت پہلے اسلام لا چکے تھے بلکہ حضرت ابن عباس، حضرت انس، حضرت زید بن ارقم، حضرت سلمان فارسی اور ایک جماعت کا کہنا ہے۔ کہ آپ نے سب سے پہلے اسلام قبول کیا۔ اور بعض سے منقول ہے کہ اس پر اجماع ہے اور اس اجماع کی تطبیق پہلے بیان ہو چکی ہے یعنی اجماع اس بات پر ہے کہ حضرت ابوبکر سب سے پہلے اسلام لانے والے ہیں۔ اور ابو یعلیٰ نے آپ سے نقل کیا ہے کہ آپ نے فرمایا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سوموار کو ہوئی اور میں منگوار

کو اسلام لایا۔

ابن سعد نے حسن بن زید سے بیان کیا ہے کہ آپ نے صغر سنی میں بھی کبھی بتوں کی پرستش نہیں کی۔ اسی لئے آپ کے بارے میں کرم اللہ وجہہ کے الفاظ کہے جاتے ہیں۔ اس معاملے میں حضرت صدیق کو بھی آپ کے ساتھ شامل کیا جاتا ہے۔ کیونکہ ان کے متعلق بھی کہا گیا ہے کہ انہوں نے بھی کبھی بت پرستی نہیں کی۔ آپ ان گیارہ آدمیوں میں سے ایک ہیں۔ جن کے جنتی ہونے پر گواہی دی گئی ہے۔ نیز آپ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مؤاخات میں بھائی اور سیدۃ النساء حضرت فاطمہ کے خاوند ہونے کی وجہ سے آپ کے داماد بھی ہیں۔ آپ سابقین الاسلام علمائے ربانی اشہور بہادروں، زاہدوں اور معروف خطیبوں میں سے ایک ہیں۔ آپ ان جامعین قرآن میں سے ایک ہیں۔ جنہوں نے قرآن پاک کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور پیش کیا۔ آپ کے علاوہ ابوالاسود الدئلی ابو عبدالرحمٰن السلمی اور عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ نے بھی آپ کے حضور قرآن پیش کیا۔ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ کی طرف ہجرت کی تو آپ کو وصایا اور امانتوں کی ادائیگی کیلئے کئی دن تک مکہ میں ٹھہرنے کا حکم فرمایا۔ پھر آپ ان سے چیزوں کی ادائیگی کے بعد اپنے اہل کے ساتھ حضور سے جا ملے۔

آپ تبوک کے سوا تمام معرکوں میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شامل ہوئے۔ کیونکہ حضور علیہ السلام نے آپ کو مدینہ میں اپنا قائم مقام امیر مقرر فرمایا تھا۔ اور اسی موقع پر آپ نے فرمایا تھا کہ تو مجھ سے ایسے مقام پر ہے جو ہارون علیہ السلام کو موسیٰ علیہ السلام سے حاصل تھا۔ تمام معرکوں میں آپ کے کارنامے مشہور ہیں۔ جنگ

اُحد کے روز آپ کو سولہ زخم آئے ۔ حضور علیہ السلام نے بہت سے
معرکوں میں آپ کو جھنڈا عطا فرمایا ۔ خصوصاً جنگ خیبر میں ۔ اور آپ
نے پیشگوئی فرمائی جیسا کہ صحیحین میں ہے کہ آپ کے ہاتھ پر فتح ہوگی
آپ نے خیبر کے قلعے کا دروازہ اپنی پشت پر اُٹھا لیا ۔ یہاں تک کہ
مسلمانوں نے قلعے پر چڑھ کر اُسے فتح کر لیا ۔ اس کے بعد انھوں نے
دروازے کو کھینچا اور اُسے چالیس آدمیوں نے اٹھایا اور ایک روایت
میں ہے کہ آپ نے خیبر کے دروازے کو لے کر اس کی ڈھال بنالی ،
اور اُسے ہاتھ میں لیکر لڑتے رہے ۔ یہاں تک کہ اللہ تعالےٰ
نے آپ کو فتح عطا فرمائی ۔ آپ نے اُسے پھینک دیا پھر آٹھ آدمیوں
نے اُسے پھینکنے کا ارادہ کیا ۔ مگر وہ اس میں کامیاب نہ ہو سکے ۔

اس فصل میں آپ کے فضائل کا تذکرہ ہوگا۔

آپ کے فضائل مشہور اور اس قدر کثیر تعداد میں ہیں کہ احمد نے کہا ہے کہ حضرت علی کے برابر کسی آدمی کے فضائل نہیں۔ اور اسمٰعیل قاضی نسائی اور ابو علی نیشاپوری نے کہا ہے کہ کسی صحابی کے لئے اسقدر حسن اسانید وارد نہیں ہوئیں جتنی حضرت علی کے لئے آئی ہیں[1] اور اہل بیت نبوی کی اولاد میں سے بعض متاخرین نے کہا ہے کہ اس کا سبب یہ ہے جیسے اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو ان تمام واقعات سے جو آپ کے بعد رونما ہونے والے اور جن میں حضرت علی مبتلا ہونے

[1] ذہبی نے تلخیص الموضوعات میں کہا کہ کسی صحابی کے فضائل حضرت علی سے بڑھ کر مروی نہیں اور انکی تین اقسام ہیں۔ صحیح، حسن اور ضعیف، ضعیف فضائل بکثرت ہیں اور موضوعات کی تو کوئی حد نہیں۔ اور شاید بعض تو ضلالت اور زندیقیت تک پہنچتے ہیں اور کتاب تنزیہ الشریعۃ المرفوعۃ میں ہے کہ خلیلی نے الارشاد میں کہا ہے کہ حفاظ میں سے ایک نے کہا ہے کہ اہل کوفہ نے حضرت علی اور ان کے اہل بیت کے جو فضائل وضع کئے ہیں میں نے ان پر غور کیا ہے وہ تین ہزار سے زیادہ ہیں۔

والے تھے، اگاہ کر دیا تھا۔ اور جب آپ کو خلافت ملی اور جو اختلافات اس میں وقوع پذیر ہوئے ان کے بارے میں بھی اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ السلام کو اطلاع دے دی تھی۔ یہ امور اس بات کے مقتضی تھے کہ امت کی خیر خواہی کے لئے ان فضائل کو مشہور کیا جائے تاکہ جو شخص آپ سے تمسک کرے وہ نجات پائے پھر جب یہ اختلاف رونما ہوا اور آپ کے خلاف خروج ہوا تو جن صحابہ نے ان فضائل کو سنا تھا انہوں نے امت کی خیر خواہی کے لئے انہیں نشر کرنا شروع کر دیا۔ پھر جب معاملہ شدت اختیار کر گیا اور بنی امیہ کا ایک گروہ آپ کی تنقیص کرنے لگا اور منبروں پر آپ کو گالیاں دینے لگا اور ملعون خوارج نے ان کی موافقت کی بلکہ انہوں نے آپ کو کافر تک کہا تو اہلسنت کے جلیل القدر حفاظ، امت کی خیر خواہی اور حق کی نصرت کے لئے آپ کے فضائل کی نشر و اشاعت میں لگ گئے۔

عنقریب اہل بیت کے فضائل میں بیان ہونے والی احادیث میں بھی آپ کے بکثرت فضائل کا ذکر ہوگا۔ آپ کو صرف حضرت علی کے فضائل پر اکتفا کرنا ہوگا۔ ان میں سے بہت سے فضائل کا ذکر گذشتہ احادیث میں بیان ہو چکا ہے۔ جو حضرت ابوبکر کی فضیلت کے بارے میں آئی ہیں اس جگہ چالیس حدیثوں پر اکتفا کیا جاتا ہے۔ جن میں آپ کے عظیم الشان اور روشن فضائل کو بیان کیا گیا ہے۔

۱: شیخین نے سعد بن ابی وقاص سے اور احمد نے اور بزار نے ابوسعید خدری سے اور طبرانی نے اسماء بنت عمیس، ام سلمہ، حبشی بن جنادہ ابن عمر، ابن عباس، جابر بن سمرہ، علی، براء بن عازب اور زید بن ارقم سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ تبوک کے موقع

پر حضرت علی کو پیچھے چھوڑا تو آپ نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ مجھے عورتوں اور بچوں میں چھوڑے جا رہے ہیں۔ تو آپ نے فرمایا

اما ترضی ان تکون منی بمنزلۃ ھارون من موسیٰ رغیر انہ لا نبی بعدی :- کیا آپ اس بات سے راضی نہیں کہ آپ کو مجھ سے وہ مقام حاصل ہو جو حضرت ہارون کو موسیٰ علیہ السلام سے تھا، ہاں میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

اس حدیث کے متعلق بارہویں شبہ میں بہت کچھ بیان ہو چکا ہے۔

۲ :- شیخین نے سہل بن سعد سے اور طبرانی نے حضرت ابن عمر، ابن ابی لیلیٰ اور عمران بن حصین سے اور بزار نے حضرت ابن عباس سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ خیبر کے روز فرمایا۔ میں کل اس شخص کو جھنڈا دوں گا۔ جس کے ہاتھ پر اللہ تعالیٰ فتح دے گا۔ وہ اللہ اور اس کے رسول کا محب ہوگا اور اللہ اور اس کا رسول بھی اس کے محب ہوں گے۔ رات بھر لوگ اس موضوع پر باتیں کرتے رہے کہ ان میں سے کس کو آپ جھنڈا دیں گے۔ صبح ہوئی تو سب کے سب اس امید پر کہ حضور علیہ السلام اُسے جھنڈا دیں گے۔ آپ کے پاس حاضر ہوئے آپ نے فرمایا، علی بن ابی طالب کہاں ہیں۔ عرض کیا ان کی آنکھوں میں تکلیف ہے فرمایا انہیں بلاؤ جب وہ حاضر ہوئے تو حضور علیہ السلام نے ان کی آنکھوں پر لعاب دہن لگا کر دعا کی تو آپ تندرست ہو گئے۔ گویا آپ کو کوئی تکلیف ہی نہ تھی۔ آپ نے انہیں جھنڈا عطا فرمایا۔

ترمذی نے حضرت عائشہ سے روایت کی ہے کہ حضرت فاطمہ سب لوگوں سے بڑھ کر آپ کو محبوب تھیں۔ اور ان کے خاوند حضرت علی مردوں میں سے آپ کو زیادہ محبوب تھے۔

۳: مسلم نے سعد بن ابی وقاص سے بیان کیا ہے کہ جب آیت ندماع ابناء نا و ابناء کم کا نزول ہوا۔ تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ اور حضرت حسین کو بلایا اور عرض کیا اے اللہ یہ میرے اہل ہیں۔

۴: غدیر خم کے موقع پر حضور علیہ السلام نے فرمایا

من کنت مولاہ فعلی مولاہ — جسے میں محبوب ہوں علی بھی اُسے محبوب

اللھم وال من والاہ وعاد — ہے اے اللہ جو اس سے محبت رکھے تو

من عاداہ: — بھی اس سے محبت رکھ اور جو اس سے عداوت رکھے تو بھی اس سے عداوت رکھ۔

گیارہویں شبہ میں یہ حدیث بیان ہو چکی ہے۔ اسے حضور علیہ السلام سے تیس صحابہ نے روایت کیا ہے۔ اور اس کے بہت سے طریق صحیح اور حسن ہیں۔ اس کے معنوں کے متعلق بہت کچھ بیان ہو چکا ہے اور بیہقی نے بیان کیا ہے کہ یہ مجھ پر بعد میں ظاہر ہوئی ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ علی سید العرب ہے۔ حضرت عائشہ نے عرض کیا۔ کیا آپ سید العرب نہیں فرمایا میں سید العالمین ہوں اور یہ سید العرب ہے۔

حاکم نے اپنی صحیح میں حضرت ابن عباس سے یہ الفاظ بیان کئے ہیں۔

انا سید ولد آدم و علی سید — یعنی میں اولاد آدم کا سردار ہوں اور علی عرب

العرب — کا سردار ہے۔

حاکم نے اسے صحیح کہا ہے مگر دونوں نے اس کی تخریج نہیں کی۔ اس کے تمام شواہد کمزور ہیں جیسا کہ بعض محقق محدثین نے بیان کیا ہے بلکہ ذہبی اس پر وضع کا حکم لگانے کی طرف مائل ہیں۔ اور اگر اسے صحیح فرض

کر لیا جائے تو علی کی سیادت ان کے لئے نسب وغیرہ کی رو سے ہو گی۔ اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ آپ خلفائے ثلاثہ سے بھی افضل ہیں۔ اور اس بارے میں صریح دلائل پہلے بیان ہو چکے ہیں۔

۵ :۔ ترمذی اور حاکم نے بیان کیا ہے اور اسے بریدہ سے صحیح قرار دیا ہے وہ کہتے ہیں کہ مجھے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے چار آدمیوں سے محبت کرنے کا ارشاد فرمایا اور مجھے یہ بھی بتایا کہ میں ان سے محبت رکھتا ہوں عرض کیا گیا یا رسول اللہ ہمیں ان کے نام بتا دیجئے۔ فرمایا ان میں سے ایک علی ہے باقی تین ابوذر، سلمان اور مقداد ہیں۔

۶ :۔ احمد، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ نے حبشی بن جنادہ سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ

علی منی و انا من علی و لا یؤدی عنی الا انا او علی :: علی مجھ سے اور میں علی سے ہوں اور میری ادائیگی میں کر سکتا ہوں یا علی۔

۷ :۔ ترمذی نے حضرت ابن عمر سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کے درمیان مؤاخات قائم کی تو حضرت علی نے اشک بار آنکھوں کے ساتھ حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ آپ نے اپنے اصحاب کے درمیان مؤاخات قائم کی ہے۔ لیکن میرے ساتھ کسی کی مؤاخات نہیں کی تو حضور علیہ السلام نے فرمایا

انت اخی فی الدنیا والآخرۃ کہ تو میرا دنیا اور آخرت میں بھائی ہے۔

۸ :۔ مسلم نے حضرت علی سے بیان کیا ہے کہ آپ نے فرمایا کہ اس ذات کی قسم جس نے دانے کو پھاڑا اور جان کو پیدا کیا۔ کہ حضور علیہ السلام نے مجھے تاکیداً فرمایا ہے کہ مومن مجھ سے محبت کرے گا اور منافق مجھ سے بغض

رکھے گا۔

۹ :۔ بزار اور طبرانی نے الاوسط میں حضرت جابر بن عبداللہ سے اور طبرانی حاکم اور عقیلی نے الضعفاء میں اور ابن عدی نے حضرت ابن عمرؓ سے اور ترمذی اور حاکم نے حضرت علی سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے

انا مدینۃ العلم وعلی بابہا کہ میں شہر علم ہوں اور علی اس کا دروازہ ہے اور ایک روایت میں ہے جو علم حاصل کرنا چاہتا ہے وہ دروازے کے پاس آئے اور ترمذی کی ایک دوسری روایت میں جو حضرت علی سے مروی ہے کہ

انا دار الحکمۃ وعلی بابہا :۔ میں شہر حکمت ہوں اور علی اس کا دروازہ ہے اور ابن عدی کی ایک دوسری روایت میں ہے کہ علی باب علمی، علی میرے علم کا دروازہ ہے۔ اس حدیث کے بارے لوگ بہت مضطرب ہیں۔ ایک جماعت کا قول ہے کہ یہ موضوع ہے۔ جس میں ابن جوزی اور نووی شامل ہیں۔ انہیں حدیث اور اس کے طرق کے متعلق جو معرفت حاصل ہے وہی تیرے لئے کافی ہے۔ یہاں تک کہ بعض محقق محدثین نے کہا ہے کہ نووی کے بعد کوئی آدمی ایسا پیدا نہیں ہوا جو اس کی برابری تو کجا اس کا لگا بھی کھا سکے۔ اور حاکم نے حسب عادت مبالغہ سے کام لیتے ہوئے کہا ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے۔ اور بعض محقق متاخر محققین نے جو حدیث کے بارے میں بڑی واقفیت رکھتے ہیں۔ اسے درست قرار دیا ہے۔ یہ حدیث حسن ہے اور اس کے متعلق پہلے بیان ہو چکا ہے۔

۱۰ :۔ حاکم نے حضرت علی سے صحیح روایت کی ہے وہ کہتے ہیں کہ مجھے رسول کریم

صلی اللہ علیہ وسلم نے یمن کی طرف بھیجا۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ مجھے ان کے درمیان فیصلے کرنے کیلئے بھجوا رہے ہیں۔ اور میں ایک نوجوان آدمی ہوں جو قضا سے واقف نہیں آپ نے میرے سینے پر ہاتھ مار کر فرمایا۔ اے اللہ اس کے دل کو ہدایت فرما اور اس کی زبان کو ثبات عطا کر، اس ذات کی قسم جس نے دانے کو پھاڑا ہے کہ مجھے دو آدمیوں کے درمیان فیصلہ کرتے ہوئے کبھی شک نہیں ہوا۔

کہتے ہیں حضور علیہ السلام کے قول کہ علی تم سب سے زیادہ صحیح فیصلے کرنے والے ہیں، کا سبب یہ ہے کہ حضرت ابو بکر کی احادیث میں پہلے بیان ہو چکا ہے کہ حضور علیہ السلام اپنے صحابہ کی ایک جماعت کے ساتھ تشریف فرما تھے کہ دو آدمی جھگڑتے ہوئے آئے۔ ان میں سے ایک نے کہا یا رسول اللہ میرے پاس ایک گدھا اور اس کے پاس ایک بیل تھا۔ اس کے بیل نے میرے گدھے کو مار دیا ہے۔ حاضرین میں سے ایک نے کہا۔ چوپاؤں پر کوئی ضمانت نہیں۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا اے علی ان کے درمیان فیصلہ کرو۔ آپ نے دونوں سے پوچھا کیا وہ دونوں بندھے ہوئے تھے یا آزاد تھے یا ایک بندھا ہوا تھا اور دوسرا آزاد تھا۔ دونوں نے جواب دیا کہ گدھا بندھا ہوا تھا اور بیل آزاد تھا۔ اور بیل کا مالک بھی اس کے ساتھ تھا۔ حضرت علی نے کہا بیل والے پر گدھے کی ضمانت پڑتی ہے۔ حضور علیہ السلام نے آپ کے حکم کو قائم کیا اور آپ کے فیصلے کو نافذ کیا۔

۱۱:۔ ابن سعد نے حضرت علی سے بیان کیا ہے کہ آپ سے کہا گیا۔ کیا وجہ ہے کہ اصحاب رسول کی طرح آپ کی احادیث بکثرت نہیں۔ تو آپ نے فرمایا جب میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کرتا تو آپ مجھے بتاتے اور جب

خاموش ہو جاتے تو مجھ سے شروع کرتے۔

۱۲: طبرانی نے "الاوسط" میں ضعیف سند کے ساتھ حضرت جابر بن عبداللہ سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لوگ مختلف شجروں سے ہیں اور میں اور علی ایک ہی شجرے سے ہیں۔

۱۳: بزار نے حضرت سعد سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی سے فرمایا کہ میرے اور تیرے سوا اس مسجد میں کسی کے لئے جنبی ہونا جائز نہیں۔

۱۴: طبرانی اور حاکم نے بیان کیا ہے اور اسے ام سلمہ سے صحیح قرار دیا ہے وہ فرماتی ہیں کہ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم غصے میں ہوتے تو حضرت علی کے سوا آپ سے گفتگو کرنے کی کوئی شخص جرأت نہ کرتا۔

۱۵: طبرانی اور حاکم نے حضرت ابن مسعود سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ حضرت علی کی طرف دیکھنا عبادت ہے اس حدیث کی اسناد حسن ہے۔

۱۶: ابویعلی اور بزار نے حضرت سعد بن وقاص سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ جس نے علی کو اذیت دی۔ اس نے مجھے اذیت دی۔

۱۷: طبرانی نے حضرت ام سلمہ سے بسند حسن بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جس نے علیؑ سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی۔ اور جس نے مجھ سے محبت کی اس نے اللہ سے محبت کی اور جس نے علی سے بغض رکھا اس نے مجھ سے بغض رکھا اور جس نے مجھ سے بغض رکھا اس نے اللہ سے بغض رکھا۔

۱۸:۔ احمد اور حاکم نے بیان کیا ہے اور اسے ام سلمہ سے صحیح قرار دیا ہے وہ کہتی ہیں کہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سُنا کہ جس نے علی کو بُرا کہا اس نے مجھے بُرا کہا۔

۱۹: ۔احمد اور حاکم نے حضرت ابو سعید خدری سے بسند صحیح بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی سے فرمایا تو نے جیسے تنزیل قرآن پر لڑائی کی ہے ایسے ہی تاویل قرآن پر لڑائی کرے گا۔

۲۰: ۔ بزار، ابو یعلی اور حاکم نے حضرت علی سے بیان کیا ہے کہ مجھے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بُلایا اور فرمایا تجھ میں عیسٰی علیہ السلام کی ایک مثال ہے۔ یہود نے آپ سے یہاں تک بغض رکھا کہ آپ کی ماں پر بہتان باندھا۔ اور نصاریٰ نے آپ سے یہاں تک محبت کی کہ آپ کو وہ مقام دیا جو آپ کو حاصل نہ تھا۔ سُنو میرے بارے میں دو آدمی ہلاک ہو جائیں گے۔ ایک حد سے بڑھا ہوا محبّ، جو میری تقریظ میں وہ بات کہتا ہے جو مجھ میں نہیں پائی جاتی۔ دوسرا وہ بغض رکھنے والا جس کو میری دشمنی، مجھ پر بہتان لگانے پر آمادہ کر دیتی ہے۔

۲۱: ۔ طبرانی نے الاوسط میں حضرت ام سلمہ سے بیان کیا ہے کہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سُنا کہ علی قرآن کے ساتھ ہے۔ اور قرآن علی کے ساتھ ہے۔ وہ حوض کوثر تک ایک دوسرے سے جُدا نہیں ہوں گے۔

۲۲: ۔ احمد اور حاکم نے حضرت عمار بن یاسر سے بسند صحیح بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی سے فرمایا۔ دو آدمی بڑے بد بخت ہیں۔ ایک قوم ثمود کا احیمر جس نے اونٹنی کی کونچیں کاٹ ڈالی تھیں اور اے علی دوسرا وہ شخص جو تیرے سر پر تلوار مار کر داڑھی کو تر کر دے

گا۔ یہ حدیث حضرت علی، حضرت صہیب، حضرت جابر بن سمرہ وغیرہ سے بھی بیان ہوئی ہے۔

ابو یعلی نے حضرت عائشہ سے بیان کیا ہے کہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت علی کے ساتھ چمٹے ہوئے اور بوسے دیتے ہوئے دیکھا۔ آپ فرما رہے تھے میرا باپ یگانہ شہید پر قربان ہو۔

طبرانی اور ابو یعلی نے اسے ایسی سند سے بیان کیا ہے۔ جس کے رجال سوائے ایک کے ثقہ ہیں۔ اُسے بھی انہی کی طرح ثقہ قرار دیا گیا ہے۔ حضور علیہ السلام نے ایک دن حضرت علی سے فرمایا۔ اوّلین میں سے کون بڑا بدبخت ہے۔ آپ نے عرض کیا یا رسول اللہ جس نے اونٹنی کی کونچیں کاٹی تھیں۔ آپ نے فرمایا تو نے درست کہا ہے پھر فرمایا آخرین میں کون بڑا بدبخت ہے عرض کیا یا رسول اللہ اس کے متعلق مجھے کچھ علم نہیں۔ فرمایا جو تیری کھوپڑی پر مارے گا۔ حضرت علی جب اہل عراق سے تنگ آجاتے تو انہیں کہتے میں چاہتا ہوں کہ تمہارا بڑا بدبخت آدمی کھڑا ہو کر میری داڑھی کو رنگ دے۔ اور اپنے سر کے اگلے حصّے پر ہاتھ رکھ کر اشارہ کرتے۔

ایک صحیح روایت یہ بھی ہے کہ ابن سلام نے آپ سے کہا عراق نہ جائیے۔ مجھے خدشہ ہے کہ آپ کو وہاں تلوار کی دھار لگے گی۔ تو حضرت علی نے خدا کی قسم کھا کر کہا کہ اس کی خبر مجھے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دی ہے۔ ابوالاسود کہتے ہیں۔ میں نے کسی شخص کو جسے ایسی خبر دی جائے کبھی اپنی جان سے اس طرح دفاعی جنگ کرتے نہیں دیکھا۔

۲۳:۔ حاکم نے ابو سعید خدری سے صحیح روایت کی ہے کہ لوگوں نے حضرت علی کی شکایت کی تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہم میں خطبہ کیلئے کھڑے ہوئے

اور فرمایا علی کی شکایت نہ کرو۔ خدا کی قسم وہ اللہ کی ذات کے بارے میں یا اللہ کی راہ میں بڑی خشیت رکھنے والا آدمی ہے۔

۲۴:۔ احمد اور الضیاء نے زید بن ارقم سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مجھے علی کے دروازے کے سوا دوسرے دروازوں کو بند کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ آپ کے بارے میں تمہارے ایک کہنے والے نے کہا ہے، خدا کی قسم میں نے نہ کسی چیز کو بند کیا اور نہ کھولا ہے بلکہ مجھے حکم دیا گیا ہے اور میں نے اس کی پیروی کی ہے۔ اس حدیث سے ان احادیث کے بارہ میں اشکال پیدا نہیں ہوتا۔ جو حضرت ابو بکر کی خلافت کے متعلق بیان ہو چکی ہیں۔ کہ ابو بکر کی کھڑکی کے سوا سب کھڑکیاں بند کر دی جائیں۔ اس لئے کہ اس حدیث میں تصریح ہے۔ کہ آپ نے کھڑکیاں بند کرنے کا حکم مرض الموت میں دیا تھا۔ اور یہ حکم اس زمانے کا نہیں اسے مرض سے پہلے کے زمانے پر محمول کیا جائے گا۔ اس سے علماء کے قول کی توضیح ہو گئی کہ اس میں حضرت ابو بکر کی خلافت کی طرف اشارہ ہے نیز یہ حدیث اس سے واضح اور زیادہ مشہور ہے۔

۲۵:۔ ترمذی اور حاکم نے حضرت عمران بن حصین سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تین بار فرمایا۔ تم علی سے کیا چاہتے ہو۔ میں علی سے ہوں اور علی مجھ سے ہے۔ اور وہ میرے بعد ہر مومن کا ولی ہے۔ اس حدیث اور اس کے معنوں پر گیارہویں شبہ میں گفتگو ہو چکی ہے۔

۲۶:۔ طبرانی نے حضرت ابن مسعود سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں حضرت

فاطمہ کو علی کو زوجیت میں دے دوں۔

۲۷:۔ طبرانی نے حضرت جابر سے اور خطیب نے حضرت ابن عباس سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالی نے ہر نبی کی ذریت کو اس کی صلب میں رکھا ہے اور میری ذریت کو علی بن ابی طالب کی صلب میں رکھا ہے۔

۲۸:۔ دیلمی نے حضرت عائشہ سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میرا بہترین بھائی علی ہے اور بہترین چچا حمزہ ہے

۲۹:۔ دیلمی نے حضرت عائشہ سے اور طبرانی اور مردویہ نے حضرت ابن عباس سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ تین آدمی سبقت کرنے والے ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے سابق یوشع بن نون، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے سابق یس اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے سابق علی بن ابی طالب ہیں۔

۳۰:۔ ابن النجار نے حضرت ابن عباس سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ صدیق تین ہیں۔ حزقیل مومن آل فرعون اور حبیب النجار صاحب یس اور علی بن ابی طالب۔

۳۱:۔ ابونعیم اور ابن عساکر نے ابی یعلی سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ صدیق تین ہیں۔ حبیب النجار مومن آل یس جس نے کہا اے قوم، مرسلین کی پیروی کرو۔ اور حزقیل مومن آل فرعون جس نے کہا کیا تم ایسے آدمی کو مارنا چاہتے ہو جو کہتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے اور علی بن ابی طالب اور یہ سب سے افضل ہے۔

۳۲:۔ خطیب نے حضرت انس سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ

علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مومن کے صحیفہ کا عنوان، علی بن ابی طالب کی محبت ہے [1]

۳۳: حاکم نے حضرت جابر سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ علی نیکوکاروں کا امام اور فاجروں کا قاتل ہے۔ جو اس کی مدد کرے گا وہ منصور ہوگا۔ اور جو اسے بے یار و مددگار چھوڑے گا وہ مخذول ہوگا۔

۳۴: دار قطنی نے "الافراد" میں حضرت ابن عباس سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ علی گناہوں کے بخشے کا دروازہ ہے جو اس دروازے سے داخل ہوگا وہ مومن ہوگا اور جو اس سے نکل جائیگا وہ کافر ہوگا۔

۳۵: حضرت البراء سے خطیب نے اور دیلمی نے حضرت ابن عباس سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ علی کا مقام مجھ سے ایسا ہے جیسا کہ میرے بدن سے سر کا۔

۳۶: بیہقی اور دیلمی نے حضرت انس سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ علی جنت میں یوں چمکے گا۔ جیسے اہل دنیا کے لئے صبح کا ستارہ چمکتا ہے۔

---

[1] یہ حدیث احمد بن محمد بن جوری العکبری کے طریق سے آئی ہے اور ابن جوزی نے الواھیات میں کہا ہے کہ اس کی کوئی اصل نہیں اور ذہبی نے اسے باطل کہا ہے اور اس کی سند تاریک ہے۔ جیسا کہ تنزیہ الشریعۃ میں آیا ہے

۳۷ :۔ ابن عدی نے حضرت علی سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ علی مومنین کا بادشاہ ہے اور مال منافقین کا بادشاہ ہے[1]

۳۸ :۔ بزار نے حضرت انس سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ علی میرا قرض ادا کرے گا۔

۳۹ :۔ ترمذی اور حاکم نے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جنت تین آدمیوں کی مشتاق ہے حضرت علی۔ حضرت عمار اور حضرت سلمان کی۔

۴۰ :۔ شیخین نے حضرت سہل سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کو مسجد میں پہلو کے بل لیٹے پایا اور آپ کی چادر آپ کے پہلو سے نیچے گر پڑی اور آپ کو مٹی لگ گئی تو حضور علیہ السلام آپ سے مٹی پونچھنے لگے اور فرمانے لگے۔ اے ابو تراب اٹھ۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کو یہ کنیت بڑی پسند ہے۔ کیونکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو اس کنیت سے پکارا ہے۔

اور پہلے بیان ہو چکا ہے کہ چار آدمیوں کی محبت منافق کے

---

[1] عقیلی نے بھی اسی قسم کی ایک طویل روایت بیان کی ہے اسکی روایت میں ایک ابن داہر ہے۔ اس کی وجہ سے کوئی آفت پیدا نہیں ہوئی۔ بلکہ آفت کسی اور کی وجہ سے پیدا ہوئی ہے۔ اور ابی لیلی غفاری کی حدیث میں آیا ہے جسے ابو احمد الحاکم نے الکنیٰ میں بیان کیا ہے جس میں اسحاق بن بشر الکاہلی بھی ہے۔ جسے وضاعین میں شمار کیا جاتا ہے۔ جیساکہ دار قطنی نے بیان کیا ہے۔

دل میں جمع نہیں ہو سکتی اور مومن کے سوا ان سے کوئی محبت نہیں کرتا وہ چار آدمی حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان اور حضرت علی ہیں۔

نسائی اور حاکم نے حضرت علی سے بیان کیا ہے۔ کہ ہر نبی کو سات نجیب رفقاء دیئے گئے ہیں اور مجھے چودہ۔ حضرت علی حضرت حسن، حضرت حسین، حضرت جعفر، حضرت حمزہ، حضرت ابوبکر اور حضرت عمر۔

ابن المظفر اور ابن ابی الدنیا نے ابو سعید خدری سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم مرض الموت میں ہمارے پاس آئے اور ہم صبح کی نماز پڑھ رہے تھے۔ آپ نے فرمایا میں تم میں کتاب اللہ اور اپنی سنت چھوڑے جا رہا ہوں۔ میرے قرآن کو میری سنت سے ملاؤ۔ اور جب تک تم ان دونوں کو تھامے رہو گے ہرگز تمہاری آنکھیں اندھی نہ ہوں گی۔ اور نہ ہی تمہارے قدموں میں لغزش پیدا ہو گی۔ اور نہ تمہارے ہاتھ کوتاہ ہوں گے اور فرمایا میں تم کو ان دو آدمیوں سے حسن سلوک کی تاکید کرتا ہوں یہ کہہ کر آپ نے حضرت علی اور حضرت عباس کی طرف اشارہ فرمایا جو کوئی ان دونوں سے کسی چیز کو ہٹائے گا اور ان کی حفاظت کرے گا۔ اللہ تعالیٰ اُسے ایک نور عطا کرے گا۔ یہاں تک کہ قیامت کے روز بھی وہ اس پر وارد ہو گا۔

ابن ابی شیبہ نے عبدالرحمٰن بن عوف سے بیان کیا ہے کہ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ کو فتح کیا تو آپ طائف کو چلے گئے اور سترہ یا انیس دن تک اس کا محاصرہ کئے رہے۔

پھر خطبہ کے لئے کھڑے ہوئے اور حمد و ثنا کے بعد فرمایا میں تم کو اپنی اولاد سے حُسن سلوک کی وصیّت کرتا ہوں ۔ میری تمہاری ملاقات حوض کوثر پر ہو گی ۔ اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے تم ضرور نماز کو قائم کرنا ۔ اور زکوٰۃ ادا کرنا ۔ میں تمہاری طرف ایک آدمی بھیجوں گا جو مجھ سے ہوگا یا میری طرح ہوگا وہ تمہاری گردنوں کو مارے گا ۔ پھر حضرت علی کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا ۔ وہ آدمی یہ ہے ۔

اس روایت کی سند میں ایک آدمی ہے ۔ جس کو ضعیف قرار دیئے جانے کے بارے میں اختلاف ہے اور بقیہ آدمی ثقہ ہیں ۔

ایک روایت میں ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مرض الموت میں فرمایا ۔ لوگو ! قریب ہے کہ میں جلد ہی فوت ہو جاؤں میں تم سے معذرت کرتے ہوئے پہلے بھی کہہ چکا ہوں کہ میں تم میں کتاب اللہ اور اپنے اہل بیت کی اولاد کو چھوڑے جا رہا ہوں پھر حضرت علی کے ہاتھ کو پکڑا اور اُسے بلند کر کے فرمایا ! یہ علی قرآن کے ساتھ ہے اور قرآن علی کے ساتھ ہے ۔ یہ حوض کوثر تک جُدا نہ ہوں گے ۔ جو کچھ میں چھوڑے جا رہا ہوں اس کے بارے ان دونوں سے دریافت کرنا ۔

احمد نے المناقب میں حضرت علی سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے ایک چار دیواری میں بلایا اور مجھے اپنی ٹانگ سے مار کر کہا ۔ کھڑا ہو جا ۔ خدا کی قسم میں تجھے راضی کروں گا تو میرا بھائی اور میرے بیٹے کا باپ ہے ۔ میری سُنّت پر جنگ کرے جو

میرے عہد پر مرے گا وہ جنت کے خزانے میں ہوگا۔ اور جو تیرے عہد پر مرے گا اُس نے بھی اپنا حصّہ پورا کر دیا اور جو تیری موت کے بعد تجھ سے محبت کرتے ہوئے مرا اللہ تعالیٰ دائمی طور پر اس پر امن و ایمان کی مہر لگا دے گا۔

دار قطنی نے بیان کیا ہے کہ حضرت علی نے ان چھ آدمیوں سے جنہیں حضرت عمر نے شوریٰ کے لئے مقرر فرمایا تھا طویل گفتگو کی۔ جس میں یہ بات بھی ہے کہ میں تم کو اللہ تعالیٰ کا واسطہ دے کر دریافت کرتا ہوں کہ تم میں کوئی ایک آدمی بھی ایسا ہے جسے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے سوا فرمایا ہو اے علی قیامت کے روز تو جنت اور دوزخ کا تقسیم کرنے والا ہے۔ انہوں نے کہا بخدا کسی کو ایسا نہیں کہا۔

عنترہ نے علی رضا سے بیان کیا ہے اس کا مفہوم یہ ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ سے فرمایا تو دوزخ اور جنت کا تقسیم کنندہ ہے۔ یعنی قیامت کے روز آگ کہے گی یہ میرے لئے ہے اور وہ تیرے لئے۔

ابن السماک نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابوبکر نے آپ سے کہا کہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سُنا ہے کہ کوئی شخص پل صراط سے گذر نہیں سکے گا۔ سوائے اس کے کہ حضرت علی نے اس کے لئے گذرنے کا لکھا ہو۔

بخاری نے حضرت علی سے بیان کیا ہے کہ میں قیامت کے روز سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کے حضور دو زانو ہو کر جھگڑے

کے لئے بیٹھوں گا۔ قیس کہتے ہیں کہ ان لوگوں کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی،

هٰذَانِ خَصْمَانِ اخْتَصَمُوا فِي رَبِّهِمْ فرمایا یہ وہ لوگ وہ ہیں جنہوں نے بدر کے روز مبارزت کی تھی۔

یعنی علی، حمزہ، عبیدہ، شیبہ بن ربیعہ، عتبہ بن ربیعہ اور ولید بن عتبہ۔

فصل ثالث

دربیان ثنائے صحابہ وسلف

ابن سعد نے حضرت ابوہریرہ سے بیان کیا ہے کہ حضرت عمر نے فرمایا کہ علی ہم میں سب سے زیادہ بہتر فیصلہ کرنے والے ہیں۔ اور حاکم نے ابن مسعود سے بیان کیا ہے کہ اہل مدینہ میں سے سب سے زیادہ بہتر فیصلہ کرنے والے حضرت علی ہیں۔

ابن سعد نے حضرت ابن عباس سے بیان کیا ہے کہ جب ہمیں باوثوق ذرائع سے علم ہو جائے کہ یہ فتویٰ حضرت علی نے دیا ہے۔ تو ہم اس سے تجاوز نہیں کرتے

سعید بن المسیب نے بیان کیا ہے کہ حضرت عمر نے فرمایا ہم اس مشکل سے اللہ کی پناہ مانگتے ہیں جس کو علی حل نہ کر سکیں۔ اور انہی کا بیان ہے کہ حضرت عمر نے فرمایا کہ صحابہ میں سے کوئی ایسا نہ تھا جو یہ کہتا ہو کہ مجھ سے پوچھو۔ ہاں علی یہ کہا کرتے تھے کہ مجھ سے پوچھا کرو۔

ابن عساکر نے حضرت ابن مسعود سے بیان کیا ہے کہ مدینہ میں سے سب سے زیادہ فرائض کے جاننے والے اور فیصلے کرنے والے حضرت علی ہیں۔ حضرت عائشہ کے پاس ذکر کیا گیا تو آپ نے

فرمایا جو لوگ باقی رہ گئے ہیں وہ ان میں سب سے زیادہ سُنّت کو جاننے والے ہیں۔

مسروق کہتے ہیں کہ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا علم حضرت علی، حضرت عمر اور حضرت ابن مسعود پہ ختم ہو جاتا ہے۔ عبداللہ بن عیاش بن ابی ربعیہ کہتے ہیں کہ حضرت علی کو علم میں بڑی پختگی حاصل تھی اور آپ کو اسلام اور حضور علیہ السلام کی دامادی، سُنّت میں تفقہ، جنگ میں بہادری اور مال میں سخاوت کرنے میں تقدم حاصل تھا۔

طبرانی اور ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس سے بیان کیا ہے کہ جہاں جہاں بھی اللہ تعالیٰ نے یاایہاالذین امنوا کے الفاظ نازل کئے ہیں وہاں حضرت علی ان کے امیر اور سردار ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے کئی مقامات پر اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اظہار ناراضگی فرمایا ہے۔ مگر حضرت علی کا ذکر اچھے رنگ میں کیا ہے۔

ابن عساکر نے حضرت ابن عباس سے بیان کیا ہے کہ کتاب اللہ میں جو علی کے بارے میں نازل ہوا ہے۔ وہ کسی کے لئے نہیں ہوا وہ کہتے ہیں حضرت علی کے بارے میں تین سو آیات نازل ہوئی ہیں[1]

ابو یعلی نے حضرت ابوہریرہ سے بیان کیا ہے کہ حضرت عمر نے فرمایا کہ علی کو تین چیزیں عطا کی گئی ہیں۔ اگر ان میں سے ایک چیز بھی مجھے عطا ہوتی تو وہ مجھے سرخ اونٹوں سے زیادہ محبوب ہوتی۔ پوچھا گیا کہ وہ چیزیں کونسی ہیں۔ فرمایا انہوں نے حضور علیہ السلام کی لڑکی سے

---

[1] یہ دونوں اثر موضوع نہیں ضعیف ہیں۔ جیسا کہ تنزیہ الشریعہ میں بیان ہوا ہے۔

شادی کی ۔ اور مسجد میں ان کی سکونت ہوئی ۔ اس میں ان کے لیئے جو کچھ جائز ہے وہ میرے لیئے نہیں ۔ اور خیبر کی جنگ میں حضور علیہ السلام نے آپکو جھنڈا عطا کیا ۔ احمد نے سند صحیح سے ابن عمر سے اسی قسم کی روایت بیان کی ہے ۔

احمد اور ابویعلی نے بسند صحیح حضرت علی سے بیان کیا ہے کہ جب سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے چہرے پر ہاتھ پھیرا اور میری آنکھ میں خیبر کے روز جھنڈا دیتے ہوئے لعاب دہن لگایا ہے ، نہ میری آنکھ میں تکلیف ہوئی ہے اور نہ مجھے کسی نے پچھاڑا ہے ۔ جب آپ کوفہ تشریف لائے تو ایک عرب فلاسفر آپ کے پاس آکر کہنے لگا امیر المومنین خدا کی قسم آپ نے خلافت کو زینت اور رفعت عطا کی ہے ۔ اس نے آپ کو زینت اور رفعت نہیں بخشی ۔ اور وہ آپ کی نسبت آپ کی زیادہ محتاج تھی ۔

سلفی نے طیوریات میں عبداللہ بن احمد بن حنبل سے بیان کیا ہے کہ میں نے اپنے باپ سے حضرت علی اور حضرت معاویہ کے بارے میں پوچھا تو انھوں نے جواب دیا ۔ یہ بات اچھی طرح سمجھ لو کہ حضرت علی کے دشمن بہت تھے ۔ آپ کے دشمنوں نے آپ میں عیب تلاش کیئے مگر انہیں کچھ حاصل نہ ہوا ۔ تو وہ ایک آدمی کے پاس گئے ۔ جو آپ سے جنگ کر چکا تھا تو انھوں نے ایک تدبیر اور چال کے ماتحت اس کی شان کو بڑھا کر بیان کرنا شروع کر دیا ۔

فصل چہارم

در بیانِ چند کراماتِ، فیصلہ جاتِ، کلماتِ جو آپ کی معرفتِ الٰہی، علم و حکمت اور زہد میں بلند رتبہ ہونے پر دلالت کرتے ہیں

ابن سعد نے آپ ہی سے بیان کیا ہے کہ خدا کی قسم جو آیت بھی نازل ہوئی ہے میں اس کے متعلق جانتا ہوں کہ وہ کس کے متعلق، کس جگہ اور کس پر نازل ہوئی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے عاقل دل اور ناطق زبان عطا کی ہے۔ ابن سعد وغیرہ نے ابوالطفیل سے بیان کیا ہے کہ حضرت علی نے فرمایا کہ مجھ سے کتاب اللہ کے متعلق پوچھو۔ میں ہر آیت کے متعلق جانتا ہوں۔ کہ وہ رات کو نازل ہوئی یا دن کو۔ میدان میں نازل ہوئی یا پہاڑ پر۔

ابن ابی داؤد نے محمد بن سیرین سے بیان کیا ہے کہ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہوئے تو حضرت علی نے حضرت ابوبکر کی بیعت میں دیر کی تو حضرت ابوبکر نے آپ سے مل کر کہا کہ کیا تو میری امارت کو ناپسند کرتا ہے۔ انہوں نے جواب دیا نہیں۔ بلکہ میں نے قسم کھائی ہوئی ہے کہ جب تک میں قرآن کو جمع نہ کر لوں۔ اس وقت تک سوائے نماز کے چادر نہ اوڑھوں گا۔ صحابہ کا خیال

ہے کہ آپ نے اُسے ترتیب نزولی کے مطابق جمع کیا ہے۔ محمد بن سیرین کہتے ہیں اگر مجھے وہ کتاب مل جاتی تو اس میں علم ہوتا۔

آپ کی روشن کرامات

جب آپ کی گود میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سر رکھے ہوئے تھے اور آپ پر وحی نازل ہو رہی تھی اور حضرت علی نے نماز عصر نہیں پڑھی تھی تو سورج کو آپ پر لوٹا دیا گیا۔ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وحی کی کیفیت دور ہوئی تو سورج غروب ہو گیا۔ حضور علیہ السلام نے دعا کی۔ اے اللہ اگر یہ تیری اور تیرے رسول کی اطاعت میں لگا ہوا تھا تو سورج کو اس کے لئے واپس لوٹا دے۔ تو سورج غروب ہونے کے بعد پھر طلوع ہو گیا۔

سورج کو لوٹا دینے والی حدیث کو طحاوی نے صحیح قرار دیا ہے۔ اور قاضی نے بھی الشفاء میں اسے صحیح کہا ہے۔ اور شیخ الاسلام ابو زرعۃ نے اسے حسن قرار دیا ہے۔ اور دوسروں نے اس کی پیروی کی ہے۔ اور بعض لوگوں نے اسے موضوع کہا ہے۔ ان کا رد پیش کیا تھا۔ ۱ے

۱ے سیوطی نے اس حدیث کے طرق کے تتبع میں کشف اللبس فی حدیث رد الشمس میں ایک جزء لکھا ہے اور اسے اس قول پر ختم کیا ہے کہ ائمہ اقوال اس حدیث کی صحت کی شہادت دیتے ہیں۔ ان میں امام شافعی وغیرہ کا یہ قول بھی ہے کہ انبیاء کو جس قدر معجزات دیے گئے ہیں ان کی نظیر یا ان سے بڑھ کر حضور علیہ السلام کو بھی دیئے گئے ہیں۔ آپ نے اس بات کو صحیح قرار دیا ہے کہ یوشع جو سرکشوں کے قاتل ہیں ان کیلئے سورج کئی راتوں تک روک لیا گیا تھا۔ پس ضروری ہے کہ اسکی نظیر حضور علیہ السلام کیلئے بھی ہو۔ ابن کثیر اور تنزیہ الشریعۃ میں اس بات کو مفصل بیان کیا گیا ہے

اور یہ خیال کہ سورج کے غروب سے وقت تو فوت ہو گیا تھا پس سورج کو لوٹانے کا کوئی فائدہ نہیں ۔ یہ بات محل منع میں ہے ۔ بلکہ ہم کہتے ہیں کہ سورج کا لوٹانا خصوصیت ہے ۔ اسی طرح عصر کی نماز کا پانا اور نماز ادا کرنا حضرت علی کی خصوصیت اور کرامت ہے ۔ یعنی جب سورج غروب ہو جائے پھر واپس آجائے تو کیا اس کے واپس آنے سے وقت بھی واپس آجاتا ہے ۔ میں نے اسے مع وجوہات شرح العباب میں کتاب الصلوٰۃ کے اوائل میں بیان کیا ہے ۔

اس باب میں ایک عجیب حکایت بیان کی گئی ہے جسے مجھ سے ہمارے مشائخ عراق نے بیان کیا ہے ۔ کہ انہوں نے ابومنصور المظفر بن اردشیر القبادی الواعظ کو دیکھا کہ اس نے اس حدیث کو عصر کے بعد بیان کیا اور اس کے الفاظ کو لکھوایا اور اہل بیت کے فضائل کا تذکرہ کیا تو بادل نے سورج کو چھپالیا ۔ یہاں تک کہ لوگوں نے خیال کیا کہ سورج غروب ہو گیا ہے ۔ آپ نے منبر پر کھڑے ہو کر سورج کی طرف اشارہ کر کے یہ اشعار پڑھے ۔

اے سورج ! جب تک آل مصطفیٰ اور ان کی اولاد
کے متعلق میری مدح ختم نہ ہو اس وقت تک غروب نہ ہونا
اگر تو ان کی ثنا کرنا چاہتا ہے ۔ تو اپنی عنان کو موڑ ، کیا
تجھے وہ وقت بھول گیا ہے جب تو اس کی وجہ سے کھڑا
ہو گیا تھا اور اگر تیرا توقف آقا کے لئے تھا تو یہ توقف
اس کے سواروں اور پیادوں کے لئے ہو جائے ۔

کہتے ہیں بادل چھٹ گیا اور سورج طلوع ہو گیا ۔ عبدالرزاق نے

حجر المرادی سے بیان کیا ہے کہ مجھ سے حضرت علی نے فرمایا تیری کیا حالت ہوگی۔ جب تجھے مجھ پر لعنت کرنے کا حکم دیا جائے گا۔ میں نے عرض کیا ایسا بھی ہوگا فرمایا ہاں۔ میں نے کہا تو پھر میں کیا کروں فرمایا مجھ پر لعنت کرنا۔ مگر مجھ سے اظہار بیزاری نہ کرنا۔ حجر المرادی کہتے ہیں مجھے حجاج کے بھائی محمد بن یوسف نے جو عبدالملک بن مروان کی طرف سے یمن کا امیر تھا حکم دیا کہ میں حضرت علی پر لعنت کروں۔ میں نے کہا امیر نے مجھے حضرت علی پر لعنت کرنے کا حکم دیا ہے۔ اس پر لعنت کرو۔ اللہ اس پر لعنت کرے۔ اس بات کو ایک آدمی کے سوا کوئی بھی نہ سمجھا۔ کیونکہ اس نے صرف امیر پر لعنت کی۔ اور حضرت علی پر لعنت نہ کی۔ یہ حضرت علی کی کرامت اور آپ کی غیب کے متعلق پیشگوئی ہے

آپ کی یہ بھی ایک کرامت ہے کہ آپ نے ایک حدیث بیان کی تو ایک آدمی نے اس کی تکذیب کی۔ آپ نے اُسے کہا اگر تو جھوٹا ہوا تو میں تجھ پر بددعا کر دوں گا۔ اس نے کہا بددعا کرو۔ آپ نے اس پر بددعا کی تو جلد ہی اس کی بصارت جاتی رہی۔

ابن المدائنی نے ایک گروہ سے بیان کیا ہے کہ حضرت علی بیت المال میں جھاڑو دیتے۔ پھر اس امید پر نماز پڑھتے کہ ان کیلئے گواہی دی جائے کہ انہوں نے مسلمانوں سے مال کو روک کر نہیں رکھا۔

دو آدمی بیٹھے صبح کا کھانا کھا رہے تھے۔ ایک کے پاس پانچ روٹیاں اور دوسرے کے پاس تین روٹیاں تھیں۔ ان کے پاس سے ایک تیسرا آدمی گزرا۔ جسے انہوں نے بٹھا لیا۔ اور وہ برابر برابر آٹھ روٹیاں کھا گئے۔ پھر تیسرے آدمی نے کھانے کے عوض انہیں

آٹھ درہم دئیے تو دونوں آپس میں جھگڑ پڑے ۔ پانچ روٹیوں والا کہتا میرے پانچ درہم ہیں اور تین روٹیوں والے کے لئے تین درہم ہیں اور تین روٹیوں والا کہتا ہے کہ میرے ساڑھے چار درہم ہیں ۔ دونوں جھگڑتے ہوئے حضرت علی کے پاس گئے ۔ آپ نے تین روٹیوں والے سے کہا آپ وہ تین درہم لے لیں ۔ جن کے بارے میں آپ کا ساتھی رضامند ہے ۔ کیونکہ یہ تیرے لئے بہتر ہے ۔ اس نے کہا میں تو حق کے مطابق راضی ہوں گا ۔ آپ نے فرمایا حق کے مطابق ایک درہم ہے ۔ اس نے اس کی وجہ دریافت کی ۔ آپ نے فرمایا کیا آٹھ روٹیوں کے چوبیس ثلث نہیں بنتے جو تم نے کھائے ہیں ۔ اور کوئی نہیں جانتا کہ کس نے زیادہ کھایا ہے ۔ اور تم اسے برابری پر محمول کرتے ہو ۔ تو نے آٹھ ثلث کھائے ہیں حالانکہ تیرا حصہ نو ثلث تھا اور تیسرے ساتھی نے بھی آٹھ ثلث کھائے ۔ حالانکہ اسے پندرہ ثلث ملنے چاہئیں ۔ اس کے لئے سات باقی رہ گئے ۔ اور تیرا ایک باقی رہ گیا ۔ اس کو سات کے بدلے سات اور تجھے ایک کے بدلے ایک درہم ملنا چاہیے ۔ اس نے کہا اب میں راضی ہوں ۔

آپ کے پاس ایک آدمی لایا گیا اور اس کے بارے میں کہا گیا کہ اس کے خیال میں اسے اپنی ماں کے ساتھ احتلام ہوا تھا آپ نے فرمایا اسے دھوپ میں کھڑا کر کے اس کے سائے کو مارو[1]

---

[1] مسجد میں جھاڑو دینے کا اثر عبدالرزاق نے المصنف میں مدائنی سے بیان کیا ہے اسی طرح وہ حکایت بھی جو اس کے بعد ہے اور وہ بھی جو اس کے بعد ہے ۔

آپ کے کلمات

لوگ سوئے ہوئے ہیں۔ جب مر جاتے ہیں تو اپنے زمانے سمیت بیدار ہو جاتے ہیں۔ ان میں سے اپنے آباء سے بہت مشابہت رکھنے والے بھی ہوتے ہیں اگر پردہ اٹھا دیا جائے تو میرے یقین میں اضافہ نہ ہو۔ جو شخص اپنی قدر پہچان لیتا ہے وہ ہلاک نہیں ہوتا۔ ہر آدمی کی قیمت وہی ہے جو اُسے اچھی لگے۔ جس نے اپنے آپ کو پہچان لیا اُس نے اپنے رب کو پہچان لیا۔ اسی طرح آپ کی طرف یہ محاورہ بھی منسوب کیا گیا ہے۔ جبکہ مشہور یہ ہے کہ یہ یحییٰ بن معاذ الرازی کا قول ہے۔ آدمی اپنی زبان کے نیچے چھپا ہوا ہے۔ جو شیریں زبان ہوگا اس کے بھائی بہت ہوں گے نیکی سے آزاد بھی غلام بن جاتا ہے۔ بخیل کے مال کو حادثہ یا وارث کی خوشخبری دے۔ قائل کی طرف نہ دیکھ بلکہ قول کی طرف دیکھ مصیبت کے وقت واویلا کرنا۔ مصیبت کو مکمل کرنا ہے۔ سرکشی کے ساتھ کوئی کامیابی نہیں۔ تکبر کے ساتھ کوئی تعریف نہیں۔ حرص کے ساتھ کھانے اور بدہضمی میں کوئی صحت نہیں۔ [illegible] کے ساتھ کوئی شرف نہیں۔ حسد کے ساتھ کوئی راحت نہیں۔ انتقام کے ساتھ کوئی سرداری نہیں۔ مشورہ ترک کرنے سے صحیح بات معلوم نہیں ہوتی۔ جھوٹے کے لئے کوئی مروت نہیں۔ کوئی عزت تقویٰ سے بڑی نہیں۔ توبہ سے زیادہ کوئی سفارش کامیاب نہیں۔ عافیت سے زیادہ خوبصورت کوئی لباس نہیں۔ جہالت سے زیادہ مشکل کوئی بیماری نہیں آدمی جسے نہیں جانتا اس کا دشمن ہوتا ہے۔ اللہ اس شخص پر رحم کرے جس نے اپنی قدر پہچان لی اور اپنی حد سے آگے نہیں بڑھا۔ عذر کا

اعادہ گناہ کی یاد دہانی ہے۔ لوگوں کے درمیان خیرخواہی کرنا زخمی کرنا ہے۔ جاہل کا احسان اس باغ کی طرح ہے جو روڑی پر اُگا ہو۔ بے صبری، صبر سے زیادہ تھکانے والی ہے۔ مسئول آزاد ہے۔ یہاں تک کہ واپس آجائے۔ سب سے بڑا دشمن وہ ہے جو سب سے زیادہ خفیہ تدبیر کرتا ہے۔ حکمت مومن کی گمشدہ متاع ہے۔ بخل عیوب کی برائیوں کو اکٹھا کرنے والا ہے۔ جب تقدیر آجائے تو تدبیر بھول جاتی ہے۔ شہوت کا غلام غلامی کے طریق پر غلام بنے ہوئے سے زیادہ ذلیل ہے۔ حاسد کو بے گناہ پر غصّہ آتا ہے۔ گنہگار کے لئے گناہ ہی کافی سفارش کنندہ ہے۔ سعادت مند وہ ہے جو دوسروں سے نصیحت حاصل کرے۔ احسان، زبان کو بند کر دیتا ہے۔ سب سے بڑی غریبی حماقت ہے۔ اور سب سے بڑی دولت عقل ہے۔ لالچی ذلت کے بندھن میں رہتا ہے۔ یہ بات قابل تعجب نہیں کہ کون ہلاک ہوا اور کیسے ہلاک ہوا۔ بلکہ قابل تعجب بات یہ ہے کہ کون بچا اور کیسے بچا۔ اونٹوں کے بھگانے سے بچو۔ کیونکہ بھاگے ہوئے واپس نہیں ہوتے۔ لالچ کی چمک تلے عقل اکثر مار کھا جاتی ہے۔ جب اونٹ تمہارے پاس پہنچ جائیں تو شکر کی کمی کے باعث سب سے دور رہنے والے اونٹ کو نہ بھگاؤ۔ جب تجھے کسی دشمن پر قابو حاصل ہو جائے تو اس پر قابو پا جانے کے شکریہ میں اُسے معاف کر دے۔ جو چیز کسی نے اپنے دل میں چھپائی ہوتی ہے وہ اس کی زبان اور چہرے سے معلوم ہو جاتی ہے۔ بخیل جلد غریب ہو جاتا ہے۔ وہ دنیا میں غریبوں کی سی زندگی بسر کرتا ہے۔ اور آخرت

میں اس کا حساب مالداروں کا سا ہوگا۔ عقلمند کی زبان اس کے دل کے پیچھے اور بیوقوف کا دل اس کی زبان کے پیچھے ہوتا ہے۔ علم کمینے کو بلند مرتبہ کر دیتا ہے۔ اور جہل بلند مرتبہ کو نیچے گرا دیتا ہے علم مال سے بہتر ہے۔ علم تیری حفاظت کرتا ہے اور تو مال کی حفاظت کرتا ہے۔ علم حاکم اور مال محکوم ہے۔ بے حرمتی کرنے والے عالم اور جاہل عبادت گزار نے میری کمر توڑ دی ہے۔ یہ فتوے دیتا ہے اور لوگوں کو اپنی بے حرمتی سے متنفر کرتا ہے اور وہ اپنی عبادت سے لوگوں کو گمراہ کرتا ہے۔ لوگوں میں سب سے کم قیمت آدمی وہ ہے جو ان میں کم علم ہے۔ کیونکہ ہر آدمی کی قیمت اس چیز سے ہے جو اُسے اچھا بنائے۔ اس انوکھے اسلوب پر آپ کا کلام بے شمار ہے مگر میں نے اسے طوالت کے خوف سے نظر انداز کر دیا ہے۔

اسی طرح آپ کے کلمات میں سے یہ بھی ہے کہ لوگوں میں اس طرح رہو جیسے پرندوں میں شہد کی مکھی رہتی ہے۔ تمام پرندے اُسے کمزور کہتے ہیں۔ اگر پرندوں کو اپنے پیٹ کی برکت کا علم ہوتا تو وہ اس سے ایسا نہ کرتے۔ اپنے جسموں اور زبانوں سے لوگوں میں گھل مل جاؤ اور اپنے قلوب اور اعمال سے ان سے الگ ہو جاؤ۔ کیونکہ آدمی کے لئے وہی کچھ ہے جو وہ کرتا ہے اور قیامت کے روز وہ اپنے محبوب کے ساتھ ہوگا۔ عمل سے زیادہ قبولِ عمل کیلئے اہتمام کرو۔ اس لئے کہ تقویٰ کے ساتھ عمل میں ہرگز کمی واقع نہ ہوگی۔ اور مقبول عمل کیسے کم ہو سکتا ہے۔

اے حاملینِ قرآن اس پر عمل کرو۔ کیونکہ عالم وہ ہے جو

علم کے مطابق عمل کرے اور اس کے علم و عمل میں مطابقت ہو۔ عنقریب کچھ حاملین علم ہوں گے۔ علم ان کے گلے سے آگے نہیں گذرے گا ان کا باطن ان کے ظاہر کے اور ان کا عمل ان کے علم کے مخالف ہوگا وہ حلقہ بنا کر بیٹھیں گے اور ایک دوسرے پر فخر کریں گے۔ یہاں تک کہ ایک آدمی اپنے ہم نشین پر اس لئے ناراض ہوگا کہ وہ اُسے چھوڑ کر دوسرے کے پاس بیٹھا ہے۔ ان لوگوں کے مجلسی اعمال اللہ تعالیٰ کے ہاں قبولیت نہیں پاتے۔ صرف اپنے گناہ سے ڈرو اور اپنے رب سے اُمید رکھو۔ جسے علم نہیں وہ علم حاصل کرنے میں شرم محسوس نہ کرے اور جب صاحب علم سے ایسی بات پوچھی جائے جس کا اُسے علم نہیں تو وہ اللہ اعلم کہنے سے شرم محسوس نہ کرے۔ صبر ایمان کا حصہ ہے اور اس کا مقام ایسا ہے جیسے جسم میں سر کا مقام ہے۔

کامل فقیہ وہ ہے جو لوگوں کو رحمت الٰہی سے مایوس نہ کرے اور نہ انہیں معصیت الٰہی میں رخصت دے اور نہ انہیں عذاب الٰہی سے مامون کردے۔ اور نہ قرآن پاک کو بے رغبتی سے چھوڑ کر کسی دوسری چیز کی طرف رغبت کرے۔ اس عبادت میں کوئی بھلائی نہیں جس کے ساتھ علم نہیں۔ اور اس علم میں کوئی بھلائی نہیں جس کے ساتھ فہم نہیں۔ اس قرآت میں کوئی بھلائی نہیں جس کے ساتھ تدبر نہیں۔ میرے دل کو اس وقت کیا ہی ٹھنڈک پہنچتی ہے جب مجھے اس بات کے متعلق پوچھا جاتا ہے جسے میں نہیں جانتا تو میں کہتا ہوں اللہ اعلم، جو شخص لوگوں سے انصاف کا خواہاں ہے تو جو کچھ وہ اپنے لئے پسند کرتا ہے وہی ان کے لئے پسند کرے۔

سات چیزیں شیطان کی طرف سے ہیں۔ سخت غصہ، سخت چھینک، سخت جمائی، قے، نکسیر، سرگوشی اور ذکر الٰہی کے وقت نیند کا آنا۔

بدگمانی دانائی ہے۔ یہ حدیث ہے اور اس کے الفاظ یہ ہیں۔ بدگمانی بھی دانائی کی بات ہے۔ توفیق بہترین قائد ہے۔ اور حسن اخلاق بہترین دوست ہے۔ عقل بہترین ساتھی ہے۔ ادب بہترین میراث ہے۔ خود پسندی سے زیادہ کوئی وحشت نہیں۔ آپ سے تقدیر سے متعلق دریافت کیا گیا فرمایا یہ ایک تاریک راستہ ہے۔ اس پر نہ چل۔ گہرا سمندر ہے۔ اسمیں داخل نہ ہو۔ ایک الٰہی راز ہے جو تجھ سے مخفی ہے اس لئے اے سائل اسے افشا نہ کر۔ خدا نے جس طرح چاہا تجھے پیدا کیا یا جیسے تو نے چاہا؟ اس نے جواب دیا بلکہ جس طرح خدا نے چاہا فرمایا وہ جس طرح چاہے گا تجھے سے کام لے گا۔ آپ نے فرمایا مصائب کے لئے انجام بھی ہے۔ جب کوئی مبتلائے مصیبت ہو تو اس کے ضروری ہے کہ اس کے انجام تک پہنچے۔ عاقل کو جب مصیبت پہنچے تو اسے چاہیئے کہ اس کی مدت ختم ہونے تک سو رہے۔ کیونکہ اُسے قبل از وقت ختم کرنے میں اس کی کراہیت میں اضافہ کرنا ہے۔

آپ سے سخاوت کے متعلق دریافت کیا گیا تو فرمایا جو سخاوت سوال کے نتیجہ میں ہو وہ حیاء اور عزت کے لئے ہوتی ہے۔ آپ کے ایک دشمن نے آپ کی تعریف میں مبالغہ سے کام لیا تو فرمایا میں ایسا نہیں جیسا تو کہہ رہا ہے۔ بلکہ جو کچھ تیرے دل میں ہے۔ میں اس سے بھی

بڑھ کر ہوں ۔ فرمایا معصیت کی جزا ، عبادت میں کمزوری ۔ رزق میں
تنگی اور لذت میں بے لطفی ہے ۔ پوچھا گیا لذت کی بے لطفی کیا ہے؟
فرمایا انسان کو جائز خواہش کے پورا کرنے میں بھی بے لطفی ہو جاتی ہے ۔
آپ کے ایک دشمن نے آپ سے کہا اللہ تعالیٰ آپ کو ثبات بخشے فرمایا
تیرے سینے پر جب آپ کو ابن ملجم نے تلوار ماری تو حضرت حسن آپ کے
پاس روتے ہوئے آئے ، فرمایا اے میرے بیٹے مجھ سے چار اور
چار باتیں یاد کر لو ۔ حضرت حسن نے عرض کیا ۔ میرے ابا وہ کونسی باتیں
ہیں ۔ فرمایا سب سے بڑی مالداری عقل ہے اور سب سے بڑی غریبی
حماقت ہے اور سب سے بڑی وحشت تکبر ہے ۔ اور سب سے
بڑی سخاوت حسن اخلاق ہے ۔

عرض کیا دوسری چار باتیں کونسی ہیں ۔ فرمایا

اوّل : ۔ بیوقوف کی صحبت سے اجتناب کر کیونکہ وہ نفع کے ارادے سے
تجھے نقصان پہنچا دے گا ۔

دوم : ۔ جھوٹے کی دوستی سے بچ کیونکہ وہ دور والوں کو تیرے قریب
اور قریبیوں کو تجھ سے دور کر دے گا ۔

سوم : ۔ بخیل کی دوستی سے بچ ۔ کیونکہ جس وقت تجھے اس کی بڑی
ضرورت ہو گی وہ تجھے بے یار و مددگار چھوڑ دے گا ۔

چہارم : ۔ فاجر کی دوستی سے بچ کیونکہ وہ تجھے حقیر چیز کے بدلے
میں بیچ دے گا ۔

ایک یہودی نے آپ سے کہا ہمارا رب کب سے ہے
تو آپ کے چہرے کا رنگ متغیر ہو گیا ۔ اور فرمایا نہ وہ مکان ہے

نہ کہیں پایا جاتا ہے۔ اور وہ بغیر کیفیت کے ہے۔ نہ اس کا آغاز ہے نہ انتہا۔ تمام غایات اس کے ورے ہی ختم ہو جاتی ہیں اور وہ ہر غایت کی غایت ہے۔ یہ بات سن کر یہودی مسلمان ہو گیا۔

آپ صفین میں تھے کہ ایک زرہ گم ہو گئی۔ جو ایک یہودی کے پاس سے ملی۔ آپ اس معاملہ کا فیصلہ کرانے کے لئے اسے قاضی شریح کے پاس لے گئے۔ اور قاضی کے پہلو میں بیٹھ گئے۔ اور فرمایا اگر میرا مد مقابل یہودی نہ ہوتا تو میں اس کے برابر بیٹھتا۔ لیکن میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے کہ مجالس میں انہیں برابر نہ بٹھاؤ۔

ایک روایت میں ہے انہیں حقیر کرو۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں حقیر بنایا ہے پھر آپ نے زرہ کا دعویٰ دائر کیا تو یہودی نے انکار کر دیا۔ قاضی شریح نے حضرت علی سے شہادت طلب کی تو آپ اپنے غلام قنبر اور حضرت حسن کو لے آئے۔ قاضی شریح نے آپ سے کہا۔ باپ کے حق میں بیٹے کی شہادت جائز نہیں یہودی نے کہا امیر المومنین نے مجھے اپنے قاضی کے آگے پیش کیا۔ اور ان کے قاضی نے ان کے خلاف فیصلہ دیا۔ اس کے بعد وہ کلمہ شہادت پڑھ کر مسلمان ہو گیا۔ اور کہا کہ وہ زرہ آپ ہی کی ہے۔

واقدی نے حضرت ابن عباس سے بیان کیا ہے کہ حضرت علی کے پاس چار درہم تھے۔ جن کے علاوہ آپ کے پاس کچھ نہ تھا۔ آپ نے ایک درہم رات کو، ایک دن کو، ایک پوشیدہ طور پر اور ایک اعلانیہ طور پر خیرات کر دیا۔ تو اس کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی

الذین ینفقون اموالهم باللیل والنهار سرًّا وعلانیۃ فلهم اجرهم عند ربهم ولا خوف علیهم ولا هم یحزنون	جو لوگ اپنے مالوں کو رات اور دن پوشیدہ اور اعلانیہ طور پر خرچ کرتے ہیں۔ ان کا اجر ان کے رب کے پاس ہے۔ نہ انہیں کسی کا خوف ہوتا ہے اور نہ غم۔

حضرت معاویہ نے ضرار بن حمزہ سے کہا میرے سامنے حضرت علی کے اوصاف بیان کرو۔ اس نے کہا مجھے معاف رکھئے۔ حضرت معاویہ نے کہا میں تجھ کو اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں اس نے کہا خدا کی قسم وہ بہت دور تک جانے والے شدید القویٰ، فیصلہ کن بات کرنے والے، انصاف سے حکم کرنے والے تھے۔ ان کے پہلوؤں سے علم پھوٹتا تھا۔ اور آپ کی زبان سے حکمت پھوٹتی تھی۔ وہ دنیا اور اس کی چکاچوند سے نفور اور رات اور اس کی وحشت سے مانوس تھے۔ بہت رونے والے اور بہت سوچنے والے تھے۔ ان کا لباس کس قدر مختصر اور کھانا کس قدر سخت ہوتا تھا۔ وہ ہماری طرح کے ایک آدمی تھے۔ جب ہم ان سے سوال کرتے تو وہ جواب دیتے۔ جب انہیں بلاتے تو وہ ہمارے پاس آتے اور خدا کی قسم ہم اس قدر قریب رہنے کے ان کی ہیبت کی وجہ سے ان سے بات نہ کر سکتے تھے۔ وہ دینداروں کی تعظیم کرتے اور مساکین کو قریب کرتے۔ طاقتور اپنی باطل بات میں ان سے کوئی طمع نہ کرتا اور نہ کمزور ان کے عدل سے مایوس ہوتا۔ اور میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے بعض مقامات پر جب رات چھا جاتی اور ستارے غروب ہو جاتے تو انہیں اپنی داڑھی کو پکڑے، ڈسے ہوئے انسان کی طرح بےقرار اور غمگین

کی طرح روتے دیکھا۔ اور وہ کہتے اے دنیا میرے سوا کسی اور کو دھوکہ دے۔ کیا تو میری طرف دیکھ رہی ہے؟ تو کس خیال میں ہے میں نے تجھے تین بائنہ طلاقیں دے دی ہیں۔ جن میں کوئی رجوع نہیں ہوتا۔ تیری عمر تھوڑی اور تیری اہمیت قلیل ہے۔ آہ قلت زاد، درازئ سفر اور راستے کی وحشت، حضرت معاویہ یہ باتیں سن کر رو پڑے اور کہا اللہ تعالیٰ ابوالحسن پر رحم فرمائے۔ خدا کی قسم وہ ایسے ہی تھے۔

آپ کے بھائی عقیل نے آپ کو اس لئے چھوڑ دیا کہ آپ ہر روز انہیں اتنے جو دیتے جو صرف ان کے عیال کو کفایت کرتے۔ آپ کی اولاد نے پانی میں بھگوئی ہوئی کھجوروں کی خواہش کی تو آپ ہر روز ان کو کچھ زیادہ دینے لگے۔ یہاں تک کہ ان کے پاس اتنے جو جمع ہو گئے کہ اس سے انہوں نے گھی اور کھجوریں خریدیں۔ اور کھانا تیار کر کے حضرت علی کو دعوت دی۔ آپ جب تشریف لائے تو اس کھانے کے بارے پوچھا انہوں نے تمام قصہ کہہ سنایا تو آپ نے فرمایا کیا اس کے علیحدہ کر لینے کے بعد وہ کھانا تمہارے لئے کافی ہوتا تھا۔ انہوں نے جواب دیا ہاں۔ تو آپ نے کھانے کی وہ مقدار بند کر کے کم کر دی۔ جو وہ ہر روز علیحدہ کر لیا کرتے تھے۔ میرے لئے جائز نہیں کہ میں آپ کو اس سے زیادہ دوں۔ تو وہ ناراض ہو گئے۔ تو آپ نے لوہا گرم کر کے ان کے رخسار کے قریب کیا اور ان کی غفلت کی حالت میں انہیں داغ دیا۔ اور فرمایا تو اس سے گھبراتا ہے اور مجھے جہنم کی آگ کے لئے پیش کرتا ہے۔ انہوں نے کہا میں اس کے پاس جاؤں گا جو مجھے سونا دے گا۔

اور کھجوریں کھلائے گا اور وہ حضرت معاویہ کے پاس چلے گئے۔

ایک دن حضرت معاویہ نے کہا اگر وہ یہ نہ جانتا ہوتا کہ میں اس کے بھائی سے بہتر ہوں۔ تو وہ ہمارے پاس نہ ٹھہرتا اور نہ اُسے چھوڑتا تو عقیل نے انہیں جواب دیا۔ میرے دین کے لئے میرا بھائی بہتر ہے اور تو میری دنیا کے لئے بہتر ہے میں نے اپنی دنیا کو ترجیح دی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ سے خاتمہ بالخیر کی دعا کرتا ہوں۔

ابن عساکر نے بیان کیا ہے کہ عقیل نے حضرت علی سے کہا کہ میں محتاج اور فقیر ہوں مجھے کچھ دیجئے۔ آپ نے فرمایا صبر کرو جب تیرا حصہ مسلمانوں کے ساتھ نکلے گا تو میں تجھے ان کے ساتھ دوں گا عقیل نے اصرار کیا تو آپ نے ایک آدمی سے فرمایا اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے بازار والوں کی دکانوں پر لے جاؤ اور اسے کہو کہ ان دکانوں کے قفل توڑ کر جو ان میں ہے لے جاؤ۔ عقیل نے کہا آپ مجھے چور بنانا چاہتے ہیں۔ فرمایا کیا تم مجھے چور بنانا چاہتے ہو۔ کہ میں مسلمانوں کے اموال لیکر تمہیں دے دوں۔ عقیل نے کہا میں حضرت معاویہ کے پاس چلا چلا جاؤں گا۔ آپ نے فرمایا یہ تیرا اور اس کا معاملہ ہے۔ انہوں نے حضرت معاویہ کے پاس آکر سوال کیا۔ حضرت معاویہ نے انہیں ایک لاکھ روپیہ دے کر کہا منبر پر چڑھ کر بتاؤ کہ علی نے تمہیں کیا دیا اور میں نے آپ کو کیا دیا۔ عقیل نے منبر پر چڑھ کر حمد وثنا کے بعد کہا میں نے علی کو اس کے دین پر چاہا تو اس نے اپنے دین کو پسند کیا اور میں نے معاویہ کو اس کے دین پر چاہا تو اس نے مجھے اپنے دین پر پسند کر لیا۔ حضرت معاویہ نے خالد بن معمر سے کہا۔ تو نے ہم کو

چھوڑ کر حضرت علی کو کیوں پسند کیا ہے ۔ اس نے جواب دیا تین باتوں کی وجہ سے ، (د) جب وہ غصے میں ہوتا ہے تو اس کے حلم کی وجہ سے (ب) جب وہ بات کرتا ہے تو اس کے صدق کی وجہ سے (ج) جب وہ فیصلہ کرتا ہے تو اس کے عدل کی وجہ سے ۔ جب آپ کے پاس معاویہ کی فخریہ باتیں پہنچیں تو آپ نے اپنے غلام سے فرمایا اس کی طرف لکھو پھر اُسے ذیل کے اشعار لکھوائے ۔

محمد صلی اللہ علیہ وسلم جو اللہ کے نبی ہیں میرے بھائی اور خسر ہیں ۔ اور سید الشہدا حضرت حمزہ میرے چچا ہیں ۔ اور جعفر طیار جو صبح و شام فرشتوں کے ساتھ پرواز کرتے ہیں ۔ میری ماں کے بیٹے ہیں ۔ اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی میری بیوی اور میری سکینت ہے ۔ جس کا گوشت پوست میرے گوشت اور خون سے ملا ہوا ہے ۔ اور احمد کی اولاد میرے دو بیٹے اس بیوی سے ہیں ۔ تم میں کون ہے جو میری طرح ہو ۔ میں تم سب سے سابق الاسلام ہوں اور میں جوانی کو پہنچنے سے قبل ہی جوان تھا ۔

بیہقی کہتے ہیں ہر آدمی کو چاہیے کہ ان اشعار کو یاد کرے تاکہ اسلام میں آپ کے مفاخر کو معلوم کر سکے ۔ حضرت علی کے فضائل و مناقب بیشمار ہیں ۔

حضرت امام شافعی کے کلام میں ہے کہ جب ہم حضرت علی کو فضیلت دیتے ہیں تو ہم جاہلوں کے نزدیک تفضیلی رافضی ہوتے ہیں ۔ اور جب میں حضرت ابوبکر کی فضیلت کا ذکر کرتا ہوں تو مجھ پر خارجی ہونے کا الزام لگایا جاتا ہے ۔ میں ہمیشہ ہی ان دونوں کی محبت کی وجہ

سے خارجی اور رافضی رہوں گا۔ یہاں تک کہ مجھے ریت میں تکیہ لگا دیا جائے۔ یعنی میں مر جاؤں۔

پھر فرمایا لوگ مجھے کہتے ہیں تو رافضی ہو گیا ہے۔ میں نے کہا ہرگز نہیں۔ رفض تو میرا دین و اعتقاد ہی نہیں لیکن میں نے بلا شبہ بہترین امام اور ہادی سے دوستی کی ہے۔ اگر ولی سے محبت کرنا رفض ہے تو میں تمام لوگوں سے بڑا رافضی ہوں۔

پھر فرمایا اے سوار منیٰ میں محصب پر ٹھہر جا اور خیف کے ساکن کو آواز دے۔ جب حاجی صبح کے وقت موجیں مارتے ہوئے فرات کی طرح منیٰ کی طرف جاتے ہیں۔ اگر آلِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرنے کا نام رفض ہے تو جن وانس اس بات کے گواہ رہیں کہ میں رافضی ہوں۔

بیہقی کہتے ہیں کہ حضرت امام شافعی نے یہ اشعار اس وقت کہے جب خوارج نے حسد اور سرکشی سے انہیں رافضی کہا۔ اس قسم کے اور اشعار بھی آپ نے کہے ہیں۔

مزنی کہتے ہیں آپ اہل بیت سے محبت رکھتے ہیں۔ اگر آپ اس کے متعلق کچھ شعر کہتے تو اچھا ہوتا۔ آپ نے فرمایا ؎

تو نے ہمیشہ ہی اہلبیت کی محبت کو پوشیدہ رکھا ہے۔ یہاں تک کہ میں بھی سائلین کو جواب دینے میں گونگا ہو گیا۔ میں باوجود صفائے محبت کے اپنی محبت کو پوشیدہ رکھتا ہوں تاکہ تو چغل خوروں کی باتوں سے محفوظ رہے اور میں بھی۔

آپ کی وفات

جب حضرت معاویہ اور حضرت علی کے درمیان نزاع طول پکڑ گیا تو تین خارجی عبدالرحمٰن بن ملجم المرادی، برک اور عمرو التیمی نے مکہ میں اکٹھے ہو کر معاہدہ کیا کہ وہ حضرت علی، حضرت معاویہ اور حضرت عمرو بن العاص کو قتل کر کے لوگوں کو ان سے نجات دلائیں گے۔ ابن ملجم نے حضرت علی، برک نے حضرت معاویہ اور عمرو نے حضرت عمرو بن العاص کو قتل کرنے کی ٹھانی اور یہ بھی طے پایا کہ ان کا قتل گیارہ یا سترہ رمضان کی رات کو ہو۔ پھر ان میں سے ہر ایک اپنے اپنے شکار کے ٹھکانے کی طرف چل پڑا۔ ابن ملجم کوفہ آیا اور اپنے خارجی ساتھیوں سے ملا اور انہیں اپنے ارادے سے بالکل مطلع نہ کیا۔ شبیب بن عجرۃ الاشجعی وغیرہ نے اس سے موافقت کی۔

جب ۱۷ رمضان ۴۰ھ کو جمعہ کی رات تھی حضرت علی سحری کے وقت بیدار ہوئے اور اپنے بیٹے حضرت حسن سے فرمایا میں نے آج شب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا اور عرض کیا ہے کہ آپ کی امت نے میرے ساتھ کوئی بھلائی نہیں کی تو آپ نے مجھے فرمایا ان کے لئے بددعا کرو تو میں نے دعا کی اے اللہ مجھے انکے

بدلے میں وہ آدمی دے جو میرے لئے بہتر ہوں۔ اور انہیں میرے بدلے میں وہ آدمی دے جوان کے لئے بُرا ہو۔ پھر آپ کی طرف بطخیں چلاتی ہوئی آئیں۔ تو لوگوں نے انہیں دھتکار دیا۔ آپ نے فرمایا انہیں چھوڑ دو یہ تو نوحہ کرنے والی ہیں۔ اسی اثنا میں موذن نے آکر کہا کہ نماز کا وقت ہو گیا ہے۔ تو آپ دروازے سے آواز دیتے ہوئے نکلے کہ اے لوگو نماز کا وقت ہو گیا ہے۔ شبیب نے آپ پر تلوار سے وار کیا جو دروازے پر جا لگا۔ پھر ابن ملجم نے اپنی تلوار سے وار کیا جو آپ کی پیشانی پر لگا اور کھوپڑی سے ہوتے ہوئے دماغ تک پہنچ گیا۔ اور ابن ملجم بھاگ گیا۔

شبیب جب گھر آیا تو بنی امیہ کے ایک آدمی نے آکر اُسے قتل کر دیا اور ابن ملجم کو ہر طرف سے لوگوں نے گھیر لیا اور ہمدان کے ایک آدمی نے اس کے قریب ہو کر اس پر چادر پھینکی اور اسے نیچے گرا دیا اور اس سے تلوار چھین کر حضرت علی کے پاس لے آیا۔ آپ نے اس کی طرف دیکھ کر فرمایا۔ جان کے بدلے جان۔ جب میں فوت ہو جاؤں تو اسے اسی طرح قتل کرنا جیسے اس نے مجھے قتل کیا ہے۔ اور اگر میں جانبر ہو گیا تو اس کے معاملے میں غور کروں گا۔ ایک روایت میں ہے کہ زخموں کا قصاص ہوتا ہے۔ اُسے پکڑ کر مضبوطی سے باندھ دیا گیا۔ حضرت علی جمعہ اور ہفتہ زندہ رہے اور اتوار کی رات کو وفات پا گئے۔ آپ کو حضرت حسن، حضرت حسین اور عبداللہ بن جعفر نے غسل دیا۔ اور حضرت محمد بن الحنفیہ پانی ڈالتے جاتے تھے۔ آپ کو قمیص کے بغیر تین کپڑوں کا کفن دیا گیا۔ حضرت

حسن نے آپ کی نمازِ جنازہ پڑھائی اور سات تکبیریں کہیں اور شب کو کوفہ کے دارالامارت میں آپ کو دفن کر دیا گیا۔ یا قری میں اس جگہ کی آج کل زیارت کی جاتی ہے یا آپ کے گھر اور جامع الاعظم کے درمیان آپ کو دفن کیا گیا۔ پھر ابن ملجم کو اطراف سے قطع کیا گیا اور وسیع مکان میں رکھ کر جلا دیا گیا۔

یہ بھی کہا گیا ہے کہ حضرت حسن نے اس کی گردن مارنے کا حکم دیا پھر اس کی نعش کو ام الہیثم بنت الاسود النخعیۃ نے جلا دیا۔ جس رمضان میں حضرت علی قتل ہوئے اس میں آپ ایک رات حضرت حسن کے پاس، ایک رات حضرت حسین کے پاس اور ایک رات حضرت عبداللہ بن جعفر کے پاس روزہ افطار کرتے اور تین لقموں سے زیادہ نہ کھاتے اور فرماتے میں چاہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کو خالی پیٹ ملوں۔

جس رات کی صبح کو آپ قتل ہوئے اس رات اکثر باہر نکل کر آسمان کی طرف دیکھتے اور کہتے خدا کی قسم نہ میں نے جھوٹ بولا ہے اور نہ ہی میں جھٹلایا گیا ہوں۔ یہی وہ رات ہے جس کا مجھے وعدہ دیا گیا۔ اور جب سحری کے وقت آپ باہر نکلے تو ابن ملجم نے آپ کو موعود ضرب لگائی۔ جیسا کہ ہم احادیث فضائل میں بیان کر آئے ہیں۔ اور حضرت علی کی قبر کو خوارج کے کھود لینے کے خوف سے پوشیدہ کر دیا گیا۔

شریک کہتے ہیں کہ آپ کے بیٹے حضرت حسن انہیں مدینہ لے گئے ہیں۔

ابن عساکر نے بیان کیا ہے کہ جب آپ قتل ہوئے تو لوگ آپ کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دفن کرنے کے لئے اٹھا لائے۔ رات کو چلتے ہوئے وہ اونٹ جس پر آپ کی نعش تھی بدک گیا۔ اور کسی کو پتہ نہیں چلا کہ وہ کدھر گیا۔ اور نہ ہی اُسے کوئی پکڑ سکا۔ اسی لئے اہل عراق کہتے ہیں کہ آپ بادلوں میں ہیں اور بعض نے کہا ہے کہ اونٹ جلاوطنی میں گر پڑا اور لوگوں نے اُسے پکڑ لیا اور آپ کو دفن کر دیا۔

قتل کے وقت آپ ۶۳ سال کے تھے۔ بعض لوگ آپ کی عمر ۶۴ بعض ۶۵ بعض ۵۷ اور بعض ۵۸ سال بتاتے ہیں۔

ایک دفعہ کوفہ میں منبر پر خطبہ دیتے ہوئے آپ سے اس آیت رجال صدقوا ما عاھدوا اللہ علیہ فمنھم من قضی نحبہ ومنھم من ینتظر وما بدلوا تبدیلا کے متعلق دریافت کیا گیا تو فرمایا اللہ تعالیٰ معاف فرمائے یہ آیت میرے چچا حمزہ اور میرے چچازاد عبیدہ بن الحرث بن عبد المطلب کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ عبیدہ نے جنگ بدر میں اور حضرت حمزہ نے جنگ اُحد میں شہید ہو کر اپنا حصہ پورا کر دیا ہے۔ باقی رہا میں تو میں اس بد بخت کے انتظار میں ہوں جو میرے سر اور داڑھی کو رنگ دے گا۔ اس نے میرے حبیب ابو القاسم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ عہد کیا ہے۔ جب آپ کو چوٹ لگی تو آپ نے حضرت حسن اور حضرت حسین کو بلا کر فرمایا میں تمہیں تقویٰ اللہ کی وصیت کرتا ہوں دنیا خواہ تمہیں چاہے تم دنیا کو بالکل نہ چاہنا اور جو دنیاوی چیز تمہیں

نہ ملے ، اس پر گریہ نہ کرنا ۔ حق بات کہنا ۔ یتیموں پر رحم کرنا ، کمزور کی مدد کرنا ۔ آخرت کیلئے کام کرنا ۔ ظالم سے مقابلہ کرنا ۔ مظلوم کا مددگار بننا ۔ خدا کی رضامندی کے لیے کام کرنا اور خدا کے معاملہ میں کسی ملامت گر کی ملامت کی پرواہ نہ کرنا ۔ پھر آپ نے اپنے بیٹے حضرت محمد بن الحنفیہ کی طرف دیکھ کر فرمایا ۔ کیا تو نے اس وصیت کو یاد کر لیا ہے ۔ جو میں نے تیرے دونوں بھائیوں کو کی ہے ۔ انہوں نے جواب دیا ہاں فرمایا میں تمہیں بھی یہی وصیت کرتا ہوں ۔ اور یہ وصیت بھی کرتا ہوں کہ اپنے دونوں بھائیوں کی عزت کرنا کیونکہ ان کا تجھ پر بڑا حق ہے اور ان کے بغیر کسی معاملہ کو طے نہ کرنا ۔ پھر حضرت حسن اور حضرت حسین سے فرمایا میں تمہیں اس کے متعلق وصیت کرتا ہوں یہ تمہارا بھائی اور تمہارے باپ کا بیٹا ہے ۔ اور تم جانتے ہو کہ تمہارا باپ اس سے محبت کرتا ہے ۔ اس کے بعد آپ لا الہ الا اللہ کے سوا کچھ نہ کہہ سکے یہاں تک کہ آپ کی وفات ہو گئی ۔

روایت ہے کہ ابن ملجم آپ کے پاس سواری طلب کرتا ہوا آیا ۔ آپ نے اسے سواری دے کر یہ شعر پڑھا

میں اس کی زندگی کا اور وہ میرے قتل کا خواہاں ہے

تجھے تیرے دوست کے معاملہ میں جو مراد قبیلہ سے ہے ۔ کون معذور سمجھے ۔ پھر فرمایا قسم بخدا یہ میرا قاتل ہے ۔ کہا گیا آپ اسے قتل کیوں نہیں کر دیتے ۔ فرمایا پھر مجھے کون قتل کرے گا ۔

مستدرک میں السدی سے بیان کیا گیا ہے کہ ابن ملجم

خوارج کی ایک عورت پر عاشق تھا جس کا نام قطام تھا۔ اس نے اس سے نکاح کیا اور تین ہزار درہم اور حضرت علی کا قتل مہر میں دیا۔ اس کے متعلق فرزدق کہتا ہے میں نے قطام کے مہر کی طرح کسی عربی اور عجمی سخی کو واضح مہر دیتے نہیں دیکھا۔ تین ہزار درہم ایک غلام اور ایک لونڈی اور حضرت علی کو کاٹنے والی تلوار کی ایک ضرب اگرچہ کوئی مہر کتنا ہی گراں ہو وہ حضرت علی کے مہر سے گراں نہیں اور کوئی حملہ خواہ کتنا ہی اچانک ہو ابن ملجم کے حملہ کی طرح نہیں ہو سکتا۔ [1]

---

[1] ان اشعار کا تذکرہ نسائی نے کتاب خصائص علی میں اور ابو عبداللہ النزاری نے اپنی تاریخ "الانوار العلویۃ" میں کیا ہے۔

اس باب میں حضرت حسن کی خلافت، فضائل، کمالات اور کرامت کا بیان ہوگا۔ اس کی کئی فصلیں ہیں۔

فصل اوّل

آپ کی خلافت کے بیان میں

آپ اپنے نانا کی نص کے مطابق آخری خلیفہ راشد ہیں۔ اپنے

لے بزار اور بیہقی نے الاعتقاد میں بیان کیا ہے جیسا کہ محمد صدیق حسن خان نے "حضرات التجلی" میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام سفینہ سے مرفوعاً بیان کیا ہے کہ خلافت تیس سال رہے گی۔ اس کے بعد ملوکیت آجائیگی۔ اسے اصحاب سنن نے بیان کیا ہے۔ اور ابن حبان نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔ سعید بن جمہان کہتے ہیں کہ مجھے سفینہ نے کہا کہ حضرت ابوبکر حضرت عمر، حضرت عثمان اور حضرت علی کی خلافت کے دامن سے وابستہ رہ کر یہ تیس سال بنتے ہیں۔ اور سیوطی نے کہا ہے کہ ان تیس سالوں میں خلفائے اربعہ اور حضرت حسن کا زمانۂ خلافت بھی شامل ہے۔ آپ چھ ماہ اور چند دن تک تخت خلافت پر رونق افروز رہے۔ پھر ۴۱ھ میں مسلمانوں کو خونریزی سے بچانے کیلئے خلافت سے دستبردار ہو گئے۔

باپ کی شہادت کے بعد اہل کوفہ کی بیعت سے آپ خلیفہ بنے اور چھ ماہ اور چند دن تک خلیفہ رہے آپ خلیفہ برحق اور امام عادل و صادق ہیں۔ اور اپنے نانا کی اس پیشگوئی کو پورا کرنے والے ہیں۔ جو آپ نے ان الفاظ میں فرمائی ہے کہ میرے بعد خلافت تیس سال تک رہے گی۔ اگر یہ چھ ماہ ان تیس سالوں کی تکمیل کرنے والے ہیں تو آپ کی خلافت منصوص ہے اور اس پر اجماع ہو چکا ہے۔ اور اس کے برحق ہونے میں کوئی شبہ نہیں۔ اسی لئے حضرت معاویہ آپ کے نائب بنے اور اس کا اقرار انہوں نے اپنے ایک خطبے میں کیا۔ جس کا تذکرہ ابھی ہوگا۔ آپ نے فرمایا کہ حضرت معاویہ نے مجھ سے حق کے متعلق جھگڑا کیا ہے اور وہ میرا حق ہے اس کا نہیں۔ حضرت معاویہ سے صلح اور خلافت سے دستبرداری کے خط میں بھی یہی ہے۔ ان چھ ماہ کے بعد آپ حضرت معاویہ کے مقابلہ میں چالیس ہزار فوج لے کر گئے اور حضرت معاویہ بھی آپ کے مقابلہ پر آئے۔ جب حضرت حسن نے دونوں لشکروں کو دیکھا تو سمجھ گئے کہ کوئی ایک لشکر بھی اس وقت تک کامیاب نہیں ہو سکتا۔ جب تک دوسرے کی اکثریت کو ختم نہ کر دے آپ نے حضرت معاویہ کو اطلاعاً لکھا کہ میں یہ معاملہ اس شرط پر آپ کے سپرد کرتا ہوں۔ کہ میرے بعد خلافت تمہارے پاس ہوگی۔ آپ مدینہ، حجاز اور عراق والوں سے کسی چیز کا مطالبہ نہیں کریں گے۔ سوائے اس کے جو وہ میرے باپ کے زمانہ میں دیتے تھے۔ اور آپ میرا قرض ادا کریں گے۔ حضرت معاویہ نے دس باتوں کے سوا آپ کے مطالبات کو منظور کر لیا۔ آپ مسلسل ان سے گفتگو کرتے رہے۔ یہاں تک کہ

حضرت معاویہ نے آپ کے پاس سفید کاغذ بھیج دیا۔ اور کہا آپ جو چاہیں اس پر لکھ دیں۔ میں اس کی پابندی کروں گا۔ جیسا کہ کتب سیرت میں لکھا ہے۔

صحیح بخاری میں حضرت حسن بصری سے روایت ہے کہ حضرت حسن پہاڑوں جیسے لشکروں کے ساتھ حضرت معاویہ کے مقابلے پر نکلے تو حضرت عمرو بن العاص نے حضرت معاویہ سے کہا میں ایسے لشکروں کو دیکھ رہا ہوں جو اپنے مدمقابل کو مارے بغیر واپس نہ جائیں گے حضرت معاویہ نے کہا خدا کی قسم عمرو بہترین آدمی ہے۔ اگر یہ لوگ اُن کو اور وہ اِن کو مار دیں تو مسلمانوں کے امور ان کی عورتوں اور ان کی جاگیروں کے معاملات کو نپٹانے میں میرا مددگار کون ہوگا۔ حضرت معاویہ نے قریش میں سے بنو عبد شمس کے دو آدمی عبدالرحمٰن بن سمرۃ اور عبدالرحمٰن بن عامر کو حضرت حسن کی طرف بھیجا اور کہا کہ ان کے پاس جاکر عرض کرو اور ان سے پوچھو کہ وہ کیا چاہتے ہیں۔ ان دونوں نے آپ کے پاس آکر پوچھا کہ آپ کا مطالبہ کیا ہے۔ تو حضرت حسن نے فرمایا ہم بنو عبدالمطلب ہیں اور ہم نے یہ مال حاصل کیا ہے۔ اور یہ لوگ خون میں تیر کر آئے ہیں۔ انہوں نے کہا حضرت معاویہ آپ کو یہ پیشکش کرتے ہیں اور آپ سے یہ یہ مطالبہ کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا اس معاملہ میں میرا ضامن کون ہوگا۔ انہوں نے کہا ہم اس معاملہ میں آپ کے ضامن ہیں۔ پھر آپ نے جو بات دریافت کی۔ انہوں نے کہا ہم اس کی ضمانت دیتے ہیں۔ تو آپ نے حضرت معاویہ سے صلح کر لی۔

ان واقعات میں یوں بھی تطبیق دی جا سکتی ہے کہ حضرت

معاویہ نے پہلے آپ کو پیغام بھیجا ہو۔ پھر حضرت حسن نے ان کی طرف مذکورہ مطالبات لکھ بھیجے ہوں اور جب دونوں کی مصالحت ہو گئی ہو تو حضرت حسن نے حضرت معاویہ کو یہ خط لکھا ہو۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

یہ وہ تحریر ہے جس کے مطابق حسن بن علی اور معاویہ بن ابی سفیان نے مصالحت کی ہے۔ یہ مصالحت اس بات پر ہوئی ہے کہ حسن معاویہ کو مسلمانوں کی ولایت اس شرط پر دیں گے کہ وہ کتاب اللہ سنّت رسول اور سیرت خلفائے راشدین مہدیین کے مطابق عمل پیرا ہوں گے۔ اور معاویہ کو اس بات کی اجازت نہ ہوگی کہ وہ اپنے بعد کسی کو خلافت دے جائیں بلکہ یہ معاملہ ان کے بعد مسلمانوں کے مشورے سے طے ہوگا۔ اور لوگ شام، عراق، حجاز، یمن اور خدا کی زمین میں جہاں بھی ہوں گے۔ امن میں ہوں گے۔ اور اصحاب علی اور آپ کے شیعہ جہاں بھی ہوں گے اپنی جانوں، مالوں، عورتوں اور اولاد کے بارے میں محفوظ ہوں گے۔ اور معاویہ بن ابی سفیان کو خدا تعالٰے سے یہ عہد و میثاق بھی کرنا ہوگا۔ کہ وہ حسن بن علی اور انکے بھائی حسین اور اہل بیت رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) میں سے کسی کی بھی خفیہ اور اعلانیہ طور پہ تباہی نہیں چاہیں گے اور نہ ہی ان میں سے کسی کو کسی جگہ خوفزدہ کریں گے۔ میں فلاں بن فلاں اس پہ گواہی دیتا ہوں وکفی باللہ شہیداً۔ جب صلح طے پاگئی تو حضرت معاویہ نے حضرت حسن سے اس خواہش کا اظہار کیا کہ وہ لوگوں کے ایک مجمع میں تقریر

کریں اور انہیں بتائیں کہ میں نے معاویہ کی بیعت کر کے خلافت انکے سپرد کر دی ہے۔ تو آپ نے اس بات کو قبول کرتے ہوئے منبر پر چڑھ کر حمد و ثناء الہٰی اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھنے کے بعد فرمایا۔

لوگو! سب سے بڑی دانائی تقویٰ اور سب سے بڑی حماقت فسق و فجور ہے پھر فرمایا آپ لوگ جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو میرے نانا کے ذریعے ہدایت دی۔ ضلالت سے بچایا۔ جہالت سے نجات دی۔ ذلت کے بعد عزت دی اور قلت کے بعد تم کو کثرت بخشی۔ معاویہ نے مجھ سے حق کے متعلق جھگڑا کیا تھا۔ اور وہ میرا حق ہے۔ اس کا حق نہیں۔ اور آپ لوگوں نے اس شرط پر میری بیعت کی ہے۔ کہ جو مجھ سے صلح کرے گا تم اس سے صلح کرو گے۔ اور جو مجھ سے جنگ کرے گا تم اس سے جنگ کرو گے۔ میں نے اصلاح امت اور فتنہ کو فرو کرنے کی خاطر معاویہ سے مصالحت کو پسند کیا ہے۔ اور میں اس جنگ کو بھی ختم کرنے کا اعلان کرتا ہوں جو میرے اور ان کے درمیان برپا ہے اور میں نے ان کی بیعت بھی کر لی ہے اور میں خونریزی کی نسبت خون کی حفاظت کو بہتر خیال کرتا ہوں۔ اگرچہ میں جانتا ہوں کہ شاید یہ صلح تمہارے لئے فتنہ اور ایک وقت تک فائدے کا موجب بن جائے مگر میں نے صرف آپ کی اصلاح اور بقاء چاہی ہے۔ اور جس بات سے اس صلح پر آپ کا شرح صدر ہوا وہ حضرت حسن کے حق میں حضور علیہ السلام کے ایک قولی معجزے کا ظہور ہے۔ جس میں آپ نے فرمایا ہے کہ میرا یہ سردار بیٹا ہے جس کے ذریعے اللہ

مسلمانوں کے دو عظیم گروہوں میں عنقریب صلح کروائے گا۔ اسے بخاری نے روایت کیا ہے اور الدولابی نے بیان کیا ہے۔ کہ حضرت حسن نے فرمایا کہ اگرچہ تمام عرب میرے ہاتھ میں تھے میں جس سے صلح کرتا وہ صلح کرتے اور جس سے جنگ کرتا وہ جنگ کرتے مگر میں نے خلافت کو خدا کی رضامندی اور مسلمانوں کے خون کی حفاظت کی خاطر چھوڑ دیا۔ آپ ربیع الاوّل ۴۱ھ میں خلافت سے دستبردار ہوئے۔ آپ کے ساتھی آپ سے کہتے اے مومنین کی عار، آپ فرماتے عار نار سے بہتر ہے۔ ایک آدمی نے آپ سے کہا اے مومنین کو ذلیل کرنے والے تجھ پر سلام۔ آپ نے فرمایا میں مومنین کو ذلیل کرنے والا نہیں لیکن میں نے بادشاہی کی خاطر تم سے لڑنا پسند نہیں کیا۔ پھر آپ کوفہ سے مدینہ تشریف لے گئے۔ اور وہیں اقامت اختیار کر لی۔

فصل دوم

آپ کے فضائل

۱:۔ شیخین نے البراء سے روایت کی ہے کہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ حضرت حسن کو کندھے پر اٹھائے ہوئے ہیں۔ اور فرما رہے ہیں۔ اے اللہ میں اس سے محبت رکھتا ہوں تو بھی اس سے محبت رکھ۔

۲:۔ بخاری نے ابوبکر سے روایت کی ہے کہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو منبر پر فرماتے سنا کہ میرا یہ سردار بیٹا ہے۔ اور شاید اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے دو مسلمان گروہوں کے درمیان صلح کرا دے اس وقت حضرت حسن حضور کے پہلو میں بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ کبھی لوگوں کی طرف دیکھتے اور کبھی حضرت حسن کی طرف۔

۳:۔ بخاری نے حضرت ابن عمر سے روایت کی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ حسن اور حسین دنیا میں میری خوشبو ہیں۔

۴:۔ ترمذی اور حاکم نے ابی سعید خدری سے بیان کیا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ حسن اور حسین اہل جنت کے نوجوانوں کے سردار ہیں۔

۵:۔ ترمذی نے حضرت اسامۃ بن زید سے بیان کیا ہے کہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا اور حضرت حسن اور حضرت حسین آپ کی دونوں رانوں پر بیٹھے ہوئے ہیں۔ آپ نے فرمایا

یہ دونوں میرے بیٹے اور میری بیٹی کے بیٹے ہیں ۔ اے اللہ میں ان دونوں سے محبت رکھتا ہوں تو ان سے محبت رکھ اور جو ان سے محبت رکھتا ہے اس سے بھی محبت رکھ ۔

۶ :۔ ترمذی نے حضرت انس سے بیان کیا ہے کہ حضور علیہ السلام سے دریافت کیا گیا آپ کو اہل بیت میں سے کون زیادہ محبوب ہے فرمایا حسن اور حسین ۔

۷ :۔ حاکم نے حضرت ابن عباس سے بیان کیا ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حسن کو اپنی گردن پر اٹھائے ہوئے آئے تو آپ کو ایک آدمی ملا اس نے کہا ، اے نوجوان تو کیا ہی اچھی سواری پر سوار ہے ۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سوار بھی کیا اچھا ہے ۔

۸ :۔ ابن سعد نے عبداللہ بن عبدالرحمن بن زبیر سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل میں سے حضرت حسن سب سے زیادہ آپ کے مشابہ اور آپ کو محبوب تھے ۔ میں نے حضرت حسن کو آتے دیکھا اور حضور علیہ السلام سجدہ میں تھے ۔ آپ حضور علیہ السلام

ا۔ بخاری نے حضرت انس سے حضرت حسین کے بارے میں بیان کیا ہے کہ وہ رسول اللہ کے سب سے زیادہ مشابہ تھے ۔ انہی سے ابن سیرین نے اور خود ابن سیرین سے بھی روایت ہے کہ حسن سے زیادہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہ کوئی نہ تھا ۔ ترمذی نے حضرت علی سے بیان کیا ہے کہ میں نے حضور کے بعد اور پہلے اس جیسا کوئی نہیں دیکھا ۔ ان روایات میں حافظ نے یوں تطبیق دی ہے ۔ کہ ابن سیرین کا قول حضرت حسن کی وفات کے بعد حضرت حسین کے متعلق ہے ۔ یا دونوں بعض اعضا میں بہت مشابہت رکھتے تھے

کی گردن یا پشت پر سوار ہو گئے۔ اور اپنی مرضی سے ہی اُترے اور میں نے آپ کو حالت رکوع میں دیکھا کہ آپ اپنی ٹانگوں کو کھلا کرتے تاکہ حضرت حسن دوسری جانب نکل جائیں۔

۹:۔ ابن سعد نے ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت حسن کیلئے اپنی زبان کو باہر نکالتے اور جب بچہ زبان کی سُرخی کو دیکھتا تو اس کی طرف ہمکتا۔

۱۰:۔ حاکم نے زہیر بن ارقم سے بیان کیا ہے کہ حضرت حسن خطبہ کے لئے کھڑے ہوئے تو ازدشنوءۃ میں سے ایک آدمی نے کھڑے ہو کر کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو انہیں گھٹنے پر بٹھائے دیکھا اور آپ فرما رہے تھے جو مجھ سے محبت رکھتا ہے اُسے اس سے بھی محبت رکھنی چاہیئے اور حاضر کو چاہیئے کہ اس بات کو اس تک پہنچا دے جو یہاں موجود نہیں اور اگر حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت کا سوال نہ ہوتا تو میں اسے کسی کے سامنے بیان نہ کرتا۔

۱۱:۔ ابونعیم نے حلیہ میں حضرت ابوبکر سے بیان کیا ہے کہ حضور علیہ السلام

جیسے کہ حضرت علی نے بتایا ہے کہ حسن سر اور سینے کے درمیان سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت مشابہ تھے اور حسین نچلے حصے میں مشابہ ہیں۔ حضرت علی نے تمام اعضا میں مکمل مشابہت کی نفی کی ہے۔ لوگوں نے حضور علیہ السلام سے زیادہ مشابہ کا ذکر کیا ہے اور وہ دس تک پہنچے ہیں جنہیں حافظ نے الفتح میں نظم کیا ہے۔

ہمیں نماز پڑھا رہے ہوتے اور حضرت حسن کی عمر اس وقت چھوٹی تھی آپ آکر سجدہ کی حالت میں کبھی حضور کی پشت پر اور کبھی گردن پر بیٹھ جاتے حضور علیہ السلام آہستگی سے ان کو ہٹاتے۔ جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو لوگوں نے کہا یا رسول اللہ آپ اس بچے کے ساتھ جو سلوک کرتے ہیں کسی اور کے ساتھ نہیں کرتے تو آپ نے فرمایا یہ میری خوشبو ہے۔ اور میرا یہ بیٹا سردار ہے۔ اور میرے لئے یہی کافی ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے دو مسلمان گروہوں میں صلح کرائے گا

۱۲: شیخین نے حضرت ابوہریرہ سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اے اللہ میں حسن سے محبت رکھتا ہوں۔ اور جو اس سے محبت رکھے تو اس سے محبت رکھ۔ اور ایک روایت میں ہے اے اللہ میں اس سے محبت رکھتا ہوں۔ تو بھی اس سے محبت رکھ اور جو اس سے محبت رکھے اس سے بھی محبت رکھ۔

حضرت ابوہریرہ کہتے ہیں کہ حضور علیہ السلام کے اس فرمان کے بعد مجھے حسن سے زیادہ کوئی محبوب نہ تھا۔ اور حضرت ابوہریرہ کی ایک حدیث میں حافظ سلفی کے نزدیک یہ الفاظ ہیں۔ کہ جب بھی میں نے حضرت حسن کو دیکھا میری آنکھیں اشکبار ہو گئیں اور یہ اس لئے کہ ایک دن رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم باہر نکلے اور میں مسجد میں تھا۔ آپ نے میرے دونوں ہاتھ پکڑے اور مجھ سے ٹیک لگالی۔ یہاں تک کہ ہم بنو قینقاع کے بازار میں آگئے۔ آپ نے بازار دیکھا پھر واپس آگئے۔ یہاں تک کہ مسجد میں آبیٹھے، پھر فرمایا میرے بیٹے

کو بلاؤ۔ حضرت ابوہریرہ کہتے ہیں کہ حضرت حسن دوڑتے ہوئے آئے یہاں تک کہ آپ کی گود میں گر گئے۔ پھر حضور علیہ السلام ان کا منہ کھول کر اپنا منہ ان کے منہ میں داخل کر کے فرمانے لگے اے اللہ میں اس سے محبت رکھتا ہوں۔ اور جو اس سے محبت رکھتا ہے اس سے تو بھی محبت رکھ۔ آپ نے یہ الفاظ تین بار فرمائے۔

احمد نے بیان کیا ہے کہ جو مجھ سے، حسن اور حسین سے اور ان کے ماں باپ سے محبت رکھتا ہے وہ قیامت کے روز میرے درجہ میں میرے ساتھ ہوگا اور ترمذی کے الفاظ یہ ہیں کہ وہ جنت میں میرے ساتھ ہوگا۔

حافظ سلفی کہتے ہیں کہ یہ حدیث غریب ہے اور معیت سے مراد مقام کی معیت نہیں بلکہ رفع حجاب کی جہت سے معیت مراد ہے۔ اس کی نظیر اللہ تعالیٰ کے اس قول میں ہے

فاؤلئک مع الذین انعم اللہ علیھم من النبیین والصدیقین والشھداء والصالحین وحسن اولئک رفیقا۔

فصل سوم

آپ کے بعض کارنامے

آپ سیّد، کریم، حلیم، زاہد، پرسکون، باوقار، صاحبِ حشمت اور قابلِ تعریف سخی تھے۔ اس کی تفصیل ابھی بیان ہو گی۔

ابونعیم نے حلیہ میں بیان کیا ہے کہ حضرت حسن نے فرمایا کہ مجھے اپنے رب سے اس حال میں ملتے ہوئے شرم محسوس ہوتی ہے کہ میں اس کے گھر کی طرف پیدل نہ چلا ہوں۔ چنانچہ آپ بیس سال بیت اللہ کی طرف چل کر آتے رہے۔

حاکم نے حضرت عبداللہ بن عمر سے بیان کیا ہے کہ حضرت حسن نے ۲۵ حج پا پیادہ کئے ہیں۔ اور اونٹنیاں آپ کے سامنے کھینچ کر لائی جاتیں۔

ابونعیم نے بیان کیا ہے کہ آپ نے اپنے مال سے دو مرتبہ زکوٰۃ نکالی اور اللہ تعالےٰ نے آپ کے مال کو تین مرتبہ تقسیم کیا۔ یہاں تک کہ آپ ایک جوتا عطا کرتے اور دوسرا روک لیتے اور ایک موزہ دیتے اور دوسرا پاس رکھتے۔ ایک آدمی کے متعلق آپ نے سُنا کہ وہ اللہ تعالیٰ سے دس ہزار درہم مانگتا ہے۔ آپ نے اُسے دس ہزار درہم بھیج دئیے۔ ایک آدمی جو پہلے مالدار تھا۔ اپنی غربت اور بدحالی کا شکوہ کرتے ہوئے آپ کے پاس آیا تو

آپ نے فرمایا تیرے سوال کا حق یہ ہے جس سے میری معلومات میں اضافہ ہو کہ تجھے کیا دینا چاہیئے۔ اور وہ دینا میرے لئے دشوار ہے۔ اور میرا ہاتھ تیری اہلیت کے مطابق دینے سے عاجز ہے۔ اور راہِ خدا میں مالِ کثیر کا دینا بھی قلیل ہی ہے۔ اور جو میرے پاس ہے وہ تیرے شکر کے مطابق پورا ہے۔ اور اگر تو تھوڑا قبول کرے اور مجھ سے جلسے کے اہتمام کی تکلیف دور کر دے تو تُو نے جو کیا ہے میں اس میں تکلف نہیں کروں گا۔ اس نے کہا اے فرزندِ دخترِ رسُول میں قلیل کو قبول کر لوں گا۔ اور عطیہ پر شکریہ ادا کروں گا۔ اور میں روکنے پر معذور خیال کروں گا۔ حضرت حسنؑ نے اپنے وکیل کو بُلایا اور اس سے حساب کیا اور فرمایا مجھے زائد رقم دو۔ اس نے پچاس ہزار درہم دیئے۔ آپ نے فرمایا آپ کے پاس جو پانچ سو دینار تھے ان کا تو نے کیا کیا۔ اس نے کہا وہ میرے پاس ہیں۔ فرمایا لاؤ۔ جب وہ لایا تو آپ نے وہ دینار اور پچاس ہزار درہم اس آدمی کو دیئے اور معذرت بھی کی۔

ایک بُڑھیا نے حضرت حسنؑ، حضرت حسینؑ اور عبداللہ بن جعفر کی ضیافت کی۔ آپ نے اُسے ایک ہزار دینار اور ایک ہزار بکریاں دیں۔ اور حضرت حسینؑ نے بھی اسے اسی قدر دیا۔ اور حضرت عبداللہ بن جعفر نے دو ہزار دینار اور دو ہزار بکریاں دیں۔

بزار نے حضرت حسنؑ سے بیان کیا ہے کہ جب آپ خلیفہ بنے تو ایک آدمی نے نماز کی حالت میں آپ پر حملہ کر دیا اور سجدے میں آپ پر خنجر کا وار کیا۔ تو آپ نے خطبہ میں فرمایا۔ اے اہل

عراق ہمارے بارے میں اللہ کا تقویٰ اختیار کرو۔ ہم آپ کے امیر اور مہمان بھی ہیں۔ اور ہم وہ اہلبیت ہیں جن کے متعلق اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت ویطھرکم تطھیراً۔ آپ اس آیت کو بار بار پڑھتے رہے یہاں تک کہ تمام اہل مسجد رو پڑے۔

ابن سعد نے عمیر بن اسحاق سے بیان کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے ایک بار کے سوا کبھی آپ کے منہ سے فحش بات نہیں سنی۔ آپ کے اور عمرو بن عثمان بن عفان کے درمیان کسی زمین کے متعلق کوئی جھگڑا تھا۔ تو آپ نے کہا اس کا ہمارے پاس وہ کچھ ہے جو اس کو ذلیل کر دے گا۔ یہ وہ سخت فحش کلمہ ہے جو میں نے آپ سے سُنا۔ مروان نے آپ کی طرف ایلچی بھیجا جو آپ کو گالیاں دیتا تھا۔ وہ مدینہ کا حاکم تھا۔ اور ہر جمعہ کو منبر پر حضرت علی کو گالیاں دیتا تھا۔ حضرت حسن نے اس کے ایلچی سے کہا۔ اس کو جا کر کہہ خدا کی قسم میں تجھ کو گالیاں دے کر ان سے کوئی بات مٹانا نہیں چاہتا جو تو نے کہی ہے۔ اللہ کے ہاں تیرے اور میرے جمع ہونے کی ایک جگہ ہے۔ اگر تو سچا ہے تو اللہ تعالیٰ تیرے سچ کی تجھے جزا دے گا۔ اور اگر تو جھوٹا ہے تو اللہ تعالےٰ سخت انتقام لینے والا بھی ہے۔

مروان نے ایک بار آپ سے سختی کی اور آپ خاموش رہے پھر اس نے دائیں ہاتھ سے رینٹ صاف کی تو آپ نے فرمایا تیرا برا ہو کیا تجھے علم نہیں کہ دایاں ہاتھ منہ کے لئے اور بایاں شرمگاہ کیلئے ہے۔ تجھ پر افسوس ہے تو مروان خاموش ہو گیا۔

آپ عورتوں کو بہت طلاق دینے والے تھے۔ آپ محبت کرنے والی عورت کو چھوڑ دیا کرتے تھے۔ آپ نے نوّے عورتوں سے شادی کی۔

ابن سعد نے حضرت علی سے بیان کیا ہے کہ آپ نے فرمایا اے اہل کوفہ حسن کو عورتیں نہ دو وہ بہت طلاق دینے والا آدمی ہے تو ایک ہمدانی نے کہا ہم ضرور اسے لڑکیاں دیں گے۔ وہ جس سے راضی ہو اُسے رکھے اور جس کو ناپسند کرے اُسے طلاق دے دے۔ جب آپ نے وفات پائی تو مروان آپ کے جنازے پر رو یا۔ تو حضرت حسین نے اُسے کہا کیا تو اس پر روتا ہے حالانکہ تُو نے انہیں سخت اذیّت دی ہے۔ اس نے جواب دیا میں یہ اس شخص سے کرتا تھا جو پہاڑ سے بھی زیادہ حلیم تھا۔

ابن عساکر نے بیان کیا ہے کہ آپ سے کہا گیا کہ ابوذر کہتے ہیں کہ مجھے دولتمندی کی نسبت غربت، صحت کی نسبت بیماری زیادہ پسند ہے۔ فرمایا اللہ تعالےٰ ابوذر پر رحم کرے۔ میں کہتا ہوں جو شخص اپنے آپ کو اس اچھائی کے سپرد کر دے جو اللہ تعالےٰ نے اس کے لئے پسند کی ہے۔ اُسے اس حالت کے سوا جو اللہ تعالےٰ نے اس کے لئے پسند کی ہے۔ دوسری کی تمنا نہیں کرنی چاہیئے۔

آپ ہر سال ایک لاکھ روپیہ بخشش کیا کرتے تھے۔ ایک سال حضرت معاویہ نے روپیہ روک لیا اور آپ بہت تنگ ہو گئے فرماتے ہیں میں نے معاویہ کو اپنے متعلق یاد دلانی کرانے کے واسطے خط لکھنے کیلئے دوات منگائی۔ پھر میں رُک گیا۔ میں نے خواب میں

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا۔ آپ نے فرمایا۔ حسن کیا حال ہے؟ میں نے کہا ابا جی اچھا ہوں۔ اور اس کے ساتھ ہی میں نے مال کے رُک جانے کی شکایت کی۔ آپ نے فرمایا کیا تو نے اپنے جیسی مخلوق کو یاد دہانی کرانے کے لئے دوات منگوائی تھی۔ میں نے جواب دیا ہاں یا رسول اللہ میں کیا کیا کروں۔ فرمایا یہ دعا کیا کرو۔

اللھم اقذف فی قلبی	اے اللہ میرے دل میں اپنی امید ڈال
رجاءک واقطع رجائی	دے اور اپنے ماسوا سے میری امید
عمن سواک حتی لا ارجو	کو منقطع کر دے۔ یہاں تک کہ میں تیرے
احدا غیرک اللھم وما	سوا کسی سے امید نہ رکھوں۔ اے
ضعفت عنہ قوتی وقصر	اللہ جس چیز سے میری قوت کمزور
عنہ عملی ولم تنتہ	اور میرا عمل قاصر ہو اور میری رغبت
الیہ رغبتی ولم تبلغہ	اور میرا سوال اس سے
مسئلتی ولم یجر علی	نہ پہنچے اور جو تو نے اوّلین و آخرین
لسانی مما اعطیت احداً	میں سے کسی کو دیا ہے۔ اس یقین کے
من الاولین والاخرین	متعلق میری زبان پر بات نہ چلے تو
من الیقین فخصنی بہ	اے ارحم الراحمین مجھے اس سے
یا ارحم الراحمین۔	مخصوص فرما۔

آپ فرماتے ہیں خدا کی قسم ابھی ہفتہ نہ گذرا تھا کہ معاویہ نے میری طرف ایک کروڑ پانچ لاکھ روپے بھیجے۔ تو میں نے کہا سب تعریف اس خدا کی ہے جو یاد کرنے والے کو نہیں بھولتا۔ اور اس سے دعا کرنے والا ناکام نہیں ہوتا۔ پھر میں نے رسول کریم صلی اللہ

علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا آپ نے فرمایا حسن کیا حال ہے ؛ میں نے کہا یا رسول اللہ خیریت سے ہوں اور میں نے آپ سے اپنی بات بیان کی ۔ فرمایا اے بیٹے جو خالق سے امید رکھتا ہے وہ مخلوق سے امید نہیں رکھتا ۔ جب آپ کی وفات کا وقت آیا تو آپ نے اپنے بھائی سے کہا اے بھائی آپ کے والد نے خلافت کو چاہا تو اللہ تعالے نے حضرت ابو بکر کو دے دی ۔ پھر چاہا تو اللہ تعالے نے حضرت عمر کو دے دی ۔ پھر شوریٰ کے وقت آپ کو یقین تھا کہ خلافت مجھے ملے گی ۔ اللہ نے اسے حضرت عثمان کو دے دیا ۔ جب حضرت عثمان شہید ہو گئے تو آپ کی بیعت کی گئی ۔ پھر آپ سے تنازعہ کیا گیا ۔ یہاں تک کہ آپ نے تلوار سونت لی ۔ مگر خلافت کا معاملہ آپ کے لئے صاف نہ ہوا ۔ قسم بخدا میرے نزدیک اللہ تعالے ہم میں نبوت اور خلافت کو اکٹھا نہیں کرے گا ۔ میں جانتا ہوں کہ کوفہ کے لوگ جس بات سے آپ کو سبک کر کے نکال دیں گے ۔ میں نے حضرت عائشہ رضؓ سے حضور علیہ السلام کے ساتھ دفن ہونے کی خواہش کا اظہار کیا ہے ۔ اور آپ نے اسے قبول کر لیا ہے ۔ جب میں فوت ہو جاؤں تو حضرت عائشہ کے پاس جا کر اس بات کا مطالبہ کرنا ۔ میرا خیال ہے لوگ عنقریب اس سے روکیں گے ۔ اگر وہ ایسا کریں تو ان سے بحث نہ کرنا ۔ جب آپ فوت ہو گئے تو حضرت امام حسین نے حضرت عائشہ کے پاس جا کر پیغام دیا تو آپ نے جواب دیا یہ تو نعمت اور عزت کی بات ہے ۔ مروان نے انہیں روکا تو حضرت حسین اور آپ کے ساتھیوں نے ہتھیار پہن لئے ۔ یہاں تک کہ حضرت ابو ہریرہ نے آپ کو واپس کر دیا ۔ پھر آپ

کو اپنی والدہ کے پہلو میں بقیع میں دفن کر دیا گیا۔

آپ کی موت کا سبب یہ ہے کہ آپ کی بیوی جعدۃ دختر اشعث بن قیس الکندی کو یزید نے آپ کو زہر دینے کے لئے خفیہ طور پر بھجوایا۔ یزید نے آپ کی شادی اس سے کروائی اور اس کے لئے ایک لاکھ روپیہ خرچ کیا۔ اور اس نے آپ کو زہر دے دیا۔ آپ چالیس روز تک بیمار رہے۔ جب آپ فوت ہو گئے تو اس نے یزید کو وعدہ پورا کرنے کے متعلق پوچھا۔ اس نے جواب دیا ہم نے تو حسن کے لئے بھی تجھے پسند نہیں کیا۔ تجھے اپنے لئے کیسے پسند کر سکتے ہیں۔ کئی متقدمین نے جیسے قتادہ اور ابو بکر بن حفص نے اور متاخرین میں سے زین العراقی نے مقدمہ شرح التقریب میں آپ کو شہید قرار دیا ہے۔ آپ کی وفات ۴۹ھ یا ۵۰ھ یا ۵۱ھ میں ہوئی ہے۔ ایک جماعت کے قول کے مطابق اکثریت کے نزدیک آپ کی وفات ۵۰ھ میں ہوئی ہے۔ واقدی نے ۴۹ھ کے سوا سب کو غلط قرار دیا ہے۔ خصوصاً جنہوں نے آپکی وفات ۵۶ھ اور ۵۹ھ میں قرار دی ہے۔

آپ کے بھائی نے بہت کوشش کی کہ آپ کو زہر دینے والے کا پتہ چلے مگر کسی نے آپ کو نہ بتایا۔ آپ نے کہا جس کے متعلق مجھے گمان ہے اگر وہ ہے تو اللہ تعالیٰ اس سے شدید انتقام لے گا۔ اور اگر وہ نہیں تو میری وجہ سے اُسے نہ مارا جائے۔ اور اللہ ہر چیز سے پاک ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ اے میرے بھائی میری وفات

کا وقت آگیا ہے۔ اور میں جلد آپ سے جدا ہو جاؤں گا اور اپنے رب سے جا مِلوں گا۔ میرا جگر ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا ہے۔ میں جانتا ہوں کہ یہ مصیبت کہاں سے آئی ہے۔ میں اس سے اللہ کے ہاں لڑوں گا۔ تجھے میرے حق کی قسم ہے اس معاملہ میں کوئی بات نہ کرنا اور جب میں اپنا حصہ پورا کر لوں تو مجھے قمیص پہنانا، غسل دینا کفن دینا اور مجھے میری چارپائی پر اُٹھا کر میرے نانا کی قبر پر لے جانا۔ میں ان سے تجدید عہد کروں گا۔ پھر مجھے میری دادی فاطمہ بنت اسد کی قبر پر لے جانا اور وہاں دفن کر دینا۔ اور میں تجھے اللہ کی قسم دیتا ہوں میرے معاملہ میں کسی کا خون نہ بہانا۔

ایک روایت میں ہے کہ اے میرے بھائی مجھے تین بار زہر دیا گیا ہے۔ مگر اس طرح کا زہر مجھے کبھی نہیں دیا گیا۔ حضرت حسین نے پوچھا آپ کو کس نے زہر دیا ہے۔ فرمایا کیا تیرے اس سوال کا مقصد یہ ہے کہ تو اُن سے جنگ کرے۔ مگر میں ان کا معاملہ خدا کے سپرد کرتا ہوں۔ اس روایت کو ابن عبدالبر نے بیان کیا ہے۔

ایک دوسری روایت میں ہے مجھے کئی بار زہر دیا گیا ہے مگر اس طرح کا زہر مجھے کبھی نہیں دیا گیا۔ اس نے میرے جگر کے ٹکڑے اُڑا دیئے ہیں۔ گویا میں اُسے لکڑی پر اُلٹ پلٹ رہا ہوں۔ حضرت حسین نے آپ سے کہا بھائی جان آپ کو کس نے زہر دیا ہے۔ فرمایا تیرا اس سے کیا مقصد ہے کیا تو اُسے قتل کرنا چاہتا ہے۔ حضرت حسین نے جواب دیا ہاں۔ فرمایا جس کے متعلق

میرا گمان ہے اگر وہ آدمی ہے تو اللہ سخت انتقام لینے والا ہے اور اگر کوئی دوسرا آدمی ہے تو میری خاطر کسی بے گناہ کو نہ مارا جائے آپ نے خواب میں دیکھا کہ گویا آپ کی دونوں آنکھوں کے درمیان قل ھو اللہ احد لکھا ہوا ہے۔ تو آپ اور آپ کے اہل بیت خوش ہو گئے۔ انہوں نے یہ بات ابن المسیب کو بتائی تو انہوں نے کہا اگر میں اس رویاء کی تصدیق کروں تو آپ کی زندگی کم ہی باقی رہ گئی ہے اور چند روز کے بعد آپ کی وفات ہو گئی۔ آپ کی نماز جنازہ سعید بن العاص نے پڑھائی۔ کیونکہ وہ اس سے پہلے حضرت معاویہ کی طرف سے مدینہ کے والی تھے۔ آپ کو اپنی دادی دختر اسد کے پاس ان کے مشہور گنبد میں دفن کیا گیا ہے۔ آپ کی عمر ۴۷ سال تھی۔ ان میں سے سات سال آپ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے۔ تیس سال اپنے والد کے ساتھ رہے اور پھر چھ ماہ خلیفہ رہے۔ اور پھر ساڑھے نو سال مدینہ میں رہے۔
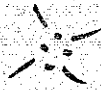
باب یازدہم

اس باب میں اہل بیت نبوی کے فضائل کا بیان ہوگا۔ اسکی کئی فصلیں ہیں

سب سے پہلے ہم اس کی اصل کو بیان کرتے ہیں۔ صحیح ترین روایت کے مطابق حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت کے دوسرے سال کے آخر میں حضرت فاطمہ کی شادی حضرت علی سے کی۔ جبکہ حضرت فاطمہ کی عمر ساڑھے پندرہ سال اور حضرت علی کی عمر اکیس سال پانچ ماہ تھی۔ آپ نے حضرت فاطمہ کی زندگی میں کوئی دوسری شادی نہیں کی آپ نے ایک دفعہ ارادہ کیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ کی شدت غیرت کے خوف سے آپ کو منع کر دیا۔

حضرت انس سے روایت ہے جیسا کہ ابن ابی حاتم نے بیان کیا ہے۔ اور احمد نے بھی ایک ایسی ہی روایت بیان کی ہے وہ کہتے ہیں کہ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر، حضرت فاطمہ کے نکاح کے پیغام کے لئے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے آپ خاموش رہے۔ اور دونوں کو کوئی جواب نہ دیا۔ پھر دونوں حضرت علی کے پاس انہیں مشورہ دیتے ہوئے آئے کہ تم اس رشتہ کو طلب کرو۔ حضرت علی کہتے ہیں۔ انہوں نے مجھے اس معاملہ کے لئے چوکس کر دیا تو میں اپنی چادر گھسیٹتا ہوا حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور میں نے کہا مجھے فاطمہ سے بیاہ دیں

آپ نے فرمایا تمہارے پاس کچھ ہے۔ میں نے کہا میرا گھوڑا اور زرہ ہے فرمایا گھوڑے کے بغیر تمہارا چارا نہیں۔ البتہ اپنی زرہ بیچ دو۔ میں نے زرہ کو چار سو اسی درہم میں فروخت کر دیا اور انہیں حضور علیہ السلام کے پاس لے آیا۔ آپ نے انہیں اپنی گود میں رکھا اور ان سے کچھ درہم لے کر حضرت بلال سے فرمایا ہمارے واسطے خوشبو خرید لاؤ۔ اور لوگوں کو حکم دیا کہ حضرت فاطمہ کیلئے جہیز تیار کریں۔ آپ نے ان کے لئے ایک بُنی ہوئی چارپائی اور چمڑے کا ایک تکیہ بنایا جس کے اندر چھال بھری ہوئی تھی۔ اور حضرت علی سے فرمایا۔ جب حضرت فاطمہ آپ کے پاس آئیں تو میرے آنے تک ان سے کوئی بات نہ کرنا۔ آپ ام ایمن کے ساتھ تشریف لائیں۔ اور گھر کے ایک کونے میں بیٹھ گئیں۔ اور میں ایک کونے میں بیٹھ گیا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو فرمایا کیا میرا بھائی یہاں ہے؟ ام ایمن نے کہا آپ کا بھائی اور آپ نے اُسے اپنی بیٹی بھی بیاہ دی ہے۔ فرمایا ہاں۔ آپ نے اندر آکر حضرت فاطمہ سے فرمایا مجھے پانی لا دیجئے۔ تو آپ گھر سے ایک پیالہ لے کر اس میں پانی لے آئیں۔ آپ نے اُسے لے کر اس میں کلی کی۔ اور حضرت فاطمہ سے فرمایا آگے آئیے۔ آپ آگے آئیں تو آپ نے پانی کو آپ کی چھاتیوں کے درمیان اور سر پہ چھڑکا اور کہا

اللھم انی اعیذ ھا بک وذریتھا من الشیطان الرجیم،	اے اللہ میں اسے اور اس کی اولاد کو مردود شیطان سے تیری پناہ میں دیتا ہوں۔

پھر فرمایا میری طرف پلیٹ کرو۔ آپ نے پلیٹ آپ کی طرف کی تو آپ نے آپ کے دونوں کندھوں کے درمیان پانی ڈالا۔ پھر اسی طرح حضرت علی سے کیا۔ اور فرمایا اللہ کے نام اور برکت سے اپنے اہل کے پاس جاؤ۔

حضرت انس کی ایک دوسری روایت میں ہے جو ابوالخیر القزوینی الحاکمی نے بیان کی ہے کہ آپ نے حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کے بعد پیغام دیا تو آپ نے فرمایا میرے رب نے مجھے اس کا حکم دیا ہے۔ حضرت انس کہتے ہیں پھر مجھے کئی دن کے بعد حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بُلا کر فرمایا۔ ابوبکر، عمر، عبدالرحمن اور کچھ انصار کو بُلاؤ جب سب جمع ہو کر اپنی اپنی جگہوں پر بیٹھ گئے حضرت علی اس وقت وہاں موجود نہیں تھے۔ آپ نے فرمایا سب تعریفیں قابل تعریف خدا کے لئے ہیں۔ جو اپنی نعمتوں کی وجہ سے قابل پرستش اور اپنی قدرت کی وجہ سے قابل اطاعت ہے۔ اس کا غلبہ اس کے عذاب سے بھی قابل خوف ہے۔ اس کی سطوت کا حکم اس کے آسمان و زمین میں نافذ ہے۔ اس نے مخلوق کو اپنی قدرت سے پیدا کیا ہے۔ اور اپنے احکام سے انہیں امتیاز بخشا ہے اور اپنے دین سے انہیں اعزاز بخشا ہے۔ اور اپنے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ انہیں عزت دی ہے۔ اللہ کا نام یقیناً برکت والا ہے۔ اور اس کی عظمت بلند ہے۔ اس نے مصاہرت کو سبب لاحق اور امر مفترض قرار دیا ہے۔ جس سے اس نے رحموں میں الفت پیدا کی ہے اور انہیں ایک دوسرے سے مختلط اور پیوست بنایا ہے

اور لوگوں کو ایک دوسرے سے ملا دیا ہے۔ وہ فرماتا ہے۔

وھو الذی خلق من الماء اس نے پانی سے بشر کو پیدا کیا ہے

بشراً فجعلہ نسباً وصھراً اور اُسے نسب اور دامادی والا بنایا

وکان ربک قدیراً۔ ہے۔ اور تیرا رب قدرت والا ہے۔

اور اللہ کا حکم اس کی قضا کی طرف اور اس کی قضا اس کی قدرت کی طرف چلتی ہے۔ ہر قضا کی ایک قدر ہوتی ہے۔ اور ہر قدر کی ایک مدت ہوتی ہے اور ہر مدت کی ایک کتاب ہوتی ہے۔

یمحوا اللہ ما یشاء اللہ جو چاہے مٹا دیتا ہے۔ اور جو

ویثبت وعندہ چاہے قائم رکھتا ہے اور اس کے

ام الکتاب پاس اصل کتاب ہے۔

پھر فرمایا اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم فرمایا ہے کہ میں حضرت فاطمہ کو حضرت علی سے بیاہ دُوں۔ پس گواہ رہو اگر علی راضی ہو تو میں نے اُسے چار سو مثقال چاندی میں حضرت فاطمہ سے بیاہ دیا ہے۔ پھر آپ نے کھجوروں کا ایک تھال منگوایا اور فرمایا ہوشیار ہو جاؤ ہم ہوشیار ہو گئے۔ تو حضرت علی آ گئے تو حضور علیہ السلام مسکرائے۔ پھر فرمایا اللہ تعالےٰ نے مجھے حکم فرمایا ہے۔ کہ فاطمہ کو تجھ سے چار سو مثقال چاندی پر بیاہ دوں۔ کیا تو اس پر راضی ہے حضرت علی نے کہا یا رسول اللہ میں اس پر راضی ہوں۔ تو حضور علیہ السلام نے فرمایا اللہ تعالےٰ تم دونوں میں اتفاق پیدا کرے۔ اور تمہارے نصیب کو بڑا کرے اور تمہیں برکت دے اور تم دونوں سے بہت سی طیب اولاد پیدا کرے۔ حضرت انس کہتے ہیں خدا کی قسم

اللہ تعالیٰ نے ان دونوں سے بہت طیب اولاد پیدا کی۔

تنبیہ

بظاہر یہ قصہ فوری ایجاب و قبول کی شرط کے لحاظ سے ہمارے مذہب سے موافقت نہیں رکھتا۔ کیونکہ ہمارے ہاں "میں راضی ہوں" کی بجائے نکاح یا تزویج کے الفاظ استعمال کئے جاتے ہیں۔ لیکن رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قبولیت یا عدم قبولیت کا معاملہ حضرت علی پر چھوڑ دیا ہے۔ اور یہ حال کا واقعہ ہے۔ جس میں احتمال پایا جاتا ہے۔ کہ حضرت علی کو جب نکاح کی اطلاع ملی تو انہوں نے فوراً اُسے قبول کر لیا۔ ہمارے نزدیک جس کی شادی غائب ہونے کی حالت میں ایجاب صحیح کے ساتھ ہو جیسا کہ اس جگہ ہوا ہے۔ اور اُسے اطلاع مل جائے اور وہ فوراً کہہ دے کہ میں نے اس کے نکاح کو قبول کیا۔ تو وہ نکاح درست ہوگا۔ آپ کا یہ قول کہ اگر وہ اس سے راضی ہو یہ تعلیق حقیقی نہیں کیونکہ یہ معاملہ خاوند کی رضامندی کے ساتھ وابستہ ہے۔ اگرچہ اس کا ذکر نہیں کیا گیا۔ لیکن اس کا ذکر واقع کی تصریح ہے۔ بعض شافعیہ نے جنہیں فقہ میں رسوخ حاصل نہیں۔ اس جگہ نامناسب کلام کیا ہے۔ جس سے اجتناب کرنا چاہیے۔

دوسری تنبیہ

الذہبی نے المیزان میں اشارہ کیا ہے کہ یہ روایت جھوٹی ہے۔ انہوں نے محمد بن دینار کے حالات میں لکھا ہے کہ وہ ایک جھوٹی حدیث لایا ہے۔ اور وہ نہیں جانتا

کہ یہ کس کی حدیث ہے اور شیخ الاسلام حافظ ابن حجر نے اس حدیث کے متعلق جس کا اسناد حضرت انس کی طرف ہے ۔ لسان المیزان میں کہا ہے ۔ حضرت انس کہتے ہیں کہ میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ آپ پر وحی کی کیفیت طاری ہوگئی جب وہ کیفیت دور ہوئی تو آپ نے فرمایا مجھے اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ میں حضرت فاطمہ کا نکاح حضرت علی سے کر دوں ۔ پس تو جا کر ابوبکر، عمر، مہاجرین کی ایک جماعت جس کا آپ نے نام لیا اور انصار کے کچھ لوگوں کو بلا لا ۔ جب وہ آکر اپنی اپنی جگہوں پر بیٹھ گئے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ دیا اور فرمایا سب تعریفیں اس خدا کے لئے ہیں جو اپنی نعمتوں کی وجہ سے قابل تعریف ہے ۔ پھر آپ نے منگنی، عقد، مہر کی مقدار کا ذکر کیا اور خوشخبری اور دعا کا تذکرہ کیا ۔

ابن عساکر نے اپنے ترجمہ میں ابی القاسم النسیب کی سند سے محمد بن شہاب بن ابی الحیاء عن عبدالملک بن عمر عن یحییٰ بن معین عن محمد ہذا عن ہیثم عن یونس بن عبید عن الحسن عن انس سے بیان کیا ہے کہ ابن عساکر نے اسے غریب کہا ہے ۔ پھر محمد بن طاہر سے نقل کیا ہے کہ اس نے تکملۃ الکامل میں اس کا ذکر کیا ہے ۔ اس میں راوی کی جہالت ہے ۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ الذہبی نے جو اسے جھوٹا قرار دیا ہے ۔ اس میں اعتراض ہے یہ صرف غریب ہے اور اس کی سند میں کوئی مجہول آدمی ہے ۔ عنقریب بارہویں آیت میں اس کی تفصیل آئے گی ۔ اس میں نسائی سے بسند صحیح

بیان کیا گیا ہے جو الذہبی کی تردید کرتا ہے ۔ اور واضح کرتا ہے کہ یہ قصہ صحیح ہے پس آپ کو یہ بات یاد رکھنی چاہیئے [1]

---

[1] اس روایت کو خطیب نے تلخیص المتشابہ میں بیان کیا ہے اور سیوطی کہتے ہیں کہ ابن جوزی نے اس پر وضع کا حکم لگایا ہے ۔ اس روایت کو ابن عساکر نے بیان کرنیکے بعد کہا ہے کہ محمد بن دینار العرقی نے حضرت انس کی روایت میں وضع سے کام لیا ہے ۔ اسیطرح اس نے جابر کی روایت میں بھی وضع سے کام لیا ہے ۔ ابن عراق کہتے ہیں کہ الذہبی نے تلخیص میں یہ بات کہی ہے کہ اس میں بہت سی رکیک باتیں ہیں ۔ واللہ اعلم اور اس کا ذکر ایسی قسم میں کیا ہے جس میں ابن جوزی نے تنزیہ الشریعۃ سے مخالفت نہیں کی ۔

فصل اوّل

اہل بیت کے متعلق قرآنی آیات

۱:۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔

انما یرید اللہ لیذھب	اللہ تعالیٰ صرف یہ چاہتا ہے کہ تم
عنکم الرجس اھل البیت	اہل بیت سے ناپاکی کو دور فرما کر
ویطھرکم تطھیرا ًہ	تمہیں اچھی طرح پاک کر دے۔

اکثر مفسرین کا خیال ہے کہ یہ آیت حضرت علی، حضرت فاطمہ، حضرت حسن اور حضرت حسین کے متعلق نازل ہوئی ہے۔ تاکہ ضمیر عنکم سے اور جو اس کے مابعد ہے اسکی تذکیر کی جائے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ آیت آپ کی بیویوں کے متعلق نازل ہوئی ہے۔ کیونکہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے۔

واذکرن مایتلیٰ فی بیوتکن

اور حضرت ابن عباس کی طرف سے یہ بات منسوب کی گئی ہے جس میں آپ کا غلام عکرمہ بھی شامل ہے کہ آپ بازار میں منادی کر رہے تھے کہ اس سے مراد صرف حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور بعض دوسرے لوگوں نے اسے آپ کی بیویوں کے متعلق قرار دیا ہے۔ کیونکہ وہی آپ کے سکونتی مکان میں رہائش پذیر تھیں۔ اور اللہ تعالےٰ کے اس قول واذکرن مایتلیٰ فی بیوتکن کی وجہ

سے بھی اس آیت کو آپ کی بیویوں کے متعلق قرار دیا گیا ہے۔ اور آپ کے اہل بیت آپ کے نسب والے بھی ہیں۔ جن پر صدقہ حرام قرار دیا گیا ہے۔ ایک جمعیت نے اس پر اعتماد کیا ہے اور اسے ترجیح دی ہے۔ اور ابن کثیر نے اس کی تائید کی ہے کہ اس آیت کا سبب نزول آپ کی بیویاں ہیں۔ اور آپ کے اہل قطعی طور پر اس میں داخل ہیں۔ خواہ اکیلے ہی۔ جیسا کہ ایک قول میں بیان کیا گیا ہے اور زیادہ درست بات یہ ہے کہ دوسرے بھی آپ کے ساتھ شامل ہیں۔ اس بارے میں کچھ احادیث بیان ہوئی ہیں۔ جن میں سے کچھ پہلے اور کچھ دوسرے نقطۂ نگاہ سے تمسک کرنے کے مطابق ہیں۔ مگر اکثریت دوسرے نقطۂ نگاہ کے حق میں ہے۔ اس لئے وہی نقطۂ نگاہ قابل اعتماد ہے۔ جیسا کہ بیان ہو چکا ہے۔ اب ہم ان احادیث میں سے کچھ کا ذکر کرتے ہیں۔

احمد نے ابو سعید خدری سے بیان کیا ہے کہ یہ آیت پنجتن کے متعلق نازل ہوئی ہے۔ یعنی حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت علی، حضرت فاطمہ، حضرت حسن اور حضرت حسین کے متعلق ابن جریر نے اسے مرفوعاً ان الفاظ میں بیان کیا ہے کہ یہ آیت پنجتن کے متعلق نازل ہوئی ہے۔ یعنی حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت علی، حضرت حسن، حضرت حسین اور حضرت فاطمہ کے متعلق۔ طبرانی نے بھی اسے ایسے ہی بیان کیا ہے۔ اور مسلم نے کہا ہے کہ آپ نے ان سب حضرات کو اپنی چادر میں داخل کیا اور اس آیت کو پڑھا۔ اور صحیح روایت یہ ہے کہ حضور علیہ السلام نے ان سب

حضرات پر اپنی چادر ڈالی اور کہا اے اللہ یہ میرے اہل بیت اور میرے خاص لوگ ہیں۔ ان سے ناپاکی کو دور فرما اور انہیں اچھی طرح پاک کر دے۔ حضرت ام سلمہ نے کہا میں بھی ان کے ساتھ ہوں فرمایا تو تو بھلائی پر ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ آپ نے تطہیراً کے بعد فرمایا جو ان سے جنگ کرے گا میں ان سے جنگ کروں گا۔ اور جو ان سے صلح کرے گا میں ان سے صلح کروں گا۔ اور جو ان سے دشمنی کرے گا میں ان کا دشمن ہوں گا۔

ایک دوسری روایت میں ہے کہ آپ نے ان پر چادر ڈال کر ان پر اپنا ہاتھ رکھا اور فرمایا۔ اے اللہ یہ لوگ آل محمدؐ ہیں پس تو اپنی صلوٰۃ و برکات آل محمدؐ پر نازل فرما۔ یقیناً تو قابل تعریف اور بزرگی والا ہے۔

ایک دوسری روایت میں ہے کہ یہ آیت حضرت ام سلمہ کے گھر میں نازل ہوئی تو آپ نے ان کی طرف پیغام بھیجا اور انہیں چادر میں لپیٹ لیا۔ اور پھر وہ بات کہی جو اوپر بیان ہو چکی ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ وہ آئے اور اکٹھے ہوئے تو یہ آیت نازل ہوئی۔ اگر دونوں روایتوں کو صحیح قرار دیا جائے تو اس آیت کے نزول پر اس واقعہ کو دو دفعہ ہونے پر محمول کیا جائے گا۔

ایک روایت میں ہے کہ آپ نے تین بار فرمایا۔ اے اللہ یہ میرے اہل ہیں۔ ان سے ناپاکی کو دور فرما۔ اور

انہیں اچھی طرح پاک کر دے اور حضرت ام سلمہ نے آپ سے عرض کیا۔ کیا میں آپ کے اہل میں شامل نہیں۔ آپ نے فرمایا تو بھی شامل ہے۔ اور آپ نے ان کے بارے میں دُعا کرنے کے بعد آپ کو چادر میں داخل کیا۔

ایک روایت میں ہے کہ جب آپ نے ان کو جمع کیا اور ان کے لئے بیان شدہ دُعا سے بھی لمبی دُعا کی تو واثلہ اور حضرت علی نے اُٹھ کر کہا یا رسول اللہ ہمارے لئے بھی دُعا کیجئے آپ نے فرمایا اے اللہ واثلہ اور علی سے بھی ناپاکی کو دور فرما دے۔

ایک صحیح روایت میں ہے کہ حضرت واثلہ نے کہا یا رسول اللہ میں بھی آپ کے اہل میں سے ہوں۔ آپ نے فرمایا تو بھی میرے اہل سے ہے۔ واثلہ کہتے ہیں جو میں امید کرتا تھا وہی ہوا۔

بیہقی کہتے ہیں گویا آپ نے تشبیہاً اُسے اہل کے حکم میں داخل کیا۔ جو اس نام کا مستحق تھا نہ کہ حقیقتاً۔ محب طبری نے اشارہ کیا ہے کہ آپ نے حضرت ام سلمہ اور حضرت فاطمہ وغیرہ کے گھروں میں یہ فعل دوبارہ کیا ہے۔ اس طرح آپ نے روایات کے اس اختلاف میں تطبیق دی ہے۔ جو ان کی ہیئت اجتماع، ان پر چادر ڈالنے، ان کیلئے دعا کرنے اور واثلہ اور ام سلمہ اور آپ کی بیویوں کو جواب دینے میں پایا جاتا ہے۔ اس کی تائید ایک روایت سے بھی ہوتی ہے کہ آپ نے ان سے اس قسم کی باتیں حضرت فاطمہ کے گھر میں کیں۔

ایک روایت میں ہے کہ آپ نے ان کے ساتھ اپنی باقی

بیٹیوں، اقارب اور ازواج کو بھی اکٹھا کیا اور حضرت ام سلمہ سے صحیح روایت ہے۔ کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ میں بھی اہل بیت میں سے ہوں۔ فرمایا بیشک انشاء اللہ۔

ثعلبی کا خیال ہے کہ اہل بیت سے مراد تمام بنو ہاشم ہیں اور اس کی تائید حضرت حسن کی ایک حدیث سے ہوتی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عباس اور ان کے بیٹوں پر چادر ڈالی اور پھر فرمایا اے میرے رب یہ میرا چچا اور اس کے بیٹے ہیں اور یہی میرے اہل بیت ہیں۔ انہیں آگ سے اس طرح محفوظ رکھ جس طرح میں نے انہیں اپنی چادر میں چھپا لیا ہے۔ پس گھر کی چوکھٹ اور دیواروں نے آمین کہا۔ تو آپ نے تین بار آمین کہا۔

ایک روایت میں ہے جسے ابن معین نے ثقہ اور دوسروں نے ضعیف قرار دیا ہے۔ پھر آپ نے قبائل کو گھرانے قرار دیا اور مجھے ان میں بہترین گھر والا بنایا اور یہ سب کچھ خدا تعالیٰ کے اس قول کی وجہ سے ہوا۔ انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت ویطھرکم تطھیرا۔ حاصل کلام یہ کہ سکونتی گھر میں رہنے والے افراد اس آیت کے مفہوم میں داخل ہیں۔ کیونکہ انہیں یہاں مخاطب کیا گیا ہے اور جب میرے اہل سے مراد نسبی گھر والے ہوں تو وہ بھی اس سلوک میں مخفی طور مراد ہوں گے۔ جو آپ نے ان کے ساتھ کیا جن کا ذکر گذر چکا ہے۔ پس یہاں اہل بیت سے عمومی مفہوم مراد ہے۔ جیسے آپ کی ازواج اور آپ کے نسبی گھر والے۔ اور وہ تمام بنو ہاشم اور بنو عبد المطلب ہیں۔ اور حضرت حسن سے ایک روایت

کئی طرق سے آئی ہے جن میں سے بعض کی سند حسن ہے کہ میں ان اہلبیت میں سے ہوں جن سے اللہ تعالےٰ نے ناپاکی کو دور فرما کر اچھی طرح پاک کر دیا ہے۔ پس سکونتی گھر کی طرح نسب کی بیٹی بھی آیت میں مراد ہے۔

مسلم نے زید بن ارقم سے بیان کیا ہے کہ ان سے دریافت کیا گیا کہ کیا آپ کی بیویاں بھی آپ کے اہلبیت میں ہیں۔ فرمایا آپ کی بیویاں اہلبیت میں شامل ہیں۔ لیکن آپ کے اہلبیت وہ ہیں جن پر اللہ تعالےٰ نے صدقہ کو حرام قرار دیا ہے۔ پس آپ نے اشارہ کیا کہ آپ کی بیویاں آپ کے اس سکونتی گھر کے اہل میں سے ہیں جس کے رہنے والے کرامات و خصوصیات سے ممتاز ہیں، نہ کہ آپ کے نسبی اہلبیت، وہ تو صرف وہ لوگ ہیں جن پر صدقہ حرام کیا گیا ہے۔

پھر یہ آیت اہلبیت نبوی کے فضائل کا منبع ہے۔ کیونکہ ان میں ان کے روشن کارناموں اور بلندشان کا ذکر ہے۔ اس کی ابتدا انما کے لفظ سے ہوئی ہے۔ جو حصر کے لئے آتا ہے۔ اسمیں اللہ تعالےٰ نے بتایا ہے کہ وہ ان سے اس ناپاکی کو دور کر دے گا۔ جو ایمانیات میں گناہ اور شک کا موجب ہوتی ہے۔ اور انہیں دیگر اخلاق و احوال مذمومہ سے پاک کر دے گا۔ اور عنقریب بعض طرق میں ان کا آگ پر حرام ہونا بھی بیان ہوگا۔ اور یہ اس تطہیر کا فائدہ ہے جس کی غایت، انابت الی اللہ کا الہام اور اعمال صالحہ پر مداومت اختیار کرنا ہے۔ اور جب ملوکیت کے باعث ان سے ظاہری خلافت

کا خاتمہ ہو گیا۔ اور یہ خاتمہ حضرت حسن پر نہیں ہوا۔ تو انہیں اس کے عوض باطنی خلافت عطا کی گئی۔ یہاں تک کہ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ ہر زمانے میں قطب الاولیاء انہی میں سے ہوتا ہے۔ اور جن لوگوں نے کہا ہے کہ دوسروں سے بھی ہوتا ہے ان میں استاد ابو العباس المرسی بھی ہیں۔ جیسے کہ ان کے شاگرد تاج بن عطاء اللہ نے ان سے نقل کیا ہے۔ اور ان کی تطہیر سے مراد زکوٰۃ کا ان پر حرام قرار دینا ہے۔ بلکہ امام مالک کے قول کے مطابق نفلی صدقہ بھی ان پر حرام ہے۔ کہ یہ لوگوں کی میل ہونے کے ساتھ لینے والے کی ذلت اور دینے والے کی عزت بھی ہے۔ اس کے عوض انہیں خمس دیا گیا ہے۔ یعنی فے اور غنیمت کا خمس جو لینے والے کی عزت اور دینے والے کی ذلت کا آئینہ دار ہے۔ نیز اس سے یہ بھی باوثوق طور پر معلوم ہو جاتا ہے کہ نسبی گھر والے بھی اہلبیت میں شامل ہیں۔ کیونکہ انہیں بھی حضور علیہ السلام کے ساتھ صدقۃ الفرض زکوٰۃ، نذر، کفارہ وغیرہ کی تحریم میں شرکت سے خاص کیا گیا ہے۔ بعض متاخرین نے اس کی مخالفت کی ہے اور اس امر پر بحث کی ہے کہ نذر، نفل کی طرح ہے۔ مگر ایسا نہیں ہے۔ حضور علیہ السلام نے نفل کی حرمت کا بھی اشارہ کیا ہے۔ خواہ وہ عمومی رنگ کا ہو۔ یا واضح طور پر بے قیمت ہو۔ ماوردی نے مساجد میں ان کے نماز پڑھنے اور زمزم اور بئر رومہ سے ان کے پانی پینے کو جائز قرار دیا ہے۔ اور امام شافعی نے ان کے لئے نفل کی حلت کو حضرت امام باقر کے قول سے اخذ کیا ہے۔ جب حضرت امام باقر پر مکہ اور مدینہ کی ندیوں سے پانی

پلنے پر عتاب کیا گیا تو آپ نے فرمایا ہم پر فرض صدقہ کو حرام قرار دیا
گیا ہے۔ اور آپ نے اس کی وجہ یہ بیان کی ہے کہ امام باقر ایسا
آدمی اپنے خصائص کی وجہ سے اپنی طرف سے بات نہیں کہتا۔ پس
یہ روایت مرسل ہے۔ کیونکہ حضرت امام باقر جلیل القدر تابعی ہیں۔
اکثر اہل علم نے کہا ہے کہ آپ نے حضرت امام کے مرسل
قول سے مدد لی ہے اور یہ تحریم تمام بنو ہاشم، بنو عبد المطلب اور
ان کے غلاموں پر بھی حاوی ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ آپ کی بیویاں
بھی اس میں شامل ہیں۔ مگر یہ قول ضعیف ہے۔ اگرچہ ابن عبد البر
نے اس پر اجماع بیان کیا ہے۔ اور آپ کی موت کے بعد ازواج
کو نفقہ کا لزوم، صدقہ لینے کو حرام نہیں کرتا۔ سوائے اس کہ فقر و
غربت کی بجائے کسی اور وجہ یعنی قرض اور سفر کی وجہ سے لیا جائے۔
جیسا کہ فقر میں بیان ہوا ہے۔
ایک روایت میں ہے کہ بعض بنو ہاشم کے لئے صدقہ
حلال ہے۔ مگر یہ روایت ضعیف اور مرسل ہونے کی وجہ سے قابل
حجت نہیں اور حضور علیہ السلام کا زمزم کے سقایہ سے پانی پینا
حال کا واقعہ ہے جسے اس بات پر بھی محمول کیا جا سکتا ہے کہ
اس میں جو پانی تھا وہ خود حضور علیہ السلام یا آپ کے ماذون کا کشید
کردہ تھا۔ یہ بات ثابت نہیں کہ وہ حضرت عباس کے صدقہ سے
تھا۔ اور آیت کو تطہیر کے مبالغہ پر ختم کرنے میں یہ حکمت ہے کہ
وہ طہارت کے اعلیٰ مقام پر پہنچیں گے اور اس سے آگے بھی
بڑھ جائیں گے۔ پھر اس کی تنوین، تعظیم، تکثیر اور اعجاب مفید

کے لئے ہے کہ یہ طہارت متعارف جنس سے نہیں۔ پھر آیت میں جو کچھ طلب کیا گیا ہے اُسے حضور علیہ السلام نے اپنے قول میں دہرایا ہے کہ اے اللہ یہ میرے اہلبیت ہیں۔ جیسا کہ بیان ہو چکا ہے۔ اور خود اپنے آپ کو بھی ان میں شمار کیا ہے۔ تاکہ آپ کی سلک میں منسلک ہونے کی وجہ سے ان پر دوبارہ برکت نازل ہو۔ بلکہ ایک روایت میں ہے کہ آپ نے ان کے ساتھ جبریل اور میکائیل کو بھی اس بات کی طرف اشارہ کرنے کے لئے شامل کیا ہے۔ کہ وہ بھی ان کے نقش قدم پر ہیں۔ نیز آپ نے ان پر صلوٰۃ کی تاکید ہے۔ جیسا کہ آپ نے فرمایا اے اللہ تو آلِ محمد پر صلوٰۃ و برکات نازل فرما۔ اس کا ذکر پہلے گذر چکا ہے۔ پھر آپ نے فرمایا ہے کہ میں ان سے جنگ کرنے والوں کے ساتھ جنگ کروں گا۔ اس کا بیان بھی پہلے گذر چکا ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ آپ نے اس کے بعد فرمایا جس نے میرے قرابت داروں کو اذیت دی اُس نے مجھے اذیت دی۔ اور جس نے مجھے ایذا دی، اس نے اللہ تعالیٰ کو ایذا دی۔

ایک روایت میں ہے کہ اس خدا کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے کوئی بندہ مجھ سے محبت کئے بغیر مجھ پر ایمان نہیں لا سکتا اور وہ اس وقت تک مجھ سے محبت نہیں کر سکتا جب تک میرے قرابت داروں سے محبت نہ کرے اور ان کو اپنی جان کا مقام نہ دے۔

ایک صحیح روایت میں ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں تم میں کتاب اللہ اور اپنی اولاد کو چھوڑے جا رہا ہوں

جب تک تم ان سے تمسک کرو گے۔ گمراہ نہ ہو گے۔ اسی طرح آپ نے مباہلہ کے واقعہ میں اس آیت قل تعالوا ندع ابناءنا وابناءکم الایۃ میں انہیں شامل کیا۔ آپ حضرت حسن کو گود میں اٹھائے حضرت حسین کا ہاتھ پکڑے چلے۔ حضرت فاطمہ آپ کے پیچھے پیچھے چلی آ رہی تھیں اور حضرت علی ان کے پیچھے تھے۔ آپ اس کیفیت میں مباہلہ میں آئے یہ لوگ چادر مباہلہ والے ہیں اور آیت مباہلہ میں یہی لوگ مراد ہیں۔ جیسے کہ اس آیت میں سب مراد ہیں۔ انما یرید اللہ لیذہب عنکم الرجس اہل البیت۔ پس اس آیت میں اہلبیت سے مراد یا جو بھی ان کی فضیلت کے بارے میں یا آل یا قرابت داروں کی فضیلت میں بیان ہوا ہے۔ یہ سب لوگ آپ کی آل ہیں۔ اور یہ بنو ہاشم اور بنو عبدالمطلب کے مومنین ہیں[1]۔

---

[1] سخاوی نے القول البدیع میں علماء کے اختلاف کا ذکر کیا ہے کہ جس صیغہ میں تشہد میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوۃ پڑھی جاتی ہے اس میں آل سے کیا مراد ہے۔ فرماتے ہیں اس سے وہ لوگ مراد ہیں جن پر صدقہ حرام ہے۔ انہوں نے یہ بھی بتایا ہے کہ جمہور نے اسی مذہب کو اختیار کیا ہے اور شافعی کا بیان ہے۔ کہ احمد کا مذہب یہ ہے کہ اس سے مراد آپکے اہلبیت ہیں۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ آپکی ازواج اور اولاد مراد ہے۔ کہتے ہیں اسکا تعاقب کیا گیا ہے کہ تینوں روایات میں تطبیق ثابت ہے۔ یہ احتمال بھی ہو سکتا ہے کہ کسی راوی کو ایک بات یاد ہو جو دوسرے کو یاد نہ ہو اور تشہد میں آل سے مراد ازواج اور وہ لوگ ہیں جن پر صدقہ حرام ہے۔ ان میں اولاد بھی شامل ہو جاتی ہے۔ اس طرح احادیث میں تطبیق ہو جاتی ہے۔

اور یہ حدیث کہ ہر مومن متقی میری آل ہے۔ ضعیف ہے اگر یہ روایت صحیح ہو تو اس کی تائید کی جائے گی۔ بعض لوگوں نے احادیث کے درمیان یوں تطبیق دی ہے کہ نماز میں آل کے لئے دعا ہر مومن اور متقی کو حاوی ہو گی اور حرمت صدقہ میں بنو ہاشم اور بنو عبد المطلب کے مومنین مخصوص ہوں گے اور اس ہمہ گیری کی تائید بخاری سے ہوتی ہے۔ کہ آلِ محمد نے مسلسل تین دن پیٹ بھر کر کھانا نہیں کھایا۔ اے اللہ آل محمد کا رزق گذارے والا بنا دے اور ایک قول میں ہے کہ آل سے مراد صرف ازواج اور اولاد ہے۔

۲:۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے

ان اللہ وملائکتہ یصلون علی النبی یاایہا الذین امنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیما	اللہ تعالےٰ اور اس کے فرشتے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجتے ہیں اے مومنو! تم بھی ان پر درود اور اچھی طرح سلام بھیجو۔

کعب بن عجرہ سے صحیح روایت ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ ہمیں یہ تو معلوم ہے کہ آپ کو سلام کیسے کرنا چاہیئے۔ ہم آپ پر درود کیسے بھیجا کریں تو آپ نے فرمایا تم کہا کرو! اللھم صل علی محمد وعلی آل محمد الی آخرہ۔ پس نزول آیت کے بعد ان کا سوال کرنا اور ان کا جواب دینا کہ اللھم صل علی محمد وعلی آل محمد الی آخرہ اس بات کی واضح دلیل ہے۔ کہ اس آیت میں صلوٰۃ کا حکم آپ کے اہلبیت اور بقیہ آل کے لئے ہے۔ اگر یہ مفہوم مراد نہ ہوتا تو وہ اہلبیت اور آپ کی آل پر صلوٰۃ کے بارے

میں نزول آیت کے بعد دریافت نہ کرتے اور نہ انہیں ایسا جواب ملتا جیسا کہ بیان کیا گیا ہے۔ جب انہیں جواب دیا گیا تو پتہ چلا کہ جو احکام دئیے گئے ہیں ان میں ان پر صلوٰۃ پڑھنے کا بھی حکم ہے۔ اور حضور علیہ السلام نے ان کو اس بات میں اپنا قائمقام بنایا ہے۔ کیونکہ آپ پر صلوٰۃ پڑھنے کا مقصد آپ کی مزید تعظیم کرنا ہے۔ اس سے ان کی تعظیم بھی ہوگی اور ایک دفعہ جیسا کہ بیان ہو چکا ہے۔ آپ نے چادر میں انہیں داخل کیا تو کہا اے اللہ یہ مجھ سے ہیں اور میں ان سے۔ پس تو اپنی صلوٰۃ، رحمت، مغفرت اور رضامندی مجھے اور انہیں عطا فرما اور اس دعا کی استجابت کا قضیہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ ان پر بھی صلوٰۃ بھیجی اور اس وقت مومنین سے مطالبہ کیا کہ وہ بھی آپ کے ساتھ ان پر صلوٰۃ بھیجا کریں۔

روایت ہے کہ آپ نے فرمایا کہ مجھ پر صلوٰۃ بتراء نہ بھیجا کرو۔ صحابہ نے پوچھا یا رسول اللہ صلوٰۃ بتراء کیا ہے۔ فرمایا تم کہتے ہو اللھم صل علی محمد اور رک جاتے ہو۔ بلکہ تم کہا کرو اللھم صلّ علی محمد وعلی آل محمد صحیحین میں جو آل کے لفظ کو حذف کیا گیا ہے وہ اس کے منافی نہیں۔ صحابہ نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ ہم آپ پر کیسے صلوٰۃ پڑھیں؟ فرمایا کہا کرو۔ اللھم صلّ علی محمد وعلی ازواجہ وذریتہ کما صلیت علیٰ ابراہیم الی آخرہ۔ اس لئے کہ آل کا ذکر دوسری روایات سے ثابت ہے اور وہیں سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ حضور علیہ السلام نے یہ سب کچھ فرمایا ہے۔ تو ایک راوی نے وہ بات یاد رکھی جو دوسرے کو یاد نہ رہی

پھر بہت سی روایات میں ازواج اور ذریت، کا عطف آل پر ڈالا گیا ہے جس کا تقاضا یہ ہے کہ یہ دونوں آل میں شامل نہیں اور ازواج کے بارے میں اصح روایت پر بناء کرتے ہوئے یہ بات واضح ہے کہ آل سے مراد بنو ہاشم اور بنو عبد المطلب کے مومنین ہیں۔ باقی رہی ذریت تو وہ بھی دوسرے اقوال کے مطابق آل میں شامل ہے۔ ان کا آل کے بعد اس لئے ذکر کیا گیا ہے۔ کہ ان کے شرفِ عظیم کی طرف اشارہ ہو۔

ابو داؤد نے روایت کی ہے کہ جو شخص ہم اہلبیت پر درود پڑھ کر پورا پورا ثواب کا وزن لے کر خوش ہونا چاہتا ہے۔ وہ اللھم صلّ علی النبی محمد وازواجہ امھات المومنین و ذریتہ واھل بیتہ کما صلیت علی ابراھیم انک حمید مجید۔ اور صحابہ کا یہ کہنا کہ ہمیں آپ پر سلام بھیجنے کا علم ہے۔ اس میں ان کا اشارہ تشہد میں آپ پر سلام بھیجنے سے ہے۔ جیسا کہ بیہقی وغیرہ نے کہا ہے اور اس کا پتہ مسلم کی حدیث سے لگتا ہے۔ جس میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں آپ پر صلوٰۃ بھیجنے کا حکم دیا ہے۔ اس پر حضور علیہ السلام خاموش ہو گئے تو ہم نے تمنا کی کہ ہم آپ سے یہ بات نہ پوچھتے پھر آپ نے فرمایا کہا کرو۔ اللھم صلّ علی محمد وعلی آل محمد الحدیث اور اس کے آخر میں آپ نے السلام کا لفظ بھی بڑھایا ہے۔ جیسا کہ تمہیں معلوم ہے اور اسے تعلیم سے بھی بیان کیا گیا ہے۔ کیونکہ آپ انہیں اسی طرح تشہد سکھاتے تھے۔ جیسے کوئی سورت سکھائی جاتی ہے۔ اور صحیح روایت میں ہے کہ ایک آدمی نے کہا یا رسول اللہ آپ پر سلام پڑھنا تو ہمیں معلوم ہے، ہم آپ پر نماز میں صلوٰۃ کیسے پڑھا کریں جو اللہ

نے آپ پر پڑھی ہے تو حضور علیہ السلام خاموش ہو گئے۔ یہاں تک کہ ہم نے چاہا کہ کاش اس آدمی نے آپ سے یہ سوال نہ کیا ہوتا پھر آپ نے فرمایا جب تم مجھ پر صلوٰۃ پڑھو تو کہا کرو۔ اللھم صلّ علی محمد النبی الامی وعلی آل محمد الحدیث۔ یہاں یہ نہیں کہا جائے گا کہ ابن اسحٰق متفرد ہے اور مسلم نے اسے متابعات میں بیان کیا ہے ہم کہتے ہیں کہ ائمہ نے اسے ثقہ کہا ہے یہ صرف مدلس ہے اور تدلیس کی علت تحدیث کی تصریح سے زائل ہو گئی ہے۔ جس سے واضح ہو گیا کہ یہ آیت میں امر وارد کے مخرج بیان سے خارج ہے۔ اور آپ کے اس قول کے موافق ہے کہ کہو یہ امر کا صیغہ ہے جو وجوب کیلئے آتا ہے اور حضرت ابن مسعود سے جو صحیح روایت آدمی کے نماز میں تشہد کے متعلق آئی ہے۔ کہ پھر وہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھے پھر اپنے لئے دعا کرے۔ یہ ترتیب آپ کی اپنی طرف سے نہیں ہو سکتی۔ پس یہ مرفوع حکم میں ہو گی اور ابن مسعود سے ہی ایک صحیح روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آدمی کو نماز میں دعا کرتے سنا کہ اس نے نہ ہی خدا تعالےٰ کی تمجید کی اور نہ ہی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ پڑھی آپ نے فرمایا۔ اس آدمی نے جلد بازی سے کام لیا ہے۔ پھر اُسے بلایا اور اُسے یا کسی اور کو فرمایا جب تم میں سے کوئی نماز پڑھے تو اللہ تعالےٰ کی حمد و ثنا سے آغاز کرے۔ پھر حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ پڑھے پھر جو چاہے دعا کرے اور حمد و ثنا الٰہی کی ابتدا کا مقام، تشہد کا جلوس ہے اس تمام بیان سے حضرت امام شافعی کے قول کی وضاحت ہو گئی کہ

تشہد میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھنا واجب ہے جب آپ کو علم ہو گیا کہ حضور علیہ السلام سے صحیح روایت ہے کہ تشہد میں صلوٰۃ پڑھنے کا امر وجوبی ہے۔ اور ابن مسعود سے صحیح روایت میں اس کے محل کی تعیین بھی ہے جو تشہد اور دعا کے درمیان ہے اور اس کے وجوب کے متعلق امام شافعی نے جو کہا ہے وہ سنّت اور اصولیوں کے قواعد کی صراحت کے مطابق ہے۔ اور اس پر بہت سی صحیح احادیث دلالت کرتی ہیں۔ جنہیں شرح، الرشاد اور العباب میں حضرت امام شافعی کو بُرا کہنے والوں کے واضح رد کے ساتھ بالاستیعاب بیان کیا گیا ہے اور یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ امام شافعی اس میں اکیلے نہیں بلکہ ان سے پہلے یہی بات صحابہ کی ایک جماعت نے بھی کہی ہے۔ جس میں حضرت ابن مسعود، حضرت ابن عمر، حضرت جابر اور ابو مسعود البدری وغیرہ شامل ہیں۔ اور تابعین میں سے شعبی اور باقر، اسحاق بن راہویہ اور احمد۔ بلکہ امام مالک کا ایک قول بھی امام شافعی کے موافق ہے۔ جسے صحابہ کی ایک جماعت نے ترجیح دی ہے۔ شیخ الاسلام، خاتمۃ الحفاظ ابن حجر نے کہا ہے کہ میں نے صحابہ اور تابعین میں سے کسی کی روایت عدم وجوب کے بارے میں نہیں دیکھی۔ سوائے اس کے جو ابراہیم النخعی سے اس کے بیان سمیت نقل کیا گیا ہے۔ کہ اس کے سوا سب وجوب کے قائل ہیں۔ پس یہ خیال کہ امام شافعی اکیلے ہیں اور انہوں نے مختلف شہروں کے فقہا سے اختلاف کیا ہے۔ محض ایک جھوٹا دعویٰ ہے۔ جس کی طرف نہ التفات کیا جا سکتا ہے اور نہ اس پر اعتماد کیا جا سکتا

ہے۔ اور ابن القیم نے کہا ہے کہ تشہد میں صلواۃ کی مشروعیت پر اتفاق ہے۔ اختلاف صرف وجوب اور استحباب میں ہے جن لوگوں نے سلف کے عمل کے مطابق اس کے واجب نہ ہونے سے تمسک کیا ہے۔ اس پر یہ اعتراض ہے کہ وہ اسے اپنی نمازوں میں پڑھتے تھے۔ اگر ان کے عمل سے مراد اعتقاد لیا جائے تو ان سے عدم وجوب کی نقل صریح کی ضرورت ہوگی اور ایسی نقل کہاں موجود ہے۔ اور عیاض نے جو کہا ہے کہ جن لوگوں نے امام شافعی کو برا کہا ہے۔ اس کا کوئی مفہوم نہیں۔ اس میں کونسی برائی ہے۔ کیونکہ انہوں نے اس میں نہ نص کی مخالفت کی ہے نہ اجماع کی اور نہ ہی مصلحت راجحہ کی۔ بلکہ یہ قول تو ان کے مذہب کے محاسن میں سے ہے۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے ؎

جب میرے محاسن ہی جن پر مجھے ناز ہے گناہ بن گئے ہیں تو مجھے بتاؤ میں کیسے معذرت کروں۔

نووی نے علماء سے نقل کیا ہے کہ وہ حضور علیہ السلام پر صرف صلواۃ یا صرف سلام پڑھنے کو مکروہ جانتے ہیں۔ ایک حافظ حدیث نے کہا ہے کہ میں حدیث کو لکھتے ہوئے فقط صلواۃ لکھا کرتا تھا۔ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا تو آپ نے فرمایا آپ کی کتاب میں صلواۃ مکمل نہیں۔ اس کے بعد میں صلیت علیہ وسلمت لکھا کرتا تھا۔ آپ کی سابقہ صلواۃ کی تعلیم کی کیفیت سے یہ حجت نہیں پکڑی جاسکتی ہے کہ تشہد میں سلام کو پہلے بیان کیا ہے۔ پس یہیں افراد نہیں ہو سکتا۔

صلوٰۃ وسلام کا اکٹھا ذکر کئی جگہ آیا ہے ۔ جن میں سے ایک یہ ہے جو جانور پر سوار ہونے کے موقع پر کہا جاتا ہے ۔ جیسے کہ طبرانی نے "الدعا" میں مرفوعاً بیان کیا ہے ۔ ایسے ہی دوسروں نے بھی بیان کیا ہے ۔ اسے بعض جگہ صرف اختصار کے طور پر حذف کیا گیا ہے ۔ یہی صورت آل کے لفظ کے حذف کی ہے[1]

دیلمی نے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جب تک حضور علیہ السلام اور اہلبیت پر درود نہ پڑھا جائے ۔ دعا قبولیت سے رکی رہتی ہے ۔ اللھم صل علی محمد و آله اور سابقہ احادیث میں آخری تشہد میں وجوب صلوٰۃ کا جو قضیہ بیان ہوا ہے ۔ جیسا کہ شافعی نے کہا ہے ۔ وہ الروضۃ کی عبارت سے پیدا ہونے والے وہم کے خلاف ہے اور آپ کے بعض اصحاب نے اسے ترجیح دی ہے ۔ اور بیہقی کا بھی یہی خیال ہے ۔ اور جس نے عدم وجوب پر اجماع کا ادعاء کیا ہے ۔ اُسے سہو ہوا ہے ۔ لیکن بقیہ اصحاب کا خیال یہ ہے ۔ کہ متعدد واقعات کی وجہ سے روایات میں اختلاف ہے اور جس پر طرق نے اتفاق کیا ہے ۔ انہوں نے اسے ہی واجب قرار دیا تھا ۔

---

[1] سخاوی کہتے ہیں ہمارے شیخ نے نووی کے قول "اس میں اعتراض ہے" کے بارے میں کہا ہے ہاں مفرد صلوٰۃ مکروہ ہے ۔ کہ انسان سرے سے سلام ہی نہ پڑھے ۔ اگر کسی وقت آدمی صلوٰۃ پڑھے اور کسی دوسرے وقت سلام پڑھے تو وہ بھی حکم کے مطابق عمل کرنے والا ہوگا ۔

اور وہ ہے آپ پر صلوٰۃ پڑھنا اور جو زائد ہے وہ اکمل کی قبیل سے ہے۔ یہی وجہ ہے کہ انہوں نے بعض طرق آپ کے قول کما صلیت علی ابراھیم کے سقوط کی وجہ سے اس کے عدم وجوب پر استدلال کیا ہے۔ حضرت امام شافعی نے دو شعروں میں فرمایا ہے۔

اے رسول اللہ کے اہل بیت تمہاری محبت اللہ تعالےٰ کے نازل کردہ قرآن میں فرض قرار دی گئی ہے۔ تمہارے عظیم القدر ہونے کے لئے یہی کافی ہے کہ جو تم پر صلوٰۃ نہ پڑھے اس کی نماز ہی نہیں ہوئی۔ یہ احتمال بھی ہو سکتا ہے کہ لا صلوٰۃ لہ صحیح ہو جو آل پر وجوب صلوٰۃ سے متعلق آپ کے قول کے موافق ہو اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس سے مراد یہ ہو کہ صلوٰۃ نہ پڑھنے والے کی نماز کامل نہیں ہوتی۔ پس دونوں میں سے جو واضح قول ہے اس سے موافقت کرلو۔ لے

۳:۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔

لے سخاوی نے حضور علیہ السلام پر صلوٰۃ کے بارے میں علماء کے دس مذاہب کا ذکر کیا ہے۔ اور ان کے وجوب عینی اور کفائی کے اختلاف کا ذکر بھی کیا ہے۔ اور مجلس میں ایک بار صلوٰۃ پڑھنی چاہیئے یا جب کبھی آپ کا اسم شریف آئے اس وقت پڑھنی چاہیئے۔ اور ان کے دلائل کو بڑی تفصیل اور تحقیق سے القول البدیع میں اور ابن قیم نے جلاء الافہام میں بیان کیا ہے۔

سلام علی ال یاسین   سلام ہو ال یاسین پر۔

مفسرین کی ایک جماعت نے حضرت ابن عباس سے نقل کیا ہے۔ کہ اس سے مراد آل محمد پر سلام پڑھنا ہے۔ اور کلبی نے بھی یہی کہا ہے۔ اور علیہ میں حضور علیہ السلام بطریق اولی داخل ہیں۔ یا بطریق نص داخل ہیں۔ جیسے اللھم صل علی آل ابی أوفی میں ہے۔ لیکن اکثر مفسرین کا خیال یہ ہے۔ کہ اس سے مراد حضرت الیاس علیہ السلام ہیں۔ اور یہ سیاق کا قضیہ ہے۔

تنبیہ اس قسم کے جملوں میں سلام کا لفظ خبر واقع ہوتا ہے۔ جس سے صحیح مراد انشاءِ طلب ہوتی ہے اور طلب، مطلوب منہ کا تقاضا کرتی ہے اور اللہ تعالیٰ کا غیر سے طلب کرنا محال ہے۔ پس اللہ تعالیٰ بندوں پر جو سلام بھیجتا ہے اس کا مفہوم یا تو انہیں سلامتی کی خوشخبری دینا ہوتا ہے۔ اور یا طلب کی حقیقت مراد ہوتی ہے۔ گویا اس نے اپنے آپ سے اُسے طلب کیا ہے۔ جب اللہ تعالیٰ کا سلام اس کے نفسی ازلی کلام کی طرف لوٹا۔ اور اس میں مسلم علیہ کی کامل سلامتی کے لئے طلب کا پایا جانا غیر محال ہوا۔ تو یہ نفسی طلب اس کے متعلق ارادہ کی مقتضی ہوئی اور نفس سے طلب کرنا ایک معقول بات ہے۔ جسے ہر کوئی جانتا ہے۔ حاصل کلام یہ کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے اپنے آپ سے کامل سلامتی طلب کی اور یہ اُن سے اس وقت تعلق رکھتی ہے۔ جب اللہ تعالیٰ اِن کو اس سے خاص کرنے کا ارادہ کرتا ہے۔ جیسا کہ اس کے امر ونہی

اپنے قدم کے باوجود ہم سے تعلق رکھتے ہیں۔
فخر الدین رازی نے بیان کیا ہے کہ حضور علیہ السلام کے اہلبیت پانچ باتوں میں آپ سے مساوی ہیں۔ سلام میں جیسا کہ فرمایا السلام علیک ایہا النبی اور فرمایا سلام علی آل یاسین۔ تشہد کی صلوٰۃ میں طہارت میں اللہ تعالے فرماتا ہے۔ طٰہٰ یعنی اے طاہر اور دوسری جگہ فرماتا ہے ویطھرکم تطھیراً صدقہ کی تحریم میں اور محبت میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ فاتبعونی یحببکم اللہ اور فرمایا لا اسئلکم علیہ اجراً الا المودۃ فی القربیٰ

۴:۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وقفوھم انھم مسئولون اور انہیں کھڑا کرو یہ پوچھے جائینگے

دیلمی نے حضرت ابوسعید خدری سے بیان کیا ہے کہ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ وقفوھم انھم مسئولون یعنی انہیں کھڑا کرو ان سے حضرت علی کی ولایت کے بارے میں پوچھا جائیگا۔ گویا یہ الواحدی کی مراد ہے کیونکہ اس سے وقفوھم انھم مسئولون کے متعلق مروی ہے۔ کہ وہ حضرت علی اور اہلبیت کی ولایت کے متعلق پوچھے جائیں گے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا ہے کہ وہ لوگوں کو بتادیں کہ وہ تبلیغ رسالت پر اقرباء کی محبت کے سوا کوئی اجر طلب نہ کریں گے۔ اور پوچھے جانے کا مفہوم یہ ہے کہ کیا انھوں نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وصیت کے مطابق حق موالات ادا کیا ہے یا اُسے ضائع کر دیا ہے اور اُسے ایک مہمل چیز

خیال کیا ہے۔ اس کا ان سے مطالبہ ہوگا اور سزا ملے گی۔ اور "رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وصیت کے مطابق" کے الفاظ میں ان احادیث کی طرف اشارہ کیا ہے جو اس بارے میں آئی ہیں اور وہ بہت سی ہیں جن میں سے چند کا تذکرہ فصل دوم میں ہوگا۔

ان میں سے ایک حدیث مسلم میں زید بن ارقم سے بیان ہوئی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہم میں خطبہ دینے کیلئے کھڑے ہوئے اور حمد و ثنا الٰہی کے بعد فرمایا اے لوگو میں تمہاری طرح کا ایک بشر ہوں۔ ممکن ہے میرے رب کا ایلچی میرے پاس آئے اور میں اُسے جواب دوں۔ میں تم میں دو چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں۔ ان میں ایک تو اللہ کی کتاب ہے، جس میں نور و ہدایت ہے پس کتاب الٰہی سے تمسک کرو اور اُسے مضبوطی سے پکڑ لو اور آپ نے اس کے متعلق بڑی رغبت اور ترغیب دلائی پھر فرمایا دوسرے اہلبیت ہیں، آپ نے تین بار فرمایا میں تم کو اپنے اہلبیت کے متعلق اللہ کا حکم یاد دلاتا ہوں۔ زید سے پوچھا گیا۔ آپ کے اہلبیت کون ہیں کیا آپ کی بیویاں اہلبیت میں سے نہیں ؟ آپ نے فرمایا بیشک آپ کی بیویاں اہلبیت میں سے ہیں۔ لیکن اہلبیت وہ ہیں جن پر آپ کے بعد صدقہ حرام ہے۔ پوچھا گیا وہ کون ہیں۔ فرمایا وہ آل علی آل عقیل اور آل عباس ہیں۔ پوچھا گیا کیا ان سب پر صدقہ حرام ہے فرمایا ہاں۔

ترمذی نے حسن غریب روایت میں بیان کیا ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ میں تم میں دو چیزیں چھوڑے جا رہا

ہوں۔ جب تک تم ان سے تمسک کرو گے۔ میرے بعد کبھی گمراہ نہ ہو گے۔ ایک چیز دوسری سے بڑی ہے اللہ تعالیٰ کی کتاب، ایک ایسی الٰہی رسی ہے جو آسمان سے زمین تک دراز ہے۔ اور میرے اہل بیت یہ دونوں میرے پاس حوض کوثر پر وارد ہونے تک جدا نہ ہوں گے۔ دیکھئے تم ان کے بارے میں میرے کیسے جانشین ثابت ہوتے ہو۔ احمد نے اپنی مسند میں اسی مفہوم کی حدیث بیان کی ہے۔ اس کے الفاظ یہ ہیں۔ قریب ہے مجھے بلایا جائے اور میں جواب دوں۔ میں تم میں دو چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں۔ کتاب اللہ جو اللہ تعالےٰ کی آسمان سے زمین تک پھیلی ہوئی رسی ہے۔ اور میرے اہل بیت اور مجھے لطیف و خبیر خدا نے خبر دی ہے کہ یہ دونوں میرے پاس حوض کوثر پر وارد ہونے تک جدا نہ ہوں گے۔ دیکھئے تم ان کے بارے میں میرے کیسے جانشین بنتے ہو۔ اس کی سند میں کوئی حرج کی بات نہیں اور ایک روایت میں ہے کہ آپ نے یہ بات حجۃ الوداع کے موقع پر فرمائی۔

ایک دوسری روایت میں بھی ایسا ہی بیان ہوا ہے یعنی اللہ کی کتاب کشتیٔ نوح کی طرح ہے جو اس میں سوار ہو گا نجات پائیگا۔ اور اہلبیت کی مثال، باب حطۃ کی طرح ہے۔ (یعنی وہ دروازہ جس میں داخل ہونے پر گناہ معاف ہوتے ہیں) جو اس میں داخل ہوگا۔ میں اس کے گناہ بخش دوں گا۔ اور ابن جوزی نے العلل المتناہیۃ میں اس کے بقیہ طرق کے استحضار کو

دہم اور غفلت بتایا ہے بلکہ مسلم میں زید بن ارقم سے روایت ہے کہ حضور علیہ السلام نے غدیر خم کے موقع پر یہ بات فرمائی اور یہ جحفہ میں پانی کی جگہ ہے۔ جیساکہ بیان ہو چکا ہے۔ اور یہ الفاظ زائد بیان کئے ہیں کہ میں تم کو اپنے اہلبیت کے متعلق اللہ تعالے کا حکم یاد دلاتا ہوں۔ ہم نے زید سے کہا آپ کے اہلبیت میں آپ کی بیویاں بھی ہیں۔ انہوں نے جواب دیا نہیں۔ خدا کی قسم عورت مرد کے ساتھ ایسے ہے جیسے زمانے میں عصر کا وقت۔ پھر وہ اُسے طلاق دے دیتا ہے۔ اور وہ اپنے باپ اور قوم کی طرف واپس آجاتی ہے۔ آپ کے اہلبیت آپ کے وہ اہل اور عصبہ ہیں۔ جن پر آپ کے بعد صدقہ حرام ہے۔

ایک صحیح روایت میں ہے کہ میں تم میں دو باتیں چھوڑے جا رہا ہوں۔ اگر تم نے ان کی پیروی کی تو کبھی گمراہ نہ ہو گے اور وہ کتاب اللہ اور میرے اہلبیت ہیں۔ طبرانی نے یہ بات زائد بیان کی ہے کہ میں نے آپ سے ان دونوں باتوں کے متعلق دریافت کیا۔ پس ان دونوں سے آگے نہ بڑھنا اور نہ ان کے بارے میں کوتاہی کرنا۔ ورنہ ہلاک ہو جاؤ گے۔ اور تم انہیں سکھانے کی کوشش نہ کرو۔ وہ تم سے زیادہ جانتے ہیں۔

ایک روایت میں کتاب اللہ اور میری سنت کے الفاظ آتے ہیں اور یہی مراد ان احادیث سے ہے۔ جن میں صرف کتاب کا ذکر ہے کیونکہ سنت کتاب پر مبنی ہے۔ اس لئے کتاب کے ذکر نے اس کے ذکر کی ضرورت نہیں رہنے دی۔ حاصل

کلام یہ کہ کتاب اللہ، سنّت اور اہلبیت میں سے ان دونوں کے علماء سے تمسک کرنے پر ترغیب دی گئی ہے اور ان تمام کے مجموعہ سے یہ بات مستفاد ہوتی ہے کہ یہ تین امور قیام قیامت تک باقی رہیں گے۔ پھر یہ بھی یاد رہے کہ ان سے تمسک کرنے والی حدیث بہت سے طرق سے آئی ہے۔ جو بیس سے زیادہ صحابیوں سے مروی ہے اور اس کے طرق کے متعلق گیارہویں شبہ میں تفصیلی طور پر بیان ہو چکا ہے۔ ان میں سے بعض طرق میں یہ بھی آیا ہے کہ آپ نے حجۃ الوداع میں عرفہ میں یہ بات فرمائی ایک دوسری روایت میں ہے کہ آپ نے یہ بات مدینہ میں اپنے مرض الموت میں فرمائی جب آپ کے اصحاب کو آپ کی جدائی کا بھرپور یقین ہو گیا۔ اور ایک روایت میں ہے کہ آپ نے غدیر خم پر یہ بات فرمائی۔ اور ایک دوسری روایت میں ہے کہ آپ نے طائف سے واپسی کے بعد خطبہ میں یہ بات فرمائی۔ جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے ان روایات میں کوئی منافات نہیں۔ کیونکہ آپ نے کتاب اللہ اور عترت طاہرہ کی عظمتِ شان کے مطابق اس بات کو بار بار ذکر فرمایا ہے۔

طبرانی نے ابن عمر سے ایک روایت کی ہے۔ جس میں بیان کیا ہے کہ حضور علیہ السلام نے آخری بات یہ فرمائی کہ میرے اہلِ بیت کے متعلق میرے جانشین بننا اور طبرانی اور ابو الشیخ کی ایک روایت میں ہے کہ اللہ تعالےٰ کی تین حرمتیں ہیں جو ان کی حفاظت کرے گا۔ اللہ تعالےٰ اس کے دین و دنیا کی حفاظت کرے گا اور جو ان کی حفاظت نہ کرے گا۔ اللہ تعالےٰ اس کی دنیا اور آخرت کی

حفاظت نہیں کرے گا ۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ وہ کونسی ہیں ۔
فرمایا حرمتہ الاسلام، میری حرمت اور میری قرابت کی حرمت ، اور بخاری
میں حضرت صدیق کا ایک قول ہے ۔ اے لوگو حضور علیہ السلام کے اہلبیت
کے متعلق محمد رسول اللہ کو دیکھو یعنی ان سے سلوک میں ان کا لحاظ رکھو اور
انہیں تکلیف نہ پہنچاؤ ۔

ابن سعد نے اور الملا نے اپنی سیرت میں بیان کیا ہے کہ
حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ میرے اہلبیت کے متعلق اچھی وصیت کرو کیونکہ
میں کل تم سے ان کے بارے میں جھگڑا کروں گا ۔ اور جس کا میں مدِمقابل
ہوا اللہ اس سے جنگ کرے گا ۔ اور جس سے اللہ جنگ کرے گا ۔ وہ
آگ میں داخل ہوگا ۔ اور آپ نے فرمایا جس نے میرے اہلبیت کے بارے
میں میرا لحاظ رکھا اس نے اللہ سے عہد لے لیا اور ابن سعد نے بیان
کیا ہے ۔ کہ میں اور میرے اہلبیت جنّت کا ایک درخت ہیں ۔ جس کی
شاخیں دنیا میں ہیں ۔ جو چاہے وہ اپنے رب کے پاس راستہ بنا لے
اور الملا نے ہر جانشین کے متعلق حدیث بیان کی ہے ۔ کہ میرے اہل
بیت کے ساتھ وہ عدل کریں گے اور اس دین سے گمراہوں کی
تحریف اور باطل پرستوں کی منسوب کردہ باتوں اور جاہلوں کی تاویل
کو دور کریں گے ۔ یاد رکھو تمہارے ائمہ خدا کے پاس تمہارے
وفد ہیں ۔ اچھی طرح غور کرو کہ تم کس کو وفد بنا کر بھیجتے ہو اور
احمد نے یہ حدیث بیان کی ہے کہ سب تعریف اس خدا کی ہے ۔
جس نے اہلبیت کی حکمت کو ہمارے لئے بنایا اور حضرت حسن کی
حدیث میں ہے آگاہ رہو کہ میرے اہلبیت اور انصار میرے اسرار و

معارف کے ظرف ہیں ۔ ان کے اچھے آدمی کو قبول کرو اور بُرے سے درگذر کرو۔

تنبیہ ۳

حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن اور عترت کا نام لیا ہے ۔ اور اہل نسل اور قریبی تعلق داروں کو ثقلین کہا جاتا ہے ۔ کیونکہ ثقل ہر نفیس اور اہمیت والی اور محفوظ چیز کو کہتے ہیں ۔ اور یہ دونوں ایسی ہی چیزیں ہیں جبکہ ان میں سے ہر ایک علوم لدنی اور اسرار اور شاندار حکمتوں اور احکام شرعیہ کی کان ہے ۔ اسی لیے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی اقتدا ، تمسک اور ان سے علوم سیکھنے کی ترغیب دی ہے اور فرمایا سب تعریف اس خدا کی ہے جس نے اہلبیت کی حکمت کو ہمارے لئے بنایا اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ان کا نام ثقلین ان کے حقوق کی رعایت کے وجوب کے بوجھ کی وجہ سے رکھا گیا ہے ۔

پھر جن لوگوں کے متعلق ترغیب دلائی گئی ہے ۔ وہی کتاب و سنت کے عارف ہیں ۔ کیونکہ وہ حوض کوثر تک کتاب کو نہ چھوڑیں گے ۔ اور اس کی تائید گذشتہ حدیث سے ہوتی ہے کہ تم انہیں نہ سکھاؤ ۔ کیونکہ وہ تم سے زیادہ جاننے والے ہیں ۔ اور اس وجہ سے وہ دوسرے لوگوں سے امتیاز رکھتے ہیں ۔ کہ اللہ تعالیٰ نے ان سے ناپاکی کو دور کر کے انہیں اچھی طرح پاک کر دیا ہے ۔ اور روشن کرامات اور بیشمار خوبیوں سے انہیں نوازا ہے ۔ جن میں سے بعض کا تذکرہ ہو چکا ہے اور عنقریب قریش کے بارے میں وہ حدیث

آئے گی کہ ان سے سیکھو کہ وہ تم سے زیادہ جانتے ہیں۔ اور جب یہ عموم قریش کیلئے ثابت ہو گیا تو اہلبیت ان سے بدرجہ اولیٰ اس بات کے اہل ہوئے کیونکہ وہ ان سے ایسی خصوصیات سے ممتاز ہیں۔ جن میں بقیہ قریش شریک نہیں ہے اور جن احادیث میں اہلبیت سے تمسک کی ترغیب دلائی گئی ہے ان میں اس بات کی طرف اشارہ پایا جاتا ہے کہ قیامت تک ان میں سے کسی کے ساتھ تمسک میں انقطاع نہیں کرنا۔ کیونکہ کتاب عزیز بھی کچھ بیان کرتی ہے۔ اس لحاظ سے وہ اہل زمین کی امان ہیں۔ جیسا کہ آئندہ بیان ہو گا۔ اور گذشتہ حدیث بھی اس کی شہادت دیتی ہے۔ کہ میری امت کے ہر باقی رہنے والے آدمی کے لئے میرے اہلبیت میں سے عادل آدمی موجود رہیں گے۔ الیٰ آخرہ پھر جو ان میں سے کسی سے تمسک کرے ان کے امام اور عالم ہونیکے سب سے بڑے حقدار حضرت علی رضی اللہ عنہ ہیں ہم اس سے پہلے ان کی وسعت علم اور استنباط کے دقائق کو بیان کر آئے ہیں۔ اور حضرت ابوبکر نے فرمایا ہے کہ حضرت علی عترت رسول ہیں یعنی ان لوگوں میں سے ہیں جن سے تمسک کرنے کے متعلق ترغیب دی گئی ہے۔ گویا آپ نے بھی ہمارے قول کے مطابق انہیں مخصوص کیا ہے۔ اسی طرح حضور علیہ السلام نے بھی غدیر خم کے موقع پر آپ کو

لے اہلبیت کے مفہوم کو چار الفاظ سے بیان کیا جاتا ہے۔ آل، اہلبیت، ذوالقربیٰ اور عترت۔ اور عترت سے انہیں عشیرہ کہا جاتا ہے۔ اور بعض کے نزدیک ذریتہ کہا جاتا ہے۔ جیسا کہ الزرقانی علی المواہب میں ہے

مخصوص فرمایا ہے اور گذشتہ حدیث میں ابھی جو عیبتہ اور کرش کے الفاظ آئے ہیں۔ ان کا مطلب یہ ہے کہ یہ لوگ ان کے اسرار اور امانت کی جگہ اور ان کے نفیس معارف کی کان ہیں۔ کیونکہ عیبتہ اور کرش میں سے ہر ایک کے اندر یہ مفہوم مخفی ہے جس سے صلاح اور بہتری ہو۔ کیونکہ عیبتہ اس چیز کو کہتے ہیں جس میں نفیس سامان محفوظ کیا جاتا ہے اور کرش غذا کے محفوظ کرنے کی جگہ کو کہتے ہیں۔ جس سے نشوونما اور بنیاد کا قوام بنتا ہے اور یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ یہ دونوں الفاظ ان کے ظاہری اور باطنی امور سے مختص ہونے کی مثال ہیں۔ جبکہ کرش کا مظروف باطن اور عیبتہ ظاہر کی مثال ہے۔

بہر حال یہ ان کے متعلق وصیت اور مہربانی کرنے کی انتہا ہے۔ اور ان کے بُرے آدمی سے درگذر کرنے کا مفہوم یہ ہے کہ حدود اللہ اور حقوق العباد کو چھوڑ کر دوسری باتوں میں درگذر کرو۔ اس طرح یہ صحیحین کی حدیث کے مفہوم کا محمل بن جاتا ہے کہ بڑے لوگوں کی لغزشوں سے درگزر کرو۔

ایک روایت میں ہے کہ حدود کو چھوڑ کر اور امام شافعی نے اس کی یہ تشریح کی ہے کہ وہ لوگ شر کو جانتے ہی نہیں اور کسی دوسرے آدمی کا یہ قول اس کے قریب ہے کہ وہ لوگ کبائر کو چھوڑ کر صغائر کے مرتکب ہوتے ہیں۔ اور یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ جب ان میں سے کوئی آدمی گناہ کرتا ہے تو توبہ کر لیتا ہے۔

۵ :۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔

واعتصموا بحبل اللہ — اور اللہ تعالیٰ کی رسی کو مضبوطی سے

جمیعا ولا تفرقوا ۔ تھام لو اور تفرقہ نہ کرو ۔

ثعلبی نے اپنی تفسیر میں حضرت جعفر صادق سے بیان کیا ہے کہ آپ نے فرمایا کہ ہم وہ رسی ہیں جن کے بارے میں اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے کہ واعتصموا بحبل اللہ جمیعاً ولا تفرقوا اور آپ کے دادا حضرت زین العابدین جب یہ آیت تلاوت کرتے یا ایھا الذین امنوا اتقوا اللہ وکونوا مع الصادقین ۔ تو لمبی دعا کرتے جو صادقین کے درجہ اور درجات عالیہ کی طلب اور مصائب کے بیان اور ائمہ دین اور شجرہ نبویّہ کو چھوڑنے والے بدعتیوں کی ان باتوں پر مشتمل ہوتی جو انہوں نے آپ کی طرف منسوب کی ہیں پھر فرماتے دوسرے لوگوں نے ہمارے معاملہ میں کوتاہی سے کام لیا ہے اور قرآن کی متشابہ آیات سے حجت پکڑی ہے اور اپنی آراء سے تاویل کی ہے اور حدیث میں جو چیز مسلّم ہے اس پر انہوں نے اتہام لگایا ہے ۔ یہاں تک کہ آپ نے فرمایا اس امت کے پیچھے کوئی کہاں تک ڈرتا رہے ۔ اس ملّت کے نشانات مٹ چکے ہیں اور امت نے اختلاف اور تفرقہ اختیار کر لیا ہے ۔ اور لوگ ایک دوسرے کی تکفیر کرتے ہیں ۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے ۔

ولا تکونوا کالذین تفرقوا اور ان لوگوں کی طرح نہ ہو جاؤ جنہوں واختلفوا من بعد ما جاء نے بینات آنے کے بعد اختلاف ھم البینات اور تفرقہ کیا ۔

پس اہل کتاب اور ائمہ ہدیٰ سے جو تاریکی کے چراغ ہیں ابلاغ حجت اور تاویل حکم کے متعلق پختہ عہد لیا گیا ہے ۔ اور ان

لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر حجت قرار دیا ہے۔ اور مخلوق کو یونہی بغیر حجت کے نہیں چھوڑا۔ کیا تم ان لوگوں کو شجرہ مبارکہ کی فروع اور ان صاف باطن لوگوں کی اولاد کے بغیر کہیں پاتے ہو۔ جن سے اللہ تعالیٰ نے ناپاکی کو دور فرما کر اچھی طرح پاک کر دیا ہے۔ اور ان کو آفات سے بری کیا ہے۔ اور کتاب میں ان کی محبت کو فرض قرار دیا ہے۔

۶:۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

ام یحسدون الناس	کیا وہ لوگوں پر اس لئے حسد کرتے
علی ما آتاھم اللہ من	ہیں کہ اللہ نے ان کو اپنے فضل سے
فضلہ	دیا ہے۔

ابوالحسن المغازلی نے حضرت امام باقرؑ سے بیان کیا ہے کہ اس آیت میں الناس سے مراد خدا کی قسم ہم ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وما کان اللہ لیعذبھم	اللہ ایسا نہیں کہ انہیں تیری موجودگی
وانت فیھم۔	میں عذاب دے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اہلبیت میں ان معنوں کے پائے جانے کی طرف اشارہ کیا ہے۔ کیونکہ وہ بھی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح اہل زمین کے لئے امان ہیں۔ اس تعلق میں بہت سی احادیث ہیں جن میں سے بعض کا ذکر کیا جاتا ہے۔ ان میں سے ایک یہ ہے کہ ستارے آسمان والوں کے لئے امان ہیں اور میرے اہلبیت میری امت کی امان ہیں۔ اسے ایک جماعت نے سند ضعیف کے

ساتھ بیان کیا ہے اور ایک اور ضعیف روایت میں ہے کہ میرے اہلبیت اہل زمین کے لئے امان ہیں ۔ جب میرے اہل بیت ہلاک ہو جائیں گے ۔ تو اہل زمین کے پاس وہ نشان آئیں گے جن سے انہیں ڈرایا گیا تھا ۔

احمد کی ایک دوسری روایت میں ہے کہ جب ستارے ختم ہو جائیں گے تو آسمان والے ختم ہو جائیں گے اور جب میرے اہلبیت ختم ہو جائیں گے تو اہل زمین بھی ختم ہو جائیں گے ۔

ایک روایت میں ہے جسے حاکم نے شیخین کی شرط کے مطابق صحیح قرار دیا ہے ۔ کہ ستارے اہل زمین کی غرق ہونے سے امان ہیں ۔ اور میرے اہل بیت ، میری امت کے اختلاف کی امان ہیں ۔

جب عربوں میں سے کوئی قبیلہ ان کی مخالفت کرتا ہے تو وہ اختلاف کر کے ابلیس کا گروہ بن جاتے ہیں ۔ یہ حدیث متعدد طرق سے آئی ہے ۔ جو ایک دوسرے کو تقویت دیتے ہیں ۔ کہ میرے اہلبیت تم میں کشتی نوح کی طرح ہیں ۔ جو اس پر سوار ہوگا نجات پائے گا ۔ اور مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ جو اس سے پیچھے رہے گا غرق ہو جائے گا ۔ اور ایک روایت میں ہلاک ہو جائے گا کے الفاظ آئے ہیں ۔ اور میرے اہلبیت کی مثال تم میں بنی اسرائیل کے باب حطہ کی مانند ہے جو اس میں داخل ہوگا اللہ اُسے بخش دے گا ۔ ایک روایت میں ہے کہ اس کے گناہ بخش دیئے جائیں گے ۔ اور بعض نے کہا ہے کہ اہلبیت کے جن لوگوں کو امان قرار دیا گیا ہے اس سے مراد ان کے علماء ہیں ۔ کیونکہ لوگ ان سے ستاروں کی طرح راہنمائی

حاصل کرتے ہیں اور جب یہ لوگ مفقود ہوجائیں گے تو اہل زمین کے پاس وہ نشان آئیں گے جن سے انہیں ڈرایا گیا تھا۔ اور یہ نزول مہدی کا وقت ہوگا۔ مہدی کی احادیث میں یہ بھی آیا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام اس کے پیچھے نماز پڑھیں گے اور ان کے زمانے میں دجال قتل کیا جائے گا۔ اس کیبعد پے در پے نشانات ظاہر ہوں گے۔ بلکہ مسلم کی حدیث میں ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دجال کو قتل کرنے کے بعد لوگ سات سال ٹھہرے رہیں گے۔ پھر اللہ تعالیٰ شام کی طرف سے ٹھنڈی ہوا چلائے گا۔ جس سے سطح زمین پر ایسا کوئی آدمی باقی نہیں رہے گا۔ جس کے دل میں رائی کے دانے کے برابر ایمان یا بھلائی ہوگی یعنی اللہ تعالیٰ نے اُسے موت دے دے گا اور شریر لوگ پرندوں کی لوٹ اور درندوں کے پیٹوں میں باقی رہ جائیں گے۔ جو نیکی سے ناآشنا اور برائی کو برا نہ سمجھتے ہوں گے۔ اور اس کے یہ معنی بھی ہو سکتے ہیں جو میرے نزدیک زیادہ واضح ہیں۔ کہ ان سے مراد سارے اہلبیت ہیں۔ اس لئے کہ جب اللہ تعالےٰ نے ساری دنیا کو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے پیدا کیا ہے تو اس دنیا کو آپ اور آپ کے اہل بیت کی وجہ سے دوام بخشا ہے۔ کیونکہ اہلبیت آپ سے بعض چیزوں میں مساوی ہیں۔ جیسا کہ امام رازی کے حوالے سے پہلے بیان ہو چکا ہے۔ اور پھر اس لئے بھی کہ آپ نے ان کے حق میں فرمایا تھا اے اللہ وہ مجھ سے ہیں اور میں ان میں سے ہوں۔ اور اس لئے بھی کہ وہ ایک واسطہ سے آپ کا ٹکڑا ہیں۔ کیونکہ ان کی ماں حضرت

فاطمہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ٹکڑا ہیں ۔ پس امان میں یہ آپ کے قائمقام ہیں ۔ انتھی ملخصًا اور ان کو کشتی سے تشبیہ دینے کی وجہ یہ ہے کہ جو شخص ان کو شرف بخشنے والے یعنی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے احسان کی وجہ سے ان سے محبت کرے گا اور ان کے علماء سے ہدایت لے گا ۔ وہ مخالفتوں کی ظلمت سے نجات پائے گا اور جو اس سے تخلف کرے گا وہ احسانات کی ناشکری کے سمندر میں غرق ہو جائے گا اور سرکشی کے جنگلات میں ہلاک ہو گا ۔ اور ایک حدیث میں بیان ہو چکا ہے کہ جو شخص رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حرمت اور آپ کی قرابت کی حرمت اور حرمتِ اسلام کی حفاظت کرے گا ۔ اللہ تعالیٰ اس کے دین و دنیا کی حفاظت کرے گا ۔ اور جو ایسا نہیں کرے گا ۔ اس کی دنیا و آخرت محفوظ نہیں رہیگی ۔

یہ بھی آیا ہے کہ میرے اہلبیت حوض کوثر پر آئیں گے اور میری امت میں جو شخص ان سے محبت کرے گا ۔ وہ دو انگلیوں کی طرح ان کے ساتھ اکٹھا ہو گا ۔ اس کی شہادت ایک دوسری حدیث سے ملتی ہے ۔ کہ آدمی اپنے محبوب کے ساتھ ہو گا ۔ اور باب حطہ کے متعلق یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس دروازے میں تواضع اور استغفار کے ساتھ داخلہ کو مغفرت کا سبب بتایا ہے ۔ یہ دروازہ باب اریحاء یا بیت المقدس ہے ۔ اور اس امت کیلئے اہلبیت کی محبت کو مغفرت کا سبب بنایا ہے ۔ جیسا کہ عنقریب بیان ہو گا ۔

۸ : ۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ۔

والی لغفار لمن تاب — اور میں توبہ کرنے والے، ایمان
وآمن وعمل صالحاً — لانے والے اور عمل صالح بجالانے
ثم اھتدیٰ۔ — والے کو ضرور بخشنے والا ہوں۔ اور پھر
ہدایت پانے والے کو۔

ثابت البنانی کہتے ہیں کہ حضور علیہ السلام کے اہل بیت کی طرف ہدایت پانے والے کو۔ حضرت ابوجعفر الباقرؑ سے بھی یہی بیان آیا ہے۔ دیلمی نے مرفوعاً بیان کیا ہے کہ میں نے اپنی بیٹی کا نام اس لئے فاطمہ رکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اُسے اور اس کے محبوں کو آگ سے چھڑا دیا ہے[1]

احمد نے بیان کیا ہے کہ حضور علیہ السلام نے حسنین کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا جو شخص مجھے ان دونوں اور ان کے ماں باپ کو محبوب رکھے گا وہ قیامت کے روز میرے ساتھ میرے درجہ میں ہوگا یہ الفاظ ترمذی نے بیان کئے ہیں اور اسے حسن غریب کہا ہے۔
"وہ میرے ساتھ جنت میں ہوگا" کا مفہوم یہ ہے کہ اس جگہ

---

[1] یہ حدیث حضرت ابوہریرہؓ کی روایت سے ہے ابن جوزی کہتے ہیں اس میں محمد بن ذکریا الغلابی ہے جس نے اسے بنایا ہے۔ ابن عراق کہتے ہیں اسی طرح اس میں بشر بن ابراہیم الانصاری بھی ہے۔ اور حضرت علیؑ کی حدیث میں آیا ہے کہ میں نے حضور علیہ السلام سے عرض کیا یارسول اللہ آپ نے فاطمہ نام کیوں رکھا۔ فرمایا اللہ تعالیٰ نے اسے اسکی ذریت کو قیامت کے روز آگ سے چھڑا دیا ہے۔ اسے ابن عساکر نے بیان کیا ہے اور اس کی سند میں نظر ہے جیسا کہ تنزیہ الشریعۃ میں ہے۔

قرب و شہود کی معیت مراد ہے نہ کہ معیت مرتبی و مقامی،

ابن سعد نے حضرت علی سے بیان کیا ہے کہ مجھے رسول کریم صلی اللہ نے بتایا کہ سب سے پہلے میں حضرت فاطمہ، حضرت حسن، حضرت حسین جنت میں داخل ہوں گے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ہمارے محبوں کا کیا بنے گا؟ فرمایا وہ تمہارے پیچھے ہوں گے۔ اور حضرت ابوبکر کے فضائل میں بھی یہ بات بیان ہوئی ہے۔ ان دونوں حدیثوں کی تطبیق بیان ہو چکی ہے جس سے اس حدیث کا محمل معلوم ہو سکتا ہے

روافض اور شیعہ کو (خدا ان کا ستیاناس کرے) ان احادیث سے یہ وہم نہ ہو کہ وہ اہلبیت سے محبت رکھتے ہیں۔ اس لئے کہ انہوں نے ان کی محبت میں یہاں تک افراط سے کام لیا ہے۔ جو انہیں تکفیر صحابہ اور تضلیل امت تک لے آئی ہے۔ اور حضرت علی نے فرمایا ہے کہ میرا محب مفرط جو میری تعریف میں وہ باتیں کہتا ہے جو مجھ میں موجود نہیں ہلاک ہو جائے گا۔ اور یہ حدیث بھی بیان ہو چکی ہے کہ مومن کے دل میں حضرت علی کی محبت اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کا بغض اکٹھے نہیں ہو سکتے اور ان احمقوں اور گمراہوں نے آپ کے اور آپ کے اہلبیت کے متعلق افراط سے کام لیا ہے۔ پس ان کی محبت ان کے لئے عار اور ہلاکت ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کا برا کرے کہ وہ کہاں پھیرے جاتے ہیں اور طبرانی نے بسند ضعیف بیان کیا ہے کہ حضرت علی ایک دن بصرہ میں سونے چاندی سمیت تشریف لائے۔ فرمایا سفید اور زرد میرے غیر کو دھوکہ دو۔ اہل شام کل جب تم پر غالب آئیں گے تو دھوکہ دیں گے۔ آپ کی یہ بات

لوگوں کو گراں گذری اور انہوں نے آپ سے اس کا تذکرہ کیا۔ آپ نے لوگوں میں منادی کروائی، وہ آئے تو آپ نے فرمایا میرے خلیل صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے علی تو اللہ تعالیٰ کے پاس آئے گا۔ اور تیرے شیعہ راضی اور پسندیدہ ہوں گے اور تیرے دشمن اس کے سامنے غضبناک ہو کر جکڑے ہوئے ہوں گے۔ پھر حضرت علی نے ان کے جکڑے ہوئے ہونے کی کیفیت دکھانے کے لئے اپنا ہاتھ گردن پر رکھا۔ آپ کے شیعہ اہل سنت ہیں کیونکہ وہی اللہ تعالےٰ اور اس کے رسول کے فرمان کے مطابق ان سے محبت رکھتے ہیں۔ اور دوسرے لوگ حقیقت میں ان کے دشمن ہیں کیونکہ شریعت کے قوانین کی حدود سے خارج اور ہدایت کے طریقوں سے ہٹانے والی محبت سب سے بڑی عداوت ہے یہی وجہ ہے کہ اس قسم کی محبت ان کی ہلاکت کا باعث بن جائے گی۔ جیسا کہ ابھی صادق و مصدوق صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث بیان ہو چکی ہے اور اہل شام میں سے خوارج وغیرہ ان کے دشمن ہیں نہ کہ حضرت معاویہ اور اس قسم کے صحابہ کیونکہ وہ تاویل کرنے والے ہیں۔ ان کے لئے اجر ہے اور آپ اور آپ کے شیعوں رضی اللہ عنہم کیلئے دو اجر ہیں۔ اور ہمارے قول کی تائید اس بات سے ہوتی ہے کہ یہ بدعتی، رافضی اور شیعہ حضرت علی اور آپ کی ذریت کے شیعہ نہیں بلکہ ان کے دشمن ہیں۔ جیسا کہ صاحب المطالب العالیہ نے حضرت علی سے بیان کیا ہے۔ اس میں ایک بات یہ بھی ہے کہ آپ ایک گروہ کے پاس سے گذرے اور وہ جلدی آپ کے پاس آکر کھڑے ہو گئے آپ

نے پوچھا آپ کون لوگ ہیں ؟ انہوں نے کہا امیرالمومنین ہم آپ کے
شیعہ ہیں۔ آپ نے فرمایا بہت اچھا پھر فرمایا اے لوگو کیا وجہ ہے
کہ میں تم لوگوں میں اپنے شیعوں کی علامات اور اپنے محبوں کا حلیہ نہیں
دیکھتا تو وہ شرم سے چپ ہو رہے ۔ آپ کے ایک ساتھی نے آپ سے
کہا ہم آپ کو اس ذات کا واسطہ دے کر دریافت کرتے ہیں۔ جس
نے آپ کو اہلبیت میں سے بنا کر آپ کو عزّت دی ہے ۔ اور خاص
کیا ہے ۔ اور آپ سے محبت کی ہے ۔ آپ نے ہمیں اپنے شیعوں
کی صفت کیوں نہیں بتائی تو آپ نے فرمایا ہمارے شیعوں کی صفات
یہ ہیں ۔ کہ وہ عارف باللہ ہوتے ہیں ۔ اوامر الٰہیہ پر عمل کرتے ہیں۔
صاحب فضیلت اور صاف گو ہوتے ہیں ۔ ان کی خوراک گذارے
کے موافق اور لباس درمیانہ ہوتا ہے ۔ ان کی چال میں تواضع
ہوتی ہے ۔ وہ اطاعت الٰہی میں سرشار رہتے ہیں ۔ اور اس کی
عبادت میں خضوع اختیار کرتے ہیں ۔ اللہ تعالیٰ کی حرام کردہ
چیزوں سے چشم پوشی کرتے ہیں ۔ اور ان کے کان اپنے رب
کے علم پر ہوتے ہیں ۔ تنگی اور آسائش میں ان کی حالت ایک جیسی
ہوتی ہے ، اللہ تعالیٰ کی قضا سے راضی رہتے ہیں ۔ اگر اللہ تعالےٰ
نے ان کے لئے موت مقدر نہ کی ہوتی تو لقاء الٰہی کے شوق ، ثواب
اور عذاب الیم کے خوف سے ان کی روحیں چشم زدن کے لئے بھی
ان کے جسموں میں نہ ٹھہرتیں ۔ ان کے دل میں خالق کی عظمت ہوتی
ہے اور ماسویٰ کی ان کی نگاہوں میں کوئی حقیقت نہیں ہوتی ۔ ان
کی اور جنّت کی مثال اس شخص کی طرح ہے جس نے جنّت کو دیکھا

ہے اور وہ اس کے تختوں پر تکیہ لگائے بیٹھے ہیں۔ ان کی اور آگ کی مثال اس شخص کی طرح ہے جس نے دوزخ کو دیکھا ہے اور انہیں اس میں عذاب دیا جا رہا ہے۔ انہوں نے تھوڑے دنوں صبر کیا تو اللہ تعالیٰ نے انہیں طویل راحت عطا کی۔ دنیا نے ان کو چاہا مگر انہوں نے دنیا کو پسند نہ کیا۔ دنیا نے ان سے طلب کیا تو انہوں نے اُسے عاجز کر دیا وہ رات کو صف باندھ کر قرآن کریم کے اجزاء کو سنوار کر پڑھتے ہیں۔ قرآن کریم کی امثال سے اپنے آپ کو نصیحت کرتے ہیں اور کبھی اس کی دوا سے اپنی بیماری کی شفا طلب کرتے ہیں۔ اور کبھی اپنی جبینوں، ہتھیلیوں گھٹنوں اور پاؤں کی اطراف کو بچھا دیتے ہیں۔ ان کے آنسو ان کے رخساروں پر رواں ہوتے ہیں وہ جبار عظیم کی تمجید کرتے ہیں اور اپنی گردنوں کو چھڑانے کے لئے اس کی پناہ لیتے ہیں۔ یہ تو ان کی رات کی حالت ہے۔ دن کو وہ نیک حکماء اور متقی علماء ہوتے ہیں۔ ان کو ان کے پیدا کرنے والے کے خوف نے چھیل کر رکھ دیا ہے۔ وہ پیالے کی طرح ہیں۔ تو انہیں بیمار خیال کرے گا۔ یا حواس باختہ، حالانکہ وہ ایسے نہیں ہوتے بلکہ عظمت الٰہی اور اس کی حکومت کی سختی نے ان کو ایسے مدہوش کر رکھا ہے جس سے ان کے دل اُڑ گئے ہیں اور ان کی عقلیں جاتی رہی ہیں۔ اور جب وہ اس سے ڈرتے ہیں تو پاکیزہ اعمال سے خدا تعالیٰ کی طرف جلدی کرتے ہیں۔ وہ اس کے لئے تھوڑے عمل سے راضی نہیں ہوتے اور نہ زیادہ عمل کو زیادہ خیال کرتے

ہیں۔ وہ اپنے آپ پر تہمت لگاتے ہیں اور اپنے اعمال سے خوفزدہ رہتے ہیں۔ ان میں سے ہر کسی کو تو دیکھے گا کہ وہ دین میں قوی، نرمی میں محتاط، یقین میں مومن، علم کا حریص، فقہ میں فہیم، حلم میں علیم، ارادے میں عقلمند، مالداری میں میانہ روی فاقے میں صابر، شفقت میں مستقل مزاج، عبادت میں خشوع کرنے والا، غریب کے لیے رحمت، حق کی ادائیگی کرنیوالا کمانے میں نرم رو، حلال کا طلبگار، ہدایت میں کوشاں خواہشات سے بچنے والا، جہالت اُسے دھوکہ نہیں دیتی۔ وہ اپنے عمل کا حساب کرنا نہیں چھوڑتا۔ عمل میں دھیما، اپنے اعمال صالحہ کے متعلق خائف، صبح کو اس کا کام ذکر الٰہی اور شب کو شکر الٰہی، وہ غفلت کی نیند سے ڈرتے ہوئے رات گذارتا ہے اور صبح کو فضل و رحمت کے حاصل کرنے سے خوش ہوتا ہے۔ اُسے باقی رہنے والی چیزوں سے رغبت ہوتی ہے۔ اور فنا ہونے والی چیزوں سے بے رغبتی، وہ علم و عمل اور علم و حلم کو ملائے رکھتا ہے۔ اس کی کوشش دائمی ہوتی ہے۔ سستی اُس سے دور رہتی ہے اس کی اُمید قریب ہوتی ہے۔ اس کی لغزشیں تھوڑی ہوتی ہیں۔ اس کی موت متوقع ہوتی ہے۔ اس کا دل عاشق اور شاکر ہوتا ہے۔ وہ اپنے نفس پر قانع ہوتا ہے۔ اپنے دین کو بچانے والا ہوتا ہے۔ اپنے غصّے کو پینے والا ہوتا ہے۔ اس کا پڑوسی اس سے امن میں ہوتا ہے۔ اس کا معاملہ سہل ہوتا ہے۔ اس میں کبر معدوم ہوتا ہے۔ اس کا صبر واضح

ہوتا ہے ۔ اس کا ذکر کثیر ہوتا ہے ۔ وہ کوئی کام ریاکاری سے نہیں کرتا اور نہ حیا سے اُسے چھوڑتا ہے .... یہ لوگ ہمارے شیعہ، ہمارے محب، ہم سے اور ہمارے ساتھ ہیں ۔ آگاہ رہو ان لوگوں سے ملاقات کا مجھے شوق ہے ۔ تو ہمام بن عباد بن خیثم جو آپ کے ساتھ تھا اور بڑا عابد آدمی تھا، نے چیخ ماری ۔ اور بے ہوش ہو کر گر پڑا ۔ جب لوگوں نے اُسے ہلایا تو وہ دنیا کو چھوڑ چکا تھا ۔ غسل کے بعد امیرالمومنین نے اپنے ساتھیوں سمیت اُس کی نماز جنازہ ادا کی ۔ اللہ تجھے توفیق دے ۔ اس کی اطاعت پر غور کرو ۔ اور وہ تجھے ہمیشہ ان بلند، جلیل القدر، روشن کامل اور محفوظ اوصاف کی کامل نعمتوں سے نوازے ۔ تو جانتا ہے کہ یہ اوصاف ائمہ وارثین کے اکابر عارفوں میں پائے جاتے ہیں یہ وہ لوگ ہیں جو حضرت علی اور ان کے اہلبیت کے شیعہ ہیں ۔ اور روافض اور شیعہ اور ان جیسے لوگ تو شیطان کے بھائی، دین کے دشمن، عقل کے ہلکے، فروع و اصول کے مخالف، گمراہی کی طرف منسوب ہونے والے اور عذاب الیم کے مستحق ہیں ۔ یہ ان اہلبیت کے شیعہ نہیں جو رجس سے پاک اور نقائص اور گند کی ملونی سے صاف ہیں ۔ کیونکہ انھوں نے اللہ کے بارے میں افراط و تفریط سے کام لیا ہے ۔ پس وہ اس کی جناب سے اس بات کے مستحق ہو گئے ہیں کہ وہ انہیں ضلال و اشتباہ کی ہلاکتوں میں حیران چھوڑ دے ۔ دراصل یہ ابلیس لعین کے شیعہ اور اس کے متمرد بیٹوں کے خلفاء ہیں ۔ پس ان پر اللہ

اس کے فرشتوں اور سب لوگوں کی لعنت ہو ۔ وہ شخص اس قوم کی محبت
کا کیسے گمان کرتا ہے ۔ جس نے کبھی ان کے اخلاق میں سے کسی خلق کو نہیں
اپنایا اور نہ ان کے کسی قول پر عمر بھر میں عمل کیا ہے ۔ اور نہ کبھی ان کے
کسی فعل کی پیروی کی ہے ۔ اور نہ ان کے افعال میں سے کسی چیز کے
سمجھنے کی اہلیت پیدا کی ہے ۔ حقیقت میں یہ محبت نہیں بلکہ ائمہ شریعت
و طریقت کے نزدیک بغض ہے جبکہ محبت کی حقیقت یہ ہے کہ محبوب
کی اطاعت کی جائے اور نفس کی محبوبات اور مرغوبات کے مقابلہ میں
اس کی مرضی اور محبت کو ترجیح دی جائے ۔ اس کے اخلاق و آداب
سے ادب سیکھا جائے ۔ حضرت علی نے فرمایا ہے کہ میری محبت اور
حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کا بغض اکٹھے نہیں ہو سکتے ۔ کیونکہ یہ دونوں
ضدیں ہیں جو جمع نہیں ہو سکتیں ۔

۹ :۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ۔

فمن حاجك فيه من بعد ما جاءك من العلم فقل تعالوا ندع ابناءنا وابناءكم ونساءنا ونساءكم وانفسنا وانفسكم ثم نبتهل فنجعل لعنة الله على الكاذبين .

اور جو علم آجانے کے بعد تجھ سے اس بارے میں جھگڑا کرے تو کہہ دو آؤ ہم اپنے بیٹوں ، عورتوں اور اپنے آپ کو بلاتے ہیں اور تم اپنے بیٹوں ، عورتوں اور اپنے آپ کو بلاؤ ۔ پھر ہم دعا کر کے جھوٹوں پر لعنت ڈالتے ہیں ۔

کشاف میں ہے کہ اس سے بڑھ کر چادر والوں کی فضیلت پر کوئی
قوی دلیل نہیں اور وہ حضرت علی ، حضرت فاطمہ اور حسنین ہیں ۔ کیونکہ جب

یہ آیت نازل ہوئی تو حضور علیہ السلام نے انہیں بلایا اور حسینؑ کو گود میں لیا۔ حسنؑ کا ہاتھ پکڑا آپ کے پیچھے حضرت فاطمہؑ چلیں اور علی آپ دونوں کے پیچھے چلے۔ پس معلوم ہو گیا کہ آیت سے مراد حضرت فاطمہ کی اولاد اور اُن کی ذریت ہے۔ جنہیں وہ اپنے بیٹے کہتے ہیں اور آپ کی طرف دنیا و آخرت میں صحیح اور نافع صورت میں منسوب ہوتے ہیں۔

ہم فائدہ کی تکمیل کی خاطر احادیث کو مع ان کے متعلقات کے ذکر کرتے ہیں۔ ہم کہتے ہیں کہ آپ سے صحیح روایت ہے کہ آپ نے منبر پر فرمایا۔ ان لوگوں کا کیا حال ہوگا۔ جو کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قوم کو آپ کی رشتہ داری قیامت کو سود مند نہ ہوگی۔ خدا کی قسم بشک میرا رشتہ آپ سے دنیا و آخرت میں ملا ہوا ہے۔ اور اے لوگو! میں حوض کوثر پر تمہارے لئے فرط ہوں گا۔

ایک ضعیف روایت میں ہے اگرچہ حاکم نے اُسے صحیح قرار دیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ اطلاع پہنچی کہ ایک آدمی نے حضرت بریدہ سے کہا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تجھے اللہ کے مقابلے میں کچھ کام نہ آئیں گے۔ تو آپ نے خطبہ دیا پھر فرمایا ان لوگوں کا کیا حال ہوگا جو کہتے ہیں کہ میرا رشتہ کچھ کام نہ آئے گا۔ حتیٰ کہ یمن کے دو قبیلوں جباً اور حکم کا بھی یہی خیال ہے۔ میں ضرور شفاعت کروں گا۔ یہاں تک کہ جس کی شفاعت میں کروں گا اس کی شفاعت منظور ہوگی اور میری شفاعت کے متعلق تو ابلیس بھی بڑا طمع رکھتا ہے

دارقطنی نے بیان کیا ہے کہ شوریٰ کے روز حضرت علی نے اہل شوریٰ پر حجت کرتے ہوئے فرمایا۔ کیا تم میں کوئی ایسا شخص ہے

جو رشتہ میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مجھ سے مقدم ہو اور میرے سوا جس کے وجود کو اپنا وجود اور اس کے بیٹوں کو اپنے بیٹے اور اس کی عورتوں کو اپنی عورتیں قرار دیا ہو۔ انھوں نے کہا بخدا نہیں۔

طبرانی نے بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر نبی کی ذریت کو اس کی صلب میں رکھا ہے اور میری ذریت کو اس نے علی بن ابیطالب کی صلب میں رکھا ہے۔

ابو الخیر الحاکمی اور صاحب کنوز المطالب نے ابی طالب کے بیٹوں کے بارے میں بیان کیا ہے کہ حضرت علی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے تو آپ کے پاس حضرت عباس بیٹھے ہوئے تھے آپ نے سلام کیا اور حضور علیہ السلام نے سلام کا جواب دیا اور اٹھ کر آپ سے معانقہ کیا اور آنکھوں کے درمیانی حصہ کو بوسہ دیا اور دائیں ہاتھ بٹھایا۔ حضرت عباس نے کہا کیا آپ کو اس سے محبت ہے۔ فرمایا اے چچا خدا کی قسم اللہ مجھ سے بھی زیادہ اس سے محبت رکھتا ہے اللہ تعالیٰ نے ہر نبی کی ذریت کو اس کی صلب میں رکھا ہے۔ اور میری ذریت کو اس کی صلب میں رکھا ہے۔ دوسرے نے اپنی روایت میں یہ الفاظ زائد بیان کئے ہیں۔ کہ قیامت کے روز لوگوں کو پردہ داری کے واسطے ان کی ماؤں کے نام سے پکارا جائے گا۔ مگر اسے اور اس کی اولاد کو صحت ولادت کی وجہ سے ان کے ناموں سے پکارا جائے گا۔

ابو یعلی اور طبرانی نے کہا ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ تمام بنی آدم سوائے حضرت فاطمہ کی اولاد کے عصبہ کی طرف منسوب

ہوتے ہیں۔ میں ہی ان کا ولی اور عصبہ ہوں۔ یہ حدیث کئی طرق سے
بیان ہوتی ہے۔ جو ایک دوسرے کو قوت دیتے ہیں۔

ابن جوزی نے اسے العلل المتناہیہ میں درج کرنے کے
بعد کہا ہے کہ یہ حدیث غیر صحیح اور اچھی نہیں۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے
کثرت طرق بعض اوقات اسے حسن کے درجہ تک پہنچا دیتے ہیں
بلکہ حضرت عمر سے صحیح روایت ہے کہ آپ نے حضرت ام کلثوم کے
نکاح کا پیغام حضرت علی کو دیا تو انہوں نے اس کی صغر سنی کا عذر
کیا اور یہ بھی کہ انہوں نے یہ رشتہ اپنے بھائی جعفرؓ کے بیٹے کیلئے
رکھا ہوا ہے۔ آپ نے انہیں کہا میرا مقصد اس سے شہوت نہیں
لیکن میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے کہ میرے
سبب ونسب کے سوا قیامت کے روز تمام سبب ونسب
منقطع ہو جائیں گے۔ اور ہر عورت کی اولاد کا عصبہ سوائے اولادِ
فاطمہ کے بیٹے کے اپنے باپ سے ہوگا۔ کیونکہ میں ان کا باپ
اور عصبہ ہوں۔

بیہقی اور طبرانی نے ایسے رجال کی سند سے ایک روایت
بیان کی ہے۔ جو اکابرین اہلبیت میں سے ہیں۔ کہ حضرت علی نے
اپنی بیٹیوں کو اپنے بھائی جعفرؓ کے بیٹوں کے لئے تیار کیا ہوا تھا۔
حضرت عمر نے آپ سے مل کر کہا اے ابوالحسن آپ اپنی بیٹی ام کلثوم
بنت فاطمہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نکاح مجھ سے کر دیں
آپ نے جواب دیا میں نے انہیں اپنے بھائی جعفر کے بیٹوں کے
لئے روکا ہوا ہے۔ حضرت عمر نے کہا خدا کی قسم روئے زمین کا کوئی

ایسا شخص نہیں جو میری طرح ان کی حسن صحبت کا خواہاں ہو۔ اے ابوالحسن آپ میرے ساتھ نکاح کر دیں۔ حضرت علی نے کہا میں نے اس کا نکاح دے دیا۔ حضرت عمر اپنی جگہ روضہ میں انصار و مہاجرین کی مجلس میں واپس آگئے۔ اور کہا مجھے مبارک دو۔ لوگوں نے کہا کس بات کی۔ آپ نے کہا حضرت علی کی بیٹی ام کلثوم کی۔ اور بیان کرنے لگے کہ میں نے حضور علیہ السلام کو فرماتے سنا ہے کہ میری دامادی یا سبب یا النسب کے سوا تمام دامادیاں سبب اور نسب منقطع ہو جائیں گے۔ مجھے ان کی صحبت حاصل تھی۔ میں نے چاہا کہ میرا ان کے ساتھ سبب بھی قائم ہو جائے۔

یہ حدیث اہلبیت کے طریق سے مروی ہے۔ اور وہ جماعت جو ہمارے زمانے میں حضرت ام کلثوم کے ساتھ حضرت عمر کے نکاح کا انکار کرتی ہے اس سے حیرت میں اضافہ ہوتا ہے کہ یہ لوگ اہل بیت سے کس قدر نا آشنا ہیں۔ لیکن تعجب کی کوئی بات نہیں۔ کیونکہ یہ لوگ کبھی علماء سے ملے ہی نہیں اور اس کے ساتھ ان کی عقل پر جاہل رافضی چھائے ہوئے ہیں۔ جنہوں نے اس جہالت کو ان میں داخل کر دیا ہے۔ اور انہوں نے ان کی اس معاملہ میں تقلید کی اور یہ نہ سمجھا کہ یہ تو عین جھوٹ اور حس سے مکابرہ کرنا ہے۔ اور جو شخص علماء سے مقابلہ اور کتب اخبار و سنن کا مطالعہ کرے گا وہ ضرور جان لے گا کہ حضرت علی نے حضرت ام کلثوم کو حضرت عمر سے بیاہ دیا تھا۔ اور اس کا انکار کرنا جہالت، عناد، حس سے مکابرہ اور عقل و دین میں خرابی پیدا کرنے والی بات ہے!

بیہقی کی روایت میں ہے کہ حضرت عمر نے جب کہا کہ میں حضور

علیہ السلام سے سببی اور نسبی تعلق کو پسند کرتا ہوں۔ تو حضرت علی نے حسنین سے فرمایا اپنے چچا کو بیاہ دو۔ انہوں نے کہا وہ بھی ایک عورت ہے جو اپنے بارے میں مختار ہے۔ تو حضرت علی غصہ سے اٹھ کھڑے ہوئے تو حضرت حسن نے آپ کا کپڑا پکڑ کر کہا۔ اے ابا! ہم آپ کی جدائی پر صبر نہیں کر سکتے۔ پھر حسنین نے اپنی بہن کو حضرت عمر سے بیاہ دیا۔

ایک روایت میں ہے کہ حضرت عمر نے منبر پر چڑھ کر فرمایا خدا کی قسم حضرت علی کی دختر کے متعلق میرے اصرار کی وجہ یہ ہے کہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ قیامت کے روز میرے سبب و نسب کے سوا تمام سبب و نسب منقطع ہو جائیں گے۔ حضرت علی نے حضرت ام کلثوم کو حکم دیا اور وہ آراستہ ہوئیں اور انہیں آپ کے پاس بھجوا دیا گیا۔ جب آپ نے انہیں دیکھا تو کھڑے ہوئے اور انہیں اپنی گود میں بٹھا کر بوسہ دیا اور دعا کی۔ جب وہ کھڑی ہوئیں تو آپ نے اُن کی پنڈلی پکڑ کر فرمایا اپنے باپ سے کہہ میں راضی ہوں، میں راضی ہوں۔ جب وہ آئیں تو اُن سے پوچھا گیا انہوں نے تمہیں کیا کہا ہے تو آپ نے سب بات بتا دی۔ تو آپ نے حضرت عمر کے ساتھ آپ کا نکاح کر دیا ان کے ہاں زید پیدا ہوئے

ایک روایت میں ہے کہ آپ نے جب حضرت علی کو نکاح کا پیغام دیا تو آپ نے جواب دیا کہ میں اجازت طلب کر لوں تو آپ نے حضرت فاطمہ کے بیٹوں سے اجازت لی تو انہوں نے آپ کو اجازت دے دی۔

ایک روایت میں ہے کہ حضرت حسین خاموش رہے اور حضرت حسن نے بات کی اور حمد و ثناء الٰہی کے بعد فرمایا اے باپ: عمر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے اور حضور علیہ السلام وفات کے وقت تک ان سے راضی رہے پھر وہ خلیفہ بنے اور عدل و انصاف سے کام لیا تو آپ کے باپ نے فرمایا تو نے درست کہا ہے۔ مگر میں نے آپ دونوں بھائیوں کے مشورہ کے بغیر فیصلہ کرنا پسند نہیں کیا پھر آپ نے حضرت ام کلثوم سے فرمایا امیرالمومنین کو جاکر کہو میرے ابو آپ کو سلام کہتے ہیں۔ اور یہ بھی کہ جس ضرورت کا آپ نے ان سے اظہار کیا تھا وہ بھی انہوں نے پوری کر دی ہے حضرت عمر نے ان کو پکڑ کر اپنے ساتھ چمٹا لیا اور وہ سمجھ گئے کہ انہوں نے اسے مجھ سے بیاہ دیا ہے۔ آپ سے کہا گیا وہ تو چھوٹی بچی ہیں تو آپ نے گذشتہ حدیث کا ذکر کیا اور اس کے آخر میں ہے کہ میں نے چاہا کہ میرے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان سبب و دامادی کا تعلق ہو۔ آپ کا انہیں بوسہ دینا اور اپنے ساتھ چمٹانا۔ ان کے اکرام کی وجہ سے تھا۔ کیونکہ وہ صغر سنی کی وجہ سے اس حد تک نہ پہنچی تھیں کہ انہیں چاہا جاتا اور ایسا کرنا حرام ہوتا اور اگر آپ چھوٹی نہ ہوتیں تو آپ کے والد اس کام کے لئے انہیں کبھی نہ بھیجتے۔ پھر حضرت عمر کی یہ حدیث صحابہ کی ایک اور جماعت جیسے المنذر، ابن عباس، ابن زبیر اور ابن عمر سے بھی آئی ہے اور اس کا اسناد اچھا ہے۔

تنبیہ | ان احادیث سے حضور علیہ السلام کی طرف انتساب کے

عظیم فائدے کا علم حاصل ہوگیا ہے ۔ یہ اس بات کے منافی نہیں ، دیگر احادیث میں آیا ہے کہ آپ اپنے اہلبیت کو خشیت الٰہی ، تقویٰ اور اطاعت الٰہی کی ترغیب دیا کرتے تھے اور یہ کہ قیامت کے روز آپ کا قرب تقویٰ اختیار کرنے سے حاصل ہوگا ۔ ان میں صحیح حدیث یہ ہے کہ جب آیت وانذر عشیرتک الاقربین نازل ہوئی تو آپ نے قریش کو بلایا وہ اکٹھے ہوئے تو آپ نے ہر خاص و عام سے فرمایا کہ وہ اپنے آپ کو آگ سے بچائیں یہاں تک کہ آپ نے فرمایا اے فاطمہ بنت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اے صفیہ بنت عبدالمطلب میں اللہ تعالٰے کے مقابلہ میں تمہارے کوئی کام نہیں آسکتا سوائے اس کے کہ تمہاری میرے ساتھ رشتہ داری ہے ۔ میں عنقریب اس تعلق کا صلہ دوں گا ۔

ابو الشیخ نے ابن حبان سے بیان کیا ہے ۔ اے بنو ہاشم قیامت کے روز لوگ آخرت کو اپنی پشتوں پر اٹھائے ہوئے آئیں گے ۔ اور تم دنیا کو اٹھاتے ہوئے آؤ گے میں اللہ کے مقابلہ میں تمہارے کسی کام نہ آؤں گا ۔

بخاری نے ادب المفرد میں بیان کیا ہے کہ قیامت کے روز میرے دوست متقی ہوں گے ۔ خواہ نسب کتنا ہی قریب ہو ۔ لوگ اعمال کے ساتھ آئیں گے اور تم دنیا کو اپنی گردنوں پر اٹھائے ہوئے آؤ گے اور کہو گے اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور میں اس طرح کہوں گا اور آپ نے اپنے دونوں کندھے موڑ لئے ۔

طبرانی نے بیان کیا ہے کہ میرے اہلبیت کا خیال ہے

کہ وہ سب لوگوں سے زیادہ میرے مقرب ہیں ۔ حالانکہ ایسا نہیں
تم میں سے میرے دوست متقی لوگ ہیں ۔ جو بھی ہوں اور جہاں
بھی ہوں ۔

شیخین نے حضرت عمرو بن العاص سے بیان کیا ہے کہ
میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بلند آواز میں فرماتے سنا ہے
کہ بنی فلاں کی آل میرے دوست نہیں ۔ میرا دوست تو اللہ اور صالح
مومن ہیں ۔ بخاری نے یہ بات زائد بیان کی ہے کہ انہیں میرے ساتھ
رشتہ داری کا تعلق ہے ۔ اور عنقریب اس تعلق کا میں صلہ دوں گا ۔
محب طبری اور دوسرے علماء کے نزدیک اس میں عدم منافات کی وجہ
یہ ہے کہ حضور علیہ السلام خود تو کسی کو نفع یا نقصان پہنچانے کے مالک
نہیں ۔ لیکن اللہ تعالیٰ انہیں اپنے اقارب کو نفع پہنچانے کا اختیار
دے دے گا ۔ بلکہ آپ کی تمام امت آپ کی عمومی اور خصوصی شفاعت
سے فائدہ اٹھائے گی ۔ وہ اپنے مولیٰ کے عطا کردہ اختیار کے سوا
کوئی اختیار نہیں رکھتے ۔ جیسا کہ آپ نے اپنے قول میں اشارہ کیا ہے کہ
تمہیں مجھ سے رشتہ داری کا تعلق ہے ۔ اور عنقریب میں اس تعلق کا صلہ
دوں گا ۔ اور آپ کے اس قول کہ میں اللہ تعالیٰ کے مقابلہ میں تمہارے
کسی کام نہیں آسکتا ، کا مفہوم یہ ہے کہ میں از خود تمہارے کسی کام نہیں
آسکتا ۔ سوائے اس کے اللہ تعالیٰ مجھے کسی کام کے کرنے کا اعزاز بخشے
جیسے شفاعت یا مغفرت وغیرہ ۔ آپ نے انہیں مقام تخویف کی رعایت
عمل کی ترغیب اور دیگر لوگوں سے تقویٰ اور خشیت الٰہی میں زیادہ حصہ
لینے کیلئے اس طرح مخاطب کیا ہے ۔ پھر آپ نے اپنے رشتہ کے

حق کی طرف انہیں ایک قسم کی تسلی دینے کے لئے اشارہ کیا ہے۔ بعض لوگوں کا خیال ہے۔ کہ آپ نے یہ بات اس وقت کہی جب آپ کو خود اس بات کا علم نہ تھا کہ آپ کی طرف انتساب نفع دے گا۔ یا شفاعت کے ذریعہ ایک قوم کو بغیر حساب کے جنت میں داخل کرائیں گے، دوسروں کے درجات بلند کرائیں گے اور ایک قوم کو آگ سے نکلوائیں گے اسی لئے بعض لوگوں پر حدیث "کل سبب ونسب"، کی تطبیق مخفی رہی ہے اور انہوں نے کہا ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ آپ کی امت، بخلاف دیگر انبیاء کی امتوں کے آپ کی طرف منسوب ہو گی مگر یہ توجیہ بہت بعید کی ہے۔ اگرچہ الروضۃ میں اسے بڑے بڑے لوگوں نے بیان کیا ہے بلکہ حضرت عمر کا حضرت ام کلثوم کے ساتھ شادی کی خواہش کرنا اور حضرت علی، مہاجرین اور انصار کا اس کا اقرار کرنا بھی اسے رد کرتا ہے اور سبب ونسب کے ساتھ دامادی اور حسب کا ذکر کرنا بھی اس کی تردید کرتا ہے۔ جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے اور حضور علیہ السلام کا اس بات پر غضبناک ہونا کہ انکی قرابت فائدہ نہ دے گی۔

بخاری کی ایک حدیث کا مقتضیٰ یہ ہے کہ بقیہ امتیں بھی اپنے انبیاء کی طرف منسوب ہوں گی۔ کیونکہ اس میں آیا ہے کہ نوح علیہ السلام اور ان کی امت آئے گی تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا کیا تو نے میرا پیغام ان لوگوں تک پہنچا دیا تھا۔ وہ جواب دیں گے ہاں میرے رب میں نے پہنچا دیا تھا تو پھر اللہ ان کی امت سے دریافت کرے گا کیا تم تک اس نے پیغام پہنچا دیا تھا۔ (الحدیث)

اسی طرح دوسری حدیث میں بھی آیا ہے۔ گذشتہ حدیث

میں آپ کے قول کہ میرے دوست متقی ہیں اور میرا دوست اللہ اور صالح مومنین ہیں ، سے یہ بات مستفاد ہوتی ہے کہ آپ کی رشتہ داری ، قرابت اور شفاعت کا فائدہ آپ کے اہلبیت کے گنہکاروں کو پہنچے گا اگرچہ اس رشتہ کا انتفاء نہیں کیا گیا ۔ لیکن ان کی نافرمانی اور نعمت قرب نسب کی ناشکری اور ان کے ایسے اعمال کے ارتکاب کے باعث جو آپ کے حضور پیش ہونے پر آپ کو تکلیف دیں گے ۔ منتفی ہو جائے گا ۔ نیز رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم قیامت کے روز اس شخص سے اعراض فرمائیں گے جو کہے گا کہ اے محمدؐ جیسا کہ گذشتہ حدیث میں بیان ہو چکا ہے اور حسن بن حسن السبط نے بعض غالیوں سے فرمایا ۔ تمہارا بُرا ہو ہم سے للہ محبت کرو ۔ اگر ہم اطاعت الٰہی کریں تو ہم سے محبت کرو اور اگر اس کی نافرمانی کریں تو ہم سے بغض رکھو ۔ تمہارا بُرا ہو اگر بغیر اطاعت الٰہی کے اللہ تعالیٰ قرابت رسول کی وجہ سے فائدہ دینے والا ہوتا تو وہ شخص ضرور فائدہ اٹھاتا جو ہم سے حضور علیہ السلام کا بڑھ کر قریبی ہوتا ۔ خدا کی قسم مجھے تو اس بات کا خوف ہے کہ ہم میں سے گنہکار کو دگنا عذاب دیا جائے گا ۔ اور اچھے کام کرنے والے کو دو دفعہ اجر ملے گا ۔ معلوم ہوتا ہے آپ نے یہ استدلال اس آیت سے کیا ہے ۔

یا نساء النبی من یات	اے نبی کی بیویو ! تم میں سے جو
منکن بفاحشۃ مبینۃ	واضح بے حیائی کی مرتکب
یضٰعف لها العذاب	ہوئی اُسے دُگنا عذاب دیا

ضعیفین ۔

جائے گا ۔

خاتمہ

گذشتہ احادیث سے ہمارے اصحاب میں سے صاحب
تلخیص کے قول کا میلان معلوم ہو چکا ہے ۔ حضور علیہ السلام کے
خصائص میں یہ بات بھی ہے کہ آپ کی بیٹیوں کی اولاد آپ کی طرف
منسوب ہوگی اور دوسرے لوگوں کی بیٹیوں کی اولاد ان کے جدّ کفاءت
اور دوسروں کی طرف منسوب نہ ہوگی ۔ اور القفال نے اس سے انکار
کرتے ہوئے کہا ہے کہ یہ کوئی خصوصیت نہیں بلکہ ہر کسی کی طرف
اس کی بیٹیوں کی اولاد منسوب ہوگی ۔ مگر اس کی تردید گذشتہ حدیث
سے ہوتی ہے ۔ جس میں آیا ہے کہ ہر ماں کے بیٹے سوائے اولاد فاطمہ
کے اپنے عصبہ کی طرف منسوب ہوں گے ۔ پھر آپ کی طرف
انتساب کے وہ معنی جو آپ کی خصوصیت بن جاتے ہیں ۔ یہ ہیں کہ
آپ پر ان کے باپ ہونے کا اطلاق کیا جاتا ہے ۔ اور وہ آپ کے
بیٹے ہیں یہاں تک کہ اس بات کو کفاءۃ میں معتبر خیال کیا گیا ہے
اور شریعت ہاشمی کسی غیر شریف کو کفو قرار نہیں دیتی اور ان کا یہ
قول کہ بنی ہاشم بالمطلب اس صورت کے سوا اپنے محل پر کفو ہیں جیسا
کہ میں نے الفتاویٰ کے طویل فتویٰ میں وضاحت سے لکھا ہے
یہاں تک کہ وہ آپ کے وقف علی الاولاد اور وصیت میں شامل
ہو جاتے ہیں ۔ مگر دوسرے کی بیٹیوں کی اولاد میں ان کے نانا کے
ساتھ ان کی ماں کے متعلق یہ احکام نہیں چلتے ۔ ہاں نانا ، ماں اور
باپ کی طرف انتساب میں اس لحاظ سے برابر ہے کہ ذریت

نسل اور عقب کا ان پر اطلاق کیا جاتا ہے اور صاحب تلخیص نے خصوصیت سے مراد وہی لیا ہے جو بیان ہو چکا ہے اور القفال نے اس سے عدم خصوصیت مراد لی ہے اور حقیقت میں ان دونوں کے درمیان کوئی اختلاف نہیں ہے

اس بات کے فوائد میں سے یہ بھی ہے کہ حسنین کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بیٹے کہنا جائز ہے اور آپ متفقہ طور پر ان کے باپ ہیں۔ اس جگہ یہ ضعیف قول نہیں چل سکتا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اب المومنین کہنا جائز نہیں اور جو اس سے منع کرے۔ اس کا قول موثر نہیں۔ یہاں تک کہ حسنین کے بارے میں بھی امویوں سے صحیح حدیث جو حضرت حسن کے بارے میں آگئے بیان ہو رہی ہے۔ لکھا ہے کہ میرا یہ بیٹا سردار ہے۔ اگرچہ یہ حضرت معاویہ سے منقول ہے مگر انہوں نے اس سے رجوع کر لیا تھا اور حضرت معاویہ کے سوا باقی امویوں میں سے جو کوئی اس بات سے مانع ہے۔ اس کی کوئی اہمیت نہیں اور صحیح ترین بات یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا

لے القاسمی نے اپنی کتاب شرف الاسباط میں بیٹیوں کی اولاد پر نبوت اور ذریت اور ان کے اعقاب پر عقدہ اور اسباط کے شمول پر دلائل دیئے ہیں اور اس کو بڑی وسعت دی ہے اور باب الوقف میں علماء کے فتاویٰ کا ذکر کرتے ہوئے بتایا ہے کہ ذریت، عقب، نسل، بنین اور اولاد کے الفاظ بیٹیوں کی اولاد پر بھی چسپاں ہوتے ہیں۔

ہے کہ

وما کان محمد ابا احد من رجالکم   محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تم میں سے کسی مرد کے باپ نہیں۔

یہ آیت آئندہ نبوت کے انقطاع کے لئے لائی گئی ہے نہ کہ باپ کے لفظ کے اطلاق سے منع کرنے کے لئے اس سے مراد یہ ہے کہ آپ اکرام و احترام کے لحاظ سے مومنین کے باپ ہیں۔

۱۰۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

ولسوف یعطیک ربک فترضیٰ،   عنقریب تیرا رب تجھے وہ کچھ دے گا کہ تو راضی ہو جائے گا۔

قرطبی نے حضرت ابن عباس سے نقل کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس بات سے راضی ہو گئے ہیں۔ کہ آپ کے اہلبیت میں سے کوئی آدمی آگ میں داخل نہ ہو۔ سدی نے بھی اس بات کو بیان کیا ہے۔

حاکم نے صحیح روایت بیان کی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ سے وعدہ فرمایا ہے کہ اہل بیت میں جو شخص توحید اور میرے متعلق یہ اقرار کرے گا کہ میں نے اللہ تعالیٰ کے پیغام کو پہنچا دیا ہے۔ اُسے وہ عذاب نہیں دے گا۔

اور الملا نے بیان کیا ہے کہ میں نے اللہ تعالیٰ سے دُعا کی کہ میرے اہلبیت میں سے کوئی شخص آگ میں داخل نہ ہو تو اللہ نے میری یہ دُعا قبول فرما لی۔

احمد نے المناقب میں بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اے بنی ہاشم اس ذات کی قسم جس نے مجھے حق کے ساتھ نبی بنا کر بھیجا ہے۔ اگر میں نے جنّت کے کسی حلقہ کو پکڑا تو میں تم سے ابتدا کروں گا۔

طبرانی نے حضرت علی سے بیان کیا ہے کہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سُنا ہے کہ سب سے پہلے حوض کوثر پر آنے والے میرے اہلبیت اور میری اُمت میں سے میرے محبّ ہوں گے مگر یہ روایت ضعیف ہے اور صحیح روایت یہ ہے کہ سب سے پہلے حوض کوثر پر آنے والے مہاجرین کے فقراء ہوں گے۔ اور اگر پہلی روایت کو صحیح قرار دیا جائے تو اسے اس بات پر محمول کیا جائے گا کہ فقراء مہاجرین کے بعد، سب سے پہلے حوض کوثر پہ آنے والے وہ لوگ ہوں گے۔

المخلص، طبرانی اور دار قطنی نے بیان کیا ہے کہ اپنی امت میں سے سب سے پہلے میں اپنے اہلبیت کی شفاعت کروں گا۔ پھر قریش کے اقرب آدمیوں کی، پھر انصار کی، پھر یمن کے ان لوگوں کی جو مجھ پہ ایمان لائے اور میری اتباع کی پھر دیگر عربوں کی پھر عجمیوں کی اور جس کی میں پہلے شفاعت کروں گا وہ افضل ہوگا اور بزار اور طبرانی اور دوسروں کے نزدیک میں سب سے پہلے اپنی اُمت میں سے اہلِ مدینہ، پھر اہل مکہ اور پھر اہل طائف کی شفاعت کروں گا اور ان دونوں روایات میں تطبیق کی صورت یوں ہوگی کہ پہلی روایت میں قبائل کی ترتیب اور اس میں ملکوں کی ترتیب کے لحاظ سے شفاعت بیان ہوئی ہے۔ اور یہ احتمال بھی ہو سکتا ہے کہ قریش سے ابتدا

کرنے کا مفہوم یہ ہو کہ آپ پہلے اہل مدینہ پھر مکہ پھر اہل طائف پھر انصار اور پھر ان کے بعد دوسرے لوگوں کی شفاعت کریں گے یہی ترتیب اہل مکہ اور اہل طائف سے ابتدا کرنے میں ملحوظ رکھی جائے گی۔

بزار، طبرانی اور ابو نعیم نے بیان کیا ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ فاطمہ وہ ہے جس نے پاک دامنی کو اختیار کیا تو اللہ تعالیٰ نے اس کی ذریت کو آگ پر حرام قرار دے دیا اور ایک روایت میں ہے کہ اللہ نے اُسے اور اُس کی ذریت کو آگ پر حرام کر دیا ہے[1]

---

[1] ابن عدی نے ابن مسعود کی حدیث سے عمر بن غیاث کے طریق سے مرفوعاً بیان کیا ہے کہ حضرت فاطمہ نے پاکدامنی اختیار کی تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو اور آپکی ذریت کو آگ پر حرام قرار دیدیا ابن غیاث شیعہ کے شیوخ میں سے ہیں جسے دارقطنی اور الذہبی نے ضعیف قرار دیا ہے اس حدیث کی شاہد ابن عباس کی حدیث ہے جسے طبرانی نے حضرت فاطمہ کے متعلق حضور علیہ السلام کے ایک قول سے بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ تجھے اور تیرے بچوں کو عذاب نہیں دیگا۔ مجمع الزوائد میں اسکے رجال کو ثقہ قرار دیا گیا ہے۔ اور محمد الرضا نے اسے حضرت حسن اور حضرت حسین سے مخصوص قرار دیا ہے۔ اور ابو کریب نے ولد (بیٹے) کے لفظ کو آپکی نسبی اولاد میں سے اطاعت کرنیوالوں کے متعلق عام قرار دیا ہے۔ اور جو حدیث اسکے بعد بیان ہوئی ہے اسکے بارے میں پہلے گفتگو ہو چکی ہے۔ اور یہ حدیث کہ میری بیٹی فاطمہ حور ہے۔ اسے خطیب نے بیان کیا ہے مگر یہ ثابت نہیں اور اسمیں کئی مجہول آدمی ہیں اور اسماء کی روایت بھی ایسی ہی ہے کہ اس نے حضرت فاطمہ کا حیض و نفاس نہیں دیکھا۔ محب طبری نے اسے ذخائر العقبیٰ میں بیان کیا ہے اور یہ ایک باطل روایت ہے جیسا کہ ابن عراق نے ذکر کیا ہے۔

حافظ ابوالقاسم الاشقی نے بیان کیا ہے کہ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ اے فاطمہ میں نے تیرا نام فاطمہ کیوں رکھا ہے؟ حضرت علی نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ نے فاطمہ نام کیوں رکھا ہے فرمایا اللہ تعالیٰ نے اسے اور اس کی اولاد کو آگ سے چھڑا دیا ہے۔

نسائی نے بیان کیا ہے کہ میری بیٹی فاطمہ آدمیوں کی حور ہے جسے حیض نہیں آیا۔ اس کا نام فاطمہ اس لیئے رکھا گیا ہے کہ اللہ تعالےٰ نے اسے اور اس کی اولاد اور اس کے محبوں کو آگ سے چھڑا لیا ہے۔

طبرانی نے اپنے ثقہ آدمیوں کی سند سے بیان کیا ہے کہ حضور علیہ السلام نے حضرت فاطمہ سے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تجھے اور تیرے بیٹوں میں سے کسی کو عذاب نہیں دے گا۔

اسی طرح یہ روایت بھی آئی ہے کہ اے عباس اللہ تعالیٰ تجھے اور تیرے بیٹوں میں سے کسی کو عذاب نہیں دے گا۔ اور صحیح روایت میں ہے کہ اے بنی عبدالمطلب۔

ایک اور روایت میں ہے کہ اے بنو ہاشم میں نے تمہارے متعلق اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ وہ آپ لوگوں کو رحیم و نجیب بنا دے اور یہ دعا بھی کی کہ وہ تمہارے گمراہ کو ہدایت دے اور خوفزدہ کو امن دے اور بھوکے کو سیر کرے۔

الدیلمی وغیرہ نے بیان کیا ہے کہ حضور علیہ السلام نے بیان فرمایا کہ ہم بنو عبدالمطلب یعنی میں، حمزہ، علی، جعفر بن ابی طالب، الحسن، حسین اور مہدی اہل جنت کے سردار ہیں۔

حضرت علی کی ایک ضعیف حدیث میں ہے کہ میں نے رسول کریم

صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لوگوں کے حسد کی شکایت کی تو آپ نے مجھے فرمایا کہ کیا تو اس بات پر راضی نہیں کہ تو چار میں سے چوتھا آدمی ہو، سب سے پہلے میں اور تو اور حسن اور حسین جنت میں داخل ہوں گے اور ہماری بیویاں ہمارے دائیں بائیں ہوں گی اور ہماری اولاد، ہماری بیویوں کے پیچھے ہو گی۔

احمد نے المناقب میں بیان کیا ہے کہ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی سے فرمایا کیا تو اس بات سے راضی نہیں کہ تو میرے ساتھ جنت میں داخل ہو اور حسن اور حسین اور ہماری اولاد ہمارے پیچھے پیچھے ہو اور ہماری بیویاں، ہماری اولاد کے پیچھے ہوں۔ اور ہمارے شیعہ ہمارے دائیں بائیں ہوں۔ اور نویں آیت میں حضرت علی سے شیعوں کی صفات بیان ہو چکی ہیں۔ اس کا مطالعہ کرو کیونکہ وہ اہم مقام ہے۔ اسی سے آپ پر واضح ہو جائے گا کہ جن لوگوں کا نام آجکل شیعہ ہے وہ ابلیس کے شیعہ ہیں۔ کیونکہ اس نے ان کی عقل پر غالب آ کر انہیں کھلے طور پر گمراہ کر دیا ہے۔

طبرانی نے بیان کیا ہے کہ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی سے فرمایا کہ جنت میں چار آدمی سب سے پہلے داخل ہوں گے۔ میں، تو، حسن اور حسین اور ہماری اولاد، ہمارے پیچھے پیچھے ہو گی اور ہماری بیویاں ہماری اولاد کے پیچھے ہوں گی اور ہمارے شیعہ ہمارے دائیں بائیں ہوں گے۔ اس کی سند ضعیف ہے لیکن حضرت ابن عباس کی صحیح روایت اس کی شاہد ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ مومن کی اولاد کا اس کے درجہ میں رفع کرے گا۔ اگرچہ عمل میں وہ

ان سے کم تر ہو پھر آپ نے یہ آیت پڑھی

والذین امنوا و اتبعتھم ذریتھم بایمان الحقنا بھم ذریتھم ۔

جو لوگ ایمان لائے اور ان کی اولاد نے ایمان کے ساتھ ان کی اتباع کی ہم انہیں انکی اولاد کے ساتھ ملا دیں گے ۔

الدیلمی نے بیان کیا ہے اے علی اللہ تعالیٰ نے تجھے تیری اولاد تیرے بچوں تیرے اہل اور تیرے شیعوں کو بخش دیا پس خوش ہو جاؤ کیونکہ تو حوض کوثر سے بھرے ہوئے پیٹ والا ہے ۔ مگر یہ روایت ضعیف ہے ۔ اس طرح یہ روایت بھی ہے کہ تم اور تمہارے شیعہ حوض کوثر پر سیراب ، سفید رُو صورت میں آئیں گے ۔ اور تمہارے دشمن پیاسے اور سر اونچا کئے ہوئے ہوں گے ۔ یہ حدیث بھی ضعیف ہے ۔ آپ کے شیعوں کی صفات کا بیان گذر چکا ہے پس گمراہوں کے دھوکہ اور منکروں ، رافضیوں اور شیعہ وغیرہ کی جعلسازی سے بچو ، اللہ تعالیٰ ان کو تباہ کرے یہ کہاں پھرے جاتے ہیں ۔

۱۱:- اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ۔

ان الذین امنوا و عملوا الصالحات اولئک ھم خیر البریۃ ۔

جو لوگ ایمان لائے اور اعمال صالحہ بجالائے وہی لوگ مخلوق سے بہتر ہیں

حافظ جمال الدین الذرندی نے حضرت ابن عباس سے بیان کیا ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی سے فرمایا تو اور تیرے شیعہ قیامت کے روز راضی اور رضا یافتہ صورت میں آئیں گے اور تیرے دشمن غصے

میں سراونچا کئے ہوں گے ۔ حضرت علی نے دریافت کیا میرا دشمن کون ہے ۔ فرمایا جو تجھ سے اظہار بیزاری کرے اور تجھ پر لعنت کرے اور جس حدیث میں قیامت کے روز عرش کے سائے میں پہلے جانے والوں کا ذکر ہے اور انہیں خوشخبری دی گئی ہے ۔ آپ سے دریافت کیا گیا یا رسول اللہ وہ کون ہیں فرمایا اے علی تیرے شیعہ اور محب اس روایت میں کذاب راوی بھی ہیں ۔ ذرا آپ کے شیعوں کی صفات کو مستحضر کیجئے اور ان گذشتہ اخبار کو بھی ذہن نشین رکھئے جو رافضیوں کے متعلق آغاز باب میں مقدمات میں بیان ہو چکی ہیں ۔

دار قطنی نے بیان کیا ہے کہ اے ابوالحسن آپ اور آپ کے شیعہ جنت میں ہوں گے ۔ اور وہ لوگ جو خیال کرتے ہیں کہ وہ آپ سے محبت کرتے ہیں وہ اسلام کو ذلیل کرنے والے ہیں پھر وہ اسے پھینک دیں گے اور اس سے یوں نکل جائیں گے ۔ جیسے تیر کمان سے نکل جاتا ہے ۔ ان کی علامت یہ ہے کہ انہیں رافضی کہا جائے گا اگر تو انہیں پائے تو ان سے جنگ کرنا کیونکہ وہ مشرک ہیں ۔

دار قطنی کہتے ہیں ہمارے ہاں یہ حدیث بہت طرق سے آئی ہے ۔ پھر انہوں نے حضرت ام سلمہ سے بیان کیا ہے کہ میری باری تھی ۔ اور حضور علیہ السلام میرے ہاں تشریف فرما تھے ۔ حضرت فاطمہ آپ کے پاس آئیں ۔ ان کے پیچھے حضرت علی بھی تھے تو حضور علیہ السلام نے فرمایا اے علی تو ، تیرے اصحاب اور تیرے شیعہ جنت میں ہوں گے ۔ مگر تیرے محبوں میں وہ لوگ بھی ہوں گے ۔ جو اسلام کو ذلیل کریں گے

اس کو پھینک دیں گے۔ قرآن شریف پڑھیں گے۔ مگر وہ ان کے حلق سے نیچے نہیں اُترے گا۔ ان کی علامت یہ ہے کہ انہیں رافضی کہا جائے گا۔ ان سے جہاد کرنا۔ وہ مشرک ہیں۔ لوگوں نے دریافت کیا یا رسول اللہ ان کی کیا علامت ہو گی۔ فرمایا جمعہ اور جماعت میں حاضر نہ ہوں گے۔ سلف پر طعن کریں گے۔

موسیٰ بن علی بن الحسین بن علی نے جو ایک فاضل آدمی تھے اپنے باپ اور اپنے دادا سے بیان کیا ہے کہ ہمارے شیعہ وہ ہیں جو اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کریں اور ہماری طرح عمل کریں۔

۱۲:۔

وانہ لعلم للساعۃ اور وہ قیامت کی نشانی ہے۔

مقاتل بن سلیمان اور ان تابع مفسرین نے کہا ہے کہ یہ آیت مہدی کے بارے میں نازل ہوئی ہے اور عنقریب احادیث میں واضح طور پر آئے گا کہ وہ اہل بیت نبوی میں سے ہو گا اور آیت میں حضرت علی اور حضرت فاطمہ کی نسل کے بابرکت ہونے پر دلالت پائی جاتی ہے اور یہ کہ اللہ تعالیٰ ان دونوں سے طیب اولاد پیدا کرے گا۔ اور ان کی نسل کو حکمت کے خزانے اور رحمت کی کانیں بنائے گا۔ اور اس میں راز کی بات یہ ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ اور ان کی اولاد کو مردود شیطان سے اللہ تعالیٰ کی پناہ میں دے دیا ہے اور حضرت علی کے لئے بھی ایسی ہی دُعا فرمائی ہے۔ اس کی تشریح اس موضوع پر دلالت کرنے والی احادیث سے معلوم کی جا سکتی ہے۔

نسائی نے سند صحیح سے بیان کیا ہے کہ انصار کے ایک گروہ نے حضرت علی سے کہا کاش ! فاطمہ آپ کے پاس ہوتی پس آپ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حضرت فاطمہ کے پیغام نکاح کے لئے حاضر ہوئے ۔ اور سلام کیا ۔ آپ نے فرمایا ۔ ابن ابیطالب کیا کام ہے کہنے لگے میں نے حضرت فاطمہ کا ذکر کیا تو حضور علیہ السلام نے خوش آمدید فرمایا ۔ پھر آپ انصار کے ایک گروہ کی طرف تشریف لے گئے جو آپ کے منتظر بیٹھے تھے ۔ انہوں نے آپ سے پوچھا حضور نے آپ سے کیا معاملہ کیا کہنے لگے ۔ مجھے تو آپ نے خوش آمدید کے سوا کچھ نہیں کہا انہوں نے کہا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے یہی بات تمہارے لئے کافی ہے ایک تو انہوں نے آپ کو اہل عطا کیا اور دوسرے رحب ، یعنی وسعت پھر شادی کے بعد آپ نے حضرت علی سے فرمایا ۔ شادی کا ولیمہ بھی ہوتا ہے ۔ حضرت سعد نے کہا میرے پاس ایک مینڈھا ہے ۔ آپ کے لئے انصار کے ایک گروہ نے مکئی کے کئی صاع جمع کر دئیے ۔ جب شب زفاف آئی تو آپ نے فرمایا کہ مجھ سے ملے بغیر کوئی کام نہ کرنا ۔ آپ نے پانی منگوا کر وضو کیا پھر اُسے حضرت علی اور فاطمہ پر ڈالا اور دُعا کی اے اللہ ان دونوں کی نسل میں برکت دے ۔

ایک روایت میں ہے کہ آپ نے نسل کی جگہ شمل کا لفظ استعمال کیا اور شمل کے معنی جماع کے ہیں ۔ ایک دوسری روایت میں ہے آپ نے شمل اور نسل کی بجائے شبلیہما کا لفظ استعمال کیا یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس میں تصحیف ہے اور اگر صحیح ہے تو شبل شیر کے بچے کو کہتے ہیں ۔ پس یہ

بات آپ کو کشفاً یا اطلاعاً معلوم ہوئی ہو گی کہ ان کے ہاں حسنین پیدا ہوں گے۔ اور آپ نے ان پر شیر کے دو بچوں کا اطلاق کیا اور وہ واقعی شیر کے بچے تھے۔

ابو علی الحسن بن شاذان نے بیان کیا ہے کہ جبریل علیہ السلام حضور علیہ السلام کے پاس آئے اور کہا اللہ تعالیٰ آپ کو حضرت علی کے ساتھ حضرت فاطمہ کو بیاہ دینے کا حکم دیتا ہے۔ تو حضور علیہ السلام نے صحابہ کی ایک جماعت کو بلایا اور وہ مشہور خطبہ ارشاد فرمایا جو الحمدللہ المحمود بنعمتہ سے شروع ہوتا ہے۔ پھر آپ نے حضرت علی سے حضرت فاطمہ کو بیاہ دیا۔ اس وقت آپ وہاں موجود نہیں تھے۔ اور اس کے آخر میں ہے کہ اللہ تعالیٰ ان دونوں میں اتفاق پیدا کرے اور ان کی نسل کو پاکیزہ بنائے اور اسے رحمت کے خزانے اور حکمت کی کانیں بنائے۔ اس پر لوگوں نے آمین کہی۔ جب حضرت علی آئے تو حضور علیہ السلام نے متبسم ہو کر آپ سے فرمایا۔ مجھے اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ فاطمہ کو آپ سے چار سو مثقال چاندی پر بیاہ دوں کیا آپ کو یہ بات منظور ہے آپ نے فرمایا یا رسول اللہ میں اس سے راضی ہوں پھر حضرت علی اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہوئے سجدہ میں گر

ا؎ اس قصہ اور خطبہ کو خطیب نے تلخیص المتشابہ میں حضرت انس کی حدیث سے بیان کیا ہے۔ اور ابن عساکر نے حضرت جابر کی حدیث سے بیان کیا ہے اور یہ دونوں روایات باطل ہیں۔ اور دونوں روایتوں میں سے دوسری میں محمد بن دینار العرفی بھی ہے۔ جیسا کہ تنزیہ الشریعۃ میں ہے۔

گئے۔ جب آپ نے سر اٹھایا تو حضور علیہ السلام نے انہیں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تم دونوں کو یہ بات مبارک کرے اور تمہیں برکت دے اور تمہاری شان کو بلند کرے اور تم دونوں سے کثیر اور طیب اولاد پیدا کرے۔ حضرت انس کہتے ہیں خدا کی قسم اللہ تعالیٰ نے ان دونوں سے کثیر اور طیب اولاد پیدا کی۔ اس کے اکثر حصے کو ابوالخیر القزوینی الحاکمی نے بیان کیا ہے حضرت علی کی عدم موجودگی میں آپ کا عقد کر دینا جائز ہے۔ کیونکہ یہ حضور علیہ السلام کے خصائص میں سے ہے کہ وہ جس شخص کا جس سے چاہیں بغیر اجازت کے نکاح کر دیں۔ اس لئے کہ اولیٰ بالمومنین من انفسہم آپ مومنوں کی جانوں سے بھی زیادہ مقدم ہیں۔

یہ احتمال بھی ہو سکتا ہے کہ آپ نے ان کے وکیل کی موجودگی میں کیا ہو اور یہ احتمال بھی ہو سکتا ہے کہ آپ نے ان کو اطلاع دے دی ہو کہ میں ایسا کرنے والا ہوں اور حضرت علی کا یہ کہنا کہ مجھے یہ نکاح منظور ہے۔ اس کا یہ مفہوم بھی ہو سکتا ہے کہ آپ کے وکیل کی موجودگی میں جو نکاح ہوا تھا اس کے متعلق آپ نے اپنی رضا کی اطلاع دی ہو۔ پس یہ حال کا واقعہ ہے جو کئی احتمال رکھتا ہے۔

ابوداؤد سجستانی نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابوبکر نے حضرت فاطمہ کے نکاح کے متعلق آپ کو پیغام دیا تو آپ نے اعراض کیا پھر حضرت عمر نے پیغام نکاح دیا تو آپ نے اعراض کیا پھر یہ دونوں حضرت علی کے پاس آئے اور انہیں حضرت فاطمہ کے پیغام نکاح کے متعلق بتایا تو حضرت علی نے جا کر پیغام نکاح دیا تو حضور علیہ السلام نے فرمایا آپ

کے پاس کچھ ہے۔ آپ نے جواب دیا میرے پاس ایک گھوڑا اور ایک زرہ ہے۔ فرمایا گھوڑا تو تمہارے لئے ضروری ہے اور زرہ کو بیچ کر رقم میرے پاس لے آؤ۔ آپ نے زرہ کو چار سو اسی درہم میں فروخت کر دیا۔ پھر انہیں اپنی جھولی میں رکھا آپ نے ان سے ایک مٹھی رقم لے کر حضرت بلال کو دیکر فرمایا کہ اس سے خوشبو خرید لاؤ۔ پھر حضرت فاطمہ کو تیار کرنے کا حکم دیا۔ آپ نے حضرت فاطمہ کے لئے ایک بُنی ہوئی چارپائی اور ایک چمڑے کا تکیہ بنایا۔ جس کے اندر چھال بھری ہوئی تھی۔ اور گھر ریت سے اٹا ہوا تھا۔ آپ نے حضرت ام ایمن کو اپنی بیٹی کی طرف جانے کا حکم فرمایا اور حضرت علی سے فرمایا میرے آنے تک جلدی نہ کرنا پھر آپ ان کے ہاں تشریف لے گئے۔ اور ام ایمن سے فرمایا یہاں میرا بھائی ہے۔ وہ کہنے لگیں۔ وہ آپ کا بھائی ہے اور آپ اس کی شادی اپنی بیٹی سے کر رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا ہاں۔ پھر آپ حضرت فاطمہ کے پاس تشریف لے گئے اور پانی منگوایا وہ پیالے میں پانی لائیں۔ تو آپ نے اس میں کلّی کی۔ پھر اُسے آپ کے سر اور چھاتیوں کے درمیان چھڑکا اور دُعا کی اے اللہ میں اسے اور اس کی اولاد کو شیطان مردود سے تیری پناہ میں دیتا ہوں۔ پھر حضرت علی سے فرمایا میرے پاس پانی لاؤ۔ میں آپ کے مطلب کو سمجھ گیا اور پیالہ بھر کر آپ کے پاس لے آیا۔ آپ نے اُس سے میرے سر اور دونوں کندھوں کے درمیان چھڑکا۔ اور دُعا کی اے اللہ میں اسے اور اس کی اولاد کو شیطان مردود سے تیری پناہ میں دیتا ہوں۔ پھر فرمایا اللہ کے نام اور اس کی برکت سے اپنے اہل کے پاس جاؤ۔

احمد اور ابو حاتم وغیرہ نے بیان کیا ہے کہ حضور علیہ السلام کی

دُعا کی برکت ان کی نسل میں ظاہر ہوئی ۔ ان میں سے کچھ گذر چکے ہیں اور کچھ آئندہ پیدا ہوں گے ۔ اگر آنے والوں میں صرف امام مہدی ہی ہوتے تو وہ بھی کافی ہوتے ۔ عنقریب دوسری فصل میں احادیث مبشرہ میں سے کافی کچھ بیان ہوگا ۔ ان میں سے وہ روایت بھی ہے جسے مسلم ، ابو داؤد ، نسائی، بیہقی اور ابن ماجہ اور دوسروں نے بیان کیا ہے کہ

المھدی من عترتی من ولد فاطمة ۔ کہ مہدی میری اولاد یعنی فاطمہ کی اولاد سے ہوگا ۔

احمد ، ابو داؤد ، ترمذی اور ابن ماجہ نے بیان کیا ہے کہ

لولم یبق من الدھر الا یوم لبعث اللہ فیہ رجلاً من عترتی ۔ اگر دنیا کی زندگی کا ایک دن بھی باقی رہ گیا تو اللہ تعالیٰ میری اولاد میں سے ایک آدمی کو مبعوث فرمائے گا ۔

ایک روایت میں ہے کہ میرے اہلبیت میں سے ایک آدمی آئے گا جو زمین کو اس طرح عدل سے بھر دے گا جس طرح وہ ظلم سے بھری ہوئی ہے ۔

ایک روایت میں آخری الفاظ کے سوا یہ بیان ہوا ہے کہ دنیا اس وقت تک ختم نہ ہوگی جب تک میرے اہلبیت میں سے ایک آدمی بادشاہ نہ بنے گا ۔ اس کا نام میرے نام سے موافقت رکھے گا ۔

ابو داؤد اور ترمذی کی ایک دوسری روایت میں ہے کہ اگر عمر دنیا سے ایک دن بھی باقی رہ گیا تو اللہ تعالیٰ اس کو اتنا لمبا کر دے گا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اس میں میرے اہلبیت میں سے ایک آدمی کو مبعوث فرمائے گا جس کا نام میرے نام سے اور اس کے باپ کا نام میرے

باپ کے نام سے موافقت رکھے گا۔ وہ زمین کو اس طرح عدل و انصاف سے بھر دے گا۔ جس طرح وہ ظلم وجور سے بھری ہوئی ہے۔

احمد وغیرہ نے بیان کیا ہے کہ

المهدی منا اهل البیت ۔ مہدی ہمارے اہلبیت سے ہوگا۔ اللہ یصلحه الله فی لیلة ۔ ایک رات میں اس کی اصلاح کر دے گا

طبرانی میں ہے کہ مہدی ہم میں سے ہوگا وہ دین کو ہم پر ایسے ہی ختم کر دے گا جیسے اس نے ہم سے شروع کیا ہے۔

حاکم نے اپنی صحیح میں بیان کیا ہے کہ میری امت کے آخر میں ان کے سلاطین کی وجہ سے شدید مصیبت کے باعث خلل پڑے گا۔ جس سے زیادہ شدید مصیبت کبھی سُنی نہیں گئی۔ یہاں تک کہ کسی آدمی کو پناہ نہیں ملے گی تو اللہ تعالیٰ میرے اہلبیت کی اولاد سے ایک آدمی کو مبعوث فرمائے گا۔ جو زمین کو اس طرح عدل و انصاف سے بھر دے گا۔ جیسے وہ ظلم وجور سے بھری ہوئی ہے۔ ساکنان زمین و آسمان اس سے محبت رکھیں گے۔ آسمان بارشیں برسائے گا اور زمین اپنی پیداوار نکالے گی اور کسی چیز کو روکے نہیں رکھے گی۔ وہ ان میں سات، آٹھ یا نو سال گذارے گا۔ اہل زمین کے ساتھ خدا تعالیٰ کی بھلائی کو دیکھ کر زندہ مرنے کی تمنا کریں گے۔

طبرانی اور بزار نے اسی قسم کی روایت کی ہے جس میں آیا ہے کہ وہ تم میں سات، آٹھ یا زیادہ سے زیادہ نو سال تک ٹھہرے گا۔

ابو داؤد اور حاکم کی ایک روایت میں ہے وہ تم میں سات سال حکومت کرے گا۔ اور ترمذی کی ایک دوسری روایت میں ہے میری

امت میں ایک مہدی ظاہر ہوگا جو پانچ، سات یا نو سال رہے گا۔ اس کے پاس ایک آدمی آکر کہے گا۔ اے مہدی مجھے دے، مجھے دے۔ تو وہ اس کے کپڑے میں اپنے ہاتھوں سے اسقدر ڈال دے گا۔ جتنا وہ اٹھا سکے گا۔ ایک روایت میں ہے کہ وہ چھ، سات، آٹھ یا نو سال ٹھہرے گا عنقریب یہاں بیان آئیگا جس میں بلاشبہ سات سال پر احادیث کا اتفاق ہے [1]

احمد اور مسلم نے بیان کیا ہے کہ آخری زمانے میں ایک خلیفہ ہوگا۔ وہ اس قدر مال دے گا کہ اسے کوئی شمار نہ کرسکے گا۔

ابن ماجہ نے مرفوعاً بیان کیا ہے کہ مشرق سے کچھ آدمی نکلیں گے۔ جو مہدی کی بادشاہت کیلئے راہ ہموار کریں گے۔ صحیح یہ ہے کہ اس کا نام حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نام اور اس کے باپ کا نام آپ کے باپ کے نام سے موافقت رکھے گا۔

---

[1] یہ صحیح روایت شیعہ کے اس قول کی تردید کرتی ہے کہ وہ محمد بن عسکری ہیں اور طبرانی کی کتب میں جو کچھ موجود ہے وہ مدسوس ہے۔ روایات کا اختلاف اس بات میں ہے کہ وہ حسن کی اولاد میں سے ہوگا یا حسین کی اولاد سے۔ ان کے درمیان یوں تطبیق دی جاسکتی ہے کہ وہ حسن کی اولاد سے ہے یا حسین کی اولاد سے۔

ایک دوسری روایت میں ہے جس میں اس کی امہات کی جہت سے ولادت کا ذکر ہے۔ کہتے ہیں ایک روایت میں ہے کہ وہ حضرت عباس کی اولاد سے ہوگا۔ لیکن صحیح طریق سے اس کی ماں کا نام معلوم نہیں۔

ابن ماجہ نے بیان کیا ہے کہ ہم رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھے کہ بنی ہاشم کا ایک گروہ آیا جب حضور علیہ السلام نے انہیں دیکھا تو آپ کی آنکھیں ڈبڈبا آئیں اور رنگ متغیر ہو گیا۔ میں نے عرض کیا ہم آپ کے چہرے پر ایسی کیفیت دیکھ رہے ہیں۔ جسے ہم پسند نہیں کرتے تو آپ نے فرمایا اللہ تعالٰے نے ہم اہلبیت کے لئے دنیا کے مقابلہ میں آخرت کو پسند کر لیا ہے اور میرے اہلبیت کو میرے بعد شدید مصیبت کا سامنا کرنا پڑے گا۔ یہاں تک کہ مشرق سے کچھ لوگ آئیں گے۔ جن کے پاس سیاہ جھنڈے ہوں گے۔ وہ بھلائی طلب کریں گے۔ مگر وہ انہیں نہ ملے گی۔ پھر وہ جنگ کریں گے اور ان کی مدد کی جائے گی اور جو انہوں نے مانگا وہ انہیں دیا جائے گا۔ مگر وہ اُسے قبول نہیں کریں گے۔ یہاں تک کہ وہ اُسے ایک آدمی کو دے دیں گے جو میرے اہلبیت میں سے ہوگا۔ وہ زمین کو عدل وانصاف سے اس طرح بھر دیں گے جسطرح لوگوں نے اُسے ظلم وجور سے بھرا ہوا ہے۔ جو تم میں سے ان لوگوں کے متعلق خبر پائے اُسے چاہیئے کہ اُن کے پاس آئے۔ خواہ اُسے برف پر گھٹنوں کے بل چل کر آنا پڑے۔ کیونکہ ان میں خلیفۃ اللہ مہدی ہوگا۔ اس کی سند میں وہ شخص بھی ہے جسے آخری عمر میں اختلاط کے ساتھ سوءِ حفظ کی بھی شکایت ہو گئی تھی۔

احمد نے ثوبان سے مرفوعاً بیان کیا ہے کہ جب تم خراسان سے سیاہ جھنڈے نکلتے دیکھو تو ان کے پاس جاؤ۔ خواہ برف پر گھٹنوں کے بل چل کر جانا پڑے۔ کیونکہ ان میں خلیفۃ اللہ مہدی

ہوں گے۔ اس کی سند میں ایک ضعیف آدمی ہے جس کی کئی منکر روایات ہیں۔ مسلم نے اسے صرف بطور متابعت کے بیان کیا ہے اور جو اس سے پہلے ہے وہ بھی اس میں حجت نہیں۔ خواہ ان دونوں روایات کو اس شخص کیلئے صحیح فرض کر لیا جائے۔ جو مہدی کو بنو عباس کا تیسرا خلیفہ خیال کرتا ہے۔

نصیر بن حماد نے مرفوعاً بیان کیا ہے کہ وہ شخص میری اولاد میں سے ہوگا اور میری سنّت پر اس طرح جنگ کرے گا جیسے میں نے وحی پر جنگ کی ہے۔

ابو نعیم نے بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ ضرور میری اولاد میں سے ایک آدمی کو مبعوث فرمائے گا۔ جس کے اگلے دانتوں میں فرق ہوگا۔ اور روشن جبیں ہوگا۔ زمین کو عدل سے بھر دے گا اور خوب مال دے گا۔

الرویانی اور الطبرانی وغیرہ نے بیان کیا ہے کہ مہدی میری اولاد میں سے ہوگا۔ اس کا چہرہ چمکدار ستارے کی طرح ہوگا۔ اس کا رنگ عربی اور جسم اسرائیلی ہوگا۔ زمین کو ایسے ہی عدل سے بھر دے گا۔ جیسے وہ ظلم سے بھری ہوئی ہے۔ اس کی خلافت سے زمین و آسمان والے اور فضا کے پرندے خوش ہوں گے۔ وہ بیس سال تک بادشاہی کرے گا۔

طبرانی نے مرفوعاً بیان کیا ہے کہ مہدی التفات کرے گا اور عیسٰی بن مریم نازل ہو چکے ہوں گے۔ یوں معلوم ہوگا گویا ان کے بالوں سے پانی کے قطرے ٹپک رہے ہیں۔ مہدی اُن

سے کہیں گے آگے ہو کر لوگوں کو نماز پڑھا دیجئے۔ عیسیٰ علیہ السلام جواب دیں گے نماز تو آپ کے لئے کھڑی کی گئی ہے اور وہ میری اولاد میں سے ایک آدمی کے پیچھے نماز پڑھیں گے۔

ابن حبان کی صحیح میں ہے کہ وہ مہدی کی امامت میں نماز ادا کریں گے اور صحیح مرفوع روایت یہ ہے۔ کہ عیسیٰ بن مریم نازل ہوں گے تو ان سے امیر مہدی کہیں گے ہمیں آکر نماز پڑھا دیجئے تو وہ جواب دیں گے کہ نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس امت کے بعض لوگوں کو بعض پر اعزازی طور پر امام بنایا ہے۔

ابن ماجہ اور حاکم نے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ معاملہ شدت میں دنیا ادبار میں اور لوگ بخل میں بڑھتے جائیں گے۔ اور قیامت شریر لوگوں پر قائم ہو گی۔ اور عیسیٰ بن مریم کے سوا کوئی مہدی نہ ہو گا۔ یعنی حقیقت میں اسکے سوا جزیہ کو ختم کرنے اور مخالف ملتوں کے ہلاک کر دینے کی وجہ کوئی مہدی نہ ہو گا۔ جیسا کہ صحیح احادیث میں بیان ہوا ہے۔ کہ اس کے سوا کوئی معصوم مہدی نہیں۔

ابراہیم بن میسرہ نے طاؤس سے کہا کہ عمر بن عبدالعزیز مہدی ہیں۔ انہوں نے کہا نہیں۔ اس لئے کہ انہوں نے سارے عدل کی تکمیل نہیں کی۔ البتہ وہ جملہ مہدیین میں سے ایک ہیں۔ لیکن موعود آخر زمان نہیں۔ اور احمد نے اس کی تصریح کی ہے کہ وہ ان مہدیوں میں سے ایک ہیں۔ جن کے بارے میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ

علیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین المھدیین من بعدی ۔ — تم لوگوں پر میرے بعد میری سنّت اور خلفائے راشدین مہدیین کی سنّت کو پکڑنے رکھنا لازم ہے ۔

پھر حدیث لامھدی الا عیسیٰ کی تاویل ہو گی اور وہ بھی اس کے ثابت ہو جانے کی صورت میں ۔ وگرنہ حاکم نے کہا ہے کہ میں تو اسے حجت پکڑنے کے لیۓ نہیں بلکہ تعجب کے لیۓ لایا ہوں ۔ اور بیہقی نے کہا ہے کہ اس میں محمد بن خالد متفرد ہے ۔ حاکم نے اُسے مجہول کہا ہے اور اس کی اسناد میں بھی اختلاف کیا ہے ۔ اور نسائی نے صراحت کے ساتھ اُسے منکر قرار دیا ہے ۔ اور دوسرے حفاظ حدیث نے جزم کے ساتھ بیان کیا ہے کہ اس سے پہلے بیان ہونے والی احادیث جو مہدی کو اولاد فاطمہ میں سے قرار دیتی ہیں ۔ ان کی اسناد اصح ہے ۔

ابن عساکر نے حضرت علی سے بیان کیا ہے کہ جب قائم آل محمد کھڑا ہو گا تو اللہ تعالےٰ اہل مشرق اور اہل مغرب کو اکٹھا کر دے گا پس رفقاء اہل کوفہ سے ہوں گے اور ابدال اہل شام میں سے اور صحیح یہ ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک خلیفہ کی موت پر اختلاف ہو گا تو مدینہ سے ایک آدمی دوڑتا ہوا مکہ جائے گا ۔ اس کے پاس اہل مکہ سے کچھ لوگ آئیں گے اور اُسے بادل نخواستہ نکال دینگے اور رکن اور مقام ابراہیم کے درمیان اس کی بیعت کریں گے ان کی طرف شام سے ایک لشکر بھیجا جائے گا اور وہ انہیں مکہ اور مدینہ کے درمیان ویرانے میں دھنسا دے گا ۔ جب لوگ یہ بات دیکھیں گے

تو شام کے ابدال اور عراق کے لشکر آکر اس کی بیعت کریں گے۔ پھر قریش سے ایک آدمی اُٹھے گا۔ جس کے ماموں بنو کلب سے ہوں گے وہ ان کی طرف ایک لشکر بھیجے گا اور وہ ان پر غالب آجائیں گے یہ لشکر بنو کلب کا ہوگا اور بنو کلب کی غنیمت میں حاضر نہ ہونے والا نقصان میں رہے گا۔ وہ لوگوں میں مال تقسیم کرے گا۔ اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنّت کے مطابق عمل کرے گا۔ اور اسلام کو دنیا کے کناروں تک پہنچا دے گا۔

طبرانی نے بیان کیا ہے کہ حضور علیہ السلام نے حضرت فاطمہ سے فرمایا ہمارا نبی خیر الانبیاء ہے اور وہ تیرا باپ ہے اور ہمارا شہید خیر الشھداء ہے اور وہ تیرے باپ کا چچا حمزہؓ ہے۔ اور ہم میں سے ہی وہ شخص ہے جو دو پَروں کے ساتھ جنّت میں جہاں چاہے اڑتا پھرتا ہے اور وہ تیرے باپ کے چچا کا بیٹا جعفر ہے اور ہم میں سے ہی اس امت کے دو سبط ہیں اور وہ حَسن اور حُسین ہیں جو تیرے بیٹے ہیں۔ آپ کا مطلب یہ ہے کہ ان سے دو قبیلے نکلیں گے۔ جن کی نسل سے بڑی مخلوق پیدا ہوگی اور ہم میں سے ہی مہدی ہے [1]

---

[1] مہدی کی احادیث بلیشمار اور متواتر ہیں۔ بہت سے حفاظ نے انکے متعلق کتابیں تالیف کی ہیں۔ جن میں ابونعیم بھی ہیں۔ ابونعیم نے جو کچھ بیان کیا ہے اُسے سیوطی نے العرف الوردی فی اخبار المہدی میں جمع کر دیا ہے۔ اور اس سے بھی زائد بیان کیا ہے۔ اس بارے میں ابن حجر مؤلف کتاب ہذا کی بھی ایک کتاب ہے۔ جس کا نام کتاب المختصر فی علامات المہدی المنتظر ہے۔

ابن ماجہ نے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اگر دنیا کی زندگی کا ایک دن بھی باقی رہ گیا تو وہ اس دن کو اس قدر لمبا کر دے گا یہاں تک کہ میرے اہلبیت میں سے ایک آدمی بادشاہ بنے گا جو جبل ویلم اور قسطنطنیہ پر قبضہ کرے گا۔

حاکم نے ابن عباس سے صحیح روایت کی ہے کہ ہم اہلبیت میں سے چار آدمی ہوں گے۔ سفاح، منذر، منصور اور مہدی۔ اگر آپ نے اہلبیت سے مراد جمیع بنی ہاشم لئے ہیں تو پہلے تین حضرت عباس کی نسل سے ہوں گے۔ اور آخری حضرت فاطمہ کی نسل سے ہوگا۔ پس اس میں کوئی اشکال نہیں اور اگر آپ کی مراد یہ ہے کہ یہ چاروں حضرت عباس کی نسل سے ہوں گے تو ممکن ہے آپ نے اپنے کلام میں مہدی سے مراد بنی عباس کا تیسرا خلیفہ لیا ہو۔ کیونکہ وہ بنی عباس میں عدل تام اور سیرت حسن کے لحاظ سے ایسے ہی تھا۔ جیسے بنی امیہ میں حضرت عمر بن عبدالعزیز اور اس لئے بھی کہ حدیث صحیح میں آیا ہے کہ مہدی کا نام نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کے اور اس کے باپ کا نام آپ کے باپ کے نام کے موافق ہوگا۔ اور یہ مہدی ایسا ہی تھا۔ کیونکہ اس کا نام محمد بن عبداللہ المنصور تھا۔ اور اس کی تائید ابن عدی کی حدیث سے ہوتی ہے کہ مہدی میرے چچا عباس کی اولاد سے ہوگا۔ لیکن ذہبی نے کہا ہے کہ اس میں محمد بن الولید مولی بنی ہاشم منفرد ہے جو حدیثیں وضع کیا کرتا تھا۔ اور اس وصف کو جسے ابن عباس نے مہدی پر حمل کیا ہے۔ اس بات کے منافی نہیں کہ وہ زمین کو عدل و انصاف سے اس طرح بھر دے گا جس طرح وہ ظلم و جور سے

بھری ہوئی ہے۔ اس کے زمانے میں درندے اور چوپائے امن سے رہیں گے۔ اور زمین اپنے جگر گوشے باہر پھینک دے گی۔ یعنی چاندی اور سونے کے ستونوں کی طرح۔

ان اوصاف کو مہدی عباسی پر بھی منطبق کیا جا سکتا ہے۔ اور جب آپ کے کلام کو ہمارے بیان کے مطابق حمل کیا جائے تو یہ سابقہ احادیث صحیحہ کے منافی نہیں ہے کہ مہدی اولاد فاطمہ سے ہوگا۔ کیونکہ اس میں مہدی سے مراد آخری زمانے میں آنے والا مہدی ہے۔ جس کی اقتداء عیسیٰ علیہ السلام کریں گے۔

ایک روایت میں ہے کہ مہدی کے بعد بارہ آدمی ولی الامر ہوں گے۔ جن میں سے چھ حضرت حسن کی اولاد سے اور پانچ حضرت حسین کی اولاد سے ہوں گے۔ اور آخری ان کے علاوہ ہوگا۔ یہ نہایت کمزور روایت ہے جیسا کہ شیخ الاسلام اور حافظ الشہاب ابن حجر نے کہا ہے۔ یعنی یہ ان احادیث صحیحہ کے مخالف ہے۔ جن میں اس کے آخری زمانے میں آنے اور عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق ان کی اقتداء کرنے کا ذکر ہے

طبرانی کی حدیث میں ہے کہ عنقریب میرے بعد خلفاء ہوں گے۔ پھر خلفاء کے بعد امراء ہوں گے۔ پھر امراء کے بعد بادشاہ ہوں گے۔ بادشاہوں کے بعد جابر لوگ ہوں گے۔ پھر میرے اہلبیت میں سے ایک آدمی ظاہر ہوگا جو زمین کو اس طرح عدل و انصاف سے بھر دے گا جس طرح وہ ظلم و جور سے بھری ہوئی ہے۔ پھر قحطانی کو حکم دیا جائے گا۔ اس ذات کی قسم جس نے مجھے حق کے ساتھ مبعوث کیا

ہے ۔ وہ اس سے کم نہ ہوگا اور ایک نسخہ میں ہے کہ وہ اس کو قوت دیں گے ۔ جس پر ہم نے ابن عباس کے کلام کو محمول کیا ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ اسے اس روایت پر محمول کیا جائے جو انہوں نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کی ہے ۔ کہ وہ امت ہرگز ہلاک نہ ہوگی جس کے آغاز میں میں ہوں اور عیسیٰ بن مریم اس کے آخر میں ہوں گے ۔ اور مہدی اس کے وسط میں ہوگا ۔

ابونعیم نے بیان کیا ہے کہ اس سے مراد مہدی عباسی ہوگا پھر میں نے بعض کو دیکھا ہے کہ وہ حدیث میں وسط سے مراد یہ لیتے ہیں کہ وہ امت ہرگز ہلاک نہ ہوگی جس کے آغاز میں میں ہوں اور اس کا مہدی وسط میں ہوگا اور مسیح بن مریم اس کے آخر میں ہوگا ۔ یعنی آخر سے قبل ۔

احمد اور باوردی نے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مہدی کے بارے میں تمہیں خوشخبری ہو کہ وہ قریش میں سے میری اولاد میں سے ہوگا ۔ وہ لوگوں میں اختلاف اور کمزوری کے وقت ظاہر ہوگا ۔ اور زمین کو جیسے کہ وہ ظلم و جور سے بھری ہوئی ہے عدل و انصاف سے بھر دے گا ۔ ساکنان زمین و آسمان اس سے راضی ہوں گے ۔ وہ مال کو صحیح طور پر برابر برابر تقسیم کرے گا ۔ اور امت محمدیہ کے دل کو تونگری سے بھر دے گا ۔ اس کا عدل سب پر حاوی ہوگا ۔ یہاں تک کہ وہ منادی کو حکم دے گا تو وہ منادی کرے گا کہ جس کو ضرورت ہو میرے پاس آئے ، تو سوائے ایک آدمی کے اور کوئی اس کے پاس نہ آئے گا وہ آکر اس سے سوال کریگا

خادم آؤ تاکہ میں تجھے دوں ۔ وہ اس کے پاس آکر کہے گا میں تیرے پاس مہدی کا پیغام بر بن کر آیا ہوں تاکہ تو مجھے مال دے وہ کہے گا دو ۔ وہ اُسے اتنا دے گا کہ وہ اُسے اٹھانے کی سکت نہ رکھے گا ۔ یہاں تک کہ وہ اتنا دے گا جتنا اٹھا سکتا ہوگا ۔ وہ اُسے لے کر چلا جائے گا ۔ اور کہے گا میں محمد کی امت سے سب سے زیادہ حریص تھا ۔ سب آدمیوں کو اس مال کی طرف بُلایا گیا اور میرے سوا سب نے اسے چھوڑ دیا اور وہ اسے لوٹا دے گا ۔ پس وہ کہے گا ہم جو چیز دے دیں اُسے قبول نہیں کیا کرتے وہ اس حالت میں چھ ، سات ، آٹھ یا نو سال رہے گا ۔ اس کے بعد دنیا میں کوئی بھلائی نہیں رہے گی ۔[1]

---

[1] عسکری کی پوشیدگی اور خاص شیعوں کے سامنے اس کا ظہور اس بات سے مناقض ہے جسے ابی عبداللہ الحسین سے بیان کیا گیا ہے کہ اُسے اولیاء کے سوا کوئی نہیں پہچانتا اور امام باقر سے اس کے ظہور اور پوشیدگی کے بارے میں جو بیان کیا گیا ہے وہ وہی ہے جو علمائے اہلسنّت نے مہدی کے بارے میں بیان کیا ہے ۔ کہ وہ طویل عرصہ تک غیب رہے گا اور دوسری روایت میں ہے کہ تھوڑا عرصہ غیب رہے گا اور طائف کے پہاڑوں میں چھپے گا پھر ظاہر ہوگا ۔ اور مکہ کے پہاڑوں میں چھپے گا وہ خاص شیعوں کے سامنے عسکری کے ظہور کو ظہور نہیں کہتے اور نہ ہی ذی طویٰ میں سرداب میں بقول ان کے اسکے ظہور کو مانتے ہیں ۔ اسکے ظہور کی علامات کا ذکر سیوطی اور برزنجی نے الاشاعتہ میں کیا ہے ۔ اسکی مدت حکومت میں روایات کا اختلاف پانچ سے چالیس سال تک ہے ۔ ابن حجر نے القول المختصر میں انکی تطبیق دی ہے ۔ کہ یہ سب صحیح ہیں ۔ اسکی حکومت متفاوت الظہور والقوۃ ہے ۔ اکثر اس کو کل مدت پر حمل کرتے ہیں اور اقل غائیتہ الظہور پر ۔

تنبیہ خروج مہدی کے لئے زیادہ واضح بات یہ ہے کہ اس کا ظہور نزول عیسیٰ علیہ السلام سے قبل ہوگا اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ بعد میں ہوگا۔ ابوالحسین الآجری کہتے ہیں کہ متواتر اخبار اور کثرت رواۃ سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے خروج کے متعلق یہی بات مستفاض ہے کہ وہ آپ کے اہل بیت سے ہوگا۔ اور وہ زمین کو عدل وانصاف سے بھر دے گا۔ اور عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ اس کا خروج ہوگا اور ارض فلسطین میں باب لد پر دجال کے قتل میں اس کی مدد کرے گا۔ اور یہ کہ وہ اس امت کی امامت کرے گا اور عیسیٰ علیہ السلام اس کے پیچھے نماز پڑھیں گے اور اس کے متعلق یہ جو بیان کیا گیا ہے کہ مہدی عیسیٰ علیہ السلام کو نماز پڑھائے گا۔ جیسا کہ آپ کو معلوم ہے۔ اس بات پر بہت سی احادیث دلالت کرتی ہیں اور سعد الدین تفتازانی نے جس کو صحیح قرار دیا ہے۔ وہ یہ ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام مہدی کے امام ہوں گے۔ کیونکہ وہ افضل ہیں۔ پس ان کی امامت اولیٰ ہے۔ ان کی اس تعلیل کا کوئی شاہد نہیں۔ کیونکہ مہدی کا عیسیٰ علیہ السلام کی امامت کرانے سے یہ مقصد ہے کہ اس بات کا اظہار ہو کہ وہ ہمارے نبی کے تابع اور ان کی شریعت کے مطابق فیصلے کرنے والے بن کر نازل ہوئے ہیں اور وہ اپنی شریعت کے کسی حکم پر عمل نہیں کریں گے۔ اور باوجود افضل ہونے کے اس امام کی اقتدا کرنے سے جس بات کا اظہار واشتہار مطلوب ہے وہ کسی سے مخفی نہیں۔ ان میں یوں تطبیق بھی دی جا سکتی ہے کہ اس غرض کے اظہار کے لئے پہلے عیسیٰ

علیہ السلام مہدی کی اقتدا کریں گے۔ اس کے بعد مہدی اصل قاعدہ کے مطابق ان کی اقتدا کریں گے۔ یعنی مفضول، فاضل کی اقتدا کریگا اس طرح دونوں اقوال میں تطبیق ہو جاتی ہے۔

سنن ابوداؤد میں روایت ہے کہ مہدی حضرت حسن کی اولاد سے ہوگا۔ اور اس میں راز کی بات یہ ہے کہ حضرت حسن نے خدا کی خاطر امت پر شفقت کرتے ہوئے خلافت کو چھوڑا۔ اس لیئے اللہ تعالیٰ نے شدید ضرورت کے وقت آپ کی اولاد میں سے قائم بالخلافتہ کو مقرر فرما دیا۔ تاکہ وہ زمین کو عدل و انصاف سے بھر دے۔

امام مہدی کے متعلق یہ جو آیا ہے کہ وہ حضرت حسین کی اولاد سے ہوگا۔ یہ روایت نہایت کمزور ہے اور پھر اس میں رافضیوں کے لیئے کوئی حجت نہیں۔ کہ مہدی امام ابوالقاسم محمد الحجتہ بن الحسن العسکری آنے والے آئمہ میں سے بارہویں امام ہیں جیسا کہ امامیہ کا اعتقاد ہے۔

ان کی تردید میں یہ بات بھی ہے کہ صحیح روایت میں ہے کہ امام مہدی کے باپ کا نام حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے باپ کے موافق ہوگا اور محمد الحجتہ کے باپ کا نام اس سے موافقت نہیں رکھتا اس طرح حضرت علی کا یہ قول بھی اسے رد کرتا ہے کہ مہدی کا مولد مدینہ ہوگا اور محمد الحجتہ کی پیدائش سر من رای میں ۲۵۵ھ میں ہوئی اور بعض نے جہالت و ہلاکت سے یہ خیال کر لیا ہے کہ یہ روایت کہ وہ حضرت حسن کی اولاد سے ہوگا اور اس کے باپ کا نام میرے باپ کے نام کی طرح ہوگا یہ سب وہم ہے اور اس کا یہ خیال کہ امت کا اس بات پر اجماع ہے کہ وہ حضرت حسین کی اولاد سے ہوگا۔ کہاں رواۃ کا وہم اور محض

ظن و تخمین اور حسد سے اس پر اجماع کی نقل اور رافضیوں میں سے جو لوگ اس بات کے قائل ہیں کہ محمد الحجۃ ہی مھدی ہے وہ کہتے ہیں کہ اس کے باپ نے اس کے سوا کسی کو جانشین نہیں بنایا۔ وہ پانچ سال کی عمر میں فوت ہو گیا اس عمر میں اللہ نے اس کو اس طرح حکمت دی جیسے یحییٰ علیہ السلام کو بچپن میں دی تھی اور اُسے طفولیت ہی میں۔ عیسیٰ علیہ السلام کی طرح امام بنا دیا۔ اسی طرح اس کا باپ سر من رای میں فوت ہو گیا اور وہ مدینہ میں روپوش ہو گیا۔ اس کی دو غیبتیں ہیں۔ ایک غیبت صغریٰ جو پیدائش سے لیکر شیعوں اور اس کے درمیان سفارت کے منقطع ہونے تک ہے۔ اور دوسری غیبت کبریٰ ہے۔ جس کے آخر میں وہ کھڑا ہو گا۔ وہ جمعہ کے روز ۲۹۶ھ میں غائب ہوا تھا اور نہیں معلوم وہ اپنی جان کے خوف سے کہاں چلا گیا اور غائب ہو گیا۔

ابن خلکان کہتے ہیں کہ شیعہ حضرات کی ان کے بارے میں یہ رائے ہے کہ صاحب سرداب ہی منتظر اور قائم مھدی ہیں۔ اس سلسلے میں ان کے بہت اقوال ہیں اور وہ آخری زمانہ میں سرداب سے سر من رای سے اس کے خروج کے منتظر ہیں وہ اپنے باپ کے گھر میں ۲۶۵ھ میں داخل ہوئے اور ان کی ماں ان کی طرف دیکھ رہی تھی۔ اس وقت ان کی عمر نو سال تھی۔ مگر وہ ماں کے پاس واپس نہیں آئے۔ یہ بھی کہا گیا ہے۔ کہ داخل ہونے کے وقت ان کی عمر چار سال تھی۔ اور سترہ سال بھی ان کی عمر بتائی گئی ہے۔ یہ سب روایات کا خلاصہ بیان کیا گیا ہے۔

بہت سے لوگوں کا خیال ہے کہ عسکری کا کوئی بیٹا نہیں

تھا۔ جب وہ فوت ہوئے تو ان کے ترکہ کا مطالبہ ان کے بھائی جعفر نے کیا ان کے بھائی کا مطالبہ کرنا اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ ان کے بھائی کا کوئی بیٹا نہ تھا۔ وگرنہ وہ مطالبہ نہ کرتے۔

سبکی نے جمہور رافضہ سے بیان کیا ہے کہ وہ اس بات کے قائل ہیں کہ عسکری کا کوئی عقب نہیں۔ اور نہ ہی انہوں نے ان کا کوئی بیٹا ثابت کیا ہے۔ اگرچہ ایک قوم نے ان کا بیٹا ثابت کرنے میں تعصب سے کام لیا ہے۔ اور یہ کہ ان کے بھائی جعفر نے ان کی میراث لی تھی۔ اس جعفر کو شیعوں کے ایک فرقہ نے گمراہ قرار دیا ہے۔ اور اپنے بھائی کی میراث کے ادعا میں اسے جھوٹا کہا ہے۔ اور ایک فرقہ نے اس کی وجہ سے اس کی امامت ثابت کی ہے اور اس کی اتباع کی ہے۔ حاصل کلام یہ کہ عسکری کی وفات کے بعد انہوں نے منتظر کے بارے میں اختلاف کیا اور بیس فرقے بن گئے۔ اور امامیہ کے سوا جمہور اس بات کے قائل ہیں کہ مہدی ابن الحجۃ کے علاوہ کوئی دوسرا شخص ہے۔ جبکہ ایک شخص کا اتنی لمبی مدت تک غائب رہنا خارق عادت واقعات میں سے ہے۔ اگر وہ مہدی ہوتا تو حضور علیہ السلام اس کے وصف کو ضرور فرماتے۔ مگر آپ نے اس وصف کے بغیر دوسرے اوصاف کو بیان فرمایا ہے۔ جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے۔

پھر شریعت مطہرہ کا یہ فیصلہ بھی ہے کہ صغیر کی ولایت درست نہیں ہوتی۔ پس ان احمق اور غافل لوگوں کے لئے یہ کیسے جائز ہو گیا کہ وہ اس شخص کو امام خیال کریں جس کی عمر پانچ سال

ہے اور اسے بچپن میں ہی حکمت عطا کی گئی ہے۔ حالانکہ حضور علیہ السلام اس کے متعلق خبر دے رہے ہیں۔ یہ تو شریعت غرّا کے خلاف جرأت و ہلاکت کی بات ہے۔ بعض اہلبیت کا کہنا ہے کہ کاش مجھے معلوم ہوتا کہ کس نے انہیں اس کی خبر دی ہے اور اس کا طریق کیا ہے۔ ان کا گھوڑوں کے ساتھ سرداب پر کھڑے ہونا اور چیخ چیخ کر پکارنا کہ امام صاحب باہر آؤ۔ عقلمندوں کے نزدیک ایک تمسخر بن گیا ہے۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے۔

سرداب کے لئے ابھی وقت نہیں آیا کہ اس شخص کو
جنے جسے تم اپنی جہالت سے پکارتے ہو۔ تمہاری عقل
قابل معافی ہے کیونکہ تم نے عنقا اور غول بیابانی کا تیسرا
بنا دیا ہے۔ یعنی تم نے ایک تیسری موہوم چیز بنا
دی ہے۔

شیعوں میں سے ایک فرقے کا خیال ہے کہ ابوالقاسم محمد بن علی بن عمر بن الحسین امام مہدی ہیں معتصم نے انہیں قید کیا تو ان کے شیعہ نقب لگا کر انہیں نکال کر لے گئے۔ پھر ان کے متعلق کوئی خبر معلوم نہیں ہو سکی۔ ایک فرقہ محمد بن حنفیہ کو امام مہدی خیال کرتا ہے۔ کہتے ہیں یہ اپنے بھائیوں سبطین کے بعد گم ہو گئے تھے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ ان سے پہلے گم ہو گئے تھے۔ اور وہ رضوی کے پہاڑ میں زندہ ہیں۔ لیکن رافضی اہلبیت میں سے زید بن علی بن الحسین کو مہدی شمار نہیں کرتے۔ حالانکہ وہ تابعین کے تیسرے طبقہ میں جلیل القدر امام ہیں۔ کوفہ کے بہت سے لوگوں نے آپ کی بیعت کی۔ رافضیوں

نے ان سے مطالبہ کیا ہے کہ وہ شیخین سے اظہار برأت کریں۔ تب وہ ان کی مدد کریں گے۔ انہوں نے جواب دیا۔ میں تو ان سے محبت رکھتا ہوں۔ انہوں نے کہا پھر تو ہم آپ کو چھوڑ دیں گے آپ نے فرمایا، جاؤ تم رافضی ہو۔ اس وقت سے ان کا نام رافضی پڑ گیا ہے۔ آپ کے جملہ پیروکاروں کی تعداد پندرہ ہزار تھی۔ جب یہ لوگ بیعت کر رہے تھے تو آپکو بنو عباس میں سے کسی نے کہا اے میرے چچا کے بیٹے یہ لوگ آپ کو دھوکہ نہ دے دیں۔ آپ کے اہلبیت میں ہی آپ کے لئے کافی سامان عبرت موجود ہے کہ ان لوگوں نے انہیں بے یار و مددگار چھوڑ دیا تھا۔ جب آپ نے خروج کا ارادہ کیا تو آپ کے مبایعین میں سے ایک جماعت الگ ہو گئی اور آپ کے چچازاد بھائی باقر کے بیٹے جعفر صادق کو امام کہنے لگے۔ آپ کے ساتھ صرف ۲۲۰ آدمی رہ گئے۔ حجاج نے ایک لشکر کے ساتھ آکر زید کو شکست دی۔ آپ کی پیشانی پر تیر لگا جس سے آپ فوت ہو گئے۔ آپ کو نہر کی زمین میں دفن کر کے اوپر سے پانی چھوڑ دیا گیا۔ پھر حجاج کو پتہ چلا تو اس نے آپ کی قبر اکھاڑی اور آپ کے سر کو ہشام بن عبدالملک کے پاس بھیجا اور آپ کے جسم کو ۱۲۱ھ یا ۱۲۲ھ میں صلیب پر لٹکا دیا۔ آپ ہشام کی وفات تک صلیب پر لٹکے رہے۔ جب ولید خلیفہ بنا تو اس نے آپ کے جسم کو دفن کروا دیا۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس نے اپنے عامل کو لکھا کہ جلد اہل عراق کی طرف جاؤ اور ان کی لاش کو جلاؤ اور ان کی راکھ کو سمندر میں اچھی طرح اڑا دو تو اس نے ایسا ہی کیا۔ لوگوں کو حضرت

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس تنے کے ساتھ ٹیک لگائے ہوئے نظر آئے ۔جس پر آپ کو صلیب دیا گیا ۔ آپ لوگوں سے فرما رہے تھے وہ میرے بیٹے کے ساتھ اس طرح سلوک کرتے ہیں ۔ اور کئی لوگوں نے بیان کیا ہے کہ آپ کو عریاں حالت میں صلیب دیا گیا ۔ تو اسی دن ایک مکڑی نے آپ کے پردہ کے مقام پر جالا تن دیا ۔ ایسے ہی انہوں نے اسحاق بن جعفر صادق کو بھی ان کی جلالت شان کے باوجود مہدی شمار نہیں کیا ۔ یہاں تک کہ سفیان بن عیینہ انکے بارے میں کہا کرتا تھا ۔

حدثنی الثقۃ الرضی ۔ کہ مجھ سے ثقہ رضی نے بیان کیا ہے

شیعوں کا ایک فرقہ انہیں امام مانتا ہے ۔ پھر یہ رافضیوں کا عجیب تناقض ہے کہ انہوں نے زید اور اسحاق کی جلالت شان کے باوجود ان کے لئے امامت کا ادعا نہیں کیا اور زید نے امامت کا دعویٰ کیا ۔ اور ان کے اصولوں میں یہ بات بھی ہے کہ اہلبیت میں سے جو امامت کا دعویٰ کرے اور ایسے خوارق ظاہر کرے جو اس کے صدق پر دلالت کرتے ہوں تو امامت اس کے لئے ثابت ہو جاتی ہے ۔ اور وہ محمد الحجتہ کے لئے امامت کا ادعاء کرتے ہیں حالانکہ اس نے خود امامت کا دعویٰ نہیں کیا ۔ اور نہ ہی چھوٹی عمر میں اپنے باپ سے غائب ہو جانے کی وجہ سے اس دعویٰ کا اظہار کیا ہے ۔ جیسا کہ ان کا خیال ہے ۔ اور اس کا اس طرح چھپ جانا کہ اُسے چند ایک آدمیوں کے سوا کوئی دیکھ ہی نہ سکے ۔ رؤیت کے متعلق یہ بھی ان کا خیال ہی ہے ۔ اور دوسروں نے اس بارے میں ان کی تکذیب

کی ہے اور کہا ہے کہ سرے سے اس کا وجود ہی ثابت نہیں ۔ جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے ۔ پس محض امکان سے ان کے لئے یہ بات کیسے ثابت کی جا سکتی ہے ۔ عقائد کے باب میں عاقل کے لئے یہی کچھ کافی ہے ۔ پھر اس شخص کی امامت ثابت کرنے کا فائدہ کیا ہے جو اپنا بوجھ اٹھانے سے بھی عاجز ہے ۔ پھر یہ ثابت کرنے کا کون سا طریق ہے کہ جن ائمہ کا ذکر کیا گیا ہے ان میں سے ہر ایک نے امامت یعنی ولایت خلق کا دعویٰ کیا ہے اور اس پہ خوارق بھی دکھائے ہیں ۔ حالانکہ ان کے ثابت شدہ کلمات کو سرسری طور پر دیکھنے سے پتہ چل جاتا ہے کہ وہ اس بات کے مدعی نہ تھے بلکہ باوجود اہلیت کے اس سے دور رہتے تھے ۔ یہ بات اہل بیت کے بعض ان لوگوں نے بیان کی ہے جن کے دلوں کو اللہ تعالےٰ نے زیغ وضلال سے پاک اور انکی عقل کو حماقت اور انکی آراء کو تناقض سے منزہ کیا ہے کیونکہ انہوں نے واضح برہان اور صحیح استدلال سے تمسک کیا ہے اور ان کی زبانی کو بہتان اور جھوٹ سے پاک کیا ہے ۔ جو لوگ ان کے لئے اس قسم کی باتیں ثابت کرتے ہیں ان کے لئے ہلاکت اور عذاب ہے ۔

۱۳ ۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے ۔

وعلی الاعراف رجال ۔ اعراف پر کچھ لوگ ہوں گے جو سب
یعرفون کلاً بسیماھم ۔ کو ان کے چہروں سے پہچان لیں گے ۔

ثعلبی نے اس آیت کی تفسیر میں حضرت ابن عباس سے بیان کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ اعراف پل صراط پر ایک بلند جگہ ہے

جہاں حضرت عباس، حضرت علی بن ابیطالب اور حضرت جعفر طیار کھڑے ہو کر اپنے محبوں کو سفید رُو اور بُغض رکھنے والوں کو سیاہ رو ہونے کی وجہ سے پہچان لیں گے۔

دیلمی اور اس کے بیٹے نے اکٹھے یہ روایت بلا اسناد بیان کی ہے کہ حضرت علی کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اے اللہ جو مجھ سے بغض رکھتا ہے اُسے اور میرے اہلبیت کو مال و عیال کی کثرت عطا کر۔ اور کثرت مال کی وجہ سے ان کے حساب کا لمبا ہونا ہی ان کے لئے کافی ہو گا اور کثرت عیال سے ان کے شیاطین بھی کثرت سے ہوں گے۔ ان پر بد دُعا کرنے میں حکمت یہ ہے کہ آپ اور آپ کے اہلبیت کے بُغض پر آمادہ کرنے والی چیز حُبِ دنیا کے سوا کوئی اور نہیں۔ کیونکہ مال و اولاد کی محبت ان کی جبلت میں ہے۔ اس لئے حضور علیہ السلام نے اپنی نعمت کے سبب کے ساتھ ان کے لئے بد دعا کی۔ پس یہ ان لوگوں پر ناراضگی کے باعث ہے۔ جنہوں نے کفران نعمت کر کے آپ کے سامنے دنیا کو ترجیح دی۔ اس کے برخلاف آپ نے حضرت انس کے لئے اسی کثرت کی دعا کی ہے اور اس سے مقصد یہ ہے کہ یہ بات ان پر ایک احسان ہو۔ تاکہ وہ ان نافع امور دنیوی و آخروی تک کو پہنچ سکیں جو اس پر مرتب کئے گئے ہیں۔

۱۴:۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

قل لا اسئلکم علیہ اجراً الا المودۃ فی القربیٰ ومن — اے نبی اعلان کر دو کہ میں اس پر تم سے سوائے قریبیوں کی محبت

یقترف حسنۃ نزدلہٗ	کے اور کسی اجر کا مطالبہ نہیں کرتا اور
فیھا حسنا الی قولہ وھو	جو نیکی کرتا ہے ہم اس کے لئے اس
الذی یقبل التوبۃ عن	میں حسن کو زیادہ کر دیتے ہیں ۔ وہ
عبادہ ویعفوا السیات	بندوں کی توبہ قبول فرماتا ہے اور
ویعلم ما یفعلون ۔	برائیوں کو معاف فرما دیتا ہے ۔ اور
	جو وہ کرتے ہیں اُسے جانتا ہے ۔

یاد رہے یہ آیت کچھ مقاصد اور توابع پر مشتمل ہے

مقصد اوّل

اس کی تفسیر میں احمد، طبرانی ، ابن ابی حاتم اور حاکم نے حضرت ابن عباس سے بیان کیا ہے کہ جب اس آیت کا نزول ہوا تو صحابہ نے دریافت کیا یا رسول اللہ آپ کے وہ کون سے قرابتدار ہیں ۔ جن سے محبت کرنا ہم پر واجب ہے ۔ فرمایا علی فاطمہ اور ان کے دونوں بیٹے ۔ اس حدیث کی سند میں ایک غالی شیعہ بھی ہے ۔ لیکن وہ راستگو ہے ۔

ابوالشیخ وغیرہ نے حضرت علی سے روایت کی ہے کہ ہم میں آلِ حٰم ایک نشان ہے ۔ ہر مومن ہماری محبت کا محافظ ہے پھر یہ آیت پڑھی قل لا اسئلکم علیہ اجراً الا المودۃ فی القربیٰ ۔

بزار اور طبرانی نے حضرت حسن سے ایسے طرق سے بیان کیا ہے جن میں بعض حسن ہیں ۔ کہ آپ نے ایک خطبہ میں فرمایا ۔ جو مجھے جانتا ہے وہ مجھے جانتا ہے ۔ اور جو مجھے نہیں جانتا وہ جان لے کہ میں حسن بن محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہوں پھر یہ آیت پڑھی واتبعت ملۃ

آبائی ابراھیم الایۃ ۔ پھر فرمایا میں بشیر کا بیٹا ہوں میں نذیر کا بیٹا ہوں پھر فرمایا میں ان اہلبیت میں سے ہوں جن سے محبت اور دوستی کرنا اللہ تعالیٰ نے فرض قرار دیا ہے اور فرمایا قل لا اسئلکم علیہ اجراً الا المودۃ فی القربیٰ کن لوگوں کے بارے میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی ہے ۔

ایک روایت میں ہے کہ جن لوگوں کی محبت کو اللہ تعالےٰ نے فرض قرار دیا ہے ان کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی ہے لا اسئلکم علیہ اجراً الاّ المودۃ فی القربیٰ ومن یقترف حسنۃ نزدلہ فیھا حسنا ۔ نیکیوں کے بجا لانے سے مراد ہم اہل بیت کی محبت ہے ۔

طبرانی نے زین العابدین سے بیان کیا ہے کہ جب انہیں حضرت امام حسین کی شہادت کے بعد قیدی بنا کر لایا گیا اور دمشق میں ایک سٹیج پر آپ کو کھڑا کیا تو اہل شام کے ایک جفاکار نے کہا اس خدا کا شکر ہے جس نے تمہیں قتل کیا اور تمہاری جڑ اکھیڑی اور فتنے کے سینگ کو کاٹا ۔ آپ نے اُسے فرمایا کیا تو نے یہ نہیں پڑھا قل لا اسئلکم علیہ اجراً الا المودۃ فی القربیٰ ۔ اس نے کہا آپ وہ لوگ ہیں آپ نے جواب دیا ہاں شیخ شمس الدین ابن العربی رحمۃ اللہ نے فرمایا ہے ۔

میں نے دور والوں کے علی الرغم آل طٰہٰ کی محبت کو فرض سمجھا ہے ۔ جس سے مجھے قرب ملتا ہے ۔ حضور علیہ السلام نے اپنی تبلیغ کے ذریعہ ہدایت پانے پر سوائے قرابتداروں کی محبت کے

اور کوئی اجر طلب نہیں کیا۔

احمد نے حضرت ابن عباس سے ومن یقترف حسنة نزدلہ فیھا حسنا کے متعلق بیان کیا ہے کہ اس سے مراد محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آل سے محبت کرنا ہے اور ثعلبی اور بغوی نے ان سے نقل کیا ہے کہ جب آیت لا اسئلکم علیہ اجراً الا المودة فی القربی نازل ہوئی تو لوگوں نے اپنے دل میں کہا کہ آپ اپنے بعد اپنے قرابتداروں سے ہمیں محبت کرنے کی ترغیب دے رہے ہیں تو جبرئیل نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بتایا کہ انہوں نے آپ پر تہمت لگائی ہے تو اللہ تعالےٰ نے یہ آیت اتاری کہ

ام یقولون افتریٰ علی اللہ کذبا الآیة یہ لوگ اللہ پر جھوٹا افترا کر رہے ہیں

تو لوگوں نے کہا یا رسول اللہ آپ سچے ہیں۔ تو یہ آیت نازل ہوئی وھو الذی یقبل التوبة عن عبادہ

قرطبی وسدی نے نقل کیا ہے کہ انہوں نے اللہ تعالےٰ کے قول ان اللہ لغفور شکور کے بارے میں کہا ہے کہ وہ آل محمد کے گناہوں کو بخشنے والا اور ان کی نیکیوں کا قدر دان ہے

ابن عباس نے آیت کے لفظ القربیٰ کو عموم پر حمل کیا ہے بخاری وغیرہ میں ان سے بیان کیا گیا ہے کہ جب ابن جبیر نے القربیٰ کی تفسیر آل محمد سے کی تو آپ نے انہیں کہا تو نے تفسیر میں جلدی کی ہے قریش کے تمام بطون میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قرابتداری ہے آپ نے فرمایا ہے کہ میرے اور تمہارے درمیان جو قرابت ہے اس

میں صلہ رحمی کرو۔ اور انہی کی ایک روایت میں ہے کہ میں جس چیز کی تمہیں دعوت دے رہا ہوں۔ اس پر میں آپ لوگوں سے صرف اس قرابت سے محبت کا خواہاں ہوں جو میرے اور تمہارے درمیان ہے اور تم اس بارے میں میرا لحاظ کرو۔

انہی کی ایک دوسری روایت میں ہے کہ جب لوگوں نے آپ کی بیعت سے انکار کیا تو حضور علیہ السلام نے فرمایا اے لوگو جب تم میری بیعت سے انکاری ہو تو میری قرابت کا لحاظ رکھو اور مجھے ایذا نہ دو عکرمہؓ نے اس بارے میں آپ کی متابعت میں کہا ہے کہ قریش جاہلیت میں صلہ رحمی کیا کرتے تھے۔ جب حضور علیہ السلام نے انہیں اللہ کی طرف دعوت دی تو انھوں نے آپ کی مخالفت کی اور آپ کا مقاطعہ کر دیا تو آپ نے انہیں صلہ رحمی کا حکم دیا اور فرمایا اگر تم اس پیغام کا لحاظ نہیں کرتے جو میں لایا ہوں تو میری اور اپنی قرابت کا لحاظ کرو۔ قتادہ، سدی عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم وغیرہم نے بھی اسی بات کو اختیار کیا ہے اور اس کی تائید اس بات سے ہوتی ہے کہ یہ سورۃ مکی ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ یہ اس وقت مدینہ میں نازل ہوئی جب انصار نے حضرت ابن عباس پر فخر کا اظہار کیا اور ان کا بٹیا کمزور تھا۔ اس کی صحت کو فرض کرتے ہوئے یہ دو دفعہ نازل ہوئی۔ اس کے باوصف یہ سب بیان قربیٰ کی اس تخصیص کے منافی نہیں جو آل سے کی گئی ہے۔ کیونکہ جن لوگوں نے یہ مفہوم لیا ہے جیسے ابن جبیر ہیں انہوں نے قرابتداروں کے اخص افراد پر ہی بس کی ہے۔ اور باقیماندہ افراد سے ان کے لحاظ کی تاکید کی ہے۔ اور ان پر بس

کرنے سے یہ امر مستفاد ہوتا ہے کہ آپ نے اپنی محبت اور اپنے لحاظ کا بدرجہ اولیٰ مطالبہ کیا ہے۔ اس لئے کہ جب آپ نے اپنی وجہ سے ان کے لحاظ کا مطالبہ کیا ہے تو خود آپ کا لحاظ کرنا اولیٰ ہوا۔ اس لئے ابن جبیر کی طرف خطا کو منسوب نہیں کیا گیا۔ بلکہ عجلت قرار دیا گیا ہے۔ یعنی اس بات پر غور کرو کہ آیت سے عموم مراد ہے۔ اور ان میں سے اہم پہلے ہوگا۔ اور بالذات حضور علیہ السلام کی محبت مراد ہوگی۔

ابن عباس اور ابن جبیر کی تفسیر میں عدم تضاد کی تائید اس بات سے بھی ہوتی ہے کہ ابن جبیر اس آیت کی تفسیر کبھی اس طرح کرتے تھے اور کبھی اس طرح۔ پس ہر ایک کی صحت نیت کو سمجھو بلکہ ابن عباس نے ایسی تفسیر کی ہے جو ابن جبیر کے موافق ہے اور وہ آپ کا اس حدیث کو روایت کرنا ہے۔ جس کے متعلق ہم نے بتایا ہے کہ اس کی سند میں ایک غالی شیعہ ہے اور یہ بھی اس آیت کی تفسیر کے منافی نہیں۔ کیونکہ اس سے مراد خدا تعالیٰ سے محبت کرنا ہے۔

اسے حضرت ابن عباس کے علاوہ کئی آدمیوں نے مرفوعاً بیان کیا ہے کہ میں جو تمہارے پاس ہدایت اور بیّنات لایا ہوں۔ اس پر کسی اجر کا مطالبہ نہیں کرتا صرف اس بات کا خواہاں ہوں کہ آپ اللہ تعالیٰ سے محبت کریں۔ اور اس کی اطاعت سے اس کا قرب چاہیں۔ اور اس میں عدم منافات کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی محبت اور اس کے قرب میں اس کے رسول اور اس کے اہلبیت کی محبت شامل ہے۔ اور لفظ کے کسی معنی کا بیان جو اس کے مخالف نہ ہو اس کے منافی نہیں ہوتا

بلکہ جس طرف وہ اشارہ کر رہا ہوتا ہے اس سے زائد مفہوم مراد ہوتا ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ آیت منسوخ ہے کیونکہ یہ مکہ میں نازل ہوئی اور مشرک آپ کو ایذا دیتے تھے۔ انہیں آپ سے محبت اور صلہ رحمی کا حکم دیا گیا۔ اور جب آپ نے مدینہ کی طرف ہجرت کی اور انصار نے آپ کو پناہ دی اور آپ کی مدد کی تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنے انبیاء بھائیوں سے ملا دیا اور یہ آیت نازل فرمائی قل ما سئالتکم من اجر فھو لکم ان اجری الا علی اللہ۔ مگر بغوی نے اسے رد کرتے ہوئے کہا کہ حضور علیہ السلام سے محبت کرنا اور آپ کی ایذا دہی سے رُکنا اور آپ کے اقارب سے محبت رکھنا اور اطاعت اور عمل صالح سے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنا فرائض دین میں سے ہے۔ جو ہمیشہ باقی رہنے والی بات ہے۔ پس اس بات پر دلالت کرنے والی آیت کے نسخ کا ادعا جائز نہیں۔ کیونکہ وہ جس حکم پر دلالت کر رہی ہے وہ ہمیشہ باقی رہنے والا ہے۔ پس اس کے رفع و نسخ کا ادعا کیسے کیا جا سکتا ہے۔ اور الا المودۃ میں استثنا منقطع ہے۔ یعنی میں تمہیں یاد دلاتا ہوں کہ تم میری اور اپنی قرابت سے محبت کرو یہ ادائیگی رسالت کے مقابلہ میں اجر نہیں۔ یہاں تک کہ یہ آیت اس مذکورہ آیت کے منافی ہو گی۔ جس سے انہوں نے نسخ کا استدلال کیا ہے۔ اور ثعلبی نے ایسے لوگوں کے رد میں بڑے مبالغہ سے کام لیتے ہوئے کہا ہے۔ کہ جن لوگوں نے یہ بات کہی ہے کہ اللہ کی اطاعت سے اس کا قرب حاصل کرنا اور اس کے نبی اور اس کے اہلبیت کی محبت چاہنا منسوخ ہے۔ یہ قول ہی قباحت کے لحاظ سے کافی ہے اور یہ دعویٰ صحیح ہے کہ یہ الملاء کی بیان کردہ حدیث سے

منفصل ہے۔ جس کو اس نے اپنی سیرت میں بیان کیا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے تم سے میرا اجر میرے قرابتداروں کی محبت میں رکھا ہے اور میں کل تم سے اس بارے میں پوچھوں گا۔ پس اس صورت میں اس کا نام اجر بطور مجاز ہوگا۔

مقصد دوم

یہ آیت اپنے اندر یہ مفہوم بھی لئے ہوئے ہے کہ جو شخص آپ کی آل کی محبت طلب کرے گا۔ یہ بات اس کے کمال ایمان میں سے ہوگی۔

ہم اس مقصد کو ایک اور آیت سے شروع کرتے ہیں پھر اس بارے میں وارد شدہ احادیث کا ذکر کریں گے۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے

ان الذین امنوا وعملوا الصلحٰت سیجعل لہم الرحمٰن ودًّا

یقیناً جو لوگ ایمان لائے اور اعمال صالحہ بجالائے خدائے رحمٰن ان کیلئے محبت پیدا کردے گا۔

حافظ سلفی نے محمد بن حنفیہ سے بیان کیا ہے کہ انہوں نے اس آیت کی تفسیر میں کہا ہے کہ ہر مومن کے دل میں علی اور ان کے اہلبیت کی محبت ہوگی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح روایت ہے، کہ آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ سے اسلئے محبت رکھو کہ وہ تم کو اپنی نعمتیں کھانے کیلئے دیتا ہے اور مجھ سے اللہ تعالیٰ کی محبت کی وجہ سے محبت رکھو اور میرے اہلبیت سے میری محبت کی وجہ سے محبت رکھو

ابن جوزی نے العلل المتناہیۃ میں اس کے لئے وہم کا ذکر کیا ہے۔ بیہقی، ابو الشیخ اور الدیلمی نے بیان کیا ہے کہ حضور

علیہ السلام نے بیان فرمایا ہے کہ کوئی بندہ اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک میں اور میری اولاد اُسے اس کی جان سے زیادہ محبوب نہ ہو جائیں اور میرے اہل اُسے اپنے اہل سے اور میری ذات اُسے اپنی ذات سے زیادہ محبوب نہ ہو جائے۔

الدیلمی نے بیان کیا ہے کہ حضور علیہ السلام نے بیان فرمایا ہے کہ اپنی اولاد کو تین باتوں کا ادب سکھاؤ۔ اپنے نبی کی محبت کا، اس کے اہلبیت کی محبت کا اور قرآن پاک کی قرآت کی محبت کا،

صحیح روایت میں ہے کہ حضرت عباس نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس شکایت کی کہ جب وہ قریش سے ملتے ہیں تو انہیں ان کے چہروں کی تیوریوں اور قطع کلامی سے بڑی تکلیف ہوتی ہے۔ حضور علیہ السلام نے جب یہ بات سُنی تو شدید غصے سے آپ کا چہرہ سرخ ہو گیا اور آپ کی آنکھوں کے درمیان پسینہ آ گیا۔ آپ نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے کسی آدمی کے دل میں ایمان داخل ہی نہیں ہو سکتا۔ جب تک وہ تم سے اللہ اور اس کے رسول کیلئے محبت نہ رکھے اور اسی طرح ایک صحیح روایت میں ہے کہ ان لوگوں کا کیا حال ہوگا۔ جب وہ میرے اہلبیت میں سے کسی آدمی کو دیکھتے ہیں۔ تو اپنی باتوں کو بند کر دیتے ہیں۔ خدا کی قسم کسی آدمی کے دل میں اس وقت تک ایمان داخل نہیں ہو سکتا۔ جب تک وہ ان سے اللہ کیلئے اور ان سے میری قرابت کی وجہ محبت نہ رکھے۔

ایک روایت میں ہے کہ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ

ہیں میری جان ہے کہ وہ ایمان کے بغیر جنت میں داخل نہ ہونگے۔ اور وہ اس وقت تک ایمان نہیں لا سکتے۔ جب تک تم سے اللہ اور اس کے رسول کی خاطر محبت نہ رکھیں۔ کیا تم میری شفاعت کی امید رکھتے ہو اور بنو عبد المطلب اس کی امید نہیں رکھتے۔

ایک دوسری روایت میں ہے کہ وہ ہرگز کسی بھلائی کو نہ پاسکیں گے۔ جب تک تم سے اللہ اور میری قرابت کی وجہ سے محبت نہ رکھیں۔

ایک اور روایت میں ہے کہ تم میں سے کوئی مومن نہیں ہوسکتا۔ جب تک وہ تم سے میری محبت کی وجہ سے محبت نہ رکھے۔ کیا تم میری شفاعت سے جنت میں داخل ہونے کی امید رکھتے ہو۔ اور بنو عبد المطلب اس کی امید نہیں رکھتے۔ اس حدیث کے اور بھی بہت سے طرق باقی ہیں۔

ابولہب کی بیٹی مہاجرہ بن کر مدینہ آئی۔ اسے کہا گیا کہ تیری ہجرت تجھے کوئی فائدہ نہ دے گی۔ کیونکہ تو اس شخص کی بیٹی ہے جو آگ کا ایندھن ہے۔ اس نے اس بات کا تذکرہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا تو آپ کو بہت غصہ آیا۔ پھر آپ نے منبر پر کھڑے ہو کر فرمایا ان لوگوں کا کیا حال ہوگا جو میرے نسب اور میرے رشتہ داروں کے متعلق مجھے تکلیف دیتے ہیں۔ سنو جس نے مجھے میرے نسب اور میرے رشتہ داروں کو ایذا دی اس نے مجھے ایذا دی اور جس نے مجھے ایذا دی اس نے اللہ تعالیٰ کو ایذا دی۔ اسے ابن ابی عاصم، طبرانی، ابن مندہ اور بیہقی نے متقارب الفاظ سے

بیان کیا ہے ۔ ایک روایت میں اس عورت کا نام درۃ اور دوسری میں سبیعتہ آیا ہے ۔ یا تو یہ ایک عورت کے دو نام ہیں یا ایک لقب اور دوسرا نام ہے یا یہ دو عورتوں کے نام ہیں ۔ اور یہ قصہ دونوں عورتوں کا ہے ۔

عمرو الاسلمی جو اصحاب حدیبیہ میں سے تھا ۔ حضرت علی کے ساتھ یمن کی طرف گیا تو اس نے آپ کی طرف سے سخت گیری کو دیکھا اس نے مدینہ میں آکر اپنی تکلیف کی تشہیر کی تو حضور علیہ السلام نے اُسے فرمایا تو نے مجھے اذیت دی ہے ۔ اس نے کہا یا رسول اللہ میں تم کو ایذا دینے سے اللہ کی پناہ چاہتا ہوں ۔ آپ نے فرمایا بلکہ جو شخص علی کو ایذا دیتا ہے اس نے مجھے ایذا دی ہے ۔ اسے احمد نے بیان کیا ہے ۔ ابن عبد البر نے یہ اضافہ کیا ہے کہ جس نے علی سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے علی سے بغض رکھا اس نے مجھ سے بغض رکھا اور جس نے علی کو ایذا دی اُس نے مجھے ایذا دی اور جس نے مجھے ایذا دی اُس نے اللہ تعالےٰ کو ایذا دی ۔

اسی طرح بریدہ کا واقعہ ہے کہ وہ یمن میں حضرت علی کے ساتھ تھے ۔ وہ ان سے ناراض ہو کر آئے اور ایک لونڈی کے ذریعے جسے انہوں نے خمس میں لیا تھا ۔ آپ سے شکایت کا ارادہ کیا ۔ اُسے کہا گیا انہیں بتا دے تاکہ علی حضور کی نظروں سے گر جائیں ۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم یہ گفتگو دروازے کے پیچھے سن رہے تھے ۔ آپ غصے کی حالت میں باہر نکلے اور فرمایا ان لوگوں کا کیا حال

ہوگا جو علی کی تنقیص کرتے ہیں جس نے علی سے بغض رکھا اس نے مجھ سے بغض رکھا جس نے علی کو چھوڑا اس نے مجھے چھوڑا۔ علی مجھ سے ہے اور میں اس سے ہوں۔ وہ میری طینت سے پیدا ہوا اور میں ابراہیم کی طینت سے پیدا ہوا ہوں۔ اور میں ابراہیم سے افضل ہوں۔ یہ بعض بعض کی اولاد ہیں اور اللہ تعالیٰ سننے اور جاننے والا ہے۔ اے بریدہ تجھے پتہ نہیں کہ علی لونڈی سے زیادہ کا حقدار ہے۔

الی آخر الحدیث اسے طبرانی نے بیان کیا ہے اور اس میں ایک راوی حسین الاشقر ہے۔ جس کے متعلق پہلے بیان ہو چکا ہے کہ وہ غالی شیعہ ہے اور ایک ضعیف حدیث میں ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہم اہلبیت کی محبت کو لازم پکڑو۔ کیونکہ جو شخص ہم سے محبت کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے ملاقات کرے گا وہ ہماری شفاعت سے جنت میں داخل ہوگا اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے۔ کسی بندے کو ہمارے حق کی معرفت کے بغیر اس کا عمل فائدہ نہیں دے گا۔ اور کعب الاحبار اور عمر بن عبد العزیز کا یہ قول اس کی موافقت کرتا ہے کہ اہل بیت نبوی میں سے ہر ایک آدمی شفاعت کرے گا۔

ابوالشیخ اور الدیلمی نے بیان کیا ہے کہ جس نے میری اولاد، انصار اور عربوں کا حق نہ پہچانا وہ یا تو منافق ہے یا ولد الزنا ہے یا ایسا آدمی ہے جسے اس کی ماں نے ناپاکی کی حالت میں حمل میں لیا ہے۔

الدیلمی نے بیان کیا ہے کہ جو شخص اللہ سے محبت رکھتا ہے

اور جو مجھ سے محبت رکھتا ہے وہ میرے اصحاب اور میرے قرابتداروں سے محبت رکھتا ہے اور آٹھویں آیت میں بیان ہو چکا ہے جس کا مانحن فیہ سے بڑا تعلق ہے۔ پس اس کا مطالعہ کیجئے۔

ابوبکر الخوارزمی نے بیان کیا ہے کہ حضور علیہ السلام باہر تشریف لائے تو آپ کا چہرہ چاند کی طرح چمک رہا تھا۔ عبدالرحمن بن عوف نے آپ سے پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ مجھے میرے رب کی طرف سے اپنے بھائی اور چچا کے بیٹے اور میری بیٹی کے متعلق بشارت ملی ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے علی کو فاطمہ سے بیاہ دیا ہے۔ اور جنت کے خازن رضوان کو حکم دیا ہے تو اس نے درخت طوبیٰ کو ہلایا ہے تو اس نے میرے اہلبیت کے محبوں کی تعداد کے برابر وثیقے اٹھالئے ہیں اور ان کے نیچے اس نے نوری فرشتے پیدا کئے ہیں۔ اور ہر فرشتے کو ایک وثیقہ دیا ہے۔ جب قیامت اپنے اہل پر قائم ہو جائیگی تو فرشتے مخلوق میں آواز دیں گے۔ اور اہلبیت کے محب کی طرف وثیقہ پھینکیں گے جس میں اس کے آگ سے آزادی پانے کا ذکر ہوگا۔ پس میرا بھائی اور چچا کا بیٹا اور میری بیٹی میری امت کے مردوں اور عورتوں کی آگ سے گردنیں چھڑانے والے بن جائینگے۔

الملا نے بیان کیا ہے کہ ہم اہلبیت سے صرف مومن متقی ہی محبت رکھتا ہے۔ اور شقی منافق ہم سے بغض رکھتا ہے

احمد اور ترمذی کی یہ حدیث بیان ہو چکی ہے کہ جو مجھ سے اور حسن اور حسین اور ان کے باپ اور ماں سے محبت رکھتا ہے وہ

جنت میں میرے ساتھ ہو گا۔ ایک روایت میں ہے کہ وہ میرے درجہ میں ہو گا۔ اور داؤد نے یہ اضافہ بھی کیا ہے کہ جو میری سنّت کی پیروی کرتے ہوئے مرا اس سے پتہ چلتا ہے۔ کہ اتباع سنّت کے بغیر صرف محبت کرنا جیساکہ شیعہ اور رافضی سنّت سے پہلو تہی کر کے محبت کرتے ہیں۔ ایسے مدعی محبت کو بھلائی سے کچھ حصہ نہ ملے گا۔ بلکہ یہ بات اس کے لئے وبال اور دنیا و آخرت میں دردناک عذاب بن جائے گی۔ اور آٹھویں آیت میں حضرت علی سے ان کے شیعوں کی صفات بیان ہو چکی ہیں۔ جنہیں ان کی اور ان کے اہلبیت کی محبت فائدہ دے گی۔ ان اوصاف کا مطالعہ کیجئے۔ کیونکہ وہ ان دعویٰ داران محبت کا خاتمہ کر دیتے ہیں۔ جو محبت کے ساتھ مخالفت بھی کرتے ہیں۔ اس لئے کہ یہ لوگ شقاوت، حماقت، جہالت اور غباوت کی انتہا تک پہنچ چکے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ان سے ہمیشہ محبت کرنے اور ان کی ہدایت کی اتباع کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

یہ حدیث کہ اے علی ہمارے شیعہ ذنوب و عیوب کے باوجود قیامت کے روز اپنی قبروں سے اس حال میں نکلیں گے کہ انکے چہرے چودھویں رات کے چاند کی طرح چمک رہے ہوں گے۔ اس قسم کی بہت سی احادیث کی طرح یہ حدیث بھی موضوع ہے۔ ابن جوزی نے اپنی موضوعات انہیں بیان کیا ہے [1]

---

[1] یہ ابن عراق کی تنزیہ الشریعۃ المرفوعۃ اور شوکانی کے الفوائد المجموعۃ میں ہے۔ اور جو احادیث پہلے بیان ہو چکی ہیں۔ ان میں سے بعض کے وضعی ہونے میں اختلاف پایا جاتا ہے۔

ثعلبی نے قل لا اسئلکم علیہ اجراً الا المودۃ فی القربیٰ کی تفسیر میں اس قسم کی ایک طویل حدیث بیان کی ہے ۔ شیخ الاسلام حافظ ابن حجر نے کہا ہے کہ اس پر وضع کے آثار نمایاں ہیں ۔ اور یہ حدیث کہ جو ہم سے قلبی محبت رکھے گا اور اپنے ہاتھ اور زبان سے ہماری اعانت کرے گا ۔ تو میں اور وہ علیین میں ہوں گے ۔ اور جو ہم سے قلبی محبت رکھے گا اور اپنی زبان سے ہماری مدد کرے گا ۔ اور اپنے ہاتھ کو روکے گا وہ اس کے ساتھ والے درجے میں ہوگا ۔ اور جو ہم سے قلبی محبت رکھے گا اور اپنی زبان اور ہاتھ کو روکے رکھے گا وہ اس کے ساتھ والے درجے میں ہوگا ۔

اس حدیث کی سند میں ایک غالی رافضی ہے اور ایک اور آدمی ہے جو متروک ہے ۔

مقصد سوم

اس میں اہلبیت کے ساتھ بغض رکھنے سے انتباہ کیا گیا ہے ۔

صحیح روایت میں ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے ۔ ہم اہل بیت سے کوئی شخص بغض نہ رکھے ورنہ اللہ اسے آگ میں داخل کرے گا ۔ اور احمد نے مرفوعاً بیان کیا ہے کہ اہل بیت سے بغض رکھنے والا منافق ہے ۔

احمد اور ترمذی نے جابر سے بیان کیا ہے کہ ہم منافقین کو حضرت علی سے بغض کی وجہ سے پہچانا کرتے تھے ۔ اور یہ حدیث کہ

جو میرے اہل بیت میں سے کسی کے ساتھ بغض رکھے گا وہ میری شفاعت سے محروم رہے گا۔ موضوع ہے اور یہ حدیث کہ جو ہمارے اہل بیت سے بُغض رکھے گا۔ اللہ تعالیٰ قیامت کے روز اس کا حشر یہودیوں کی صورت میں کرے گا۔ خواہ وہ کلمۂ توحید کی شہادت دیتا ہو ابن جوزی نے بھی عقیلی کی طرح اسے موضوع قرار دیا ہے۔ اور ان دونوں کے علاوہ جو حدیثیں بیان ہو چکی ہیں۔ اور جو آئندہ بیان ہوں گی۔ وہ ان سے مستغنی کر دیں گی۔

طبرانی نے بسند ضعیف حضرت حسن سے مرفوعاً بیان کیا ہے کہ ہم سے جو بغض اور حسد رکھے گا اُسے قیامت کے روز آگ کے کوڑوں سے حوض کوثر سے ہٹا دیا جائے گا۔ اور آپ ہی کی ایک ضعیف روایت میں ہے جس میں ایک طویل قصہ بیان ہوا ہے کہ تو علی کو بُرا کہتا ہے اگر تو حوض کوثر پر آپ کے پاس گیا تو میں نہیں سمجھتا کہ تو انہیں وہاں سے ہٹا سکے۔ لیکن تو انہیں آستین چڑھائے کفار اور منافقین کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حوض کوثر سے ہٹاتے دیکھے گا یہ صادق و مصدوق محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا قول ہے

طبرانی نے بیان کیا ہے کہ اے علی قیامت کے روز آپ کے پاس جنت کے عصاؤں میں سے ایک عصا ہو گا۔ جس سے آپ منافقین کو حوض کوثر سے ہٹائیں گے۔ اور احمد نے بیان کیا ہے کہ علی کے بارے میں مجھے پانچ باتیں عطا کی گئی ہیں جو مجھے دنیا وما فیہا سے زیادہ محبوب ہیں۔ ایک یہ کہ وہ خدا کے سامنے ہوں گے۔ یہانتک وہ حساب سے فارغ ہو جائے گا۔ دوسرے یہ کہ ان کے ہاتھ میں

لوائے حمد ہوگا۔ اور آدم اور اس کے بیٹے اس کے نیچے ہوں گے۔
تیسرے یہ کہ علی میرے حوض پر کھڑے ہوں گے۔ اور میری امت کے
جس شخص کو پہچان لیں گے اُسے پانی پلائیں گے۔

اور یہ حدیث بیان ہو چکی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم
نے علی سے فرمایا کہ تیرے دشمن حوض کوثر پر پیاسے اور سر او نیچے کئے
ہوں گے اور الدیلمی نے مرفوعاً بیان کیا ہے کہ بنی ہاشم اور انصار
سے بغض رکھنا کفر ہے۔ اور عربوں سے بغض رکھنا نفاق ہے۔ حاکم
نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔ کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا کہ اے بنو عبدالمطلب میں نے اللہ تعالیٰ سے تمہارے متعلق
تین دعائیں کی ہیں کہ وہ تمہارے کھڑے ہونے والے کو ثابت
قدم رکھے اور تمہارے گمراہ کو ہدایت دے اور تمہارے جاہل کو
علم دے اور میں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی ہے کہ وہ تمہیں سخی
بنا دے۔

ایک روایت میں ہے کہ شجاع، نجیب اور رحمدل بنا
دے اور اگر کوئی آدمی رکن اور مقام ابراہیم کے درمیان اپنے
پاؤں کو اکٹھا کرے اور نماز پڑھے اور روزہ رکھے۔ پھر وہ اہلبیت
سے بغض رکھتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے ملے تو وہ آگ میں داخل ہوگا

حاکم نے اس روایت کو بھی صحیح قرار دیا ہے کہ رسول کریم
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ چھ آدمیوں پر میں نے اللہ تعالیٰ نے
اور ہر مقبول نبی نے لعنت کی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی کتاب میں زیادتی
کرنے والے پر، قضاو قدر کے مکذب پر میری امت پر زبردستی

مسلط ہونے والے پر تاکہ وہ ان لوگوں کو ذلیل کرے جنہیں اللہ نے معزز بنایا ہے اور ان کو معزز بنائے جنہیں اللہ تعالیٰ نے ذلیل کیا ہے۔ اور حرمت الٰہی کو حلال کرنے والے پر اور ایک روایت میں ہے کہ اللہ کے حرم کو حلال کرنے والے پر اور میری اولاد میں سے اللہ تعالیٰ نے جو حرام کیا ہے اس کو حلال جاننے والے پر اور تارکِ سنت پر۔ اور ایک روایت میں ساتویں بات کا اضافہ بھی کیا گیا ہے کہ فئی میں ترجیح دینے والے پر۔

احمد نے ابی دجانہ سے بیان کیا ہے کہ وہ کہا کرتے تھے علی اور اس کے گھرانے کو گالی نہ دو۔ ہمارا ایک پڑوسی کوفہ سے آیا اور اس نے کہا کیا تم نے نہیں دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے فاسق ابن فاسق یعنی حسین کو قتل کر دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی دونوں آنکھوں کو ختم کر دیا۔

تنبیہ قاضی نے الشفاء میں کہا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ جس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد میں سے کسی کے باپ کو گالی دی اور اس گالی سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو باہر رکھنے کا کوئی قرینہ نہ ہو تو اُسے قتل کیا جائے گا۔ گذشتہ احادیث سے آپ کے اہل بیت سے محبت رکھنے اور ان سے بغض رکھنے کی شدید حرمت کا پتہ چل گیا ہے۔

بیہقی اور بغوی وغیرہ نے ان سے لزوم محبت کو فرائض دین میں سے قرار دیا ہے۔ بلکہ امام شافعی سے تو

اس پر نص بیان کی گئی ہے ــــ اے اہلبیت رسول تمہاری محبت تو قرآن عظیم میں جسے اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا ہے۔ فرض قرار دی گئی ہے

بزار کی توثیق عری الایمان میں امام خولی سے بیان کیا گیا ہے جس کا ملحض یہ ہے کہ خواص علماء رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپکی ذریت کی محبت کی وجہ سے اپنے دلوں میں مکمل خوبی پاتے ہیں۔ اسلئے کہ وہ ان کے کریم نطفوں کا علم رکھتے ہیں۔ پھر عشرہ مبشرہ کی اولاد کی محبت کی وجہ سے پھر بقیہ صحابہ کی اولاد کی وجہ سے۔ وہ آج ان کی طرف اسطرح دیکھتے ہیں جس طرح وہ گذشتہ کل کو اپنے آبا کیطرف دیکھتے تھے۔ کاش وہ انہیں دیکھے۔ ان پر نکتہ چینی سے چشم پوشی کرنی چاہیئے۔ اور اگر کوئی اہلبیت میں سے بدعت وغیرہ کے باعث فاسق ہو جائے تو اس کے افعال سے بغض رکھنا چاہیئے۔ نہ کہ اس کی ذات سے۔ اس لئے کہ وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ٹکڑا ہے اگرچہ اس کے اور آپ کے درمیان وسائط ہیں [1]

---

[1] احمد شاہ ولی اللہ دہلوی نے التفہیمات الالہیہ میں بیان کیا ہے کہ میں نے حظیرۃ القدس میں ارواح اہلبیت کو بڑی خوبصورت وضع میں دیکھا اور میں نے سمجھ لیا کہ ان کا منکر اور ان سے دشمنی رکھنے والا بڑے خطرے میں ہے۔ لیکن ان کے چہرے باطن کی طرف ہیں۔ اور خلافت اسکو ملتی ہے جس کا چہرہ ظاہر کی طرف ہو۔ اسی سبب سے انہوں نے خلافت طلب کی اور اُسے اس صورت میں نہ پایا۔ اسی طرح وہ آدمی بھی خلافت نہ پائے گا۔ جسے حظیرۃ القدس میں رسوخ قدم حاصل ہوگا۔ اس لئے کہ ایسے آدمی کو بُرا سمجھنا اور اس سے کینہ رکھنا اللہ تعالیٰ سے بُعد کی وجہ سے رسوائی کا باعث بن جاتا ہے۔

ابوسعید نے شرف النبوۃ میں اور ابن المثنیٰ نے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اے فاطمہ تیرے ناراض ہونے سے خدا ناراض اور تیرے راضی ہونے سے خدا راضی ہوتا ہے۔ پس جو آپ کے بچوں میں سے کسی کو ایذا دے گا۔ تو اسے اس عظیم خطرے کا سامنا کرنے پڑے گا۔ کیونکہ اس نے آپ کو ناراض کیا ہے۔ اور جو ان سے محبت کرے گا وہ آپ کی رضا کو حاصل کرے گا۔ اسی لئے علماء نے صراحت کی ہے۔ کہ حضور علیہ السلام کے شہر کے باسیوں کی بھی عزت کرنی چاہیئے۔ اور اگر ان میں سے کوئی بدعت وغیرہ ثابت ہو جائے تو آپ کے پڑوس میں ہونے کی وجہ سے اس کی رعایت کرنی چاہیئے۔ پس اس اولاد کے بارے میں تیرا کیا خیال ہے جو آپ کا ٹکڑا ہے اور اللہ تعالٰے نے قرآن پاک میں فرمایا ہے کہ کان ابوھما صالحا حالانکہ ان بچوں اور ان باپ کے درمیان جس کی وجہ سے ان کا لحاظ کیا گیا سات یا نو پشتوں کا فاصلہ تھا۔ اس لئے حضرت جعفر صادق نے فرمایا ہے۔ ہمارا اسی طرح لحاظ کرو۔ جس طرح اللہ نے عبد صالح کا یتیموں کے بارے میں کیا تھا اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا محب آپ کی اولاد پر نکتہ چینی نہیں کرتا۔

مقصد چہارم

ان سے صلہ رحمی کرنے اور خوشی پہنچانے کے متعلق جس کی طرف آیت ترغیب دی ہے۔

الدیلمی نے مرفوعاً بیان کیا ہے کہ جو شخص میرا توسل چاہے اور یہ کہ اس کا مجھ پر احسان ہو اُسے چاہیئے کہ میرے اہلبیت سے صلہ

رحمی کرے اور انہیں خوشی بہم پہنچائے اور حضرت عمر سے کئی طرق سے یہ روایت آئی ہے کہ انہوں نے حضرت زبیر سے کہا ہمارے ساتھ چلئے ہم حسن بن علی کی زیارت کرنا چاہتے ہیں۔ حضرت زبیر نے دیر کی تو آپ نے فرمایا کیا آپ کو علم نہیں کہ بنی ہاشم کی عیادت کرنا فرض اور ان کی زیارت کرنا نفل ہے۔ آپ کا مطلب اس سے یہ ہے کہ دوسروں کی نسبت ان لوگوں کے بارے تاکید پائی جاتی ہے نہ یہ کہ حقیقتہً فریضہ ہے۔ یہ تو اسی قسم کی بات ہے جیسے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا قول ہے کہ غسل جمعہ واجب ہے۔

خطیب نے مرفوعاً بیان کیا ہے۔ کہ ایک آدمی دوسرے کے لئے اعزازاً کھڑا ہوتا ہے۔ مگر بنی ہاشم کسی کے لئے کھڑے نہیں ہوتے۔

طبرانی نے مرفوعاً بیان کیا ہے کہ جو شخص عبد المطلب کے بیٹوں میں سے کسی پر احسان کرے تو وہ دنیا میں اس کا بدلہ نہ لے۔ اس احسان کا بدلہ میں اُسے کل دوں گا۔ جب وہ مجھے ملے گا۔

ثعلبی نے ایک روایت میں اضافہ کیا ہے۔ لیکن اس کی سند میں کذاب ہے اور جس نے میری اولاد میرے اہلبیت کے بارے میں مجھ پر ظلم کیا اور مجھے ایذا دی۔ اس پر جنت حرام قرار دے دی جائے گی۔

ایک ضعیف حدیث میں ہے کہ قیامت کے روز میں چار آدمیوں کا شفیع ہوں گا۔ جو میری ذریت کی عزت کرے گا۔ اور ان کی ضروریات کو پورا کرے گا۔ اور جب وہ مضطر ہو جائیں تو

ان کے امور کی سر انجام دہی میں سرگرم رہے گا۔ اور اپنے دل اور زبان سے اُن کا محب ہو گا۔

الملا نے اپنی سیرت میں بیان کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوذر کو حضرت علی کو بلانے کے لئے بھیجا۔ تو انہوں نے دیکھا کہ ان کے گھر میں چکی دانے پیس رہی ہے۔ مگر کوئی اسے چلانے والا موجود نہیں۔ انہوں نے اس بات کی اطلاع حضور علیہ السلام کو دی تو آپ نے فرمایا اے ابوذر کیا تجھے علم نہیں کہ اللہ کے کچھ فرشتے زمین میں گھومتے رہتے ہیں۔ جن کی ڈیوٹی لگا دی گئی ہے کہ وہ آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد کریں۔

ابوالشیخ نے ایک طویل حدیث میں بیان کیا ہے کہ اے لوگو! فضیلت، شرف و منزلت اور دوستی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی ذریت کے لئے ہے۔ پس بیہودہ باتوں میں نہ لگے رہنا۔

مقصد پنجم

آیت میں ان کی تعظیم و توقیر اور تعریف کی طرف جو اشارہ کیا گیا ہے۔ اس کی وجہ سے سلف اکثر ان کے حقوق میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتدا کرتے تھے۔ کیونکہ آپ بنی ہاشم کا اکرام کیا کرتے تھے۔ جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے۔ اور آپ کے بعد خلفائے راشدین بھی اس طریق پر چلے۔

بخاری نے اپنی صحیح میں حضرت ابوبکر سے بیان کیا ہے کہ انہوں نے کہا اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے کہ

مجھے اپنی قرابتداروں سے صلہ رحمی کرنے کی نسبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قرابت زیادہ محبوب ہے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ مجھے اپنی قرابت سے زیادہ محبوب ہے۔ اور ایک روایت میں ہے خدا کی قسم اگر میں صلہ رحمی کروں تو مجھے اپنی قرابتداروں کی نسبت آپ لوگوں سے صلہ رحمی کرنا زیادہ محبوب ہے۔ کیونکہ آپ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قرابت حاصل ہے۔ اور اس عظمت کی وجہ سے جو اللہ تعالےٰ نے انہیں ہر مسلمان پر عطا فرمائی ہے۔ یہ بات آپ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے اس وقت بطور اعتذار کہی جب آپ نے انہیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ترکہ کے حصول سے منع کیا۔ اس کے متعلق شبہات میں مفصل بحث گذر چکی ہے۔

اسی طرح بخاری نے حضرت ابوبکر سے یہ بھی روایت کی ہے کہ حضور کے اہلبیت کے بارے میں حضور کا لحاظ رکھو۔ اسی طرح آپ سے یہ صحیح روایت بھی ہے کہ آپ نے حضرت علی سے مزاح کرتے ہوئے حضرت حسن کو اپنی گردن پر اٹھالیا اور فرمایا میرے باپ کی قسم میں ایسے آدمی کو اٹھائے ہوئے ہوں جو نبی کا شبیہہ ہے۔ علی کا شبیہہ نہیں اور حضرت علی مسکرا رہے تھے۔ آپ کا یہ قول حضرت انس کے قول کے موافق ہے۔ جیسا کہ بخاری میں ان سے روایت ہے کہ حضرت حسن سے بڑھ کر کوئی شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہ نہ تھا لیکن انہوں نے یہ بات حضرت حسین کے متعلق کہی تھی۔ ان دونوں کے درمیان حضرت علی کے قول کے مطابق یوں تطبیق ہوگی جیسا کہ ترمذی اور ابن حبان نے بیان کیا

ہے کہ حضرت حسن سر سے سینے تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت مشابہ تھے اور حضرت حسین نیچے کے دھڑ میں آپ سے بہت مشابہت رکھتے تھے اور بنی ہاشم کی ایک جماعت وغیرہم کا بیان ہے کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی اسی طرح تشبیہ دیا کرتے تھے۔ میں نے ان کی تعداد کا تذکرہ شمائل ترمذی کی دو شرحوں میں بیان کیا ھے

دار قطنی نے بیان کیا ہے کہ حضرت حسن ؓ حضرت ابوبکر کے پاس آئے آپ اس وقت منبر پر تھے۔ انہوں نے آکر کہا میرے باپ کے منبر سے اتر آئیے۔ آپ نے فرمایا تو نے سچ کہا ہے۔ خدا کی قسم یہ جگہ تیرے باپ ہی کی ہے۔ پھر آپ نے انہیں پکڑ کر گود میں بٹھالیا۔ اور رو پڑے۔ حضرت علی نے کہا خدا کی قسم یہ بات انہوں نے میرے مشورے سے نہیں کہی۔ آپ نے فرمایا تو نے بھی سچ کہا ہے۔ خدا کی قسم میں آپ پر اتہام نہیں لگاتا۔ ذرا حضرت ابوبکر کی حضرت حسن سے محبت و تعظیم و توقیر کو دیکھو کہ کس طرح آپ نے انہیں اپنی گود میں بٹھا لیا اور رو دئیے۔ یہی واقعہ حضرت عمر کو بھی پیش آیا۔ آپ نے حضرت حسن سے فرمایا ہاں خدا کی قسم یہ منبر تیرے باپ کا ہے۔ میرے باپ کا نہیں تو حضرت علی نے کہا خدا کی قسم میں نے اسے ایسا کہنے کا حکم نہیں دیا تو حضرت عمر نے جواب دیا خدا کی قسم ہم نے آپ پر اتہام نہیں لگایا۔

ابن سعد نے یہ اضافہ بھی کیا ہے کہ آپ نے حضرت حسن کو پکڑ کر اپنے پہلو میں بٹھالیا اور فرمایا کہ ہم نے بلندی تو آپ کے والد کے ذریعے حاصل کی ہے۔

عسکری نے حضرت انس سے بیان کیا ہے کہ حضور علیہ السلام مسجد میں تشریف فرما تھے کہ حضرت علی آئے اور سلام کہنے کے بعد کھڑے ہو کر بیٹھنے کے لیے جگہ دیکھنے لگے۔ حضور علیہ السلام صحابہ کے چہروں کی طرف دیکھنے لگے۔ کہ کون ان کے لیے جگہ بناتا ہے۔ حضرت ابوبکر آپ کی دائیں جانب بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ اپنی جگہ سے ہٹ گئے۔ اور ان کے لئے جگہ خالی کر دی۔ اور کہا ابوالحسن یہاں تشریف لائیے تو وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر کے درمیان بیٹھ گئے۔ حضور علیہ السلام کے چہرے پر خوشی کے آثار نظر آنے لگے آپ نے حضرت ابوبکر سے فرمایا اہلِ فضل کی فضیلت کو صاحب فضل ہی جانتا ہے۔

ابن شاذان نے حضرت عائشہ سے بیان کیا ہے کہ حضرت ابوبکر نے حضرت عباس کے ساتھ بھی اسی قسم کا معاملہ کیا تھا۔ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ سے یہ بات فرمائی اور اس بارے میں خود حضور علیہ السلام نے بھی نمونہ دیا ہے۔ بغوی نے حضرت عائشہ سے بیان کیا ہے کہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے چچا عباس کی عجیب طریق سے تعظیم کرتے دیکھا ہے۔

دار قطنی نے بیان کیا ہے کہ جب حضور علیہ السلام تشریف رکھتے تو حضرت ابوبکر آپ کے دائیں اور حضرت عمر آپ کے بائیں اور حضرت عثمان آپ کے سامنے بیٹھتے۔ آپ حضور علیہ السلام کے کاتب اسرار تھے۔ جب حضرت عباس بن عبدالمطلب آتے تو حضرت ابوبکر ہٹ جاتے اور حضرت عباس ان کی جگہ بیٹھ جاتے۔

ابن عبد البر نے بیان کیا ہے کہ صحابہ حضرت عباس کی فضیلت کو جانتے تھے۔ اس لئے وہ آپ کو مقدم کرتے اور مشورہ کرتے اور انکی رائے پر عمل کرتے اور حضرت ابوبکر اکثر حضرت علی کے چہرے کی طرف دیکھتے۔ حضرت عائشہ نے ان سے دریافت کیا تو کہنے لگے کہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سُنا ہے کہ علی کے چہرے کیطرف دیکھنا عبادت ہے۔

اس قسم کی ایک حسن حدیث پہلے بیان ہو چکی ہے۔ جب حضرت ابوبکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے چھٹے روز قبر رسول کی زیارت کے لئے آئے تو حضرت علی نے کہا یا خلیفۃ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم آگے آئیے تو حضرت ابوبکر نے جواب دیا میں اس شخص سے آگے نہیں بڑھ سکتا۔ جسکے بارے میں میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سُنا ہے کہ علی کو مجھ سے وہی نسبت ہے جو مجھے اپنے رب کے ہاں حاصل ہے۔ اس حدیث کو ابن السمان نے بیان کیا ہے۔

دارقطنی نے شعبی سے بیان کیا ہے کہ حضرت ابوبکر بیٹھے ہوئے تھے کہ حضرت علی آ گئے آپ نے انہیں دیکھ کر کہا جو شخص رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک لوگوں میں سے عظیم المنزلت، قرابت کے لحاظ سے قریب تر، افضل حالت اور عظیم تر حق کے حامل کو دیکھ کر خوش ہونا چاہتا ہے۔ تو وہ اس آنے والے شخص کی طرف دیکھے۔

اسی طرح دارقطنی نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ حضرت عمر نے ایک آدمی کو حضرت علی کے خلاف باتیں کرتے دیکھا تو فرمایا تیرا بُرا ہو کیا تو نہیں جانتا کہ علی آپ کے چچا زاد ہیں۔ اور اس کے ساتھ ہی

آپ نے حضور علیہ السلام کی قبر کی طرف اشارہ کر کے کہا خدا کی قسم تو نے اس قبر والے کو تکلیف دی ہے۔ ایک روایت میں ہے اگر تو نے اس سے بغض رکھا ہے تو تو نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو قبر میں تکلیف دی ہے۔ اس کی سند ضعیف ہے۔

ایسے ہی دارقطنی نے ابن المسیب سے بیان کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ حضرت عمر نے فرمایا اشراف سے محبت کرو۔ اور اپنی عزتوں کو کمینوں سے محفوظ کرو۔ اور یاد رکھو کہ حضرت علی سے دوستی رکھے بغیر شرف مکمل نہیں ہوتا۔

بخاری نے بیان کیا ہے کہ جب قحط پڑ جاتا تو حضرت عمر حضرت عباس کے ذریعہ بارش طلب کیا کرتے۔ اور فرماتے اے اللہ جب ہم قحط کا شکار ہوتے تو ہم تیرے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو تیرے حضور وسیلہ بنایا کرتے تھے۔ اور تو ہم پر بارش نازل فرما کر ہمیں سیراب کر دیا کرتا تھا۔ اب ہم اپنے نبی کے چچا کو تیرے حضور وسیلہ بناتے ہیں پس تو ہمیں سیراب کر دے اور وہ بارش سے سیراب ہو جاتے۔

تاریخ دمشق میں ہے کہ ہجرت کے سترہویں سال عام الرمادہ کو لوگوں نے بار بار نماز استسقاء پڑھی۔ مگر بارش نہ ہوئی حضرت عمر نے فرمایا کل میں اس شخص کے ذریعہ بارش طلب کروں گا۔ کہ اللہ تعالیٰ اس کے واسطہ سے ہم پر بارش برسا دے گا۔ کل صبح کو آپ حضرت عباس کے گھر گئے اور دروازہ کھٹکھٹایا۔ انہوں نے دریافت کیا کون ہے آپ نے فرمایا عمر۔ انہوں نے کہا کیا کام ہے؟ فرمایا باہر تشریف لائیے

ہم آپ کے ذریعہ اللہ تعالیٰ سے بارش طلب کرنا چاہتے ہیں۔ انہوں نے کہا تشریف رکھیئے۔ اس کے بعد آپ نے بنی ہاشم کے پاس پیغام بھیجا کہ وہ پاک ہو کر اچھے کپڑے زیب تن کر لیں۔ جب وہ آئے تو آپ نے خوشبو نکال کر انہیں خوشبو لگائی پھر باہر نکلے تو حضرت علی آپ کے سامنے آگے کی طرف تھے۔ اور ان کے دائیں اور بائیں حضرت حسن اور حضرت حسین اور پیچھے پیچھے بنو ہاشم تھے۔ آپ نے کہا اے عمر دوسرے لوگوں کو ہمارے ساتھ نہ ملانا پھر آپ مصلیٰ پر تشریف لائے اور کھڑے ہو کر حمد و ثنا کی اور کہا اے اللہ تو نے ہمیں ہمارے مشورہ کے بغیر پیدا کیا اور تو ہماری پیدائش سے پہلے ہمارے اعمال کو جانتا ہے۔ پس تیرے علم نے تجھے ہمارے رزق کے متعلق نہیں روکا اے اللہ جیسے تو نے اس کے شروع میں فضل کیا ہے۔ اس کے آخر میں بھی ہم پر فضل فرما۔ جابر کہتے ہیں ہم ٹھہرے بھی نہ تھے کہ خوب بادل برسا اور ہم اپنے گھروں کو پانی میں چلتے ہوئے آئے تو حضرت عباس نے کہا کہ میں پانچ بار بارش طلب کرنے والے کا بیٹا ہوں۔ اس میں آپ نے اس طرف اشارہ کیا ہے کہ آپ کے باپ عبد المطلب نے پانچ بار بارش طلب کی تو وہ سیراب کر دیئے گئے۔

حاکم نے بیان کیا ہے کہ جب حضرت عمر نے حضرت عباس کے ذریعہ بارش طلب کی تو خطبہ میں فرمایا اے لوگو! رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عباس کی وہی پاسداری کرتے تھے۔ جو ایک بیٹا، باپ کے لئے کرتا ہے۔ آپ ان کی تعظیم کرتے۔ بڑا بناتے۔ ان کی قسم کو پورا کرتے۔ اے لوگو آپ کے چچا

عباس کے بارے میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء کرو اور جو مصیبت تم پر نازل ہوتی ہے۔ اس میں آپ کو اللہ کے حضور وسیلہ بناؤ

ابن عبدالبر نے بڑے بڑے لوگوں سے بیان کیا ہے کہ جب حضرت عمر نے حضرت عباس کو بارش کے لئے وسیلہ بنایا تو فرمایا

اے اللہ ہم تیرے نبی کے چچا کے ذریعہ تیرا قرب چاہتے ہیں۔ اور اس کے ذریعہ شفاعت طلب کرتے ہیں۔ پس تو اس بارے میں اپنے نبی کا ایسے لحاظ فرما جیسے تو نے دو لڑکوں کا ان کے باپ کے صالح ہونے کی وجہ سے لحاظ فرمایا تھا۔ ہم تیرے حضور استغفار کرتے اور خیر طلب کرتے ہوئے آئے ہیں۔

ابن قتیبہ کی روایت میں ہے کہ اے اللہ ہم تیرے نبی کے چچا اور بقیہ آباء اور کثرت رجال کے ذریعہ تیرا قرب طلب کرتے ہیں۔ کیونکہ تیرا قول برحق ہے۔

واما الجدار فكان لغلامين يتيمين في المدينة وكان تحته كنز لهما وكان ابوهما صالحاً۔	کہ وہ دیوار شہر کے دو یتیم لڑکوں کی تھی اور اس کے نیچے اُن دونوں کیلئے خزانہ تھا۔ اور ان کا باپ صالح آدمی تھا۔

اے اللہ تو نے ان دونوں کا ان کے باپ کے صالح ہونے کی وجہ سے لحاظ فرمایا۔ اے اللہ اپنے نبی کا آپ کے چچا کے معاملہ میں لحاظ فرما۔ ہم اس کے ذریعہ شفاعت طلب کرتے ہوئے تیرے قریب ہوئے ہیں۔

ابن سعد نے بیان کیا ہے کہ حضرت کعب نے حضرت عمر سے کہا کہ بنی اسرائیل کو جب قحط آلیتا تو وہ اپنے نبی کے عصبہ کے ذریعے بارش طلب کرتے۔ تو حضرت نے فرمایا یہ حضرت عباس ہیں۔ ہمیں ان کے پاس لے چلو۔ جب آپ وہاں گئے تو فرمایا اے ابوالفضل آپ لوگوں کو کس حال میں دیکھتے ہیں۔ آپ نے ان کا ہاتھ پکڑ کر منبر پر بٹھالیا اور فرمایا اے اللہ ہم تیرے حضور تیرے نبی کے چچا کے وسیلہ سے آئے ہیں۔ پھر حضرت عباس نے دعا کی۔

ابن عبدالبر نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر حضرت عباس کے پاس سے سوار ہو کر نہیں گزرتے تھے۔ بلکہ حضور علیہ السلام کے چچا کے اکرام کے واسطے سواری سے اتر پڑتے تھے۔

زبیر بن بکار نے ابن شہاب سے بیان کیا ہے کہ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر اپنے زمانۂ خلافت میں حضرت عباس کو سوار ہونے کی حالت میں نہیں ملا کرتے تھے۔ بلکہ اتر کر ان کی سواری کی لگام پکڑ لیتے اور ان کے ساتھ ساتھ چلتے۔ یہاں تک کہ وہ اپنے گھر یا اپنی مجلس میں پہنچ جاتے تو پھر یہ الگ ہو جاتے۔

ابن ابی الدنیا نے بیان کیا ہے کہ جب حضرت عمر نے لوگوں کے لئے روزینے مقرر کرنے کا ارادہ کیا تو انہوں نے کہا کہ آپ اپنی ذات سے ابتدا کریں۔ آپ نے اس بات کو قبول کرنے سے انکار کیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب ترین رشتہ داروں سے آغاز کیا۔ اور آپ کے قبیلہ کا نمبر پانچ قبائل کے بعد آیا آپ نے بدری صحابہ کو پانچ ہزار اور وہ لوگ جو بدر میں حاضر نہ ہوئے

مگر اسلام میں ان کے مساوی تھے انہیں بھی پانچ ہزار اور حضرت عباس کو بارہ ہزار اور حسنین کو ان کے والد کے مطابق دئیے۔ اور حضرت ابن عباس کے متعلق کہا گیا ہے کہ وہ حسنین سے محبت کرتے تھے۔ کیونکہ انہوں نے اپنی اولاد پر ان کو عطاء و بخشش میں فضیلت دی ہے

دار قطنی نے بیان کیا ہے کہ انہوں نے حضرت فاطمہ سے فرمایا کہ ہمیں تمام مخلوق میں آپ کے والد سے زیادہ کوئی شخص محبوب نہیں۔ اور آپ کے باپ کے بعد تجھ سے زیادہ کوئی محبوب نہیں۔

اسی طرح دار قطنی نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ حضرت عمر نے حضرت علی کے متعلق دریافت کیا تو انہیں بتایا گیا کہ وہ اپنی زمین پر گئے ہیں۔ فرمایا ہمیں بھی وہیں لے چلو۔ آپ نے انہیں کام میں مصروف پایا تو ان کے ساتھ گھنٹہ بھر کام کرتے رہے۔ پھر بیٹھ کر باتیں کرنے لگے حضرت علی نے آپ سے کہا۔ امیر المومنین بتائیے اگر آپ کے پاس بنی اسرائیل کے کچھ لوگ آئیں اور ان میں سے ایک آدمی یہ کہے کہ میں موسیٰ علیہ السلام کا چچازاد بھائی ہوں تو کیا آپ اُسے اس کے ساتھیوں پر ترجیح دیں گے۔ آپ نے فرمایا ہاں تو حضرت علی نے کہا قسم بخدا میں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بھائی اور آپ کے چچا کا بیٹا ہوں وہ کہتے ہیں حضرت عمر نے اپنی چادر اُتار کر بچھائی اور فرمایا۔ خدا کی قسم ہماری علیحدگی تک اس کے علاوہ آپ کی کوئی نشست نہ ہوگی۔ اور حضرت علی علیحدگی کے وقت تک وہیں بیٹھے رہے۔ آپ نے حضرت علی کو بتانے کے لئے یہ ذکر کیا کہ آپ نے امیر المومنین کے مقام پر ہوتے ہوئے آپ کی زمین میں جو کام کیا وہ دراصل رسول کریم صلی اللہ علیہ

وسلم کی قرابت کی وجہ سے ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت عمر نے ان کے اکرام میں اضافہ کیا اور انہیں اپنی چادر پر بٹھایا۔

دار قطنی ہی کا بیان ہے کہ حضرت عمر نے حضرت علی سے کوئی بات پوچھی، انہوں نے اس کا جواب دیا تو حضرت عمر نے انہیں کہا: اے ابوالحسن میں اس بات سے خدا تعالیٰ کی پناہ چاہتا ہوں کہ میں ایسے لوگوں میں رہوں جن میں آپ نہ ہوں۔

دار قطنی ہی کا بیان ہے کہ حضرت حسن نے حضرت عمر سے اجازت طلب کی، مگر آپ نے انہیں اجازت نہ دی۔ پھر عبداللہ بن عمر آئے انہیں بھی اجازت نہ ملی۔ جب حضرت حسن چلے گئے تو حضرت عمر نے فرمایا انہیں میرے پاس لاؤ۔ وہ آئے تو کہنے لگے۔ اے امیر المومنین میں نے خیال کیا کہ جب عبداللہ بن عمر کو اجازت نہیں ملی تو مجھے بھی نہیں ملے گی۔ آپ نے فرمایا آپ تو عبداللہ سے اجازت کے زیادہ حقدار ہیں اور خدا کے بعد تم لوگوں نے ہی بزرگی حاصل کی ہے اور آپ کی ایک روایت میں ہے کہ جب آپ آئیں تو آپ کو اجازت حاصل کرنے کی ضرورت نہیں۔

دار قطنی کا بیان ہے کہ دو بدو جھگڑتے ہوئے آپ کے پاس آئے تو آپ نے حضرت علی کو ان کے درمیان فیصلہ کرنے کا حکم دیا تو آپ نے ان کا فیصلہ کر دیا۔ ان دونوں میں سے ایک نے کہا یہ ہمارے درمیان فیصلہ کرے گا تو حضرت عمر نے جھپٹ کر اس کا گریبان پکڑ لیا اور فرمایا تیرا برا ہو تجھے کیا علم کہ یہ شخص کون ہے؟ یہ تیرا آقا اور ہر مومن کا آقا ہے اور جس کا یہ آقا نہیں وہ مومن ہی نہیں۔

احمد نے بیان کیا ہے کہ ایک آدمی نے حضرت معاویہ سے ایک مسئلہ دریافت کیا تو انہوں نے کہا یہ مسئلہ آپ حضرت علی سے دریافت کریں وہ زیادہ صاحب علم ہیں۔ اس آدمی نے کہا اے امیر المومنین اس مسئلے میں مجھے آپ کا جواب حضرت علی کے جواب سے زیادہ پسند ہے حضرت معاویہ نے کہا تو نے یہ بہت بُری بات کی ہے۔ تو نے اس آدمی کو ناپسند کیا ہے جسے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم علم کی وجہ سے عزیز جانتے تھے۔ اور آپ نے ان کے متعلق فرمایا ہے۔ کہ تجھے مجھ سے وہی نسبت ہے جو ہارون علیہ السلام کو موسیٰ علیہ السلام سے تھی۔ اِلّا یہ کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ حضرت عمر کو جب کوئی مشکل پیش آتی تو وہ آپ سے رجوع کرتے۔ اس بات کو دوسرے لوگوں نے بھی اس طرح بیان کیا ہے۔ لیکن بعض نے یہ اضافہ بھی کیا ہے کہ آپ نے فرمایا۔ کھڑا ہو جا اللہ تیری ٹانگوں کو کھڑا نہ کرے اور اس کا نام رجسٹر سے کاٹ دیا۔ حضرت عمر آپ سے پوچھا کرتے تھے اور آپ سے علم حاصل کیا کرتے تھے۔ میں نے انہیں دیکھا ہے۔ جب کوئی مشکل پیش آتی تو فرماتے یہاں علی موجود ہے۔ حضرت زید بن ثابت نے اپنی والدہ کا جنازہ پڑھایا۔ جیسا کہ ابن عبد البر نے کہا ہے۔ تو آپ کے خچر کو آپ کے قریب کیا گیا تاکہ آپ سوار ہو جائیں تو حضرت ابن عباس نے آپ کی رکاب پکڑ لی۔ انہوں نے کہا رسول اللہ کے چچا زاد چھوڑ دیجئے تو حضرت ابن عباس نے کہا ہمیں علماء کے ساتھ اسی طرح سلوک کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ کیونکہ وہ آپ سے علم حاصل کیا کرتے تھے۔ حضرت زید نے آپ کے ہاتھ کو بوسہ دے کر کہا ہمیں نبی کریم صلی اللہ

علیہ وسلم کے اہلبیت کے ساتھ اسی طرح سلوک کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔

آپ سے صحیح روایت میں آیا ہے کہ آپ بعض صحابہ کے گھروں میں حصول حدیث کے لئے آیا کرتے تھے۔ آپ انہیں قیلولہ کرتے پاتے تو اُن کے دروازے پر چادر کی ٹیک لگا کر بیٹھ جاتے اور ہوا آپ کے چہرہ پر مٹی ڈال دیتی۔ جب وہ باہر نکلتے تو آپ ان کے پیچھے پیچھے ہو لیتے وہ کہتے اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عم زاد آپ کیسے تشریف لائے ہیں۔ آپ میری طرف پیغام بھیج دیتے میں خود حاضر ہو جاتا تو آپ فرماتے نہیں میں آپ کے پاس حاضر ہونے کا زیادہ حقدار ہوں۔

حضرت ابن عباس نے حضرت معاویہ کے ساتھ حج کیا۔ حضرت معاویہ کے ساتھ ایک فوج تھی۔ اور حضرت ابن عباس کے ساتھ بھی طالبانِ علم کی ایک فوج تھی۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز نے عبداللہ بن حسن بن حسین سے کہا جب آپ کو کوئی ضرورت ہوا کرے تو مجھے اس کے متعلق لکھ بھیجا کیجئے کیونکہ مجھے اللہ تعالی سے شرم محسوس ہوتی ہے کہ وہ آپ کو میرے دروازے پر دیکھے۔

جب آپ کے پاس حضرت فاطمہ بنت علی تشریف لائیں اس وقت آپ مدینہ کے امیر تھے۔ آپ کے پاس جو کچھ تھا انہیں دے کر فرمایا مجھے دنیا میں آپ کے گھرانے سے زیادہ محبوب کوئی نہیں اور آپ لوگ مجھے اپنے اہلبیت سے بھی زیادہ محبوب ہیں۔

ابوبکر بن عیاش نے کہا ہے جیسا کہ الشفاء میں ہے کہ

اگر میرے پاس حضرت ابوبکر، حضرت عمر اور حضرت علی آتے تو میں حضور علیہ السلام کی قرابت کی وجہ سے حضرت علی کی حاجت کو پہلے پورا کرتا۔ لیکن اگر وہ آسمان سے زمین تک ان سے مؤخر ہوتا تو مجھے ان دونوں کا اس پر مقدم کرنا زیادہ محبوب ہوتا۔

جب والئ مدینہ جعفر بن سلیمان عباسی نے حضرت امام مالک رضی اللہ عنہ کو زدوکوب کیا اور آپ کو اس کی تکلیف پہنچی اور آپ کو غشی کی حالت میں وہاں سے لے جایا گیا۔ تو آپ نے ہوش میں آنے پر فرمایا میں تمہیں خدا کا واسطہ دیتا ہوں کہ میں نے اپنے مارنے والے کو جائز کام کرنے والے کی ذیل میں رکھا ہوا ہے۔ پھر آپ سے دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا۔ میں اس بات سے ڈرتا ہوں کہ اگر میں اس حالت میں مر جاؤں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کروں تو مجھے آپ سے شرم آئے گی کہ میری وجہ سے آپ کی آل کے بعض آدمی آگ میں داخل ہوں گے۔ جب منصور مدینہ آیا تو اس نے جعفر سے قصاص دلانے کا ارادہ کیا تو آپ نے فرمایا میں اس سے خدا کی پناہ چاہتا ہوں۔ قسم بخدا اس نے جو کوڑا بھی اٹھایا ہے میں نے اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قرابت کی وجہ سے جواز کی ذیل میں رکھ لیا ہے

عبداللہ بن الحسن المثنیٰ بن الحسن السبط حضرت عمر بن عبدالعزیز کے پاس نو عمری کی حالت میں آئے۔ آپ کے بال لمبے تھے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے آپ کو بلند جگہ پر بٹھایا اور ان کی طرف متوجہ ہوئے تو آپ کی قوم نے آپ کو ملامت کی۔ آپ نے فرمایا کہ مجھ سے ثقہ آدمی

نے بیان کیا ہے اور مجھے یوں محسوس ہوتا ہے کہ میں اسے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے منہ سے سن رہا ہوں کہ فاطمہ میرے جسم کا ٹکڑا ہے جو اسکو خوش کرے گا۔ وہ مجھے خوش کرے گا۔ اور میں جانتا ہوں کہ اگر حضرت فاطمہ زندہ ہوتیں تو میں نے ان کے بیٹے سے جو سلوک کیا ہے اس سے وہ خوش ہوتیں۔

خطیب نے بیان کیا ہے کہ احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ کے پاس جب کوئی قریشی کا نوجوان، بوڑھا یا سردار آتا تو آپ انہیں مقدم کرتے اور خود ان کے پیچھے باہر نکلتے اور حضرت امام ابوحنیفہ اہلبیت کی بہت تعظیم کرتے تھے۔ اور ان کے ظاہری اور پوشیدہ نادار آدمیوں پر خرچ کر کے قرب حاصل کرنا چاہتے تھے۔ کہتے ہیں کہ آپ نے ان میں سے ایک خفیہ نادار آدمی کو بارہ ہزار درہم بھجوائے اور اپنے اصحاب کو بھی اس بارے میں ترغیب دیا کرتے تھے۔ اور امام شافعی نے ان کے بارے میں مبالغہ سے کام لیتے ہوئے صراحت کی ہے کہ وہ بھی ان کے شیعوں میں سے ہیں۔ یہاں تک ان کے بارے میں طرح طرح کی باتیں کی گئیں اور آپ نے ان کے جوابات دیئے۔ جیسے ہم پہلے بیان کر چکے ہیں۔ آپ نے اپنی ایک اچھوتی نظم میں کہا ہے ؎

آل نبی اللہ تعالیٰ کے پاس پہنچنے کے لئے میرا
ذریعہ اور وسیلہ ہے مجھے امید ہے کہ کل
وہ ان کے ذریعہ میرے اعمال نامہ کو میرے دائیں
ہاتھ میں دے گا۔

زہری نے ایک گناہ کا ارتکاب کیا اور بے مقصد کہیں چلا گیا تو زین العابدین

نے اُسے فرمایا تمہارا اللہ تعالےٰ کی اس رحمت سے مایوس ہونا جو ہر چیز پر حاوی ہے۔ تمہارے گناہ سے بھی بڑا گناہ ہے۔ زہری نے جواب دیا اللہ بہتر جانتا ہے کہ وہ اپنی رسالت کو کہاں رکھے تو وہ اپنے اہل و عیال کی طرف واپس آگئے۔

خاتمہ

حضور علیہ السلام نے اپنی آل کے متعلق جو خبریں دی ہیں کہ ان کو انتقامی کارروائیوں کے نتیجے میں کیا کیا مصائب و آلام پہنچیں گے اور دیگر آداب کا بیان۔

حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ عنقریب میرے اہلبیت کو میری اُمت کی طرف سے قتل اور مار بھگانے کے واقعات کا سامنا کرنا پڑے گا۔ ہماری قوم سے سب سے زیادہ بغض رکھنے والے بنو امیہ۔ بنو مغیرہ اور بنو مخزوم ہیں۔ اسے حاکم نے صحیح قرار دیا ہے لیکن اس میں اسمٰعیل بھی ہے۔ جس کے متعلق جمہور نے کہا ہے کہ وہ سوء حفظ کی وجہ سے ضعیف ہے اور بخاری نے اسے ثقہ قرار دیا ہے۔ اور ترمذی نے اس سے نقل کیا ہے۔ کہ وہ ثقہ مقارب الحدیث ہے۔ اور اہلبیت سے سب سے زیادہ بغض رکھنے والا مروان بن الحکم ہے۔ گویا یہ وہ حدیث کا راز ہے جسے حاکم نے صحیح قرار دیا ہے۔ کہ عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے کہا ہے کہ جب کسی کے ہاں بچہ پیدا ہوتا وہ اُسے حضور علیہ السلام کی خدمت میں لے کر آتا اور آپ اس کے لئے دُعا فرماتے۔ جب مروان کو آپ کے پاس لایا گیا تو آپ نے فرمایا یہ گرگٹ کا بیٹا گرگٹ ہے اور ملعون بن ملعون ہے اور اس کے بعد محمد بن زیاد سے تھوڑی

سی بات بیان ہوئی ہے کہ جب حضرت معاویہ نے اپنے بیٹے یزید کے لئے بیعت لی تو مروان نے کہا یہ بیعت ابوبکر اور عمر کی سنّت کے مطابق ہے۔ تو عبدالرحمن بن ابوبکر نے کہا یہ ہرقل اور قیصر کی سنّت کے مطابق ہے تو مروان نے اسے کہا تیرے ہی بارے میں اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے کہ

والذی قال لوالدیہ اف لکما۔ جس نے اپنے والدین سے کہا کہ تم پر اُف ہے۔

جب یہ خبر حضرت عائشہ کے پاس پہنچی تو آپ نے فرمایا! اُس نے جھوٹ بولا خدا کی قسم یہ وہ شخص نہیں ہے۔ لیکن رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مروان کے باپ پر اس وقت لعنت فرمائی جب مروان اس کی صلب میں تھا۔

پھر عمرو بن مرۃ الجہنی سے روایت کی گئی ہے جسے آپ سے صحبت حاصل تھی۔ کہ حکم بن عاص نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے حاضری کی اجازت چاہی تو آپ نے اس کی آواز کو پہچان کر فرمایا اسے اجازت دے دو۔ اس پر خدا کی لعنت ہے۔ اور اس پر بھی جو اس کی صلب سے نکلے گا۔ سوائے اس کے کہ ان میں سے کوئی مومن ہو اور وہ تھوڑے ہی ہوں گے۔ وہ دنیا میں سربلند اور آخرت میں ذلیل ہوں گے۔ بڑے مکّار اور دھوکہ باز ہونگے۔ انہیں دنیا ملے گی۔ مگر آخرت میں ان کا کوئی حصہ نہ ہوگا۔

ابن ظفر کہتے ہیں کہ اس حکم کو بڑی سخت بیماری تھی۔ اور ابوجہل کا بھی یہی حال تھا۔ جس کا مکمل تذکرہ الدمیری نے حیاۃ الحیوان

بیں کیا ہے۔ اور حضور علیہ السلام نے حکم اور اس کے بیٹے پر جو لعنت کی ہے۔ اس سے اسے کوئی نقصان نہیں ہوگا۔ کیونکہ حضور علیہ السلام نے ایک دوسری حدیث میں اس کا تدارک کر دیا ہے۔ یعنی آپ بشر ہیں اور بشر کی مانند آپ کو غصّہ بھی آتا ہے۔ اور آپ نے اللہ تعالے سے دعا کی ہے کہ میں نے جس کو بُرا کہا ہے یا اس پر لعنت کی ہے یا اُسے بد دُعا دی ہے۔ وہ اس کے لئے رحمت پاکیزگی کفارہ اور طہارت کا ذریعہ بن جائے۔ اور ابوجہل کے بارے میں ابن ظفر سے جو منقول ہے حکم کے برخلاف اس میں کوئی تاویل نہیں ہوسکتی کیونکہ وہ صحابی ہے اور یہ بُری بات ہے کہ صحابی پر تہمت لگائی جائے اور اگر یہ بات صحیح ہے تو اسے اس بات پر محمول کرنا چاہیئے۔ کہ اس پر قبل از اسلام یہ تہمت لگائی جاتی تھی اور مہدی کی احادیث میں بیان ہو چکا ہے۔ کہ حضور علیہ السلام نے بنی ہاشم کے نوجوانوں کو دیکھا تو آپ کی آنکھیں ڈبڈبا آئیں۔ اور رنگ متغیر ہو گیا پھر فرمایا! ہم اہلبیت کے لئے اللہ تعالے نے دنیا کے مقابل پر آخرت کو پسند فرمایا ہے اور عنقریب میرے بعد میرے اہلبیت مصائب سے دوچار ہوں گے۔ اور انہیں مار بھگایا جائے گا۔

ابن عساکر نے بیان کیا ہے کہ سب سے پہلے قریش ہلاک ہوں گے۔ اور قریش میں سب سے پہلے میرے اہلبیت ہلاک ہونگے ابو یعلی اور طبرانی نے بھی اسی قسم کی روایت کی ہے۔

جان لیجئے کہ لوگوں کے متعلق عموماً اور اہلبیت کے متعلق خصوصاً چند امور کی رعایت کی تاکید کی گئی ہے۔

اوّل :۔ شرعی علوم کے حصول کی طرف توجہ دینا کیونکہ بغیر علم کے نسب میں کوئی فائدہ نہیں اور علوم شرعیہ کی طرف توجہ پر ترغیب کے دلائل اور اس کے آداب اور علماء اور متعلمین کے آداب، ان سب باتوں کی تفصیل ائمہ کی کتب میں معروف ہے۔ اس لئے ہم اسے طول نہیں دیتے۔

دوم :۔ آبا پر فخر کو ترک کرنا اور بغیر علوم دینیہ کے حصول کے ان پر بھروسہ نہ کرنا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

ان اکرمکم عند اللہ اتقکم — اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے معزز وہ ہے جو سب سے اتقیٰ ہے۔

بخاری وغیرہ میں ہے کہ حضور علیہ السلام سے دریافت کیا گیا کہ لوگوں میں سب سے زیادہ معزز کون ہے۔ فرمایا ان میں سب سے معزز وہ ہے جو اتقیٰ ہے۔

ابن جریر وغیرہ نے بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ تم سے قیامت کے روز تمہارے حسب و نسب کے متعلق دریافت نہیں فرمائے گا بلکہ اعمال کے متعلق پوچھے گا۔ تم سب میں سے بڑا معزز وہ ہے جو اتقیٰ ہے

احمد نے بیان کیا ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ دیکھ تو اسود و احمر سے بہتر نہیں سوائے اس کے کہ تو اس سے تقویٰ میں بڑھ کر ہو۔

اسی طرح اس نے بیان کیا ہے کہ آپ نے منیٰ کے ایک خطبہ میں فرمایا اے لوگو تمہارا رب ایک ہے اور تمہارا باپ بھی ایک ہے کسی عربی کو عجمی پر اور نہ کسی سرخ رنگ والے کو سیاہ فام پر فضیلت حاصل ہے۔ سوائے تقویٰ کے۔ اللہ کے نزدیک تم میں سے بہتر وہ ہے جو اتقیٰ

ہے۔

القضاعی وغیرہ نے مرفوعاً بیان کیا ہے کہ جسکا عمل اُسے سست رکھتا ہے۔ اس کا نسب اُسے تیز نہ کرے گا۔ یہ مسلم کی حدیث ہے اور اس سے پہلے بیان ہو چکا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث کی تخصیص اپنے اہلبیت سے کی ہے۔ تاکہ انہیں تقویٰ اللہ اور خشیت الہٰی کی ترغیب دی جائے اور انہیں انتباہ کیا جائے کہ قیامت کے روز تقویٰ کے بغیر کوئی آدمی ان کے قریب نہ ہو سکے گا۔ اور وہ اپنے نسب کے غرور میں دنیا کو آخرت پر ترجیح نہ دیں اور قیامت کے روز آپ کے اولیاء صرف متقی لوگ ہوں گے۔ خواہ کوئی ہوں اور جہاں بھی ہوں۔

اہل سیر نے بیان کیا ہے کہ جب زید بن موسیٰ کاظم نے مامون کے خلاف خروج کیا اور مامون کامیاب ہوا تو اس نے انہیں ان کے بھائی علی الرضا کے پاس بھیج دیا۔ انہوں نے اسے بہت زجر و توبیخ کی۔ جس میں ایک بات یہ بھی کہی کہ تو خونریزی کرنے، راستوں میں خوف پیدا کرنے اور ناجائز صورت میں مال حاصل کرنے کی وجہ سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا قائل نہ ہوگا۔ تجھے کوفہ کے بیوقوفوں نے فریب میں مبتلا کر دیا ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ فاطمہ نے پاکدامنی کو اختیار کیا ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے آگ کو ان کی ذریت پر حرام کر دیا ہے۔ یہ بات صرف حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ کے متعلق ہے۔ جو آپ کے بطن سے پیدا ہوئے ہیں نہ کہ میرے اور تیرے لئے۔ خدا کی قسم انہوں نے بھی یہ مقام اطاعت الہٰی سے حاصل کیا ہے۔ اگر تو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے اس مقام کو حاصل کرنا چاہتا ہے۔ جسے انہوں

نے اطاعت الہیٰ سے حاصل کیا ہے۔ تب تو تو اللہ کے ہاں ان سے
زیادہ مکرم ہوا۔ پس اس بات پر غور کرو کہ اس قابل عزت گھرانے میں
سے جس کو اللہ تعالیٰ توفیق دے اس کا کتنا بڑا مقام ہے۔ اور جو
شخص ان میں سے اس بات پر غور کرے گا وہ اپنے نسب کے فریب
میں نہیں آئے گا۔ اور اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کر کے اس مقام کو حاصل
کرلے گا۔ جو ان ائمہ کو بھی حاصل نہ تھا جو اس کے آباؤ اجداد میں سے
تھے اور ان کے عظیم کارناموں اور ان کے زہد و عبادات کی اقتدا
کرے گا اور ان کی طرح قیمتی علوم اموال اور جلیل القدر خوارق
سے آراستہ ہو جائے گا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ان کی برکات کو دوبارہ عطا
فرمائے اور ہمارا حشر ان کے محبوں کے زمرہ میں ہو۔ آمین۔ نے
ابونعیم نے محمد الجواد الآتی سے جو علی الرضا کے بیٹے ہیں جن
کا ذکر ابھی گذر چکا ہے۔ بیان کیا ہے کہ ان سے حدیث

ان فاطمة احصنت فرجها۔ کہ حضرت فاطمہ نے پاکدامنی اختیار کی۔

کے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے وہی جواب دیا جو آپ کے
باپ نے دیا تھا کہ یہ حدیث حضرت حسن اور حضرت حسین سے خاص
ہے اور جب زید نے اپنے باپ حضرت زین العابدین سے خروج کے
بارے میں مشورہ کیا تو آپ نے انہیں منع کرتے ہوئے فرمایا۔ مجھے
خدشہ ہے کہ تو کوفہ کی زمین میں مقتول و مصلوب ہوگا۔ کیا تجھے علم نہیں
کہ خروج سفیانی سے قبل اولاد فاطمہ میں سے جو شخص بھی سلاطین کے
خلاف خروج کرے گا مارا جائے گا۔ تو جیسا آپ کے باپ نے کہا تھا

ویسا ہی وقوع میں آیا۔ اس باب میں یہ تمام قصہ بیان ہو چکا ہے
احمد وغیرہ نے بیان کیا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ جب
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سفر سے واپس آتے تو حضرت فاطمہ کے پاس
تشریف لاتے اور دیر تک آپ کے ہاں ٹھہرتے۔ ایک مرتبہ ایک
مسکین نے آپ کے لئے کچھ چاندی ایک ہار دو بالیاں اور آپ کے
گھر کے دروازے کا پردہ تیار کیا۔ حضور علیہ السلام آپ کے گھر تشریف
لائے اور غصہ کی حالت میں باہر نکل گئے۔ یہاں تک کہ منبر پر بیٹھ گئے
تو حضرت فاطمہ نے خیال کیا کہ میں نے جو کچھ بنایا ہے اس سے حضور علیہ
السلام ناراض ہوئے ہیں۔ آپ نے وہ چیزیں آپ کی خدمت میں بھیج
دیں۔ تاکہ آپ انہیں راہ خدا میں صرف کر دیں۔ تو آپ نے تین بار فرمایا
تیرا باپ تجھ پر قربان ہو۔ میں نے یہ اس لئے کیا کہ دنیا کا محمد (صلی اللہ
علیہ وسلم) اور آلِ محمد سے کوئی تعلق نہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ کے نزدیک
دنیا میں ایک مچھر کے پر کے برابر بھی بھلائی ہوتی تو کافر اس سے ایک
گھونٹ پانی بھی نہ پی سکتا۔ اس کے بعد آپ اٹھ کھڑے ہوئے اور
حضرت فاطمہ کے گھر تشریف لائے۔ اور احمد نے اس میں یہ اضافہ
بھی کیا ہے کہ آپ نے ثوبان کو حکم دیا کہ وہ اسے آپ کے ایک صحابی
کو دے دیں اور وہ حضرت فاطمہ کے لئے ایک ہار اور ہاتھی
دانت کے دو کنگن خرید لائے اور فرمایا یہ میرے اہلبیت ہیں۔
میں ان کے لئے پسند نہیں کرتا کہ وہ اپنی طیبات اپنی دنیا وی
زندگی ہی میں کھا جائیں۔ اس بات پر غور کرو اس میں آپ کو وہ
کمال نظر آئے گا جو زہد و ورع اور اطاعت گذاری سے آراستہ

ہوئے بغیر اور رذیل باتوں سے دستکش ہوئے بغیر حاصل نہیں ہوسکتا اور اموال جمع کرنے اور دنیا کی محبت اور اس میں بلندی کی خواہش سے نہایت درجہ کے عیوب و نقائص اور رنج پیدا ہوتے ہیں۔

حضرت علی نے دنیا کو تین طلاقیں دیں اور فرمایا میں نے اپنی اس زرہ کو پیوند لگا لیا ہے اور مجھے اس کے پیوند لگانے والے سے حیاء آتی ہے۔ اور آپ کے فضائل میں اس قسم کی کئی عجیب باتیں بیان ہوچکی ہیں۔

سوم :۔ سب صحابہ کی تعظیم کرنا کیونکہ انہیں شہادت الٰہی سے خیر الامم قرار دیا گیا ہے۔ کنتم خیر امۃ اخرجت للناس اور متفقہ صحیح حدیث خیر القرون قرنی، کی گواہی سے بھی وہی لوگ اس امت کے بہترین لوگ ہیں۔ میں نے اس کتاب کے مقدمہ اولی میں ایسی احادیث کو پیش کیا ہے جو ان کے فضل و کمال ان کے وجوب محبت ان کے اعتقاد و کمال اور نقائص و جہالات سے ان کی برآت پر دلالت کرتی ہیں۔ اور باطل پر استقرار اختیار کرنا جس سے آنکھیں ٹھنڈی ہوں اور توفیق و ہدایت الٰہی سے گریز کرنے سے ہمیشہ نقصان اور فتنہ پیدا ہوتا ہے۔ پس محتاط رہیئے اور اس امت کے سواد اعظم یعنی اہل السنۃ والجماعۃ کے ساتھ رہیئے اور اگر تم صاحبان خواہشات و بدعات و ضلالت و حماقت و جہالت اور کمالات سے محروم افراد کے ساتھ رہے تو اس وقت تمہیں نسب کوئی فائدہ نہ دے گا اور جب اسلام آپ سے چھن گیا تو تمہیں ابوجہل اور ابولہب کے ساتھ شامل کر دیا جائے گا۔

چہارم :۔ اس بات کو اچھی طرح سمجھ لیجئے کہ عاشوراء کے روز حضرت امام حسین کو جو شہادت ملی ۔ جیسا کہ آئندہ اس کا تفصیلی واقعہ آئے گا ۔ وہ ایک ایسی شہادت ہے جو آپ کی بلند نصیبی ، رفعت اور اللہ تعالیٰ کے ہاں آپ کے درجہ پر دلالت کرتی ہے ۔ اور آپ کو اہلبیت کے پاکیزہ آدمیوں کے درجات کے ساتھ ملا دیتی ہے بس جو شخص اس روز آپ کی مصیبت کو یاد کرے اُسے امتثال امر کیلئے انا للہ و انا الیہ راجعون کے سوا کچھ نہ کہنا چاہیئے تاکہ

اولئک علیہم صلوات من ربہم و رحمۃ و اولئک ھم المھتدون میں جو کچھ اللہ نے فرمایا ہے وہ اُسے حاصل ہو ۔ ان لوگوں پر اپنے رب کی طرف سے درود و رحمت ہے اور یہی لوگ ہدایت یافتہ ہیں ۔ [۱] پس اس روز درود و رحمت اور روزہ وغیرہ کے سوا اور کوئی کام نہیں کرنا چاہیئے ۔ اور رافضیوں کی بدعات ماتم ، مرثیہ گوئی اور غم وغیرہ سے اجتناب اختیار کرنا چاہیئے ۔ کیونکہ یہ باتیں مومنین کے اخلاق میں سے نہیں ہیں ۔ اگر یہ باتیں مومنین کے اخلاق میں سے ہوتیں ۔ تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے روز ان باتوں پر بدرجہ اولیٰ عمل کیا جاتا ۔

اور اہلبیت سے تعصب رکھنے والے خوارج اور مقابلہ کرنے والے جاہل

---

[۱] عبد الحسین موسوی کی کتاب " المجالس الفاخرۃ فی ماتم العترۃ الطاہرۃ " میں جو کچھ بیان ہوا ہے وہ ضعف ثبوت و دلالت کے باعث اس قابل نہیں کہ ان باتوں کے جواز پر کوئی دلیل قائم کی جا سکے ۔

کی بدعتوں سے بھی بچنا چاہیئے۔ فاسد، بدعت اور شر کے مقابلہ میں ویسے ہی فاسد بدعت اور شر کو اختیار کر کے انتہائی درجے کی خوشی و مسرت کا اظہار کرنا اور اُسے عید بنا ڈالنا اور اظہار زینت کے لیئے خضاب اور سرمہ لگانا، نئے کپڑے پہننا، ڈھیروں روپیہ خرچ کرنا، کھانے اور دانے پکانے یہ سب باتیں عادات سے خارج ہیں۔ ان کے اعتقاد میں یہ باتیں سنّت اور عادت میں شامل ہیں۔ جبکہ سنت یہ ہے کہ ان سب باتوں کو ترک کر دیا جائے۔ کیونکہ ان میں کوئی ایک بات بھی ایسی نہیں جس پر اعتماد کیا جا سکے۔ اور نہ ہی کوئی اثر صحیح ہے۔ جس کی طرف رجوع کیا جا سکے۔

بعض ائمہ حدیث و فقہ سے عاشورہ کے روز سرمہ لگانے غسل کرنے، مہندی لگانے، دانے پکانے، نئے کپڑے پہننے اور خوشی کا اظہار کرنے کے متعلق دریافت کیا گیا تو انہوں نے جواب دیا کہ اس بارے میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور نہ ہی آپ کے اصحاب میں سے کسی کی کوئی حدیث آئی ہے۔ اور نہ ہی ائمہ مسلمین میں سے ائمہ اربعہ اور نہ کسی اور نے اسے پسند کیا ہے۔ اور نہ ہی کتب معتبرہ میں اس کے متعلق کوئی صحیح یا ضعیف حدیث آئی ہے اور یہ جو کہا گیا ہے کہ جو اس روز سرمہ لگائے گا سال بھر اس کی آنکھ دُکھنے نہ آئے گی اور جو غسل کرے گا وہ سال بھر بیمار نہ ہوگا۔ اور جو عیال پر کھلا خرچ کرے گا سارا سال اللہ تعالیٰ اس کو وسعت دے گا۔ یا اس قسم کی اور باتیں جیسے کہ اس دن نماز پڑھنے کی بڑی فضیلت ہے اور یہ کہ اس روز آدم علیہ السلام کی توبہ قبول ہوئی۔ اور نوح علیہ السلام کی

کشتی جودی پہاڑ پر رک گئی اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ سے بچایا گیا اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کی قربانی کے عوض مینڈھا فدیہ دیا گیا اور یوسف علیہ السلام، یعقوب علیہ السلام کو واپس ملے یہ سب باتیں موضوع ہیں۔ ہاں عیال پر کھلا خرچ کرنے کی بات ٹھیک ہے۔ لیکن اس کی سند میں ایسا آدمی ہے جس پر اعتراض کیا گیا ہے [1] پس ان لوگوں نے اپنی جہالت سے اسے ایک تہوار اور اپنے رفض سے اسے ایک ماتم بنالیا ہے اور یہ دونوں خطاکار اور سنت کے مخالف ہیں۔ یہ بات بعض حفاظ نے بھی بیان کی ہے۔ [2]

---

[1] یہ حدیث کہ عیال پر کھلا خرچ کرے۔ اسے عراقی اور حافظ ابن ناصر نے صحیح قرار دیا ہے۔ یہ بہت سے طرق سے مروی ہے جن میں سے بعض مسلم کی شرط کے مطابق ہیں۔ ابن عبدالبر کی روایت صحیح ہے اور ان میں ضعیف وہ ہے جب اسے بعض کیساتھ ملایا جاتا ہے تو بعض سے قوت حاصل کرتی ہے۔ جیسا کہ سخاوی اور سیوطی نے بیان کیا ہے۔ اس کے متعلق عراقی نے ایک جزو تالیف کیا ہے۔ جبکہ سیوطی نے التعقبات میں تلخیص کی ہے۔ اور ابن جوزی نے بیان کیا ہے کہ اسکی اسناد میں مجہول راوی ہے۔ جبکا نام سلیمان بن ابی عبداللہ ہے۔ لیکن ابن حبان نے اسے ثقہ قرار دیا ہے۔ ا

[2] ابن کثیر نے کہا ہے کہ رافضیوں نے بنی بویہ کی حکومت میں یعنی چار سو کے لگ بھگ حد سے تجاوز کیا۔ عاشورہ کے روز بغداد اور دوسرے شہروں میں ڈھول بجائے جاتے راستوں اور بازاروں میں توڑی اور راکھ بکھیری جاتی۔ دکانوں پر ٹاٹ لٹکائے جاتے۔ اور لوگ گریہ زاری اور غم کا اظہار کرتے۔ بہت سے لوگ پانی نہ پیتے تاکہ حضرت حسینؓ کے ساتھ موافقت کرنے سے لذت اندوز ہوں۔ کیونکہ انہیں پیاسا قتل کیا گیا تھا۔ پھر عورتیں برہنہ منہ نوحہ کرتیں اور اپنے مونہوں اور چھاتیوں پر تھپڑ ماریں اور ننگے پاؤں بازاروں میں نکلتیں اور اسی قسم کی دیگر بری بدعات و خواہشات اور رسوا کن مخترعات اختیار کی جاتیں۔ ان سب باتوں کا مقصد یہ تھا کہ وہ بنی امیہ کی حکومت کو ذلیل کریں۔ کیونکہ حضرت حسین کو ان کی حکومت میں قتل کیا گیا تھا۔

اور حاکم نے صراحت کی ہے کہ اس روز سرمہ لگانا بدعت ہے اس روایت کے ساتھ ایک پیشگوئی بھی ہے کہ جو شخص عاشورہ کے روز سرمہ لگائے گا اس کی آنکھ کبھی دُکھنے نہیں آئے گی۔ لیکن حاکم نے اسے منکر کہا ہے۔ بعض حفاظ کا کہنا ہے کہ ابن جوزی نے حاکم کے طریق پر اور اس طریق کے علاوہ بھی اسے موضوعات میں شامل کیا ہے۔

المجد اللغوی نے حاکم سے نقل کیا ہے کہ روزہ کے علاوہ دوسری تمام احادیث جن میں نماز، انفاق، خضاب، تیل اور سرمہ لگانے اور دانے پکانے کی فضیلت کا ذکر آیا ہے۔ سب موضوع اور افتراء ہیں۔[1] اسے یہی وجہ ہے کہ ابن القیم نے صراحت کرتے ہوئے کہا ہے کہ عاشورہ کے روز سرمہ لگانے، تیل لگانے اور خوشبو لگانے والی حدیث کذابین کی وضع کردہ حدیثوں میں سے ہے۔ اور عاشورہ کے دن کو سرمہ لگانے سے جو مخصوص کیا گیا ہے اس میں کلام کیا گیا ہے اور یہ جو بیان ہوا ہے کہ اس روز خرچ کرنے سے فراخی ملتی ہے اس کی اصل موجود ہے۔

حافظ الاسلام الزین العراقی نے اپنی کتاب امالی میں بیہقی کے طریق سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص عاشورہ کے روز اپنے اہل و عیال پر کھلا خرچ کرے گا اللہ تعالیٰ اسے سال بھر وسعت عطا فرمائے گا۔ پھر کہتے ہیں کہ اس حدیث کا تعاقب کیا گیا ہے۔ اس حدیث کی اسناد میں نرمی ہے۔ لیکن ابن

---

[1] ابن رجب نے لطائف المعارف میں کہا ہے کہ سرمہ لگانے، خضاب لگانے اور نہانے کی جو فضیلت بیان ہوئی ہے یہ سب موضوع ہیں اور صحیح نہیں۔

حبان کے سوا ایک رائے کے مطابق یہ حسن ہے۔ یہ ایک اور طریق
سے بھی مروی ہے۔ جسے حافظ ابوالفضل محمد بن ناصر نے صحیح قرار
دیا ہے اور اس میں بھونڈے اضافے کئے گئے ہیں۔ بیہقی کے
ظاہری کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ فراخی والی حدیث ابن حبان کے
سوا ایک رائے کے مطابق حسن ہے۔ اس لئے کہ اُسے صحابہ کی ایک
جماعت سے مرفوعاً بیان کیا گیا ہے یہ اسانید اگرچہ ضعیف ہیں لیکن
جب ایک دوسرے کے ساتھ ملا دی جاتی ہیں تو ان میں قوت پیدا
ہو جاتی ہے۔ اور ابن تیمیہ کے انکار کے متعلق جو کچھ میں سمجھا ہوں وہ
یہ ہے کہ فراخی کے متعلق رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی چیز
مروی نہیں۔ اور احمد نے جو کچھ کہا ہے وہ یہ کہ یہ حدیث صحیح نہیں
اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ صحیح لذاتہٖ نہیں۔ اس سے اس کے
حسن لغیرہ ہونے کی نفی نہیں ہوتی اور حسن لغیرہ سے حجت پکڑی جاتی
ہے۔ جیسا کہ علم حدیث میں بیان کیا گیا ہے

پنجم:۔ ہر آدمی کو اس شریف نسب کے لئے غیرت چاہیئے
اور اُسے یاد بھی رکھنا چاہیئے تاکہ آپ کی طرف صرف حقدار ہی کا
انتساب ہو سکے۔ اہلبیت نبوی کے انساب زمانہ دراز تک ہمیشہ
حفظ کئے جاتے رہے ہیں۔ اور ان کے احساب بھی جن سے وہ
ممتاز ہوتے ہیں محفوظ رہے ہیں کہ کہیں کمینے اور جاہل لوگ انکے
مدعی نہ بن بیٹھیں۔ ہر زمانے میں جو شخص ان کی تصحیح اور ان کی
تفاصیل کے حفظ کے لئے کھڑا ہوتا رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ اُسے الہام
کرتا رہا ہے۔ خصوصاً طالبیوں اور مطلبیوں کے انساب کے متعلق

اور صاحبانِ شرف جیسے کہ عباسی اور جعفری ہیں۔ ان کے درمیان بنی فاطمہ کی ذریت طاہرہ کیلئے یہ خاص اصطلاح بن گئی ہے کہ وہ اپنے شرفِ مزید کے اظہار کے لئے سبز لباس زیب تن کرتے ہیں۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس کا سبب یہ ہے کہ مامون نے ارادہ کیا کہ خلافت ان میں قائم کرے۔ اس بات کا بیان علی الجواد کے حالات زندگی میں آئے گا۔ کہ اس نے انکے ساتھ خلافت کا عہد کیا تھا۔ تو اس نے ان کے لئے سبز شعار بنایا اور انھیں سبز لباس پہنایا۔ کیونکہ عباسیوں کا شعار سیاہ تھا اور دیگر مسلمانوں کا سفید وغیرہ ذالک، سرخ کی تحریم میں اختلاف ہے۔ آخرالامر یہود کا شعار زرد تھا پھر وہ اپنے ارادے سے پھر گیا اور خلافت بنی عباس کو دے دی۔ مگر بنی زہرا میں سے اشراف علویوں کا یہی شعار رہا۔ لیکن انہوں نے کپڑوں کو مختصر کر کے ایک سبز کپڑے کا ٹکڑا رکھ لیا۔ جسے وہ اپنے عماموں پر بطور شعار رکھتے پھر آٹھویں صدی کے آخر میں یہ شعار بھی ختم ہو گیا پھر ۷۷۳ھ میں سلطان اشرف شعبان بن حسن بن ناصر محمد بن قلاوون نے حکم دیا کہ دیگر لوگوں سے امتیاز کے لئے علوی اپنے عماموں پر سبز پٹی باندھا کریں تو مصر و شام اور دیگر ممالک میں اسپر عمل کیا گیا [1]

---

[1] صدرِ اوّل میں شریف کا نام تمام اہل بیت پر بولا جاتا تھا خواہ وہ حضرت علی یا حضرت جعفر یا حضرت عقیل یا حضرت عباس کی اولاد سے ہوں۔ اس اصطلاح کو ذہبی نے اختیار کیا ہے یہ بات ان میں سے اصطلاح کی تاریخ بیان کرنے والوں نے کہی ہے اور فاطمیوں نے اسے صرف حسنین کی ذریت کے متعلق قرار دیا ہے۔ بغداد میں اسکا اطلاق ہر عباسی پر ہوتا ہے۔ مگر ذہبی نے جو اصطلاح بنائی ہے وہ اولیٰ ہے جیسا کہ سیوطی نے کہا ہے اور سفید علامت جو شریف اور غیر شریف چاہے اختیار کرے اسکے ترک کرنے سے سوائے شرعی ضرورت کے غیر شریف ہونیکا حکم نہیں لگایا جاسکتا جیسا کہ سیوطی نے العجالۃ الزرنبیۃ میں بیان کیا

اس بارے میں نابینا جابر اندلسی جب وہ حلب میں اترا ہوا تھا کہتا ہے
اس نے الفیہ ابن مالک کی شرح بھی کی ہے۔ جسکا نام نابینا و بینا ہے۔

انہوں نے ابنائے رسول کے لئے علامت مقرر کی ہے۔

علامت کی ضرورت اسے ہوتی ہے جو مشہور نہ ہو۔ ان کے قابل اکرام چہروں پر نور نبوت جھلکتا ہے جو شریف آدمی کو سبز پٹی سے بے نیاز کر دیتا ہے۔ اس بارے میں شعرا کی جماعت نے بہت کچھ کہا ہے۔ جس کا ذکر طوالت کا باعث ہوگا ان سب سے بہتر قول ادیب محمد بن ابراہیم ابن برکتہ الدمشقی المزنی کا ہے۔

تاجوں کے اطراف میں ریشم کی سبز پٹیاں، اشراف کی علامت بنائی گئی ہیں اور سلطان اشرف نے اس شرف کے ساتھ ان کو مخصوص کیا ہے تاکہ انہیں سب اطراف سے پہچانا جا سکے اور غیر آباء کی طرف انتساب کرنے کے متعلق سخت انتباہ کیا گیا ہے۔ کہ ایسا شخص کافر اور ملعون ہے۔ صحیح بخاری میں حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص اپنے آپ کو غیر باپ کی طرف منسوب کرے گا۔ یا غیر موالی کی طرف جائے گا۔ اس پر اللہ تعالیٰ فرشتوں اور سب لوگوں کی لعنت ہو گی۔ اس بارے میں بہت سی مشہور احادیث آئی ہیں۔ ہم ان کے ذکر کو طول نہیں دینا چاہتے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس پر اس کے انبیا اور اولیاء پر جھوٹ بولنے سے بچائے اور معزز اہل بیت نبوی کے زمرہ میں ہمارا حشر ہو۔ کیونکہ ہم ان کے محب اور خدمتگذار

رہی بات سبز عمامہ کی اسے محمد شریف متولی باشا مصر نے ۱۲۰۰ھ میں ایجاد کیا جیسا کہ خفاجی نے ذکر کیا ہے۔

ہیں اور جو کسی قوم سے محبت کرتا ہے ۔ نص حدیث کی رو سے وہ ان کے ساتھ ہونے کی آرزو کر سکتا ہے ۔ اور یہ میرے جیسے کمزور اور کوتاہ عمل انسان کی معذوری ہے کہ وہ صادقین کے سے عمل کرے یا مخلصین کے احوال سے آراستہ ہو ۔ لیکن خدائے ذوالجلال والاکرام سے عطیات وبخششوں کی امید انشاء اللہ ہمیں قبولیت اور انعام سے نوازے گی ۔ کیونکہ وہ اکرم کریم اور ارحم رحیم ہے ۔

اس فصل میں اہل بیت کے متعلق احادیث بیان ہوں گی ان میں سے اکثر احادیث پہلی فصل میں بیان ہو چکی ہیں لیکن اس فصل میں انہیں بیان کرنے سے میرا مقصد یہ ہے کہ وہ بہت جلدی مستحضر ہو جائیں۔

۱:۔ دیلمی نے ابی سعید سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص میری اولاد کے متعلق مجھے اذیت دے گا۔ اس پر سخت غضب الٰہی ہو گا اور یہ بھی آیا ہے کہ آپ نے فرمایا کہ جو چاہتا ہے کہ اس کی عمر لمبی ہو اور اللہ تعالیٰ نے جو اُسے دیا ہے اُس سے لطف اندوز ہو تو اسے میرے اہل بیت کے بارے میں میرا اچھا جانشین ہونا چاہیئے اور جو ان کے بارے میں میرا جانشین نہ ہوا اُس کی عمر کاٹ دی جائے گی اور وہ قیامت کے روز میرے پاس روسیاہ ہو کر آئے گا۔

۲:۔ حاکم نے ابوذر سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میرے اہل بیت کی مثال تم میں کشتی نوح کی طرح ہے جو اس میں سوار ہو گا نجات پائے گا اور جو پیچھے رہے گا ہلاک ہو گا اور بزار کی روایت میں اسے حضرت ابن عباس اور حضرت ابن زبیر سے بیان کیا گیا ہے۔ اور حاکم نے ابوذر ہی سے ایک اور روایت بیان

کی ہے کہ تم لوگوں میں میرے اہل بیت کی مثال کشتی نوح کی طرح ہے۔ جو اس میں سوار ہوگا نجات پائے گا اور جو پیچھے رہے گا غرق ہو جائیگا

۳:۔ طبرانی نے حضرت ابن عمر سے بیان کیا ہے کہ قیامت کے روز میں سب سے پہلے اپنی امت میں سے اپنے اہل بیت کی شفاعت کروں گا۔ پھر قریش میں سے قریب ترین رشتہ داروں کی۔ پھر انصار کی پھر ان لوگوں کی جو مجھ پر ایمان لائے اور اہل یمن میں سے جنہوں نے میری اتباع کی پھر دیگر عربوں کی پھر عجمیوں کی اور جس کی میں پہلے سفارش کروں گا وہ افضل ہوگا۔

۴:۔ حاکم نے حضرت ابوہریرہ سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ تم میں سے بہتر آدمی وہ ہے جو میرے بعد میرے اہل بیت کے لئے بہتر ہوگا۔

۵:۔ طبرانی اور حاکم نے عبداللہ بن ابی اوفی سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میں نے اپنے رب سے دعا کی ہے کہ میں اپنی امت میں سے جس سے شادی کروں اور جو میری امت میں سے مجھ سے شادی کرے وہ میرے ساتھ جنت میں ہو تو اللہ نے میری یہ دعا قبول فرمائی۔

۶:۔ شیرازی نے القاب میں حضرت ابن عباس سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میں نے اللہ تعالی سے دعا کی ہے کہ میں اہل جنت کے سوا کسی سے شادی نہ کروں اور اہل جنت ہی میں میری شادی ہو۔

۷:۔ ابوالقاسم بن بشران نے اپنی امالی میں عمران بن حصین سے بیان

کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میں نے اپنے رب سے دعا کی ہے کہ وہ میرے اہل بیت میں سے کسی کو آگ میں داخل نہ کرے تو اس نے میری یہ دُعا قبول فرمائی۔

۸ :۔ ترمذی اور حاکم نے حضرت ابن عباس سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ خدا سے اس لیئے محبت رکھو کہ وہ تمہیں اپنی نعمتیں کھانے کو دیتا ہے اور میرے ساتھ اللہ کی محبت کی وجہ سے محبت رکھو۔ اور میری محبت کی وجہ سے میرے اہلبیت سے محبت رکھو۔

۹ :۔ ابن عساکر نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو میرے اہل بیت کے ساتھ احسان کرے گا۔ میں اس کا بدلہ اُسے قیامت کو دوں گا۔

۱۰ :۔ خطیب نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے بیان کیا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جس نے دنیا میں عبدالمطلب کی اولاد میں سے کسی کے ساتھ احسان کیا۔ جب وہ مجھے ملے گا اس کا بدلہ میرے ذمہ ہوگا۔

۱۱ :۔ ابن عساکر نے حضرت علی سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جس نے میرے ایک بال کو بھی اذیت دی اس نے مجھے اذیت دی اور جس نے مجھے اذیت دی اس نے اللہ تعالیٰ کو اذیت دی۔

۱۲ :۔ ابو یعلی نے سلمہ بن اکوع سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ آسمان والوں کے لیئے ستارے باعثِ امان

ہیں۔ اور میری اُمّت کیلئے میرے اہلبیتؑ باعث امان ہیں۔

۱۳ :۔ حاکم نے حضرت انس سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میرے رب نے میرے اہل بیت کے متعلق مجھ سے وعدہ کیا ہے کہ ان میں سے جو توحید اور میرے متعلق احکام کے پہنچانے کا اقرار کرے گا وہ ان کو عذاب نہیں دے گا۔

۱۴ :۔ ابن عدی اور دیلمی نے حضرت علی سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ تم میں پل صراط پر سب سے زیادہ ثابت قدم وہ ہوگا جو میرے اہل بیت اور میرے صحابہ سے زیادہ محبت رکھتا ہوگا۔

۱۵ :۔ ترمذی نے حذیفہ سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ یہ فرشتہ آج کی رات سے پہلے کبھی زمین پر نازل نہیں ہوا، اس نے اپنے رب سے مجھ پر سلام بھیجنے اور یہ خوشخبری دینے کی اجازت طلب کی ہے کہ فاطمہ مستورات جنت کی سیدہ اور حسن اور حسین نوجوانانِ بہشت کے سردار ہیں۔

۱۶ :۔ ترمذی، ابن ماجہ، ابن حبان اور حاکم نے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو ان سے جنگ کرے گا میں اس سے جنگ کروں گا۔ اور جو ان سے صلح کرے گا میں اس سے صلح کروں گا۔

۱۷ :۔ ابن ماجہ نے عباس بن عبد المطلب سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ان لوگوں کا کیا حال ہوگا کہ جب میرے اہل بیت میں کوئی ان کے پاس جاکر بیٹھتا ہے تو وہ اپنی باتوں کو بند کر دیتے ہیں۔ مجھے اس ذات کی قسم ہے۔ جس کے قبضے میں میری

جان ہے کہ کسی آدمی کے دل میں ایمان داخل نہیں ہو سکتا جب تک وہ ان سے محض اللہ اور میری قرابت کی خاطر محبت نہ کرے۔

۱۸:۔ احمد اور ترمذی نے حضرت علی سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جس نے مجھ سے اور ان دونوں سے اور ان کے ماں اور باپ سے محبت کی وہ قیامت کے روز میرے درجہ میں میرے ساتھ ہو گا۔

۱۹:۔ ابن ماجہ اور حاکم نے حضرت انس سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ہم اولادِ عبد المطلب اہل جنت کے سردار ہیں یعنی میں، حمزہ، علی، جعفر، حسن، حسین اور امام مھدی۔

۲۰:۔ طبرانی نے حضرت فاطمۃ الزہرا سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ سوائے اولاد فاطمہ کے ہر عورت کے بیٹوں کا عصبہ ہوتا ہے۔ جس کی طرف وہ منسوب ہوتے ہیں۔ پس میں ان کا ولی اور عصبہ ہوں۔

۲۱:۔ طبرانی نے حضرت ابن عمر سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ سوائے اولاد فاطمہ کے ہر عورت کے بیٹے کا عصبہ جو ان کے باپ کی طرف سے ہے فنا ہونے والا ہے۔ پس میں ہی ان کا عصبہ اور میں ہی ان کا باپ ہوں۔

۲۲:۔ طبرانی نے حضرت فاطمہ سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ سوائے اولاد فاطمہ کے ہر عورت کے بیٹے، اپنے عصبہ کی طرف منسوب ہوتے ہیں۔ پس میں ان کا ولی، ان کا عصبہ اور ان کا باپ ہوں۔

۲۳ :۔ احمد اور حاکم نے مسور سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ کہ فاطمہ میرے وجود کا ٹکڑا ہے ۔ جو اُسے ناراض کرے گا وہ مجھے ناراض کرے گا اور جو اُسے خوش کرے گا وہ مجھے خوش کرے گا قیامت کے روز میرے نسب سبب اور دامادی کے سوا سب انساب منقطع ہو جائیں گے ۔

۲۴ :۔ بزار، ابو یعلی اور طبرانی اور حاکم نے حضرت ابن مسعود سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ فاطمہ نے پاکدامنی اختیار کی ہے ۔ پس اللہ تعالیٰ نے اس پر اور اس کی ذریت پر آگ کو حرام کر دیا ہے ۔

اس سلک اور خلفائے اربعہ کی سلک میں آنے والے لوگوں کا ذکر ان احادیث میں مندرج ہو چکا ہے ۔ جو قریش کے متعلق بیان ہوئی ہیں ۔ اس لئے کہ یہ سب لوگ قریش میں سے ہیں ۔ یعنی نضر بن کنانہ کی اولاد ہیں اور جو چیز اعم کے لئے ثابت ہو وہ اخص کے لئے ثابت ہوتی ہے ۔ اسی لئے میں نے گذشتہ گنتی پر اس کو ثابت کیا ہے ۔ اور اسے مؤخر کیا ہے ۔ تاکہ تمام قریش اس میں آجائیں ۔

۲۵ :۔ شافعی اور احمد نے عبد اللہ بن حنطب سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جمعہ کے روز ہمیں خطبہ دیا اور فرمایا اے لوگو ! قریش کو مقدم کرو اور ان سے آگے نہ بڑھو اور ان سے سیکھو اور انہیں سکھاؤ نہیں ۔

۲۶ :۔ بیہقی نے جبیر بن مطعم سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اے لوگو ! قریش سے آگے نہ بڑھو ورنہ

ہلاک ہو جاؤ گے ۔ اور ان سے پیچھے بھی نہ رہو ورنہ گمراہ ہو جاؤ گے ۔
ان کو سکھاؤ نہیں بلکہ ان سے سیکھو کیونکہ وہ تم لوگوں سے زیادہ جانتے
ہیں ۔ اگر قریش غرور نہ کرتے تو میں انہیں اس چیز کے متعلق خبر دیتا جو
اللہ تعالےٰ کے ہاں ہے ۔

۲۷ :۔ شیخین نے حضرت جابر سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا ہے کہ لوگ قریش کے اس طرح پیروکار ہیں کہ ان کا مسلمان
ان کے مسلمان کا پیروکار اور ان کا کافر ان کے کافر کا پیروکار ہے ۔
لوگ کانوں کی طرح ہیں ۔ جاہلیت میں ان کے اچھے لوگ اسلام میں
بھی اچھے ہوں گے ۔ جبکہ وہ سمجھ دار ہو جائیں ۔

۲۸ :۔ بخاری نے حضرت معاویہ سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ یہ امر قریش میں رہے گا اور جو شخص
ان سے عداوت کرے گا اللہ تعالےٰ اُسے اوندھے منہ آگ میں گرا
دے گا ۔

۲۹ :۔ طبرانی نے حضرت ابن عباس سے بیان کیا ہے کہ اہل زمین
کو غرق ہونے سے بچانے کیلیے قوس باعثِ امان ہے ۔ اور اہلِ زمین
کو اختلاف سے بچانے کے لئے قریش کی دوستی باعث امان ہے قریش
اہل اللہ ہیں اور جب عرب کا کوئی قبیلہ ان کی مخالفت کرتا ہے تو وہ
ابلیس کا گروہ بن جاتا ہے ۔ اور قوس جو قوس قزح کے نام سے مشہور
ہے ۔ اس کا نام قوس قزح اس وجہ سے رکھا گیا ہے کہ وہ جاہلیت
میں مزدلفہ کے قزح پہاڑ پر سب سے پہلے نظر آئی تھی ۔ یا اس وجہ
سے کہ قزح شیطان کو کہتے ہیں ۔ اور حضرت علی نے فرمایا ہے ۔ کہ

اسے قوس قزح نہ کہا کرو کیونکہ قزح شیطان ہے بلکہ یہ اللہ تعالیٰ کی قوس ہے جو اللہ تعالیٰ اور نوح علیہ السلام کے درمیان اس بات کی علامت مقرر ہوئی ہے کہ اب وہ اہل زمین کو طوفان سے غرق نہیں کریگا۔

۳۰:۔ ابن العرقہ العبدی نے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ قریش سے محبت رکھو۔ کیونکہ جو ان سے محبت رکھتا ہے اللہ تعالیٰ اس سے محبت رکھتا ہے

۳۱:۔ مسلم اور ترمذی وغیرہ نے واثلہ سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بنی اسماعیل سے کنانہ کو اور بنی کنانہ میں سے قریش کو اور قریش میں سے بنی ہاشم کو اور بنی ہاشم میں سے مجھے پسند فرمایا ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اولادِ آدم میں سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو چنا ہے۔ پھر حضرت اسماعیل کی اولاد میں سے نزار کو چنا ہے۔ پھر نزار میں سے مضر کو چنا ہے پھر مضر سے کنانہ کو چنا ہے پھر کنانہ میں سے قریش کو چنا ہے۔ پھر قریش میں سے بنی ہاشم کو چنا ہے۔ پھر بنی ہاشم سے بنی عبد المطلب کو چنا ہے اور پھر بنی عبد المطلب میں سے مجھے چنا ہے۔

۳۲:۔ احمد نے اچھی سند سے حضرت ابن عباس سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو لوگوں کی باتیں پہنچیں تو آپ نے منبر پر چڑھ کر فرمایا کہ میں کون ہوں۔ لوگوں نے کہا آپ اللہ کے رسول ہیں آپ نے فرمایا میں محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا کیا اور مجھے اپنی بہترین مخلوق سے بنایا۔ پھر اس نے

انہیں دو فرقے بنایا اور مجھے ان کے اچھے فرقہ سے بنایا۔ پھر اس نے قبائل کو پیدا کیا اور مجھے ان کے بہترین قبیلے سے بنایا پھر اس نے ان کے گھرانے بنائے اور مجھے ان کے اچھے گھرانے سے بنایا۔ پس میں تم میں سے گھرانے اور ذات کے لحاظ سے بہترین آدمی ہوں۔

۳۳ :۔ احمد، محاملی، مخلص اور ذہبی وغیرہم نے حضرت عائشہ سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جبریل علیہ السلام نے کہا کہ میں نے زمین کے مشارق و مغارب کو چھان پھٹک کر دیکھا ہے مگر میں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی شخص کو افضل نہیں پایا اور میں نے زمین کے مشارق و مغارب کو الٹا پلٹا ہے مگر میں نے کسی باپ کے بیٹوں کو بنی ہاشم سے افضل نہیں پایا۔

۳۴ :۔ احمد اور ترمذی اور حاکم نے حضرت سعد سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص قریش کی ذلت کا ارادہ کرے گا۔ اللہ تعالیٰ اس کو ذلیل کر دے گا۔

۳۵ :۔ احمد اور مسلم نے حضرت جابر سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ لوگ خیر و شر میں قریش کے پیروکار ہیں۔

۳۶ :۔ احمد نے حضرت ابن مسعود سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے گروہ قریش تم اس امر کے اسوقت تک اہل ہو جب تک تم اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہیں کرتے اور جب تم اس کی نافرمانی کرو گے وہ تم پر ایسے آدمی بھیجے گا جو تمہاری اس چھڑی کی طرح چھال اتار دیں گے۔

۳۷ :۔ احمد، نسائی اور الضیاء نے حضرت انس سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ امام قریش میں سے ہوں گے اور ان کا تم پر حق ہے اور تمہارا بھی ان پر ویسا ہی حق ہے جب تک وہ رحم طلب کرنے پر رحم کریں اور فیصلہ طلب کرنے پر عدل کریں اور اگر عہد کریں تو اُسے پورا کریں اور جو ان میں سے ایسا نہ کرے اس پر اللہ تعالےٰ، فرشتوں اور سب لوگوں کی لعنت ہو۔ اللہ تعالےٰ اس سے کوئی قیمت اور معاوضہ قبول نہ کرے گا۔

۳۸ :۔ طبرانی نے جابر بن سمرۃ سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میرے بعد بارہ امیر ہوں گے جو سب کے سب قریش میں سے ہوں گے۔

۳۹ :۔ حسن بن سفیان اور ابونعیم نے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ قریش کو وہ کچھ دیا گیا ہے جو لوگوں کو نہیں دیا گیا جب تک بادل برستا اور نہریں چلتی اور سیلاب آتے ہیں اس وقت تک قریش کو دیا گیا ہے۔

۴۰ :۔ خطیب اور ابن عساکر نے حضرت ابوہریرہ سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اے اللہ قریش کو ہدایت دے کیونکہ ان کا عالم سطح زمین کو علم سے بھر دے گا۔ اے اللہ جیسے تو نے انہیں عذاب کا مزہ چکھایا ہے ایسے ہی ان کو بخشش کا مزہ چکھا۔ اس عالم سے مراد حضرت امام شافعی ہیں۔ جیسا کہ احمد وغیرہ نے کہا ہے کیونکہ انہوں نے قریش کے لیئے حفظ نہیں کیا بلکہ ان کا علم آفاق میں پھیلا ہوا ہے۔

۴۱ :- حاکم اور بیہقی نے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ امام قریش میں سے ہوں گے۔ ان کے نیک نیکوں کے اور ان کے فاجر فاجروں کے امیر ہوں گے۔ اور اگر تم پر قریش ایک حبشی نکٹے غلام کو امیر بنا دیں تو اس کی اس وقت تک اطاعت کرو جب تک وہ تم میں سے کسی کو اسلام اور موت کے درمیان اختیار نہیں دے دیتا۔ اگر اُسے ترک اسلام اور موت کے درمیان اختیار دیا جائے تو وہ موت کیلئے اپنے آپ کو پیش کر دے۔

۴۲ :- احمد وغیرہ نے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ قریش کو دیکھو اور ان کے اقوال کی پابندی کرو اور ان کے افعال کو چھوڑ دو۔

۴۳ :- بخاری نے ادب المفرد میں اور حاکم اور بیہقی نے ام ہانی سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اللہ نے قریش کو سات ایسی خصلتوں سے فضیلت دی ہے جو اس نے پہلوں میں سے کسی کو نہیں دی اور نہ ہی بعد میں آنے والوں میں سے کسی کو دے گا۔ ایک فضیلت قریش کو یہ حاصل ہے کہ میں ان میں سے ہوں اور نبوت، حجابت اور سقایت ان میں ہے۔ اور یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اصحاب الفیل کے مقابلہ میں ان کی مدد فرمائی۔ انہوں نے دس سال اللہ تعالیٰ کی عبادت کی کہ ان کے اغیار اس کی عبادت نہ کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے متعلق قرآن میں ایک سورت نازل فرمائی ہے جس میں کسی دوسرے کا ذکر نہیں آیا۔ یعنی سورت لایلف قریش

طبرانی کی ایک روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قریش کو سات خصلتوں میں فضیلت دی ہے۔ ایک فضیلت انہیں یہ حاصل ہے کہ انہوں نے دس سال تک اللہ تعالیٰ کی عبادت کی کہ سوائے قریشی کے اور کوئی آدمی اللہ کی عبادت نہ کرتا تھا۔ دوسری یہ کہ یوم الفیل کو ان کی نصرت فرمائی۔ حالانکہ اس وقت وہ مشرک تھے۔ تیسری یہ کہ قرآن کریم میں ان کے بارے میں ایک سورت نازل ہوئی ہے جس میں کسی دوسرے کا ذکر موجود نہیں یعنی لایلف قریش۔ پھر یہ کہ ان میں نبوّت، خلافت اور حجابت و سقایت پائی جاتی ہے۔

فصل سوم

اس فصل میں حضرت فاطمہؓ اور حسنینؑ کے متعلق احادیث بیان ہونگی

۱ :۔ ابوبکر نے الغیلانیات میں ابوایوب سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ قیامت کے روز عرش کے دو بطنوں سے ایک پکارنے والا پکارے گا کہ اے لوگو! فاطمہ بنت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پلصراط سے گذرتے تک سروں کو جھکائے رکھو اور نگاہوں کو نیچی رکھو آپ پلصراط سے ستر ہزار لونڈیوں کے ساتھ جو موٹی آنکھوں والی حوروں میں سے ہوں گی۔ بجلی کے کوندے کی طرح گذر جائیں گی۔

۲ :۔ ابوبکر ہی نے ابوہریرہ سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ قیامت کے روز عرش کے دو بطنوں سے ایک پکارنے والا پکارے گا کہ اے لوگو! اپنی نگاہوں کو نیچے رکھو تاکہ حضرت فاطمہ گذر کر جنت میں چلی جائیں [۱]

---

[۱] اس حدیث کو حاکم اور تمام نے اپنے فوائد میں اور ابن بشران، خطیب، ابوبکر الشافعی اور ابوالفتح ازدی نے بیان کیا ہے۔ ابن جوزی نے اسے موضوع قرار دیا ہے اور صحیح بات یہ ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے۔ موضوع نہیں۔ جیسا کہ ابن عراق نے بیان کیا ہے۔

۳: ۔ احمد، شیخین، ابو داؤد اور ترمذی نے مسور بن مخرمتہ سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ بنی ہشام بن مغیرہ نے علی بن ابیطالب سے اپنی بیٹی کے نکاح کی اجازت طلب کی۔ میں اس کی اجازت نہیں دوں گا۔ میں اس کی اجازت نہیں دوں گا۔ پھر کہتا ہوں کہ میں اس کی اجازت نہیں دوں گا۔ سوائے اس کے کہ علی بن ابیطالب میری بیٹی کو طلاق دینا چاہے۔ اور ان کی بیٹی سے نکاح کرنا چاہے۔ فاطمہ میرے وجود کا ٹکڑا ہے۔ جو چیز اسے قلق و اضطراب میں ڈالتی ہے وہ مجھے بھی مضطرب کرتی ہے۔ اور جو چیز اس کے لئے اذیت کا باعث ہے وہ مجھے بھی تکلیف دیتی ہے۔

۴: ۔ شیخین نے حضرت فاطمہ سے بیان کیا ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں فرمایا کہ جبریل ہر سال مجھے قرآن پاک کا ایک دور کرایا کرتا تھا۔ مگر امسال اس نے مجھے دو دور کروائے ہیں۔ مجھے معلوم ہو رہا ہے کہ میری وفات کا وقت آگیا ہے۔ آپ میرے اہلبیت میں سے سب سے پہلے مجھے ملیں گے۔ اللہ سے ڈرنا اور صبر کرنا کیونکہ وہ بہترین سلف ہے جو میں تیرے لئے چھوڑے جا رہا ہوں۔

۵: ۔ احمد، ترمذی اور حاکم نے حضرت ابن زبیر سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ فاطمہ میرے وجود کا ٹکڑا ہے جو چیز اُسے تکلیف و اذیت دیتی ہے۔ وہ مجھے بھی تکلیف و اذیت دیتی ہے۔

۶: ۔ شیخین نے حضرت فاطمہ سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ

علیہ وسلم نے مجھے فرمایا اے فاطمہ کیا تو مومنات جنت کی سردار ہونے سے راضی نہیں۔

۷ :۔ ترمذی اور حاکم نے حضرت اسامہ بن زید سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میرے اہل بیں سے فاطمہ مجھے سب سے زیادہ محبوب ہے۔

۸ :۔ حاکم نے ابی سعید سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ سوائے مریم بنت عمران کے فاطمہ جنّتی عورتوں کی سردار ہے۔

۹ :۔ حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی سے فرمایا کہ فاطمہ مجھے تم سے زیادہ محبوب ہے۔ اور تو مجھے اس سے زیادہ عزیز ہے۔

۱۰ :۔ احمد اور ترمذی نے ابی سعید سے اور طبرانی نے حضرت عمر، حضرت علی، حضرت جابر، حضرت ابو ہریرہ، حضرت اسامہ بن زید اور براء سے اور ابن عدی نے حضرت ابن مسعود سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ حسن اور حسین نوجوانان بہشت کے سردار ہیں۔

۱۱ :۔ ابن عساکر نے حضرت علی اور حضرت ابن عمر سے اور ابن ماجہ اور حاکم نے حضرت ابن عمر سے اور طبرانی نے قرۃ اور مالک بن الحویرث سے اور حاکم نے حضرت ابن مسعود سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میرے یہ دونوں بیٹے حسن اور حسین نوجوانان بہشت کے سردار ہیں۔ اور ان کا باپ ان دونوں

سے بہتر ہے۔

۱۲:۔ احمد، ترمذی، نسائی اور ابن حبان نے حضرت حذیفہ سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں فرمایا کہ کیا تو نے اس بادل کو نہیں دیکھا جو اس سے پہلے میرے سامنے آیا تھا۔ وہ ایک فرشتہ تھا جو اس رات سے قبل کبھی زمین پر نازل نہیں ہوا۔ اس نے اپنے رب سے مجھے سلام کہنے اور یہ خوشخبری دینے کیلئے اجازت طلب کی ہے کہ حسن اور حسین نوجوانان بہشت کے سردار ہیں اور فاطمہ جنتی عورتوں کی سردار ہے۔

۱۳:۔ طبرانی نے حضرت فاطمہ سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ حسن، میری ہیبت اور سرداری اور حسین، میری جرأت اور سخاوت کا نشان ہے۔

۱۴:۔ ترمذی نے حضرت ابن عمر سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ حسن اور حسین دونوں میری دنیا کی خوشبو ہیں۔

۱۵:۔ ابن عدی اور ابن عساکر نے ابوبکر سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میرے یہ دونوں بیٹے دنیا میں میری خوشبو ہیں۔

۱۶:۔ ترمذی اور ابن حبان نے حضرت اسامہ بن زید سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ یہ دونوں میرے اور میری بیٹی کے بیٹے ہیں۔ اے اللہ میں ان سے محبت رکھتا ہوں۔ پس تو بھی ان سے محبت رکھ۔ اور جو ان دونوں سے محبت رکھتا ہے، اس سے بھی محبت رکھ۔

۱۷:۔ احمد، اصحاب سنن اربعہ، ابن حبان اور حاکم نے حضرت بریدہ سے روایت کی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اللہ اور اس کے رسول نے سچ فرمایا ہے کہ

انما اموالکم واولادکم فتنۃ ۔ کہ تمہارے اموال اور اولاد فتنہ ہیں

میں نے ان دونوں لڑکوں کو چلتے اور لڑکھڑاتے دیکھا تو میں صبر نہ کر سکا۔ یہاں تک کہ میں نے اپنی بات کو ختم کر کے انہیں اٹھالیا۔

۱۸:۔ ابو داؤد نے مقدام بن معدیکرب سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ حسن مجھ سے اور حسین علی سے ہیں۔

۱۹:۔ بخاری، ابو یعلی، ابن حبان، طبرانی اور حاکم نے ابی سعید سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ سوائے میری خالہ کے بیٹوں عیسٰی بن مریم اور یحیٰی بن زکریا کے، حسن اور حسین نوجوانان بہشت کے سردار ہیں اور فاطمہ سوائے مریم کے جنتی عورتوں کی سردار ہے۔

۲۰:۔ احمد اور ابن عساکر نے مقدام بن معدیکرب سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ حسن مجھ سے اور حسین علی سے ہے۔

۲۱:۔ طبرانی نے عقبہ بن عامر سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ حسن اور حسین عرش کی تلواریں ہیں۔

۲۲:۔ احمد، بخاری، ابو داؤد، ترمذی اور نسائی نے ابو بکرہ

سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میرا یہ بیٹا سردار ہے اور اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے مسلمانوں کے دو عظیم گروہوں میں صلح کرائے گا یعنی حضرت حسن کے ذریعے۔

۲۳ :۔ بخاری نے ادب المفرد میں اور ترمذی اور ابن ماجہ نے یعلی بن مرہ سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ حسین مجھ سے اور میں اس سے ہوں۔ جو حسین سے محبت کرے گا اللہ تعالیٰ اس سے محبت کرے گا۔ حسن اور حسین اسباط میں سے سبطین ہیں۔

۲۴ :۔ ترمذی نے حضرت انس سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میرے اہل بیت میں سے حسن اور حسین مجھے سب سے زیادہ محبوب ہیں۔

۲۵ :۔ احمد، ابن ماجہ اور حاکم نے حضرت ابوہریرہ سے بیان کیا ہے کہ جو حسن اور حسین سے محبت رکھتا ہے۔ وہ مجھ سے محبت رکھتا ہے اور جو ان سے بغض رکھتا ہے۔ وہ مجھ سے بغض رکھتا ہے۔

۲۶ :۔ ابو یعلی نے حضرت جابر سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص نوجوانان بہشت کے سردار کو دیکھنا چاہتا ہے۔ وہ حسن کو دیکھ لے۔

۲۷ :۔ بغوی نے اور عبد الغنی نے الایضاح میں حضرت سلمان فارسی سے بیان کیا ہے کہ حضرت ہارون نے اپنے بیٹوں کا نام شبر اور شبیر رکھا اور میں نے حضرت ہارون کے مطابق اپنے بیٹوں کا نام حسن اور حسین رکھا۔

ابن سعد نے عمران بن سلیمان سے بیان کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ حسن اور حسین اہل جنت کے ناموں میں سے دو نام ہیں۔ عرب جاہلیت میں یہ دونوں نام رکھا کرتے تھے۔

۲۸:۔ ابن سعد اور طبرانی نے حضرت عائشہ سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مجھے جبریل نے خبر دی ہے کہ میرا بیٹا حسین میرے بعد ارض طف میں مارا جائے گا اور وہ میرے پاس اس جگہ کی مٹی بھی لایا اور بتایا کہ اس جگہ وہ قتل ہو کر پڑا ہو گا۔

۲۹:۔ ابو داؤد اور حاکم نے ام الفضل بنت الحرث سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جبریل نے مجھے آکر بتایا کہ میری امت میرے اس بیٹے یعنی حسین کو عنقریب قتل کریگی اور وہ میرے پاس سرخ مٹی بھی لایا۔

احمد نے بیان کیا ہے کہ میرے پاس گھر میں ایک فرشتہ آیا جو اس سے پہلے کبھی نہیں آیا۔ اس نے مجھے کہا کہ تیرا یہ بیٹا یعنی حسین قتل ہو گا اور اگر آپ چاہیں تو میں اس جگہ کی مٹی آپ کو دکھاؤں جہاں یہ قتل ہو گا۔ آپ نے فرمایا پھر اس نے سرخ مٹی نکال کر دکھائی۔

۳۰:۔ بغوی نے اپنی معجم میں حضرت انس کی حدیث سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ بارش کے فرشتے نے میری زیارت کے لئے اپنے رب سے اجازت طلب کی تو اللہ تعالے نے اسے اجازت عطا فرما دی۔ اس روز حضرت ام سلمہ کی باری تھی۔ حضور علیہ السلام نے حضرت ام سلمہ سے فرمایا دروازے کی نگرانی کرنا تاکہ کوئی آدمی داخل نہ ہو۔ ابھی وہ دروازے پر ہی تھیں کہ حضرت

حسین اندر گھس آئے اور چھلانگ لگا کر آپ پر سوار ہو گئے۔ اور حضور علیہ السلام انہیں چومنے لگے۔ تو فرشتے نے آپ سے کہا کیا آپ کو ان سے محبت ہے۔ فرمایا ہاں۔ فرشتے نے کہا عنقریب آپ کی امت اسے قتل کرے گی اگر آپ چاہیں تو میں آپ کو وہ جگہ دکھادوں جہاں یہ قتل ہوگا۔ اس نے آپ کو وہ جگہ دکھائی اور سرخ مٹی بھی لے کر آیا۔ ام سلمہ نے اسے لیکر کپڑے میں باندھ لیا۔ ثابت کہتے ہیں کہ ہم کہا کرتے تھے کہ وہ جگہ کربلا ہے۔

ابو حاتم نے اسے اپنی صحیح میں بیان کیا ہے اور احمد نے بھی ایسی ہی روایت بیان کی ہے۔ اور عبد بن حمید اور ابن احمد نے بھی ایسی ہی ایک روایت بیان کی ہے۔ لیکن اس میں یہ بیان ہوا ہے کہ وہ فرشتہ جبریل تھا۔ اگر یہ صحیح ہے تو یہ دو واقعے ہیں اور دوسری میں یہ اضافہ بھی ہوا ہے کہ حضور علیہ السلام نے اس مٹی کو سونگھا اور فرمایا کرب وبلا کی خوشبو آتی ہے۔ سہلتہ بکسر الاول سخت ریت کو کہتے ہیں۔ جو باریک اور نرم نہ ہو۔

الملا کی روایت اور ابن احمد کی زیادۃ المسند میں ہے کہ حضرت ام سلمہ کہتی ہیں کہ پھر آپ نے وہ مٹی مجھے دے دی۔ اور فرمایا کہ یہ اس زمین کی مٹی ہے جہاں اسے قتل کیا جائے گا جب یہ مٹی لہو ہو جائے تو سمجھ لینا کہ اسے قتل کر دیا گیا ہے۔ حضرت ام سلمہ کہتی ہیں میں نے اس مٹی کو ایک بوتل میں رکھدیا اور میں کہا کرتی تھی کہ ایک دن یہ خون میں تبدیل ہو جائے گی۔ وہ بہت بڑا دن ہوگا۔ اور حضرت ام سلمہ ہی کی روایت میں ہے کہ قتل

حسین کے روز میں نے اُسے پکڑا تو وہ خون ہو گئی تھی۔

ایک روایت میں ہے کہ پھر جبریل نے کہا کیا میں آپ کو ان کے قتل گاہ کا مٹی دکھاؤں وہ چند مٹھیاں مٹی لے کر آیا۔ جسے میں نے ایک بوتل میں رکھ دیا۔ حضرت ام سلمہ کہتی ہیں جب قتل حسین کی رات آئی تو میں نے ایک کہنے والے کو کہتے سُنا ہے

اے حسین کو جہالت سے قتل کرنے والو۔ تمہیں
عذاب و ذلت کی خوشخبری ہو تم پر ابن داؤد ،
موسیٰ اور عیسیٰ علیہم السلام کی زبان سے لعنت پڑ
چکی ہے۔

حضرت ام سلمہ کہتی ہیں کہ میں رو پڑی اور میں نے بوتل کو کھولا تو وہ مٹی خون ہو کر بہہ پڑی اور ابن سعد نے شعبی سے بیان کیا ہے۔ کہ صفین کی طرف جاتے ہوئے حضرت علی کربلا سے گذرے۔ یہ فرات کے کنارے نینوی بستی کے بالمقابل ہے۔ آپ نے وہاں کھڑے ہو کر اس زمین کا نام پوچھا آپ کو بتایا گیا کہ اسے کربلا کہتے ہیں۔ تو آپ رو پڑے۔ یہاں تک کہ آپ کے آنسوؤں سے زمین تر ہو گئی۔ پھر فرمایا میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گیا۔ تو آپ رو رہے تھے۔ میں نے عرض کیا آپ کس وجہ سے گریہ کناں ہیں فرمایا۔ ابھی جبریل نے آکر مجھے خبر دی ہے کہ میرا بیٹا حسین فرات کے کنارے ایک جگہ قتل ہو گا۔ جسے کربلا کہا جاتا ہے۔ پھر جبریل نے ایک مٹھی میں مٹی پکڑ کر مجھے سونگھائی تو میں اپنے آنسوؤں کو روک نہ سکا۔

احمد نے حضرت علی سے مختصر روایت کی ہے کہ میں نبی

کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گیا ۔ آگے ساری وہی حدیث بیان کی ہے۔

الملا نے بیان کیا ہے کہ حضرت علی قبرِ حسین کے پاس سے گذرے اور فرمایا یہاں ان کی سواریوں کے بیٹھنے کی جگہ ہے اور یہاں ان کے کوچ کی جگہ ہے ۔ یہ آلِ محمد کے نوجوانوں کے خون بہنے کی جگہ ہے وہ اس میدان میں قتل ہوں گے اور زمین و آسمان ان پر روئیں گے۔

ابن سعد نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک کمرہ تھا۔ جس کی سیڑھی حضرت عائشہ کے حجرہ میں تھی ۔ جس سے آپ چڑھ کر وہاں جایا کرتے تھے ۔ جب آپ نے جبریل علیہ السلام ملاقات کا ارادہ کرتے تو وہاں چڑھ جاتے اور حضرت عائشہ کو حکم دے دیا کرتے تھے کہ کوئی آدمی اوپر نہ آئے ۔ حضرت حسین حضرت عائشہ کی لاعلمی میں اوپر چڑھ گئے تو جبریل نے کہا یہ کون ہے ؟ آپ نے فرمایا یہ میرا بیٹا ہے ۔ آپ نے حضرت حسین کو پکڑ کر اپنی ران پر بٹھالیا تو جبریل نے آپ سے کہا کہ عنقریب آپ کی امت اسے قتل کرے گی ۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے بیٹے کو ، جبریل نے کہا ہاں ! اور اگر آپ چاہیں تو میں آپ کو اس علاقے کے متعلق بھی بتا دوں ۔ جس میں اسے قتل کیا جائے گا ۔ تو جبریل نے عراق کے علاقے طف کی طرف اپنے ہاتھ سے اشارہ کیا اور وہاں سے سرخ مٹی اٹھا کر آپ کو دکھائی اور کہا یہ اس جگہ کی مٹی ہے جہاں حضرت حسین قتل ہو کر گریں گے۔

ترمذی نے حضرت ام سلمہ سے بیان کیا ہے کہ حضرت ام سلمہ نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو روتے ہوئے دیکھا اور

آپ کے سراور داڑھی میں مٹی پڑی ہوئی تھی ۔ آپ نے حضور علیہ السلام سے پوچھا تو آپ نے فرمایا ابھی حسین کو قتل کیا گیا ہے ۔

اسی طرح حضرت ابن عباس نے نصف النہار کے وقت آپ کو پراگندہ مو، غبار آلود صورت میں دیکھا ۔ آپ ہاتھ میں ایک خون کی بوتل اٹھائے ہوئے تھے ۔ حضرت ابن عباس نے آپ سے پوچھا تو فرمایا یہ حسین اور اس کے ساتھیوں کا خون ہے ۔ میں اس دن سے ہمیشہ اس کی جستجو میں رہا ۔ یہاں تک کہ حضرت حسین حضور علیہ السلام کے فرمان کے عین مطابق ارض عراق میں، نواح کوفہ میں، کربلا میں شہید ہو گئے ۔ یہ جگہ طف کے نام سے بھی معروف ہے ۔ آپ کو سنان بن نخعی نے قتل کیا ۔ بعض کہتے ہیں کہ ایک اور آدمی نے آپ کو ۶۱ھ میں دس محرم کو جمعہ کے روز ۵۶ سال چند ماہ کی عمر میں قتل کیا ۔

جب وہ آپ کو قتل کر چکے تو آپ کے سر کو یزید کی طرف بھیجا اور پہلی منزل میں اُتر کر سر سے پینے لگے ۔ اسی اثناء میں ایک ہاتھ دیوار سے باہر آیا ۔ جس کے ساتھ ایک لوہے کا قلم تھا ۔ اس نے خون سے ایک سطر لکھی ہے

کیا وہ اُمت جس نے حسین کو قتل کیا ہے ۔ یوم حساب کو اس کے نانا کی شفاعت کی اُمید رکھتی ہے ۔

پس وہ سر کو چھوڑ کر بھاگ گئے ۔ اس شعر کو منصور بن عمار نے بیان کیا ہے ۔ اور دوسرے لوگوں نے بھی ذکر کیا ہے ۔ کہ یہ شعر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے تین سو سال قبل ایک پتھر پہ پایا گیا ۔ اور وہ ارض روم کے ایک گرجا میں بھی لکھا ہوا تھا ۔

یہ معلوم نہیں کہ اسے کس نے لکھا۱؎

حافظ ابونعیم نے کتاب دلائل النبوۃ میں ازدیہ کی نصرت کے متعلق لکھا ہے کہ اس نے کہا جب حضرت حسین بن علی قتل ہوئے تو آسمان سے خون کی بارش ہوئی۔ صبح ہوئی تو ہمارے کنویں اور مٹکے خون سے بھرے ہوئے تھے۔ اس کے علاوہ بھی احادیث میں یہ بات بیان کی گئی ہے۔ آپ کے قتل کے روز جو نشانات ظاہر ہوئے ان میں سے ایک یہ ہے کہ آسمان اس قدر جھجنگ ہو گیا کہ دن کے وقت ستارے نظر آنے لگے۔ جو پتھر بھی اٹھایا جاتا اس کے نیچے تازہ خون پایا جاتا۔

ابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ ان کے لشکر میں جو گھاس تھی وہ راکھ میں تبدیل ہو گئی۔ اس وقت وہ ایک قافلہ میں تھے جو یمن سے عراق جانا چاہتا تھا۔ وہ انہیں ان کے قتل کے وقت ملا تھا۔

ابن عینیہ نے اپنی دادی سے بیان کیا ہے کہ ایک اونٹ والے کی گھاس راکھ میں تبدیل ہوئی اور اس نے اس کی خبر اُسے دی۔ انہوں نے اپنے لشکر میں ایک اونٹنی ذبح کی تو اس کے گوشت سے انہیں چرچیوں کی طرح کی چیز نظر آئی۔ انہوں نے اسے پکایا تو وہ مصبر کی طرح کڑوا ہو گیا۔ آپ کے قتل کی وجہ سے آسمان سرخ ہو گیا اور سورج کو گرہن لگ گیا۔ یہاں تک کہ نصف النہار کو ستارے نظر آنے

۱؎ ایک روایت میں ہے کہ یہ شعر ایک گڑھے میں پایا گیا جسے ایک نجران کے آدمی نے کھودا تھا۔ اسے حاکم ابوعبداللہ نے اپنی امالی میں بیان کیا ہے۔ ابن جوزی کہتے ہیں اس قسم کی باتیں وضع کرنے والا حیا کو ترک کر دیتا ہے۔

لگے۔ لوگ خیال کرنے لگے کہ قیامت برپا ہو گئی ہے۔ اور شام میں جو پتھر اٹھایا جاتا۔ اس کے نیچے تازہ خون نظر آتا۔

عثمان بن ابی شیبہ نے بیان کیا ہے کہ آپ کے قتل کے بعد آسمان سات روز تک ٹھہرا رہا۔ دیواریں سرخی کی شدت سے سرخ چادروں کی طرح نظر آتی تھیں۔ اور ستارے ایک دوسرے سے ٹکرانے لگے۔

ابن جوزی نے ابن سیرین سے نقل کیا ہے کہ تمام دنیا تین روز تک تاریک رہی پھر آسمان پر سرخی ظاہر ہوئی۔

ابو سعید کہتے ہیں کہ دنیا میں جو پتھر بھی اٹھایا گیا اس کے نیچے تازہ خون ملا۔ اور آسمان سے خون کی بارش ہوئی۔ جس کا اثر مدت تک کپڑوں پر رہا۔ یہاں تک کہ کپڑے ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے۔

ثعلبی اور ابو نعیم نے جو کچھ ذکر ہو چکا ہے۔ بیان کیا ہے یعنی یہ کہ ان پر خون کی بارش ہوئی اور ابو نعیم نے یہ اضافہ کیا ہے کہ صبح ہوئی تو ہمارے کنویں اور مٹکے خون سے بھرے ہوئے تھے۔

ایک روایت میں ہے کہ خراسان، شام اور کوفہ میں در و دیوار پر خون کی طرح بارش ہوئی اور جب سرِ حسین کو زیاد کے گھر لایا گیا تو اس کی دیواریں خون بن کر بہہ گئیں۔

ثعلبی نے بیان کیا ہے کہ آسمان رو پڑا اور اس کا رونا اس کی سرخی تھی اور دوسروں نے کہا کہ آسمان کے افق قتل حسین کے بعد چھ ماہ تک سرخ رہے پھر اس کے بعد بھی ہمیشہ سرخی دیکھی جاتی رہی۔

ابن سیرین نے کہا ہے کہ ہمیں بتایا گیا کہ شفق کے ساتھ جو

سرخی ہوتی ہے وہ قتلِ حسینؓ سے قبل نہ ہوتی تھی اور ابن سعد نے ذکر کیا ہے کہ یہ سرخی قتلِ حسینؓ سے پہلے کبھی نہیں دیکھی گئی۔

ابن جوزی کہتے ہیں اس کی حکمت یہ ہے کہ ہمارا غصہ چہرہ کی سرخی پر اثر انداز ہوتا ہے۔ اور حق تعالےٰ جسمانیات سے پاک ہے پس اس نے قاتلینِ حسینؓ پر ان کے عظیم گناہ کی وجہ سے اپنے غضب کا اظہار افق کی سرخی سے کیا۔ وہ کہتے ہیں کہ جب عباس کو بدر کی جنگ میں قیدی بنایا گیا تو ان کے رونے کی آواز نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نیند اچاٹ کر دی۔ پس حسینؓ کے رونے سے ان کا کیا حال ہوا ہو گا۔

جب حضرت حمزہ کا قاتل وحشی مسلمان ہو گیا تو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے فرمایا میرے سامنے نہ آنا کیونکہ میں پسند نہیں کرتا کہ میں محبوبوں کو قتل کرنے والوں کو دیکھوں۔ وہ کہتے ہیں یہ بات آپ نے اس امر کے باوجود کہی کہ اسلام ماقبل کی باتوں کو ختم کر دیتا ہے۔ پس حضور علیہ السلام کی قلبی کیفیت قاتلِ حسینؓ اور آپ کے قتل کا حکم دینے والے کے دیکھنے سے کیا ہوئی ہو گی۔ آپ کے اہل کو اونٹوں کے کجاوں پر لاد کر لے جایا گیا۔ اور یہ بات جو بیان ہوئی ہے کہ شام یا دنیا میں جو پتھر اٹھایا جاتا۔ اس کے نیچے تازہ خون دیکھا جاتا۔ یہ واقعہ حضرت علی کے قتل کے روز بھی ہوا جیسا کہ بیہقی نے اس طرف اشارہ کیا ہے۔ انہوں نے زہری سے بیان کیا ہے کہ وہ شام آئے اور الغزو جانا چاہتے تھے۔ انہوں نے عبدالملک کے پاس آکر اُسے اطلاع دی۔ حضرت علی کے قتل کے

روز بیت المقدس میں جو پتھر اٹھایا جاتا اس کے نیچے خون نظر آتا۔ پھر اُس نے کہا یہ بات میرے اور تیرے سوا جاننے والا کوئی باقی نہیں رہا پس تو یہ بات کسی کو نہ بتانا۔ وہ کہتے ہیں پھر میں نے اس کی موت کے بعد لوگوں کو یہ بات بتائی اور انہی سے یہ بیان کیا گیا ہے کہ عبدالملک کے علاوہ کسی اور آدمی نے یہ بات بتائی۔

بیہقی کہتے ہیں صحیح بات یہ ہے کہ یہ واقعہ قتل حسین کے وقت ہوا اور شاید خون دونوں کے قتل کے وقت پایا گیا ہو۔ [1]

ابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ ایک مجمع میں لوگ آپس میں

---

[1] ابن کثیر کہتے ہیں کہ شیعوں نے یوم عاشورہ کے متعلق بڑے مبالغہ سے کام لیا ہے اور ایسی بیہودہ اور جھوٹی احادیث گھڑی ہیں کہ اس دن سورج کو گرہن لگا۔ یہاں تک کہ ستارے نمودار ہو گئے اور ہر پتھر کے نیچے خون پایا گیا۔ اور آسمان کے اطراف سرخ ہو گئے۔ اور طلوع آفتاب کے وقت اس کی کرنیں خون کی طرح ہوتی تھیں۔ اور ستارے آپس میں ٹکرائے۔ اور آسمان نے سرخ خون برسایا وغیرہ وغیرہ۔ انہوں نے یہ بھی کہا ہے کہ قتل حسین کے متعلق شیعوں اور رافضیوں نے بہت جھوٹ بولا ہے۔ اور باطل روایات بنائی ہیں۔ انہوں نے بتایا ہے کہ یہ ابی مخنف لوط بن یحییٰ کی روایات ہیں۔ جو شیعہ تھا اور آئمہ کے نزدیک وہ ضعیف الحدیث ہے۔
انہوں نے کہا ہے کہ رافضیوں اور شیعوں نے یوم عاشورہ کو شامی خوارج کی مخالفت میں یہ باتیں اختیار کی ہیں۔ وہ روافض سے عناد کے باعث اس روز دالیں پکاتے، غسل کرتے، قیمتی کپڑے پہنتے اور اسے عید بنایا کرتے تھے۔

گفتگو کر رہے تھے کہ جس کسی نے بھی قتلِ حسین میں معاونت کی ہے اُسے موت سے پہلے مصیبت آئی ہے تو ایک بوڑھے نے کہا میں نے بھی قتل حسین میں مدد دی تھی مجھے تو کوئی مصیبت نہیں آئی۔ پس وہ چراغ کو درست کرنے کیلئے اٹھا تو اُسے آگ نے پکڑ لیا۔ اور وہ آگ آگ کہتا ہوا فرات میں گھس گیا۔ مگر آگ نے اس کا پیچھا نہ چھوڑا یہاں تک کہ مر گیا۔

منصور بن عمار نے بیان کیا ہے کہ ان میں سے بعض پیاس کی مصیبت میں مبتلا ہوئے۔ اور ایک راویہ کو پلاتا تھا مگر وہ سیراب نہ ہوتا تھا۔ ان میں سے ایک کے حالات بہت لمبے ہیں۔ یہاں تک کہ جب وہ گھوڑے پر سوار ہوتا وہ اُسے گردن پر رسّی کی طرح لپیٹ لیتا

سبط ابن جوزی نے سدی سے نقل کیا ہے کہ کربلا میں ایک آدمی نے ان کی میزبانی کی تو انہوں نے گفتگو کے دوران کہا کہ قتلِ حسین میں جو شخص بھی شریک ہوا بُری موت مرا ہے۔ تو میزبان نے اس بات کی تکذیب کی اور کہا کہ میں بھی ان لوگوں میں شامل تھا رات کے آخری حصے میں وہ چراغ کو درست کرنے کے لئے اٹھا تو آگ لپک کر اس کے جسم کو لگ گئی اور اُسے جلا کر رکھ دیا۔ سدی کہتے ہیں خدا کی قسم میں نے اُسے دیکھا ہے وہ کوئلے کی طرح ہوگیا تھا۔

زہری نے بیان کیا ہے کہ آپ کے قاتلین میں سے کوئی ایک شخص بھی نہیں جسے اس دنیا میں سزا نہ دی گئی ہو یا وہ قتل ہوا یا اندھا ہوگیا یا روسیاہ ہوگیا یا تھوڑے عرصے میں اس کی حکومت جاتی رہی۔

سبط ابن جوزی نے واقدی سے بیان کیا ہے ایک بوڑھا

آپ کے قتل میں شریک ہوا تو وہ اندھا ہو گیا۔ اس سے اندھے پن کا سبب پوچھا گیا تو اس نے بتایا کہ اس نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ آستینیں چڑھائے اور ہاتھ میں تلوار پکڑے ہوئے ہیں۔ آپ کے سامنے چمڑے کی بساط بچھی ہے اور دس قاتلین حسین آپ کے سامنے ذبح کئے ہوئے پڑے ہیں۔ پھر آپ نے اس پر لعنت کی اور اس کی روسیاہی کی زیادتی پر اسے برا بھلا کہا اور پھر خون حسین سے ایک سلائی اس کی آنکھ میں ڈالی جس سے وہ اندھا ہو گیا۔ [1]

ایسے ہی اس نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ ان میں سے ایک شخص نے سر حسین کو اپنے گھوڑے کے سینے پر لٹکایا اور کچھ دنوں کے بعد اس کا چہرہ تارکول سے بھی زیادہ سیاہ ہو گیا۔ اسے کہا گیا تو عربوں میں سے سب سے سیراب چہرہ آدمی تھا تو اس نے جواب دیا کہ جب سے میں نے سر حسین کو اٹھایا ہے ہر رات مجھے دو آدمی میرے بستر سے پکڑ کر شعلہ زن آگ کی طرف لے جاتے ہیں۔ اور مجھے اس میں پھینک دیتے ہیں اور میں وہاں سے الٹے پاؤں لوٹتا ہوں جیسے کہ تو دیکھ رہا ہے پس وہ مجھے دھکے دیتے ہیں۔ پھر وہ نہایت بری حالت میں مر گیا۔

---

[1] ابن کثیر کہتے ہیں کہ حضرت حسین کے قتل کے نتیجے میں پیدا ہونے والے فتنوں کے بارے میں جو باتیں بیان ہوئی ہیں ان میں سے اکثر صحیح ہیں۔ آپ کے قاتلین میں سے دنیا میں کوئی کم ہی آفت و مصیبت سے بچا ہے۔ کسی کو مرض نے آلیا۔ اکثر پاگل ہو گئے۔ حادثہ ثانیہ کے متعلق منصور نے جو بیان کیا ہے وہ مستبعد معلوم ہوتا ہے۔

ایسے ہی اس نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ ایک بوڑھے نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ آپ کے سامنے ایک تھال پڑا ہے جس میں خون ہے اور لوگوں کو آپ کے سامنے پیش کیا جارہا ہے اور آپ ان کو خون سے لتھڑ رہے ہیں۔ یہاں تک کہ میں بھی آپ کے پاس پہنچا تو میں نے کہا میں تو قتل حسینؑ کے وقت موجود نہ تھا تو آپ نے مجھے فرمایا تیری خواہش تھی کہ حسین قتل ہو پھر آپ نے اپنی انگلی سے میری طرف اشارہ کیا تو میں اندھا ہو گیا۔

احمد نے بیان کیا ہے کہ یہ بات پہلے بھی بیان ہو چکی ہے کہ ایک شخص نے کہا اللہ تعالیٰ فاسق بن فاسق حسین کو قتل کرے تو اللہ تعالےٰ نے دو ستارے اس کی آنکھوں میں دے مارے اور وہ اندھا ہو گیا۔

بارزی نے منصور سے بیان کیا ہے کہ اس نے شام میں ایک آدمی کو دیکھا جس کا چہرہ خنزیر کی طرح تھا۔ اس نے اس سے دریافت کیا تو اس نے جواب دیا وہ ہر روز حضرت علی پر ہزار بار لعنت کرتا تھا۔ اور جمعہ کو کئی ہزار مرتبہ اور اس کی اولاد بھی اس میں شامل ہوتی تھی۔ پھر میں نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا اور اس نے ایک لمبا خواب بتایا۔ جس میں ایک بات یہ بھی تھی کہ حضرت حسن نے حضور علیہ السلام کے پاس میری شکایت کی تو آپ نے مجھ پر لعنت کی۔ پھر میرے چہرے پر تھوک دیا تو آپ کے تھوک کی جگہ خنزیر بن گئی اور لوگوں کے لئے ایک نشان ہو گیا۔

الملا نے حضرت ام سلمہ سے بیان کیا ہے کہ انہوں نے حضرت حسین پر جنات کو نوحہ کرتے سنا اور ابن سعد نے آپ سے بیان کیا ہے کہ آپ اس قدر روئیں کہ آپ پر غشی طاری ہو گئی۔

بخاری نے اپنی صحیح میں اور ترمذی نے حضرت ابن عمر سے روایت کی ہے کہ ان سے ایک آدمی نے پوچھا کہ مچھر کا خون پاک ہے یا ناپاک۔ آپ نے فرمایا تو کن لوگوں میں سے ہے۔ اس نے جواب دیا میں اہل عراق میں سے ہوں۔ تو آپ نے فرمایا ذرا اس شخص کو دیکھو یہ مجھ سے مچھر کے خون کے متعلق پوچھتا ہے۔ حالانکہ ان لوگوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بیٹے کو قتل کیا ہے۔ اور میں نے حضور علیہ السلام کو فرماتے سنا ہے کہ یہ میرے دونوں بیٹے دنیا میں میری خوشبو ہیں۔

آپ کے مدینہ سے نکلنے کا سبب یہ ہے کہ جب ۶۰ھ میں یزید خلیفہ بنا تو اس نے اپنے مدینہ کے گورنر کو پیغام بھیجا کہ وہ حضرت حسین سے میری بیعت لے تو آپ جان کے خوف سے مکہ بھاگ آئے کوفیوں نے جب یہ بات سنی تو انہوں نے آپ کی طرف پیغامات بھیجے کہ آپ کوفہ چلے آئیں۔ ہم آپ کی بیعت کرنا چاہتے ہیں۔ اور جو ظلم ہم سے ہو چکے ہیں ان سے درگذر فرماویں۔ حضرت ابن عباس نے آپ کو روکا۔ اور بتایا کہ یہ لوگ دھوکہ باز ہیں۔ انہوں نے آپ کے باپ کو قتل کیا اور بھائی کو بے یارو مددگار چھوڑ دیا۔ مگر حضرت حسین نے آپ کی بات نہ مانی۔ پھر آپ نے کہا کہ آپ اہل و عیال کو اپنے ساتھ نہ لے جائیں۔ اس سے بھی آپ نے انکار کیا۔ تو حضرت ابن عباس

رو پڑے اور کہا ہائے میرے پیارے حضرت ابن عمر نے بھی آپ کو
روکا۔ مگر آپ نہ مانے تو حضرت ابن عمر نے روتے ہوئے آپ کی
آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا اور کہا اے مقتول میں تجھے
اللہ کے سپرد کرتا ہوں۔ حضرت ابن زبیر نے بھی آپ کو روکا تو آپ
نے انہیں کہا میرے باپ نے مجھ سے بیان کیا ہے کہ مکہ میں ایک
مینڈھا ہے جس سے مکہ کی حرمت پامال ہوگی۔ میں نہیں چاہتا کہ
میں وہ مینڈھا بنوں اور حضرت حسن کا یہ قول پہلے بیان ہو چکا ہے
کہ آپ نے حضرت حسین سے فرمایا کہ کوفہ کے بیوقوفوں کے ورغلانے
سے بچنا۔ وہ تجھے گھر سے نکال دیں گے۔ اور پھر بے یار و مددگار
چھوڑ دیں گے۔ پھر آپ کو ندامت ہوگی۔ مگر اس وقت کوئی چارہ کار
نہ ہوگا۔ یہ بات حضرت حسن نے اس رات کہی جس رات آپ قتل ہوئے
حضرت حسین نے آپ کے لیے رحم کی دعا کی۔ جب آپ اپنے بھائی
محمد بن حنفیہ کے پاس پہنچے تو آپ ایک طشت میں وضو کر رہے تھے
آپ نے رو رو کر اس طشت کو آنسوؤں سے بھر دیا۔ مکہ میں کوئی
شخص ایسا نہ تھا جو آپ کے اس سفر سے غمگین نہ ہو آپ نے اپنی آمد
سے قبل مسلم بن عقیل کو بھیجا تو بارہ ہزار کوفیوں نے آپ کی بیعت
کرلی۔ بعض کے نزدیک اس سے بھی زیادہ لوگوں نے بیعت کی۔
یزید نے ابن زیاد کو حکم دیا اس نے آکر آپ کو قتل کر دیا۔ اور آپ
کا سر یزید کو بھیج دیا۔ جس پر اس نے ابن زیاد کا شکریہ ادا کیا
اور اُسے حضرت حسین کے متعلق انتباہ کیا۔ سفر کے دوران حضرت
حسین کی ملاقات فرزدق سے ہوئی تو آپ نے اس سے پوچھا کہ

لوگوں کی کوئی بات سناؤ۔ اس نے جواب دیا اے فرزندِ رسول!
حالات سے واقفیت رکھنے والے کے نزدیک موت کا وقت آگیا ہے
لوگوں کے دل آپ کے ساتھ اور تلواریں بنی امیہ کے ساتھ ہیں۔ فیصلہ
آسمان سے نازل ہوتا ہے۔ اور اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔

حضرت حسین چلتے جا رہے تھے آپ کو اس بات کا علم نہ
تھا کہ مسلم کے ساتھ کیا بیتی ہے۔ جب آپ قادسیہ سے تین روز کی
منزل پر رہ گئے تو آپ کو ابن یزید تمیمی نے خبر دی اور کہا واپس چلے
جائیے۔ میں اپنے پیچھے تمہارے لئے کوئی بھلائی چھوڑ کر نہیں آیا۔
جس کی امید میں آپ آگے جانا چاہتے ہیں۔ اور آپ کو تمام واقعہ
اور ابن زیاد کی آمد اور اس کی تیاریوں کے متعلق مکمل اطلاع دی تو آپ
نے واپسی کا ارادہ کر لیا۔ تو مسلم کے بھائی نے کہا خدا کی قسم ہم بدلہ
لئے بغیر واپس نہیں جائیں گے۔ یا ہم قتل ہو جائیں گے۔ آپ نے
فرمایا تمہارے بعد جینے میں کوئی مزا نہیں۔ آپ پھر آگے چلے
تو آپ کو ابن زیاد کا ہراول دستہ ملا تو آپ آٹھ محرم ۶۱ھ کو کربلا
کی طرف مڑ گئے۔ جب آپ کوفہ کے نزدیک پہنچے تو آپ نے
سنا کہ وہاں کا امیر عبید اللہ بن زیاد ہے۔ جس نے بارہ ہزار جنگجو
آدمیوں کو آپ کی طرف تیار کر کے بھیجا ہے۔ جب وہ آپ کے
پاس پہنچے تو انہوں نے آپ سے التماس کی کہ آپ ابن زیاد کے حکم
کو مان کر یزید کی بیعت کر لیں۔ مگر آپ نے انکار کیا تو انہوں
نے آپ سے جنگ شروع کر دی آپ سے جنگ کرنے والوں کی
اکثریت خارجی تھی۔ جنہوں نے آپ کو خطوط لکھے اور آپ کی بیعت

کی تھی۔ پھر جب آپ ان کے پاس پہنچے تو انہوں نے آپ سے وعدہ خلافی کی اور دیر کی بھلائی پر فوری حرام کو ترجیح دیتے ہوئے آپ کے دشمنوں سے جا ملے۔ آپ نے اس کثیر تعداد سے جنگ کی اور آپ کے ساتھ اپنے اہل اور بھائیوں میں سے اسّی سے کچھ آدمی زیادہ تھے۔ اس جنگ میں یہ بات واضح طور پر ثابت ہو گئی کہ آپ کے دشمنوں کی تعداد بکثرت تھی اور ان کے تیر اور نیزے آپ تک پہنچ رہے تھے۔ اور جب آپ نے تلوار سونت کر ان پر حملہ کیا تو آپ نے یہ اشعار پڑھے۔

میں ابن علی ہوں جو آلِ ہاشم میں سے ایک عالم تھے اور فخر کیلئے مجھے یہی بات کافی ہے۔ کہ میرے نانا اللہ تعالےٰ کے رسول اور تمام انسانوں سے معزز ہیں۔ اور لوگوں کے درمیان ہماری حیثیت روشن چراغ کی سی ہے۔ اور میری ماں فاطمہؑ احمد علیہ السلام کی اولاد ہے۔ اور میرے چچا جعفرؑ کو ذوالجناحین کہا جاتا ہے اور ہم ہی میں کتاب الٰہی نازل ہوئی ہے اور ہم ہی میں ہدایت، وحی اور بھلائی کا ذکر کیا جاتا ہے۔

اگر وہ لوگ تدبیر کے ذریعہ آپ کے اور پانی کے درمیان حائل نہ ہو جاتے تو آپ پر بالکل قابو نہ پا سکتے۔ کیونکہ آپ وہ شجاع سردار ہیں جو اپنی جگہ سے ہٹائے اور ہلائے نہیں جا سکتے۔ جب آپ کو اور آپ کے ساتھیوں کو تین دن تک پانی سے روکے رکھا گیا تو آپ کے دشمنوں میں سے ایک نے کہا میں اُسے دیکھ رہا ہوں گویا اس نے بادل کو مشقت میں ڈال دیا ہے کہ اس سے

ایک قطرہ نہ چکھے گا۔ حضرت حسینؑ نے اُسے فرمایا۔
اے اللہ اسے پیاسا مار دے وہ بکثرت پانی پینے کے باوجود
سیر نہ ہوتا تھا۔ یہاں تک کہ پیاسا ہی مر گیا۔ حضرت حسینؑ نے پینے
کے لئے پانی منگایا تو ایک آدمی نے درمیان میں حائل ہو کر آپ
کے تیر مارا جو آپ کے تالو میں لگا تو آپ نے فرمایا اے اللہ
اسے پیاسا رکھ تو وہ چیخنے لگا۔ اس کے پیٹ میں حرارت اور اس
کے باہر ٹھنڈک تھی۔ اس کے سامنے برف اور پنکھے تھے۔ اور اس
کے پیچھے کافور پڑا تھا۔ پھر بھی وہ پیاس پیاس چلاتا تھا۔ اس کے
پاس ستو، پانی اور دودھ لایا گیا اگر وہ اسے پانچ دفعہ پی لیتا تو ان
کے لئے کافی ہو جاتا۔ وہ اسے پیتا پھر چلاتا اُسے پھر پلایا جاتا
یہاں تک کہ اس کا پیٹ پھٹ گیا۔ جب آپ کے اہل سے جنگ
کا بازار گرم ہو گیا تو ان میں سے ایک کے بعد ایک مرتا رہا۔
یہاں تک پچاس سے زائد آدمی قتل ہو گئے تو حضرت حسینؑ نے باآواز
بلند کہا کیا کوئی حریم رسول سے دفاع کرنے والا نہیں، اس وقت
یزید بن الحرث الریاحی دشمن کے لشکر سے گھوڑے پر سوار ہو کر نکلا
اور کہا اے ابن رسول اللہ اگرچہ میں آپ کے خلاف خروج کرنے
والا پہلا شخص ہوں لیکن اب میں آپ کے گروہ میں شامل ہوتا ہوں،
شاید اس طرح مجھے آپ کے نانا کی شفاعت حاصل ہو جائے پھر
وہ آپ کے روبرو لڑا۔ یہاں تک کہ قتل ہو گیا۔ جب آپ کے
ساتھی ختم ہو گئے اور آپ اکیلے رہ گئے تو آپ نے حملہ کر کے
ان کے بہت سے بہادروں کو مار دیا پھر آپ پر بہت سارے

لوگوں نے حملہ کردیا اور آپ کے اور آپ کے حریم کے درمیان حائل ہو گئے۔ تو آپ نے بلند آواز سے فرمایا اپنے بیوقوفوں کو عورتوں اور بچوں سے روکو۔ پھر آپ مسلسل لڑتے رہے۔ یہاں تک کہ انہوں نے زخموں سے آپ کا خون بہا دیا۔ اور آپ زمین پر گر پڑے تو انہوں نے عاشورہ کے روز ۶۱ھ میں آپ کا سر کاٹ لیا۔ جب اُسے عبیداللہ بن زیاد کے سامنے رکھا گیا تو آپ کے قاتل نے یہ شعر پڑھے۔

میری سواریوں کو سونے اور چاندی سے بھر دو
میں نے ایک ایسے بادشاہ کو مارا ہے۔ جسے
چھپایا جاتا تھا اور جو بچپن میں قبلتین میں نماز
پڑھتا تھا۔ اور نسب میں سب سے بہتر تھا۔
میں نے اُسے قتل کیا ہے۔ جو لوگوں سے ماں
اور باپ کے لحاظ سے بہتر آدمی تھا۔

ابن زیاد نے ان شعروں کو سن کر غصے میں آکر کہا جب تُو اُسے اس قسم کا آدمی سمجھتا تھا تو پھر تُو نے اُسے قتل کیوں کیا۔ خدا کی قسم تو مجھ سے کوئی مال حاصل نہیں کر سکے گا۔ اور میں تجھے ضرور اس کے ساتھ ملا دوں گا۔ پھر اس نے اُسے مار دیا اور اس کے ساتھ آپ کے بھائیوں اور آپ کے بھائی حضرت حسن کے بیٹوں اور حضرت جعفر اور حضرت عقیل کی اولاد میں سے انیس آدمیوں اور ایک کے قول کے مطابق بیس آدمیوں کو قتل کر دیا۔

حسن بصری کہتے ہیں اس وقت روئے زمین پر ان لوگوں

کا کوئی ہمسر موجود نہ تھا۔ جب آپ کے سر کو ابن زیاد کے پاس لایا گیا تو وہ اسے ایک طشت میں رکھ کر آپ کے دانتوں پر چھڑی سے مارنے لگا۔ اور بڑے فخر سے کہنے لگا میں نے اس جیسا خوبصورت آدمی نہیں دیکھا۔ اگرچہ یہ خوبصورتی دانتوں کی وجہ سے ہے۔ اس وقت اس کے پاس حضرت انس موجود تھے۔ وہ آبدیدہ ہو کر کہنے لگے کہ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت مشابہت رکھتے تھے۔ اسے ترمذی وغیرہ نے روایت کیا ہے۔

ابن ابی الدنیا نے روایت کیا ہے کہ وہاں حضرت زید بن ارقم بیٹھے تھے آپ نے اُسے فرمایا اپنی چھڑی کو اٹھالو۔ میں نے بہت دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان دونوں ہونٹوں کے درمیان بوسہ دیتے دیکھا ہے۔ پھر اس کے بعد آپ رونے لگے۔ تو ابن زیاد نے کہا اللہ تیری آنکھوں کو رُلائے اگر تو بوڑھا نہ ہوتا۔ تو تیری بکواس پر میں تجھے ضرور قتل کر ڈالتا تو آپ یہ کہتے ہوئے اُٹھ کھڑے ہوئے اے لوگو آج کے بعد تم غلام بن گئے ہو تم نے ابن فاطمہ کو قتل کر دیا ہے۔ اور ابن مرجانہ کو امیر بنالیا ہے خدا کی قسم یہ تمہارے بہترین آدمیوں کو قتل کر دے گا۔ اور تمہارے بُرے آدمیوں کو غلام بنا دے گا۔ پس اس آدمی کے لئے ہلاکت ہو۔ جو ذلت اور عار سے راضی ہو جائے۔ پھر فرمایا اے ابن زیاد میں تجھے وہ بات ضرور بتاؤں گا۔ جو اس سے بھی زیادہ تجھے غصہ دلانے والی ہوگی۔ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ نے حضرت حسن کو دائیں اور حضرت حسین کو بائیں ران پر

بٹھایا اور پھر ان دونوں کے سروں پر ہاتھ رکھ کر فرمایا۔ اے اللہ میں ان دونوں کو تیرے اور صالح مومنین کے پاس امانت رکھتا ہوں۔ اے ابن زیاد تیرے پاس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی امانت کا کیا حال ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ابن زیاد سے اس کا بدلہ لیا۔

ترمذی کے نزدیک ایک صحیح روایت یہ ہے کہ جب اس کے سر کو لایا گیا اور اس کے ساتھیوں کے سروں کے ساتھ مسجد میں نصب کیا گیا تو ایک سانپ آکر سروں میں گھس گیا۔ یہاں تک کہ اس کے نتھنے میں داخل ہو گیا۔ پھر تھوڑی دیر ٹھہرا پھر باہر آیا پھر آکر دو تین بار ایسے ہی کیا۔ اور اس کے سر کو بھی وہیں نصب کیا گیا جہاں حضرت حسین کے سر کو نصب کیا گیا تھا۔ یہ کام کرنے والا مختار بن ابی عبید تھا۔ اس کے ساتھ شیعوں کا ایک گروہ تھا۔ جو حضرت حسین کو بے یار و مددگار چھوڑ دینے کی وجہ سے متندم تھا اور چاہتا تھا کہ اس داغ کو دھو دیا جائے۔ اور مختار کے پیروکاروں میں سے ایک گروہ نے کوفہ پر قبضہ کر لیا اور حضرت حسین سے جنگ کرنے والے چھ ہزار آدمیوں کو بری طرح قتل کیا۔ اور ان کا سردار عمر بن سعد بھی قتل ہوا۔ اور حضرت حسین کے خصوصی قاتل شمر کو ایک قول کیمطابق مزید عذاب دیا گیا۔ اور اس کے سینے اور پشت کو گھوڑوں سے روندا گیا کیونکہ اس نے حضرت حسین کے ساتھ بھی یہی کچھ کیا تھا۔ لوگوں نے اس پر مختار کا شکریہ ادا کیا۔ لیکن آخر میں اس نے نہایت خباثت سے کام لیتے ہوئے خبر دی اور اسے یہ خیال آیا

کہ اس پر وحی ہوتی ہے ۔ اور ابن حنفیہ امام مہدی ہیں ۔ اور جب ابن زیاد نے تیس ہزار لشکر کے ساتھ موصل میں پڑاؤ کیا تو مختار نے ۶۹ھ میں اس کے لئے ایک گروہ تیار کیا ۔ جس نے اسے اور اس کے ساتھیوں کو عاشورہ کے روز فرات پر قتل کر دیا اور ان کے سر مختار کو بھیج دیئے تو اس نے انہیں وہیں نصب کروایا ، جہاں حضرت حسین کا سر نصب کیا گیا تھا ۔ پھر اُسے وہاں سے ہٹا دیا گیا ۔ یہاں تک کہ سانپ اس میں داخل ہوا ۔ جیسے کہ بیان ہو چکا ہے ۔

عبدالملک بن عمر کہتا ہے کہ یہ عجیب اتفاق ہے کہ میں ابن زیاد کے پاس قصر امارت میں گیا تو لوگ دو قطاروں میں اس کے پاس بیٹھے ہوئے تھے ۔ اور حضرت حسین کا سر ایک ڈھال پر اس کے دائیں طرف پڑا تھا ۔ پھر میں مختار کے پاس اسی قصر امارت میں گیا ۔ تو ابن زیاد کے سر کو وہاں پڑا پایا اور لوگ اسی طرح اس کے پاس بیٹھے ہوئے تھے ۔ پھر میں عبدالملک بن مروان کے پاس گیا تو مصعب کے سر کو وہاں اسی طرح پڑے پایا ۔ میں نے اُسے یہ بات بتائی تو اس نے کہا اللہ تجھے پانچواں سر وہاں نہ دکھائے ۔ اور محل کو گرانے کا حکم دے دیا ۔ جب ابن زیاد نے حضرت حسینؑ کے سر اور آپ کے ساتھیوں کے سروں کو اتارا تو انہیں آل حسینؑ کے قیدیوں کے ساتھ یزید کی طرف بھیجا ۔ جب یہ یزید کی طرف پہنچے تو کہتے ہیں کہ اس نے آپ کے لئے مغفرت کی دعا کی ، اور ابن زیاد سے باندازِ تجاہل پیش آیا ۔ اور آپ کے سر اور بقیہ بچوں کو مدینہ کی طرف بھیج دیا ۔

سبط ابن الجوزی وغیرہ نے کہا ہے۔ مشہور بات یہ ہے کہ وہ شامیوں کو اکٹھا کر کے سر کو چھڑی سے مارنے لگا۔ اور اس نے پہلی بات کو برملا کہا اور دوسری بات کو پوشیدہ رکھا۔ اس پر قرینہ یہ ہے کہ اس نے ابن زیاد کے مقام کو بڑھانے میں یہاں تک مبالغہ سے کام لیا کہ اُسے اپنی عورتوں کے پاس لے گیا۔ ابن الجوزی نے کہا ہے کہ یہ بات اس شخص سے سرزد ہونا موجب تعجب نہیں۔ جس نے حضرت حسین کے دانتوں پر چھڑی ماری اور آل نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو قید کر کے اور عورتوں کو برہنہ منہ اونٹوں پر سوار کرا کر لے گیا۔

کہتے ہیں بلکہ سر اس کے خزانے میں تھا۔ اس لئے کہ سلیمان بن عبدالملک نے خواب میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے ساتھ ملاطفت کرتے اور خوشخبری دیتے دیکھا۔ اس نے حضرت حسن بصری سے اس کے متعلق دریافت کیا تو آپ نے فرمایا۔ شاید تو نے آپ کی آل سے کوئی نیکی کی ہے۔ اس نے جواب دیا ہاں۔ میں نے سرِ حسین کو یزید کے خزانے میں دیکھا تو میں نے اُسے پانچ کپڑے پہنائے۔ اور میں نے اپنے ساتھیوں کے ساتھ اس پر نمازِ جنازہ پڑھی اور اسے قبر میں دفن کر دیا۔ تو حسن بصری نے فرمایا یہی وجہ ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تجھ سے اظہار رضامندی فرمایا ہے۔ تو سلیمان نے حکم دیا کہ حضرت حسن کو قیمتی انعام دیا جائے۔

یزید نے سرِ حسین کے ساتھ جو کچھ سلوک کیا اس کا بیان گذر چکا ہے۔ اس وقت اس کے پاس قیصر کا ایلچی موجود تھا۔ اس نے ازراہ تعجب کہا کہ ہمارے پاس ایک جزیرے کے دیر میں حضرت عیسٰی

کے گدھے کا کھر ہے۔ ہم لوگ ہر سال تمام علاقوں سے آکر اس کا حج کرتے ہیں۔ اور نذریں مانتے ہیں۔ اور اس کی ایسی تعظیم کرتے ہیں جیسے تم اپنے کعبہ کی تعظیم کرتے ہو۔ پس میں گواہی دیتا ہوں کہ تم باطل پر ہو اور ایک ذمی نے کہا میرے اور حضرت داؤد کے درمیان ستر آباء کا فاصلہ ہے۔ اور یہود میری تعظیم اور احترام کرتے ہیں۔ اور تم نے اپنے نبی کے بیٹے کو قتل کر دیا ہے۔ آپ کے سر پر پہرہ لگا یا گیا تھا۔ جب کبھی وہ کسی منزل پر پڑاؤ کرتے اُسے نیزے پر رکھ لیتے اور اس کا پہرہ دیتے۔ اُسے ایک راہب نے دیر میں دیکھا اور اس کے متعلق دریافت کیا تو انہوں نے اُسے اس کے متعلق بتایا تو اس نے کہا تم بہت بُرے لوگ ہو کیا تم دس ہزار دینار لے کر اس رات سر کو میرے پاس رہنے دو گے۔ انہوں نے کہا ہاں۔ اس نے سر کو لے کر اُسے دھویا۔ خوشبو لگائی اور اُسے اپنی ران پر رکھ کر آسمان کی بلندی کی طرف دیکھنے لگا۔ اور صبح تک روتا رہا۔ اور پھر مسلمان ہو گیا۔ کیونکہ اس نے سر سے آسمان تک ایک روشن نور دیکھا پھر وہ دیر سے سب کچھ چھوڑ کر نکل گیا۔ اور اہل بیت کی خدمت کرنے لگا۔ اُن پہرے داروں کے پاس کچھ دینار بھی تھے۔ جو انہوں نے حضرت حسین کے لشکر سے حاصل کئے تھے۔ انہوں نے تھیلیوں کو کھولا تاکہ دیناروں کو تقسیم کریں تو انہوں نے دیکھا کہ وہ ٹھیکریاں بن گئے ہیں۔ اور ہر ایک کے ایک طرف یہ لکھا ہوا ہے ولا تحسبن اللہ غافلاً عما یعمل الظالمون اور دوسری طرف وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون کے الفاظ لکھے ہوئے ہیں۔

خاتمہ میں اس امر پر بھی بحث ہو گی کہ کیا یزید پر لعنت کرنا جائز ہے یا ایسا کرنے سے رُکنا چاہیے ۔ حضرت حسین کے حریم کو قیدیوں کی طرح کوفہ میں لایا گیا ۔ تو اہل کوفہ رو پڑے تو حضرت زین العابدین بن الحسین نے فرمایا سنو یہ لوگ اگر ہماری وجہ سے روتے ہیں تو ہمیں کس نے قتل کیا ہے ۔

حاکم نے متعدد طرق سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جبریل کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں نے یحییٰ بن زکریا کے خون کے بدلے میں ستّر ہزار آدمیوں کو قتل کیا اور میں حسین بن علی کے خون کے بدلے میں ستّر ہزار آدمیوں کو قتل کرنے والا ہوں ۔ ابن جوزی کا اس حدیث کو موضوعات میں ذکر کرنا درست نہیں ۱؎ اس تعداد کا آپ کے سبب سے قتل ہو جانا اس بات کو مستلزم نہیں کہ یہ تعداد آپ سے جنگ کرنے والوں کی تعداد کی طرح ہے ۔ کیونکہ اس فتنہ نے متفق لوگوں سے تعصبات اور مقاتلہ تک نوبت پہنچا دی تھی ۔

حضرت امام زین العابدین علم و زہد اور عبادت میں اپنے باپ کے خلف تھے ۔ آپ جب نماز کے لئے وضو کرتے ۔ تو آپ کا

۱؎ ابوبکر الشافعی نے الغیلانیات میں اس حدیث کو موضوع سند کے ساتھ بیان کیا ہے اور حاکم نے اسے ابونعیم سے چھ آدمیوں کے طریق سے بیان کیا ہے اور اسے صحیح کہا ہے ۔ اور ذہبی نے تلخیص میں اس سے موافقت کی ہے اور کہا ہے کہ یہ مسلم کی شرط پر ہے ۔

رنگ زرد پڑ جاتا آپ سے اس بارہ میں دریافت کیا گیا تو فرمایا آپ نہیں جانتے کہ میں کس کے سامنے کھڑا ہوتا ہوں۔ بیان کیا گیا ہے کہ آپ ایک دن رات میں ایک ہزار رکعت پڑھا کرتے تھے۔ ابن حمدون نے زہری سے بیان کیا ہے کہ عبدالملک آپ کو مدینہ سے بہت وزنی بیڑیاں ڈال کر کے لایا۔ اور آپ کو محافظوں کے سپرد کر دیا زہری آپ کو الوداع کرنے آئے تو رو کر کہنے لگے میں چاہتا ہوں کہ میں آپ کی جگہ اس حالت میں ہوتا۔ آپ نے فرمایا تجھے خیال ہوگا کہ اس سے مجھے تکلیف ہوتی ہوگی۔ اگر میں چاہوں تو یہ تکلیف نہ ہو۔ یہ لوہا مجھے عذاب الٰہی کی یاد دلاتا ہے۔ پھر آپ نے اپنے ہاتھ پاؤں بیڑیوں اور ہتھکڑیوں سے نکال لے۔ پھر فرمایا میں مدینہ سے دو روز تک ان کے ساتھ چلتا رہا ہوں۔ دو دن گذرنے کے بعد آپ ان سے روپوش ہو گئے۔ صبح ہوئی تو لوگ آپ کی تلاش میں مارے مارے پھرنے لگے مگر آپ کو کہیں نہ پایا۔ زہری کہتے ہیں میں عبدالملک کے پاس آیا تو اس نے آپ کے بارے میں مجھ سے پوچھا تو میں نے اسے بتایا۔ اس نے کہا جس روز وہ روپوش ہوئے ہیں اس دن میرے پاس ان کے مددگار آئے اور وہ بھی میرے پاس آکر کہنے لگے۔ تجھے مجھ سے کیا نسبت۔ میں نے کہا میرے ہاں قیام فرمائیے تو انہوں نے جواب دیا میں آپ کے ہاں قیام کرنا پسند نہیں کرتا پھر وہ چلے گئے۔ خدا کی قسم ان کے خوف سے میرا دل بھر گیا۔ اسی وجہ سے پھر عبدالملک نے حجاج کو لکھا کہ وہ بنی عبدالمطلب کی خونریزی سے اجتناب کرے

کرے اور اُسے حکم دیا کہ اس بات کو پوشیدہ رکھے۔ حضرت زین العابدین پر یہ بات منکشف ہوئی تو آپ نے عبدالملک کو لکھا تو نے فلاں دن حجاج کو لکھا ہے کہ وہ ہمارے یعنی بنی عبدالمطلب کے حق کے بارے میں اس اس طرح سے رازداری سے کام لے۔ اللہ تعالیٰ نے اس معاملہ میں تمہاری قدردانی کی ہے۔ اور اس خط کو کسے بھیج دیا۔ جب وہ خط سے مطلع ہوا تو اس میں وہی تاریخ درج تھی۔ جس تاریخ کو اس نے حجاج کو خط لکھا اور اپنے ایلچی کو بھیجا تھا۔ تو اُسے معلوم ہو گیا کہ زین العابدین پر اس کے معاملے کا انکشاف ہو گیا ہے۔ تو وہ اس سے بہت خوش ہوا۔ اور آپ کی طرف اپنے غلام کے ساتھ ایک سواری کے بوجھ کے مطابق درہم اور کپڑے بھیجے اور آپ سے التجا کی کہ مجھے اپنی نیک دعاؤں میں یاد رکھیں۔

ابونعیم اور سلفی نے بیان کیا ہے کہ جب ہشام بن عبدالملک نے اپنے باپ کی زندگی یا ولید کے زمانے میں حج کیا تو بھیڑ کی وجہ سے حجراسود تک پہنچنا اس کے لیے ممکن نہ ہو سکا تو زمزم کی ایک جانب اس کیلئے منبر نصب کیا گیا۔ جس پر بیٹھ کر وہ لوگوں کو دیکھنے لگا۔ اس کے اردگرد اہل شام کے سربرآوردہ لوگوں کی ایک جماعت بھی تھی۔ اسی اثنا میں حضرت زین العابدین آگئے جب آپ حجراسود کے پاس پہنچے تو لوگ ایک طرف ہٹ گئے اور آپ نے حجراسود کو بوسہ دیا۔ شامیوں نے ہشام سے کہا یہ کون شخص ہے؟ تو اس نے اس خوف سے کہ کہیں شامی زین العابدین میں دلچسپی لینا نہ شروع کر دیں۔ کہا میں انہیں نہیں

جانتا۔ تو عرب کے مشہور شاعر فرزدق نے کہا میں اسے جانتا ہوں۔ پھر اس نے یہ شعر کہے۔

یہ وہ شخص ہے جسے بطحا، بیت اللہ اور حل و حرم سب جانتے ہیں۔ یہ تمام مخلوقات میں سے بہترین آدمی کا بیٹا ہے اور یہ متقی، پاک، صاف اور جھنڈے کی طرح نمایاں ہے۔ جب قریش نے اسے دیکھا تو ایک کہنے والے نے کہا اس شخص کی خوبیوں پر خوبیاں ختم ہو جاتی ہیں۔ یہ عزت کی اس چوٹی کی طرف بڑھتا ہے جس کے حصول سے عرب و عجم عاجز ہیں۔

یہ ایک مشہور قصیدہ ہے جس میں سے چند اشعار یہ بھی ہیں۔

اے ہشام اگر تو اسے نہیں جانتا تو میں بتائے دیتا ہوں کہ یہ فاطمہ بتول کا جگر گوشہ ہے۔ جس کے نانا پر سلسلۂ انبیاء کا اختتام ہوا ہے۔ تیرا یہ قول اسے کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ جس کے پہچاننے سے تو نے انکار کیا ہے۔ اسے عرب و عجم پہچانتے ہیں۔

پھر اس نے کہا یہ اس گروہ کا فرد ہے جن سے محبت کرنا دین اور ان سے بغض رکھنا کفر ہے۔ اور ان کا قرب نجات اور حفاظت کا ذریعہ ہے۔ ان کی سخاوت کی انتہا تک کوئی سخی نہیں پہنچ سکتا اور کوئی قوم خواہ کس قدر کریم ہو ان کا لگا بھی نہیں

کھا سکتی۔

ہشام نے جب یہ قصیدہ سُنا تو غضبناک ہو کر فرزدق کو عسفان مقام پر محبوس کر دیا۔ امام زین العابدینؑ نے فرزدق کو بارہ ہزار درہم دینے کا حکم دیا اور ساتھ ہی معذرت بھی کی۔ اگر ہمارے پاس زیادہ ہوتا تو ہم تمہیں وہ بھی دے دیتے۔ فرزدق نے جواب دیا میں نے آپ کی مدح صرف خدا تعالیٰ کی رضامندی کی خاطر کی ہے کسی انعام کے لیے نہیں کی۔ تو حضرت امام زین العابدینؑ نے فرمایا کہ ہم اہل بیت جب کسی چیز کو دیتے ہیں تو پھر واپس نہیں لیا کرتے تو فرزدق نے وہ درہم قبول کر لئے۔ اور پھر قید ہی میں ہشام کی ہجو لکھی۔ اور اُسے بھیج دی۔ تو اس نے فرزدق کو قید سے رہا کر دیا۔ حضرت امام زین العابدینؑ بڑے درگزر کرنے والے اور صاحب عفو تھے۔ یہاں تک کہ ایک آدمی نے آپ کو دشنام دی تو آپ نے تغافل سے کام لیا۔ اس نے کہا میں آپ کو گالیاں دے رہا ہوں۔ آپ نے فرمایا میں تم سے اعراض کر رہا ہوں اور اس آیت کی طرف اشارہ فرمایا کہ

خذ العفو و أمر بالعرف — عفو کو اختیار کر۔ نیکی کا حکم دے
واعرض عن الجاھلین۔ — اور جاہلوں سے اعراض کر۔

آپ فرمایا کرتے تھے کہ مجھے ذلت سے سرخ اونٹوں کے حصول جیسی خوشی ہوتی ہے۔ آپ نے ستاون سال کی عمر میں وفات پائی۔ جن میں سے دو سال آپ اپنے دادا حضرت علی کے پاس رہے پھر دس سال اپنے چچا حضرت حسن کے پاس

رہے اور اکیس سال اپنے والد حضرت حسین کے پاس رہے۔ کہتے ہیں ولید بن عبد الملک نے آپ کو زہر دے دیا تھا۔ آپ کو گیارہ مردوں اور چار عورتوں کو چھوڑ کر حضرت حسن کے ساتھ بقیع میں دفن کیا گیا۔

ابو جعفر محمد الباقر علم و زہد اور عبادت میں آپ کے وارث ہوئے۔ آپ کا نام باقر اس لئے رکھا گیا ہے۔ کہ بقر زمین کو پھاڑنے اور اس کی پوشیدہ چیزیں نکالنے کو کہتے ہیں۔ آپ نے احکام الٰہیہ کے اندر جو حقائق و معارف کے خزانے پوشیدہ ہیں انہیں نمایاں کیا ہے اور انکی حکمتیں اور لطائف بیان کئے ہیں۔ وہ خزانے بے بصیرت اور بد باطن لوگوں پر مخفی رہتے ہیں۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ آپ کو باقر اس وجہ سے کہتے ہیں کہ آپ نے علم کو پھاڑا۔ اُسے جمع کیا اور اس کے جھنڈے کو بلند کیا ہے۔ آپ پاک نفس صاف دل بڑے صاحب علم و عمل اور صاحب شرف تھے۔ آپ کے اوقات اطاعتِ الٰہی سے معمور تھے۔ آپ کو عارفین کے مقامات میں وہ علامات حاصل ہیں جن کی صفت کے بیان سے زبانیں درماندہ ہیں سلوک و معارف میں آپ کے بہت سے کلمات ہیں یہ رسالہ ان کے بیان کا متحمل نہیں ہو سکتا اور آپ کے لئے یہی شرف کافی ہے۔ کہ ابن المدینی نے جابر سے روایت کی ہے کہ انہوں نے آپکو چھٹپنے میں کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کو سلام کہتے ہیں۔ آپ سے پوچھا گیا کہ یہ بات کیسے ہوئی۔ کہنے لگے میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھا ہوا تھا اور حضرت حسین آپ کی گود میں تھے

اور آپ ان کھلا رہے تھے۔ آپ نے فرمایا جابر، حسین کے ہاں ایک بچہ ہوگا۔ جسکا نام علی ہوگا۔ جب قیامت کے روز منادی کرنے والا کہے گا کہ سید العابدین کھڑا ہو جائے تو آپ کا لڑکا کھڑا ہو جائے گا۔ پھر اس کے ہاں ایک لڑکا ہوگا اس کا نام محمد ہوگا۔ اے جابر اگر تو اس کا زمانہ پائے تو اسے میرا سلام کہنا۔ آپ کی وفات اٹھاون سال کی عمر میں اپنے باپ کی طرح زہر خورانی سے ہوئی آپ ماں اور باپ کی طرف سے علوی ہیں۔ اور آپ کی تدفین بقیع میں حضرت حسن اور حضرت عباس کے گنبد میں ہوئی ہے۔ آپ نے چھ لڑکے پیچھے چھوڑے جو بڑے صاحب فضل و کمال تھے۔

حضرت جعفر صادقؒ:۔ آپ امام باقر کے خلیفہ اور وصی تھے۔ لوگوں نے آپ سے ایسے علوم نقل کئے ہیں جنہیں سوار کبھی لے کر نہیں چلے اور آپ کی شہرت تمام شہروں میں پھیل گئی۔ اکابر آئمہ جیسے یحییٰ بن سعید، ابن جریج، مالک، سفیانین، ابو حنیفہ شعبہ، ایوب سختیانی نے آپ سے روایت کی ہے اور آپ کی والدہ فروہ بنت القاسم محمد بن ابی بکر ہیں جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے منصور نے جب حج کیا تو آپ کی چغلی کی گئی۔ جب چغلخور گواہی کے لئے آیا تو آپ نے اسے فرمایا کیا تو حلف اٹھاتا ہے اس نے کہا ہاں۔ اور اس نے حلف اٹھایا۔ آپ نے کہا اس بات پر امیر المومنین اس کو حلف دیجئے۔ اس نے اسے کہا کہہ میں اللہ تعالیٰ کی قوت سے بیزار ہو کر اپنی قوت کی پناہ میں آتا ہوں کہ جعفر نے اس اس طرح کیا اور کہا ہے تو وہ آدمی ایسا کہنے سے

رُک گیا۔ پھر اس نے حلف اٹھایا۔ ابھی اس نے بات ختم نہ کی تھی
کہ وہیں مر گیا۔ تو امیر المومنین نے حضرت جعفر سے کہا آپ ظلم سے
قتل نہیں ہوں گے۔ پھر آپ واپس ہوئے تو ربیع آپ کو اچھے
انعام اور قیمتی لباس کے ساتھ ملا۔ یہاں یہ حکایت ختم ہو جاتی ہے

اسی قسم کی حکایت یحییٰ بن عبداللہ بن المحض بن الحسن
المثنیٰ بن الحسن السبط کی بھی ہے۔ کہ ایک زبیری آدمی نے رشید
کے پاس آپ کی چغلی کھائی۔ تو آپ نے قسم کا مطالبہ کیا۔ تو وہ
غلط بولنے لگا۔ رشید نے اُسے ڈانٹا۔ پھر یحییٰ کو اس سے قسم
لینے پر مقرر کیا گیا۔ ابھی اس نے قسم پوری نہیں کی تھی کہ مضطرب
ہو کر پہلو کے بل گر پڑا۔ لوگوں نے اُسے ٹانگ سے پکڑ لیا اور
وہ ہلاک ہو گیا۔ رشید نے یحییٰ سے پوچھا کہ اس بات میں کیا راز ہے
تو اس نے جواب دیا کہ قسم میں اللہ تعالیٰ کی بزرگی بیان کرنے سے
سزا جلد نہیں ملتی۔ اور مسعودی نے بیان کیا ہے۔ کہ یہ قصہ میرے
بھائی یحییٰ کے ساتھ ہوا جو موسیٰ الجون کے لقب سے ملقب تھا۔ کہ
ایک زبیری نے رشید کے پاس اس کی چغلی کھائی اور ان دونوں کے
درمیان طویل گفتگو ہوئی۔ پھر موسیٰ نے اس سے حلف کا مطالبہ کیا تو
اس نے جیسا کہ بیان ہوا ہے۔ حلف اٹھا لیا۔ جب اس نے حلف
اٹھایا تو موسیٰ نے کہا اللہ اکبر میرے باپ نے میرے دادا سے
اس نے اپنے باپ سے اور اس نے اپنے دادا علی سے بیان
کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جس شخص نے
یہ قسم اٹھائی یعنی اللہ تعالیٰ کی قوت و طاقت کو چھوڑ کر اپنی قوت و

طاقت کے پیچھے لگ گیا اور ایسا اس نے جھوٹا ہونے کی حالت میں کیا ہو
تو اللہ تعالیٰ اُسے تین دن سے پہلے پہلے سزا دے دیتا ہے۔ قسم بخدا
نہ میں نے جھوٹ بولا ہے اور نہ مجھے جھٹلایا گیا ہے۔ امیر المومنین اب یہ
بات مجھ پر چھوڑ دیجئے۔ اگر تین دن گذر جائیں اور زبیری کو کوئی
حادثہ پیش نہ آئے تو میرا خون آپ کے لئے حلال ہوگا۔ اس نے یہ بات
آپ پر چھوڑ دی۔ ابھی اس دن کی عصر کا وقت نہیں گذرا تھا کہ زبیری
کو جذام ہو گیا اور وہ سُوج کر مت کیڑے کی طرح ہو گیا۔ اور تھوڑا سا
وقت گذرنے کے بعد مر گیا۔ اور جب اُسے قبر میں اُتارا گیا تو اس
کی قبر بیٹھ گئی۔ اور اس سے نہایت بدبودار ہوا آئی۔ پھر اس میں
کانٹوں کے ٹوکرے ڈالے گئے۔ تو وہ دوسری دفعہ بیٹھ گئی۔ رشید
کو اس کی اطلاع دی گئی تو اُسے بہت حیرانی ہوئی پھر اس نے موسیٰ
کو ایک ہزار دینار دینے کا حکم دیا اور اس سے اس قسم کا راز
پوچھا تو اس نے اُسے وہ حدیث بتائی کہ اس کے دادا نے رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کیا ہے کہ جو شخص ایسی قسم کھاتا ہے جس
میں اللہ تعالیٰ کی بزرگی کا ذکر ہو تو اللہ تعالیٰ اس کو سزا دینے سے
شرم محسوس کرتا ہے۔ اور جو جھوٹی قسم کھاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اپنی
قوت و طاقت سے اس سے جھگڑا کر کے اُسے تین دن سے پہلے سزا
دے دیتا ہے۔

ایک سرکش نے اپنے آقا کو قتل کر دیا وہ رات بھر نماز
پڑھتا رہا۔ پھر اس نے سحری کے وقت اس پر بددعا کی تو اس کی
موت کے متعلق آوازیں سُنی گئیں۔ جب اُسے حکم بن عباس کلبی کا

قول اس کے چچا زید کے متعلق پہنچا کہ ۔

ہم نے زید کو تمہارے لئے کھجور کے تنے پر صلیب دی ہے اور ہم نے کسی مہدی کو تنے پر صلیب پاتے نہیں دیکھا۔

تو آپ نے فرمایا اے اللہ اپنے کتوں میں سے کوئی کتا اس پر مسلط کر دے۔ تو اُسے ایک شیر نے پھاڑ کھایا۔

آپ کے مکاشفات

آپ کے چچا زاد بھائی عبداللہ المحض بنی ہاشم کے شیخ اور محمد جو نفس زکیہ کے لقب سے ملقب تھے کے والد تھے۔ بنی امیہ کی حکومت کے آخر میں ان کے کمزور ہو جانے کی وجہ سے بنو ہاشم نے محمد اور ان کے بھائی کی بیعت کرنے کا ارادہ کیا۔ اور جعفر کی طرف پیغام بھیجا کہ وہ ان دونوں کی بیعت کرے۔ مگر اس نے ایسا نہ کیا۔ تو آپ پر ان دونوں سے حسد کرنے کی تہمت لگائی گئی۔ آپ نے فرمایا قسم بخدا بیعت لینا نہ میرے لئے اور نہ ہی ان دونوں کے لئے روا ہے۔ یہ بیعت زرد قبا والا شخص لے گا۔ جس کے ساتھ ان کے بچے اور جوان کھیلیں گے۔ ان دنوں منصور عباسی موجود تھا اور زرد قبا پہنا کرتا تھا۔ حضرت جعفر کی پیشگوئی ہمیشہ اس کے متعلق کام کرتی رہی۔ یہاں تک کہ انھوں نے اُسے بادشاہ بنا دیا۔ اور حضرت جعفر سے پہلے ان کے باپ حضرت باقر نے منصور کو زمین کے مشرق و مغرب پر قابض ہونے اور اس کی مدت حکومت کے متعلق خبر دی تھی۔ اس نے آپ سے کہا ہماری حکومت تمہاری حکومت سے پہلے ہوگی۔ فرمایا ہاں۔ اس نے کہا

کیا میرے بیٹوں میں سے بھی کوئی بادشاہ ہوگا۔ فرمایا ہاں۔ اس نے کہا کیا بنی امیہ کی مدت لمبی ہوگی یا ہماری۔ فرمایا تمہاری۔ اور اس بادشاہ سے تمہارے بچے اس طرح کھیلیں گے۔ جسطرح گیندوں سے کھیلا جاتا ہے۔ اس بات کی تاکید میرے والد نے مجھے کی ہے جب منصور کو خلافت ملی۔ اور وہ زمین کا مالک ہوا۔ تو حضرت جعفر کے قول سے متعجب ہوا۔

ابو القاسم طبری نے ابن وہب کے طریق سے بیان کیا ہے کہ میں نے لیث بن سعد کو کہتے سُنا کہ میں نے ۱۱۳ھ میں حج کیا۔ جب میں نے مسجد میں عصر کی نماز پڑھی تو میں کوہ ابو قبیس پر چڑھ گیا کیا دیکھتا ہوں کہ ایک آدمی بیٹھا دعا کر رہا ہے۔ اس نے کہا اے میرے رب اے میرے رب یہاں تک کہ اس کا سانس ختم ہوگیا۔ پھر کہنے لگا یا حیی، یا حیی۔ یہاں تک کہ اس کا سانس ختم ہوگیا۔ پھر کہنے لگا اے میرے اللہ میں انگور کھانا چاہتا ہوں۔ پس مجھے انگور کھلا دے۔ اے اللہ میری دو چادریں بوسیدہ ہو چکی ہیں مجھے چادریں دیدے۔ لیث کہتے ہیں خدا کی قسم ابھی اس کی بات مکمل نہیں ہوئی تھی کہ میں نے انگوروں کی ایک بھری ہوئی ٹوکری دیکھی۔ اس وقت انگور کا کوئی موسم نہ تھا۔ پھر میں نے دو چادریں پڑی ہوئی دیکھیں میں نے ان جیسی چادریں دنیا میں کبھی نہیں دیکھیں۔ جب اس نے انگور کھانے کا ارادہ کیا تو میں نے کہا میں بھی آپ کا شریک ہوں اس نے کہا کس وجہ سے آپ میرے شریک ہیں۔ میں نے کہا

اس لیئے کہ آپ نے دعا کی ہے اور میں ایمان رکھتا ہوں۔ اس نے کہا آئیے اور کھائیے۔ میں آگے بڑھا اور انگور کھلئے۔ اس جیسا انگور میں نے کبھی نہیں کھایا۔ اس کی گٹھلی بھی نہ تھی۔ ہم کھا کر سیر ہو گئے مگر ٹوکری میں کوئی تبدیلی پیدا نہ ہوئی۔ اس نے کہا جمع نہ کر اور نہ ہی اس میں سے کچھ چھپا کر رکھ۔ پھر اس نے ایک چادر لی اور دوسری مجھے دے دی۔ میں نے کہا مجھے اس کی ضرورت نہیں۔ آپ ایک کا تہ بند بنالیں اور دوسری کو اوڑھ لیں۔ وہ اپنی دونوں بوسیدہ چادروں کو ہاتھ میں لیئے نیچے اتر گیا۔ تو اسے سعی کی جگہ پر ایک آدمی ملا۔ اس نے کہا اے ابن رسول اللہ اللہ نے جو تجھے پہنایا ہے اس سے مجھے بھی پہنا دیں۔ کیونکہ میں ننگا ہوں تو اس نے دونوں چادریں اُسے دے دیں تو میں نے اس سے پوچھا یہ کون ہے۔ اس نے کہا یہ جعفر صادق ہیں۔ میں نے اس کے بعد ان سے کچھ سننا چاہا مگر مجھے اس کی ہمت نہ ہوئی۔

آپ کی وفات ۱۴۸ھ میں زہر خورانی سے ہوئی۔ جیسا کہ بیان کیا جاتا ہے۔ اس وقت آپ کی عمر ۶۸ سال تھی۔ آپ کی تدفین اسی قبہ میں اپنے اہل کے چار مردوں اور بیٹی کیساتھ ہوئی۔ جس کا ذکر پہلے ہو چکا ہے۔

حضرت موسیٰ کاظم

آپ علم و معرفت اور فضل و کمال میں حضرت جعفر صادق کے وارث تھے۔ آپ کو بکثرت درگذر کرنے اور حلم اختیار کرنے کی وجہ سے کاظم کہتے ہیں۔ اہل عراق میں آپ اللہ تعالیٰ کے پاس ضروریات

کو پورا کرنے والا دروازہ کے نام سے مشہور ہیں۔ آپ اپنے زمانہ کے سب سے بڑے عابد، عالم اور سخی تھے۔ رشید نے آپ سے دریافت کیا آپ اپنے آپکو ذریت رسول کیسے کہتے ہیں حالانکہ آپ حضرت علی کی اولاد ہیں۔ تو آپ نے یہ آیت پڑھی ومن ذریتہ داؤد وسلیمان یہاں تک کہ آپ نے اسے حضرت عیسٰی علیہ السلام پر ختم کیا۔ حالانکہ عیسٰی علیہ السلام کا باپ ہی نہ تھا۔ پھر آپ نے یہ آیت بھی پڑھی فمن حاجك فيه من بعد ماجاءك من العلم فقل تعالوا ندع ابناءنا وابناءكم الاية اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عیسائیوں سے مباہلہ کے وقت حضرت علی، حضرت فاطمہ، حضرت حسن اور حضرت حسین کے سوا کسی کو نہیں بلایا۔ پس حضرت حسن اور حضرت حسین دونوں بیٹے ہوئے۔

آپکی عجیب وغریب کرامات

ابن جوزی اور رامہرمزی وغیرہ نے شفیق بلخی سے بیان کیا ہے کہ میں ۱۴۹ھ میں حج کے ارادہ سے نکلا تو میں نے آپ کو قادسیہ میں لوگوں سے الگ تھلگ دیکھا تو میں نے اپنے دل میں کہا کہ یہ نوجوان صوفیاء میں سے ہے۔ جو لوگوں پر بوجھ بننا چاہتا ہے۔ میں اس کے پاس جاکر اسے زجر و توبیخ کرتا ہوں جب اس کے پاس گیا تو اس نے کہا اے شفیق

اجتنبوا كثيرا من الظن — بدگمانی سے بہت بچنا چاہیے۔ بعض

ان بعض الظن اثم — بدگمانیاں گناہ ہوتی ہیں۔

میں نے ارادہ کیا کہ وہ لئے صلح کریں۔ مگر وہ آنکھوں سے غائب ہوگیا۔ پھر میں نے انہیں واقصہ میں نماز پڑھتے دیکھا۔ اُن کے اعضاء مضطرب اور آنسو ٹپ ٹپ گر رہے تھے۔ میں معذرت کے لئے ان کے پاس گیا۔ تو انہوں نے اپنی نماز کو ہلکا کر کے کہا

وانی لغفار لمن تاب و آمن الایۃ۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ توبہ کرنے والے اور ایماندار کو میں بخش دیتا ہوں۔

جب وہ زبالہ میں اُترے تو میں نے انہیں ایک کنویں پر دیکھا۔ جس کی ٹینڈیں اس میں گری ہوئی تھیں۔ انہوں نے اس میں ریت پھینکی تو پانی ان کے لئے اوپر چڑھ آیا۔ یہاں تک کہ انہوں نے پانی لے کر وضو کیا۔ اور چار رکعت نماز پڑھی۔ پھر وہ ایک ریتلے ٹیلے کی طرف گئے اور ریت سے انہوں نے پانی پیا۔ میں نے انہیں کہا اللہ تعالیٰ نے جو آپ کو دیا ہے اس سے جو بچ رہا ہے وہ مجھے کھلا دو۔ تو انہوں نے کہا اے شفیق ہم پر اللہ تعالیٰ کی ظاہری اور باطنی نعمتیں ہمیشہ نازل ہوتی رہتی ہیں۔ اپنے رب سے حسن ظن رکھا کر۔ پس انہوں نے مجھے پانی دیا اور میں نے اس سے پی لیا۔ کیا دیکھتا ہوں وہ تو ستو اور شکر ہے۔ خدا کی قسم میں نے اس سے زیادہ لذیذ اور خوشبودار چیز کبھی نہیں پی۔ میں اُسے پی کر سیر ہوگیا۔ میں کئی دن تک وہاں ٹھہرا رہا۔ مجھے کھانے پینے کی خواہش ہی پیدا نہیں ہوئی۔ پھر میں نے انہیں مکہ میں دیکھا تو وہ نوجوانوں اور پوشاک کے ساتھ ایسے امور میں منہمک ہیں جو راستہ والے امور کے بالکل خلاف ہیں۔ جب رشید نے حج کیا تو اس کے پاس آپ کی چغلی کی گئی۔ اور

اُسے کہا گیا کہ ہر طرف سے ان کے پاس اموال آرہے ہیں۔ یہاں تک کہ انہوں نے تیس ہزار دینار کی ایک جاگیر خریدی ہے۔ تو اس نے آپ کو پکڑ لیا اور بصرہ کے امیر عیسٰی بن جعفر بن منصور کے پاس بھیج دیا۔ جس نے آپ کو ایک سال تک محبوس رکھا پھر رشید نے اُسے آپ کے خون کے متعلق لکھا تو اس نے معذرت چاہی۔ آپ نے اسے بتایا کہ میں نے رشید کو بددعا نہیں دی اور یہ کہ وہ آپ کو اس کے سلام کے لئے نہ بھیجے اور میرا راستہ چھوڑ دے۔ رشید کو آپ کا یہ خط پہنچا تو اس نے سندی بن شاہک کو ان کے سلام کے لئے لکھا اور یہ حکم بھی دیا کہ ان کو کھانے میں زہر دے دیا جائے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ آپ کو کھجوروں میں زہر دیا گیا۔ جس سے آپ کو بخار ہو گیا اور تین دن بعد آپ فوت ہو گئے۔ اس وقت آپ کی عمر ۵۶ سال تھی۔

مسعودی نے بیان کیا ہے کہ رشید نے خواب میں حضرت علی کو دیکھا کہ آپ کے پاس ایک برچھی ہے۔ اور آپ کہہ رہے ہیں اگر تو نے کاظم کو نہ چھوڑا تو میں تمہیں اس برچھی کے ساتھ ذبح کر دوں گا۔ تو وہ خوف سے بیدار ہو گیا۔ اور اسی وقت اپنے پولیس آفیسر کو انہیں آزاد کرنے کیلئے بھیجا اور ساتھ تیس ہزار درہم بھی دئیے۔ اور کہا کہ میری طرف سے آپ کو ٹھہرنے یا مدینہ چلے جانے کا اختیار ہے۔ اگر آپ قیام کریں گے تو میں آپ کی عزت کروں گا جب آپ اس کے پاس گئے تو اس نے کہا میں نے آپ سے عجیب و غریب بات دیکھی ہے۔ اور بتایا کہ میں نے حضرت نبی کریم صلی اللہ

علیہ وسلم کو دیکھا۔ آپ نے مجھے کلمات سکھائے ہیں۔ ان کلمات کے بتانے سے فارغ ہوتے ہی اس نے آپ کو رہا کر دیا۔ کہتے ہیں پہلے موسیٰ ہادی نے آپ کو قید کیا۔ پھر رہا کر دیا۔ کیونکہ اس نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے دیکھا کہ

فھل عسیتم ان تولیتم ان تفسدوا فی الارض وتقطعوا ارحامکم۔	کیا تمہیں زمین میں فساد کرنے اور قطع رحمی کے لئے حاکم بنایا گیا ہے

تو جاگنے پر اسے معلوم ہوا کہ اس سے آپ مراد ہیں۔ تو اس نے رات کے وقت آپ کو رہا کر دیا۔ رشید نے آپ کو کعبہ کے پاس بیٹھے ہوئے دیکھ کر کہا تو وہ شخص ہے۔ جس کی لوگ پوشیدہ طور پر بیعت کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا میں دلوں کا امام ہوں۔ اور تو جسموں کا امام ہے۔ جب دونوں حضور علیہ السلام کے چہرہ مبارک کے سامنے اکٹھے ہوئے تو رشید نے کہا اے عم زاد السلام علیک۔ اس بات کو ان لوگوں نے بھی سنا جو اس کے اردگرد تھے۔ تو موسیٰ کاظم نے جواب دیا اے باپ السلام علیک۔ مگر وہ اسے برداشت نہ کر سکا۔ اور اسی وجہ سے آپکو پکڑ کر اپنے ساتھ بغداد لے گیا۔ اور آپ کو قید کر دیا۔ آپ اس کی قید سے بیڑیاں پہنے ہوئے مر کر ہی نکلے۔ اور بغداد کی غربی جانب دفن ہوئے۔ بظاہر یہ واقعات آپس میں منافات رکھتے ہیں۔ سوائے اس کے کہ ان کو متعدد دفعہ قید کرنے پر محمول کیا جائے۔ آپ کی وفات کے وقت آپ کے بچوں اور بچیوں

کی تعداد ۳۰ تھی ۔ جن میں سے ایک علی الرضا بھی تھے ۔

علی الرضا

آپ ان سب سے زیادہ ذہین اور یادداشت کے حامل تھے ۔ مامون آپ کو اپنی جان کیطرح عزیز سمجھتا تھا ۔ اور آپ سے اپنی بیٹی کو بیاہ کر اس نے آپ کو اپنی حکومت میں شریک کر لیا تھا ۔ اور آپ کو اپنا جانشین بھی بنا لیا تھا ۔ اس نے ۲۰۱ھ میں اپنے ہاتھ سے ایک تحریر لکھی کہ علی الرضا میرا ولی عہد ہوگا ۔ اور اس پر بہت سے لوگوں نے گواہی دی ۔ لیکن آپ اس سے پہلے وفات پا گئے ۔ جس سے اُسے بہت افسوس ہوا ۔ انہوں نے اپنی موت سے پہلے بتا دیا تھا کہ وہ بھرے ہوئے انگور اور انار کھا کر مریں گے ۔ مامون انہیں رشید کے پیچھے دفن کرنا چاہتا تھا ۔ مگر وہ ایسا نہ کر سکا ۔ یہ سب باتیں اسی طرح وقوع پذیر ہوئیں ۔ جیسے آپ نے اُسے بتایا تھا ۔

آپ کے دوستوں میں سے معروف کرخی اور استاذ سری سقطی تھے ۔ کیونکہ سری سقطی نے آپ کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا ۔ آپ نے ایک آدمی سے کہا اے عبداللہ جو وہ چاہتا ہے اس سے راضی ہو جا اور اس بات کیلئے تیاری کر جس سے کوئی چارہ نہیں ۔ تو وہ آدمی تین دن کے بعد فوت ہو گیا ۔ اسے حاکم نے روایت کیا ہے ۔

حاکم نے محمد بن عیسیٰ عن ابی حبیب سے بیان کیا ہے کہ میں نے خواب میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس جگہ دیکھا جہاں ہمارے شہر میں حجاج فرو کش ہوا کرتا تھا ۔ میں نے آپ کو سلام کیا تو میں نے آپ کے ہاتھ میں مدینہ کی کھجوروں کا ایک تھال دیکھا ۔ جس میں

صیحانی کھجوریں بھی تھیں۔ آپ نے مجھے اٹھارہ کھجوریں دیں تو میں
نے اس کی یہ تعبیر کی کہ میں اتنا عرصہ زندہ رہوں گا۔ بیس دن کے
بعد جب علی الرضا مدینہ سے تشریف لائے اور اس مسجد میں اترے
تو لوگ آپ کو سلام کرنے کیلئے دوڑے۔ میں بھی آپ کے پاس گیا تو
میں نے دیکھا کہ وہ اسی جگہ پر بیٹھے ہوئے ہیں جہاں پر میں نے حضور
علیہ السلام کو بیٹھے ہوئے دیکھا تھا۔ اور آپ کے سامنے مدینہ کی
کھجوروں کا ایک تھال پڑا ہوا تھا جس میں صیحانی کھجوریں بھی ہیں۔
میں نے آپکو سلام کہا تو آپ نے مجھے اپنے قریب کیا۔ اور ان
کھجوروں میں سے مجھے ایک مٹھی کھجوریں دیں۔ تو وہ اتنی ہی تھیں
جتنی کھجوریں خواب میں حضور علیہ السلام نے دی تھیں۔ میں نے کہا
مجھے کچھ زیادہ کھجوریں دیں۔ آپ نے فرمایا اگر رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم آپ کو زیادہ دیتے تو ہم بھی آپ کو زیادہ دے دیتے

جب آپ نیشاپور تشریف لے گئے جیسا کہ تاریخ نیشاپور
میں لکھا ہے اور اس کے بازار سے گذرے تو آپ پر ایک سائبان
تھا۔ جس کے ورے دیکھا نہ جا سکتا تھا۔ آپ کو دو حافظ ابوزرعہ
رازی اور محمد بن اسلم طوسی ملے۔ جن کے ساتھ بے شمار طالبانِ علم و
حدیث تھے۔ انھوں نے بڑے عاجزانہ رنگ میں التجا کی کہ آپ
ہمیں اپنا چہرہ دکھائیں۔ اور اپنے آبا سے ہمارے لئے حدیث
بیان کریں۔ آپ نے خچر کو ٹھہرایا اور اپنے نوجوانوں کو سائبان کے
ہٹانے کا حکم دیا۔ اور مخلوقات نے آپ کے روئے مبارک کی
دید سے اپنی آنکھوں کو ٹھنڈا کیا۔ آپ کے گیسوؤں کی دو لٹیں آپ

کے کندھے تک لٹکی ہوئی تھیں اور لوگوں کی حالت یہ تھی کہ کچھ چلا رہے تھے کچھ گریہ کناں تھے۔ کچھ مٹی میں غلطاں اور کچھ آپ کی خچر کے سموں کو چوم رہے تھے۔ علماء لوگوں کو چلا چلا کر کہہ رہے تھے کہ خاموش ہو جاؤ۔ وہ خاموش ہوئے تو مذکورہ دونوں حافظوں نے آپ سے املاء کی خواہش کا اظہار کیا تو آپ نے فرمایا مجھ سے میرے باپ موسیٰ کاظم نے اپنے باپ جعفر صادق سے انہوں نے اپنے باپ محمد الباقر سے انہوں نے اپنے باپ زین العابدین سے انہوں نے اپنے باپ حسین سے انہوں نے اپنے باپ علی بن ابیطالب سے بیان کیا کہ میرے حبیب اور میری آنکھوں کی ٹھنڈک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے بیان فرمایا کہ مجھ سے جبریل نے بیان فرمایا کہ میں نے رب العزت کو فرماتے سنا ہے کہ لا الٰہ الا اللہ میرا قلعہ ہے۔ جو اسے پڑھے گا وہ میرے قلعے میں داخل ہو جائے گا اور جو میرے قلعے میں داخل ہو جائے گا وہ میرے عذاب سے محفوظ ہو جائے گا۔ پھر پردہ گرا دیا گیا۔ اور آپ چل پڑے۔ اصحاب قلم و دوات کے شمار کے مطابق حدیث لکھنے والوں کی تعداد بیس ہزار سے اوپر تھی۔ اور ایک روایت میں ہے کہ روایت کی جانے والی حدیث یہ تھی کہ ایمان، معرفتِ قلب، اقرارِ زبان اور ارکان پر عمل کرنے کا نام ہے۔ شاید یہ دو مختلف واقعات ہوں۔

احمد کہتے ہیں اگر میں اس اسناد کو کسی مجنون پر پڑھوں تو اس کا جنون جاتا رہے۔

بعض حفاظ نے نقل کیا ہے کہ ایک عورت نے متوکل

کے سامنے اپنے شریف ہونے کا زعم کیا۔ اس نے پوچھا اس بارے میں مجھے کون بتائے گا۔ اسے بتایا گیا کہ علی الرضا یہ بات بتا سکے گا وہ آئے تو اس نے آپ کو اپنے ساتھ چارپائی پر بٹھایا اور پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے درندوں پر اولاد حسنین کا گوشت حرام قرار دیا ہے۔ تو اسے درندوں کے آگے پھینک دے۔ جب اس عورت کے سامنے یہ بات پیش کی گئی۔ تو اس نے اپنے جھوٹ کا اعتراف کر لیا۔ پھر متوکل سے کہا گیا۔ کیا تو یہ تجربہ علی الرضا کے متعلق نہ کرے گا۔ تو اس نے تین درندے لانے کا حکم دیا۔ جنہیں اس کے محل کے صحن میں لایا گیا۔ پھر اس نے آپ کو بلایا۔ جب آپ اس کے دروازے میں داخل ہوئے تو اس نے آپ پر دروازہ بند کر دیا۔ اور درندوں نے دھاڑیں مار مار کر کان بہرے کر دیئے جب آپ صحن میں سیڑھی پر چڑھنے کے لئے پہلے تو وہ درندے آپ کی طرف آئے اور ٹھہر گئے اور آپ پر ہاتھ پھیرنے لگے اور آپ کے ارد گرد گھومنے لگے اور آپ ان پر اپنی آستین پھیر رہے تھے۔ پھر انہیں باندھ دیا گیا۔ پھر آپ چڑھ کر متوکل کے پاس گئے اور کچھ دیر اس سے گفتگو کی۔ پھر اترے۔ پھر ان درندوں نے پہلے کی طرح آپ سے سلوک کیا۔ یہانتک کہ آپ باہر نکل گئے۔ تو متوکل آپ کے پیچھے پیچھے بہت بڑا انعام لے کر آیا۔ متوکل سے کہا گیا۔ اس طرح کر جس طرح تیرے چچازاد بھائی نے کیا ہے مگر وہ اس کی جسارت نہ کر سکا۔ اور فرمایا کیا تم مجھے قتل کرنا چاہتے ہو۔ پھر انہیں حکم دیا کہ اس بات کو افشا نہ کریں۔

مسعودی نے نقل کیا ہے کہ یہ واقعہ علی الرضا کے پوتے کا ہے جن کا نام علی عسکری ہے۔ اور درست بات یہ ہے کہ بالاتفاق مامون کے زمانے میں علی الرضا فوت ہو گئے تھے۔ اور انہوں نے متوکل کا زمانہ نہیں پایا۔ وفات کے وقت آپ کی عمر ۵۵ سال تھی۔ آپ سے پہلے پانچ لڑکے اور ایک لڑکی فوت ہو چکی تھی۔ جن میں سب سے بڑا محمد الجواد تھا۔ لیکن وہ لمبی زندگی نہ پا سکا۔

اتفاق کی بات ہے کہ ایک دفعہ آپ اپنے والد کی وفات کے ایک سال بعد کھڑے تھے اور بچے بغداد کی گلیوں میں کھیل رہے تھے۔ کہ مامون کا وہاں سے گذر ہوا تو سب بچے بھاگ گئے۔ لیکن محمد کھڑے رہے اس وقت آپ کی عمر نو سال تھی۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے دل میں آپ کی محبت ڈال دی۔ اس نے کہا اے بچے تجھے بھاگنے سے کس نے روکا۔ آپ نے فوراً جواب دیا اے امیر المومنین راستہ تنگ نہیں تھا۔ کہ میں اُسے آپ کے لئے کھلا کر دیتا اور میرا کوئی جرم بھی نہیں کہ میں آپ سے ڈروں اور آپ کے بارے میں مجھے حسن ظن بھی ہے۔ کہ آپ بے گناہ کو تکلیف نہیں دیتے۔ مامون آپ کی گفتگو اور حسن صورت سے بہت متعجب ہو کر کہنے لگا آپ کا اور آپ کے باپ کا کیا نام ہے۔ آپ نے جواب دیا۔ محمد بن علی الرضا۔ اس نے آپ کے باپ کے لئے رحم کی دعا کی۔ اور اپنے گھوڑے کو چلا کر لے گیا۔ اس کے پاس ایک شکاری باز تھا جب وہ آبادی سے دور ہو گیا تو اس نے باز کو ایک تیتر پر چھوڑا۔ باز غائب ہو گیا۔ پھر فضا میں سے واپس آیا تو اس کی چونچ میں ایک چھوٹی سی زندہ مچھلی تھی۔ اس بات سے وہ نہایت متعجب ہوا۔ اس نے بچوں کو اسی حال میں دیکھا

اور محمد کو ان کے پاس کھڑے پایا. تمام بچے سوائے محمد کے بھاگ گئے. اس نے آپ کے قریب ہو کر کہا میرے ہاتھوں میں کیا ہے. آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کے سمندر میں چھوٹی چھوٹی مچھلیاں پیدا کی ہیں. جنہیں بادشاہوں اور خلیفوں کے باز شکار کرتے اور ان سے اہل بیت مصطفےٰ کی اولاد کا امتحان لیتے ہیں. مامون نے کہا آپ فی الحقیقت ابن الرضا ہیں. پھر وہ آپ کو اپنے ساتھ لے گیا. اور آپ کا بہت اعزاز واکرام کیا. اور جب اُسے آپ کی صغر سنی کے باوصف آپ کے علم وفضل، کمالِ عظمت اور ظہورِ بُرہان کا پتہ چلا تو وہ ہمیشہ آپ سے مہربانی سے پیش آتا رہا اور اس نے اپنی بیٹی ام الفضل کو آپ کے ساتھ بیاہ دینے کا پختہ ارادہ کر لیا. لیکن عباسیوں نے اُسے اس خوف سے منع کر دیا کہ کہیں وہ آپ کو ولی عہد ہی نہ بنا دے. جیسے ان کے باپ کو ولی عہد بنایا تھا. جب انہیں بتایا گیا کہ اس نے آپکو باوجود صغر سنی کے تمام اہل فضل سے علم و معرفت اور حلم میں ممتاز ہونے کی وجہ سے پسند کیا ہے تو انہوں نے محمد کے ان امور سے متصف ہونے میں جھگڑا کیا. پھر انہوں نے وعدہ کیا کہ وہ ان کے امتحان کے لیئے کسی آدمی کو بھیجیں گے. پس انہوں نے یحییٰ بن اکثم کو آپ کے پاس بھیجا اور وعدہ کیا کہ اگر وہ محمد کو ان سے الگ کر دے تو وہ اسے بہت کچھ دیں گے. پس وہ خلیفہ کے پاس حکومت کے خاص آدمیوں اور ابن اکثم کے ساتھ حاضر ہوئے. مامون نے محمد کیلئے خوبصورت فرش بچھانے کا حکم دیا. آپ اس پر بیٹھ گئے تو یحییٰ نے آپ سے مسائل دریافت کئے. آپ نے ان کے نہایت اچھے اور واضح جواب

دیجیے۔ خلیفہ نے آپ سے کہا ابو جعفر آپ نے بہت اچھا کیا ہے اگر
آپ چاہیں تو یحییٰ سے بھی ایک مسئلہ پوچھ لیں۔ تو آپ نے یحییٰ سے
کہا اس شخص کے متعلق آپ کا کیا خیال ہے جو دن کے پہلے حصے
میں ایک عورت کی طرف حرام نظر سے دیکھے پھر دن کے بلند ہونے پر
اس کیلئے حلال ہو جائے۔ پھر ظہر کے وقت حرام ہو جائے۔ پھر عصر
کے وقت حلال ہو جائے پھر مغرب کے وقت حرام ہو جائے۔ پھر
عشاء کے وقت حلال ہو جائے۔ پھر آدھی رات کو حرام ہو جائے
پھر فجر کو حلال ہو جائے۔ یحییٰ نے جواب دیا میں نہیں جانتا۔ تو محمد
نے کہا یہ وہ لونڈی ہے جسے ایک اجنبی نے بنظر شہوت دیکھا جو حرام
ہے پھر دن کے بلند ہونے پر اُسے خرید لیا اور ظہر کے وقت آزاد کر
دیا اور عصر کے وقت اس سے شادی کر لی۔ اور مغرب کے وقت
اُس سے ظہار کر لیا اور عشاء کے وقت کفارہ دے دیا اور نصف
رات کے وقت اُسے طلاق رجعی دے دی اور صبح کو اس سے رجوع
کر لے۔

اس موقع پر مامون نے عباسیوں سے کہا جن باتوں سے
تم انکار کرتے تھے اب تم نے انہیں سمجھ لیا ہے۔ پھر اسی مجلس میں
اس نے اپنی بیٹی کو آپ سے بیاہ دیا۔ پھر آپ کو بیوی کے ساتھ
مدینہ بھیج دیا۔ اس نے اپنے باپ کے پاس آپکی شکایت کی کہ انہوں
نے اور شادی کر لی ہے۔ تو اس کے باپ نے جواب دیا کہ ہم نے
تمہاری شادی ان کے ساتھ اس لئے نہیں کی کہ ہم اس پر حلال کو
حرام کر دیں۔ اس لئے دوبارہ ایسی حرکت نہ کرنا۔ پھر ۲۸ محرم ۲۲۰ھ

میں آپ معتصم سے دو راتوں کی اجازت لے کر اس کے ساتھ آئے
اور آخر ذوالقعدہ میں آپ فوت ہو گئے۔ اور اپنے دادا کی پشت
کی طرف قریش کی قبروں میں دفن ہوئے۔ وفات کے وقت آپ کی
عمر ۲۵ سال تھی۔ کہتے ہیں آپ کو بھی زہر دیا گیا تھا۔ آپ نے دو
لڑکے اور دو لڑکیاں پیچھے چھوڑیں۔ جن میں سے بڑے علی عسکری تھے۔

علی العسکری

آپ کو عسکری اس وجہ سے کہتے ہیں کہ جب آپکو
مدینہ نبویہ سے طلب کر کے سر من رائی کی طرف بھیجا اور وہاں آپکو
ٹھہرایا گیا تو اس جگہ کو عسکر کہتے تھے۔ اس لئے آپ عسکری کے نام سے
معروف ہو گئے۔ آپ علم و سخاوت میں اپنے باپ کے وارث تھے
کوفہ کے ایک بدو نے آکر آپ سے کہا میں آپ کے دادا کے
دوستوں میں سے ہوں۔ مجھ پر ناقابل برداشت قرضہ چڑھ گیا ہے
اور اس کی ادائیگی کیلئے میں نے آپ کے سوا کسی کا قصد نہیں کیا۔
آپ نے دریافت کیا تجھ پر کتنا قرضہ ہے اس نے کہا دس ہزار درہم
آپ نے فرمایا انشاء اللہ اس کی ادائیگی سے تجھے خوش ہو جانا چاہیئے۔
پھر آپ نے اسے ایک رقعہ لکھ دیا۔ جس میں اس رقم کو اپنے ذمہ
قرضہ ظاہر کیا۔ اور اسے فرمایا یہ رقعہ مجھے مجلس عام میں دے کر مجھ
سے سختی کے ساتھ مطالبہ کرنا۔ اس نے ایسے ہی کیا۔ آپ نے اس سے
تین دن کی مہلت مانگی۔ اس بات کی اطلاع متوکل کو پہنچی تو اس نے
آپ کو تیس ہزار درہم دینے کا حکم دیا۔ جب آپ کو یہ رقم پہنچی تو
آپ نے اس بدو کو دے دی۔ اس نے کہا اے فرزند رسول دس

ہزار سے میری ضرورت پوری ہو جائے گی۔ آپ نے تیس ہزار میں سے تھوڑی سی رقم واپس لینے سے بھی انکار کر دیا۔ اور سب رقم بدو کے سپرد کر دی۔ وہ کہنے لگا اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔ کہ وہ اپنی رسالت کو کہاں رکھے۔

پہلے بیان ہو چکا ہے کہ درندوں کے قصہ میں صحیح بات یہ ہے کہ یہ واقعہ متوکل کے زمانہ میں ہوا اور وہی ان کا امتحان لینے والا تھا اور وہ درندے آپ کے قریب بھی نہ آئے۔ بلکہ آپ کو دیکھ کر جھک گئے اور مطمئن ہو گئے۔

مسعودی وغیرہ کا بیان بھی اس سے موافقت رکھتا ہے کہ یحییٰ بن عبداللہ المحض ابن الحسن المثنیٰ بن الحسن السبط جب دیلم کی طرف بھاگ گئے۔ پھر انہیں رشید کے پاس لایا گیا۔ اور اس نے آپ کے قتل کا حکم دیا تو آپ کو ایک گڑھے میں ڈالا گیا۔ جس میں درندے تھے۔ جنہیں بھوکا رکھا گیا تھا۔ لیکن وہ آپکو کھانے سے رُکے رہے اور آپ کے پہلو میں پناہ لے کر بیٹھ گئے۔ اور آپ کے قریب آنے سے ڈر گئے تو اس نے آپ کے زندہ ہونے کی حالت میں آپ پر پتھر اور گچ سے عمارت بنا دی۔ آپ کی وفات جمادی الآخرہ ۲۵۴ھ میں سرمن رأی میں ہوئی۔ آپ کو اپنے گھر میں دفن کیا گیا۔ آپ کی عمر چالیس سال تھی۔ متوکل نے آپ کو مدینہ سے ۲۴۳ھ میں اس جگہ جلا وطن کر دیا تھا۔ آپ یہیں اقامت گزیں ہو گئے۔ یہاں تک کہ چار بچے چھوڑ کر راہگرائے آخرت ہوئے۔ ان بچوں میں سب سے بڑے ابو محمد الحسن الخالص تھے۔

ابو محمد الحسن الخالص

ابن خلکان نے کہا ہے یہ وہ عسکری ہے جو ۲۳۲ھ میں پیدا ہوا۔ آپ کے ساتھ بہلول کو ایک واقعہ پیش آیا۔ وہ یہ کہ بہلول نے آپکو بچپن میں روتے اور دیگر بچوں کو کھیلتے دیکھا تو آپ کو خیال ہوا کہ یہ ان چیزوں کو دیکھ کر حسرت سے روتا ہے۔ جو ان بچوں کے لئے کھلونا ہیں ہیں۔ تو آپ نے کہا میں تجھے وہ چیز خرید دوں جس سے تو بھی کھیلے۔ تو آپ نے جواب دیا۔ اے کم عقل ہم کھیلنے کے لئے پیدا نہیں ہوئے۔ بہلول نے کہا ہماری پیدائش کس لئے ہوئی ہے۔ آپ نے جواب دیا علم و عبادت کیلئے۔ بہلول نے پوچھا یہ باتیں آپ کو کہاں سے حاصل ہوئی ہیں۔ آپ نے فرمایا خدا تعالیٰ کے اس قول سے کہ

أفحسبتم انما خلقناكم	کیا تم خیال کرتے ہو کہ ہم نے تم کو
عبثا وانكم الينا لا	عبث طور پر پیدا کیا ہے اور تم ہماری
ترجعون۔	طرف لوٹ کر نہیں آؤ گے۔

پھر انہوں نے کہا مجھے کوئی نصیحت کیجئے تو آپ نے بطور نصیحت انہیں چند اشعار سنائے پھر حسن غش کھا کر گر پڑے۔ جب انہیں ہوش آیا تو آپ نے انہیں کہا آپ پر کیا مصیبت نازل ہوئی ہے آپ تو چھوٹے بچے ہیں اور آپ کا کوئی گناہ بھی نہیں۔ آپ نے فرمایا اے بہلول چلے جائیے۔ میں نے اپنی والدہ کو بڑی لکڑیوں کو آگ لگاتے دیکھا ہے مگر وہ چھوٹی لکڑیوں کے بغیر نہ جلتی تھیں۔ میں ڈرتا ہوں کہ کہیں میں جہنم کی آگ کی چھوٹی لکڑیوں میں سے نہ بن جاؤں۔

جب آپ کو قید کیا گیا تو سر من رأی میں لوگوں کو شدید قحط نے آلیا تو خلیفہ معتمد بن متوکل نے تین دن باہر جاکر استسقاء پڑھنے کا حکم دیا۔ مگر بارش نہ ہوئی۔ پھر عیسائی باہر نکلے ان کے ساتھ ایک راہب تھا۔ جب وہ آسمان کی طرف ہاتھ بلند کرتا تو موسلا دھار بارش شروع ہو جاتی۔ دوسرے دن بھی یہی واقعہ ہوا تو بعض جاہل شک میں پڑ گئے اور کچھ ان میں سے مرتد ہو گئے۔ خلیفہ کو یہ بات بڑی گراں گزری تو اس نے حسن الخالص کو حاضر کرنے کا حکم دیا۔ اور انہیں کہا اپنے نانا کی امت کو ہلاک ہونے سے پہلے پہلے بچالیں۔ حضرت حسن نے فرمایا وہ کل استسقا کیلئے نکلیں گے اور انشاء اللہ اس شک کو دور کر دیں گے۔ پھر آپ نے خلیفہ سے اپنے ساتھیوں کی رہائی کے بارے میں گفتگو کی۔ تو اس نے انہیں رہا کر دیا۔ جب لوگ استسقا کے لئے نکلے اور راہب نے نصاریٰ کے ساتھ اپنا ہاتھ اٹھایا تو آسمان پر بادل آ گئے۔ حضرت حسن نے اس کے ہاتھ پکڑنے کا حکم دیا۔ تو اس میں ایک آدمی کی ہڈیاں تھیں آپ نے اُسے ہاتھ سے پکڑ لیا اور کہا اب بارش مانگو۔ اس نے اپنا ہاتھ اٹھایا تو بادل چھٹ گئے اور سورج نکل آیا۔ لوگ اس بات سے بہت متعجب ہوئے۔ خلیفہ نے حسن سے کہا اے ابو محمد یہ کیا بات ہے۔ تو آپ نے جواب دیا۔ یہ ہڈیاں ایک نبی کی ہیں۔ جو اس راہب نے ایک قبر سے حاصل کی ہیں۔ اور جب آسمان کے نیچے کسی نبی کی ہڈیاں نمایاں ہو جائیں تو موسلا دھار بارش ہوتی ہے۔ انہوں نے ان ہڈیوں کی آزمائش کی تو واقعی وہی بات ثابت ہوئی۔ جو آپ نے فرمائی تھی۔ اور

لوگوں کا شبہ دور ہو گیا اور حضرت حسن اپنے گھر واپس آ گئے اور نہایت عزت کے ساتھ رہے اور سر من رائی میں وفات تک آپ کو خلیفہ کے انعامات پہنچتے رہے۔ آپ کو اپنے باپ اور چچا کے پاس دفن کیا گیا۔ وفات کے وقت آپ کی عمر ۲۸ سال تھی۔ کہتے ہیں کہ آپ کو زہر دیا گیا تھا۔ آپ نے اپنے پیچھے ایک بیٹا چھوڑا۔

ابوالقاسم محمدؐ الحجۃ

باپ کی وفات کے وقت آپ کی عمر پانچ سال تھی لیکن اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس عمر میں بھی حکمت عطا فرمائی۔ آپ کو قاسم منتظر بھی کہتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ مدینہ میں روپوش ہو کر غائب ہو گئے اور پتہ نہ چلا کہ آپ کہاں چلے گئے ہیں اور بارہویں آیت میں آپ کے متعلق رافضیوں کا قول بیان ہو چکا ہے۔ کہ آپ مھدی ہیں۔ میں نے اس بات کو مفصل طور پر بیان کیا ہے۔ اس کا مطالعہ کیجئے۔ کیونکہ یہ اہم بات ہے [1]

---

[1] ماہرین انساب نے سیدنا علی کی اولاد اور آپکی اولاد کے متعلق بہت اختلاف کیا ہے۔ اس کی وضاحت اسوقت ملے گی جب آپ اس بارے میں جو کچھ بیان کیا گیا ہے اُسے ذخائر العقبیٰ، صحاح الاخبار، غایتہ الاختصار اور جمھرۃ ابن حزم کے ساتھ ملا کر دیکھیں گے۔ انہوں نے بیان کیا ہے کہ سیدنا علی کی اولاد کے باقی بچے پانچ تھے۔ اور حسن کی اولاد زید سے اور حسن مثنیٰ سے تھی اور حسن مثنیٰ کے پانچ بچے تھے۔ جن میں ایک عبداللہ المحض تھے اور المحض کے چھ بچے تھے۔ انہوں نے بیان کیا ہے کہ حضرت حسین کی اولاد علی اصغر تھے۔ جنہیں زین العابدین کہتے ہیں۔ جیسا کہ عامری کی الریاض المستطابہ میں ہے اور سیدہ زینب کے ہاں علی، ام کلثوم اور رقیہ پیدا ہوئے۔ کہتے ہیں کہ جعفر، عون اور عباس بھی آپ کے ہاں پیدا ہوئے

اس میں صحابہ کرام، حضرت علی اور حضرت امیر معاویہ کی جنگ اور حضرت حسن کے خلافت سے دستبردار ہو جانے کے بعد حضرت امیر معاویہ کی خلافت کے برحق ہونے، اور یزید کے کفر کے بارے میں اختلاف اور اس پر لعنت کرنے کے جواز کے متعلق اہل سنت والجماعت کے اعتقاد کا بیان ہوگا۔ نیز اس کے ضمن میں آنے والے امور اور تتمات کا ذکر ہوگا۔

میں نے اس کتاب کا آغاز صحابہ کے ذکر سے کیا ہے اور انہی کے ذکر پر اسے ختم کر دیا ہے۔ یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اس کی تالیف سے مقصود بالذات، صحابہ کو ان افتراؤں سے پاک ٹھہرانا ہے۔ جو ان پر شقی لوگوں نے کئے۔ ان لوگوں نے اپنے اوپر حماقت کی چادریں اوڑھ لیں ہیں اور دین سے نکل کر ملحدین کے راستہ پر چل نکلے ہیں۔ اور اندھیروں میں ٹامک ٹوئیاں مار رہے ہیں۔ نیز خدا تعالی کا عذاب عظیم لے کر لوٹے ہیں۔ جب تک اللہ تعالی توبہ اور رحمت سے ان کا تدارک نہ کرے اور وہ خیر الامم اور اس امت کی تعظیم کرنے لگیں۔ وہ وبال وضلال کے گڑھوں میں گر پڑے ہیں۔ اللہ تعالی ہمیں ان اصحابہ کی محبت میں موت دے اور ان کے زمرہ میں ہمارا حشر ہو۔ آمین۔

جان لیجئے کہ اہل سنت والجماعت کا اس بات پر اتفاق ہے کہ تمام مسلمانوں پر واجب ہے۔ کہ وہ سب صحابہ کرام کو عادل قرار دے کر انہیں پاک قرار دیں اور ان پر طعنہ زنی نہ کریں۔ اور ان کی ثنا کریں اور اللہ تعالیٰ نے بھی اپنی کتاب کی آیات میں ان کی تعریف فرمائی ہے جن میں سے ایک آیت یہ ہے۔ کنتم خیر امۃ اخرجت للناس پس اللہ تعالیٰ نے دیگر امتوں پر ان کی بھلائی کو ثابت کیا ہے۔ اور کوئی چیز اس الہی شہادت کی ہم پلہ نہیں ہو سکتی کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی حقیقت اور ان کی خوبیوں کو سب سے بہتر جاننے والا ہے بلکہ ان امور کا علم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو ہو نہیں سکتا۔ پس جب خدا تعالیٰ نے گواہی دے دی کہ وہ خیر الامم ہیں تو ہر ایک پر واجب ہے کہ وہ یہی ایمان و اعتقاد رکھے۔ اگر کوئی شخص یہ ایمان و اعتقاد نہیں رکھتا تو اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ اللہ کی خبروں کی تکذیب کرتا ہے بلاشبہ وہ شخص جو اس چیز کی حقیقت میں جس کے بارے اللہ تعالیٰ نے خبر دے چکا ہے شک کرتا ہے وہ مسلمانوں کے اجماع سے کافر ہے

اللہ تعالیٰ ایک اور آیت میں فرماتا ہے

کذلک جعلناکم امۃ وسطاً لتکونوا شہداء علی الناس۔	اس طرح ہم نے تمہیں بہترین امت بنایا ہے۔ تاکہ تم لوگوں پر گواہ ہو

حقیقتاً اس سے پہلی آیت اور اس میں صحابہ کو حضور علیہ السلام کی زبان سے بالمشافہہ خطاب کیا گیا ہے۔ قدرت الہی پر غور کرو اللہ تعالیٰ نے ان کو عادل اور نیک بنایا ہے۔ تاکہ یہ قیامت

کے روز بقیہ امتوں پر گواہ ہوں۔ اللہ تعالیٰ غیر عادل اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد مرتد ہو جانے والوں کے بارے میں کیسے اس قسم کی گواہی دے سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان رافضیوں کو ذلیل کرے اور ان پر لعنت فرمائے اور ان کو بے یار و مددگار چھوڑ دے۔ یہ کسقدر جھوٹے، جاہل اور افترا پردازی اور بہتان طرازی سے گواہی دینے والے ہیں کہ سوائے چھ آدمیوں کے سب صحابہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد مرتد ہو گئے تھے۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔

یوم لا یخزی اللہ النبی	اس روز اللہ تعالیٰ نبی اور اس کے
والذین امنوا معہ نورھم	ساتھیوں کو رسوا نہیں کرے گا۔ ان
یسعی بین ایدیھم و	کا نور ان کے آگے اور ان کے دائیں
بایمانھم۔	طرف دوڑتا ہوگا۔

پس اللہ تعالےٰ نے ان کو رسوائی سے بچا لیا ہے اور اس روز وہی لوگ رسوائی سے بچیں گے جن کی وفات کے وقت اللہ اور اس کا رسول ان سے راضی تھے۔ پس ان کا رسوائی سے بچ جانا اس بات پر صریح دلیل ہے کہ ان کی موت کمال ایمان اور حقائق احسان پر ہوئی ہے۔ اور یہ کہ اللہ تعالےٰ اور اس کا رسول ہمیشہ ان سے راضی رہے ہیں۔

ایک اور جگہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔

لقد رضی اللہ عن المومنین	جب مومنین نے درخت تلے آپ کی
اذ یبایعونک تحت الشجرۃ	بیعت کی تو اس وقت اللہ تعالےٰ

مومنین سے راضی ہو گیا۔

اس آیت میں اللہ تعالےٰ نے صراحت کے ساتھ ان لوگوں سے اظہار رضامندی فرمایا ہے اور یہ کوئی چودہ سو کے قریب آدمی اور جس سے اللہ تعالےٰ راضی ہو۔ اس کی موت کفر پر نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ جو شخص اسلام سے وفاداری کرتا ہے۔ وہ اللہ تعالےٰ کی رضا مندی کو اسی صورت میں حاصل کر سکتا ہے کہ اللہ تعالےٰ کے علم میں یہ بات ہوتی ہے کہ اس نے اسلام کی حالت میں مرنا ہے اور جس کے بارے میں اسے علم ہو کہ اس نے کفر کی حالت میں مرنا ہے۔ اس کے بارے میں یہ ممکن ہی نہیں کہ اللہ تعالےٰ خبر دے کہ میں اس سے راضی ہوں۔ یہ آیت اور ما قبل کی آیت صریح طور پر ملحدین اور قرآن پاک کے منکرین کے مزعومات کی تردید کر رہی ہے جبکہ قرآن کریم پر ایمان لانے سے یہ بات لازم آتی ہے کہ جو کچھ اس میں بیان ہوا ہے۔ اس پر ایمان لایا جائے۔ اور آپ کو یہ علم ہو چکا ہے کہ قرآن کریم میں صحابہ کو خیر الامم، عادل اور نیک قرار دیا گیا ہے۔ اور یہ کہ اللہ تعالےٰ ان کو رسوا نہیں کرے گا۔ اور وہ ان سے راضی ہے۔ اب جو شخص ان کے متعلق ان باتوں کی تصدیق نہ کرے وہ قرآن کریم کے بیان کا مکذب ہے۔ اور جو قرآن پاک کے بیان کی ایسی تکذیب کرے۔ جس کی کوئی تاویل نہ ہو سکے۔ وہ کافر، منکر، ملحد اور دین سے خارج ہے۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔

والسابقون الاولون من المهاجرين والانصار والذين

اتبعوھم باحسان رضی اللہ عنھم و رضواعنہ یا ایھا النبی حسبک اللہ ومن اتبعک من المومنین ۔ للفقراء الذین المھاجرین الذین اخرجوا من دیارھم و اموالھم یبتغون فضلاً من اللہ و رضوانا وینصرون اللہ و رسولہ اولئک ھم الصادقون ۔ والذین تبوؤ الدار والایمان من قبلھم یحبون من ھاجر الیھم ولا یجدون فی صدورھم حاجۃ مما اوتوا ویؤثرون علی انفسھم ولوکان بھم خصاصۃ ومن یوق شح نفسہ فاولئک ھم المفلحون ، والذین جاؤا من بعدھم یقولون ربنا اغفر لنا ولاخواننا الذین سبقونا بالایمان ولا تجعل فی قلوبنا غلاً الذین آمنوا ربنا انک رؤف رحیم ۔

ان آیات میں اللہ تعالے نے صحابہ کی جو صفات بیان کی کی ہیں ان پر غور کرنے سے ان پر اعتراض کرنے والوں کے انحراف اور الزامات لگانے والوں کی گمراہی معلوم ہو جائے گی ۔ حالانکہ صحابہ ان الزامات سے بری ہیں ۔

پھر فرماتا ہے

محمد رسول اللہ والذین معہ اشداء علی الکفار رحماء بینھم تراھم رکعا سجداً یبتغون فضلاً من اللہ و رضوانا سیماھم فی وجوھھم من اثر السجود ۔ ذلک مثلھم فی التوراۃ ومثلھم فی الانجیل کزرع اخرج شطاہ فآزرہ فاستغلظ فاستوی علی سوقہ یعجب الزراع لیغیظ بھم الکفار ، وعداللہ الذین امنوا وعملوا الصالحات منھم مغفرۃ

واجراً عظیماً۔

یہ آیت جن عظیم مطالب پر مشتمل ہے ذرا ان پر غور کیجئے۔

محمد رسول اللہ ______ یہ جملہ مشہود بہ کو واضح کرنے والا ہے۔ جیسے اللہ تعالیٰ کے اس قول میں بیان کیا گیا ہے۔

ھو الذی ارسل رسولہ بالھدیٰ و دین الحق الی شھیداً

اس قول میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بہت تعریف کی گئی ہے پھر آپ کے اصحاب کی تعریف اس قول الٰہی میں ہے کہ والذین معہ اشدا علی الکفار رحما بینھم جیسا کہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا ھو فسوف یاتی اللہ بقوم یحبھم و یحبونہ اذلۃ علی المومنین اعزۃ علی الکافرین یجاھدون فی سبیل اللہ ولا یخافون لومۃ لائم ذلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء واللہ واسع علیم۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ان کی شدت اور سختی کفار کے لئے ہے۔ اور ان کی نرمی، نیکی، مہربانی اور عاجزی مومنین کے لئے ہے۔ پھر ان کی تعریف میں فرمایا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے فضل و رحمت اور اس کی رضامندی کے حصول کیلئے اخلاص اور بڑی امید کے ساتھ بکثرت اعمال بجالاتے ہیں۔ اور ان کے اعمال صالحہ کے اخلاص کے آثار ان کے چہروں پر نمایاں ہیں۔ یہانتک کہ جس شخص نے ان کی طرف دیکھا ان کے حسن کی علامات ہدایت نے اُسے حیران کر دیا۔ حضرت مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ جب عیسائیوں نے شام کو فتح

کرنے والے صحابہ کو دیکھا تو انہوں نے کہا خدا کی قسم، حواریوں کے متعلق جو باتیں ہمیں پہنچی ہیں یہ ان سے بہتر ہیں۔ اور ان کی یہ بات بالکل سچ ہے کیونکہ اس امت محمدیہ اور خصوصاً صحابہ کرام کا ذکر کتب میں بڑی عظمت کے ساتھ کیا گیا ہے۔ جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں فرمایا ہے۔ ذلک مثلھم فی التوراۃ و مثلھم فی الانجیل یعنی ان کے اوصاف کا ذکر تورات میں ہے اور انجیل میں ان کا ذکر اس طرح ہے کہ جیسے کھیتی اپنا گابھا نکالتی ہے۔ پھر اسے مضبوط بناتی ہے۔ پھر وہ موٹا ہو کر جوان ہو جاتا ہے۔ اور بونے والے کو اپنی شدت و قوت اور حسن منظر سے تعجب میں ڈال دیتا ہے۔ اسی طرح رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب ہیں۔ انہوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تقویت دی۔ تائید کی اور ان کی مدد کی اور جس طرح گابھا کھیتی کے ساتھ ہوتا ہے۔ اسی طرح صحابہ کرام آپ کے ساتھ رہے تاکہ کفار ان کو دیکھ دیکھ کر غیظ و غضب میں آئیں۔

اس آیت سے امام مالک نے روافض کے کفر کا مفہوم اخذ کیا ہے جو آپ کی ایک روایت میں بیان ہوا ہے۔ کیونکہ یہ لوگ صحابہ سے بغض رکھتے ہیں۔ فرماتے ہیں۔ کیونکہ صحابہ ان لوگوں کو غصہ دلاتے ہیں اور جسے صحابہ غصہ دلائیں وہ کافر ہے۔ یہ ایک اچھا ماخذ ہے جس کی شہادت آیت کے ظاہری الفاظ سے ملتی ہے۔ حضرت امام شافعی نے بھی روافض کے کفر میں آپ سے اتفاق کیا ہے۔ اسیطرح ائمہ کی ایک جماعت بھی اس معاملہ میں آپ سے متفق ہے۔ صحابہ کی فضیلت میں بہت سی احادیث بیان ہوئی ہیں۔ جن میں سے

بہت سی احادیث ہم اس کتاب کے ابتدائی حصے میں بیان کر آئے ہیں۔ صحابہ کیلئے یہی شرف کافی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں ان کی تعریف فرمائی ہے۔ جنہیں ہم بیان کر آئے ہیں۔

دوسری آیات میں ان سے اپنی رضامندی کا اظہار کیا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے ان سب سے وعدہ فرمایا ہے کیونکہ منھم میں من کا لفظ تبعیض کیلئے نہیں بلکہ بیان جنس کیلئے آیا ہے کہ ان سب کے لئے مغفرت اور اجر عظیم ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کا وعدہ حق اور سچ ہے۔ وہ نہ اُس سے پیچھے ڈالتا ہے اور نہ وعدہ خلافی کرتا ہے اور نہ اپنی باتوں کو تبدیل کرتا ہے اور وہ سمیع و علیم ہے۔ ہم نے اس جگہ جن آیات اور احادیث کثیرہ شہیرہ کو مقدمہ میں پیش کیا ہے وہ صحابہ کی تعدیل کا قطعی فیصلہ کر دیتی ہیں۔ اور ان میں سے کسی کو اللہ تعالیٰ کی تعدیل کے ساتھ مخلوق کی تعدیل کی ضرورت نہیں۔

ہم نے جن باتوں کو بیان کیا ہے۔ اگر ان میں سے اللہ اور اس کے رسول نے کچھ بھی بیان نہ کیا ہوتا پھر بھی ان کی حالیہ کیفیت جو ہجرت، جہاد، جانفشانی، مالی قربانی، قتل آباء و اولاد، دینی خیر خواہی اور ایمان و یقین پر مشتمل تھی۔ ان کی تعدیل اور اعتقادی پاکیزگی کا قطعی ثبوت پیش کرتی۔ وہ اپنے بعد آنے والے تمام لوگوں سے افضل اور ان کی تعدیل کرنے والے ہیں۔ تمام علماء کا یہی مذہب ہے اور ان کا بھی جو ان کے قول پر اعتماد کرتے ہیں۔ اس کی مخالفت ان چند بدعتیوں نے کی ہے جو خود بھی گمراہ ہیں۔ اور دوسروں کو گمراہ کر رہے ہیں۔ پس ان کی طرف توجہ کرنے یا ان

پر اعتماد کرنے کی ضرورت نہیں ۔

ابو زرعہ الرازی نے کہا ہے جو اپنے زمانے کے امام اور مسلم کے اجل شیوخ میں سے ہیں کہ جب تو کسی شخص کو اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں سے کسی کی تنقیص کرتے دیکھے تو سمجھ لے کہ وہ شخص زندیق ہے ۔ اس لئے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم قرآن پاک اور جو کچھ اس میں بیان ہوا ہے سب برحق ہے ۔ اور یہ سب صحابہ ہی کے ذریعہ ہم تک پہنچا ہے ۔ پس جو صحابہ پر جرح کرتا ہے ۔ وہ کتاب و سنت کو باطل قرار دیتا ہے اور ایسے شخص پر جرح کرنا اور اس پر ضلالت ، زندقت اور کذب و فساد کا حکم لگانا زیادہ مناسب اور درست ہے ۔

ابن حزم نے کہا ہے کہ تمام صحابہ قطعی طور پر جنتی ہیں ۔ اللہ تعالے فرماتا ہے ۔

لا یستوی منکم من انفق من قبل الفتح وقاتل اولئک اعظم درجۃ من الذین انفقوا من بعد وقاتلوا وکلا وعد اللہ الحسنی	جن لوگوں نے فتح کے بعد خرچ کیا اور جنگ کی ہے وہ ان لوگوں کے مساوی نہیں ۔ جنھوں نے فتح سے قبل خرچ کیا اور جنگ کی ہے انکا درجہ بہت بڑا ہے ۔ اور اللہ تعالیٰ نے سب سے اچھائی کا وعدہ کیا ہے ۔

پھر فرماتا ہے

ان الذین سبقت لھم منا الحسنی اولئک	جن لوگوں کے متعلق ہماری طرف سے نیکی سبقت کر گئی ہے وہ دوزخ

عنہا مبعدون ۔ سے دور رکھے جائیں گے ۔

پس ثابت ہو گیا کہ سب صحابہ جنتی ہیں ۔ اور ان میں سے کوئی ایک بھی آگ میں داخل نہ ہوگا ۔ کیونکہ وہ پہلی آیت کے مخاطب ہیں ۔ جن میں سے ہر ایک کے لئے حسنیٰ کو ثابت کیا گیا ہے اور وہ جنت ہے ۔ اس جگہ کسی کو یہ وہم نہ گذرے کہ انفاق یا قتال کی قید یا ان کے متبعین کے ساتھ احسان کی قید ۔ ان لوگوں کو جو ان صفات سے متصف نہ ہوں گے ۔ ان کے زمرہ سے خارج کر دے گی ۔ اس لئے کہ ان قیود کا ذکر غالب صورت کی وجہ سے کیا گیا ہے ۔ پس ان کا اور کوئی مفہوم نہیں بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ اگر کوئی شخص بالقوی یا بالعزم بھی ان سے متصف ہو تو وہ بھی ان میں شامل ہوگا ۔

مازری کا خیال ہے [1] کہ عدالت کا حکم اس سے مختص

---

[1] یہ مذہب اصولیوں کی ایک جماعت سے منقول ہے ۔ جن میں مازری بھی شامل ہے اور سعد الدین تفتازانی کا میلان بھی اسی طرف ہے ۔ مگر یہ مذہب مردود ہے ۔ جیسا کہ ہم نے مقدمہ میں ذکر کیا ہے ۔ اور اکثر لوگوں جیسے بخاری اور خطیب وغیرہما کے مذہب کے بھی خلاف ہے ۔ مولف اس کے ذریعے ان بدعتیوں اور معتزلہ کا رد پیش کرتا ہے جو حضرت علی سے لڑنے والے عراقیوں اور شامیوں کو فاسق قرار دیتے ہیں اور انھوں نے صراحت سے حضرت طلحہ اور حضرت زبیر کے بارے میں بیان کیا ہے کہ یہ دونوں ان لوگوں میں سے ہیں جنہیں جنت کی بشارت دی گئی ہے ۔ اور حضرت عائشہ اور ان تمام صحابہ کے بارے میں

ہے۔ جو آپ کے ساتھ رہا اور جس نے آپ کی مدد کی۔ اس شخص کو عادل قرار نہیں دیا جا سکتا۔ جو کسی دن آپ کے پاس رہا یا کسی ایسی غرض کے لئے آپ کے پاس آیا جس سے آپ اس سے متفق نہ تھے اس پر فضلاء کی ایک جماعت نے اعتراض کیا ہے۔ شیخ الاسلام العلائی کہتے ہیں یہ ایک غریب قول ہے۔ جس سے بہت سے وہ لوگ بھی عدالت سے خارج ہو جاتے ہیں جو صحبت اور روایت میں مشہور ہیں۔ جیسے وائل بن حجر، مالک بن حویرث، عثمان بن ابی العاص اور ان کے علاوہ وہ لوگ بھی جو آپ کے پاس آئے اور تھوڑا عرصہ آپ کے پاس رہ کر واپس چلے گئے۔ اس قول میں عمومیت مراد ہے۔ جیسا کہ جمہور نے اس کی صراحت کی ہے اور یہی بات معتبر ہے۔

اس کی تردید میں ایک بات بھی کہی گئی ہے کہ صحابہ کی تعظیم کرنا، خلفائے راشدین وغیرہم کے نزدیک ایک فیصلہ شدہ

جو حضرت علی کے عہد میں تھے۔ یا تو وہ آپ کے ساتھ لڑ رہے تھے یا دونوں لشکروں سے الگ تھے۔ اور انہوں نے آپ سے جنگ نہیں کی۔ صحابہ کی ایک جماعت نے آپ سے جنگ نہیں کی۔ انہیں ابن مسعود، سعد بن ابی وقاص شامل ہیں۔ اور حذیفہ بن مسلمہ، ابوذر، عمران بن حصین اور ابو موسیٰ اشعری دونوں فریقوں سے الگ رہے ہیں یہ سب مجتہد متاول تھے۔ جو کچھ ان سے ہوا وہ اس سے عدالت سے خارج نہیں ہو جاتے۔ کیونکہ حضرت علی نے انکی شہادت کی قبولیت اور انکے ساتھ نماز کی اجازت دے رکھی تھی۔ کیونکہ انہیں اسبات کا علم تھا کہ انہوں نے جو کچھ کیا ہے اجتہاداً کیا ہے۔

بات ہے۔ خواہ وہ تھوڑا عرصہ ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے ہوں۔

ابو سعید خدری سے بروایت صحیح بیان ہوا ہے کہ ایک دیہاتی آدمی حضرت امیر معاویہ کے پاس آیا آپ اس وقت تکیہ لگائے بیٹھے تھے۔ وہ آدمی بھی بیٹھ گیا۔ پھر کہنے لگا کہ میں، حضرت ابوبکر اور ایک دیہاتی آدمی ایک ایسے گھر میں فروکش ہوئے۔ جہاں ایک عورت حاملہ تھی۔ دیہاتی آدمی نے اس عورت سے کہا میں تجھے خوشخبری دیتا ہوں کہ تیرے ہاں لڑکا پیدا ہوگا۔ اس نے کہا بہت اچھا۔ اس نے کہا اگر تو مجھے ایک بکری دے دے تو تیرے ہاں لڑکا پیدا ہوگا۔ اس عورت نے اُسے بکری دے دی۔ اس آدمی نے اس عورت کے مسجع اشعار سُنے پھر وہ بکری کی طرف گیا اور اُسے ذبح کر کے پکایا۔ اور ہم اُسے کھانے لگے۔ اور حضرت ابوبکر بھی ہمارے ساتھ تھے۔ جب انہیں اس قصہ کا علم ہوا تو تمام کھائی ہوئی چیز کی قے کر دی۔ راوی کہتا ہے کہ پھر میں نے اس دیہاتی آدمی کو دیکھا کہ وہ حضرت عمر کے پاس آیا۔ اور انصار کی ہجو کرنے لگا۔ تو حضرت عمر نے انصار سے کہا اگر اسے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت حاصل نہ ہوتی تو میں نہ جانتا کہ اس نے ان کے بارے میں کیا کہا ہے۔ اور تم اُسے کافی ہو جاتے۔ دیکھئے حضرت عمر نے اُسے سزا دینے کی بجائے اس پر ناراضگی میں بھی توقف کیا ہے۔ کیونکہ آپ کو علم ہو گیا تھا کہ وہ حضور علیہ السلام کو ملا تھا۔ اور اس بات کو سمجھ لیجئے کہ اس جگہ ایک واضح

دلیل پائی جاتی ہے۔ کہ وہ لوگ صحابہ کی شان کے بارے میں یہ اعتقاد رکھتے تھے کہ کوئی چیز اس کے ہم پلہ نہیں ہوسکتی۔ جیسا کہ صحیحین میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قول سے ثابت ہے کہ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے۔ کہ اگر تم میں سے کوئی احد پہاڑ کے برابر بھی سونا خرچ کردے تو ان کے مٹھی بھر جَو کا مقابلہ بھی نہ کر سکے گا۔ اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے تواتر کے ساتھ یہ روایت ثابت ہے۔ کہ میری صدی کے لوگ بہتر ہیں۔ پھر وہ لوگ جو ان کے ساتھ ہوں گے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بروایت صحیح آیا ہے کہ آپ نے فرمایا کہ:-

ان اللہ اختار اصحابی	اللہ تعالیٰ نے انبیاء اور مرسلین
علی الثقلین سوی	کو چھوڑ کر جن و انس پر میرے صحابہ
النبیین والمرسلین ۔	کو ترجیح دی ہے ۔

اور ایک روایت میں ہے کہ تمہیں ستر امتوں کا ثواب دیا جائے گا۔ تم اللہ تعالیٰ کے نزدیک ان سب سے بہتر اور معزز ہو۔

اور اس بات کو بھی جان لیجئے کہ صحابہ اور ان کے بعد آنے والے اس امت کے صالحین کی تفضیل کے بارے میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ ابو عمر بن عبد البر کا خیال ہے کہ صحابہ کے بعد آنیوالوں میں بعض ایسے لوگ بھی پائے جاتے ہیں جو بعض صحابہ سے افضل ہیں انہوں نے اس حدیث سے حجت پکڑی ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ جس نے مجھے دیکھا اور ایک دفعہ مجھ پر ایمان لایا اُسے

مبارک ہو اور اُسے بھی مبارک ہو جس نے مجھے نہیں دیکھا اور مجھ پر سات بار ایمان لایا۔

حضرت عمر کی اس حدیث سے بھی انہوں نے حجت پکڑی ہے۔ جس میں وہ فرماتے ہیں کہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھا ہوا تھا تو آپ نے فرمایا کیا تم جانتے ہو کہ ایمان کے لحاظ سے کون سی مخلوق افضل ہے؟۔ ہم نے کہا فرشتے۔ آپ نے کہا انبیاء سب سے افضل ہیں۔ فرمایا ان کا بھی یہ حق ہے مگر یہ مخلوق ان کے علاوہ ہے۔ پھر آپ نے فرمایا ایمان کے لحاظ سے افضل مخلوق وہ لوگ ہیں جو مجھ پر ایمان لانے والے لوگوں کی پشتوں میں ہیں۔ حالانکہ انہوں نے مجھے نہیں دیکھا۔ وہ ایمان کے لحاظ سے افضل لوگ ہیں۔

اس حدیث سے بھی انہوں نے حجت پکڑی ہے۔ جس میں آیا ہے کہ میری امت کی مثال بارش کی طرح ہے۔ نہیں معلوم اس کا پہلا حصّہ بہتر ہے یا آخری۔

اور اس حدیث سے بھی انہوں نے حجت پکڑی ہے۔ کہ مسیح ضرور ایسے لوگوں کو پائے گا جو تم جیسے یا تم سے بہتر ہونگے یہ بات آپ نے تین بار فرمائی اور اللہ تعالےٰ اس امت کو ہرگز رسوا نہیں کرے گا جس کے آغاز میں، مَیں اور مسیح اس کے آخر میں ہوگا۔

اس حدیث سے بھی انہوں نے حجت پکڑی ہے کہ ایسا زمانہ آنے والا ہے جس میں ایک عامل کو پچاس آدمیوں کا اجر ملے گا۔ عرض کیا گیا یا رسول اللہ وہ عامل ان میں سے ہوگا یا ہم میں

ہے ۔ فرمایا تم میں سے ۔

یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ جب حضرت عمر بن عبد العزیز خلیفہ بنے تو آپ نے سالم بن عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی طرف لکھا کہ مجھے حضرت عمر بن الخطاب کی سیرت کے متعلق لکھو تاکہ میں اس کے مطابق عمل کروں ۔ تو سالم نے آپ کی طرف لکھا کہ اگر آپ نے حضرت عمر کی سیرت پر عمل کیا تو آپ ان سے افضل ہوں گے کیونکہ آپ کا زمانہ حضرت عمر کے زمانے جیسا نہیں ۔ اور نہ ہی آپ کے آدمی حضرت عمر کے آدمیوں کی طرح ہیں ۔

آپ نے اپنے زمانے کے فقہاء کی طرف یہ بات لکھ کر بھیجی تو سب نے سالم کا سا جواب دیا ۔ ابو عمر کہتے ہیں کہ یہ تمام احادیث اپنے تواتر طرق اور حسن کے اس بات کے مقتضی ہیں کہ اس امت کا اوّل اور آخر اہل بدر و حدیبیہ کو چھوڑ کر فضیلت عمل میں برابر ہے ۔

حدیث خیر الناس قرنی میں عمومیت نہیں پائی جاتی کیونکہ اس میں منافقین اور کبائر کے مرتکب بھی جمع تھے ۔ جن میں سے بعض پر آپ نے حدود کو بھی قائم کیا تھا ۔

پہلی حدیث میں افضلیت کا کوئی شاہد موجود نہیں اور دوسری حدیث ضعیف ہے ۔ جس سے حجت نہیں پکڑی جا سکتی ۔ لیکن حاکم نے اسے صحیح اور دوسروں نے اُسے حسن قرار دیا ہے ۔

یہ حدیث جس میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا گیا ہے کہ یا رسول اللہ کیا کوئی ہم سے بھی بہتر لوگ ہیں ؛ ہم

آپ کے ساتھ اسلام لائے اور آپ کے ساتھ جہاد کیا۔ فرمایا تمہارے بعد کچھ لوگ ہوں گے وہ مجھ پر ایمان لائیں گے۔ حالانکہ انہوں نے مجھے نہیں دیکھا۔ اسکا اور تیسری حدیث کا جواب یہ ہے کہ یہ حدیث حسن ہے۔ جو کئی طرق سے آئی ہے۔ جن کے باعث یہ صحیح کے درجہ تک پہنچ گئی ہے۔ چوتھی حدیث کا جواب یہ ہے کہ وہ بھی حسن ہے اور پانچویں حدیث جسے ابو داؤد اور ترمذی نے بیان کیا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ مفضول میں کوئی ایسی خوبی پائی جاتی ہے جو فاضل میں موجود نہیں ہوتی۔ اسی طرح محض زیادتیٔ اجر سے افضلیت مطلقہ لازم نہیں آتی۔ ایسے ہی دونوں کے درمیان نے بہتری اس اعتبار سے ہے جس میں وہ دونوں اکٹھے ہو سکتے ہیں اور دوسرے مومنین کے درمیان مشترکہ طاعات کا عموم ہے۔ اس لحاظ سے بعض ان لوگوں کا جو صحابہ کے بعد آئیں گے بعض صحابہ سے افضل ہونا بعید نہیں۔ باقی رہا صحابہ رضوان اللہ علیہم کا بعض باتوں میں مختص ہونا۔ جیسا کہ ان کا آپ کے رخِ انور اور آپ کی ذاتِ مکرم کو دیکھنا اور مشاہدہ کرنا۔ یہ ایک ایسی بات ہے کہ خواہ کوئی کس قدر عظیم الشان کام کرے ازروئے عقل اس فضیلت کو پانا تو درکنار اس کا حاصل بھی نہیں ہو سکتا۔ حضرت عبداللہ بن مبارک جن کا علم و جلالت شان ہی آپ کے لئے کافی ہے سے دریافت کیا گیا کہ حضرت معاویہ اور حضرت عمر بن عبدالعزیز میں سے کون افضل ہے؟ آپ نے فرمایا۔ وہ لوگ جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔ ان کا وہ غبار جو معاویہ کے ناک میں داخل ہوتا تھا عمر بن عبدالعزیز سے بہتر ہے آپ نے اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم

کے دیدار اور صحبت کی فضیلت سے کوئی چیز ہمسری نہیں کر سکتی۔
اسی سے حضرت عمر بن عبد العزیز کے قضیہ میں ابو عمر کے استدلال کا
جواب معلوم ہو جاتا ہے۔ کہ آپ کے ہم عصر لوگوں نے آپ سے کہا
کہ آپ حضرت عمر سے افضل ہیں۔ یہ بات تو صرف اس صورت میں
ہو سکتی ہے کہ دونوں میں رعیت میں عدل و انصاف کے لحاظ سے
تساوی کی نسبت تصور کی جائے۔ باقی جہاں تک صحبت رسول اور
حضرت عمر کے حقائق قرب اور دین و علم اور فضل کی خوبیوں کے
حصول کا تعلق ہے جن کے متعلق خود رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے
ان کے بارے میں شہادت دی ہے۔ حضرت عمر بن عبد العزیز یا
کسی اور کی کیا مجال ہے کہ ان میں سے ایک ذرہ بھی حاصل کر سکے
صحیح بات وہی ہے جو سلف و خلف جمہور علماء نے کہی ہے۔ جسکا بیان
ابھی ہو گا۔ ابو عمر نے اہل بدر و حدیبیہ کا جو استثناء کیا ہے اس سے
پتہ چلتا ہے کہ یہ بات اکابر صحابہ کے بارے میں نہیں۔ بلکہ ان صحابہ
کے بارے میں ہے۔ جنہوں نے صرف رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو
دیکھا ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ بات بھی بعد میں آنے والوں کو حاصل نہیں
ہو سکتی۔ اگر بعد میں آنے والے جہاں تک اعمال بجالا سکتے ہیں بجا
لائیں پھر بھی اس خصوصیت کا حصول تو درکنار وہ اس کے مساوی بھی
نہیں ہو سکتے۔ پس ان صحابہ کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے۔ جو
یہ خصوصیات بھی رکھتے تھے۔ کہ انہوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم
کے ساتھ مل کر جنگ کی یا آپ کے زمانے میں آپ کے حکم سے جنگ
کی۔ یا آپ کے بعد آنے والوں کے لیے شریعت کا کچھ حصہ نقل کیا یا

آپ کے سبب سے اپنے مال میں سے کچھ خرچ کیا۔ بلا اختلاف یہ وہ امور ہیں جن کو بعد میں آنے والا کوئی شخص حاصل نہیں کر سکتا۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے

لا یستوی منکم من انفق من قبل الفتح وقاتل اولٰئک اعظم درجۃ من الذین انفقوا من بعد وقاتلوا وکلا وعد اللہ الحسنیٰ

سلف و خلف جمہور کے مسلک کی تائید میں ایک یہ بات بھی ہے کہ صحابہ، نبیوں اور خواص اور مقرب ملائکہ کے بعد تمام مخلوق سے افضل ہیں جیسا کہ میں کتاب کے آغاز میں فضائل صحابہ میں بیان کر چکا ہوں۔ وہاں پر بہت سی شہادتیں بیان کی گئی ہیں۔ ان کا مطالعہ کیجئے۔ ان میں سے ایک صحیحین کی یہ حدیث بھی ہے کہ "میرے صحابہ کو گالی نہ دو اگر تم میں سے کوئی احد پہاڑ کے برابر بھی خرچ کرے تو وہ ان کے مٹھی بھر جَو کا بھی مقابلہ نہ کر سکے گا"

اور صحیحین ہی کی ایک روایت کاف خطاب کے ساتھ ہے۔

ترمذی کی روایت میں لو انفق احدکم کے الفاظ آئے ہیں۔ نصیف، نون کی زبر کے ساتھ نصف کو کہتے ہیں۔

دارمی اور ابن عدی وغیرہما نے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میرے صحابہ ستاروں کی مانند ہیں ان میں سے جس کی بھی آپ اقتداء کریں گے ہدایت پائیں گے۔

اسی طرح ایک اور متفق علیہ حدیث ہے کہ میری صدی سب سے بہتر صدی ہے۔ یا میری صدی کے لوگ سب سے بہتر ہیں۔ یا میری امت کے بہترین لوگ میری صدی کے ہیں۔ پھر وہ لوگ جو

ان کے ساتھ ہوں گے پھر وہ لوگ جو ان کے ساتھ ہوں گے۔

قرن کا لفظ ایک قریب زمانے کے لوگوں پر بولا جاتا ہے جو وصف مقصود میں مشترک ہوں۔ اور مخصوص زمانے پر بھی اس کا اطلاق ہوتا ہے۔ اس میں دس سالوں سے لے کر ایک سو بیس سالوں تک اختلاف کیا گیا ہے۔ سوائے نوے اور ایک سو دس کے۔ قائل نے ان دونوں اقوال کو یاد نہیں رکھا اور نہ ہی ان دونوں اقوال کے سوا جو کسی نے کہا ہے اُسے یاد رکھا ہے۔ سب سے منصفانہ قول صاحب المحکم کا ہے۔ اور وہ یہ کہ ہر زمانے کے لوگوں کی اوسط عمر کو قرن کہتے ہیں۔

اس حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قرن سے مراد صحابہ ہیں۔ اور بلا اختلاف علی الاطلاق ان میں سے سب سے آخر میں فوت ہونے والے ابو الطفیل عامر بن واثلہ اللیثی ہیں جیسا کہ مسلم نے اپنی صحیح میں اس پر جزم کا اظہار کیا ہے۔ اور صحیح بات یہ ہے کہ ان کی موت سنہ ۱۱۰ھ میں ہوئی۔ بعض نے ان کی موت سنہ ۱۰۰ھ اور بعض نے سنہ ۱۲۰ھ میں بتائی ہے۔ اور ذہبی نے اسے حدیث صحیح سے مطابقت کی وجہ سے درست قرار دیا ہے۔ اور وہ حدیث یہ ہے کہ جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی وفات سے ایک ماہ پہلے فرمایا کہ روئے زمین پر جو لوگ آج زندہ ہیں ان میں سے ایک سو سال تک کوئی ایک بھی زندہ نہیں رہے گا۔

مسلم کی روایت میں ہے کہ مجھے اس رات بتایا گیا ہے کہ ایک سو سال تک کوئی جاندار زندہ نہیں رہے گا۔ اس سے آپ کی مراد یہ ہے کہ گفتگو کے وقت سے ایک سو سال تک صدی کا

ختم ہونا مراد ہے۔

یہ قول کہ عکراش بن ذؤیب واقعہ جمل کے بعد سو سال تک زندہ رہے۔ درست نہیں۔ اور علی سبیل التنزل کے معنے یہ ہیں کہ انہوں نے اس کے بعد ایک سو سال کی عمر پوری کی نہ یہ کہ وہ سو سال تک اس کے بعد زندہ رہے۔ جیسا کہ ائمہ نے کہا ہے اور جو ایک جماعت نے رتن الہندی اور معمر المغربی اور اس قسم کے لوگوں کے متعلق کہا ہے۔ ائمہ نے خصوصاً ذہبی نے اس کے جعلی اور باطل ثابت کرنے میں بڑے مبالغہ سے کام لیا ہے۔ ائمہ کہتے ہیں کہ ادنیٰ عقل کا آدمی بھی اسے شائع نہیں کرسکتا۔ [1]

---

[1] موضوعات کی کتب میں علماء نے ان کذابین کے بارہ میں ایک خاص باب باندھا ہے جنہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کا دعویٰ کیا ہے۔ انہوں نے ان لوگوں میں سرباتک ہندی جبیر بن حارث، معمر بن بریک، قیس الاشج، عثمان بن خطاب بلوی، خوطر بن مرہ اور رتن الہندی کا ذکر کیا ہے۔ ذہبی نے رتن اور اسکی اخبار کے متعلق کتاب کا ایک جز تالیف کیا ہے اور کہا ہے کہ اگرچہ سو سال کے بعد ہم اس کے وجود اور ظہور کو درست بات قرار دیں تو پھر یا تو وہ شیطان ہے جس نے بشر کی صورت میں ظاہر ہو کر صحبت اور حد درجہ طول عمر کا ادعا کیا اور یہ ڈھیر سارے افترا کئے یا وہ کوئی گمراہ بوڑھا تھا جس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹ بول کر جہنم میں اپنے گھر کی بنیادیں رکھیں۔ اور صفدی نے رتن کی اخبار کی تقویت کے متعلق جو کچھ کہا ہے اُسے قاضی برہان الدین ابن جماعت نے رد کیا ہے۔

اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صدی کے لوگوں کا، ساتھ والی صدی کے لوگوں یعنی تابعین سے افضلیت کا معاملہ بحیثیت مجموعی ہے نہ کہ انفرادی۔

ابن عبدالبر کا خیال اس کے برعکس ہے۔ یہی بات تابعین رضوان اللہ علیہم اجمعین کے پیروکاروں کے بارہ میں ہوگی۔

صحابہ کی اقسام

پھر صحابہ کی کئی اقسام ہیں مہاجرین، انصار اور ان کے جانشین۔

نیز جو کہ فتح مکہ کے روز یا اس کے بعد اسلام لائے، مجمل طور پر ان میں سب سے افضل مہاجرین ہیں اور ان کے بعد مذکورہ ترتیب کے مطابق آنے والے صحابہ افضل ہیں اور تفصیلاً انصار، متاخرین صحابہ سے افضل ہیں اور پہلے مہاجرین، پہلے انصار سے افضل ہیں پھر وہ۔
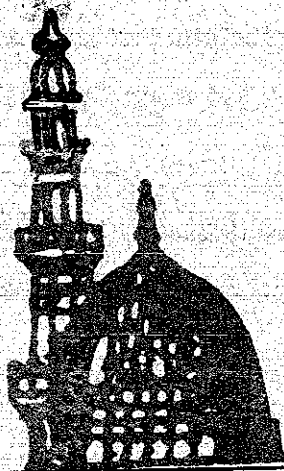
ان متاخر اسلام لانے والوں سے قرب میں متفاوت ہیں۔
جیسے حضرت عمر، حضرت بلال سے افضل ہیں۔ حالانکہ حضرت بلال متقدم الاسلام ہیں۔ ابو منصور بغدادی جو ہمارے اکابر ائمہ میں سے ہیں۔ کہتے ہیں کہ اہل سنّت کا اس بات پر اجماع ہے کہ صحابہ میں سب سے افضل حضرت ابو بکر، حضرت عمر، حضرت عثمان اور حضرت علی ہیں، پھر عشرہ مبشرہ، پھر اہل بدر، جنگِ احد اور حدیبیہ کے بقیہ اور بیعت الرضوان کرنے والے لوگوں میں سے باقی رہنے والے لوگ، اس کے بعد باقی صحابہ۔

حضرت عثمان اور حضرت علی کے درمیان اجماع کے متعلق جو اعتراض کیا گیا ہے اُسے پہلے بیان کیا جا چکا ہے۔ اگر ان دونوں حضرات کے بارے میں اجماع سے مراد اہل سنّت کی اکثریت کا اجماع ہے تو یہ بات درست ہے۔

انصاری نے حضرت انس سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اے ابو بکر کاش میں اپنے بھائیوں سے ملتا حضرت ابو بکر نے عرض کیا یا رسول اللہ ہم آپ کے بھائی ہیں۔ فرمایا نہیں تم میرے صحابہ ہو۔ میرے بھائی وہ ہیں جنہوں نے مجھے دیکھے بغیر میری تصدیق کی اور مجھ سے محبت کی ہے۔ یہاں تک کہ میں ان میں سے ہر ایک کو اس کے بیٹے اور باپ سے بھی زیادہ محبوب ہوں۔ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا ہم آپ کے بھائی ہیں۔ فرمایا نہیں تم میرے صحابہ ہو۔ اے ابو بکر کیا تم اس بات کو پسند نہیں کرتے کہ ایک قوم میری محبت کی وجہ سے تجھ سے محبت رکھے۔ تو بھی اُن سے محبت رکھ جو میری محبت کی وجہ سے تجھ سے محبت رکھتے ہیں۔ اور آنحضرت صلی اللہ

علیہ وسلم نے فرمایا ہے جو اللہ تعالیٰ سے محبت رکھتا ہے وہ قرآن سے محبت رکھتا ہے اور جو قرآن سے محبت رکھتا ہے وہ مجھ سے محبت رکھتا ہے اور جو مجھ سے محبت رکھتا ہے وہ میرے اور میرے قرابتداروں سے محبت رکھتا ہے۔ اس حدیث کو دیلمی نے روایت کیا ہے۔

نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اے لوگو، میرے دوستوں، میرے دامادوں اور میرے صحابہ کے بارے میں میرا لحاظ رکھو۔ اللہ تعالیٰ ان میں سے کسی کی زیادتی کا تم سے مطالبہ نہیں کرے گا کیونکہ وہ ان چیزوں سے نہیں ہے جسے بخشا جائے گا۔ اس روایت کو خلعی نے بیان کیا ہے۔

پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میرے صحابہ کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو میرے بعد انہیں اپنی اغراض کا نشانہ نہ بنانا۔ جو ان سے محبت رکھتا ہے وہ مجھ سے محبت رکھتا ہے۔ اور جو ان سے بغض رکھتا ہے وہ مجھ سے بغض رکھتا ہے۔ جو انہیں ایذا دیتا ہے وہ مجھے ایذا دیتا ہے۔ اور جو مجھے ایذا دیتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کو ایذا دیتا ہے۔ قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ اُسے گرفت میں لے لے۔ اس حدیث کو مخلص ذہبی نے بیان کیا ہے یہ اور اس سے قبل بیان ہونے والی حدیث، صحابہ کے متعلق وصیت کی حیثیت رکھتی ہے۔ جس میں ان سے محبت کی تاکید و ترغیب دی گئی ہے اور ان سے بغض رکھنے سے ڈرایا گیا ہے۔ اور اس میں یہ اشارہ بھی پایا جاتا ہے کہ ان سے محبت رکھنا ایمان اور ان سے بغض رکھنا کفر ہے کیونکہ جب ان سے بغض رکھنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بغض

رکھتا ہے تو وہ اس حدیث کے مطابق بلا نزاع کفر ہے۔ جس میں فرمایا گیا ہے کہ تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک میں اُسے اس کی جان سے بھی زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔ یہ حدیث صحابہ کے کمالِ قرب پر دلالت کرتی ہے کہ آپ نے انہیں اپنی جان کا قائمقام قرار دیا ہے یہاں تک کہ ان کی ایذا سے آپ کو ایذا پہنچتی ہے۔ اور ایسے ہی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے محبوبوں سے محبت رکھنا یعنی آپ کی آل اور اصحاب سے محبت رکھنا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت رکھنے کی علامت ہے اور یہ بات ایسے ہی ہے جیسے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت رکھنا۔ اللہ تعالیٰ سے محبت رکھنے کی علامت ہے نیز آپ کے اصحاب اور آل سے بغض و عداوت رکھنا اور اُن کو بُرا بھلا کہنا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بغض و عداوت رکھنے اور آپ کو بُرا بھلا کہنے کے مترادف ہے۔ جو کسی چیز سے محبت رکھتا ہے وہ اس سے بھی محبت رکھتا ہے جس سے اس کا محبوب محبت رکھتا ہے اور جس سے وہ بغض رکھتا ہے اس سے وہ بھی بغض رکھتا ہے۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔

لاتجد قوما یؤمنون باللّٰہ	اللہ تعالےٰ اور یوم آخرت پر ایمان لانے
والیوم الاٰخر یوآدّون	والوں میں سے تو کسی کو اس طرح کا نہ
من حاد اللّٰہ ورسولہ	پائے گا کہ وہ اس چیز سے محبت رکھتے
	ہوں جس سے اللہ تعالیٰ اور اس کا
	رسول دشمنی رکھتے ہوں۔

پس حضور علیہ السلام کی آل، ازواج، اولاد اور اصحاب سے

رکھتا ہے تو وہ اس حدیث کے مطابق بلا نزاع کفر ہے۔ جس میں فرمایا گیا ہے کہ تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک میں اُسے اس کی جان سے بھی زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔ یہ حدیث صحابہؓ کے کمالِ قرب پر دلالت کرتی ہے کہ آپ نے انہیں اپنی جان کا قائمقام قرار دیا ہے یہاں تک کہ ان کی ایذا سے آپ کو ایذا پہنچتی ہے۔ اور ایسے ہی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے محبوبوں سے محبت رکھنا یعنی آپ کی آل اور اصحاب سے محبت رکھنا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت رکھنے کی علامت ہے اور یہ بات ایسے ہی ہے جیسے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت رکھنا۔ اللہ تعالیٰ سے محبت رکھنے کی علامت ہے نیز آپ کے اصحاب اور آل سے بغض و عداوت رکھنا اور اُن کو بُرا بھلا کہنا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بغض و عداوت رکھنے اور آپ کو بُرا بھلا کہنے کے مترادف ہے۔ جو کسی چیز سے محبت رکھتا ہے وہ اس سے بھی محبت رکھتا ہے جس سے اس کا محبوب محبت رکھتا ہے اور جس سے وہ بغض رکھتا ہے اس سے وہ بھی بغض رکھتا ہے۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔

لاتجد قوما یؤمنون باللّٰہ والیوم الآخر یوآدّون من حاد اللّٰہ ورسولہ	اللہ تعالےٰ اور یوم آخرت پر ایمان لانے والوں میں سے تو کسی کو اس طرح کا نہ پائے گا کہ وہ اس چیز سے محبت رکھتے ہوں جس سے اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول دشمنی رکھتے ہوں۔

پس حضور علیہ السلام کی آل، ازواج، اولاد اور اصحاب سے

محبت رکھنا متعین واجبات میں سے ہے۔ اور ان سے بغض رکھنا تباہ و برباد کرنے والی چیزوں میں سے ہے۔ اور ان سے محبت و توقیر سے پیش آنا ان کے حقوق کی ادائیگی کرنا اور ان کی سنّت، آداب اور اخلاق پر چل کر ان کی اقتداء کرنا اور ان کے اقوال پر عمل پیرا ہونا ایسی چیزیں ہیں جن میں عقل کے لئے کوئی گنجائش نہیں اور ان کی مزید ثنا اور حسن کی بات یہ ہے کہ تعظیم کے ارادے سے ان کے اوصافِ جمیلہ کو یاد کیا جائے۔ اللہ تعالٰے نے اپنی کتاب مجید کی بہت سی آیات میں ان کی تعریف کی ہے۔ اور جس کی تعریف اللہ کرے اس کی ثنا واجب ہوتی ہے۔ اور اسی سے ان کے لئے استغفار کرنا بھی ثابت ہوتا ہے۔ حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ جنہوں نے صحابہ کو بُرا کہا انہیں حکم دیا گیا کہ وہ آپ کے اصحاب کے لئے استغفار کریں۔ اسے مسلم وغیرہ نے روایت کیا ہے۔ استغفار کا زیادہ فائدہ استغفار کرنے والے کو ہی حاصل ہوتا ہے۔ کیونکہ اُسے مزید ثواب ملتا ہے۔ سہل بن عبد اللہ تستری جو علم و زہد اور معرفت و جلالت میں بڑی شان کے حامل ہیں فرماتے ہیں وہ شخص رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان ہی نہیں لایا جس نے آپ کے اصحاب کی توقیر نہیں کی۔

اسی طرح مؤرخین کی خبروں اور صحابہ کے درمیان ہونے والے اختلاف و اضطراب خصوصاً رافضیوں اور شیعوں کی جاہلانہ اور گمراہانہ باتوں اور بدعتیوں کی نکتہ چینیوں سے اعراض کرتے ہوئے ان کے بارے میں خاموشی اختیار کرنی چاہیئے۔ کیوں کہ

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جب میرے صحابہ کا ذکر ہو رہا ہو تو خاموش رہا کرو۔ پس جو شخص کوئی بات سنے اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ محض کسی کتاب میں کسی بات کے دیکھنے یا کسی شخص سے سننے کی وجہ سے اُسے مضبوطی سے نہ پکڑے اور نہ ہی اُسے کسی کی طرف منسوب کرے۔ بلکہ اس کی تحقیق کرے۔ یہاں تک کہ اس بات کا کسی صحابی کی طرف انتساب درست ثابت ہو جائے۔ پھر بھی اس کے لئے واجب ہے کہ وہ کوئی اچھی سی تاویل کرے اور اس کا کوئی اچھا مفہوم مراد لے۔ کیونکہ وہ لوگ اس کے اہل ہیں۔ جیسا کہ ان کے مناقب میں یہ بات مشہور اور اور ان کے کارناموں میں شمار ہے۔ جن کا بیان طوالت کا باعث ہوگا اور ان سے بعض کے متعلق بعض واقعات بیان ہو چکے ہیں۔ اور جو جنگیں اور تنازعات ہوئے ہیں ان کی تاویلات اور محامل ہیں مگر ان کے بارے میں سب وشتم سے کام لینا اور ان پر طعن کرنا جیسے کہ حضرت عائشہ پر تہمت لگانا اور آپ کے والد کی صحبت کا انکار کرنا کفر ہے کیونکہ ایسا کہنے والا دلیل قطعی کی مخالفت کرنے والا ہے۔ اور اگر معاملہ اس کے خلاف ہو تو یہ بات بدعت و فسق ہوگی۔

اہل سُنّت والجماعت کے اعتقاد کے مطابق حضرت علی اور حضرت معاویہ کے درمیان جو جنگیں ہوئیں وہ اس وجہ سے نہ تھیں کہ حضرت معاویہ کا حضرت علی کے ساتھ خلافت کے متعلق کوئی جھگڑا تھا۔ اس لئے کہ حضرت علی کی خلافت کی حقیقت پر اجماع ہو چکا تھا۔ جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے۔ پس خلافت کی وجہ سے کوئی فتنہ

پیدا نہیں ہوا۔ بلکہ فتنہ اس وجہ سے پیدا ہوا کہ حضرت معاویہ اور آپ کے ساتھیوں نے حضرت علی سے مطالبہ کیا کہ وہ حضرت عثمان کے قاتلوں کو ان کے سپرد کر دیں۔ کیونکہ حضرت معاویہ حضرت عثمان کے چچازاد بھائی تھے۔ حضرت علی اس خیال سے ان کا مطالبہ کو پورا کرنے سے رُکے رہے کہ قاتلین کے قبائل بکثرت تھے اور پھر وہ حضرت علی کے لشکر میں ملے ہوئے تھے۔ ان کو فوری طور پر سپرد کرنے سے خلافت کے معاملہ میں بڑا تزلزل اور اضطراب پیدا ہو جائے گا۔ کیونکہ خلافت کے ذریعہ ہی اہل اسلام کو متحد کیا جاتا ہے۔ اور خلافت ابھی مستحکم نہیں ہوئی تھی۔ بلکہ ابتدائی حالت میں تھی۔ حضرت علی نے ان کو تاخیر سے سپرد کرنا زیادہ بہتر خیال کیا۔ تاکہ وہ خلافت کے معاملہ میں مضبوط پوزیشن اختیار کر لیں اور انہیں خلافت کے معاملات میں تمکن حاصل ہو جائے۔ اور مسلمان متحد و متفق ہو جائیں۔ پھر اس کے بعد وہ ایک ایک کو پکڑ کر ان کے سپرد کر دیں گے۔

جنگ جمل کے روز جب آپ نے اعلان کیا کہ وہ حضرت عثمان کے قاتلوں کو نکال باہر کریں گے تو پتہ چلا کہ حضرت عثمان کے بعض قاتل حضرت علی کے خلاف بغاوت اور جنگ کا عزم کئے ہوئے ہیں۔ پھر جو لوگ حضرت عثمان کے قتل کے درپے تھے۔ ان کی تعداد بہت تھی۔ جیسا کہ ان کے محاصرہ کے واقعہ میں بیان ہو چکا ہے۔ آپ کے قاتلوں میں مصر کی ایک جماعت بھی شامل تھی جن کی تعداد سات سو، ایک ہزار اور پانچ سو تک بیان کی گئی ہے۔

کوفہ اور بصرہ وغیرہ کی جماعتیں بھی آپ کے قتل میں شامل تھیں۔
یہ سب لوگ مدینہ آئے اور جو کچھ یہ کر سکتے تھے انہوں نے کیا۔
بلکہ ان کے اور ان کے قبائل کے متعلق یہاں تک بیان ہوا ہے
کہ ان کی تعداد دس ہزار تھی۔

اس بات کی وجہ سے حضرت علی کے لئے مشکل امر تھا کہ
وہ قاتلین کو ان کے سپرد کر دیں۔ لہذا وہ ایسا کرنے سے رُکے
رہے۔ اور یہ احتمال بھی ہو سکتا ہے کہ حضرت علی نے حضرت
عثمان کے قاتلوں کو باغی خیال کیا ہو جس کی وجہ سے انہوں نے
حضرت عثمان کو قتل کر دیا ہو۔ مگر یہ تاویل فاسد ہے۔ انہوں نے
آپ کو اس وجہ سے قتل کرنا جائز خیال کیا کہ وہ آپ کی کئی باتوں کو
ناپسند کرتے تھے۔ جیسے کہ آپ نے اپنے چچازاد بھائی مروان کو
اپنا کاتب بنایا ہوا تھا۔ جبکہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے
اُسے مدینہ سے نکال دیا تھا۔ اور آپ اُسے واپس لے آئے
تھے۔ اور آپ اپنے رشتہ داروں کو عہدے سپرد کرتے تھے اور
محمد بن ابوبکر کے قضیہ کی وجہ سے جسکا مفصل بیان حضرت عثمان کی
خلافت کی بحث میں گذر چکا ہے۔ انہوں نے جہالت اور غلطی سے
جو کچھ کیا اُسے مباح خیال کر لیا اور باغی جب امام عادل کا مطیع ہو
جائے تو جنگ میں اُسے جو نقصان ہو اس پر مواخذہ نہیں کیا
جاتا۔ خواہ وہ نقصان مال کا ہو یا جان کا۔ جیسا کہ امام شافعی کا مرجح
قول یہی ہے اور یہی بات دوسرے علماء نے بھی کہی ہے۔ اگر آپکو
ان پر قدرت حاصل ہوتی تو یہ احتمال ہو سکتا تھا۔ مگر پہلی بات زیادہ

قابل اعتماد ہے۔ اکثر علماء کا یہی خیال ہے کہ حضرت عثمان کے قاتل
باغی نہیں تھے۔ بلکہ وہ اپنے بے سروپا شبہات کی وجہ سے ظالم اور
سرکش تھے۔ اور اس لئے بھی کہ انہوں نے شبہات کے دور ہونے
اور حق کے واضح ہو جانے کے بعد باطل پر اصرار کیا اور ہر شبہ کرنے
والا مجتہد نہیں ہو جاتا۔ کیونکہ شبہ تو ہوتا ہی اس شخص کو ہے جو درجہ
اجتہاد سے قاصر ہوتا ہے۔ اور حضرت امام شافعی کے مذہب میں
جو فیصلہ ہو چکا ہے۔ یہ بات اس کے منافی نہیں۔ کیونکہ انہیں
بلا تاویل شوکت حاصل تھی۔ اور باغیوں کی طرح جو وہ جنگ میں
نقصان کر چکے تھے اس کے ذمہ دار نہ تھے۔ کیونکہ حضرت عثمان
کی شہادت جنگ میں نہیں ہوئی۔ اس لئے کہ آپ نے جنگ نہیں
کی بلکہ آپ نے جنگ سے منع فرمایا تھا یہاں تک کہ جب حضرت
ابوہریرہ نے جنگ کا ارادہ کیا تو آپ نے فرمایا ابوہریرہ میں آپکو
قسم دیتا ہوں کہ آپ اپنی تلوار سے کسی کو نہ ماریں۔ آپ میری
جان کو بچانا چاہتے ہیں اور میں مسلمانوں کو اپنی جان قربان کر کے
بچانا چاہتا ہوں۔ جیسا کہ ابن عبدالبر نے سعید المقبری سے اور
انہوں نے ابوہریرہؓ سے بیان کیا ہے۔

اہل سنت والجماعت کا یہ اعتقاد بھی ہے کہ حضرت معاویہ
حضرت علی کے زمانہ میں خلیفہ نہ تھے۔ بلکہ وہ ایک بادشاہ تھے اور
زیادہ سے زیادہ ان کو اپنے اجتہاد پر ایک اجر مل سکتا ہے اور
حضرت علی کے لئے دو اجر ہیں۔ ایک اجر اجتہاد کا اور دوسرے
صحیح اجتہاد کا۔ بلکہ ان کے لئے دس اجر ہیں۔ جیسا کہ حدیث میں

ہے کہ جب مجتہد صحیح اجتہاد کرے تو اُسے دس اجر ملتے ہیں۔ حضرت علی کی وفات کے بعد حضرت معاویہ کی امامت کے بارے میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ وہ امام اور خلیفہ ہو گئے تھے۔ کیونکہ ان کی بیعت کھل کر ہو گئی تھی۔ اور بعض کہتے ہیں کہ وہ ابوداؤد، ترمذی اور نسائی کی اس حدیث کے مطابق امام نہیں ہوئے تھے۔ جس میں بتایا گیا ہے کہ میرے بعد خلافت تیس سال تک رہے گی۔ پھر وہ ملوکیت میں بدل جائے گی۔ اور حضرت علی کی وفات پر تیس سال گذر چکے تھے۔ اور آپ اس بات کو اچھی طرح جانتے ہیں کہ حضرت علی کی وفات پر تیس سال مکمل نہیں ہوئے تھے۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ آپ کی وفات ۴۰ھ کے رمضان میں ہوئی۔ اکثر لوگوں کا خیال یہ ہے کہ ۱۷ تاریخ کو ہوئی اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ۱۲ ربیع الاوّل کو فوت ہوئے اور آپ دونوں کی وفات کا درمیانی زمانہ تیس سال سے چھ ماہ کم بنتا ہے۔ اور حضرت حسن کی مدت خلافت کو شامل کر کے تیس سال پورے ہو جاتے ہیں۔ پس جب یہ بات ثابت ہو گئی تو محققین کے اس قول کو جنہوں نے حضرت علی کی وفات پر حضرت معاویہ کی خلافت کا ذکر کیا ہے۔ اس بات پر محمول کیا جائے گا کہ ان کی مراد اس وقت سے ہے جب حضرت حسن نے ان کو خلافت سپرد کر دی تھی یعنی جب آپ کی وفات پر چھ ماہ گذر چکے تھے اور مانعین خلافت معاویہ کہتے ہیں۔ کہ حضرت حسن کا امرِ خلافت کو ان کے سپرد کرنا کوئی اہم بات نہیں آپ نے ضرورت کے تحت ایسا کیا تھا کیونکہ آپ جانتے تھے کہ حضرت معاویہ امرِ خلافت کو حضرت حسن کے سپرد نہ کریں گے اور اگر حضرت

حسن خلافت کو ان کے سپرد نہ کرتے تو وہ خونریزی اور قتال کرتے
آپ نے مسلمانوں کو خونریزی سے بچانے کے لئے امر خلافت کو ترک
کر دیا اور ان لوگوں نے جو بات کہی ہے اس کے رَد میں آپ یہ
بھی کہہ سکتے ہیں کہ حضرت حسن امام حق اور سچے خلیفہ تھے۔ آپ کے
ساتھ اتنے آدمی تھے جن سے حضرت معاویہ کے ساتھیوں کا مقابلہ
کیا جا سکتا تھا۔ آپ کی خلافت سے علیحدگی اور اُسے حضرت معاویہؓ
کے سپرد کرنا اضطراری نہیں بلکہ اختیاری تھا۔ جیسا کہ خلافت سے
دستبرداری کا واقعہ اس پر دلالت کرتا ہے۔ کہ آپ نے بہت سی شروط
لگائیں۔ جن کی حضرت معاویہ نے پابندی کی اور انہیں پورا کیا۔ اور
صحیح بخاری کی روایت بیان ہو چکی ہے کہ حضرت معاویہ نے حضرت
حسن سے صلح کی درخواست کی۔ اور میرے اس بیان پر بخاری کی وہ
گذشتہ حدیث بھی دلالت کرتی ہے۔ جو حضرت ابوبکر سے مروی
ہے۔ جس میں وہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم
کو منبر پر دیکھا اور حضرت حسن آپ کے پہلو میں بیٹھے تھے۔ آپ ایک
بار لوگوں کی طرف اور دوسری بار حضرت حسن کی طرف متوجہ ہوتے اور
فرماتے میرا یہ بیٹا سردار ہے اور شاید اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے
مسلمانوں کے دو عظیم فرقوں میں صلح کرائے گا۔ پس رسول کریم صلی اللہ
علیہ وسلم ان کے ذریعہ اصلاح کی اُمید فرما رہے ہیں۔ اور آپ واقع
کے مطابق امرِ حق ہی کی اُمید کرتے ہیں۔ پس حضرت حسن سے اصلاح
کی امید اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ حضرت معاویہ کے حق میں
آپ کی خلافت سے دستبرداری ایک درست قدم تھا۔ اور اگر حضرت

حسن خلافت سے دستبرداری کے بعد بھی خلافت پر قائم رہتے اور آپ کی دستبرداری سے اصلاح نہ ہوتی تو حضرت حسن کی اس پر تعریف نہ کی جاتی۔ اور حضور علیہ السلام نے بغیر کسی شرعی فائدہ کے محض دستبرداری کی تمنا نہیں کی بلکہ جس کے حق میں دستبرداری ہوتی ہے یہ بات اس کی صحت خلافت، نفاذ تصرف، واجب الاطاعت ہونے اور مسلمانوں کے امور کے قیام میں مشتغل ہونے پر دلالت کرتی ہے۔ پس رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت حسن سے یہ اُمید تھی کہ ان کے ذریعے مسلمانوں کے دو عظیم فرقوں میں اصلاح کی صورت پیدا ہو گی۔ اس میں حضرت حسن کے فعل کی صحت پر بھی دلالت پائی جاتی ہے۔ اور اس بات پر بھی کہ آپ اس معاملہ میں مختار تھے اور اس سے یہ شرعی فوائد بھی حاصل ہوتے ہیں کہ حضرت معاویہ کی خلافت اور ان کا مسلمانوں کے امور کی نگرانی کرنا اور خلافت کے تقاضوں کے مطابق تصرف کرنا درست تھا اور یہ سب باتیں اس صلح پر مترتب ہوتی ہیں۔ پس اس ذات سے حضرت معاویہ کی خلافت کا یہ ثبوت بن گیا اور اس کے بعد وہ امام برحق اور سچے امام بن گئے۔ ترمذی نے بیان کیا ہے اور عبدالرحمن بن عمیرہ صحابی سے اسے حسن قرار دیا ہے وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کرتے ہیں کہ آپ نے حضرت معاویہ سے فرمایا

اللھم اجعلہ ھادیا مھدیا۔ اے اللہ معاویہ کو ہادی اور مہدی بنا دے۔

احمد نے اپنی مسند میں عرباض بن ساریہ سے بیان کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ

اللھم علم معاویۃ الکتاب والحساب وقہ العذاب۔	اے اللہ معاویہ کو حساب وکتاب سکھا۔ اور اُسے عذاب سے بچا۔

ابن ابی شیبہ نے المصنف میں اور طبرانی نے الکبیر میں عبد الملک بن عمر سے بیان کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ حضرت معاویہ نے کہا کہ جب سے میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ اے معاویہ جب تو بادشاہ بن جائے تو حسن سلوک سے کام لینا اس وقت سے میں خلافت کا آرزو مند ہوں۔ ۱؎

۱؎ ابن راہویہ کہتے ہیں کہ معاویہ بن سفیان کی فضیلت کے متعلق رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی صحیح چیز ثابت نہیں۔ سیوطی کہتے ہیں حضرت معاویہ کی فضیلت کے بارے میں صحیح ترین حدیث ابن عباس کی ہے۔ کہ وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے کاتب وحی تھے۔ اسے مسلم نے اپنی صحیح میں بیان کیا ہے۔ اس کے بعد عرباض کی حدیث ہے کہ اے اللہ اسے کتابت سکھا دے۔ اس کے بعد ابن ابی عمیرہ کی حدیث ہے۔ کہ اے اللہ اس کو ہادی اور مہدی بنا دے۔ اسے ابن عراق نے تنزیہ الشریعۃ میں بیان کیا ہے سیوطی نے تاریخ الخلفاء میں لکھا ہے کہ حضرت معاویہ کی فضیلت میں آنے والی احادیث بہت کم ثابت ہوتی ہیں۔ اور یہ حدیث کہ جب تُو بادشاہ بنے تو حسن سلوک کرنا اسے بیہقی نے اسماعیل بن ابراہیم بن مہاجر کے طریق سے بیان کیا ہے جو ضعیف ہے اور حافظ نے فتح الباری میں کہا ہے کہ ابن ابی عاصم نے آپ کے مناقب میں ایک کتاب تصنیف کی ہے اسی طرح ابو عمیر ثعلب کے غلام اور ابو بکر نقاش نے بھی کتاب لکھی ہے باقی باتوں کو ہم تطہیر الجنان کے حاشیہ میں مفصل بیان کریں گے۔ اور یہی مناسب ہے

پہلی حدیث میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو دعا فرمائی ہے اس پر غور کیجئے کہ اے اللہ معاویہ کو ہادی اور مہدی بنا دے۔ اور آپ یہ جانتے ہیں کہ یہ حدیث حسن ہے۔ جس سے حضرت معاویہ کی فضیلت کے بارے میں حجت پکڑی جا سکتی ہے۔ اور ان لڑائیوں کی وجہ سے آپ پر کوئی حرف نہیں آسکتا۔ کیونکہ وہ اجتہاد پر مبنی تھیں۔ اور ان کا انہیں ایک بار اجر ملے گا۔ اس لئے کہ جب مجتہد غلطی کرے تو اس کی وجہ سے اُسے کوئی ملامت و مذمت لاحق نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ وہ معذور ہوتا ہے یہی وجہ ہے کہ اس کے لئے اجر لکھا گیا ہے۔ ان کی فضیلت پر دلالت کرنے والی وہ دعا بھی ہے جو دوسری حدیث میں آپ کے لئے کی گئی ہے۔ کہ انہیں علم ملے اور عذاب سے بچائے جائیں۔ اور بلاشبہ حضور علیہ السلام کی دعا مستجاب ہوتی ہے اس سے ہمیں پتہ چلتا ہے کہ حضرت معاویہ کو ان جنگوں کی وجہ سے کوئی عذاب نہ ہو گا بلکہ اجر ملے گا جیسا کہ پہلے ثابت ہو چکا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے حضرت معاویہ کے گروہ کا نام مسلمان رکھا ہے۔ اور اسلام میں اُسے حضرت حسن کے گروہ کے مساوی قرار دیا ہے۔ جس سے معلوم ہوا کہ دونوں فریقوں میں حرمت اسلام باقی ہے۔ اور ان جنگوں کی وجہ سے وہ اسلام سے خارج نہیں ہوئے۔ بلکہ برابر سطح پر ہیں۔ پس دونوں میں سے کسی ایک کو فسق اور نقص لاحق نہیں ہو سکتا۔ جیسا کہ ہم نے ثابت کر دیا ہے۔ کہ دونوں میں سے ہر کوئی ایسی تاویل کرنے والا ہے جو غیر قطعی البطلان ہے۔ اگرچہ حضرت معاویہ کا گروہ باغی تھا۔ لیکن وہ بغاوت تھی فسق نہ تھا۔ کیونکہ اس کا صدور تاویل کی وجہ سے ہوا تھا جس کی وجہ سے اصحاب بغاوت کو معذور خیال کیا جا سکتا ہے۔ اور

اس بات پر بھی غور کرو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاویہ کو بتایا تھا کہ وہ بادشاہ بنے گا۔ اور آپ نے اُسے حسن سلوک کا حکم دیا تھا حدیث میں آپ ان کی خلافت کے درست ہونے کے متعلق اشارہ پائیں گے اور حضرت حسن کی دستبرداری کے بعد وہ اس کے حق دار تھے۔ کیونکہ آپ کا انہیں احسان کا حکم دینا، بادشاہ ہونے پر مترتب ہوتا ہے۔ جس سے ان کی خلافت کے درست ہونے کی وجہ سے نہ کہ غالب آجانے کی وجہ سے، ان کی حکومت و خلافت کی حقیقت، صحت تصرف اور نفوذ افعال پر دلالت ہوتی ہے۔ کیونکہ خود بخود غلبہ حاصل کرنے والا فاسق اور عذاب پانے والا ہوتا ہے۔ وہ خوشخبری کا استحقاق نہیں رکھتا۔ اور نہ ہی ان سے حسن سلوک کا حکم دیا جا سکتا ہے۔ جن پر وہ غلبہ حاصل کرتا ہے۔ بلکہ وہ تو اپنے قبیح افعال اور بُرے احوال کی وجہ سے زجر و توبیخ اور انتباہ کا مستحق ہوتا ہے۔ اگر حضرت معاویہ متغلب ہوتے تو حضور علیہ السلام ضرور اس طرف اشارہ کرتے یا انہیں صراحت سے بتاتے۔ جب آپ نے صراحت کی بجائے اس طرف اشارہ تک بھی نہیں کیا تو یہ بات آپ کی حقیقت پر دلالت کرتی ہے۔ جس سے ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ آپ حضرت حسن کی دستبرداری کے بعد سچے امام اور برحق خلیفہ تھے۔ اسی طرف احمد کا کلام اشارہ کرتا ہے۔

بیہقی اور ابن عساکر نے ابراہیم بن سوید الارمنی سے بیان کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے احمد بن حنبل سے پوچھا کہ خلفاء کون سے ہیں؟ انہوں نے جواب دیا حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان اور حضرت علی، میں نے پوچھا حضرت معاویہ کے متعلق آپ کا کیا

خیال ہے۔ فرمایا حضرت علی کے زمانے میں ان سے زیادہ خلافت کا کوئی حقدار نہ تھا۔ پس آپ کے کلام سے سمجھ لیجئے کہ حضرت علی کے زمانہ کے بعد اور حضرت حسن کی دستبرداری کے بعد وہ تمام لوگوں سے خلافت کے زیادہ حقدار تھے۔ اور ابن ابی شیبہ نے المصنف میں سعید بن جمہان سے جو بیان کیا ہے کہ میں نے سفینہ سے کہا کہ بنو امیہ کا خیال ہے کہ خلافت ان میں ہے۔ اس نے کہا زرقاء کے بیٹوں نے جھوٹ بولا ہے۔ وہ بدترین بادشاہوں میں سے ہیں۔ اور سب سے پہلا بادشاہ معاویہ تھا۔ اس سے یہ وہم نہ ہو کہ معاویہ کو خلافت حاصل نہ تھی۔ کیونکہ اس کا مفہوم یہ ہے کہ اگرچہ اسے خلافت صحیحہ حاصل تھی مگر وہ اس پر بادشاہ کی طرح غالب آگیا تھا۔ اس لئے کہ وہ بہت سے امور میں خلفائے راشدین کی سنت کے خلاف تھی۔ اور حضرت حسن کی دستبرداری کے بعد اور ارباب حل و عقد کے اتفاق سے خلافت حقہ صحیحہ تھی۔ یہ اس لئے کہ اس میں وہ امور وقوع پذیر ہوئے جو ایسے اجتہادات کی پیداوار تھے جو واقع کے مطابق نہ تھے۔ جن کی وجہ سے مجتہد گنہگار نہیں ہوتا بلکہ وہ واقع کے مطابق صحیح اجتہادات کرنے والوں کے مقام سے پیچھے تھے۔ اور وہ خلفائے اربعہ اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ ہیں۔ پس جن لوگوں نے حضرت معاویہ کو بادشاہ کہا ہے وہ انہیں ان اجتہادات کی وجہ سے کہتے ہیں۔ جن کا ہم نے ذکر کیا ہے۔ اور جو ان کی ولایت کو خلافت سے موسوم کرتے ہیں وہ حضرت حسن کی دستبرداری اور ارباب حل و عقد کے اتفاق کی وجہ سے انہیں خلیفہ برحق اور ایسا مطاع کہتے ہیں۔ جس کی

اسی طرح اطاعت کی جانی چاہیئے۔ جیسے کہ ان سے پہلے خلفائے راشدین کی کی جاتی تھی۔ یہ نہیں کہا جائے گا کہ اس معاملہ میں ان کے بعد آنے والے لوگوں کی طرف دیکھا جائے گا۔ کیونکہ وہ اہل اجتہاد نہیں بلکہ ان میں عاصی اور نافرمان لوگ ہیں۔ جنہیں ایک وجہ سے خلفاء میں شمار نہیں کیا جا سکتا بلکہ وہ بدترین بادشاہوں میں سے ہیں۔ سوائے حضرت عمر بن عبد العزیز کے۔ کیونکہ وہ خلفائے راشدین میں شامل ہیں۔ اسی طرح حضرت ابن زبیر بھی ان میں شامل ہیں۔

باقی رہے وہ بدعتی جو آپ کے متعلق دشنام طرازی اور لعنت کو مباح کہتے ہیں۔ تو اس بارے میں حضرات شیخین، حضرت عثمان اور اکثر صحابہ ان کے لئے نمونہ ہیں۔ پس ان باتوں کی طرف متوجہ نہ ہو اور نہ ان پر اعتماد کرو۔ کیونکہ یہ باتیں احمق، جاہل، غبی اور سرکش لوگوں سے صادر ہوئی ہیں۔ اللہ تعالےٰ کو اس بات کی کوئی پرواہ نہیں کہ وہ کس وادی میں ہلاک ہوتے ہیں۔ اس نے ان پر بُری طرح لعنت کر کے انہیں چھوڑ دیا ہے۔ اور ان کے سروں پر اہلسنّت کو تلواریں اور واضح دلائل و براہین دے کر کھڑا کر دیا ہے۔ جو انہیں عظیم الشان ائمہ کی تنقیص کرنے سے روکتے رہتے ہیں۔

حضرت معاویہ کے لیئے یہی شرف کافی ہے کہ انہیں حضرت عمر اور حضرت عثمان نے عامل مقرر کیا ہے۔ اور حضرت ابو بکر نے جب شام کی طرف فوج بھیجی تو حضرت معاویہ بھی اپنے بھائی یزید بن ابی سفیان کے ساتھ گئے۔ جب آپ کے بھائی فوت ہو گئے تو انہوں نے حضرت معاویہ کو دمشق پر اپنا جانشین بنایا تو حضرت ابو بکر نے ان کو وہیں

مقرر کر دیا۔ پھر حضرت عمر اور حضرت عثمان نے بھی انہیں وہیں مقرر کیا۔ اور تمام شام کو آپ کے زیر نگیں کر دیا۔ آپ وہاں بیس سال امیر اور بیس سال خلیفہ رہے۔ کعب الاحبار کہتے ہیں جس طرح حضرت معاویہ نے اس امت کو کنٹرول کیا ہے۔ کوئی اس طرح کنٹرول نہیں کر سکے گا

ذہبی کہتے ہیں کہ کعب حضرت معاویہ کے خلیفہ بننے سے پہلے ہی فوت ہو گئے ہیں۔ اور کعب سے جو بات منقول ہے۔ وہ سچ ہے۔ کیونکہ حضرت معاویہ بیس سال خلیفہ رہے۔ اور کسی نے زمین میں ان سے خلافت کا جھگڑا نہیں کیا۔ بخلاف ان کے جو ان کے بعد ہوئے۔ کیونکہ لوگ ان کے خلاف تھے اور بعض ممالک ان کی خلافت کے باغی تھے۔ اور کعب نے حضرت معاویہ کی خلافت سے قبل جو کچھ بتایا ہے وہ اس بات پر دلیل ہے کہ بعض آسمانی کتب میں آپ کی خلافت منصوص ہے۔ کیونکہ کعب ان کتب کے عالم تھے۔ جنہیں ان کے احکام کے متعلق پوری واقفیت تھی۔ اور وہ اہل کتاب کے دوسرے علماء سے فائق تھے۔ یہ بات کسی سے پوشیدہ نہیں کہ اس سے بھی حضرت معاویہ کے شرف اور حقیقت خلافت کو تقویت ملتی ہے۔ کہ آپ حضرت حسن کی دستبرداری کے بعد خلیفہ ہوئے۔ آپ کی خلافت سے دستبرداری اور حضرت معاویہ کا خلافت پر استقرار ربیع الآخر یا جمادی الاولی ۴۱ھ میں ہوا۔ اس سال کو خلیفہ واحد کے ہاتھ پر اجتماع امت کی وجہ سے عام الجماعۃ کہا جاتا ہے۔ [1]

---

[1] ابوبکر بن العربی نے العواصم میں تیس سالہ خلافت والی حدیث پر گفتگو کرتے ہوئے کہا

اس بات کو بھی جان لیجئے کہ اہلسنت نے یزید بن معاویہ کی تکفیر اور آپ کے بعد اس کے ولی عہد ہونے کے بارے میں اختلاف کیا ہے۔ ایک گروہ اسے سبط ابن الجوزی وغیرہ کے قول کے مطابق کافر کہتا ہے۔ مشہور ہے کہ جب اس کے پاس حضرت حسین کا سر لایا گیا تو وہ شامیوں کو جمع کر کے آپ کے سر کو چھڑی سے مارنے اور زہری کے اشعار پڑھنے لگا کہ

" کاش میرے بزرگ بدر میں حاضر ہوتے "

یہ مشہور اشعار ہیں جن میں اس نے دو اشعار کا اضافہ کیا جو کفر صریح پر مشتمل ہیں۔

ہے کہ یہ حدیث صحیح نہیں اور اگر صحیح ہے تو وہ معارض ہے پھر کہتے ہیں کیا صحابہ میں حضرت معاویہ سے بڑھ کر کوئی خلافت کو سنبھالنے والا نہ تھا ہم کہتے ہیں بہت سے آدمی تھے۔ لیکن حضرت معاویہ میں بہت سے خصائل جمع تھے۔ اور وہ یہ کہ حضرت عمر نے سارے شام پر انہیں حاکم بنا دیا کیونکہ آپ نے ان کی حسن سیرت، حمایت اسلام، سرحدوں کی بندش، فوج کی اصلاح، دشمن پر غلبہ اور مخلوق کے ساتھ سیاست کو دیکھا۔ تو انہیں منفرد قرار دیا۔ اور صحیح حدیث میں ان کے فقیہ ہونے کی گواہی موجود ہے۔ اور ام حرام کی حدیث میں ان کی خلافت کی شہادت بھی موجود ہے۔ کہ میری امت کے کچھ لوگ بحر اخضر کی موجوں پہ سوار ہوں گے۔ وہ خاندان بر بادشاہ یا بادشاہوں کی طرح ہوں گے۔ اور یہ واقعہ آپ کی ولایت کے زمانے میں ہوا۔

سبط ابن جوزی کے مطابق ابن جوزی نے کہا ہے کہ ابن زیاد کا حضرت حسین کے ساتھ جنگ کرنا تعجب خیز امر نہیں ۔ تعجب تو اس بات پر ہے کہ یزید نے ان کو بے یارو مددگار چھوڑا ۔ اور اس نے حضرت حسین کے دانتوں پر چھڑی ماری اور آل رسول کو اونٹوں کے کجاوں پر سوار کر کے اسیر بنا کر لے گیا ۔ اس کے علاوہ بھی اس نے بہت سی بیہودہ باتوں کا ذکر کیا ہے ۔ جو اس کے متعلق مشہور ہو چکی ہیں ۔ وہ سر حسین کو مدینہ لے گیا ۔ اور اس کی ہوا متغیر ہو چکی تھی ۔ پھر اس نے کہا ۔ ایسا کرنے سے میرا مقصد ان کو رسوا کرنا اور سر کو دکھانا تھا ۔ اُسے خوارج اور باغیوں سے ایسا سلوک روا رکھنا جائز تھا ۔ ان کا بھی لوگ کفن و دفن کرتے اور جنازہ پڑھتے ہیں ۔ اگر اس کے دل میں جاہلیت اور بدر کا کینہ نہ ہوتا تو وہ سر حسین کا احترام کرتا ۔ اور اس کے کفن و دفن کا انتظام کرتا اور آل رسول سے حسن سلوک سے پیش آتا ۔

ایک گروہ اُسے کافر نہیں کہتا کیونکہ ہمارے نزدیک جن اسباب سے کفر واجب ہوتا ہے وہ ثابت نہیں ہوئے ۔ جب تک اس بات کا پتہ نہ چلے جس سے وہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے اس وقت تک وہ مسلمان ہی رہے گا ۔ اور جو باتیں اس کے متعلق بیان کی گئی ہیں اس کے معارض یہ بات بھی ہے کہ جب یزید کے پاس حضرت حسین کا سر پہنچا تو اس نے کہا اے حسین اللہ تجھ پر رحم فرمائے تجھے ایسے شخص نے قتل کیا ہے جس نے رشتہ کے حقوق کو نہیں سمجھا اور ابن زیاد سے بگڑ کر کہا تو نے اچھے اور بُرے دل میں میرے لیۓ عداوت کا بیج بو دیا ہے ۔ اور حضرت حسین کی مستورات اور ان

کے بقیہ بیٹوں کو سرِ حسین کے ساتھ مدینہ واپس کر دیا تاکہ اُسے وہاں دفن کر دیا جائے اور آپ بخوبی آگاہ ہیں کہ ان دونوں باتوں سے کوئی بات بھی موجب کفر ثابت نہیں ہوتی۔ حقیقت یہ ہے کہ وہ مسلمان ہے۔ جب تک کوئی ایسی بات ثابت نہ ہو جائے جو اُسے اسلام سے خارج کر دے ہم اسی اصل کو اختیار کئے رہیں گے۔

اس کے علاوہ محققین کی ایک جماعت نے کہا ہے کہ یہ صحیح اور درست طریق ہے کہ یزید کے متعلق توقف اختیار کیا جائے۔ اور اس کے معاملہ کو اللہ کے سپرد کر دیا جائے کیونکہ وہ پوشیدہ باتوں اور دلوں کے مخفی اسرار کو جاننے والا ہے۔ پس ہم اصلاً اس کی تکفیر کے درپے نہیں ہوتے۔ کیونکہ یہی بات زیادہ مناسب اور درست ہے۔ اور یہ بات کہ وہ مسلمان ہے، وہ فاسق، شریر، نشہ باز اور ظالم بھی ہے جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی ہے۔

ابو یعلی نے اپنی مسند میں ابی عبیدہ سے ایک ضعیف سند سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میری امت کا امر خلافت ہمیشہ ہی انصاف پر قائم رہے گا۔ یہاں تک کہ بنو امیہ سے ایک آدمی سب سے پہلے اُسے توڑے گا جسے یزید کہا جائے گا۔

الرویانی نے مسند میں حضرت ابو الدرداء سے بیان کیا ہے کہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سُنا ہے۔ کہ سب سے پہلے جو شخص میری سُنّت کو تبدیل کرے گا وہ بنو امیہ میں سے ہوگا۔ جسے یزید کہا جائے گا۔

ان دونوں حدیثوں میں وہی دلیل بیان کی گئی ہے جو میں اس سے پہلے پیش کر چکا ہوں کہ حضرت معاویہ کی خلافت ان لوگوں کی خلافت کی طرح نہ تھی جو آپ کے بعد بنو امیہ میں ہوئے ہیں کیونکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی ہے کہ امت کے امر خلافت کو شکستہ کرنے والا اور آپ کی سنّت کو تبدیل کرنے والا پہلا شخص یزید ہے۔ پس اس بات کو سمجھ لیجئے کہ حضرت معاویہ نے نہ امر خلافت کو شکستہ کیا اور نہ ہی آپ کی سنّت کو تبدیل کیا ہے۔ اور جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے وہ ایک مجتہد تھے اور اس بات کی تائید امام مہدی کے اس فعل سے ہوتی ہے جسے ابن سیرین وغیرہ اور حضرت عمر بن عبد العزیز نے بیان کیا ہے کہ ایک آدمی نے حضرت معاویہ کو آپ کے سامنے گالیاں دیں تو آپ نے اُسے تین کوڑے مارے اور اس کے ساتھ اُس شخص کو بیس کوڑے مارے جس نے آپ کے بیٹے یزید کو امیر المومنین کا نام دیا۔ جیسا کہ آئندہ بیان ہوگا۔ پس ان دونوں کے فرق پر غور کرو اور حضرت ابوہریرہ کے پاس جیسا کہ بیان ہو چکا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے یزید کے بارے میں علم تھا آپ دعا کیا کرتے تھے اے اللہ میں ساٹھ سال تک پہنچنے اور بچوں کی امارت سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔ اللہ تعالےٰ نے آپ کی یہ دعا قبول کر لی اور آپ کو ۵۹ھ میں وفات دے دی اور ۶۰ میں حضرت معاویہ کی وفات اور آپ کے بیٹے کی حکومت کا آغاز ہوا۔ حضرت ابوہریرہ نے اسی سال یزید کی ولایت سے اس کے بُرے احوال کو جان لیا تھا۔ کیونکہ انھیں حضور علیہ السلام نے اس کے متعلق علم دیا تھا۔ اس لئے آپ نے اس کی

حکومت سے پناہ مانگی۔

نوفل بن ابو الفرات کہتے ہیں کہ میں حضرت عمر بن عبد العزیز کے پاس تھا کہ ایک آدمی نے یزید کا ذکر کیا اور کہا امیر المومنین یزید بن معاویہ نے کہا تو آپ نے فرمایا تو اُسے امیر المومنین کہتا ہے۔ آپ کے حکم پر اُسے بیس کوڑے مارے گئے۔

اہل مدینہ نے اس کے گناہوں میں حد درجہ بڑھ جانے کی وجہ سے اس کی بیعت چھوڑ دی تھی۔ واقدی نے کئی طرق سے بیان کیا ہے کہ عبداللہ بن حنظلہ ابن الغسیل کہتے ہیں کہ خدا کی قسم ہم نے یزید کے خلاف اس وقت بغاوت کی جب ہمیں خدشہ ہو گیا کہ آسمان سے ہم پر پتھر برسائے جائیں گے۔ وہ شخص لڑکوں کی ماؤں، بیٹیوں اور بہنوں سے نکاح کرتا، شراب پیتا اور تارک الصلوٰۃ تھا۔ ذہبی کہتے ہیں کہ یزید نے شراب پی کر جو کچھ اہل مدینہ سے کیا اور ناکردنی افعال کئے۔ ان سے لوگ برافروختہ ہو گئے۔ اور کئی لوگوں نے اس کے خلاف بغاوت کی اور اللہ تعالیٰ نے بھی اس کی عمر میں برکت نہ دی۔ ذہبی نے اس قول میں ان باتوں کی طرف اشارہ کیا ہے جو اس سے ۶۳ھ میں سرزد ہوئیں۔ جب اُسے پتہ چلا کہ اہل مدینہ نے اس کی بیعت چھوڑ دی ہے اور اس کے خلاف بغاوت کی ہے۔ تو اس نے ان کی طرف ایک عظیم لشکر روانہ کیا اور اُسے اہل مدینہ سے جنگ کرنے کا حکم دیا۔ اس لشکر کے آنے پر باب طیبہ پر حرہ کا واقعہ پیش آیا تجھے کون بتائے کہ حرہ کا واقعہ کیا تھا۔ اس کا ذکر حسن مرہ نے کیا ہے وہ کہتا ہے خدا کی قسم اس واقعہ میں ایک آدمی بھی نہیں بچا۔ بہت سے

صحابہ اور دوسرے لوگ اس میں مارے گئے ۔ اناللہ و انا الیہ راجعون ۔
اس کے فسق پر متفق ہونے کے بعد اس بات پر ان میں اختلاف ہے کہ خاص
اس کا نام لے کر اس پر لعنت کرنا جائز ہے یا نہیں ۔ جن لوگوں نے اس پر
لعنت کو جائز قرار دیا ہے ان میں ابن جوزی بھی شامل ہے ۔ اس نے اسے
احمد وغیرہ سے نقل کیا ہے ۔ وہ اپنی کتاب ردعلی المتعصب العنید المانع
من ذم یزید میں کہتا ہے کہ مجھ سے ایک سائل نے یزید بن معاویہ کے
بارے میں دریافت کیا ۔ میں نے اُسے کہا وہ جس حال میں ہے وہی
اُس کے لیئے کافی ہے ۔ اس نے کہا کیا اس پر لعنت کرنا جائز ہے میں
نے اُسے جواب دیا کہ متقی علماء نے بھی اس پر لعنت کرنے کو جائز قرار
دیا ہے ۔ جن میں امام احمد بن حنبل بھی شامل ہیں ۔ انہوں نے یزید کے
بارے میں لعنت کا ذکر کیا ہے ۔ پھر ابن جوزی نے قاضی ابویعلی الفراء
سے روایت کی ہے کہ اس نے اپنی کتاب المعتمد الاصول میں صالح
بن احمد بن حنبل کی طرف اسناد کر کے کہا ہے کہ میں نے اپنے باپ
سے کہا کہ کچھ لوگ ہماری طرف یہ بات منسوب کرتے ہیں کہ ہم یزید
کے دوست ہیں ۔ تو آپ نے فرمایا اے بیٹے کیا کوئی اللہ تعالیٰ پر
ایمان لانے والا یزید سے دوستی رکھ سکتا ہے ۔ جس پر اللہ
تعالیٰ نے اپنی کتاب میں لعنت کی ہے ۔ وہ اس پر لعنت کیوں
نہیں کرتا ۔ میں نے عرض کیا اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں کس جگہ
یزید پر لعنت کی ہے تو آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے اپنے اس قول
میں یزید پر لعنت کی ہے ۔

فہل عسیتم ان تولیتم ان ممکن ہے کہ تم زمین پر حاکم بن کر فساد کرو

تفسدوا فی الارض و تقطعوا ارحامکم اولئک الذین لعنھم اللہ فاصمھم واعمی ابصارھم۔ اور رشتہ داریوں کو قطع کر دو۔ ایسے لوگوں پر خدا تعالٰے نے لعنت کی ہے اور ان کے کانوں کو بہرہ اور آنکھوں کو اندھا کر دیا ہے۔

کیا اس قتل سے بڑھ کر بھی کوئی فساد ہو سکتا ہے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا اے بیٹے میں اس شخص کے بارے میں کیا کہوں۔ جس پر اللہ تعالٰے نے اپنی کتاب میں لعنت فرمائی ہے۔ پھر آپ نے اس کا ذکر کیا۔

ابن جوزی کہتے ہیں کہ قاضی ابو یعلی نے ایک کتاب تصنیف کی ہے جس میں لعنت کے مستحقین کا ذکر کیا گیا ہے۔ ان میں یزید کا بھی انہوں نے ذکر کیا ہے۔ پھر ایک حدیث کو بیان کیا ہے کہ جس نے ازراہ ظلم اہل مدینہ کو خوفزدہ کیا اللہ تعالٰے اُسے خوفزدہ کرے گا اور اس پر اللہ تعالٰے، ملائکہ اور سب لوگوں کی لعنت ہو گی۔ اور اس بات میں کسی کو بھی اختلاف نہیں کہ یزید نے ایک لشکر کے ساتھ اہل مدینہ سے جنگ کی اور انہیں خوفزدہ کیا۔ جس حدیث کا انہوں نے ذکر کیا ہے اُسے مسلم نے بیان کیا ہے۔ اور اس لشکر نے بہت سوں کو قتل کیا اور فساد عظیم برپا کیا۔ لوگوں کو اسیر بنایا اور مدینہ کی بے حرمتی کی۔ اور یہ ایک مشہور بات ہے یہاں تک کہ تین سو نوجوان اور اتنے ہی صحابہ قتل ہوئے اور سات سو کے قریب قرآن کے قاری مارے گئے۔ اور کئی روز تک مدینہ کی بے حرمتی ہوتی رہی۔ اور مسجد نبوی میں نماز باجماعت نہ ہو سکی۔ اور اہل مدینہ روپوش رہے۔ کئی روز

تک مسجد نبوی میں کوئی شخص داخل نہ ہو سکا۔ یہاں تک کہ کتوں اور بھیڑیوں نے مسجد میں داخل ہو کر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے منبر پر پیشاب کیا اور یہ سب باتیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیش خبری کی تصدیق کر رہی ہیں۔ اور اس لشکر کا امیر صرف اس بات پر راضی ہوا کہ لوگ اس کے ہاتھ پر یزید کی بیعت کریں۔ اور یہ کہ وہ اس کے غلام ہیں۔ خواہ وہ انہیں بیچ دے یا آزاد کر دے بعض لوگوں نے کہا کہ ہم کتاب اللہ اور سنّت رسول پر بیعت کرتے ہیں۔ مگر انہیں قتل کر دیا گیا۔ یہ سب کچھ گذشتہ واقعہ حرہ میں ہوا۔ پھر اس کا یہ لشکر حضرت ابن زبیر سے جنگ کے لیے گیا اور ان لوگوں نے منجنیق سے کعبہ پر سنگباری کی اور اُسے آگ سے جلا دیا۔ پس ان بُری باتوں سے جو اس کے زمانے میں پیدا ہوئیں اور کونسی بات بڑی ہے اور یہ باتیں گذشتہ حدیث کا مصداق ہیں۔ کہ میری امت ہمیشہ امر خلافت میں انصاف پر قائم رہے گی۔ یہاں تک کہ بنو امیہ میں سے ایک آدمی جسے یزید کہا جائے گا۔ اُسے توڑ پھوڑ دے گا۔

دوسرے لوگ کہتے ہیں کہ اس پر لعنت کرنا جائز نہیں۔ کیونکہ ہمارے نزدیک ایسی کوئی بات ثابت نہیں ہوتی جو لعنت کی مقتضی ہو اور یہی فتویٰ امام غزالی نے دیا ہے۔ اور اس کے حق میں طویل بحث کی ہے اور یہی بات ہمارے اُئمہ کے مصرحہ قواعد کے مطابق ہے۔ کہ خاص کسی آدمی پر لعنت کرنا جائز نہیں سوائے اس کے کہ اس بات کا علم ہو کہ اس کی موت کفر پر ہوئی ہے۔ جیسے ابوجہل اور ابولہب اور جس کے بارے میں اس بات کا علم نہ ہو اس

پر لعنت کرنا جائز نہیں۔ یہاں تک کہ زندہ معین کافر پر بھی لعنت کرنا
جائز نہیں۔ کیونکہ لعنت کا مفہوم رحمت الٰہی سے دور ہونا ہے۔ جو
یا اس کو مستلزم ہے۔ یہ بات اس شخص کو کہنا مناسب ہے جس کے متعلق
یہ علم ہو کہ اس کی موت کفر پر ہوئی ہے۔ اور جس کے متعلق یہ علم نہ ہو
اس کے بارے میں ایسا کہنا درست نہیں۔ اور اگر کوئی ظاہری حالت
میں کافر ہو تو اس احتمال کے پیش نظر اس پر لعنت کرنا درست نہیں
کہ شاید اس کا خاتمہ اسلام پر ہو۔ اسی طرح انہوں نے یہ صراحت بھی
کی ہے کہ کسی معین مسلم فاسق پر بھی لعنت کرنا جائز نہیں اور جب
آپ کو اس بات کا علم ہے کہ انہوں نے یہ صراحت کی ہے تو آپ کو
اس بات کا علم ہوگا کہ انہوں نے صراحت کے ساتھ بتایا ہے کہ وہ یزید
پر لعنت کرنا جائز نہیں سمجھتے۔ اگرچہ وہ فاسق اور خبیث آدمی تھا
اور اگر ہم یہ بات تسلیم بھی کر لیں کہ اس نے حضرت حسینؑ اور آپ کے
گروہ کو قتل کرنے کا حکم دیا تھا تو بھی یہ ایک خباثت ہوگی۔ نہ یہ
کہ ایسا کرنا جائز تھا یا اس نے اسے جائز سمجھ کر کیا۔ اس نے یہ
حرکت ایک تاویل سے کی۔ اگرچہ وہ تاویل باطل تھی۔ پھر بھی اسے
فسق قرار دیا جائے گا نہ کہ کفر۔ صحیح بات یہ ہے کہ اس کی جانب
سے قتل کا حکم دینا اور اس پر اظہار خوشی کرنا ثابت نہیں۔ بلکہ اس
کی جانب سے اس کے مخالف بات بیان کی گئی ہے۔ جیسا کہ میں
پہلے بیان کر آیا ہوں۔ اور احمد نے اللہ تعالےٰ کے قول اولئک
الذین لعنھم اللّٰہ سے لعنت کے جواز کا استدلال کیا ہے اور
دوسروں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول سے کیا ہے جو

مسلم کی حدیث میں بیان ہوا ہے کہ و علیہ لعنۃ اللّٰہ والملائکۃ والناس اجمعین۔ ان دو اقوال میں خاص طور پر یزید کا نام لیکر لعنت کرنے کے جواز پر کوئی دلالت نہیں پائی جاتی اور گفتگو صرف اسی امر میں ہے کہ خاص کسی کا نام لے کر لعنت کرنے کی اجازت ہے یا نہیں۔ اور اس میں صرف لعنت کے جواز پر دلالت پائی جاتی ہے۔ کسی خاص فرد پر لعنت کرنے کا جواز اس میں موجود نہیں۔ اور یہ بات بلا نزاع جائز ہے اور پھر یہ بات بھی بیان کی گئی ہے کہ جس شخص نے حضرت حسینؑ کو قتل کیا یا آپ کے قتل کا حکم دیا یا اُسے جائز قرار دیا یا اس سے راضی ہوا۔ بغیر یزید کا نام لینے کے اس پر لعنت کرنے کے متعلق اتفاق ہے۔ جیسے کہتے ہیں کہ شراب نوش پر لعنت ہو یعنی بغیر کسی تعین کے اور یہی بات آیت اور حدیث میں بیان ہوئی ہے۔ ان میں خاص کسی کا نام لے کر لعنت کرنے سے تعرض نہیں کیا گیا بلکہ قاطع رحم اور اہل مدینہ کو خوفزدہ کرنے والے کیلئے لعنت ہے۔ متفقہ طور پر ایسا کہنا جائز ہے کہ اللہ تعالےٰ اس پر لعنت کرے جو قطع رحمی کرتا ہے اور جو ازراہِ ظلم اہل مدینہ کو خوفزدہ کرتا ہے ایسا کہنا اس لئے جائز ہے کہ اس میں کسی خاص آدمی کا نام نہیں لیا گیا۔ پس احمد وغیرہ کس طرح کسی معین مخصوص شخص پر لعنت کرنے کو جائز سمجھتے ہیں۔ جبکہ دونوں مقامات میں واضح فرق موجود ہے۔ پس واضح ہوا کہ خاص کسی کا نام لے کر لعنت کرنا جائز نہیں اور آیت اور حدیث میں لعنت کرنے پر کوئی دلالت نہیں پائی جاتی۔ پھر میں نے ابن الصلاح کو دیکھا ہے جو ہمارے اکابر ائمہ فقہاء اور محدثین میں سے

ہیں۔ ان سے پوچھا گیا کہ جو شخص یزید کو قتل حسین کا حکم دینے والا سمجھ کر اس پر لعنت کرتا ہے اس کے متعلق کیا حکم ہے۔ وہ اپنے فتاویٰ میں کہتے ہیں کہ ہمارے نزدیک یہ بات درست نہیں کہ اس نے حضرت حسین کے قتل کا حکم دیا تھا اور آپ سے قتال کا حکم دینے والا آپ کے قتل تک پہنچنے والا ہے اللہ تعالےٰ نے آپکو قابل تکریم قرار دیا ہے۔ اور درست بات یہ ہے کہ آپ کے قتل کا حکم دینے والا والئ عراق عبیداللہ بن زیاد ہے۔ جو وہاں موجود تھا۔ باقی رہا یزید کو گالی دینا یا اس پر لعنت کرنا تو یہ مومنین کی شان نہیں خواہ یہ بات درست بھی ہو کہ اس نے آپ کو قتل کیا ہے۔ یا آپ کے قتل کا حکم دیا ہے۔ اور ایک محفوظ حدیث میں آیا ہے کہ مسلمان پر لعنت کرنا اس کے قتل کے مترادف ہے۔ اور اس وجہ سے قاتل حسین کی تکفیر نہیں کی جائے گی۔ اس نے گناہ عظیم کا ارتکاب کیا ہے۔ قتل پر صرف اس قاتل کی تکفیر کی جائے گی جو کسی نبی کا قاتل ہو۔ یزید کے متعلق لوگوں کے تین گروہ ہیں ایک فرقہ اس سے محبت اور دوستی رکھتا ہے۔ دوسرا فرقہ اُسے گالیاں دیتا ہے اور اس پر لعنت کرتا ہے اور تیسرا فرقہ میانہ رو ہے۔ نہ اس سے دوستی کرتا ہے اور نہ اس پر لعنت کرتا ہے۔ اور اس سے دوسرے مسلمان بادشاہوں اور ان کے خلفائے غیر راشدین کا سا سلوک کرتا ہے۔ یہی فرقہ صحیح راہ پر ہے اور اس کا مذہب گذشتہ لوگوں کی سیرت اور شریعت مطہرہ کے اصولوں کو جاننے والوں کے مطابق ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ان کے اخیار میں سے بنائے آمین۔ یہاں ابن الصلاح کی عبارت ختم ہو جاتی ہے۔

جو کچھ میں نے ذکر کیا ہے اور "انوار"، جو ہمارے متاخرین ائمہ کی کتب میں سے ہے۔ اس کی نص یہ ہے کہ باغی نہ فاسق ہیں اور نہ کافر ہیں بلکہ وہ اپنے افعال میں خطاکار ہیں۔ اور حضرت معاویہ پر طعن کرنا جائز نہیں۔ کیونکہ وہ کبار صحابہ میں سے ہیں۔ اور یزید کی تکفیر اور اس پر لعنت کرنا بھی جائز نہیں کیونکہ وہ بھی مومنین میں سے ایک تھا۔ اب اس کا معاملہ اللہ تعالٰی کے ساتھ ہے۔ چاہے اُسے عذاب دے یا معاف کر دے۔ یہ بات امام غزالی اور متولی وغیرہ نے کہی ہے۔ امام غزالی اور دوسرے لوگوں کا کہنا ہے کہ کسی واعظ وغیرہ کے لئے قتل حسین اور اس کے واقعات اور صحابہ کے باہمی جھگڑوں کا بیان کرنا حرام ہے کیونکہ اس سے صحابہ کے متعلق بغض و طعن برانگیخت ہوتی ہے۔ حالانکہ یہ لوگ دین کے لیڈر ہیں۔ ائمہ نے ان سے دین روایتاً لیا ہے۔ اور ہم نے ائمہ سے درایتاً لیا ہے۔ پس ان پر طعن کرنے والا مطعون ہے۔ اور وہ اپنے آپ اور دین پر طعن کرنے والا ہے۔

ابن الصلاح اور نووی نے کہا ہے کہ سب صحابہ عادل ہیں اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت ایک لاکھ چودہ ہزار صحابہ تھے۔ قرآن کریم اور احادیث صحابہ کی عدالت و جلالت کو بصراحت بیان کرتی ہیں۔ اور ان کے درمیان جو واقعات رونما ہوئے۔ ان کے ذکر کی یہ کتاب متحمل نہیں ہو سکتی۔

انہوں نے قتل حسین کی روایت اور اس کے بعد ہونے والے واقعات کی حرمت کے متعلق جو کچھ بیان کیا ہے وہ میرے اس بیان کے خلاف نہیں۔ جیسے میں نے اس کتاب میں ذکر کیا ہے۔ کیونکہ

یہی وہ سچا بیان ہے جس سے صحابہ کی جلالت اور ان کے نقائص سے بُری ہونے کا اعتقاد واجب ہو جاتا ہے۔ اس کے برعکس جاہل واعظین موضوع اور جھوٹی روایات بیان کرتے ہیں۔ وضاحت، محامل اور اس حق کی توضیح بھی نہیں کرتے۔ جس کے مطابق اعتقاد ہونا چاہیئے۔ اور ہماری بیان کردہ حقیقت کے خلاف عوام الناس کو صحابہ کے بغض اور تنقیص کے درپے کر دیتے ہیں۔ جبکہ ہمارا بیان ان کی جلالت شان اور پاکیزگی نفس کی انتہا ہے۔

یزید کو اس کے بُرے اعمال کے باعث عمرؓ نے اور اس کے باپ کی قبولیت دُعا نے قطع کر کے رکھ دیا ہے۔ کیونکہ اُسے یزید کو خلیفہ بنانے پر ملامت کی گئی تو اس نے خطبہ دیتے ہوئے کہا اے اللہ میں نے تو یزید کو اس کے افعال دیکھ کر خلیفہ مقرر کیا ہے۔ پس میں نے اس کے متعلق جو امید کی ہے اُسے اس مقام تک پہنچا۔ اور اس کی مدد فرما اور اگر میں نے شفقت پدری کی وجہ سے کیا ہے اور وہ اس کا اہل نہیں ہے تو اُسے اس مقام تک پہنچنے سے پہلے موت دے دے تو اس کے ساتھ یہی ہوا۔ کیونکہ اُس کی حکومت ۶۰ھ میں قائم ہوئی اور وہ ۶۴ھ میں فوت ہو گیا۔ اس کا ایک نوجوان صالح بیٹا تھا۔ اُسے اس نے خلیفہ مقرر کیا اور وہ مرنے تک مسلسل بیمار رہا۔ وہ نہ لوگوں کے پاس آیا نہ انہیں نماز پڑھائی اور نہ ہی کسی کام میں مداخلت کی۔ اس کی مدتِ خلافت چالیس روز رہی۔ بعض اسے دو ماہ اور بعض تین ماہ قرار دیتے ہیں۔ اس کی وفات ۲۱ سال کی عمر میں ہوئی۔ بعض بیس سال کی عمر بتاتے ہیں۔ اس کی ظاہری نیکی کی ایک مثال یہ ہے کہ

جب وہ خلیفہ بنا تو اس نے منبر پر چڑھ کر کہا کہ یہ خلافت اللہ کی رسی ہے ۔ اور میرے دادا معاویہ نے اس شخص سے خلافت کا جھگڑا کیا جو اس سے اس کا زیادہ حقدار تھا ۔ یعنی حضرت علی بن ابی طالب اور جو سلوک وہ تم سے کرتا رہا ہے تم اُسے جانتے ہو ۔ یہاں تک کہ موت نے اُسے آلیا ۔ اور وہ اپنی قبر میں اپنے گناہوں کا قیدی ہو گیا ہے پھر میرے باپ نے خلافت سنبھالی اور وہ اس کا اہل نہیں تھا اور اس نے دخترِ رسول کے بیٹے سے جھگڑا کیا اور اس کی زندگی ختم کر دی ۔ اور اس کی اپنی اولاد بھی تباہ ہو گئی ۔ اور وہ اپنی قبر میں اپنے گناہوں کا قیدی ہو گیا ۔ پھر اس نے رو کر کہا جو بات ہم پر سب سے زیادہ گراں ہے وہ یہ کہ ہمیں اس کے بُرے انجام کا علم ہے ۔ اس نے عترتِ رسول کو قتل کیا اور شراب کو جائز قرار دیا اور کعبہ کو ویران کیا ۔ میں نے خلافت کا مزہ نہیں چکھا اور نہ ہی اُس کی تلخیوں کو گلے کا ہار بنانا چاہتا ہوں ۔ اپنے معاملہ کو تم خود سمجھو ۔ خدا کی قسم اگر دنیا کوئی اچھی چیز ہے تو ہم نے اس سے اپنا حصہ حاصل کر لیا ہے اور اور اگر بُری چیز ہے تو ابوسفیان کی اولاد کے لئے وہی کافی ہے جو اس نے حاصل کر لیا ہے ۔ پھر وہ اپنے گھر میں بیٹھ کر چھپ گیا اور چالیس روز کے بعد فوت ہو گیا ۔ جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے کہ اللہ اس پر رحمت کرے وہ اپنے باپ سے زیادہ انصاف پسند تھا ۔ اس نے بتا دیا کہ خلافت اس کے اہل کو ملنی چاہیئے جیسے خلیفہ راشد حضرت عمر بن عبدالعزیز بن مروان نے بتایا تھا ۔ آپ کے متعلق پہلے بیان ہو چکا ہے ۔ کہ آپ نے یزید کو امیر المومنین کہنے پر ایک آدمی کو بیس کوڑے

مارے تھے۔ آپ کے عظیم عدل و انصاف، اچھے احوال اور کارناموں کے باعث سفیان ثوری نے کہا ہے۔ جیسے ابو داؤد نے اپنی سنن میں بیان کیا ہے کہ خلفائے راشدین پانچ ہیں۔ حضرت ابو بکر، حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت علی اور حضرت عمر بن عبد العزیز۔ حضرت حسن اور ابن زبیر کو باوجود صلاحیت کے ان میں شمار نہیں کیا گیا۔ اس سے قبل یہ نص بیان ہو چکی ہے کہ حضرت حسن بھی ان میں سے ہیں۔ ان کا شمار خلفائے راشدین میں اس لئے نہیں کیا گیا کہ حضرت حسن کی مدت خلافت بہت مختصر تھی۔ پھر جس طرح حضرت عمر بن عبد العزیز کے ہاتھ پر امت کا اجتماع ہوا اور ان کا حکم نافذ ہوا اس طرح ان دونوں کے ہاتھ پر نہیں ہوا۔

ابن المسیب کہتے ہیں کہ خلفاء تین ہیں۔ حضرت ابو بکر، حضرت عمر اور عمر۔ حبیب نے انہیں کہا حضرت ابو بکر اور حضرت عمر کو تو ہم جانتے ہیں۔ عمر کون ہے۔ انہوں نے جواب دیا اگر تو زندہ رہا تو تجھے اس کا علم ہو جائے گا اور اگر تو مر گیا تو وہ تیرے بعد ہو گا حالانکہ ابن المسیب عمر کی خلافت سے پہلے فوت ہو گئے تھے۔ ظاہر ہے کہ انہیں یہ بات بعض صحابہ نے بتائی تھی جنہیں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا تھا۔ اور صحابہ آپ کے بعد بکثرت تھے۔ جیسے حضرت ابو ہریرہ اور حضرت حذیفہ۔

اسی طرح یہ بھی کہا جاتا ہے کہ حضرت عمر نے عمر کے متعلق خوشخبری دی تھی۔ اس کا بیان ابھی آئے گا۔ کئی طرق سے یہ بات بیان ہوئی ہے کہ آپ کے ایام خلافت میں بھیڑیے، بھیڑوں کے ساتھ

چرتے تھے۔ جس رات آپ کی وفات ہوئی اسی رات بھیڑیوں نے بھیڑوں
پر حملہ کیا۔ آپ کی ماں بنت عاصم بن عمر بن الخطاب تھیں۔ آپ اُسے
بشارت دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ میری اولاد میں سے ایک آدمی ہوگا
جس کے چہرے پر زخم کا نشان ہوگا۔ وہ زمین کو عدل وانصاف سے
بھر دے گا۔ ترمذی نے اپنی تاریخ میں بیان کیا ہے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز
کے چہرے پر ایک زخم کا نشان تھا۔ آپ کو بچپن میں ایک چوپائے نے
پیشانی پر مارا تھا۔ آپ کے والد خون پونچھتے جاتے تھے اور کہتے تھے اگر تو
ہی بنی امیہ کا زخم خوردہ آدمی ہے تو اپنے باپ کے خیال کو سچ کر دکھا۔
ابن سعد نے بیان کیا ہے کہ حضرت عمر بن الخطاب نے فرمایا
کاش میں جانتا کہ میرے بیٹوں میں سے کون صاحب سنن ہوگا جو زمین
کو عدل وانصاف سے بھر دے گا۔ جیسے کہ وہ ظلم سے بھری ہوئی ہے
حضرت ابن عمر نے بیان کیا ہے کہ ہم کہا کرتے تھے کہ دنیا
اس وقت تک ختم نہ ہوگی جب تک آل عمر میں سے کوئی آدمی خلیفہ
نہ بنے گا۔ جو حضرت عمر کی طرح کام کرے گا۔ بلال بن عبداللہ بن عمر
کے چہرے پر ایک تل تھا۔ لوگ اُسے وہ آدمی خیال کیا کرتے تھے۔
یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ عمر بن عبدالعزیز کو لے آیا۔
بیہقی وغیرہ نے کئی طرق سے حضرت انس سے بیان کیا ہے
وہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد
اس نوجوان (عمر بن عبدالعزیز) سے بہتر آدمی کے پیچھے نماز نہیں پڑھی
آپ ولید بن عبدالملک کی طرف سے مدینہ کے امیر تھے ان
نے جب اپنے والد کے عہد کے مطابق آپ کو خلیفہ مقرر کیا تو آپ ۸۶ھ

سے لے کر ۱۰۳ھ تک خلیفہ رہے۔ ابن عساکر نے ابراہیم بن ابی عیلہ سے بیان کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ ہم عید کے روز حضرت عمر بن عبدالعزیز کے ہاں گئے۔ لوگ آپ کو سلام کر کے کہتے تھے اے امیرالمومنین اللہ تعالیٰ نے ہمیں اور آپ کو قبول فرمائے۔ آپ انہیں جواب دے رہے تھے اور میرا انہیں مناتے تھے۔ متاخرین میں سے بعض حفاظ فقہاء نے کہا ہے کہ یہ بات عید سال اور مہینے کو مبارک باد کہنے کا اچھا اصل ہے اور آپ جیسا کہ کسی نے کہا ہے علم اور دین کا ظرف اور ہدایت اور حق کے امام تھے۔ جیسا کہ آپ کے مناقب جلیلہ شاندار کارناموں اور قیمتی احوال سے معلوم ہوتا ہے۔ جن میں سے بہت سوں کا ذکر ابن نعیم اور ابن عساکر وغیرہ نے کیا ہے۔ اگر طوالت کا خوف نہ ہوتا تو میں ان میں سے بکثرت روشن کارناموں کا ذکر کرتا لیکن میں نے جو بات اشارۃً کہی ہے۔ وہی کافی ہے۔

اب ہم اس کتاب کو ایک نفیس حکایت پر ختم کرتے ہیں جس میں عجیب و غریب فوائد ہیں۔ اور وہ یہ ہے کہ ابونعیم نے سند صحیح سے رباح بن عبیدہ سے بیان کیا ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز نماز کے لئے نکلے اور ایک بوڑھا آپ کے ہاتھ پر ٹیک لگائے ہوئے تھا۔ میں نے اپنے دل میں کہا کہ یہ بوڑھا بڑا سنگدل ہے۔ جب آپ نماز پڑھ چکے اور گھر آئے تو میں نے ساتھ مل کر کہا اللہ تعالیٰ امیر کو اس بوڑھے سے سلامت رکھے جو آپ کے ہاتھ پر ٹیک لگائے ہوئے تھا۔ آپ نے فرمایا اے رباح تو نے اُسے دیکھا ہے؟ میں نے جواب دیا ہاں! فرمایا میں تجھے ایک صالح آدمی خیال کرتا ہوں۔ یہ میرا بھائی خضر تھا۔

جو میرے پاس آیا تھا اور اس نے مجھے بتایا ہے کہ میں عنقریب اس اُمّت کے معاملہ کا حاکم بنوں گا۔ اور میں اس میں تیری مدد کروں گا۔

رحمہ اللہ و رضی اللہ عنہ [۱]

---

[۱] نووی نے تہذیب الاسماء میں ذکر کیا ہے کہ اکثر علماء کے نزدیک حضرت خضر ہم میں زندہ موجود ہیں۔ اور یہ بات اہل صلاح اور صوفیہ کے نزدیک متفقہ ہے اور اس بارے میں ان کے دیکھنے، ان سے ملنے، ان سے علم حاصل کرنے اور ان سے سوال و جواب کرنے کی بہت سی حکایات موجود ہیں۔ مقدس مقامات پر ان کے وجود کا پایا جانا شمار و قطار سے زیادہ اور بیان کرنے سے زیادہ مشہور ہے۔ انہوں نے بیان کیا ہے کہ ابن الصلاح نے فتویٰ دیا ہے کہ حضرت خضر جمہور علماء صالحین اور عوام کے نزدیک ان کے ساتھ زندہ موجود ہیں۔ اور ابو اسحٰق ثعلبی نے کہا ہے کہ حضرت خضر جمیع اقوال کے مطابق عمر رسیدہ نبی اور نگاہوں سے پوشیدہ ہیں۔ اور حضرت عمر بن عبد العزیز کے ساتھ حضرت خضر کی ملاقات کا ذکر ابن حجر عسقلانی نے اصابہ میں کیا ہے۔ اور ایک روایت میں بھی جسے ابو نعیم نے حلیہ میں حضرت عمر بن عبد العزیز کے حالات میں بیان کیا ہے۔ اس روایت کو ابو عروبہ حرانی نے اپنی تاریخ میں بھی بیان کیا ہے اور یعقوب بن سفیان نے یہ بات ایسی سند سے بیان کی ہے۔ جس کے بارے میں ابن حجر نے کہا ہے کہ اس باب میں جن اسناد پر میں مطلع ہوا ہوں یہ ان سب سے بہتر ہے۔ اور بیان کیا ہے کہ حافظ عراقی نے ان کی عدم حیات کے قول سے رجوع کر لیا ہے۔ اور اس نے ان لوگوں کو پایا ہے جو ان سے ملاقات کرتے ہیں۔ ان میں علم الدین بساطی مالکی ہیں۔ جو ظاہر کے زمانے میں رتوق میں مالکیوں کے قاضی تھے۔ اور حافظ نے ایک رسالہ لکھا ہے جس کا نام الروض النضر بنبا الخضر ہے اس میں بھی آپ کی حیات کی طرف میلان کا اظہار کیا گیا ہے۔

میں اللہ تعالےٰ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ مجھے اپنے صالح بندوں اولیائے عارفین اور مقربین احباب میں شامل فرمائے۔ اور انہی کی محبت پر موت دے اور ان کے زمرہ میں میرا حشر کرے اور مجھے ہمیشہ آل محمد اور آپ کے صحابہ کی خدمت کی توفیق دے۔ اور مجھ پر اپنی محبت اور رضامندی کا احسان فرمائے اور مجھے اہلسنّت کے باعمل ہادی اور مہدی ائمہ، علماء، حکماء اور لیڈروں میں سے بنائے وہ اکرم، کریم اور ارحم رحیم ہے۔

ودعواهم فيها سبحانك اللهم وتحيتهم فيها سلام، وآخر دعواهم ان الحمد لله رب العالمين۔ سبحان ربك رب العزة عما يصفون، وسلام على المرسلين والحمد لله رب العالمين۔ والحمد لله الذى هدانا لهذا وما كنا لنهتدى لولا ان هدانا الله، والحمد لله اولاً وآخراً وظاهراً وباطناً سراً وعلناً، يا ربنا لك الحمد كما ينبغى لجلال وجهك وعظيم سلطانك، حمداً طيباً كثيراً مباركاً فيه ملئ السموات وملئ الارض وملئ ما شئت من شئ بعد اهل الثناء والمجد احق ما قال العبد وكلنا لك عبد، لا مانع لما اعطيت ولا معطى لما منعت ولا ينفع ذا الجد منك الجد والصلوٰة والسلام التامان الاكملان، على اشرف خلقك سيدنا محمد وعلى آله واصحابه وازواجه وذرياته عدد خلقك ورضاء نفسك وزنة عرشك ومداد كلماتك، كلما ذكرك وذكره الذاكرون وغفل عن ذكرك وذكره الغافلون۔

تتمہ

جب میں اس کتاب یعنی صواعق محرقہ کی تالیف سے فارغ ہوا تو میں نے چودہ سال بعد دیکھا کہ مجھے اس کے بے شمار مقامات کو منسوخ کرنا پڑے گا۔ اور اہل بیت کے مناقب میں ایک کتاب دور دراز کے ممالک جیسے مغرب اقصیٰ، ماوراء النہر، سمرقند، بخارہ، کشمیر، ہندوستان اور یمن وغیرہ تک نقل کی گئی ہے۔ اس میں حافظ سخاوی جو ہمارے معاصر مشائخ میں سے ہیں کے بیانات سے کچھ زائد باتیں بیان کی گئی ہیں۔ ان زائد باتوں کو قلت کے باعث منسوخ عبارات کے حواشی کے ساتھ شامل کیا جا سکتا تھا۔ لیکن ان کے متفرق ہونے کی وجہ سے یہ امر مشکل تھا پس میں نے ارادہ کیا کہ خلاصہ معہ زائد باتوں کے کچھ اوراق میں لکھدوں۔ اگر میں انہیں الگ کردوں تو وہ ان کے کثیر کارناموں پر آگاہی کے لئے کافی ہوں گے۔ اور اگر میں انہیں اس کتاب کے ساتھ شامل کردوں تو یہ ایک تاکیدی بات اور دوسری کوشش ہوگی۔

پس میں کہتا ہوں کہ مؤلف نے اس کتاب کے خطبہ میں حافظ محب طبری کی ذخائر العقبیٰ فی مناقب ذوی القربیٰ کی بعض کوتاہیوں کیطرف اشارہ کیا ہے کہ اس میں ضعیف روایات کے علاوہ بہت سی موضوع اور منکر روایات بھی ہیں پھر وہ اپنے شیخ حافظ عسقلانی سے نقل کرتے ہیں۔ انہوں نے حافظ محب طبری کے متعلق کہا ہے کہ وہ حدیث کے انتساب میں بہت وہمی ہیں۔ حالانکہ ان کے زمانے میں ان کا کوئی مثل نہ تھا پھر

جب میں اس کتاب یعنی صواعق محرقہ کی تالیف سے فارغ ہوا تو میں نے چودہ سال بعد دیکھا کہ مجھے اس کے بے شمار مقامات کو منسوخ کرنا پڑے گا۔ اور اہل بیت کے مناقب میں ایک کتاب دور دراز کے ممالک جیسے مغرب اقصیٰ، ماوراء النہر، سمرقند، بخارہ، کشمیر، ہندوستان اور یمن وغیرہ تک نقل کی گئی ہے۔ اس میں حافظ سخاوی جو ہمارے معاصر مشائخ میں سے ہیں کے بیانات سے کچھ زائد باتیں بیان کی گئی ہیں۔ ان زائد باتوں کو قلت کے باعث منسوخ عبارات کے تواتر کے ساتھ شامل کیا جا سکتا تھا۔ لیکن ان کے متفرق ہونے کی وجہ سے یہ امر مشکل تھا پس میں نے ارادہ کیا کہ خلاصہ معہ زائد باتوں کے کچھ اوراق میں لکھ دوں۔ اگر میں انہیں الگ کر دوں تو وہ ان کے کثیر کارناموں پر آگاہی کے لئے کافی ہوں گے۔ اور اگر میں انہیں اس کتاب کے ساتھ شامل کر دوں تو یہ ایک تاکیدی بات اور دوسری کوشش ہو گی۔

پس میں کہتا ہوں کہ مؤلف نے اس کتاب کے خطبہ میں حافظ محب طبری کی ذخائر العقبیٰ فی مناقب ذوی القربیٰ کی بعض کوتاہیوں کیطرف اشارہ کیا ہے کہ اس میں ضعیف روایات کے علاوہ بہت سی موضوع اور منکر روایات بھی ہیں پھر وہ اپنے شیخ حافظ عسقلانی سے نقل کرتے ہیں۔ انہوں نے حافظ محب طبری کے متعلق کہا ہے کہ وہ حدیث کے انتساب میں بہت وہمی ہیں۔ حالانکہ ان کے زمانے میں ان کا کوئی مثل نہ تھا پھر

انہوں نے فروع بنی ہاشم اور فروع بنی مطلب کے متعلق ایک مقدمہ لکھا ہے۔ جس کے بیان کی ہمیں اس جگہ کوئی حاجت نہیں۔ کیونکہ اس کا اکثر حصہ مشہور و معروف ہے۔ کیونکہ اصل غرض ان باتوں کا اظہار کرنا ہے۔ جو اہل بیت سے مخصوص ہیں۔ جس کے کئی باب ہیں۔

باب ۱

اہل بیت کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وصیت

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے لوگو اس بات سے آگاہ رہو کہ میرے اہل بیت جن کی طرف میں پناہ لیتا ہوں میرا ظاہر ہیں اور انصار میرا باطن ہیں۔ پس ان کے برے آدمی سے درگذر کرو۔ اور ان کے محسن سے قبول کرو۔ یہ حدیث حسن ہے

دوسری روایت میں ہے کہ میرا ظاہر اور باطن میرے اہل بیت اور انصار ہیں۔ ان کے محسن سے قبول اور ان کے برے آدمی سے درگذر کرو۔ اس حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ یہ لوگ میری جماعت اور صحابہ ہیں۔ جن پر مجھے اعتماد ہے۔ اور جنہیں میں اپنے اسرار سے اطلاع دیتا ہوں۔ اور ان پر بھروسہ کرتا ہوں۔ یہ بات حد درجہ کی مہربانی اور وصیت کی آئینہ دار ہے۔ آپ کا یہ فرمان کہ ان کے برے آدمی سے درگذر کرو۔ اس کا مفہوم یہ ہے کہ ان کی لغزشوں کو معاف کر دو۔ جیسے کہ حدیث میں آیا ہے کہ صاحبان اقتدار کی غلطیوں سے درگذر کرو۔

حضرت ابن عباس سے بروایت صحیح بیان کیا گیا ہے۔ کہ آپ نے قول "قل لا اسئلکم علیہ اجراً الا المودۃ فی القربیٰ" کی تفسیر

یہ کی ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو قریش کے تمام بطون سے رشتہ ولادت وقرابت ہے ۔ یعنی اگر تم میری لائی ہوئی تعلیم پر ایمان نہیں لاتے اور اس پر میرا پیچھا کرتے ہو تو میں تم سے کوئی مال طلب نہیں کرتا ۔ میں تم سے صرف یہ مطالبہ کرتا ہوں کہ میرے اور تمہارے درمیان جو قرابت پائی جاتی ہے ۔ اس کا خیال رکھو ۔ پس مجھے ایذا نہ دو ۔ اور میرے رحمی تعلق کی وجہ سے لوگوں کو مجھ سے متنفر نہ کرو ۔ جبکہ تم لوگ جاہلیت میں صلہ رحمی کرتے تھے اور دوسرے عربوں کو مدد کے لئے نہ پکارتے تھے ۔ میرا لحاظ اور نصرت تو تمہیں بدرجہ اولیٰ کرنی چاہیئے ۔ آپ کے شاگردوں اور دوسرے لوگوں نے بھی اس قول میں آپ کی پیروی کی ہے ۔ مگر آپ کے سب سے جلیل القدر شاگرد امام سعید بن جبیر نے آپ کی مخالفت کی ہے اور آپ کی موجودگی میں اس آیت کی یہ تفسیر کی کہ آیت قل لا اسئلکم سے مراد یہ ہے کہ اے لوگو میں پیغام رسالت کے ابلاغ پر تم سے مال کا مطالبہ نہیں کرتا ۔ میرا آپ سے صرف یہ سوال ہے کہ آپ لوگ میری قرابت کا خیال رکھیں اور مجھ سے محبت رکھیں ۔ اس کے باوجود ابن جبیر پہلی بیان کردہ تفسیر کے مطابق بھی تفسیر کرتے تھے ۔ اور یہی بات ثابت ہے کیونکہ یہ دونوں صورتوں کے مناسب ہے لیکن پہلی وجہ مؤید ہے ۔ کیونکہ یہ سورۃ مکی ہے ۔ اور حضرت ابن عباس نے حضرت ابن جبیر کی تفسیر کی تردید کی ہے ۔ اور اس کی طرف رجوع نہیں کیا اور ایک ضعیف طریق سے یہ روایت بھی آئی تھی کہ حضرت ابن عباس نے بھی ابن جبیر والی تفسیر کی ہے ۔ اور اسے

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف مرفوع کر کے بیان کیا ہے۔ کہ صحابہ نے نزول آیت کے وقت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا۔ یا رسول اللہ آپ کے وہ کون سے قرابتدار ہیں۔ جن کی محبت ہم پر واجب ہے۔ فرمایا علی، فاطمہ اور ان کے دونوں بیٹے۔

اسی طرح ایک ضعیف طریق سے یہ روایت بھی آئی ہے لیکن اس کا شاہد مختصر صحیح بھی موجود ہے۔ کہ اس آیت کے نزول کا سبب یہ ہے کہ انصار نے اسلام میں اپنے شاندار کاموں کی وجہ سے قریش پر اظہار فخر کیا تو حضور علیہ السلام ان کے پاس تشریف لائے اور فرمایا کیا تم ذلیل نہ تھے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے میرے طفیل تمہیں معزز بنایا۔ انہوں جواب دیا۔ ہاں یا رسول اللہ فرمایا کیا تم نہیں کہتے کہ کیا آپ کو آپ کی قوم نے گھر سے نہیں نکالا اور ہم نے آپ کو پناہ دی۔ کیا انہوں نے آپ کو بے یار و مددگار نہیں چھوڑا۔ اور ہم نے آپ کی مدد کی۔ آپ مسلسل یہ باتیں ان سے کہتے رہے۔ یہاں تک کہ وہ گھٹنوں کے بل بیٹھ گئے اور کہنے لگے کہ ہمارے اموال اور جو کچھ ہمارے پاس ہے۔ وہ اللہ اور اس کے رسول کے لئے ہی ہے تو یہ آیت نازل ہوئی۔

اسی طرح ایک اور ضعیف روایت میں ہے کہ اس آیت کا سبب نزول یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ تشریف لائے تو آپ مصائب کا شکار اور خالی ہاتھ تھے۔ تو انصار نے آپ کے لئے مال جمع کیا اور کہا یا رسول اللہ آپ ہمارے بھانجے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں آپ کے ذریعہ ہدایت دی ہے۔ اور آپ مصائب سے دوچار ہیں۔ اور آپ کو مالی وسعت بھی حاصل نہیں

اس لئے ہم نے آپ کے لیئے اموال جمع کر دئیے ہیں ۔ جن سے آپ مصائب کے مقابل مدد حاصل کر سکتے ہیں تو یہ آیت نازل ہوئی ۔

صحیح روایت میں آپ کے بھانجے ہونے کا ذکر آیا ہے کیونکہ عبد المطلب کی والدہ بنو نجار میں سے تھیں اور ایک حدیث حسن میں ہے کہ ہر نبی کا ترکہ اور جاگیر ہوتی ہے ۔ اور میرا ترکہ اور جاگیر انصار ہیں پس ان کے بارے میں میرا لحاظ رکھنا اور ابن جبیر کی بیان کردہ تفسیر کہ یہ آیت آل کے متعلق نازل ہوئی ہے ۔ کی تائید حضرت علی کی روایت سے ہوتی ہے کہ آپ نے فرمایا ہے کہ ہمارے رشتہ کے متعلق آیت نازل ہوئی ہے ۔ کہ ہر مومن ہماری مودت کا لحاظ رکھتا ہے پھر آپ نے اس آیت کو پڑھا ۔ حضرت زین العابدین سے بھی ایک ایسی ہی روایت بیان ہوئی ہے کہ جب آپ کے والد حضرت حسین شہید ہو گئے ۔ اور آپ کو قیدی بنا کر لایا گیا اور دمشق میں ٹھہرائے گئے تو ایک شامی نے آپ سے کہا خدا کا شکر ہے جس نے تمہیں مارا اور تمہاری جڑھ نکال دی اور فتنہ کے سینگ کو کاٹ کر رکھ دیا تو آپ نے فرمایا ۔ کیا تم نے قرآن پڑھا ہے ۔ اس نے اثبات میں جواب دیا تو آپ نے اُسے وضاحت سے بتایا کہ یہ آیت ہمارے بارے میں ہے ۔ اور ہم ہی قرابتدار ہیں ۔ اس نے کہا آپ وہ قرابتدار ہیں آپ نے جواب دیا ہاں ! اسے طبرانی نے بیان کیا ہے ۔

دولابی نے بیان کیا ہے کہ حضرت حسن نے ایک خطبہ میں فرمایا کہ میں ان اہلبیت میں سے ہوں ۔ جن سے محبت کرنا اللہ تعالیٰ نے ہر مسلمان پر فرض قرار دیا ہے ۔ اللہ تعالے نے ہمارے نبی

صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا ہے ان لوگوں سے کہہ دیجئے کہ میں تم سے سوائے قرابتداروں کی محبت کے اور کسی اجر کا مطالبہ نہیں کرتا اور جو نیکی کرے گا۔ ہم اس کے لئے نیکی کو مزید خوبصورت بنا دیں گے۔ نیکی کرنے سے مراد ہم اہل بیت سے محبت کرنا ہے۔

محب طبری ایک روایت لائے ہیں کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالےٰ نے تم پر جو میرا اجر مقرر کیا ہے۔ وہ میرے اہل بیت سے محبت کرنا ہے۔ اور میں کل تم سے ان کے بارے میں دریافت کروں گا۔ اور متعدد احادیث میں اہل بیت کے متعلق صریح وصیت آئی ہے ان میں سے ایک حدیث یہ بھی ہے کہ میں تم لوگوں میں دو چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں جب تک تم ان سے تمسک کرو گے میرے بعد کبھی گمراہ نہ ہو گے۔ ان دونوں میں سے ایک دوسری سے بڑی ہے۔ کتاب اللہ خدا کی وہ رسّی ہے جو آسمان سے زمین تک لمبی ہے۔ اور میرے اہل بیت اور یہ دونوں حوض کوثر تک ایک دوسرے سے جدا نہ ہوں گے۔ دیکھنا میرے بعد ان کے متعلق تم کس طرح میری نیابت کرتے ہو۔ ترمذی نے اس حدیث کو حسن غریب کہا ہے دوسرے لوگوں نے بھی اس روایت کو بیان کیا ہے۔ لیکن ابن جوزی کا اسے العلل المتناہیہ میں بیان کرنا درست نہیں اور یہ درست ہو بھی کیسے سکتا ہے اور صحیح مسلم وغیرہ میں ہے کہ آپ نے ایک ماہ وفات سے پہلے حجۃ الوداع سے واپسی کے وقت رابغ کے قریب اپنے خطبہ میں فرمایا کہ میں تم میں دو چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں۔ ان میں ایک کتاب اللہ ہے جس میں نور و ہدایت

ہے پھر فرمایا دوسرے میرے اہل بیت ہیں۔ میں اپنے اہل بیت کے متعلق تمہیں اللہ تعالےٰ کو یاد دلاتا ہوں۔ یہ بات آپ نے تین بار فرمائی۔ اس حدیث کے راوی زید بن ارقم سے پوچھا گیا۔ آپ کے اہل بیت کون ہیں۔ کیا آپ کی بیویاں اہل بیت میں سے نہیں۔ انہوں نے کہا آپ کی بیویاں آپ کے اہل بیت میں سے ہیں۔ لیکن آپ کے اہل بیت وہ ہیں جن پر آپ کے بعد صدقہ حرام ہے۔ دریافت کیا گیا وہ کون ہیں۔ انہوں نے کہا وہ آل علی، آل عقیل، آل جعفر اور آلِ عباس رضی اللہ عنہم ہے۔ دریافت کیا گیا ان سب پر صدقہ حرام ہے فرمایا، ہاں!

ایک صحیح روایت میں ہے کہ گویا مجھے بلایا گیا اور میں نے جواب دیا کہ میں تم میں دو چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں ایک دوسرے سے بڑھ کر ہے۔ کتاب اللہ اور میرا خاندان دیکھنا ان کے بارے میں تم میری کیسی نیابت کرتے ہو۔ وہ حوض کوثر تک کبھی آپس میں جدا نہ ہوں گے۔ ایک روایت میں ہے کہ وہ دونوں حوض کوثر پہ وارد ہونے تک کبھی جدا نہ ہوں گے۔ میں نے اپنے رب سے ان دونوں کے بارے میں یہ دعا کی ہے۔ پس ان دونوں سے پیشقدمی نہ کرو۔ ورنہ ہلاک ہو جاؤ گے اور نہ کوتاہی کرو ورنہ ہلاک ہو گے اور انہیں سکھانے کی کوشش نہ کرو۔ وہ تم لوگوں سے زیادہ عالم ہیں۔ یہ حدیث متعدد طرق سے بیس سے زیادہ صحابہ سے مروی ہے۔ ہم نے اسکو تفصیل کے ساتھ ضرورت کے مطابق بیان کیا ہے۔

ایک دوسری روایت میں ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ

وسلم نے یہ جو فرمایا ہے کہ میرے اہل بیت کے بارے میں میری نیابت کرنا۔ اور پھر دونوں چیزوں کا نام ثقلین رکھا ہے۔ یہ ان کی عظمت شان کو بڑھانے کے لئے فرمایا ہے کیونکہ ہر شرف اور شان والی چیز کو ثقل کہا جاتا ہے یا اس لئے انہیں ثقل کہا ہے۔ کہ اللہ نے ان کے حقوق کی ادائیگی کو بہت عظمت کا کام قرار دیا ہے۔ اسی سے اللہ تعالٰے کا یہ قول بھی ہے کہ انا سنلقی علیك قولاً ثقیلاً، یعنی یہ قول بڑی شان اور اہمیت کا حامل ہے۔ کیونکہ اس کی ادائیگی بڑی دقت اور مشکل سے ہوتی ہے۔ پھر جن و انس کو بھی ثقلین کہا جاتا ہے۔ اس لیئے کہ انہیں زمین کے دو حصے اور دیگر حیوانات پر ممتاز ہونے کا اختصاص حاصل ہے۔

ان احادیث میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا بالخصوص یہ فرمان کہ تم ان کے بارے میں میری نیابت کیسے کرتے ہو۔ اور یہ کہ میں تمہیں اپنے خاندان کے متعلق اچھائی کی وصیت کرتا ہوں اور یہ کہ اپنے اہل بیت کے متعلق تمہیں اللہ تعالٰے کی یاد دلاتا ہوں۔ ان کی مودت ان سے حسن سلوک ان کے اکرام واحترام اور ان کے واجب اور مندوب حقوق کی ادائیگی پر زبردست ترغیب دلاتے ہیں اور ایسا کیوں نہ ہو کہ وہ روئے زمین پر فخر، حسب اور نسب کے لحاظ سے سب سے معزز گھرانہ ہے۔ اور خصوصاً اس صورت میں جب وہ سنت نبویہ کے پیروکار ہوں۔ جیسے کہ ان کے اسلاف حضرت ابن عباس، حضرت علی، حضرت عقیل، حضرت جعفر اور ان سب کی اولاد تھی۔ اور حضور علیہ السلام کا یہ فرمان کہ ان سے پیشقدمی نہ کرو

اور نہ ہی ان کے حقوق میں کوتاہی کرو اور نہ انہیں کچھ سکھانے کی کوشش کرو۔ کیونکہ وہ تم سے زیادہ عالم ہیں۔ اس بات کی دلیل ہے کہ ان میں جو شخص مراتب عالیہ اور دینی کاموں کے اہل ہو اس پر کسی دوسرے کو مقدم نہ کرو۔ اور یہ تصریح تمام قریش کے متعلق ہے۔ جیسا کہ ان احادیث میں بیان ہو چکا ہے۔ جو قریش کے بارے میں آئی ہیں۔ اور جب یہ بات تمام قریش کے لیے ثابت ہے تو اہل بیت نبوی اپنے فضل و امتیاز کے لحاظ سے سب سے زیادہ اس بات کے حقدار ہیں۔ اور زید بن ارقم کے حوالے سے پہلے بیان ہو چکا ہے۔ کہ آپ کی بیویاں بھی آپ کے اہل بیت میں سے ہیں۔ لیکن ان کے قول سے یہ بات مفہوم ہوتی ہے کہ وہ اخص معنوں کو چھوڑ کر اعم معنوں میں اہل بیت ہیں۔ اور اخص مفہوم میں۔ وہ لوگ ہیں۔ جن پر صدقہ حرام ہے۔ اس کی تائید مسلم کی ایک حدیث سے ہوتی ہے۔ کہ حضور علیہ السلام ایک صبح کو دھاریدار چادر جو سیاہ بالوں سے بنی ہوئی تھی لے کر نکلے، حضرت حسن آئے تو آپ نے انہیں چادر کے اندر داخل کر لیا پھر حضرت حسین کو پھر حضرت فاطمہ اور حضرت علی کو۔ پھر فرمایا انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت ویطھرکم تطھیرا،

ایک روایت میں ہے کہ اے اللہ یہ میرے اہل بیت ہیں اور ایک دوسری روایت میں ہے کہ حضرت ام سلمہ نے ان کیساتھ داخل ہونا چاہا تو آپ نے انہیں منع کرنے کے بعد فرمایا تو تو بھلائی پر ہے۔ اور ایک دوسری روایت میں ہے کہ حضرت ام سلمہ نے حضور علیہ السلام سے عرض کیا یا رسول اللہ میں بھی ان کے ساتھ شامل ہو

جاؤں تو آپ نے فرمایا تُو تو عام اہل بیت میں سے ہے۔ اس کی دلیل دوسری روایت میں ہے کہ حضرت اُم سلمہ نے عرض کیا یا رسول اللہ میری کیا حیثیت ہے فرمایا تو میرے اہل بیت میں سے ہے یہی بات حضور علیہ السلام نے حضرت واثلہ سے اس وقت فرمائی۔ جب انہوں نے اپنے بارے میں استفسار کیا۔ روایت ہے کہ آپ نے حضرت علی سے فرمایا کہ سلمان ہم اہل بیت میں سے ہے۔ اور یہ صحیح بات ہے پس آپ انہیں اپنے لئے اختیار کریں اور انہیں صدق صحبت، قرب عظیم اور دوستی کی وجہ سے اہل بیت میں شمار کریں۔ اور سند میں ہے کہ یہ سب مسلم کی روایت کے علاوہ ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ اسامہ ناظہر البطن ہم اہل بیت میں سے ہے۔ احمد نے ابو سعید خدری سے بیان کیا ہے کہ یہ آیت حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت علی، حضرت فاطمہ اور ان کے دونوں بیٹوں کے بارہ میں نازل ہوئی ہے۔ اسی طرح حضور علیہ السلام نے چادر میں اپنے چچا عباس اور ان کے بیٹوں کو بھی شامل کیا اور عرض کیا اے اللہ یہ میرے چچا اور میرے باپ کے مماثل ہیں اور یہ میرے اہل بیت ہیں۔ انہیں اسی طرح آگ سے بچائیو۔ جس طرح میں نے انہیں اپنی چادر میں چھپا لیا ہے۔

اور مسلم کی حدیث اس سے زیادہ صحیح ہے۔ اور اس میں حضرت عباس اور آپ کے بیٹوں والی مذکورہ حدیث کے برخلاف دوسرے لوگوں کو بھی اہل بیت قرار دیا گیا ہے۔ جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے۔ کہ اس کے دو اطلاق ہیں۔ ایک عام معنوں میں جو کبھی تمام آل اور زوجات اور محبت و دوستی میں صادق آدمیوں کو بھی شامل ہوتا ہے۔ دوسرا

خاص معنوں میں اور یہ اطلاق ان لوگوں پر ہوتا ہے جن کا ذکر مسلم کی حدیث میں آیا ہے۔ اور اس کی صراحت حضرت حسن نے فرمائی ہے۔ کہ جب آپ خلیفہ بنے تو بنی اسد کے ایک آدمی نے چھلانگ لگا کر سجدہ کی حالت میں آپ کو خنجر مارا۔ جو آپ کو اچھی طرح نہ لگا۔ آپ اس کے بعد دس سال تک زندہ رہے۔ آپ نے فرمایا اعراقیو ہمارے بارے میں اللہ سے ڈرو ہم تمہارے امیر اور مہمان ہیں اور ہم وہ اہل بیت ہیں جن کے متعلق اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت ویطھرکم تطھیرا انہوں نے کہا آپ وہ لوگ ہیں۔ فرمایا ہاں۔

زید بن ارقم کا قول ہے کہ آپ کے اہل بیت وہ ہیں جن پر صدقہ حرام ہے۔ اور صدقہ سے مراد زکوٰۃ ہے۔ شافعی وغیرہ نے ان کی تفسیر بنی ہاشم اور بنو مطلب سے کی ہے۔ اور انہیں زکوٰۃ کے عوض فئ اور غنیمت سے خمس دیا گیا ہے۔ جس کا ذکر سورہ انفال اور سورہ حشر میں آیا ہے۔ اور ان میں ذوی القربیٰ سے یہی لوگ مراد ہیں۔ بیہقی کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو ہاشم اور بنو مطلب کو ذوی القربیٰ کا حصہ دے کر ان کی تخصیص کر دی ہے۔ اور بنو ہاشم اور بنو مطلب کو ایک چیز قرار دے کر ان کو ایک اور فضیلت دے دی ہے۔ اور وہ یہ کہ ان پر صدقہ حرام کر کے اس کے عوض انہیں خمس دیا ہے اور فرمایا ہے کہ صدقہ محمد اور آل محمد کے لئے حرام ہے۔ اور یہ بات اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ آپ کی آل وہ لوگ ہیں جن پر پہلیں آپ کے ساتھ صلوٰۃ پڑھنے کا حکم دیا گیا

ہے اور وہ ، وہ لوگ ہیں جن پر صدقہ حرام ہے ۔ اور انہیں خمس دیا گیا ہے پس بنو ہاشم اور بنو مطلب کے مسلمان ہماری اس صلوٰۃ و سلام میں شامل ہیں ۔ جو ہم آلِ نبی پر فرائض و نوافل میں پڑھتے ہیں ۔ اور جن سے محبّت کرنے کا ہمیں حکم دیا گیا ہے ۔ امام مالک اور ابو حنیفہ نے زکوٰۃ کی حرمت کو بنی ہاشم تک محدود رکھا ہے ۔ ابو حنیفہ کے نزدیک مطلق طور پر ان کے لئے اس کا جواز ہے ۔

طحاوی کہتے ہیں خواہ وہ ذوی القربیٰ کے حصے سے محروم ہوں اور ابو یوسف بعض کے لئے جائز قرار دیتے ہیں ۔ اکثر حنفیہ شوافع اور احمد کا مذہب یہ ہے کہ وہ خیرات لے سکتے ہیں ۔ اور مالک کی ایک روایت میں ہے کہ وہ خیرات کے علاوہ فرض زکوٰۃ کو بھی لینا جائز سمجھتے ہیں ۔ اس لئے کہ اس بارے میں بہت زور دیا گیا ہے ۔ اور محب طبری نے حدیث ، میرے اہل بیت کے متعلق حسن سلوک کی وصیّت کرو ۔ کیونکہ میں ان کے بارے میں کل تم سے جھگڑا کروں گا اور میں جس کا مدِ مقابل ہوں گا ۔ اُسے میں جھگڑے میں زیر کر لوں گا ۔ اور جسے میں زیر کر لوں گا وہ آگ میں داخل ہو گا ۔ حافظ سخاوی کہتے ہیں میں اس کی کسی قابل اعتماد اصل پر مطلع نہیں ہوا اور حضرت ابو بکر سے صحیح روایت ہے کہ آپ نے فرمایا کہ اہل بیت کے بارے میں حضرت نبی کریم کے عہد و محبت کا لحاظ رکھو ۔

اہل بیت سے محبت کے متعلق ترغیب اور اُن کے حقوق کی ادائیگی کی نگرانی

ابن جوزی کے وہم کے خلاف صحیح روایت یہ ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو نعمتیں اللہ تعالےٰ تم کو دے رہا ہے۔ ان کے باعث اس سے محبت رکھو اور مجھ سے خدا تعالےٰ کی محبت کی وجہ سے محبت رکھو اور میری محبت کی وجہ سے میرے اہل بیت سے محبت رکھو۔[1]

بیہقی وغیرہ نے بیان کیا ہے کہ کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا۔ جب تک میں اُسے اس کی جان سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔ اور میری اولاد اُسے اپنی اولاد سے زیادہ محبوب نہ ہو جائے اور میری ذات اُسے اپنی ذات سے زیادہ محبوب نہ ہو جائے۔

صحیح روایت میں ہے کہ حضرت ابن عباس نے کہا یا رسول اللہ قریش جب آپس میں ایک دوسرے سے ملتے ہیں تو خندہ روئی سے ملتے ہیں۔ اور جب ہم سے ملتے ہیں تو ایسے چہروں سے ملتے ہیں جن کو ہم پہچانتے ہی نہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس بات کو سن کو بہت

---

[1] اس حدیث کو ترمذی نے روایت کیا ہے اور اُسے حسن غریب کہا ہے اور حاکم نے بھی ایسا ہی کہا ہے اور اس کے متعلق پہلے بیان ہو چکا ہے۔

برا فروختہ ہوئے اور فرمایا مجھے اس خدا کی قسم ہے جسکے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے کہ کسی شخص کے دل میں اس وقت تک ایمان داخل ہی نہیں ہو سکتا۔ جب تک وہ تم سے اور اس کے رسول سے للہ محبت نہ کرے۔

ابن ماجہ نے حضرت ابن عباس سے بیان کیا ہے کہ ہم قریش سے ملتے اور وہ آپس میں باتیں کر رہے ہوتے تو ہمیں دیکھ کر باتیں بند کر دیتے ہم نے اس بات کا ذکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا تو آپ نے فرمایا ان لوگوں کا کیا حال ہوگا کہ جو آپس میں باتیں کر رہے ہوتے ہیں اور جب میرے اہل بیت کے لوگوں کو دیکھتے ہیں تو اپنی گفتگو ختم کر دیتے ہیں۔ خدا کی قسم اس شخص کے دل میں ایمان داخل ہی نہیں ہوگا جب تک وہ ان سے اللہ اور میری قرابت کی وجہ سے محبت نہ کرے گا

احمد وغیرہ کی ایک اور روایت میں ہے۔ کہ جب تک وہ ان سے اللہ اور میری قرابت کی خاطر محبت نہ کرے گا اور طبرانی کی ایک اور روایت میں ہے کہ حضرت عباس نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آکر کہا کہ جب سے آپ نے قریش اور عربوں کے ساتھ جو کچھ کیا ہے اس کی وجہ سے ہمارے متعلق ان کے دلوں میں کینہ پیدا ہو گیا ہے۔ اس پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی آدمی اس وقت تک خیر یا ایمان کو حاصل نہیں کر سکتا۔ جب تک وہ تم سے اللہ اور میری قرابت کی وجہ سے محبت نہ رکھے کیا سہلب (مراد کا ایک قبیلہ) میری شفاعت کی امید رکھتا ہے۔ اور بنو عبد المطلب اسکی امید نہیں رکھتے۔

طبرانی ہی کی ایک دوسری روایت میں ہے کہ اے بنو ہاشم میں نے اللہ تعالےٰ کے حضور تمہارے لئے دعا کی ہے کہ وہ تم کو نجیب اور رحمدل بنا دے اور یہ دعا بھی کی ہے کہ وہ تمہارے گمراہ کو ہدایت دے اور تمہارے خائف کو امن دے اور تمہارے بھوکے کو سیر کرے اور حضرت عباس نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آکر کہا یا رسول اللہ کہ میں کچھ لوگوں کے پاس گیا جو باتیں کر رہے تھے۔ جب انہوں نے مجھے دیکھا تو خاموش ہو گئے اور یہ حرکت انہوں نے ہمارے لُبغض کی وجہ سے کی تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا انہوں نے ایسا کیا ہے۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے کہ کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک وہ تم سے میری محبت کی وجہ سے محبت نہ کرے کیا وہ امید رکھتے ہیں کہ وہ میری شفاعت سے جنت میں داخل ہوں گے۔ اور بنو عبد المطلب اس کی امید نہیں رکھتے۔

ایک حدیث میں ضعیف سند کے ساتھ بیان ہوا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نہایت غصہ کے ساتھ باہر نکلے اور منبر پہ چڑھ کر حمد و ثنا کے بعد فرمایا ان لوگوں کا کیا حال ہو گا۔ جو مجھے میرے اہلبیت کے متعلق تکلیف دیتے ہیں۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے۔ کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک وہ مجھ سے محبت نہ کرے اور وہ اس وقت تک مجھ سے محبت نہیں کر سکتا جب تک وہ میرے قرابتداروں سے محبت نہ کرے

بیہقی وغیرہ کی ایک روایت میں ہے۔ جس کی ایک سند

ضعیف اور دوسری واہیات ہے۔ کہ عورتوں نے ابولہب کی بیٹی کو اس کے باپ کے متعلق عیب لگایا تو حضور علیہ السلام نے نہایت برافروختگی کے عالم میں منبر پر چڑھ کر فرمایا لوگو کیا وجہ ہے کہ مجھے میرے اہل کے بارے میں ایذا دی جاتی ہے۔ خدا کی قسم میری شفاعت ضرور میرے قرابتداروں کو پہنچے گی۔

ایک روایت میں ہے کہ ان لوگوں کا کیا حال ہوگا۔ جو مجھے میرے نسب اور میرے رشتہ داروں کے بارے میں ایذا دیتے ہیں سُنو جس نے میرے نسب اور میرے رشتہ داروں کو ایذا دی۔ اس نے مجھے ایذا دی اور جس نے مجھے ایذا دی اس نے اللہ تعالےٰ کو ایذا دی۔

دوسری روایت میں ہے کہ ان لوگوں کا کیا حال ہوگا۔ جو مجھے میرے قرابتداروں کے متعلق تکلیف دیتے ہیں سُنو جس نے میرے قرابت داروں کو تکلیف دی اس نے مجھے تکلیف دی۔ اور جس نے مجھے تکلیف دی اس نے اللہ تبارک و تعالیٰ کو تکلیف دی۔

طبرانی نے روایت کی ہے کہ حضرت علی کی ہمشیرہ اُمّ ہانی نے اپنی بالیوں کو نمایاں کیا تو حضرت عمر نے انہیں کہا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) خدا کے ہاں آپ کو کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکیں گے۔ اُمّ ہانی نے آکر اس بات کی اطلاع حضور علیہ السلام کو دی تو حضور علیہ السلام نے فرمایا کیا تم لوگ خیال کرتے ہو کہ میری شفاعت میرے اہل بیت کو حاصل نہ ہوگی۔ میری شفاعت تو یمن کے صداء اور حکم قبیلے کو بھی حاصل ہوگی۔

بزار نے روایت کی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی صفیہ بن عبدالمطلب کا بیٹا فوت ہوگیا تو انہوں نے واویلہ کیا تو حضور علیہ السلام

نے انہیں صبر کی تلقین کی تو وہ خاموش ہو کر باہر نکل گئیں۔ حضرت عمر نے انہیں کہا تو اس لئے چلاتی ہے۔ کہ تمہاری رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے قرابت داری ہے وہ تو اللہ کے ہاں آپ کے کسی کام نہ آسکیں گے۔ وہ یہ بات سن کر رو پڑیں۔ اور اس رونے کو حضور علیہ السلام نے بھی سن لیا۔ اور آپ ان کی عزت کرتے اور ان سے محبت رکھتے تھے آپ نے صفیہ سے دریافت کیا اور انہوں نے حضرت عمر کی بات آپ کو بتا دی۔ آپ نے بلال کو حکم دیا کہ لوگوں کو نماز کے لئے بلائیں۔ پھر منبر پر چڑھ کر آپ نے فرمایا۔ ان لوگوں کا کیا حال ہوگا جن کا خیال یہ ہے کہ میری قرابت کوئی فائدہ نہ دے گی۔ قیامت کے دن میرے سبب اور نسب کے سوا سب سبب اور نسب قطع کر دیئے جائیں گے۔ کیونکہ وہ دنیا اور آخرت میں موصول ہے۔ یہ ایک لمبی حدیث ہے۔ جس میں ضعیف راوی بھی ہیں۔

صحیح روایت یہ ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے منبر پر چڑھ کر فرمایا کہ ان لوگوں کا کیا حال ہوگا جو کہتے ہیں کہ میری رشتہ داری میری قوم کو قیامت کے روز کوئی فائدہ نہ دے گی۔ خدا کی قسم میری رشتہ داری دنیا اور آخرت میں ملی رہے گی۔ اور اے لوگو! میں حوضِ کوثر پر تمہارا فرط ہوں گا۔

یہ احادیث ان احادیث کے منافی نہیں جو صحیحین وغیرھما میں آئی ہیں۔ کہ جب آیت وَ أَنذِرْ عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِينَ نازل ہوئی تو آپ نے اپنی قوم کو اکٹھا کیا اور پھر ہر خاص و عام کو فرمایا میں اللہ کے حضور آپ کے کسی کام نہیں آسکتا۔ یہاں تک کہ حضرت فاطمہ سے بھی آپ نے یہی بات

رکھی۔ منافی نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ یا تو اس روایت کو اس شخص پر محمول کیا جائے گا، جو کافر ہونے کی حالت میں مرے گا۔ یا وہ تغلیظ و تنفیر کے مقام سے نکل چکا ہوگا۔ یا یہ روایت اس وقت کی ہے جب آپ کو اس بات کا علم نہیں دیا گیا تھا کہ آپ خاص و عام کی شفاعت کریں گے۔

حضرت حسن سے ایک روایت آئی ہے کہ آپ نے ایک شخص کو جو اہل بیت کے بارے میں غلو سے کام لیتا تھا فرمایا تمہارا برا ہو ہم سے للّٰہ محبت رکھو اگر ہم اللہ تعالےٰ کی اطاعت کریں تو ہم سے محبت رکھو اور اگر ہم اس کی نافرمانی کریں تو ہم سے بغض رکھو۔ اس آدمی نے آپ سے کہا آپ تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اہل بیت سے قرابت رکھتے ہیں تو آپ نے فرمایا تمہارا برا ہو۔ اگر ہمیں بغیر آپ کی عملی اطاعت کے آپ کی قرابتداری فائدہ بخش ہوتی۔ تو وہ شخص اس سے فائدہ اٹھائے گا جو ہم سے بھی آپ کے زیادہ قریب ہے۔ مجھے تو اس بات کا خوف ہے کہ ہم میں سے نافرمان کو دوگنا عذاب دیا جائیگا۔

اور یہ بھی وارد ہے کہ میں نے اپنی بیٹی کا نام فاطمہ اس لیے رکھا ہے کہ اللہ تعالےٰ نے اُسے آگ سے چھڑا دیا ہے۔

ابوالفرج اصبہانی نے بیان کیا ہے کہ عبداللہ بن حسن بن علی ایک روز حضرت عمر بن عبدالعزیز کے پاس آئے۔ اور اس وقت آپ نو عمر ہی تھے اور آپ نے زلفیں رکھی ہوئی تھیں۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے آپ کو بلند مقام پر جگہ دی اور توجہ سے آپ کی باتیں سن کر آپ کی ضروریات کو پورا کر دیا۔ پھر آپ نے اُن کے پیٹ کی ایک سلوٹ کو پکڑ کر اس سے چٹکی لی جس سے انہیں تکلیف ہوئی۔ پھر کہا آپ

شفاعت کے متعلق کچھ بتائیں۔ جب وہ چلے گئے تو آپ کو اس فعل پر جو آپ نے ان کے ساتھ کیا ملامت کی گئی۔ تو آپ نے فرمایا مجھے ثقہ لوگوں نے بتایا ہے گویا میں اسے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سن رہا ہوں۔ کہ فاطمہ میرے جسم کا ٹکڑا ہے۔ جو بات اُسے خوش کرتی ہے وہ مجھے بھی خوش کرتی ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ اگر حضرت فاطمہ زندہ ہوتیں تو جو کچھ میں نے ان کے بیٹے کے ساتھ سلوک کیا ہے اس سے خوش ہوتیں۔ لوگوں نے کہا آپ نے ان کے پیٹ سے کیوں چٹکی لی۔ حالانکہ آپ جو بات کہہ رہے ہیں وہ اور ہے۔ آپ نے فرمایا کہ بنی ہاشم کے سب لوگ شفاعت کرینگے اور میں اس شخص کی شفاعت کا آرزومند ہوں۔

طبرانی نے بسند ضعیف روایت کی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ کہ اہل بیت کے بارے میں ہماری محبت کا خیال رکھو اور جو شخص ہم سے محبت رکھتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے ملے گا وہ ہماری شفاعت سے جنت میں داخل ہوگا۔ اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ کسی شخص کو اس کا عمل ہمارے حق کی معرفت کے بغیر فائدہ نہ دے گا۔

طبرانی نے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی سے فرمایا تو اور تیرے اہل بیت اور تمہارے وہ محب جنہوں نے میرے صحابہ کو گالی دینے وغیرہ کی بدعت اختیار نہیں کی حوض کوثر پر سیراب اور سفید رو حاضر ہوں گے۔ اور تمہارے دشمن پیاسے اور سر اٹھائے ہوئے آئیں گے۔

ایک روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تیرے پیروکار

اور تیرے پیروکاروں سے محبّت رکھنے والوں کو بخش دیا ہے۔

ترمذی نے روایت کی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اے اللہ عباس کو بخش دے اور ان کی اولاد کی ظاہری اور باطنی رنگ میں ایسی بخشش فرما جو کسی گناہ کو باقی نہ رہنے دے لے اللہ ان کی اولاد کا خلف ہو۔ اسی طرح رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار، ان کی اولاد در اولاد اور ان کے محبّوں کے لئے بھی مغفرت کی دُعا فرمائی ہے۔

محب طبری نے روایت کی ہے کہ مومن اور متقی اہل بیت سے محبت رکھتا ہے۔ اور منافق اور شقی ہم سے بغض رکھتا ہے اور دیلمی نے بیان کیا ہے کہ جو شخص خدا تعالےٰ سے محبت رکھتا ہے۔ وہ قرآن سے محبت رکھتا ہے۔ اور جو قرآن سے محبت رکھتا ہے وہ مجھ سے محبت رکھتا ہے اور جو مجھ سے محبت رکھتا ہے وہ میرے اصحاب اور میرے قرابتداروں سے محبت رکھتا ہے۔

اور حدیث کہ میرے اہل سے محبت رکھو اور علی سے محبّت رکھو اور جو میرے اہل کے کسی فرد سے بغض رکھے گا وہ میری شفاعت سے محروم رہے گا۔ ابن عدی اور ابن جوزی کے نزدیک موضوع ہے۔

اور یہ حدیث کہ آل محمد سے ایک دن کی محبت ایک سال کی عبادت سے بہتر ہے اور حدیث مجھ سے اور میرے اہل بیت سے محبت رکھنا سات پُرہول مقامات پر فائدہ بخش ہے۔ اور حدیث آل محمد کی معرفت آگ سے نجات ہے اور حُبِ آل محمد پلصراط کا پاسپورٹ ہے اور آل محمد کی ولایت عذاب سے امان ہے۔ حافظ سخاوی کہتے ہیں کہ میرے

نزدیک یہ تینوں احادیث غیر صحیح الاسناد ہیں اور حدیث کہ میں ایک درخت ہوں اور فاطمہ اس کا بور ہے اور علی اس کا دودھ ہے اور حضرت حسن اور حسین اس کا پھل ہیں۔ اور میرے اہل بیت سے محبت رکھنے والے پتے ہیں، حق ہے۔

یہ حدیث کہ ہمارے اہل شیعہ قیامت کے روز اپنی قبروں سے عیوب و ذنوب کے باوجود، چودھویں رات کے چاند کی طرح نکلیں گے۔ موضوعات میں سے ہے۔

یہ حدیث کہ جو شخص آلِ محمد کی محبت میں مرے گا وہ شہید مغفور، تائب، مومن اور مستکمل الایمان مرے گا۔ اُسے ملک الموت جنّت کی خوشخبری دے گا اور منکر و نکیر اُسے جنّت میں یوں لے جائیں گے جیسے دلہن کو اُس کے خاوند کے گھر لے جایا جاتا ہے۔ اور اس کے لئے جنّت میں دو دروازے کھولے جائیں گے۔ اور وہ اہلسنّت والجماعت کے طریق پر مرے گا۔ اور جو شخص آلِ محمد کے بُغض میں مرے گا وہ قیامت کے روز اس حالت میں آئے گا کہ اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان " رحمت الٰہی سے نا اُمید " لکھا ہو گا۔ ثعلبی نے اسے مبسوط طور پر اپنی تفسیر میں بیان کیا ہے۔

حافظ سخاوی کہتے ہیں شیخ ابن حجر کے قول کے مطابق اس میں وضع کے آثار نمایاں ہیں۔ اور حدیث کہ جو دل سے ہم سے محبت رکھے گا اور اپنی زبان اور ہاتھ سے ہماری مدد کرے گا۔ میں اور وہ دونوں علیین میں اکٹھے ہوں گے۔ اور جو دل سے ہم سے محبت رکھے گا اور اپنی زبان سے مدد کرے گا۔ اور اپنے ہاتھ کو روکے

گا۔ وہ اس کے ساتھ والے درجے میں ہوگا۔ اور جو دل سے ہم سے محبت رکھے گا۔ اور اپنی زبان اور ہاتھ کو ہم سے روکے گا۔ وہ اس کے ساتھ والے درجے میں ہوگا۔ اس سند میں ایک غالی رافضی اور ہلاک ہونے والا کذاب ہے۔

طبرانی اور ابوالشیخ نے حدیث بیان کی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی تین حرمتیں ہیں۔ جو ان کی حفاظت کرے گا۔ اللہ تعالیٰ اس کے دین اور دنیا کی حفاظت کرے گا۔ اور جو ان کی حفاظت نہ کرے گا۔ اللہ تعالیٰ اس کے دین اور دنیا کی حفاظت نہ کرے گا۔ میں نے پوچھا وہ حرمتیں کونسی ہیں۔ فرمایا حرمت اسلام، میری حرمت، اور میرے رشتہ کی حرمت،

ابوالشیخ اور دیلمی نے بیان کیا ہے کہ جس نے میری اولاد، انصار اور عربوں کا حق نہ پہچانا وہ یا تو منافق ہے یا زانیہ کا بیٹا ہے۔ یا اس کی ماں نے اُسے بغیر طہر کے حمل میں لیا ہے۔ [1]

---

[1] اس حدیث کو الباوردی، ابن عدی اور بیہقی نے بیان کیا ہے۔ جیسا کہ راموز الاحادیث میں ہے۔ الزنیہ لام تعریف کے ساتھ زنا کا اسم ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بتعیت میں اہلبیت پر درود پڑھنے کی مشروعیت

صحیح روایت میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ یارسول اللہ آپ پر اور اہل بیت پر کیسے درود بھیجا جائے۔ فرمایا کہو اللھم صل علی محمد و علی آل محمد کما صلیت علی ابراھیم و علی آل ابراھیم (الحدیث) اور بقیہ روایات میں ہے کہ یارسول اللہ ہم آپ پر کیسے درود پڑھا کریں۔ فرمایا کہو اللھم صل علی محمد و علی آل محمد (الحدیث)

پہلی روایت سے یہ بات مستفاد ہوتی ہے کہ اہل بیت بھی جملہ آل میں سے ہیں یا وہی آل ہیں۔ لیکن صحیح بات جو تصریح کرتی ہے یہ ہے کہ وہ بنو ہاشم اور بنو عبدالمطلب ہیں اور وہ اہل بیت سے اعم ہیں اور پہلے بیان ہو چکا ہے کہ اہل بیت سے آل مراد لی جاتی ہے اور وہ ان سے اعم ہے۔

ابو داؤد کی حدیث بھی اسی قسم سے ہے۔ کہ جو شخص ہم اہل بیت پر درود پڑھ کر پورا ماپ لینا چاہتا ہے۔ وہ کہے کہ اللھم صل علی محمد النبی و ازواجه امھات المومنین و ذریته و اھل بیته کما صلیت علی ابراھیم انك حمید مجید۔

واثلہ سے بسند ضعیف بیان ہوا ہے کہ جب حضور علیہ السلام

نے حضرت فاطمہ، حضرت علی اور حضرت حسن و حسین کو اپنے کپڑے کے نیچے اکٹھا کیا تو فرمایا اللھم قد جعلت صلاتک و مغفرتک و رحمتک و رضوانک علی ابراھیم و آل ابراھیم انھم منی و انا منھم فاجعل صلاتک و رحمتک و مغفرتک و رضوانک علی و علیھم۔

واثلہ کہتے ہیں میں دروازے پر کھڑا تھا۔ میں نے کہا یا رسول اللہ میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں مجھ پر بھی تو آپ نے فرمایا اللھم و علی واثلۃ۔

دارقطنی اور بیہقی نے حدیث بیان کی ہے کہ جس شخص نے نماز پڑھی اور مجھ پر اور میرے اہل بیت پر درود نہ پڑھا اس کی نماز قبول نہیں کی جائیگی۔

امام شافعی اس حدیث سے استناد کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ آل پر درود پڑھنا بھی آپ پر درود پڑھنے کی طرح واجب ہے۔ لیکن یہ ضعیف قول ہے۔ مستند امر یہ ہے کہ متفق علیہ حدیث میں درود پڑھنے کا حکم ہے کہ کہو اللھم صل علی محمد و علی آل محمد، اور امر وجوب کے لئے ہوتا ہے۔ یہ بات حقیقۃً اصح ہے اور باقی ان احادیث کے تتمات اور طرق ہیں۔ جنہیں میں نے اپنی کتاب "الدر المنفوس" میں بیان کیا ہے۔ [1]

---

[1] سخاوی نے القول البدیع میں کہا ہے کہ غیر انبیاء پر درود پڑھنے کے حکم کے متعلق علماء کے کئی مذاہب ہیں۔ یہ کہ مطلق طور پر بالاستقلال یا بالتبع پڑھنا منع ہے۔ اور یہ مالک کا مذہب ہے۔ قرطبی اور میں سے ابو المعالی

نے اپنی پسند پر بات چھوڑ دی ہے اور امام ابو حنیفہ فقط بالتبع کے قائل ہیں، احمد کراہت کے ساتھ اجازت دیتے ہیں۔ بخاری مطلق جواز کے قائل ہیں اور ابن قیمؒ کا تفصیلاً ذکر یہ ہے کہ وہ آل رسول آپ کی ازواج ذریت، ملائکہ اور اہل اطاعت پر عموماً مطلق جواز کے قائل ہیں۔ اور حضرت علی اور دوسروں پر بغیر تعین کے کراہت کے ساتھ اجازت دیتے ہیں۔ اور جیسے رافضی حضرت علی پر شعار بنا کر درود پڑھتے ہیں۔ اس طرح پڑھنے کو وہ حرام قرار دیتے ہیں۔

قابلِ تکریم نسل کے متعلق آپ کی دعائے برکت

نسائی نے عمل الیوم واللیلۃ میں بیان کیا ہے کہ انصار کی ایک پارٹی نے حضرت علی سے کہا کاش آپ کے ہاں حضرت فاطمہؑ ہوتیں۔ یہ بات سُن کر حضرت علی حضور علیہ السلام کی خدمت میں حضرت فاطمہ کی منگنی کے متعلق پیغام دینے گئے۔ آپ نے پوچھا اے پسر ابوطالب تجھے کیا حاجت ہے۔ حضرت علی کہتے ہیں میں نے حضرت فاطمہ کے متعلق ذکر کیا۔ آپ نے مرحبا واھلاً کے سوا آپ کو اور کوئی بات نہ فرمائی۔ حضرت علیؓ انصار کی منتظر پارٹی کے پاس گئے۔ انہوں نے کہا کیا ماجرا ہوا۔ آپ نے کہا مجھے انہوں نے مرحبا اور اھلا کے سوا کچھ نہیں کہا۔ انہوں نے کہا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے آپ کے لئے یہی کافی ہے ایک تو حضور نے آپ کو اہل عطا کیا اور دوسرے رحب اور شادی کے بعد آپ نے حضرت علی سے فرمایا اے علی شادی کا ولیمہ بھی ضروری ہے۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میرے پاس ایک مینڈھا تھا۔ انصار کے ایک گروہ نے آپ کے لئے مکئی کے کئی صاع جمع کر دیئے۔

جب شبِ زفاف کا وقت آیا تو آپ نے فرمایا کہ مجھ سے

سے ملے بغیر کوئی کام نہ کرنا۔ آپ نے پانی منگوا کر وضو کیا پھر اُسے حضرت علی اور حضرت فاطمہ پر انڈیل دیا۔ اور فرمایا اللھم بارک فیھما وبارک علیھما وبارک لھما فی نسلھما۔ دوسرے لوگوں نے بعض الفاظ کے حذف کے ساتھ اسے روایت کیا ہے۔

باب ۵

اس نسل کے لئے جنت کی بشارت

دوسرے باب میں متعدد احادیث اس بارہ میں بیان ہو چکی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اہل بیت کے لئے مخصوص شفاعت کریں گے۔ حضرت ابن مسعود سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

ان فاطمۃ احصنت فرجھا فحرم اللّٰہ ذریتھا علی النار فاطمہ نے پاکدامنی اختیار کی ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے اس کی اولاد کو آگ پر حرام قرار دے دیا ہے

اسے تمام نے اپنے فوائد میں بیان کیا ہے۔ اور بزار اور طبرانی نے

فحرمھا اللّٰہ وذریتھا علی النار۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے اس کو اور اس کی ذریت کو آگ پر حرام قرار دیا ہے۔

کے الفاظ استعمال کئے ہیں۔

اور حضرت علی سے بسند ضعیف روایت بیان ہوئی ہے کہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لوگوں کے حسد کی شکایت کی۔ آپ نے فرمایا کیا تو اس بات پر راضی نہیں کہ تو

چار کا چوتھا شخص ہو۔ سب سے پہلے جنت میں مَیں، تو، حسن اور حسین داخل ہوں گے۔ اور ہماری بیویاں ہمارے دائیں بائیں ہوں گی اور ہماری اولاد ہماری بیویوں کے پیچھے ہو گی۔

ایک روایت میں ہے جس کی سند نہایت ضعیف ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی سے فرمایا کہ جنت میں پہلے چار داخل ہونے والوں میں مَیں، تو اور حسن و حسین ہیں اور ہماری اولاد ہماری پشت پیچھے ہو گی اور ہماری بیویاں ہماری اولاد کے پیچھے ہوں گی۔ اور ہمارے شیعہ ہمارے دائیں بائیں ہوں گے۔

ابن السدی اور دیلمی نے اپنی مسند میں روایت کی ہے کہ ہم بنو عبدالمطلب یعنی مَیں، حمزہ، علی، جعفر، حسن و حسین اور مہدی سرداران بہشت ہیں۔[۱]

صحیح روایت میں ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے رب نے میرے گھرانے کے بارہ میں مجھ سے وعدہ کیا ہے کہ جو ان میں سے توحید و رسالت کا اقرار کرے گا۔ اس تک یہ اطلاع پہنچا دو کہ میں اسے عذاب نہیں دوں گا۔ اور ایک سند کے ساتھ روایت آئی ہے جس کے راوی ثقہ ہیں کہ حضور علیہ السلام نے حضرت فاطمہ سے فرمایا کہ

ان اللّٰہ غیر معذبک ولا ولدک[۲]	اللہ تعالیٰ تجھے اور تیری اولاد کو عذاب نہیں دے گا۔

---

[۱] جامع الصغیر میں یہ حدیث ابن ماجہ اور حاکم کی روایت سے بیان ہوئی ہے۔

[۲] اس حدیث کو طبرانی نے بیان کیا ہے اور مجمع الزوائد میں ہے کہ اس کے رجال ثقہ ہیں اور اس کے معنوں کے متعلق پہلے قول بیان ہو چکا ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ حضور علیہ السلام نے حضرت عباس سے فرمایا اے عباس اللہ تعالیٰ تجھے اور تیری اولاد میں سے کسی کو عذاب نہیں دے گا۔ ایک روایت میں ہے کہ اے چچا اللہ تعالےٰ نے تجھے اور تیری اولاد کو آگ سے پناہ دی ہے۔

محب طبری، دیلمی اور اس کے بیٹے نے بلا اسناد حدیث روایت کی ہے کہ میں نے اللہ تعالےٰ سے دعا کی ہے کہ میرے اہلبیت میں سے کوئی شخص آگ میں داخل نہ ہو تو اس نے میری یہ دعا قبول فرمالی ہے۔ محب نے علی سے روایت کی ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ اے اللہ یہ تیرے رسول کی اولاد ہیں ان کے خطاکار کو ان کے محسن کی وجہ سے بخش اور ان کو میری وجہ سے بخش تو اللہ تعالےٰ نے ایسا ہی کر دیا۔ میں نے عرض کیا کیا کر دیا؟ آپ نے فرمایا تمہارے رب نے تمہاری وجہ سے ان کو بخش دیا اور جو تمہارے بعد ہوں گے ان کی وجہ سے بخشش کرے گا۔

حدیث میں ہے سخاوی کہتے ہیں کہ یہ صحیح نہیں کہ اے علی اللہ تعالےٰ نے تجھے تیری اولاد تیرے بیٹوں اور تیرے شیعوں اور تیرے شیعہ کے محبوں کو بخش دیا ہے خوشخبری ہو کیونکہ تو حوض کوثر سے سیراب ہونے والا ہے۔

احمد نے روایت کی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے گروہ بنی ہاشم اس خدا کی قسم جس نے مجھے حق کے ساتھ نبی مبعوث فرمایا ہے۔ اگر میں اس کی مخلوق میں سے جنتیوں

کہ چنوں تو تم سے آغاز کروں ۔ اور ایک ضعیف السند حدیث میں ہے ۔ سب سے پہلے حوض کوثر پر آنے والے میرے اہل بیت اور میری امت میں سے مجھ سے محبت کرنے والے ہوں گے ۔

صحیح روایت میں ہے کہ سب لوگوں سے پہلے حوض کوثر پر آنے والے مہاجرین کے پراگندہ مُو فقرا ہوں گے ۔

طبرانی اور دار قطنی وغیرہما نے بیان کیا ہے کہ میں اپنی امت میں سے سب سے پہلے اپنے اقرب اہل بیت کی شفاعت کروں گا ۔ پھر انصار کی پھر اپنے پر ایمان لانے والوں اور اتباع کرنے والوں کی پھر یمن والوں کی ۔ پھر دوسرے عربوں کی پھر عجمیوں کی ۔

بزار ، طبرانی اور ابن شاہین وغیرہما کی روایت میں ہے کہ میں اپنی امت میں سے سب سے پہلے اہل مدینہ کی شفاعت کروں گا ۔ پھر اہل مکہ کی اور پھر اہل طائف کی ۔

✻

امت کی امان

ایک جماعت نے ضعیف سند کے ساتھ یہ حدیث بیان کی ہے کہ ستارے آسمان والوں کے لئے امان ہیں۔ اور میرے اہلبیت میری امت کے لئے امان ہیں۔

احمد وغیرہ کی روایت میں ہے کہ ستارے آسمان والوں کے لئے امان ہیں جب ستارے ختم ہو جائیں گے۔ آسمان والے ہلاک ہو جائیں گے۔ اور میرے اہل بیت اہل زمین کے لئے امان ہیں جب میرے اہلبیت ختم ہو جائیں گے۔ اہل زمین بھی ہلاک ہو جائینگے اور صحیح روایت یہ ہے کہ ستارے اہل زمین کے لئے غرق ہونے سے امان کا موجب ہیں۔ اور میرے اہل بیت میری امت کے اس اختلاف میں امان کا موجب ہیں۔ جو امت کے استیصال کا باعث ہوگا۔ جب کوئی عرب قبیلہ اس کی مخالفت کرتا ہے۔ تو وہ اختلاف کر کے ابلیس کی پارٹی بن جاتے ہیں۔

اور بہت سے طرق سے جو ایک دوسرے کو تقویت دیتے ہیں۔ یہ حدیث بیان ہوئی ہے۔ کہ میرے اہل بیت کی مثال۔
ایک روایت میں ہے کہ صرف میرے اہل بیت کی مثال

اور دوسری روایت میں ہے کہ میرے اہل بیت کی مثال اور ایک روایت میں ہے کہ تم لوگوں میں میرے اہل بیت کی مثال ایسی ہے جیسے کشتی نوح کی اس کی قوم میں۔ جو اس پر سوار ہوگا نجات پائے گا اور جو اس سے پیچھے رہ جائے گا غرق ہو جائے گا۔

ایک روایت میں ہے کہ جو اس پر سوار ہوگا محفوظ ہو جائے گا اور جو اسے چھوڑ دے گا غرق ہو جائے گا۔ میرے اہلبیت کی مثال تم میں بنی اسرائیل کے باب حطہ کی سی ہے جو اس میں داخل ہو جائے گا بخشا جائے گا۔

حضرت حسینؑ سے روایت ہے کہ جس نے میری اولاد کی وجہ سے خدا تعالےٰ کی اطاعت کی اور اللہ تعالےٰ کی پیروی کی۔ اس کی اطاعت واجب ہے۔ اور آپ کے بیٹے زین العابدین سے روایت ہے کہ ہمارے شیعہ صرف وہ لوگ ہیں جو اللہ تعالےٰ کی اطاعت کرتے اور ہماری طرح عمل کرتے ہیں۔

محب طبری نے شرف النبوۃ میں ابی سعید سے بلا اسناد حدیث بیان کی ہے کہ میں اور اہل بیت جنت کا درخت ہیں اور اس کی شاخیں دنیا میں ہیں جو ان سے تمسک کرے گا وہ اپنے رب کی طرف راستہ پالے گا۔

ایسے ہی اس نے بلا اسناد حدیث بیان کی ہے کہ میری امت کے ہر خلف کے لئے میرے اہل بیت میں سے عادل آدمی ہوں گے جو اس دین سے غالیوں کی تحریف اور باطل پرستوں کی منسوب شدہ باتوں اور جاہلین کی تاویل کو دور کرتے رہیں گے

اس سے زیادہ مشہور یہ حدیث ہے کہ ہر خلف میں سے یہ علم اس کے عادل آدمی اٹھائیں گے۔ جو اس دین سے غلط باتوں کو دور کرتے رہیں گے اور ابن عبد البر وغیرہ کا مستند یہ ہے کہ ہر وہ شخص جو علم کا بار اٹھاتا ہے اور اس کی جرح میں کوئی بات نہیں کی گئی وہ عادل ہے۔

ان کی عظیم کرامات پر دلالت کرنے والی خصوصیات

کئی طرق سے یہ روایت آئی ہے۔ جن میں سے بعض کے رجال موثق ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ تمام سبب اور نسب منقطع ہو جائیں گے اور ایک روایت میں ینقطع یوم القیامۃ الا کے الفاظ آئے ہیں۔ اور ایک روایت میں ما خلا سببی و نسبی یوم القیامتہ کے الفاظ آئے ہیں۔ اور ایک روایت میں وکل ولد آدم۔ اور ایک روایت میں وکل ولد اَب کے الفاظ آئے ہیں۔ اس لئے کہ ان کا عصبہ ان کے باپ کی طرف سے ہے۔ سوائے اولاد فاطمہ کے، ان کا باپ اور عصبہ میں ہوں۔ اس حدیث کو حضرت عمر نے حضرت علی کے لئے روایت کیا ہے۔ جب آپ نے ان کی بیٹی حضرت ام کلثوم کی منگنی کا پیغام دیا اور حضرت علی نے ان کے صغر سنی کا عذر کیا تو آپ نے فرمایا میں نے شہوت کی غرض سے ایسا نہیں کیا۔ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سُنا ہے پھر آپ نے مذکورہ حدیث بیان کی اور فرمایا! میں چاہتا ہوں کہ میرا بھی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی نسبی یا سببی تعلق ہو جب آپ نے شادی کر لی تو لوگوں سے فرمایا تم مجھے مبارکباد کیوں

نہیں دیتے ؛ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سُنا ہے
پھر مذکورہ حدیث کا ذکر کیا۔

ایک روایت میں ہے کہ ہر سبب اور دامادی میرے
سبب اور دامادی کے سوا منقطع ہو جائے گی۔ ایک روایت
میں جس کی سند میں ضعف ہے۔ بیان ہوا ہے کہ تمام ماؤں
کے بیٹوں کا عصبہ ہوتا ہے جس کی طرف وہ منسوب ہوتے ہیں
سوائے اولادِ فاطمہ کے۔ پس میں ان کا ولی اور عصبہ ہوں۔

ایک روایت میں ہے کہ میں ہی ان کا باپ اور میں
ہی ان کا عصبہ ہوں۔ اور ابن جوزی کے خیال کے خلاف کئی طرق
سے یہ حدیث آئی ہے۔ جو ایک دوسرے کو قوت دیتے ہیں
کہ اللہ تعالیٰ نے ہر نبی کی ذریت اس کی صلب میں رکھی ہے
اور میری ذریت کو اللہ تعالیٰ نے علی بن ابی طالب کی صلب میں
رکھا ہے۔ اور ان احادیث میں یہ ظاہر دلیل پائی جاتی ہے جیسے
ہمارے محقق ائمہ نے بیان کیا ہے کہ یہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم
کے خصائص میں سے ہے کہ آپ کی بیٹیوں کی اولاد کفاءت
وغیرہ میں آپ کی طرف منسوب ہوتی ہے۔ یہاں تک کہ کسی شریفہ
ہاشمی کی بیٹی، غیر شریف سے کفاءت نہیں کرتی۔ اور اس کے
غیر کی بیٹیوں کی اولاد صرف اپنے باپوں کی طرف منسوب ہوتی ہے
نہ کہ ماؤں کے باپوں کی طرف۔

بخاری میں ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے منبر پر
ایک دفعہ لوگوں کی طرف دیکھتے ہوئے اور ایک دفعہ حضرت

حسن کیطرف دیکھتے ہوئے فرمایا میرا یہ سردار بیٹا ہے اور عنقریب اللہ تعالےٰ اس کے ذریعے مسلمانوں کے دو گروہوں میں صلح کروائے گا۔

بیہقی کہتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے ان کی پیدائش کے وقت ان کو اپنا بیٹا فرمایا۔ اور اسی طرح ان کے بھائیوں کو بھی بیٹا کہا حضرت حسن سے بسند حسن بیان ہوا ہے کہ میں حضور علیہ السلام کے ساتھ تھا آپ صدقہ کی کھجوروں کے ایک ٹوکرے کے پاس سے گذرے۔ تو میں نے اس سے ایک کھجور لے کر منہ میں ڈال لی۔ آپ نے اُسے میرے منہ سے نکال کر فرمایا ہم آل محمد کے لیے صدقہ حلال نہیں۔

ابو داؤد، نسائیؒ، ابن ماجہ اور دوسروں نے یہ حدیث بیان کی ہے کہ مہدی، میری اولاد یعنی فاطمہ کی اولاد سے ہوگا اور احمد وغیرہ کی دوسری روایت میں ہے کہ مہدی ہم اہل بیت میں سے ہوگا۔ اور ایک رات میں اللہ تعالیٰ اس کی اصلاح کر دے گا۔ اور طبرانی ایک دوسری روایت میں بیان کرتے ہیں کہ مہدی ہم میں سے ہوگا۔ جیسے دین کا آغاز ہم سے ہوا ہے۔ ایسے ہی ہم پر وہ اس کا خاتمہ کرے گا۔

ابو داؤد نے اپنی سنن میں حضرت علی سے روایت کی ہے کہ آپ نے اپنے بیٹے حضرت حسن کی طرف دیکھ کر فرمایا کہ یہ میرا سردار بیٹا ہے۔ جیسا کہ حضور نے اس کا نام رکھا ہے۔ عنقریب اس کی صلب سے ایک آدمی ظاہر ہوگا۔ جو تمہارے نبی کا ہم نام ہوگا وہ اخلاق میں آپ سے مشابہت رکھے گا۔ لیکن ظاہری بناوٹ میں آپ سے مشابہ نہیں ہوگا۔ وہ زمین کو عدل و انصاف سے بھر دیگا۔

اور ایک روایت میں ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس کے پیچھے نماز پڑھیں گے۔

ابن عباس سے بروایت صحیح بیان ہوا ہے کہ آپ نے فرمایا کہ ہم اہلبیت میں سے چار آدمی ہوں گے۔ ہم میں سفاح، منذر، منصور اور مہدی ہوں گے۔ پھر آپ نے پہلے تین کے بعض اوصاف بیان کئے پھر فرمایا مہدی زمین کو اس طرح عدل و انصاف سے بھر دیگا جس طرح وہ ظلم و جور سے بھرپور ہے۔ چوپائے اور درندے مامون ہوں گے۔ اور زمین اپنے جگر گوشے سونے اور چاندی کے ستونوں کی طرح اگل دے گی۔ اور یہ اس حدیث کی طرح ہے کہ مہدی میرے چچا عباس کی اولاد سے ہوگا۔ یا اس حدیث کی طرح ہے کہ میرا چچا عباس ابوالخلفا ہے اور اس کے بیٹوں میں سفاح، منصور اور مہدی ہوں گے۔ اے چچا اس امر کو اللہ تعالیٰ نے مجھ سے شروع کیا ہے۔ اور تیری اولاد میں سے ایک آدمی پر اسے ختم کر دے گا۔ دونوں حدیثوں کی سند ضعیف ہے۔ اگر ان دونوں کو صحیح بھی فرض کر لیا جائے تو یہ مہدی کے اولادِ فاطمہ میں سے ہونے کے منافی نہیں۔ جو صحیح اور اکثر احادیث میں بیان ہو چکا ہے۔ کیونکہ اس میں بھی بنی عباس کا ایک حصہ ہے۔ جیسا کہ اس میں بنی الحسینؑ کا حصہ ہے۔ اور یہ ایک حقیقت ہے کہ مہدی اولاد حسن میں سے ہوگا۔ جیسا کہ حضرت علی سے بیان ہو چکا ہے۔ ابن المبارک نے ابن عباس سے بیان کیا ہے کہ انہوں نے کہا کہ مہدی کا نام محمد بن عبداللہ ہوگا۔ جو متوسط قامت اور سرخ رنگ ہوگا۔ اس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ اس امت کی ہر مصیبت کو دور کر دیگا

اور اس کے عدل سے ہر ظلم کو مٹا دے گا۔ پھر اس کے بعد بارہ آدمی ولی الامر بنیں گے۔ جن میں سے چھ اولادِ حسن سے اور پانچ اولادِ حسین سے ہوں گے اور آخری ان کے غیروں میں سے ہوگا پھر وہ فوت ہو جائے گا۔ تو زمانہ خراب ہو جائے گا۔

اور حدیث لا مھدی الا عیسیٰ معلول ہے یا اس سے مراد یہ ہے کہ علی الاطلاق کامل مہدی حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں۔ اور ایک روایت میں آیا ہے کہ آپ کے اہل بیت میں سے آپ سے سب سے زیادہ مشابہ آپ کے بیٹے حضرت ابراہیم تھے اور ایک دوسری حدیث میں ہے کہ حضرت فاطمہ، بات، گفتگو اور چال ڈھال میں آپ سے مشابہ تھیں۔ اور دوسری صحیح روایت میں ہے کہ حضرت حسن چہرے اور اوپر کے نصف دھڑ میں اور حضرت حسین باقی جسم میں آپ سے مشابہ تھے۔ مہدی کو بھی ان لوگوں میں شمار کیا گیا ہے۔ جنہیں حضور علیہ السلام سے مشابہ قرار دیا گیا ہے۔ اور یہ بہت سے لوگ ہیں ان میں اہل بیت مطہر کی ایک قوی جماعت ہے۔ گزشتہ روایت میں کسی نے غلط کہا ہے کہ وہ خُلق میں مشابہت رکھے گا۔ خَلق میں مشابہ نہ ہوگا۔

طبرانی اور خطیب نے حدیث بیان کی ہے کہ سوائے بنی ہاشم کے ہر آدمی اپنی نشست سے اپنے بھائی کے اعزاز کے لئے کھڑا ہوتا ہے لیکن وہ کسی کے لئے کھڑے نہیں ہوتے اور حضرت ابن عباس سے بسند ضعیف بیان ہوا ہے کہ ہم اہل بیت شجرۃ النبوۃ ہیں۔ جن کے ہاں ملائکہ اور اہل بیت رسالت آتے جاتے ہیں، اہل بیت رحمت اور کانِ علم ہیں۔

حضرت علی سے بسند ضعیف بیان ہوا ہے۔ کہ ہم نجیب لوگ ہیں اور ہمارے فرط، انبیاء کے فرط ہیں۔ اور ہمارا گروہ حزب الٰہی ہے۔ اور باغی گروہ حزب الشیطان ہے۔ اور جو ہمیں اور ہمارے دشمن کو برابر قرار دے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔

صحابہ اور ان کے بعد آنے والوں کا اہل بیت سے عزت سے پیش آنا

حضرت ابوبکر سے بروایت صحیح بیان ہوا ہے۔ کہ آپ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ مجھے اپنی قرابت سے صلہ رحمی کی نسبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قرابت زیادہ محبوب ہے۔ اور حضرت عمر نے حضرت عباس سے حلف اٹھا کر کہا کہ اگر میرا باپ اسلام لاتا پھر بھی مجھے آپ کا اسلام لانا اس کے اسلام قبول کرنے سے زیادہ محبوب ہوتا۔ کیونکہ عباس کا اسلام قبول کرنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو زیادہ محبوب ہے۔ حضرت زین العابدین حضرت ابن عباس کے پاس آئے تو آپ نے کہا مرحبا بالحبیب ابن الحبیب۔ حضرت زید بن ثابت نے ایک جنازہ پڑھایا تو آپ کی سواری کے لئے ایک خچر آپ کے قریب لایا گیا تو حضرت ابن عباس نے اس کی رکاب پکڑلی تو آپ نے کہا اے ابن عم رسول اسے چھوڑ دیجئے تو آپ نے جواب دیا ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ ہم علماء اور بڑے لوگوں کے ساتھ ایسا سلوک کریں تو آپ نے کہا ہمیں بھی اہل بیت کے ساتھ ایسا ہی سلوک کرنے کا حکم ہے۔ عبداللہ بن حسن بن حسین حضرت عمر بن عبدالعزیز کے پاس

کسی حاجت کے لئے آئے تو آپ نے انہیں کہا کہ آپ کو جب کوئی ضرورت ہو تو مجھے پیغام بھجوا دیا کریں یا لکھ کر بھجوا دیا کریں۔ کیونکہ مجھے اللہ تعالیٰ سے شرمندگی ہوتی ہے کہ وہ آپ کو میرے دروازے پر دیکھے۔ حضرت ابوبکر بن عیاش کہتے ہیں اگر میرے پاس حضرت ابوبکر حضرت عمر اور حضرت علی کسی کام کے لئے آئیں تو میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے قرابت کی وجہ سے حضرت علی کا کام پہلے کروں۔ اور اگر میں آسمان سے زمین پر گر پڑوں تو بھی مجھے ان دونوں کا مقدم کرنا زیادہ محبوب ہے۔ اور حضرت ابن عباس کو جب کسی صحابی کی طرف سے کوئی حدیث پہنچتی تو آپ اس صحابی کے پاس جاتے۔ جب آپ اسے قیلولہ کرتے دیکھتے تو اپنی چادر کی ٹیک لگا کر اس کے دروازے پر بیٹھ جاتے اور ہوا آپ کے چہرے پر دھول ڈالتی۔ یہاں تک کہ وہ باہر نکل کر آپ سے کہتے آپ نے مجھے پیغام کیوں نہ بھیجا میں آپ کے پاس آ جاتا تو حضرت ابن عباس انہیں کہتے مجھے آپ کے پاس آنے کا زیادہ حق ہے۔

حضرت فاطمہ بنت علی حضرت عمر بن عبدالعزیز کے پاس آئیں وہ اس وقت مدینہ کے امیر تھے۔ آپ نے ان کا بہت اعزاز و اکرام کیا اور کہا خدا کی قسم اے اہل بیت روئے زمین پر تم سے زیادہ مجھے کوئی محبوب نہیں۔ اور تم مجھے اپنے اہل سے بھی زیادہ محبوب ہو۔

احمد کو ایک شیعہ کی تقریب میں عتاب کا نشانہ بنایا گیا۔ اس نے کہا سبحان اللہ یہ ثقہ ہو کر اہل بیت سے محبت کرتا ہے۔ آپ کے

پاس جب کوئی شریف بلکہ قریشی آتا تو آپ اُسے مقدم کرتے۔ اور خود اُس کے پیچھے باہر آتے۔

جعفر بن سلیمان والی مدینہ نے امام مالک کو مارا۔ یہاں تک کہ آپ بے ہوش ہو گئے۔ جب وہ آیا تو آپ کو ہوش آگیا۔ آپ نے فرمایا میں تم کو گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ میں نے اپنے مارنے والے کو جائز کام کرنے والا سمجھا ہے۔ آپ سے بعد میں دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا مجھے خوف ہوا کہ اگر میں مر گیا تو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مجھے ملے تو مجھے آپ سے شرمندگی ہو گی کہ ان کی آل کا ایک آدمی میری وجہ سے آگ میں داخل ہوا ہے۔

جب منصور مدینہ آیا تو اُس نے حضرت امام مالک کو مارنے والے سے قصاص لینے کو کہا تو آپ نے فرمایا میں اُس سے خدا کی پناہ چاہتا ہوں۔ خدا کی قسم جب بھی اس نے مجھے کوڑا مار کر اٹھایا ہے۔ میں نے اُسے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قرابتداری کی وجہ سے جائز قرار دیا ہے۔

حضرت باقر سے صحن کعبہ میں ایک شخص نے کہا جہاں آپ عبادت کرتے ہیں وہاں آپ نے خدا کو دیکھا ہے۔ آپ نے فرمایا میں تو ان دیکھی چیز کی عبادت نہیں کرتا۔ اس نے پوچھا آپ نے اُسے کیسے دیکھا ہے۔ فرمایا آنکھیں اُسے ظاہری طور پر نہیں دیکھ سکتیں بلکہ دل اُسے حقائق ایمان سے دیکھتا ہے۔ اس سے بڑھ کر سامعین کو حیران کرنے والی باتیں بھی آپ نے کہیں۔ اس آدمی نے کہا اللہ اعلم حیث یجعل رسالتہ۔ زہری نے ایک گناہ کا ارتکاب

کیا۔ پھر بغیر کسی مقصد کے چلا گیا تو حضرت زین العابدین نے اُسے فرمایا
تیرا خدا تعالےٰ کی وسیع رحمت سے مایوس ہو جانا تیرے اس گناہ سے
بھی بڑا گناہ ہے۔ تو زہری نے کہا اللہ اعلم حیث یجعل رسالاتہ
پھر وہ اپنے اہل و عیال کی طرف واپس آگیا۔ ہشام بن اسماعیل
امام زین العابدین اور اہل بیت کو دُکھ دیا کرتا تھا۔ اور حضرت علی
سے تکلیف محسوس کرتا تھا۔ ولید نے اُسے معزول کر دیا اور اُسے
لوگوں کے سامنے کھڑا کیا اور وہ اہل بیت کے متعلق اپنی ذمہ داری
سے بہت خائف رہتا تھا۔ وہ ان کے پاس سے گذرا تو کوئی اس
سے متعرض نہ ہوا۔ تو اُس نے پکار کر کہا اللہ اعلم حیث یجعل
رسالاتہ۔

اہل بیت سے حسن سلوک کرنے والے کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم بدلہ دیں گے

طبرانی نے حدیث بیان کی ہے کہ جس شخص نے عبدالمطلب کے کسی بیٹے سے احسان کیا اور اس نے اس دنیا میں اُس شخص کو احسان کا بدلہ نہ دیا تو کل جب وہ مجھے ملے گا۔ تو میں اس کو اس احسان کا بدلہ دینے کا ذمہ دار ہوں گا۔

ایک ضعیف سند کے ساتھ حدیث بیان ہوئی ہے۔ کہ قیامت کے روز میں چار آدمیوں کی سفارش کروں گا۔ جو میری اولاد کی عزت کرنے والا ہو گا۔ اور ان کی ضروریات کو پورا کرے گا اور جب وہ مجبور ہو کر اس کے پاس آئیں تو وہ ان کے معاملات کو نپٹانے میں کوشش کرنے والا ہو گا۔ اور دل اور زبان سے ان سے محبت کرنے والا ہو گا۔

ایک روایت میں ہے جس کی سند میں ایک کذاب بھی ہے کہ جس شخص نے عبدالمطلب کے کسی بیٹے سے احسان کیا اور اس نے اسے اس کا بدلہ نہ دیا تو قیامت کے روز جب وہ مجھے ملیگا تو میں اُسے اس احسان کا بدلہ دوں گا۔ اور جس نے میرے اہلبیت یا میری اولاد پر ظلم کیا اس پر جنت حرام کر دی گئی ہے۔

حضور علیہ السلام کا اہل بیت کی تکالیف کے متعلق اشارہ

حضور علیہ السلام نے فرمایا میری امت کی طرف سے میرے اہل بیت کو قتل و جلاوطنی کی تکالیف پہنچیں گی اور ہماری قوم سے سب سے زیادہ بغض رکھنے والے بنو امیہ، بنو مغیرہ اور بنو مخزوم ہیں۔ حاکم نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔ اور اس پر یہ اعتراض بھی کیا ہے کہ اس روایت میں کچھ ایسے لوگ بھی ہیں۔ جنہیں جمہور نے ضعیف قرار دیا ہے۔

ابن ماجہ نے بیان کیا ہے کہ حضور علیہ السلام نے بنی ہاشم کے کچھ نوجوانوں کو دیکھا تو آپکی آنکھیں ڈبڈبا آئیں۔ آپ سے دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے دنیا کے مقابلہ میں ہمارے لئے آخرت کو پسند فرمایا ہے اور میرے بعد میرے اہلبیت مصائب اور جلاوطنی کا نشانہ بنیں گے۔

ابن عساکر نے بیان کیا ہے کہ لوگوں میں سب سے پہلے قریش ہلاک ہوں گے۔ اور آل قریش میں سے میرے اہل بیت ہلاک ہوں گے۔ ایک روایت میں ہے کہ ان کے بعد باقی رہنے والوں کا کیا حال ہوگا۔ فرمایا جب گدھے کی ریڑھ کی ہڈی ٹوٹ جائے تو اس کی زندگی کیا ہوتی ہے۔

اہل بیت سے بغض رکھنے اور دشنام طرازی کرنے کے متعلق انتباہ

اس سے قبل حدیث بیان ہو چکی ہے کہ جس نے میرے اہل بیت کے کسی آدمی سے بغض رکھا وہ میری شفاعت سے محروم رہے گا۔ ایک دوسری حدیث میں ہے کہ ہم سے بدبخت منافق کے سوا اور کوئی شخص بغض نہیں رکھتا۔

ایک اور حدیث میں ہے کہ جس کی موت آل محمد سے بغض رکھتے ہوئے واقع ہوئی۔ قیامت کے روز وہ اس حال میں آئے گا کہ اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان "رحمت الٰہی سے ناامید" کے الفاظ لکھے ہوں گے۔ اور حضرت حسنؑ فرماتے ہیں جس نے ہم سے عداوت کی۔ اس نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عداوت کی اور صحیح روایت میں ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا اس خدا کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے کہ ہم اہل بیت سے بغض رکھنے والے انسان کو اللہ تعالےٰ آگ میں داخل کریگا

احمد وغیرہ نے بیان کیا ہے کہ اہل بیت سے بغض رکھنے والا منافق ہے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ بنی ہاشم سے بغض رکھنا منافقت ہے۔ اور حضرت حسن سے بسند ضعیف بیان ہوا ہے

کہ ہمارے ساتھ بُغض رکھنے سے بچو کیونکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ہم سے حسد و بُغض رکھنے والے کو حوضِ کوثر سے آگ کے کوڑوں سے ہٹا دیا جائے گا۔ ایک روایت میں ہے کہ اللہ تعالٰی ہم اہل بیت سے بُغض رکھنے والے کا حشر یہودی کی صورت میں کرے گا۔ خواہ وہ کلمہ بھی پڑھتا ہو۔ لیکن اس روایت کی سند تاریک ہے۔ اور ابن جوزی نے عقیلی کی طرح اس پر موضوع ہونے کا حکم لگایا ہے۔ اور صحیح روایت میں ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا اے بنو عبد المطلب! میں نے تمہارے لئے اللہ تعالٰی سے تین دعائیں کی ہیں۔ کہ وہ تمہارے کھڑے ہونے والے کو ثابت قدم رکھے اور گمراہ کو ہدایت دے اور جاہل کو علم دے اور میں نے اللہ تعالٰی سے یہ دعا بھی کی ہے کہ وہ تم کو کریم، نجیب اور رحیم بنا دے اور اگر کوئی آدمی رکن اور مقام ابراہیم کے درمیان کھڑا ہو کر نمازیں پڑھے اور روزے رکھے پھر وہ آلِ محمد سے بُغض رکھتے ہوئے اللہ تعالٰی سے ملے تو وہ آگ میں داخل ہو گا۔

ایک حدیث میں ہے جس نے میرے اہلبیت کو بُرا بھلا کہا تو وہ اللہ تعالٰی اور اسلام سے مرتد ہو جانے والا ہے۔ اور جس نے میری اولاد کے بارے میں مجھے ایذا دی۔ اس پر اللہ تعالٰی کی لعنت ہو گی اور جس نے مجھے میری اولاد کے بارے میں ایذا دی اس نے اللہ تعالٰی کو ایذا دی۔ اللہ تعالٰی نے میرے اہل بیت پر ظلم کرنے والے ان سے جنگ کرنے والے اور انہیں گالی دینے والے پر جنت کو حرام کر دیا ہے۔ اے لوگو قریش اہل جنگ ہیں۔

جس نے انہیں مصیبت میں ڈالنے کی ٹھانی ۔ اللہ تعالیٰ اُسے دوبارہ نتھنوں کے بل گرائے گا ۔ جو قریش کی ذلّت کا خواہاں ہو گا اللہ تعالیٰ اُسے ذلیل کرے گا ۔ میں نے اور ہر مقبول نبی نے پانچ یا چھ بار کتاب اللہ میں زیادتی کرنے والے تقدیر الٰہی کے منکر محارم الٰہی کو حلال کرنے والے ، میری اولاد کی بے حرمتی کرنے والے اور تارک سُنّت پر لعنت فرمائی ہے ۔
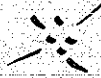
اہم امور کے متعلق اختتامی بیان

اوّل یہ بات متعین ہے کہ کوئی شخص سوائے صحیح صورت کے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اپنے آپ کو منسوب نہیں کر سکتا۔ بخاری میں ہے عظیم ترین جھوٹوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ انسان غیر باپ کی طرف منسوب ہونے کا دعویٰ کرے یا اپنی آنکھوں کو دھوکہ دینے کی کوشش کرے۔

اسی طرح یہ روایت بھی کی گئی ہے جو شخص جان بوجھ کر غیر باپ کی طرف منسوب ہونے کا دعویٰ کرے۔ وہ کفر کا ارتکاب کرتا ہے۔ اور یہ روایت بھی ہے کہ جو شخص غیر باپ کی طرف اپنے آپ کو منسوب کرے۔ اس پر جنّت حرام ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ اس پر فرشتوں، اللہ تعالیٰ اور سب لوگوں کی لعنت ہے۔ اور ایک جماعت نے دیگر احادیث بھی بیان کی ہیں کہ نسب کا جھوٹا ادعاء یا اس سے اظہار بیزاری کفر ہے یعنی کفران نعمت ہے یعنی غیر باپ کی طرف انتساب کو حلال سمجھنا یا قریب ہونا کفران نعمت ہے۔

اس جگہ بہت سے لوگوں نے انساب کے ثبوت یا انتفاء

خصوصاً اہل بیت کے طاہر و مطہر نسب میں دخل اندازی کے بارے میں
عادلانہ فیصلے سے توقف کیا ہے ۔ ان لوگوں پر بہت تعجب ہے جو
ایک ادنیٰ مرجحہ اور جھوٹے قرینہ سے اس کا اثبات کرنے میں جلد بازی
سے کام لیتے ہیں ۔ اس بارے میں اس دن ان سے پوچھا جائیگا
جب مال اور اولاد کوئی فائدہ نہ دے گی ۔ سوائے اس کے کہ انسان
قلب سلیم کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے پاس آئے ۔

دوم اہل بیت کی شان کے لائق یہ بات ہے کہ وہ اعتقاد،
عمل، عبادت، زہد اور تقویٰ کے لحاظ سے رسول کریم
صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ و سنت کے مطابق چلیں اور اللہ تعالیٰ
کے اس قول کو مدِنظر رکھیں کہ ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم،
اور حضور علیہ السلام کے اس قول کو ملحوظ رکھیں کہ آپ سے پوچھا گیا
کہ لوگوں میں سے کون سا آدمی زیادہ قابل عزّت ہے ۔ فرمایا
اکرمھم عند اللہ اتقاھم للہ ۔ ان میں زیادہ قابل اکرام وہ
ہے جو اللہ تعالیٰ سے زیادہ
ڈرتا ہے ۔

پھر فرمایا ان کے جاہلیت کے زمانہ کے اچھے لوگ جب دین
کو سمجھ جائیں تو اسلام میں بھی اچھے ہیں ۔ ابن عباس کہتے ہیں ۔ کوئی
آدمی کسی آدمی سے سوائے تقویٰ کے مکرم نہیں ہو سکتا ۔ احمد کہتے
ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوذر سے فرمایا تو کسی
احمر و اسود سے بہتر نہیں ۔ سوائے اس کے کہ تو اس سے تقویٰ میں بڑھ
جائے ۔ انہوں نے اور دوسروں نے بھی بیان کیا ہے کہ اے لوگو!

تمہارا رب ایک ہے اور تمہارا باپ بھی ایک ہے۔ کسی عربی کو عجمی پر اور کسی سیاہ کو سرخ پر سوائے تقویٰ کے کوئی فضیلت نہیں۔ تم میں سے اللہ کے نزدیک وہ شخص بہتر ہے جو اللہ تعالیٰ سے زیادہ ڈرتا ہے۔ اور طبرانی میں ہے کہ مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ کسی کو دوسرے پر سوائے تقویٰ کے کوئی فضیلت نہیں۔ صحیح حدیث میں ہے اگرچہ اس میں اختلاف ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کے سامنے مسجد میں خطبہ دیا۔ آپ کے خطبہ میں ایک بات یہ بھی تھی کہ اے لوگو اللہ تعالیٰ نے تم سے جاہلیت کے اس عیب یعنی آباؤ اجداد پر فخر کرنے کے عیب کو دور کر دیا ہے۔ لوگ دو طرح کے ہیں۔ ایک نیک متقی اور اللہ کو پیارے، دوسرے شقی، جن کی اللہ تعالےٰ کی نگاہ میں کوئی وقعت نہیں۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔

یاایھا الناس اناخلقناکم	اے لوگو ہم نے تم کو مرد اور عورت
من ذکر و انثیٰ وجعلناکم	سے پیدا کیا ہے اور تمہیں تعارف
شعوبا و قبائل لتعارفوا	کی خاطر شعوب و قبائل میں تقسیم کر
ان اکرمکم عند اللہ	دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک تم
اتقاکم ان اللہ علیم	میں سے وہی زیادہ قابل عزت ہے
خبیر۔	جو زیادہ تقویٰ سے کام لیتا ہے اور
	اللہ تعالیٰ علیم و خبیر ہے۔

پھر آپ نے فرمایا میں اپنے متعلق یہ بات کہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ سے اپنے اور تمہارے لئے بخشش طلب کرتا ہوں اور ایک روایت میں ہے جس کی سند حسن ہے کہ بالضرور ایسی اقوام

بھی ہوں گی جو اپنے فوت شدہ آبا ؤ اجداد پر فخر کریں گی ۔ وہ تو صرف جہنم کے کوئلے ہیں ۔ یا وہ خدا تعالیٰ کے نزدیک اس گبریلے سے بھی زیادہ حقیر ہیں ۔ جسے وہ اپنے ناک سے لڑھکاتا پھرتا ہے ۔ یقیناً اللہ تعالیٰ نے تم سے جاہلیت کے عیب کو دور کر دیا ہے ۔ آدمی صرف مومن متقی ہوتا ہے یا بدبخت فاجر ، سب لوگ اولاد آدم ہیں اور آدم مٹی سے پیدا ہوا تھا اور مسلم کی روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہارے اموال و اشکال کو نہیں دیکھتا بلکہ وہ تمہارے قلوب و اعمال کو دیکھتا ہے ۔ اور احمد کی روایت میں ہے کہ تمہارے یہ انساب کسی کے لئے عار کا باعث نہیں ۔ تم سب اولادِ آدم ہو کسی کو دوسرے پر سوائے دین اور تقویٰ کے کوئی فضیلت نہیں ۔ ابن جریر اور عسکری کی روایت ہے کہ لوگ آدم و حوا کی اولاد ہیں ۔ اللہ قیامت کے روز تم سے تمہارے حسب نسب کے متعلق نہیں پوچھے گا ۔ ہاں اعمال کے بارے میں پوچھے گا ۔ خدا تعالیٰ کے نزدیک زیادہ قابل عزت وہ ہے جو زیادہ تقویٰ اختیار کرتا ہے ۔ اور ابن لال اور عسکری کی روایت ہے کہ سب لوگ کنگھی کے دندانوں کی طرح ہیں ۔ وہ صرف صورت میں برابر اور اعمال میں متفاوت ہیں ۔ اس آدمی سے صحبت نہ رکھ ۔ جس میں تو تو خوبی دیکھتا ہے ۔ مگر وہ تجھ میں کوئی خوبی نہ پائے ۔

ابو یعلیٰ وغیرہ سے روایت ہے کہ مومن کا دین اس کی عزت ، اس کی عقل اس کی جوانمردی ، اور اس کا خلق اس کا حسب ہے ۔

حضرت عمر اس شخص کو جو آباء پر فخر کرتے ہوئے اپنے

آپ کو فلاں بن فلاں کہتا ہے۔ فرماتے ہیں اگر تیرا دین ہے تو تو معزز ہے اگر تیرے پاس عقل ہے تو تو جوانمرد ہے۔ اگر تیرے پاس مال ہے تو تجھے شرف حاصل ہے۔ ورنہ تو اور گدھا برابر ہیں۔ اور صحیح حدیث میں ہے جس کے عمل نے اسے پیچھے رکھا ہے اس کا نسب اسے تیز نہیں کر سکتا۔ اور طبرانی نے روایت کی ہے کہ میرے اہل بیت کا خیال ہے کہ وہ سب لوگوں کی نسبت میرے زیادہ قریب ہیں۔ حالانکہ ایسا نہیں۔ تم میں سے میرے سب سے زیادہ قریب متقی ہیں۔ خواہ وہ کوئی ہوں اور جہاں بھی ہوں۔ شیخین نے روایت کی ہے کہ فلاں شخص کی آل، میرے دوست نہیں۔ میرا دوست تو اللہ تعالیٰ اور صالح مومن ہیں۔ بخاری نے اس پر حاشیہ کا اضافہ کرتے ہوئے کہا ہے لیکن ان کی مجھ سے رشتہ داری ہے۔ اس کی میں صلہ رحمی کروں گا۔ اور طبرانی نے معجم کبیر میں ان الفاظ پر اکتفا کیا ہے کہ بنو طالب کی مجھ سے رشتہ داری ہے۔ اس کی میں صلہ رحمی کروں گا۔ اسی طرح یہ روایت صحیح مسلم میں بھی آئی ہے۔ مگر اسے ان لوگوں پر محمول کیا گیا ہے جو ان میں سے غیر مسلم ہیں ورنہ ان میں تو حضرت علی اور حضرت جعفر بھی شامل ہیں۔ جو متقدم الاسلام ہونے اور ناصر دین ہونے کے باعث آپ کے اخص لوگوں میں شامل ہیں۔ بلکہ حدیث میں موقوف و مرفوع طور پر وارد ہے کہ حضرت علی صالح مومنین میں سے ہیں۔ نووی کہتے ہیں کہ اس حدیث کے معنی یہ ہیں کہ میرا دوست وہ ہوگا جو صالح ہوگا۔ اگرچہ وہ نسب کے لحاظ سے مجھ سے دور رہا ہو اور دوسروں کے نزدیک اس کے یہ معنی ہیں کہ میں قرابت کی وجہ سے کسی سے دوستی نہیں کرتا اور میں خدا سے اس لئے محبت رکھتا ہوں کہ اس کا بندوں پر احسان

حق ہے اور صالح مومنین سے میں خدا کی رضامندی کی خاطر محبت رکھتا ہوں اور ایمان وصلاح سے دوستی رکھنے والوں سے میں دوستی رکھتا ہوں خواہ میرے رشتہ دار ہوں یا نہ ہوں۔ لیکن میں اپنے رشتہ داروں کے حقوق کا خیال رکھتا ہوں۔ اور میں ان سے صلہ رحمی کروں گا۔ اور یہ اس حدیث کی مؤید ہے کہ ہر متقی آل محمد میں سے ہے۔ جب ہاشمی نے ابی عنیاء سے کہا کہ تو ہر نماز میں اللھم صل علی محمد وعلی آل محمد کہہ کر مجھ پر درود پڑھتا ہے پھر مجھ سے لاپرواہی کیوں کرتا ہے۔ اس نے جواب دیا میری مراد طیب اور طاہر لوگوں سے ہوتی ہے اور تو ان میں شامل نہیں ہے۔

ایک انصاری کو کسی نے خواب میں دیکھا تو اس سے پوچھا اللہ نے تیرے ساتھ کیا سلوک کیا ہے۔ اس نے کہا کہ اس نے مجھے بخش دیا ہے اس نے کہا کس چیز کے باعث، اس نے کہا اس مشابہت کی وجہ سے جو میرے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان تھی۔ اس سے پوچھا گیا تو شریف ہے اس نے کہا نہیں، پوچھا گیا پھر یہ مشابہت کہاں سے آئی اس نے کہا جیسے کتے کو چرواہے سے مشابہت ہوتی ہے۔ ابن العدیم کہتے ہیں میں نے اس کی تاویل یہ کی ہے کہ اس نے اپنے آپ کو انصار کی طرف منسوب کیا ہے۔ ایک اور آدمی نے اس کی تاویل میں کہا ہے کہ اس نے اپنے آپ کو علم خصوصاً علم حدیث کی طرف منسوب کیا ہے۔ کیونکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مجھ پر بکثرت درود پڑھنے والا میرے سب سے زیادہ قریب ہوگا اور وہ آپ پر بکثرت درود پڑھا کرتا تھا۔

تنبیہ جو لوگ کفاءۃ کو نکاح میں معتبر خیال نہیں کرتے۔ انہوں نے آیت اور گذشتہ احادیث سے تمسک کیا ہے۔ لیکن جمہور نے کفایت کا اعتبار کیا ہے۔ لیکن جو بات بیان کی گئی ہے۔ اسکا کوئی شاہد نہیں کیونکہ اس بات کا مقصد یہ ہے کہ یہ چیز آخرت میں سود مند نہ ہوگی۔ ہماری گفتگو اس بارے میں نہیں۔ بلکہ گفتگو اس امر میں ہے کہ کیا عقلمند لوگ دنیا میں عالی نسب ہونے پر فخر کرتے ہیں یا نہیں۔ اس میں کچھ شبہ نہیں کہ اس بات پر فخر کیا جاتا ہے اور جسے ولی نسب میں کفاءت نہ رکھنے والے کے ساتھ نکاح پر مجبور کرے گا۔ اسے خسارے اور عار کے سوا کچھ حاصل نہ ہوگا۔ بلکہ اولاد کی بھلائی کرنا آخرت میں فائدہ دیتی ہے۔

حضرت ابن عباس سے بروایت صحیح والحقنا بہم ذریاتہم کے بارے میں بیان ہوا ہے۔ آپ نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ مومن کی ذریت کو قیامت کے روز اس کے درجہ میں اٹھا کر لے جائے گا۔ خواہ وہ عمل میں اس سے کمتر ہی ہو۔ اسی طرح وکان ابوھما صالحا کے بارہ میں آپ سے بروایت صحیح بیان ہوا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے باپ کی اچھائی کی رعایت کے لحاظ سے یہ بات کہی ہے اور ان دونوں کی اچھائی کے بارے میں کوئی بات نہیں کی۔

سعید بن جبیر کہتے ہیں کہ آدمی جنت میں داخل ہو کر کہے گا میرے ماں باپ اور بیوی بچے کہاں ہیں۔ اسے کہا جائے گا۔ کہ انہوں نے تیرے جیسے عمل نہیں کئے۔ وہ کہے گا میں اپنے اور ان کے لئے عمل کرتا تھا۔ پس انہیں کہا جائے گا کہ تم بھی جنت میں داخل ہو جاؤ۔ پھر آپ نے یہ آیت

پڑھی۔ جنات عدن یدخلونہا ومن صلح من آبائھم وازواجھم وذریاتھم، جب صالح باپ ساتویں پشت تک کی تمام اولاد کو فائدہ پہنچا سکتا ہے۔ تو سید الانبیاء کے بارے میں تیرا کیا خیال ہے کہ وہ اپنی طاہر اور طیب اولاد کو کس قدر فائدہ پہنچائیں گے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ حرم کے کبوتروں کی اس لئے عزت کی جاتی ہے کہ وہ ان دو کبوتروں کی اولاد میں سے ہیں۔ جنہوں نے غار ثور کے منہ پر گھونسلا بنا لیا تھا جس میں ہجرت کے وقت حضور علیہ السلام چھپے تھے۔

تقی فاسی نے بعض ائمہ سے بیان کیا ہے کہ وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے مدینہ اور شرفائے مدینہ کی تعظیم میں بڑے مبالغہ سے کام لیا کرتے تھے اور ان کی تعظیم وہ اس وجہ سے کرتے تھے کہ اہل مدینہ میں سے ایک شخص تھا۔ جس کا نام مطیر تھا۔ وہ فوت ہو گیا تو انہوں نے اس کا جنازہ پڑھنے سے توقف کیا کیونکہ وہ کبوتروں کے ساتھ کھیلا کرتا تھا۔ اس نے خواب میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا آپ کے ساتھ حضرت فاطمۃ الزہرا بھی تھیں۔ حضرت فاطمہ نے اس شخص سے منہ پھیر لیا۔ اس نے مہربانی کی التجا کی تو آپ نے اس کی طرف توجہ کر کے ناراض ہوتے ہوئے فرمایا کیا ہمارے اکرام کی وجہ سے تیرے سینے میں مطیر کے متعلق انشراح نہیں ہوا۔

اسی طرح ابی نمی محمد بن ابی سعد حسن بن علی بن قتادہ الحسنی حاکم مکہ کی سوانح عمری میں لکھا ہے کہ جب وہ فوت ہوئے تو شیخ عفیف الدین الدلاصی نے ان کی نماز جنازہ نہ پڑھی۔ انہوں نے خواب میں حضرت فاطمۃ الزہرا کو دیکھا کہ وہ مسجد الحرام میں ہیں اور لوگ انہیں

سلام کہہ رہے ہیں۔ انہوں نے سلام کیا تو آپ نے تین بار اعراض سے کام لیا۔ ان کے دل میں غصہ پیدا ہوا اور انہوں نے اعراض کا سبب پوچھا تو آپ نے فرمایا میرا بچہ فوت ہوتا ہے۔ اور تو اس پر نماز نہیں پڑھتا تو انہوں نے ادب اختیار کیا اور نماز نہ پڑھنے کی جو زیادتی انہوں نے کی تھی اس کا اعتراف کیا۔

تقی مقریزی، یعقوب مغربی سے بیان کرتے ہیں کہ وہ جب ۷۱۸ھ میں مدینہ میں تھے تو انہیں شیخ عابد محمد فارسی نے روضہ مکرمہ میں کہا کہ میں بنی حسین کے اشراف مدینہ سے رفض کی مدد کی وجہ سے بغض رکھا کرتا تھا۔ میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر شریف کی طرف منہ کر کے سویا ہوا تھا۔ آپ نے میرا نام لے کر فرمایا کیا وجہ ہے کہ تو میری اولاد سے بغض رکھتا ہے۔ میں نے کہا مجھے اس بات سے خدا بچائے میں انہیں برا نہیں سمجھتا میں تو صرف اس تعصب کی وجہ سے ناپسند کرتا ہوں۔ جو انہوں نے اہل سنت کے بارہ میں اختیار کیا ہے۔ آپ نے فرمایا یہ توفقہ کا مسئلہ ہے کیا عاق کیا ہوا بچہ نسب کے ساتھ نہیں ہوتا میں نے عرض کیا ہاں یا رسول اللہ ایسا ہی ہوتا ہے۔ تو آپ نے فرمایا یہ عاق کیا ہوا بچہ ہے۔ جب میں بیدار ہوا تو بنی حسین کے ہر آدمی کا از حد اکرام کرنے لگا۔

رئیس الشمس العمری سے روایت بیان کی گئی ہے وہ کہتے ہیں کہ جمال محمود عجمی محتسب اور اس کے نائب اور پیروکار سید عبدالرحمن طباطبی کے گھر گئے۔ میں بھی ان کے ساتھ تھا محتسب نے اجازت طلب کی۔ وہ باہر نکلے تو انہیں محتسب کی آمد بہت گراں گذری۔ اس نے کہا میں اپنے گناہ کا

اعتراف کرتا ہوں تاکہ آپ مجھ سے درگذر فرمائیں آپ نے کہا کیا بات ہے اس نے کہا آپ جب کل شام سلطان ظاہر کے پاس رتوق ہیں مجھ سے اوپر بیٹھے ہوئے تھے۔ تو یہ بات مجھ پر گراں گذری اور میں نے اپنے دل میں کہا یہ مجھ سے اوپر کیسے بیٹھ سکتا ہے۔ جب رات ہوئی تو میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا آپ نے فرمایا اے محمود کیا تو میرے بیٹے سے نیچے بیٹھنا ناپسند کرتا ہے۔ اس وقت شریف رو پڑا اور کہنے لگا اے آقا میری کیا حیثیت ہے۔ یہاں تک کہ حضور علیہ السلام مجھے نصیحت کرتے رہے اور ساری جماعت رو پڑی۔ پھر انہوں نے آپ سے دعا کی درخواست کی اور واپس آ گئے۔

تقی بن فہد حافظ ہاشمی مکی نے بیان کیا ہے کہ میرے پاس شریف عقیل بن ھمیل آئے۔ اور وہ امرائے ھواشم میں سے تھے۔ انہوں نے مجھ سے رات کا کھانا طلب کیا۔ میں نے معذرت کی اور کچھ نہ کیا۔ اسی رات یا کسی دوسری رات کو میں نے خواب میں حضور علیہ السلام کو دیکھا تو آپ نے مجھ سے منہ پھیر لیا۔ میں نے عرض کیا۔ حضور میں آپ کی حدیث کا خادم ہوں۔ آپ مجھ سے کیوں اعراض فرماتے ہیں۔ آپ نے فرمایا میں تجھ سے کیوں اعراض نہ کروں۔ میرا ایک بچہ تجھ سے رات کا کھانا طلب کرتا ہے اور تو اسے کھانا نہیں دیتا وہ کہتے ہیں صبح ہوئی تو میں نے شریف کے پاس جا کر معذرت کی اور جو حاضر توفیق تھا۔ اس کے مطابق ان سے حسن سلوک بھی کیا۔

جمال عبد الغفار انصاری جو ابن نوح کے نام سے معروف ہیں وہ نجم الدین بن مطروح کی والدہ سے بیان کرتے ہیں۔ وہ ایک نیک

عورت تھیں ۔ کہتی ہیں کہ مکہ میں ایک دفعہ قحط پڑا ۔ جس میں لوگوں نے چمڑے بھی کھائے ۔ ہم اٹھارہ افراد تھے ۔ ہم نصف پیمانہ گندم کے برابر کام کر لیتے تھے ۔ جو ہمیں کافی ہو جاتا تھا ۔ ہمارے پاس چودہ پیمانے گندم آئی تو میرے خاوند نے دس پیمانے اہل مکہ میں تقسیم کر دیئے اور چار ہمارے لئے باقی رہ گئے جب وہ سویا تو روتے ہوئے بیدار ہوا میں نے پوچھا تجھے کیا ہوا ہے ۔ اس نے کہا میں نے حضرت فاطمۃ الزہرا کو ابھی دیکھا ہے ۔ وہ مجھے فرما رہی ہیں اے سراج تو گندم کھاتا ہے اور میری اولاد بھوکی ہے ۔ تو اس نے اٹھ کر جو کچھ باقی تھا سب اشراف میں تقسیم کر دیا ۔ اور ہمارے پاس کچھ نہ رہا اور بھوک کے باعث ہم میں کھڑے ہونے کی سکت نہ تھی ۔

مقریزی معز الدین بن عز جو حنابلہ کے قاضی اور ملک مؤید کے ہمنشین تھے ۔ انہوں نے اپنے آپ کو دیکھا کہ وہ مسجد نبوی میں ہیں اور قبر شریف کھل گئی ہے ۔ اور حضور علیہ السلام اس سے باہر نکل کر اس کے کنارے پر بیٹھ گئے ہیں ۔ آپ کا کفن بھی آپ کے اوپر ہی ہے ۔ آپ نے ہاتھ سے میری طرف اشارہ کیا میں اٹھ کر آپ کے قریب آیا تو آپ نے مجھے فرمایا مؤید سے کہیئے کہ وہ عجلان یعنی ابن سعید امیر مدینہ کو جلد رہا کر دے ۔ انہیں ۸۲۲ھ میں قید کر دیا گیا تھا ۔ وہ کہتے ہیں میں مؤید کے پاس گیا اور جو کچھ میں نے دیکھا تھا اسے بتایا اور اسے حلف اٹھا کر کہا کہ میں نے اس عجلان کو کبھی دیکھا بھی نہیں ۔ جب مجلس برخاست ہوئی تو وہ تیر کے نشانے کے فاصلے پر گیا اور عجلان کو برج سے بلا کر رہا کر دیا اور اس سے حسن سلوک بھی کیا ۔

تقی مقریزی کہتے ہیں میرے پاس بنی حسن اور بنی حسین کے بارے میں اس قسم کی متعدد صحیح حکایات ہیں۔ پس خواہ وہ کسی حالت میں ہوں تو انہیں جنگ میں ڈالنے سے بچ۔ کیونکہ بیٹا خواہ اچھا ہو یا برا، بیٹا ہی ہوتا ہے

تقی مقریزی کہتے ہیں کہ یہ ایک عجیب واقعہ ہے کہ سلطان نے شریف مرواح بن مقبل بن مختار بن مقبل بن محمد بن راجح بن ادریس بن حسن بن ابی عزیز بن قتادۃ بن ادریس بن مطاعن الحسنی کی آنکھوں میں سلائی پھروا دی۔ یہاں تک کہ ان کی آنکھوں کے ڈھیلے پھوٹ کر بہنے لگے۔ ان کا دماغ متورم ہو گیا اور پھول کر بدبو دینے لگا۔ وہ ایک مدت بعد عمان سے مدینہ گئے اور قبر شریف کے پاس کھڑے ہو کر اپنی تکلیف کی شکایت کی اور رات وہیں گذاری۔ انہوں نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ نے ان کی آنکھوں پر اپنے ہاتھ شریف کو پھیرا ہے۔ صبح ہوئی تو انہیں نظر آنے لگا اور ان کی آنکھیں جیسی تھیں ویسی ہو گئیں۔ اور یہ بات مدینہ میں مشہور ہو گئی پھر وہ قاہرہ آئے تو سلطان ان سے اس گمان کی بنا کر ناراض ہو گیا کہ ان کو سلائی پھیرنے والے ان سے محبت کرنے والے ہیں۔ اس کے پاس عادل گواہی گذاری گئی کہ انہوں نے ان کے ڈھیلوں کو بہتے ہوئے دیکھا ہے۔ اور وہ مدینہ میں اندھے ہونے کی حالت میں آئے تھے۔ پھر وہ دیکھنے لگے۔ انہوں نے اپنی رویا بیان کی جس سے سلطان کا غصہ ٹھنڈا ہو گیا۔

مجھے بعض ان صالح اشراف نے بتایا ہے جن کی صحت نسب و

صلاح اور ان کے آباء کے اچھا ہونے پر اتفاق ہے۔ کہ میں مدینہ شریف میں تھا میں نے ایک شریف کو کسٹم والے کے پاس دیکھا جو اسی کا کھانا کھا رہا تھا اور اسی کا لباس پہنے تھا مجھے یہ بات سخت ناگوار گذری اور اس شریف کے متعلق میرا اعتقاد خراب ہو گیا۔ اس کے بعد میں نے رات گذاری تو میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک بھری مجلس میں دیکھا لوگوں نے آپ کو صف در صف گھیرا ہوا ہے۔ اور میں بھی اس حلقہ کے کھڑے ہوئے لوگوں میں سے ایک ہوں۔ اچانک ایک آدمی بلند آواز سے کہتا ہے اپنے اپنے کاغذات نکالو۔ کیا دیکھتا ہوں کہ ایسے کاغذات آپ کے حضور لائے گئے جن پر شاہی فرمان لکھے جاتے ہیں۔ اور انہیں حضور علیہ السلام کے سامنے رکھ دیا گیا۔ ایک آدمی ان کاغذات کو حضور کے سامنے پیش کرتا جاتا ہے۔ اور پھر ان لوگوں کو یہ کاغذات دیتا جاتا ہے جن کے یہ کاغذات ہیں۔ جس کا نام نکلتا ہے اس کو وہ کاغذ دے دیتا ہے۔ وہ آدمی کہتا ہے سب سے پہلا اور بڑا کاغذ اس شخص کا تھا جسے میں ناپسند کرتا تھا اس کا نام لیا گیا تو وہ حلقہ کے درمیان سے نکل کر حضور علیہ السلام کے سامنے جا کھڑا ہوا۔ آپ نے حکم دیا کہ اس کے کاغذات اسے دے دئیے جائیں۔ وہ انہیں لے کر بہت خوش ہوا۔ راوی کہتا ہے کہ پھر میرے دل میں جو کچھ بھی اس شخص کے بارہ میں ناراضگی تھی وہ جاتی رہی اور مجھے اس پر اعتقاد ہو گیا اور مجھے یہ بھی علم ہو گیا کہ یہ شخص جمیع حاضرین سے مقدم ہے اور مجھ پر واضح ہو گیا کہ اس کا اس کسٹم والے کا کھانا کھانا ضرورت کے تحت تھا جو مردار کے کھانے کو حلال کر دیتی ہے۔

اسی طرح ایک روایت یہ بھی ہے جو مجھے اشراف وصالحین میں میں سے ایک آدمی نے بتائی ہے ۔ کہ جب نامراد اور خبیث حجاج نے سید شریف محمد ابی نمی حاکم مکّہ کے گھر پر منیٰ میں یوم النحر کو اسے اور اس کی اولاد کو ایک ہی ساعت میں قتل کرنے کے لئے حملہ کیا ۔ اللہ انہیں اس سے بچائے ۔ تو اس نے کامیاب ہو کر ابی نمی اور اس کی فوج کو قتل کرنے کا ارادہ کیا تو ابو نمی کو حجاج کے متعلق یہ خدشہ ہوا کہ وہ اُسے سب سے آخر میں قتل کرے گا ۔ پس کوئی رسّی باقی نہ رہی ۔ اس لئے وہ مارنے سے رُکا رہا ۔ پھر وہ حملہ کی رات کو مکہ چلا گیا اور لوگ دُبدا میں پڑ گئے ۔ مگر یہ جابر مزید سرکشی میں بڑھ گیا ۔ اس نے اعلان کر دیا کہ شریف کو معزول کر دیا جائے ۔ جب بدوؤں نے یہ بات سُنی تو وہ حاجیوں پر ٹوٹ پڑے اور ان کے بے شمار اموال کو لوٹ لیا ۔ اور سارے مکہ کو لوٹنے ، حاجیوں کے استیصال اور امیر حجاج اور اس کی فوج کو ختم کرنے کا تہیہ کر لیا تو شریف (اللہ تعالیٰ اسے حاجیوں کی طرف سے جزا دے) نے سوار ہو کر خونریز عربوں کا خون بہایا اور بعض کو قتل کیا جس سے وہ ٹھنڈے ہو گئے ۔ یہ سرکش مکہ میں ہی رہا اور لوگ دبدبے میں رہے ۔ جبکہ اکثر مناسک حج اور جماعت معطل ہو گئے اور ایسے خوف اور سختی کو لوگوں نے برداشت کیا ۔ جس کی مثال کبھی نہیں سُنی گئی ۔ پھر یہ سرکش چلا گیا اور شریف کو یہ دھمکی دی کہ وہ سلطان کے پاس اس کے عزل وقتل کے بارے میں کوشش کرے گا ۔ یہ واقعہ ۹۵۵ھ میں ہوا ۔ یہ شریف کہتا ہے کہ انہی دنوں میں مکہ سے نکل کر جدہ جا رہا تھا اور مجھے شریف اس کی اولاد اور مسلمانوں کے بارے میں بہت

پریشانی اور خوف دامن گیر تھا۔ جب فجر سے تھوڑی دیر پہلے میں جدہ کے قریب پہنچا تو میں ایک گھڑی آرام کے لئے ٹھہر گیا تاکہ فصیل کے دروازے کھل جائیں۔ میں نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا۔ آپ کے ساتھ حضرت علی بھی تھے۔ جن کے ہاتھ میں ایک مڑے ہوئے سر والا عصا تھا۔ گویا وہ اُسے سید شریف ابی نمی کی طرف سے مار کر مجھے کہتے ہیں۔ اُسے اطلاع دو کہ وہ ان لوگوں کی پرواہ نہ کرے اور اللہ اُسے ان پر غلبہ دے گا۔ ابھی تھوڑا عرصہ ہی گذرا تھا کہ سلطان کی طرف سے یہ اطلاع ملی کہ سلطان نے سید شریف کی بہت تعظیم کی ہے اور اللہ تعالٰی نے اُسے اس مفسد اور جنہوں نے اسے اس امر پر برانگیختہ کیا ہے ان پر غلبہ بخشا ہے۔ اور مسلمانوں کی حکومت اسی کی طرف واپس آگئی ہے۔ جس سے انہوں نے عہد ولایت کیا تھا۔ مجھے ایک آدمی نے بتایا ہے کہ میں نے یوم النحر کو اس سخت دن میں ابی نمی کے والد سید برکات کو دیکھا وہ ایک بڑے گھوڑے پر سوار ہو کر اپنی ولایت کا حال بیان کر رہے ہیں اور ان کے ساتھ دوسرے گھوڑے پر سید عبدالقادر جیلانی بھی ہیں۔ انہوں نے کہا مولانا آپ بڑی ہمت کے ساتھ کہاں جا رہے ہیں۔ انہوں نے جواب دیا۔ ابی نمی کی مدد کیلئے۔ یہ رؤیا اس فاجر کے حملہ کے عین مطابق ہے۔ اللہ تعالٰی نے اُسے ناکام و نامراد کیا اور لوگوں نے اس عجیب و غریب واقعہ کے بارے میں بیشمار ایسی خوابیں دیکھی ہیں جن میں ابی نمی اور اسکی اولاد کی سلامتی کی طرف اشارہ تھا۔ ہمیں بتایا گیا ہے کہ یمن کا ایک صالح آدمی اپنے عیال کے ساتھ سمندر کے ذریعہ حج کو چلا جب وہ جدہ

پہنچا تو اسے کسٹم والوں نے تلاش کیا۔ حتیٰ کہ عورتوں کے کپڑوں کے نیچے بھی دیکھا تو وہ غضبناک ہو کر حاکم مکہ سید برکات کے بارے میں اللہ تعالےٰ کے حضور متوجہ ہوا تو اس نے خواب میں دیکھا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس سے منہ پھیرے ہوئے ہیں۔ اس نے کہا یا رسول اللہ آپ ایسا کیوں کر رہے ہیں۔ تو آپ نے فرمایا کیا تو نے تاریکی میں اس شخص کو نہیں دیکھا جو میرے اس بیٹے سے زیادہ ظالم ہے تو وہ مرعوب ہو کر بیدار ہو گیا اور اللہ تعالےٰ کے حضور توبہ کی کہ وہ اشراف میں سے کسی سے متعرض نہیں ہو گا۔ جو کچھ ہو چکا ہو چکا۔

ایک صالح آدمی نے بیان کیا کہ مصر میں ایک بدکار آدمی نے بدکاری کیلئے ایک شریف زادی کو زبردستی پکڑ لیا اور وہ سلطان کے قریبی آدمیوں میں سے تھا۔ کہتا ہے وہ عورت حیران ہوئی کیونکہ عشاء کی نماز بھی پڑھی جا چکی تھی۔ اور اب اس اقدام کے سوا اور کوئی کام نہ تھا۔ اس عورت نے ایک صالح آدمی سے توسل کیا۔ ابھی وہ تھوڑی دور ہی گیا تھا کہ سلطان نے اسے بلایا اور گرفتار کر لیا اور وہ شریف زادی صحیح سلامت بچ گئی۔ اور اس شریف زادی کی برکت سے یہ گرفتاری جلد ہی اس فاجر کے لئے پیغام اجل بن گئی۔

مجھے ایک طالبعلم نے بتایا کہ فاس شہر میں ایک آدمی پر قتل ثابت ہو گیا۔ قاضی نے اس کے قتل کا حکم صادر کر دیا۔ بادشاہ نے قاضی کی طرف پیغام بھیجا کہ اسے قتل نہ کرو۔ قاضی نے کہا اس کا قتل تو ضروری ہے۔ دوسرے روز اس نے اس کے قتل

کا ارادہ کیا تو بادشاہ نے پیغام بھیجا کہ میں نے دوبارہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہی فرماتے سنا ہے مگر قاضی نے بات نہ سنی تیسرے روز بھی اس نے یہی ارادہ کیا تو بادشاہ نے تیسرے روز بھی یہی پیغام بھیجا تو قاضی نے کہا ہم خواب کی بنا پر شریعت کو ترک نہیں کر سکتے۔ خواہ وہ کتنی بار آئے اور اُسے قتل کے لیے لے گئے۔ کیا دیکھتے ہیں کہ ایک آدمی ولی الدم کو نیکی کرنے کی تلقین کرتا ہے کیونکہ لوگ اس سے معافی مانگ مانگ کر عاجز آ گئے تھے اور وہ معاف نہ کرتا تھا۔ اور اس نے صرف اس سے بات کی اور اس نے معاف کر دیا۔ بادشاہ کو جب یہ اطلاع پہنچی تو اس نے اس آدمی کو حاضر کرنے کا حکم دیا۔ جب وہ بادشاہ کے حضور پیش ہوا تو اس نے پوچھا سچ سچ بتاؤ کیا بات ہے۔ اس نے کہا میں نے قتل کیا ہے میں اور وہ دونوں ایک ہی قماش کے آدمی تھے۔ اس نے ایک شریف زادی سے بدکاری کا ارادہ کیا تو میں نے اُسے زناکاری سے روکنے کیلئے قتل کر دیا۔ بادشاہ نے کہا تو نے سچ کہا ہے اگر ایسا نہ ہوتا تو مجھے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم تین بار یہ نہ فرماتے کہ اسے قتل نہ کرو۔

سوم ان کی تعظیم و توقیر ان کی شان کے مطابق کرنی چاہیئے اور ان سے باادب پیش آنا چاہیئے تاکہ ان کا شرف معلوم ہو اور مجالس میں ان سے تواضع سے پیش آنا چاہیئے کیونکہ ان کی محبت اور اکرام کا واضح اثر ہوتا ہے۔

نجم الدین بن فہد اور مقریزی نے بیان کیا ہے کہ ایک قاری جب تیمور لنگ کی قبر کے پاس سے گذرا تو اس نے آیت خذوہ

فغلوہ ثم الجحیم صلوہ الایۃ بتکرار پڑھی وہ کہتا ہے کہ میں نے خواب میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ بیٹھے ہوئے ہیں۔ اور تیمور لنگ آپ کے پہلو میں ہے۔ وہ کہتا ہے۔ میں نے اس کو ڈانٹتے ہوئے کہا اے دشمن خدا تو یہاں بھی آپہنچا ہے۔ اور میں نے اس کے ہاتھ کو پکڑنے کا ارادہ کیا کہ اُسے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو سے اُٹھا دوں تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فرمایا اسے چھوڑ دو کیونکہ یہ میری اولاد کا محب ہے پھر میں ڈرتے ہوئے بیدار ہو گیا اور خلوت میں میں اس کی قبر کے پاس سے گذرتے ہوئے جو کچھ پڑھا کرتا تھا اُسے ترک کر دیا۔

جمال مرشدی اور شہاب کورانی نے بتایا ہے کہ تیمور لنگ کے ایک بیٹے نے بتایا کہ جب تیمور لنگ مرض الموت میں بیمار ہوا تو ایک دن اُسے شدید اضطراب ہوا جس سے اس کا چہرہ سیاہ اور رنگ متغیر ہو گیا۔ جب اُسے ہوش آیا تو اس کے سامنے اس کی کیفیت کو بیان کیا گیا تو اس نے کہا کہ عذاب کے فرشتے میرے پاس آئے تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں فرمایا کہ چلے جاؤ کہ یہ میری اولاد کا محب اور ان سے حسن سلوک کرنے والا ہے۔ اس پر وہ فرشتے چلے گئے۔

جب اہل بیت کی محبت اس شخص کو بھی فائدہ دیتی ہے جس سے بڑا ظالم کوئی نہیں ہوا تو دوسرے لوگوں کو یہ محبت کیا کیا فائدے دے گی۔

ابو نعیم نے حدیث بیان کی ہے کہ حکمت شریف کو شرف

میں بڑھاتی ہے۔ اور مملوک غلام کو اس قدر بلند کرتی ہے۔ کہ وہ بادشاہوں کی مجالس میں جا بیٹھتا ہے۔ ان کی محبت میں افراط سے بچنا چاہیئے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جیسا کہ احمد بن منیع اور ابو العیلیٰ نے حدیث بیان کی ہے کہ اے علی! تیرا محب مفرط اور تیرے بغض میں کوتاہی کرنے والا دونوں آگ میں داخل ہوں گے۔ اور حضرت زین العابدین نے اہل بیت کے متعلق کیا ہی خوب فرمایا ہے۔ اے لوگو! ہم سے اسلام کی محبت کی وجہ سے محبت رکھو۔ تمہارا ہم سے دائمی محبت رکھنا ہمارے لئے عار بن گیا ہے۔ اور دوسری مرتبہ آپ نے فرمایا! اے عراقیو ہم سے اسلام کی محبت کی وجہ سے محبت رکھو۔ تمہارا ہم سے ہمیشہ محبت رکھنا ہمارے لئے عار کا باعث بن گیا ہے۔

ایک قوم نے آپ کی تعریف کی تو آپ نے انہیں فرمایا تمہیں خدا پر جھوٹ بولنے کی کس نے جرأت دلائی ہے۔ ہم تو اپنی قوم کے صالح آدمیوں میں سے ہیں اور ہمارے لئے یہی بات کافی ہے کہ ہم اپنی قوم کے صالح لوگوں میں سے ہیں۔

ایک آدمی نے جبکہ اہل بیت کی ایک جماعت آپ کے پاس بیٹھی ہوئی تھی۔ آپ سے دریافت کیا، کیا آپ میں سے کوئی مفترض الطاعت بھی ہے؟ انہوں نے جواب دیا جس نے ہمارے بارے میں یہ بات کہی۔ خدا کی قسم وہ کذاب ہے۔ اور حسن بن حسن بن علی نے ایک آدمی کو جو ان کے بارے غلو سے کام لیتا تھا فرمایا تمہارا برا ہو ہم سے للہ محبت کرو۔ اگر ہم اللہ کی اطاعت کریں تو ہم سے محبت کرو اور اگر ہم اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کریں تو ہم سے بغض رکھو۔ ہمارے بارے میں

سچ بات کہو۔ کیونکہ جو تم چاہتے ہو اس میں یہ سب سے بلیغ بات ہے اور ہم تم سے اس وجہ سے راضی ہوتے ہیں۔

فائدہ حضرت زید بن زین العابدین علی بن الحسین بن علی رضی اللہ عنہم ہشام بن عبد الملک کے پاس گئے اور اُسے خلیفہ کہہ کر سلام کہا اور گفتگو کی۔ ہشام کو آپ سے خوف محسوس ہوا کہنے لگا آپ خلافت کے امیدوار ہیں۔ آپ ایک لونڈی زادے ہو کر اس کی خواہش کیسے کر سکتے ہیں۔ آپ نے فرمایا! امیر المومنین آپ کا مجھ کو یہ عار دلانا اچھا نہیں۔ اگر آپ چاہیں تو میں اس کا جواب دوں اگر چاہیں تو خاموش رہوں۔ اس نے کہا آپ جواب دیں۔ آپ کیا اور آپ کا جواب کیا؛ آپ نے فرمایا اللہ تعالےٰ کے نزدیک اس نبی سے کوئی آدمی بڑا نہیں جسے اس نے رسول بنا کر بھیجا ہو۔ اگر ام الولد انبیاء و رسل تک پہنچنے سے قاصر ہوتی تو حضرت اسمٰعیل بن حضرت ابراہیم کو اللہ تعالےٰ نبی بنا کر نہ بھیجتا۔ ان کی ماں حضرت اسحاق کی ماں کے ساتھ ایسے ہی تھی۔ جیسے میری ماں تیری ماں کے ساتھ ہے۔ خدا تعالےٰ کو کسی نے اُسے نبی کر بھیجنے سے نہیں روکا اور وہ خدا تعالیٰ کا محبوب تھا۔ وہ ابو العرب اور خیر النبیین خاتم المرسلین کا باپ تھا اور نبوت، خلافت سے بڑی ہوتی ہے۔ اور جو شخص اپنی ماں کے ذریعہ بلند ہوا ہے۔ وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت علی بن ابیطالب کا بیٹا ہے۔ پھر آپ ناراض ہو کر وہاں سے نکل گئے۔

جب سفاح حاکم بنا تو مروان بن محمد کا سر اس کے پاس مصر میں لایا گیا۔ اور عبد المجید طائی نے رصافہ میں ہشام کی قبر کھودی اور صلیب

دی اور اُسے آگ میں جلایا اور اس نے سجدے میں گر کر کہا الحمد للہ
میں نے حسین بن علی کے بدلے بنی امیہ کے دو سو آدمیوں کو قتل
کیا ہے ۔ اور زید بن علی کے بدلے میں نے ہشام کو صلیب دی اور
میں نے ابراہیم کے ساتھ مل کر مروان کو قتل کیا ۔

علامہ ابو السعادات بن الاثیر کی کتاب "المختار فی مناقب
الاخیار" سے منقول ہے کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود کہتے ہیں کہ حضرت
ابوبکر، حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے قبل یمن کی طرف
گئے ۔ آپ فرماتے ہیں کہ میں ازد قبیلہ کے ایک شیخ کے ہاں اترا جو
بڑا عالم تھا ۔ جس نے کتب کو پڑھا اور لوگوں سے بہت علم حاصل کیا
تھا اور اس کی عمر تین سو نوے سال تھی ۔ اس نے مجھے دیکھتے ہی کہا آپ
مجھے حرم کے علاقہ کے معلوم ہوتے ہیں ۔ حضرت ابوبکر نے جواب دیا
کہ میں اہل حرم میں سے ہوں ۔ اس نے کہا آپ تیم قبیلہ کے معلوم
ہوتے ہیں ۔ میں نے جواب دیا ہاں میں تیم بن مرہ سے ہوں اور
میں عبد اللہ بن عثمان بن عامر ہوں ۔ اس نے کہا آپ کے بارے
میں ایک بات میرے پاس ہے ۔ میں نے پوچھا وہ کیا ؟ اس نے
کہا اپنے پیٹ سے کپڑا اٹھائیے ۔ میں نے کہا میں ایسا نہیں کروں
گا ۔ آپ مجھے بات بتائیں اس نے کہا مجھے علم صحیح سے معلوم ہوا ہے
کہ حرم میں ایک نبی مبعوث ہوگا ۔ جس کی مدد ایک نوجوان اور ایک
ادھیڑ عمر شخص کرے گا ۔ نوجوان مصائب میں گھسنے والا اور مشکلات کو
دور کرنے والا ہوگا ۔ اور ادھیڑ عمر شخص سفید رنگ، کمزور اور اس کے
پیٹ پر ایک تل ہوگا اور اس کی بائیں ران پر نشان ہوگا ۔ جو کچھ میں نے

تجھ سے کہا ہے اگر تو وہ مجھے دکھا دے تو کیا حرج ہے ۔ مجھے تجھ میں وہ صفات پوری نظر آئی ہیں. سوائے اس کے جو مجھ سے پوشیدہ ہے ۔ حضرت ابوبکر فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے پیٹ سے کپڑا اٹھا دیا تو اس نے میری ناف کے اوپر سیاہ تل دیکھ لیا اور کہا ۔ رب کعبہ کی قسم ! تو وہی شخص ہے میں تیرے سامنے ایک بات پیش کرنے لگا ہوں ۔ اس کے متعلق احتیاط سے کام لینا ۔ میں نے کہا وہ کیا بات ہے اس نے کہا ، راہ ہدایت سے کجروی اختیار کرنے سے بچنا اور درمیانہ طریق سے تمسک کرنا اور اللہ تعالےٰ نے جو تجھے دیا ہے ۔ اس کے بارے میں اللہ تعالےٰ سے ڈرتے رہنا ۔ حضرت ابوبکر فرماتے ہیں میں نے یمن میں اپنی ضرورت کو پورا کیا ۔ اور پھر شیخ کے پاس الوداع کیلئے آیا تو اس نے کہا میں نے اس نبی کے بارے کچھ شعر کہے ہیں ۔ کیا تو انہیں میری طرف سے لے جائیگا میں نے جواب دیا ہاں ۔ تو اس نے کہا ہے

کیا تو نے نہیں دیکھا کہ میں نے خود کو اور اپنی قوم کو چھوڑ
دیا ہے ۔ اور میں قبیلے میں ، جائے امن ہو
گیا ہوں ۔ اور میں تین سو نوے سال
زندہ رہا ہوں اور زمانے میں آدمی کیلئے
بڑی عبرت ہے ۔

اس کے بعد اس نے متعدد اشعار سنائے جن میں سے یہ شعر بھی ہیں ۔

میری طاقت کا شرارہ بجھ چکا ہے ۔ اور میں نے ایک
ایسے بوڑھے کو پایا ہے جس سے بغض و عداوت نہیں

رکھ سکتا۔ میں ہمیشہ ہی اعلانیہ اور خفیہ طور پر
جس شہر میں اُترا۔ اللہ تعالیٰ سے دعا مانگتا رہا۔
پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو میری طرف سے
سلام پہنچا دینا۔ میں ان کے دین پہ زندہ ہوں اگرچہ
میں مر جاؤں۔

حضرت ابوبکر فرماتے ہیں کہ میں نے اس کی وصیت اور اشعار کو حفظ کر لیا اور مکہ آگیا۔ اور حضور علیہ السلام کی بعثت ہو چکی تھی۔ میرے پاس عقبہ بن ابی معیط، شیبہ بن ربیعہ، ابوجہل بن ہشام اور قریش کے صنادید آئے۔ میں نے ان سے پوچھا آپ لوگوں کو کوئی مصیبت آگئی ہے یا کوئی عظیم بات وقوع پذیر ہوئی ہے۔ انہوں نے کہا ابوبکر! بڑی بات ہوئی ہے اور سب سے بڑی مصیبت یہ ہے کہ ابوطالب کا یتیم بھتیجا اپنے آپ کو نبی خیال کرتا ہے۔ اگر آپ نہ ہوتے تو ہم انتظار نہ کرتے اب جب آپ آگئے ہیں تو آپ ہی اس معاملے کو نپٹائیں۔ حضرت ابوبکر فرماتے ہیں۔ میں نے انہیں آپ کے متعلق بہت بری باتیں کرتے پایا میں نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق پوچھا تو مجھے بتایا گیا کہ آپ حضرت خدیجہ کے گھر میں ہیں۔ میں نے دروازہ کھٹکھٹایا تو آپ باہر تشریف لائے۔ میں نے کہا اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ اپنے گھر والوں سے الگ ہو گئے ہیں۔ اور انہوں نے آپ پر فتنہ کا اتہام لگایا ہے۔ اور آپ نے اپنے آباؤ اجداد کے دین کو چھوڑ دیا ہے آپ نے فرمایا اے ابوبکر! میں تیری اور ان سب لوگوں کی طرف اللہ کا رسول بن کر آیا ہوں۔ پس اللہ تعالیٰ پر ایمان لے آئیے۔ میں نے کہا

آپ کے پاس اس بات کی کیا دلیل ہے ۔ آپ نے فرمایا وہ شیخ جسے آپ یمن میں ملے تھے میں نے کہا یمن میں میں کتنے ہی مشائخ سے ملا ہوں ۔ خرید و فروخت کی ہے ۔ مال دیا اور لیا ہے ۔ آپ نے فرمایا وہ شیخ جس نے آپ کو اشعار دئیے ہیں ۔ میں نے پوچھا میرے دوست آپ کو یہ خبر کس نے دی ہے ۔ آپ نے فرمایا اس عظیم بادشاہ نے جو مجھ سے پہلے انبیاء کو خبر دیتا رہا ہے ۔ میں نے کہا ہاتھ بڑھائیے ۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور آپ اللہ کے رسول ہیں ۔ حضرت ابوبکر فرماتے ہیں میں واپس لوٹا تو دونوں پہاڑوں کے درمیان میرے متعلق رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر کوئی خوش نہ تھا ۔

سفیان ثوری کہتے ہیں کہ جس نے حضرت ابوبکر اور حضرت عمر پر حضرت علی کو فضیلت دی اس نے دونوں پر عیب لگایا اور خود حضرت علی پر بھی عیب لگایا ۔

حضرت جابر بن عبد اللہ کہتے ہیں کہ مجھے محمد بن علی علیہ السلام نے فرمایا اے جابر مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ عراق کے کچھ لوگ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر پر لے دے کرتے ہیں اور خیال کرتے ہیں کہ وہ ہمارے محب ہیں اور ان کا یہ خیال بھی ہے کہ میں نے انہیں ایسا کرنے کا حکم دیا ہے ۔ انہیں تک یہ اطلاع پہنچا دو کہ میں اللہ کے ہاں ان لوگوں سے بری ہوں ۔ اس خدا کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے اگر میں حکمران بن جاؤں تو میں ان کو قتل کر کے خدا کا قرب حاصل کروں ۔

سلیمان کہتے ہیں کہ میں عبداللہ بن الحسین بن الحسن کے پاس تھا کہ ایک آدمی نے آپ سے کہا اللہ تعالیٰ آپ کی اصلاح کرے ۔ ہم چاہتے ہیں کہ ایک آدمی کے شرک پر آپ کو گواہ بنائیں ۔ فرمایا میں گواہی دیتا ہوں کہ رافضی مشرک ہیں ۔ وہ مشرک کیسے نہیں ہو سکتے جب تو ان سے سوال کرے کہ کیا حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم گنہگار رہتے تو وہ کہیں گے ہاں! حالانکہ اللہ تعالےٰ نے ان کے پہلے پچھلے گناہ معاف فرما دیئے ہیں ۔ اور اگر تو ان سے پوچھے کہ کیا حضرت علی گنہگار ہیں تو وہ کہیں گے نہیں اور جس نے آپ کے بارے میں یہ بات کہی اس نے کفر کیا ۔ اور محمد بن علی بن الحسین فرماتے ہیں کہ جس نے ہمیں حضرت ابوبکر اور حضرت عمر پر فضیلت دی ۔ اس نے ہمارے نانا کی سُنّت کو چھوڑ دیا ۔ اور ہم اللہ تعالےٰ کے حضور اس کے مقابلہ میں پیش ہوں گے ۔

حضرت علی بن ابیطالب بیان کرتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ عنقریب ایک قوم ہو گی ۔ ان کی ایک علامت ہے کہ انہیں رافضی کہا جائے گا تو انہیں جہاں پائے قتل کر دینا ۔ کیونکہ وہ مشرک ہیں ۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ان کی نشانی کیا ہے فرمایا وہ تیری بے جا تعریف کریں گے اور سلف اوّل پر زبان طعن دراز کریں گے ۔

حضرت علی بن ابیطالب بیان کرتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ قیامت کے قائم ہونے سے پہلے ایک قوم ظاہر ہو گی جنہیں رافضی کہا جائے گا ۔ ان کا اسلام سے کوئی تعلق نہ ہو گا پھر اس بات کی ایمان و معرفت بھی ضروری ہو گی کہ نبیوں اور رسولوں کے

بعد سب سے افضل اور بہتر اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خلافت کے زیادہ حقدار ابوبکر صدیق، عبداللہ بن عثمان، عتیق ابن ابی قحافہ رضی اللہ عنہ ہیں۔ اور ہم جانتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد روئے زمین پر ان اوصاف کا حامل کوئی دوسرا شخص موجود نہ تھا۔ جن کا ذکر ہم پہلے کر آئے ہیں۔ پھر ان کے بعد ان اوصاف کے حامل علی الترتیب حضرت عمر فاروق، حضرت عثمان اور حضرت علی حوضِ کوثر سے سیراب ہونے والے ہیں۔ جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے داماد تھے۔ ان سب پر اللہ تعالےٰ کی رحمتیں اور برکات ہوں۔ ان کی محبت اور ان کے فضل کی معرفت سے دین قائم ہوا۔ سُنّت مکمل ہوئی اور دلیل صحیح قرار پائی۔

ہم بغیر کسی استثناء اور شک وشبہ کے عشرہ مبشرہ کے جنتی ہونے کی گواہی دیتے ہیں۔ اور وہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مندرجہ ذیل اصحاب ہیں۔ حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت علی، حضرت طلحہ، حضرت زبیر، حضرت سعد، حضرت سعید، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف، حضرت ابو عبیدہ بن الجراح۔ ان لوگوں سے فضل و خیر میں کوئی شخص آگے نہیں بڑھ سکتا۔ اور ہم ان سب لوگوں کے بارے میں جن کے متعلق رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جنتی ہونے کی گواہی دی ہے۔ شہادت دیتے ہیں کہ وہ جنتی ہیں۔ سید الشہداء حضرت حمزہ اور حضرت جعفر طیار جنتی ہیں اور حضرت حسن اور حضرت حسین نوجوانانِ جنت کے سردار ہیں۔ اور ہم جمیع مہاجرین و انصار جنہوں نے بیعت رضوان کی پھر حضرت عائشہ صدیقہ جن کی برآت جبریل علیہ السلام

کی زبان مبارک سے ہوئی۔ جسے قرآن پاک میں قیامت تک پڑھا جائے گا، کے بارے میں گواہی دیتے ہیں کہ وہ بھی جنت میں حضور علیہ السلام کے ساتھ ہوں گی اور وہ دنیا و آخرت میں ام المومنین ہیں۔ جو شخص اس بارے میں شک کرے یا طعن کرے یا توقف سے کام لے تو اُس نے کتاب اللہ کی تکذیب کی اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی تعلیم کے بارے میں شک کیا اور اسے غیر اللہ کا کلام خیال کیا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ یعظکم اللہ ان تعودوا لمثلہ ابدا ان کنتم مومنین۔ اللہ تعالیٰ تم کو نصیحت کرتا ہے کہ اگر تم مومن ہو تو دوبارہ ایسا کام نہ کرنا۔ اور جو شخص اس کا انکار کرے اس کا ایمان سے کوئی تعلق نہیں۔ ہم تمام اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے حسب مراتب محبت رکھتے ہیں۔ جو پہلے ہے وہ پہلے ہے۔ ہم ابو عبدالرحمٰن معاویہ بن ابی سفیان جو حضرت ام حبیبہ زوجہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بھائی اور تمام مومنین کے ماموں اور کاتب وحی تھے۔ ان کے لئے رحم کی دعا کرتے ہیں۔ اور ان کے فضائل کا تذکرہ کرتے ہیں۔ اور ہم ان کے بارے میں وہ روایت بھی بیان کرتے ہیں جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان کی۔

حضرت ابن عمر کہتے ہیں کہ ہم رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھے تو آپ نے فرمایا کہ اس راستہ سے اہل جنّت میں سے ایک آدمی آپ کے پاس آئے گا۔ تو حضرت معاویہ داخل ہوئے [1]

---

[1] بقیہ حدیث یہ ہے کہ پھر آپ نے دوسرے روز بھی یہی فرمایا تو حضرت معاویہ

پس ان کے مقام و مرتبہ کو پہچان لیجئے۔ پھر جس نے ان کی اطاعت کی خواہ وہ تجھ سے دور اور تیری دنیاوی مرادات کا مخالف ہی کیوں نہ ہو اس سے خدا کی خاطر محبت رکھ اور جس نے ان کی نافرمانی کی اور ان کے دشمنوں سے دوستی کی خواہ وہ تیرا قریبی اور موافق ہی کیوں نہ ہو اس سے خدا کی خاطر بغض رکھ۔

قطب ربانی حضرت عبدالقادر جیلی کی کتاب "الغنیۃ" سے منقول ہے کہ ہمارے امام ابوعبداللہ احمد بن محمد بن حنبل سے ایک روایت بیان کی گئی ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت نص جلی اور اشارۃ النص سے ثابت ہے۔ اور یہ مذہب حضرت حسن بصری کا ہے اور اصحاب حدیث کی ایک جماعت کا۔ اس روایت کے متعلق یہ نقطہ نظر ہے جو حضرت ابوہریرہ سے بیان کی گئی ہے۔ جسے انہوں نے حضور علیہ السلام سے روایت کیا ہے۔ کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ جب مجھے

داخل ہوئے تو ایک آدمی نے کہا یا رسول اللہ یہ وہ شخص ہے پھر آپ نے فرمایا اے معاویہ تُو مجھ سے اور میں تجھ سے ہوں اور تُو میرے ساتھ جنت کے دروازے پر اسطرح مزاحمت کریگا جس طرح درمیانی اور شہادت کی انگلیاں مزاحمت کرتی ہیں۔ اسے دیلمی نے ابن عمر سے روایت کیا ہے اور ابن جوزی نے الواہیات میں، وہ کہتے ہیں اس روایت میں عبداللہ بن دینار ہے جس سے حجت نہیں پکڑی جاسکتی اور اس سے عبدالعزیز بن یحییٰ المروزی نے روایت کی ہے۔ جسے ذہبی نے المیزان میں مجہول کہا ہے۔ گویا اس نے حدیث کا سرقہ کیا ہے۔ مگر یہ صحیح نہیں ہے۔ ابن جوزی کہتے ہیں۔ اس کے مخالف یہ روایت بھی بیان کی گئی ہے۔ کہ ہر اُمت کا فرعون ہوتا ہے۔ اور اس اُمت کا فرعون معاویہ ہے۔ مگر یہ ساقط ہے

معراج ہوا تو میں نے اللہ تعالٰے سے دُعا کی کہ وہ میرے بعد علی بن ابیطالب کو خلیفہ بنا دے تو فرشتوں نے کہا اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ تعالی جو چاہتا ہے کرتا ہے ۔ آپ کے بعد ابوبکر خلیفہ ہوگا ۔ اور ابن عمر کی حدیث میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میرے بعد جو ابوبکر ہوگا وہ تھوڑا عرصہ ہی رہے گا ۔ اس میں یہ بھی آیا ہے کہ اہل بدعت سے بکثرت میل جول نہ رکھ ۔ نہ ان کے قریب جا اور نہ انہیں سلام کہہ ۔ کیونکہ ہمارے امام احمد بن محمد بن حنبل رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا ہے جس نے بدعتی کو سلام کہا اس نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قول کے مطابق اس سے محبت کی ۔ کیونکہ آپ نے فرمایا ہے کہ آپس میں سلام کو رواج دو ۔ اس طرح تم آپس میں محبت کرنے لگو گے ۔ بدعتیوں کے پاس نہ بیٹھو نہ ان کے قریب جاؤ اور نہ ہی انہیں عید اور خوشی کے مواقع پر مبارک باد دو اور جب وہ مر جائیں تو ان کی نماز جنازہ نہ پڑھو اور نہ اُن کے لئے رحم کی دعا کرو ۔ بلکہ حضور علیہ السلام سے روایت کی گئی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ جس نے خدا کی خاطر بدعتی کی طرف بُغض کی نظر سے دیکھا ۔ اللہ تعالٰے اس کے دل کو امن و ایمان سے بھر دے گا ۔ اور جس نے اُسے ڈانٹا اللہ تعالٰے سخت گھبراہٹ کے روز اس کو سکون بخشے گا اور جس نے اُسے حقیر سمجھا اللہ تعالٰے جنت میں اس کے سو درجات بلند کر دے گا ۔ اور جو اُسے خندہ روئی سے ملا یا ایسی صورت میں جس سے اُسے خوشی ہو اس نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل شدہ تعلیم کا استخفاف کیا ۔

حضرت مغیرہ نے حضرت ابن عباس سے روایت کی ہے کہ

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جب تک بدعتی بدعت کو ترک نہ کر دے اللہ تعالےٰ اس کے عمل کو قبول کرنے سے انکار فرماتا ہے اور فضیل بن عیاض فرماتے ہیں جس نے بدعتی سے محبت کی اللہ تعالےٰ اس کے اعمال ضائع کر دے گا اور اس کے دل سے نورِ ایمان کو خارج کر دیگا اور جب اللہ تعالےٰ کو کسی آدمی کے بارے پتہ چلتا ہے کہ وہ بدعتی سے بغض رکھتا ہے تو مجھے اللہ سے اُمید ہے کہ خواہ اس شخص کے عمل تھوڑے ہی ہوں وہ اُسے بخش دے گا۔ جب تو کسی راستے سے بدعتی کو دیکھے تو دوسرا راستہ اختیار کر لے۔

فضیل بن عیاض فرماتے ہیں میں نے سفیان بن عیینہ کو فرماتے سُنا ہے کہ بدعتی کے جنازہ کے پیچھے جانے والا جب تک واپس نہ آجائے خدا تعالےٰ کی ناراضگی کا مورد رہتا ہے۔ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بدعتی پر لعنت فرمائی ہے حضور علیہ السلام فرماتے ہیں جس نے کوئی نئی چیز پیدا کی یا بدعتی کو پناہ دی اس پر اللہ تعالےٰ فرشتوں اور سب لوگوں کی لعنت ہو گی۔ اور اس کے فرائض اور نوافل میں سے کچھ بھی قبول نہ کیا جائے گا۔

در بارہ تخییر و خلافت

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر مرسلین کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بہترین آدمی ہیں۔ اور یہ بات احادیث صحیحہ مستفیضہ سے تواتر کے ساتھ ثابت ہے جن میں کوئی علت اور سقم نہیں۔ اللہ جلشانہ فرماتا ہے۔ ولا یاتل اولوا الفضل منکم۔ اس آیت میں اللہ تعالےٰ نے فضل کے لفظ کے ساتھ ان کی تعریف بیان کی ہے۔ اور یہ بات بلا اختلاف ثابت ہے کہ یہ آیت حضرت ابوبکر کے متعلق ہے پھر اللہ تعالےٰ فرماتا ہے وثانی اثنین اذ ھما فی الغار اذ یقول لصاحبہ لا تحزن۔ یہ آیت اس بات کی شہادت دیتی ہے کہ آپ کی ربوبیت صحبت سے ہوئی ہے آپ نے انہیں سکنیت کی بشارت دی اور ثانی اثنین کے لقب سے آپ کو ملقب فرمایا۔ جیسا کہ حضرت علی نے فرمایا ہے ان دو سے کون افضل ہو سکتا ہے جن کا تیسرا اللہ ہو۔

پھر فرماتا ہے والذی جاء بالصدق وصدق بہ۔ اس بارے میں کوئی اختلاف نہیں کہ یہ قول حضرت جعفر صادق اور حضرت علی کا ہے کہ والذی جاء بالصدق سے مراد رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور صدق بہ سے مراد حضرت ابوبکر ہیں۔ اس سے بڑی منقبت

اور کیا ہو سکتی ہے۔

اللہ تعالےٰ نے ہمیں بتایا ہے کہ سابقین کے ساتھ بعد میں آنے والے برابری نہیں کر سکتے۔ فرماتا ہے۔ لایستوی منکم من انفق من قبل الفتح و قاتل، اولئک اعظم درجۃ من الذین انفقوا من بعد و قاتلوا وکلا وعد اللہ الحسنی۔

بخاری کی حدیث میں لکھا ہے کہ عقبہ بن ابی معیط نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی گردن میں چادر ڈال کر آپ کا گلا گھونٹا تو حضرت ابوبکر کعبہ کے گرد دوڑتے ہوئے کہہ رہے تھے

أتقتلون رجلاً یقول ربی اللہ۔ کیا تم اس آدمی کو مارتے ہو جو کہتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے۔

تو اس نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ دیا۔ اور آکر حضرت ابوبکر کو مارنے لگا۔ یہاں تک کہ آپ کے چہرے پر آپ کی ناک پہچانی نہ جاتی تھی۔ آپ جہاد و قتال اور نصرت دین کرنے والے پہلے شخص تھے۔ آپ ہی کے ذریعے دین قائم اور غالب ہوا۔ آپ سب سے پہلے اسلام لانے والے ہیں اور یہ ایک واضح بات ہے۔

حضرت جابر بن عبداللہ انصاری کہتے ہیں کہ ایک روز ہم درِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک دوسرے کے فضائل کا تذکرہ کر رہے تھے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے آپ نے فرمایا کیا آپ لوگوں میں ابوبکر موجود ہیں۔ لوگوں نے جواب دیا نہیں۔ آپ نے فرمایا تم میں سے کوئی شخص کسی کو ابوبکر پر فضیلت نہ دے۔ وہ دنیا و آخرت میں تم سب سے افضل ہیں۔

اور ابوالدرداء کی یہ روایت تو مشہور ہی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے حضرت ابوبکر کے آگے چلتے دیکھا تو فرمایا ابوالدرداء تم ایسے شخص کے آگے چلتے ہو جو تم سے بہتر ہے۔ نبیوں اور مرسلوں کے بعد سورج ابوبکر سے بہتر آدمی پر طلوع و غروب نہیں ہوا۔

ایک طرح سے یہ روایت یوں آئی ہے کہ کیا تو اس شخص کے آگے چلتا ہے جو تم سے بہتر ہے۔ میں نے کہا یا رسول اللہ ابوبکر مجھ سے بہتر ہیں۔ آپ نے فرمایا وہ سب اہل مکہ سے افضل ہے۔ میں نے کہا یا رسول اللہ ابوبکر مجھ سے اور تمام اہل مکہ سے بہتر ہیں۔ فرمایا سب اہل مدینہ سے بھی۔ اس نے کہا یا رسول اللہ ابوبکر مجھ سے اور اہل حرمین سے بہتر ہیں۔ فرمایا زمین و آسمان میں نبیوں اور مرسلوں کے بعد ابوبکر سے بہتر کوئی نہیں۔

ہم بہت سی روایات کا ذکر کریں گے جن میں حضرت ابوبکر کے بعد حضرت عمر پھر حضرت عثمان اور پھر حضرت علی کو بہترین شخص قرار دیا گیا ہے۔

ان میں ایک روایت ابی عقال کی ہے جسے امام مالک نے بیان کیا ہے کہ حضرت علی سے منبر پر سوال کیا گیا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بہترین آدمی کون ہے۔ انہوں نے فرمایا ابوبکر، پھر عمر، پھر عثمان پھر میں۔ اگر میں نے یہ بات رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نہیں سنی تو میرے کان بہرے ہو جائیں۔ اور میری آنکھیں اندھی ہو جائیں اگر میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے نہیں دیکھا کہ ابوبکر اور عمر سے اعدل، افضل، پاکباز اور بہتر آدمی پر سورج طلوع و غروب نہیں ہوا۔

محمد بن حنفیہ نے بیان کیا ہے کہ میں نے اپنے والد حضرت علی سے پوچھا اور میں آپ کی گود میں تھا۔ اے میرے باپ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد لوگوں میں بہتر آدمی کون ہے۔ فرمایا! ابو بکر، میں نے کہا پھر کون، فرمایا عمر، پھر میں نے نو عمری میں کہہ دیا پھر آپ، فرمایا تیرا باپ تو مسلمانوں میں سے ایک آدمی ہے۔ جو ان کیلئے ہے۔ وہی اس کے لیے ہے۔ اور جو ان پر ذمہ داری ہے وہی اس پر ہے۔

ابو ہریرہ نے حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث بیان کی ہے۔ کہ انبیاء اور مرسلین کو چھوڑ کر اولین و آخرین اور اہل زمین و آسمان کے بہتر آدمیوں سے ابو بکر سب سے بہتر آدمی ہیں۔ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ حضرت علی، حضرت فاطمہ، حضرت حسن و حسین میرے اہل ہیں۔ اور ابو بکر اور عمر اہل اللہ ہیں۔ اور اہل اللہ میرے اہل سے بہتر ہیں۔ اور حضور علیہ السلام نے بیان فرمایا ہے کہ اگر ابو بکر کے ایمان کا تمام امت کے ایمان کے ساتھ وزن کیا جائے تو ابو بکر کا پلڑا بھاری ہوگا۔

حضرت عمار بن یاسر کی روایت تو مشہور ہی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا یا رسول اللہ مجھے حضرت عمر کے فضائل کے متعلق بتائیے۔ آپ نے فرمایا تو نے مجھ سے وہ بات دریافت کی ہے جو میں نے جبریل سے پوچھی تھی۔ جبریل نے مجھے کہا اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اگر میں آپ کے ساتھ حضرت نوح کی عمر کے مطابق یعنی نو سو پچاس سال رہوں اور حضرت عمر کے فضائل بیان کرتا رہوں تب بھی وہ ختم نہ ہوں گے۔ عمر ابو بکر نیکیوں میں سے

ایک نیکی ہے۔ اور مجھے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اگر میں تیرے باپ ابراہیم کے بعد کسی کو خلیل بناتا تو ابوبکر کو بناتا اور اگر تیرے بعد کسی کو حبیب بناتا تو عمر کو اپنا حبیب بناتا۔ یہ سب کچھ بغوی رحمۃ اللہ علیہ کی تفسیر القرآن سے نقل کیا گیا ہے۔ جو آپ نے سورہ حشر کے آخر میں آنے والی آیت والذین جاؤ امن بعدھم کے متعلق لکھا ہے۔ اس سے مراد تابعین ہیں۔ جو انصار و مہاجرین کے بعد قیامت تک آئیں گے پھر انہوں نے بتایا کہ وہ اپنے متعلق اور سابق الایمان لوگوں کے لئے مغفرت کی دعا کرتے ہیں۔ یقولون ربنا اغفرلنا ولاخواننا الذین سبقونا بالایمان ولا تجعل فی قلوبنا غلاً للذین امنوا ربنا انک رؤف رحیم۔ پس جس کسی کے دل میں کسی ایک صحابی کے بارے میں بھی حسد و بغض ہے اور وہ سب کیلئے رحمت کی دعا نہیں مانگتا وہ ان لوگوں میں شامل نہیں۔ جو اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں مراد لئے ہیں۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے مومنین کے لئے تین مقام مرتب کئے ہیں۔

المہاجرین والذین تبوؤا الدار والایمان والذین جاؤامن بعدھم پس کوشش کرو کہ تم مومنین کی اقسام سے خارج نہ ہو۔

ابن ابی لیلی کہتے ہیں کہ لوگ تین مراتب کے ہیں۔ الفقراء المہاجرون والذین تبوؤا الدار والایمان والذین جاؤامن بعدھم، کوشش کر کہ تو ان مراتب سے باہر نہ رہے

اخبرنا ابو سعید الشریحی أنبانا ابو اسحاق الثعلبی أنبانا عبداللہ بن جلید، حدثنا احمد بن عبداللہ بن سلیمان حدثنا ابن نمیر حدثنا ابی عن اسماعیل بن ابراھیم عن عبدالملک بن عمیر مسروق عن عائشہ

وہ فرماتی ہیں ۔ تمہیں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کے متعلق استغفار کا حکم دیا گیا اور تم نے انہیں بُرا بھلا کہا ۔ میں نے تمہارے نبی کو فرماتے سُنا ہے ۔ کہ یہ اُمت ختم نہ ہو گی ۔ جب تک اس کا آخری حصہ پہلے پر لعنت نہ کرے گا ۔

مالک بن معرور کہتے ہیں ۔ عامر بن شراحیل الشعبی نے کہا ، اے مالک یہود و نصاریٰ ایک بات میں رافضیوں سے بڑھ گئے ہیں یہود سے پوچھا گیا تمہاری مِلّت کے بہترین آدمی کون ہیں ۔ انہوں نے کہا اصحاب موسیٰ علیہ السلام ، نصاریٰ سے پوچھا گیا تمہاری ملت کے بہترین آدمی کون ہیں انہوں نے کہا عیسیٰ علیہ السلام کے حواری ، رافضیوں سے پوچھا گیا تمہاری ملت کے بدترین آدمی کون ہیں ۔ انہوں نے کہا اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم ۔ انہیں ان کے متعلق استغفار کا حکم دیا گیا ۔ انہوں نے انہیں گالیاں دیں ۔ ان پر قیامت تک تلوار سونتی رہے گی ۔ ان کی کوئی حجت قائم نہ ہو گی ۔ اور نہ ان کو ثابت قدمی حاصل ہو گی نہ ان میں وحدت پیدا ہو گی ۔ جب کبھی انہوں نے جنگ کیلئے آگ جلائی خدا تعالیٰ نے انکی خونریزی ، ان کی جمعیت کی پراگندگی اور ان کے دلائل کو ختم کر کے اُسے بجھا دیا ۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اور آپ کو ان کی گمراہ کن خواہشات سے بچائے

مالک بن انس فرماتے ہیں جو اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں سے کسی کی تنقیص کرے گا یا اس کے دل میں ان کے بارے میں کینہ ہو گا ۔ اس کا فئی میں کوئی حق نہ ہو گا ۔ پھر آپ نے یہ آیت پڑھی ما أفاء اللّٰہ علی رسولہ من اھل القریٰ فللّٰہ وللرسول یہانتک کہ آپ اس آیت تک آئے للفقراء المھاجرین والذین تبوّؤا

الدار والایمان والذین جاؤا من بعدھم الی قولہ رؤف رحیم

بغویؒ نے اللہ تعالےٰ کے قول ثانی اثنین کے بارے میں

نقل کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر سے فرمایا تو

میرا یارِ غار اور حوض کوثر پر میرا ساتھی ہے۔

حسن بن فضل کہتے ہیں جو شخص یہ کہے کہ حضرت ابوبکر حضور

علیہ السلام کے صاحب نہیں وہ نص قرآنی کے انکار کی وجہ سے کافر ہے

اور جب وہ دیگر صحابہ کے صاحب ہونے کا انکار کرے تو وہ بدعتی

ہوگا نہ کہ کافر، والحمد للہ رب العالمین وصلی اللہ علی سیدنا

محمد وعلی آلہ وصحبہ وسلم، تسلیما کثیراً دائماً ابداً

خاتمہ | شیخ الاسلام اور اپنے زمانے کے مجتہد التقی السبکی رحمۃ اللہ علیہ

فرماتے ہیں کہ میں ۷۵۵ھ کی ۱۶ رجادی الاولیٰ کو سوموار کے روز ظہر

کی نماز کے وقت جامع اموی میں تھا تو ایک شخص نمازیوں کی صفوں کو چیرتا

ہوا میرے پاس آیا۔ اس نے نماز بھی نہیں پڑھی تھی اور بتکرار کہہ رہا تھا

کہ جس نے آلِ محمد پر ظلم کیا ہے اللہ تعالیٰ اس پر لعنت کرے۔ میں نے

اس سے دریافت کیا وہ کون شخص ہے۔ اس نے کہا ابوبکر! میں نے

کہا ابوبکر صدیق اس نے کہا ابوبکر، عمر، یزید اور معاویہ، میں نے

اُسے قید کرنے کا حکم دیا اور اس کے گلے میں طوق ڈالا گیا۔ پھر قاضی

مالکی نے اُسے پکڑ کر مارا۔ مگر وہ اس پر مصر تھا۔ اور اس نے مزید یہ

بات کہی کہ فلاں دشمنِ خدا نے اس کے خلاف گواہی دی ہے اور میرے

پاس اس کے دو گواہ ہیں۔ اور کہنے لگا وہ حق کی موت نہیں مرا۔ اس

نے حضرت فاطمہ پر میراث کے بارے میں ظلم کیا ہے۔ یعنی حضرت ابوبکر نے، اس نے حضرت فاطمہ کو میراث سے روکنے کیلئے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹ بولا۔ مالکی قاضی نے سوموار اور ساتھ والے بدھ کے روز اُسے دوبارہ مارا۔ مگر وہ اسی بات پر مصر تھا۔ پھر جمعرات کے روز اُسے دارالعدل میں حاضر کیا گیا اور اس کے روبرو اسکے خلاف گواہی دی گئی اس نے نہ انکار کیا نہ اقرار، جب کبھی اسے دریافت کیا جاتا تو نے یہ بات کہی ہے وہ کہتا اگر میں نے یہ بات کہی ہے۔ تو اللہ کو اس کا علم ہے۔ یہ سوال اُس سے کئی بار کیا گیا اور وہ یہی جواب دیتا رہا پھر اُسے معذرت کرنے کو کہا گیا تو اس نے اس کے خلاف کچھ نہ کہا۔ پھر اُسے کہا گیا توبہ کر، اس نے کہا میں نے اپنے گناہوں سے توبہ کی، اس سے بار بار توبہ کا مطالبہ کیا گیا۔ مگر وہ اس سے زیادہ کچھ نہ کہتا مجلس میں اس کے کفر اور عدم قبول توبہ پر بحث لمبی ہو گئی تو نائب قاضی کے حکم سے اُسے قتل کر دیا گیا میرے نزدیک جس استدلال کا میں نے ذکر کیا ہے۔ اس سے اسکا قتل آسان ہے۔ اس بات سے اس کی تکفیر پر اور عدم توبہ کی وجہ سے اس کے قتل پر میرا انشراح صدر ہو گیا اور اس سبب کی طرف میرے سوا کسی نے سبقت نہیں کی۔ سوائے اس کے جو نووی کے کلام میں عنقریب بیان ہو گا۔ مگر اُسے ضعیف قرار دیا گیا ہے۔ سبکی نے اس بارے میں طویل گفتگو کی ہے۔ میں اس کے کلام کا خلاصہ مع زائد بیان کے جو اس مسئلہ اور اس کے توابع سے تعلق رکھتا ہے۔ ذکر کرتا ہوں اور اس پر میں آیات اور دیگر باتوں کو اپنی طرف سے اضافہ بھی کروں گا۔ پس میں

کہتا ہوں کہ بعض لوگوں نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ یہ رافضی آدمی ناحق
قتل کیا گیا تھا اور سبکی نے اپنی سمجھ کے مطابق اس مدعی کی تردید
کرتے ہوئے اُسے بہت بُرا بھلا کہا ہے اور اُسے اپنا مذہب بتایا
ہے۔ مگر ہمارے مذہب میں جیسا کہ تجھے علم ہو جائے گا۔ ایسے آدمی
کی تکفیر نہیں کی جاتی۔ اس نے کہا ہے کہ جو کہتا ہے کہ وہ ناحق قتل
کیا گیا ہے۔ اس نے جھوٹ بولا ہے۔ اس کا قتل برحق ہے۔ کیونکہ
وہ کافر تھا اور اپنے کفر پر مصر تھا اور ہم نے صرف یہ کہا ہے کہ وہ کئی
امور کا کافر تھا۔

اوّل ہے :۔ یہ کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیث صحیح میں فرمایا
ہے کہ جو شخص کسی پر کفر کی تہمت لگائے یا اُسے دشمنِ خدا کہے۔ اور وہ
ایسا نہ ہو تو وہ بات اس پر لوٹ پڑتی ہے اور ہم اس بات پر پختگی
سے قائم ہیں کہ حضرت ابوبکر مومن ہیں اور دشمن خدا نہیں۔ اس لئے اس
نص حدیث کے مطابق حضرت ابوبکر کے متعلق کہی گئی کفر کی بات قائل
پر لوٹ پڑے گی۔ خواہ اس نے کفر کا اعتقاد نہ کیا ہو جیسے کہ قرآن کریم
کو گند میں پھینکنے والے کی تکفیر کی جاتی ہے۔ خواہ وہ اُسے کفر اعتقاد
نہ کرتا ہو۔ حضرت امام مالک نے اس حدیث کو خوارج اور امت کے
عظیم آدمیوں کی تکفیر کرنے والوں پر محمول کیا ہے۔ میں نے اس حدیث
سے جو استنباط کیا ہے۔ وہ امام مالک کے بیان کے مطابق ہے یعنی
وہ امام مالک کے قواعد کے موافق ہے۔ نہ کہ شافعی کے قواعد کے
موافق۔ عنقریب مالکیوں کا بیان آئے گا کہ وہ اس بارے میں کس پر
اعتماد کرتے ہیں۔ اگرچہ یہ حدیث خبرِ واحد ہے۔ مگر تکفیر کے حکم میں

خبر واحد پر عمل کیا جاتا ہے۔ اور اگر وہ انکار کرے تو اس کی تکفیر نہیں کی جائے گی۔ کیونکہ ظنی منکر کی تکفیر نہیں کی جاتی بلکہ قطعی منکر کی تکفیر کیجاتی ہے۔ نووی رحمۃ اللہ کا قول ہے کہ اگر امام مالک نے اس حدیث کو خوارج پر محمول کیا ہے۔ تو یہ ایک ضعیف قول ہے۔ کیونکہ صحیح مذہب ان کی عدم تکفیر کرتا ہے۔ اس میں اعتراض یہ ہے۔ کہ اس کے ضعف کی توجیہ تو تب کی جائے گی۔ اگر ان سے خروج و قتال وغیرہ کے سوا اور کوئی تکفیر کرنے والا سبب ظاہر نہ ہوا ہو پس خوارج نے ان کے ایمان کے متحقق ہو جانے کے باوجود انہیں کافر کہا ہے پس یہ کافر کیوں نہ ہوں گے۔ پس نووی نے یہ بات کیسے کہی ہے۔ یہ جواب بھی دیا گیا ہے کہ امام شافعی کی نص ان کا یہ قول ہے کہ سوائے خطابیہ کے اہل بدع واہواء کی شہادت کو قبول کرو۔ نووی نے جو کہا ہے یہ اس کی صراحت کرتا ہے۔ اور مفہوم بھی اس کی مساعدت کرتا ہے۔ ہمارے ائمہ نے خوارج کے بارے میں تصریح کی ہے کہ خواہ وہ ہماری تکفیر کریں ان کی تکفیر نہیں کی جائے گی۔ کیونکہ وہ تاویل سے ایسا کرتے ہیں۔ اس کا شبہ غیر قطعیۃ البطلان ہے اور نووی نے جو کہا ہے اس کی صراحت کرتا ہے اور اسکی تائید اصولیوں کے قول سے ہوتی ہے۔ کہ عظیم صحابہ کی تکفیر کرنے کی وجہ سے شیعہ اور خوارج کی تکفیر نہیں کی جائے گی کہ اس سے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب لازم آتی ہے۔ جنہوں نے انہیں قطعی جنتی کہا ہے اس لئے کہ ان مکفرین نے جس آدمی کی علی الاطلاق تکفیر کی ہے۔ اس کی موت تک اس کے تزکیہ سے قطعی طور پر واقف نہیں ہوئے۔ ان کے کفر کی توجیہ یہ کی جائے گی کہ اگر انہیں اس بات کا علم ہو جاتا تو پھر وہ رسول کریم

صلی اللہ علیہ وسلم کے مکذب شمار ہوتے ۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ سبکی نے جو کچھ کہا ہے وہ اس کی اپنی پسند ہے ۔ جو قواعد شافعیہ کے خلاف ہے اور اس کا یہ قول مذکورہ اصولیوں کا جواب ہے انہوں نے اس میں عدم کفر دیکھا ہے ۔ اس لیے کہ اس سے حضور علیہ السلام کی تکذیب لازم نہیں آتی ۔ مگر جو ہم نے کہا ہے اُسے وہ نہیں دیکھ سکے ۔ گذشتہ حدیث ان کے کفر پر دلالت کرتی ہے ۔ امام الحرمین وغیرہ نے کہا ہے کہ بُت کو سجدہ کرنے والے کی تکفیر کی جائے گی اگرچہ وہ دل سے اس کی تکذیب نہ کرے ۔ مگر اس سے اس شخص کا کفر لازم نہیں آتا ۔ جو مسلمان کو کہے کہ اے کافر کیونکہ یہ بات ان کے بارے میں ہے جن کا ایمان قطعی طور پر ثابت ہے ۔ جیسے عشرہ مبشرہ اور عبد اللہ بن سلام وغیرہ بخلاف دوسروں کے ، کیونکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اس قول ان کان کما قال و الاّ رجعت علیہ میں باطن کے اعتبار سے اشارہ کیا ہے ۔ اگرچہ کسی متکلم اور فقیہ نے اس کا ذکر نہیں کیا مگر میرے نزدیک وہ لوگ بھی ان کے ساتھ ہوں گے جن کے متعلق نص آئی ہے ۔ اور جن کی صلاح و امامت پر اُمت کا اتفاق ہے ۔ جیسے ابن المسیب ، حسن ، ابن سیرین امام مالک اور امام شافعی ۔ اگر تو کہے کہ کفر تو ربوبیت اور رسالت کے انکار کا نام ہے اور یہ مقتول اللہ تعالےٰ ، اس کے رسول ، آپ کی آل اور کثیر صحابہ کو ماننے والا تھا ۔ پس اس کی تکفیر کیسے کی جائیگی اس کے جواب میں میں کہتا ہوں کہ تکفیر ایک شرعی حکم کا نام ہے ۔ جس کا سبب اس کا انکار ہے یا شارع کے حکم کے قول و فعل کا انکار ہے یہ کفر ہے

اور اگر انکار نہیں کیا تو یہ بھی اسی کی قسم سے ہے۔ اور یہ اس مسئلہ میں بہترین دلیل ہے۔ اس کے ساتھ حلیہ کی حدیث بھی مل جاتی ہے

من اذی لی ولیا فقد   کہ جو میرے ولی کو اذیت دیتا ہے تو میں
اذنتہ بالحرب   اس سے جنگ کیلئے چیلنج کرتا ہوں۔

حدیث صحیح میں ہے کہ مومن پر لعنت کرنا اُسے قتل کرنے کی طرح ہے۔ اور حضرت ابوبکر مومنین کے اولیاء میں سے سب سے بڑے ہیں، پس اس رافضی کے قتل کے بارے میں یہ ماخذ مجھے نظر آیا ہے۔ اگرچہ میں نے فتویٰ اور حکم میں اس کی پیروی نہیں کی اور میرے احتجاج کو گذشتہ حدیث کے ساتھ ملاؤ اور اس رافضی کے ان افعال کو جن کا اظہار و اصرار اس نے لوگوں کے سامنے کیا اور اس کی بدعت اور اہل بدعت کے اعلان اور سنّت اور اہل سنّت کی تحقیر کو دیکھو، ان تمام امور شنیعہ کا بحیثیت مجموعی وہ حکم حاصل ہوتا ہے جو ان میں سے ہر ایک کا الگ الگ حاصل نہیں ہوتا اور یہی معنی امام مالک کے قول کے ہیں۔ کہ لوگوں کے سامنے اسی قدر احکام بیان کرو جس قدر ان میں فجور ظاہر ہوتا ہے۔ ہم نہیں کہتے زمانے کے تغیر کے ساتھ احکام بدل جاتے ہیں۔ بلکہ پیش آمدہ صورت کے اختلاف سے حکم بدلتا ہے۔ یہ وہ بات ہے جس نے اس شخص کے قتل کے بارے میں میرے سینہ کو از خد کھول دیا ہے۔

اب رہ گئی بات آپ کو گالی دینے کی۔ اس کے متعلق میں پہلے ذکر کر آیا ہوں۔ اور آئندہ بھی بیان کروں گا۔ اور آپ کو ایذا دینا ایک بہت بڑی بات ہے۔ مگر اس کے لئے کوئی ضابطہ چاہیئے

اس صورت میں تو سب گناہ آپ کو ایذا دیتے ہیں اور میں نے کسی عالم کے کلام میں یہ بات نہیں پائی کہ صحابی کو گالی دینا قتل کو واجب کرتا ہے۔ سوائے اس کے جو ہمارے بعض اصحاب اور اصحاب ابو حنیفہ کے اطلاقِ کفر کے متعلق آتا ہے۔ مگر انہوں نے بھی قتل کی تصریح نہیں کی۔ اور ابن المنذر کہتے ہیں کہ میں کسی شخص کو نہیں جانتا جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی کو گالی دینے والے کا قتل واجب قرار دیتا ہو۔

بعض کوفیوں وغیرہ کی طرف سے قتل کی حکایت بیان ہوئی ہے۔ بلکہ بعض حنابلہ نے بھی احمد سے یہ حکایت بیان کی ہے۔ مگر میرے نزدیک ان کو اس بارے میں غلط فہمی ہوئی ہے۔ کیونکہ انہوں نے یہ بات ان کے قول سے اخذ کی ہے کہ حضرت عثمان کو گالی دینا زندقت ہے اور میرے نزدیک اس کا یہ مقصد نہیں کہ ان کو گالی دینا کفر ہے ورنہ زندقت نہ ہوتی۔ کیونکہ اس نے ایسا برملا کیا تھا۔ اس کے بیان کردہ قول کا مقصد دوسری جگہ بیان ہوا ہے کہ جس نے حضرت عثمان کی خلافت پر طعن کیا۔ اس نے مہاجرین و انصار پر طعن کیا۔ اس لئے کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف تین دن رات مہاجرین و انصار کے ہاں گھومتے رہے اور ان کے ہر مرد اور عورت سے علیحدگی میں مل کر ان سے مشورہ لیتے رہے کہ خلیفہ کسے ہونا چاہیئے۔ یہاں تک کہ سب نے حضرت عثمان پر اتفاق کیا۔ اس وقت آپ کی بیعت کی گئی۔ احمد کے کلام کا مفہوم یہ ہے کہ ظاہری طور پر حضرت عثمان کو گالی دینا ان کے لئے گالی ہی ہے۔ لیکن باطن میں تمام مہاجرین و انصار کو خطاکار قرار دینا ہے اور

ان سب کو خطا کار کہنا کفر ہے۔ اس اعتبار سے زندیقوں سے مواخذہ نہ کیا جائے گا۔ کہ انہوں نے حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کو گالی دی ہے اور یہ کفر ہے۔ یہ بات اصلاً احمد سے منقول نہیں اور آپ کے اصحاب میں سے جس نے آپ سے یہ روایت کی ہے کہ آپ نے کہا ہے حضرت عثمان کو گالی دینا ایسے ہی ہے۔ جیسے حضرت ابوبکر کو گالی دینا اسے قتل کیا جائے گا۔ صحیح بات یہ ہے کہ اس قول سے مراد آپ کی یہ نہیں۔ اصول یہ ہے کہ ہر گالی جس کا مقصد رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذا دینا ہو۔ کفر ہے جیسا کہ عبداللہ بن ابی نے کیا۔ اور جس گالی کا مقصد یہ نہ ہو تو وہ کفر نہ ہوگا جیسا کہ قصۂ افک میں مسطح سے ہوا۔

حدیث صحیح میں ہے کہ میرے صحابہ کو گالی نہ دو۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے۔ کہ اگر تم میں سے کوئی احد پہاڑ کے برابر سونا خرچ کر دے تو ان کے مٹھی بھر جو کا بھی مقابلہ نہ کر سکے گا۔ اور ایک حدیث میں جس کے رجال ثقہ ہیں۔ اگرچہ ترمذی نے اسے غریب کہا ہے کہ میرے صحابہ کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو اور میرے بعد انہیں اپنی اغراض کا نشانہ نہ بناؤ جو ان سے محبت رکھتا ہے۔ وہ میری محبت کی وجہ سے ان سے محبت رکھتا ہے۔ اور جو ان سے بغض رکھتا ہے وہ ان سے میرے بغض کی وجہ سے بغض رکھتا ہے۔ جس نے انہیں ایذا دی۔ اس نے مجھے ایذا دی اور جس نے مجھے ایذا دی اس نے اللہ تعالیٰ کو ایذا دی۔ اور جس نے اللہ تعالیٰ کو ایذا دی قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے پکڑ لے آپ کے قول میں اصحابی سے مراد بظاہر وہ لوگ ہیں جو فتح سے

پہلے اسلام لائے۔ اس میں وہ لوگ بھی مخاطب ہیں جو بعد میں اسلام لائے
اس کی دلیل تفاوتِ انفاق ہے جو اللہ تعالیٰ کے اس قول کے موافق ہے کہ
لا یستوی منکم من انفق من قبل الفتح وقاتل الآیۃ پس لازماً اس
کی یہ یا اور کوئی تاویل کرنی پڑے گی تاکہ وہ صحابہ بھی مخاطب ہوں۔ جن
کے بارے میں وصیت نہیں کی گئی۔ پس وہ کبار صحابہ ہیں۔ اگرچہ صحابی
کا نام سب پر حاوی ہے۔ اور میں نے اپنے شیخ تاج بن عطاء اللہ
جو شاذلیہ کے طریق پر صوفیاء کے متکلم ہیں سے سنا ہے۔ انہوں نے اپنے
وعظ میں ایک اور تاویل کی ہے۔ اور وہ یہ کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم
کی کئی تجلیات ہیں۔ جن میں آپ اپنے بعد میں آنے والوں کو بھی دیکھتے
ہیں۔ پس یہ خطاب تمام صحابہ کے لئے ہے۔ جو فتح سے پہلے اور بعد میں ہوئے
پس اگر آپ کی یہ بات ثابت ہو جائے تو حدیث کے مفہوم میں سب صحابہ
شامل ہوں گے۔ وگرنہ وہ ان صحابہ کیلئے ہو گی۔ جو فتح سے پہلے ہوئے ہیں
اور اس میں ان کے بعد آنے والوں کو بھی شامل کر دیا جائے گا۔ کیونکہ یہ
غیر صحابہ کی نسبت ہے۔ جو فتح سے پہلے والوں کی نسبت فتح کے بعد والے
لوگوں کی طرح تھے۔ دونوں صورتوں میں یہ بات واضح ہے کہ ان میں سے
ہر ایک کے لئے یہ حرمت ثابت ہے اور نووی وغیرہ کی بات اس بارہ
میں درست ہے۔

پھر گفتگو اس امر میں ہو گی کہ یہ بعض صحابہ کو گالی دینے
کے متعلق ہے۔ بلاشبہ سب کو گالی دینا کفر ہے۔ اسی طرح ان میں سے
ایک کو گالی دینا بھی کفر ہو گا۔ کیونکہ وہ بھی صحابی ہے۔ اور اس سے صحبت
کا استخفاف ہوتا ہے۔ جس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا استخفاف

ہوتا ہے۔ اس بناء پر اس بات کو طحاوی کے قول کہ اُن سے بُغض رکھنا کفر ہے پر محمول کیا جائے گا۔ پس تمام صحابہ سے یا کسی ایک صحابی سے بلحاظ صحبت بُغض رکھنا بلا شبہ کفر ہے۔ ہاں کسی اور وجہ سے کسی صحابی کو گالی دینا یا بغض رکھنا حتیٰ کہ شیخین سے بھی ا کفر نہیں شیخین کو گالی دینے والے کے بارے میں قاضی نے دو وجوہات بیان کی ہیں،

اوّل :- عدم کفر کی وجہ یہ ہے کہ کسی معین صحابی کو گالی دینا یا اپنے کسی خاص دنیوی کام وغیرہ کی وجہ سے اس سے بُغض رکھنا۔ جیسے ایک رافضی ان سے بُغض رکھتا ہے۔ اور وہ یہ بلحاظ رفض حضرت علی کی تقدیم اور اپنے جاہلانہ اعتقاد کی وجہ سے کرتا ہے کہ شیخین نے حضرت علی پر ظلم کیا ہے۔ حالانکہ وہ اس سے بُری ہیں۔ اور وہ جہالت سے یہ اعتقاد بھی رکھتا ہے کہ اُسے حضرت علی کا بدلہ لینا چاہیئے۔ کیونکہ وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قرابتدار ہیں۔ پس معلوم ہوا کہ رافضی کا شیخین سے بُغض رکھنا اس جہالت کی وجہ سے ہے جو اس کے ذہن میں استقرار پکڑ گئی ہے۔ اور ان کے ہاں حضرت علی رضؓ پر ظلم کے اعتقاد کی وجہ سے فساد پیدا ہوا ہے۔ حالانکہ ایسا نہیں ہوا اور نہ ہی حضرت علی قطعی طور پر ایسا اعتقاد رکھتے تھے پس رافضی کی تکفیر کا ماخذ یہ ہے کہ وہ اپنے اعتقاد کی وجہ سے شیخین کے بارے میں اس بات کا عادی ہو گیا ہے۔ حالانکہ یہ دین کے نقصان کی بات ہے کیونکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد شیخین ہی اقامت و اظہار دین اور مرتدین و معاندین سے جہاد میں اصل ہیں۔

حضرت ابوہریرہ نے فرمایا ہے کہ اگر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت ابوبکر نہ ہوتے تو اللہ تعالےٰ کی عبادت نہ ہوتی۔

کیونکہ باوجود صحابہ کی مخالفت کے انہوں نے مرتدین سے قتال کی رائے دی تھی۔ یہاں تک کہ انہوں نے واضح دلائل کے ساتھ مرتدین اور مانعین زکوٰۃ سے قتال کرنے کے بارے میں ان پر حجت کردی اور انہوں نے اپنے موقف سے رجوع کیا اور مرتدین و مانعین زکوٰۃ سے لڑے اور اللہ تعالیٰ نے آپ اور صحابہ کے ذریعے سے اس الجھن کو دور کردیا اور اسلام سے اس مصیبت کو دُور فرمادیا۔

۵۵م :۔ اس رافضی کے قتل پر جو امور دلالت کرتے ہیں۔ ان میں سے یہ بھی ہے کہ اس نے شیخین اور حضرت عثمان پر لعنت کرنے کو اپنے اقرار سے جائز قرار دیا ہے۔ اور جو شخص اللہ تعالیٰ کی حرام کردہ چیز کو حلال قرار دے۔ وہ کفر کا ارتکاب کرتا ہے۔ اور حضرت صدیق پر لعنت کرنا اور آپ کو گالی دینا دونوں باتیں حرام ہیں۔ بلکہ لعنت زیادہ شدید ہے۔ اور حضرت صدیق پر لعنت کی تحریم دین سے ضرورت کے تحت معلوم ہے۔ اس لئے کہ آپ کا حسنِ اسلام اور وہ افعال جو آپ کے ایمان پر دلالت کرتے ہیں بالتواتر ثابت ہیں۔ اور وہ وفات تک اسی بات پر قائم رہے یہ وہ بات ہے جس میں کوئی شک و شبہ نہیں۔ اگرچہ رافضی کو اس میں شک ہے۔ ہاں کفر کی شرط یہ ہے کہ اس ضروری بات کا انکار کیا جائے۔ جسے انکار کرنے والا بھی ضروری خیال کرتا ہو۔ تاکہ اس کے انکار سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب لازم آئے اور رافضی حضرت ابوبکر پر لعنت کرنے کی تحریم کے بارے میں زیادہ سے زیادہ یہ اعتقاد رکھتا ہے کہ وہ ضروری کا ہے۔ اس سے یہ بات منفصل ہو گئی ہے۔ کہ تمام مخلوق کے نزدیک تحریم کا تواتر، رافضی کے اس شبہ کو

لغو قرار دیتا ہے۔ جس نے اس کا دل سخت کر دیا ہے۔ حتیٰ کہ اس نے اسے سمجھا ہی نہیں ۔ اور یہ بات محلِ نظر و جدل ہے اور سبکی کے بیان کے مطابق دل کا میلان اس فیصلے کے بطلان کی طرف ہے ۔ وگرنہ مذہب کے قواعد اس فیصلے جو عدم تکفیر کی نسبت ہے کو قبول کرنے کا فیصلہ دیتے ہیں ۔ اس لئے گالی دینے یا لعنت کرنے والا متاول ہے اگرچہ اس کی تاویل جہالت، عصبیت اور حمیت کی آئینہ دار ہے ۔ لیکن باب کفر اس کے بارے میں محتاط ہے ۔ جیسا کہ اپنے محل میں یہ بات بیان ہو چکی ہے ۔

سوم :۔ یہ ہیئت اجتماعی جس نے اس رافضی سے برسرِ عام حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان پر لعنت کرنے اور اسے جائز قرار دینے کا صدمہ اٹھایا حالانکہ وہ ائمہ اسلام ہیں ۔ اور جنہوں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد دین کو قائم کیا ہے ۔ انہیں ان کے مناقب و مآثر میں دین پر طعن کرنے کی کوئی بات معلوم نہیں ہوئی اور دین پر طعن کرنا کفر ہے ۔ ان تین دلیلوں نے میرے دل پہ غلبہ پالیا ہے ورنہ امام شافعی کے مذہب کا آپ کو علم ہی ہے ۔

چہارم :۔ علماء سے منقول ہے کہ حضرت امام ابوحنیفہ کا مذہب یہ ہے کہ جو شخص حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کی خلافت کا انکار کرے وہ کافر ہے ۔ بعض نے اس کے خلاف بھی بیان کیا ہے اور وہ کہتے ہیں کہ صحیح بات یہ ہے کہ وہ کافر ہے ۔ اور مسئلہ مذکورہ ان کی کتب سروجی کی الغایت، فتاوی ظہیریہ، محمد بن الحسن کی الاصل اور فتاوی بدلعیہ میں موجود ہے ۔ انہوں نے رافضیوں کو کفار وغیرہم میں تقسیم کیا ہے ۔ اور

ان کے بعض فرقوں کے اختلاف کا ذکر بھی کیا ہے ۔ اور اس شخص کے متعلق بھی اختلاف کا ذکر کیا ہے ۔ جو حضرت ابوبکر کی امامت کا انکار کرے ۔ اور ان کی تکفیر کو صحیح خیال کرے ۔

المحیط میں ہے کہ امام محمد رافضیوں کے پیچھے نماز جائز نہیں سمجھتے اس لئے کہ انہوں نے حضرت ابوبکر کی خلافت کا انکار کیا ہے ۔ جبکہ صحابہ نے آپ کی خلافت پر اتفاق کیا ہے ۔

الخلاصۃ میں ہے کہ جو شخص حضرت ابوبکر کی خلافت کا انکار کرے وہ کافر ہے ۔ اور تتمۃ الفتاوی میں ہے کہ غالی رافضی جو حضرت ابوبکر کی خلافت کا منکر ہے اس کے پیچھے نماز جائز نہیں ۔ اور المرغینانی میں ہے کہ اہل ہوا و بدعت کے پیچھے نماز مکروہ ہے اور رافضی کے پیچھے نماز جائز نہیں ۔

پھر کہتے ہیں حاصل کلام یہ کہ اگر وہ اپنی خواہش سے تکفیر کرتا ہے تو جائز نہیں ورنہ جائز اور مکروہ ہے ۔

شرح المختار میں ہے کہ کسی صحابی کو گالی دینا یا اس سے بغض رکھنا کفر نہیں ہوگا لیکن ایسے شخص کی تضلیل کی جائے گی ۔ کیونکہ حضرت علی نے اپنے گالی دینے والے کی تکفیر نہیں کی ۔ اور فتاوی بدیعیہ میں ہے کہ جو حضرت ابوبکر کی امامت کا انکار کرے وہ کافر ہے ۔ بعض نے اسے مبتدع قرار دیا ہے ۔ صحیح یہ ہے کہ وہ کافر ہے اور اصح اقوال کے مطابق حضرت عمر کی خلافت کا منکر بھی ایسا ہی ہے ۔ مگر اکثر لوگوں نے اس بارے میں کلام نہیں کیا ۔ مگر ہمارے شافعی اصحاب میں سے قاضی حسین نے اپنی تعلیق میں کہا ہے کہ جو شخص حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دے اس کی تکفیر کی جائے ۔ اور صحابی کو گالی دینے والے

کی تفسیق کی جائے اور جو شیخین اور دونوں دامادوں کو گالی دے تو اسکی دو وجوہ بیان کی گئی ہیں۔ ایک یہ کہ اس کی تکفیر کی جائے۔ اس لئے کہ امت نے ان کی امامت پر اجماع کیا ہے۔ دوسری یہ کہ اس کی تفسیق کی جائے تکفیر نہ کی جائے اور اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ جو اہل اہواء پر کفر کا حکم نہ لگائے۔ اس کے ہمیشہ دوزخی ہونے کے بارے میں قطعی حکم نہیں لگایا جا سکتا۔ کیا ان کے دوزخی ہونے کے بارے میں قطعی حکم لگایا جا سکتا ہے؟ اس کی دو وجوہ ہیں۔ قاضی اسماعیل مالکی کہتے ہیں۔ امام مالک نے یہ قدریہ کے بارے میں کہا ہے۔ دوسرے اہل بدعت اگر توبہ کریں تو ان کی توبہ قبول کی جائے گی۔ ورنہ انہیں قتل کر دیا جائے گا کیونکہ یہ بات فساد فی الارض ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالےٰ نے محارب کے بارے میں کہا ہے۔ اس کا فساد مصالح دنیوی کیلئے ہوتا ہے۔ اور کبھی حج و جہاد کا راستہ روکنے والا بھی دین میں داخل ہو جاتا ہے۔ لیکن اہل بدعت کا زیادہ فساد دین کے متعلق ہوتا ہے۔ اور وہ مسلمانوں کی آپس میں کچھ عداوت دیکھ کر دنیا میں داخل ہو جاتے ہیں۔ امام مالک اور اشعری کے قول تکفیر میں اختلاف کیا گیا ہے۔ اکثر ترک تکفیر کے قائل ہیں۔

قاضی عیاض کہتے ہیں کہ کفر ایک خصلت ہے۔ جو وجود باری سے جہالت کے نتیجہ میں پیدا ہوتی ہے۔ آپ نے رافضیوں کو مشرک اور ان پر لعنت کا اطلاق جائز قرار دیا ہے۔ اسی طرح خوارج اور دیگر اہل اہواء مکفرین کیلئے حجت ہیں۔ دوسرے لوگوں نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ اس قسم کے الفاظ غیر کفریہ جگہوں پر سختی کے لئے استعمال ہوتے ہیں۔ کفر دون کفر اور اشراک دون اشراک۔ اور خوارج

کے بارے میں ان کا یہ قول کہ انہیں عام آدمی کی طرح قتل کر دو یہ کفر کا مقتضی ہے۔ لیکن مالغ کہتا ہے یہ حد ہے کفر نہیں۔ قاضی عیاض کہتے ہیں کہ صحابہ کی دشنام طرازی کے بارے میں علماء نے اختلاف کیا ہے۔ اور مشہور مذہب امام مالک کا ہے۔ جس میں اجتہاد اور دردناک تادیب ہے۔

امام مالک فرماتے ہیں جو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دے اُسے قتل کیا جائے اور اگر صحابہ کو گالی دے تو اس کی تادیب کی جائے۔ پھر کہتے ہیں جو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے کسی کو حضرت ابوبکر یا حضرت عمر یا حضرت عثمان یا حضرت معاویہ یا حضرت عمرو بن العاص کو گالی دے اگر کہے کہ وہ گمراہ اور کفر پر تھے تو اُسے قتل کیا جائے۔ اور اگر اس کے علاوہ کوئی اور گالی دے۔ جیسے لوگ گالیاں دیتے ہیں تو اُسے سخت عذاب دیا جائے آپ کا یہ قول کہ جو ان کی طرف گمراہی اور کفر کو منسوب کرے اسے قتل کر دیا جائے۔ یہ ایک اچھا قول ہے۔ کیونکہ حضور علیہ السلام نے ان کے جنتی ہونے کی گواہی دی ہے اور اگر وہ ان کی طرف ظلم منسوب کرے جو کفر سے کم ہو۔ جیسے کہ بعض رافضیوں کا خیال ہے۔ تو یہ تردّد کا مقام ہے۔ کیونکہ یہ بات نہ بلحاظ صحبت ہے اور نہ کسی ایسے معاملے سے متعلق ہے۔ جو دین سے تعلق رکھتا ہو یہ تو بعض صحابہ کی خصوصیات سے تعلق رکھنے والی بات ہے۔ اور اس سے دین کی کوئی تنقیص نہیں ہوتی۔ بلاشبہ رافضی ان باتوں سے منکر ہیں جو ضرورت سے معلوم ہوئی ہیں۔ اور وہ صحابہ پر افترا کرتے ہیں جن سے ضرورت کے تحت ہم

ان کی برأت سمجھتے ہیں۔ لیکن اس سے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب کا اقتضاء ثابت نہیں ہوتا۔ بلکہ وہ اسے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی موافقت خیال کرتے ہیں اور ہم اس بارے میں ان کی تکذیب کرتے ہیں۔ اب تک امام مالک سے یہ بات ثابت نہیں ہوئی جو اس قسم کے آدمی کے قتل کی مقتضی ہو۔

ابن حبیب کہتے ہیں کہ جو شیعہ حضرت عثمان سے بغض و اظہار بیزاری میں غلو کرے اسے سخت تادیب کی جائے اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کے بغض میں بڑھ جائے اسے سخت سزا دی جائے اسے بار بار مارا جائے اور موت تک اسے قید میں رکھا جائے اگر وہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دے تو اسے قتل کر دیا جائے۔

سمنون کہتے ہیں جو اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم میں سے حضرت علی یا حضرت عثمان یا دوسرے صحابہ پر جھوٹ بولے اسے دردناک مار دی جائے

ابن ابی زید نے سمنون سے بیان کیا ہے کہ جو حضرت ابوبکر حضرت عمر، حضرت عثمان اور حضرت علی کے متعلق کہے کہ وہ گمراہی اور کفر پر تھے اسے قتل کیا جائے اور جو ان کے علاوہ صحابہ کو اس جیسی گالی دے اسے سخت عذاب دیا جائے۔ اصحاب اربعہ کی تکفیر کرنے والا قتل کیا جائے گا۔ کیونکہ اس نے غلاۃ اور رافض کو چھوڑ کر اجماع امت کی مخالفت کی ہے۔ اور اگر وہ اصحاب ثلاثہ کی تکفیر کرے اور حضرت علی کی تکفیر نہ کرے اس کے متعلق سمنون نے

کوئی تصریح نہیں کی۔ امام مالک کا کلام اس بارے میں زیادہ واضح ہے۔
امام مالک سے روایت کی گئی ہے کہ جو حضرت ابوبکر کو گالی
دے اسے کوڑے مارے جائیں اور جو حضرت عائشہ کو گالی دے
اسے قتل کیا جائے اور احمد بن حنبل نے صحابہ کو گالی دینے والے
کے بارے میں کہا ہے کہ اسکے قتل سے تو میں ڈرتا ہوں۔ لیکن میں
اسے عبرتناک سزا دیتا ہوں۔ اور ابو یعلی حنبلی جس کے مذہب کو
فقہاء نے سبّ صحابہ کے بارے میں اختیار کیا ہے۔ کہتے ہیں کہ
جو شخص صحابہ کو گالی دینا جائز قرار دیتا ہے اس کی تکفیر کی جائے گی
اور اگر جائز قرار نہیں دیتا تو اس کی تفسیق کی جائے گی۔ اور تکفیر نہیں کی
جائے گی۔ اور اہل کوفہ وغیرہم کے فقہاء میں سے ایک گروہ نے صحابہ کو
گالی دینے والے اور رافضیوں کی تکفیر کرنے والے کے متعلق قطعی قتل
کا حکم لگایا ہے۔

محمد بن یوسف الفریابی سے حضرت ابوبکر کو گالی دینے والے
کے متعلق پوچھا گیا تو اس نے کہا ایسا شخص کافر ہے۔ دریافت کیا گیا
اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے فرمایا نہیں۔ رافضیوں کی تکفیر کرنیوالوں میں
سے احمد بن یونس اور ابوبکر بن ہانی ہیں۔ وہ کہتے ہیں وہ مرتد ہیں۔
ان کا ذبیحہ نہ کھایا جائے۔ عبداللہ بن ادریس جو کوفہ کے ایک امام ہیں
کہتے ہیں کہ رافضی کو شفعہ کا حق نہیں۔ کیونکہ شفعہ مسلمان کے لئے ہے۔
احمد نے ابی طالب کی روایت میں کہا ہے کہ حضرت عثمان
کو گالی دینا زندقت ہے۔ عدم تکفیر کے قائلین نے صحابہ کو گالیاں
دینے والوں کے متعلق متفقہ طور پر کہا ہے کہ ایسے لوگ فاسق ہیں اور

کچھ لوگوں نے حضرت ابوبکر، حضرت عمر، عبدالرحمٰن ابزی صحابی کو گالی دینے پر وجوب قتل کا فتویٰ دیا ہے۔ حضرت عمر بن خطاب سے روایت ہے کہ جب عبیداللہ بن عمر نے حضرت مقداد بن اسود کو گالی دی تو انہوں نے اس کی زبان کاٹ دی۔ اس بارے میں آپ سے گفتگو کی گئی تو آپ نے فرمایا مجھے اس کی زبان کاٹنے دو۔ تاکہ وہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی صحابی کو گالی نہ دے سکے۔ اور ابن شعبان کی کتاب میں ہے کہ جو کسی ایک صحابی کو زانیہ کا بیٹا کہے اور اس کی ماں مسلمان ہو تو ہمارے بعض اصحاب کے نزدیک اُسے دو حدیں لگائی جائیں گی۔ ایک اس کی اور ایک اس کی ماں کی حد۔ میں اسے ایک جماعت پر تہمت تراشنے والے کی حیثیت نہیں دے سکتا۔ کیونکہ صحابی کو دوسروں پر فضیلت حاصل ہے۔ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ کہ جو میرے صحابہ کو گالی دے اُسے کوڑے مارو، دریافت کیا گیا جو کسی صحابی کی ماں پر تہمت تراشے اور وہ کافرہ ہو اُسے جھوٹ کی حد لگائی جائے گی۔ کیونکہ اس نے اُسے گالی دی ہے اور اگر اس صحابی کا کوئی بیٹا زندہ ہو تو وہ اسے حد لگائے گا ورنہ مسلمانوں میں سے وہ آدمی حد لگائے گا جسے امام قبول کرے گا، وہ کہتے ہیں یہ بات غیر صحابہ کے حقوق کی طرح نہیں کہ انہوں نے بھی حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بھلائی کی ہے۔ اگر امام یہ بات سُنے اور اُسے گواہی مل جائے۔ تو وہ اس حد کے قیام کا ذمہ دار ہے اور جو حضرت عائشہ کو گالی دے اس بارے میں دو قول ہیں ایک یہ کہ اُسے قتل کر دیا جائے۔ دوسرا دیگر صحابہ کی طرح یہ ہے کہ اُسے مفتری کی حد لگائی جائے۔ وہ کہتے

ہیں۔ میں پہلے قول کا قائل ہوں۔

ابومصعب نے امام مالک سے روایت کی ہے۔ جو اہل بیت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو گالی دے۔ اُسے دردناک مار دی جائے۔ اُس کی تشہیر کی جائے اور توبہ کرنے تک اُسے قید میں رکھا جائے کیونکہ یہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حق کا استخفاف ہے۔ اور ابن مطرف نے اس شخص کے بارہ میں فتویٰ دیا ہے جو ران کو عورت کو حلف دینے کا انکار کرے۔ وہ کہتے ہیں خواہ حضرت ابوبکر کی لڑکی ہو اُسے دن کو حلف اٹھانا پڑے گا۔ اس قسم کے موقع پر حضرت ابوبکر کی لڑکی کا ذکر بہت ادب کی وجہ سے کیا گیا ہے۔

ہشام بن عمار کہتے ہیں۔ میں نے امام مالک کو فرماتے سُنا ہے کہ جو حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کو گالی دے اُسے قتل کیا جائے اور جو حضرت عائشہ کو گالی دے اُسے بھی قتل کیا جائے۔ کیونکہ اللہ ان کے بارے میں فرماتا ہے یعظکم اللہ ان تعودو المثلہ ابدا ان کنتم مومنین ۔ جس نے حضرت عائشہ پر تہمت لگائی اس نے قرآن پاک کی مخالفت کی۔ اور جو قرآن پاک کی مخالفت کرے اُسے قتل کیا جائے گا۔

ابن خضر کہتے ہیں یہ قول صحیح ہے۔ شیعہ اور خوارج کی تکفیر کرنے والوں نے اس سے حجت پکڑی ہے۔ کیونکہ وہ عظیم القدر صحابہ کی تکفیر کرتے ہیں اور اس سے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول کی تکذیب ہوتی ہے جس میں انہیں قطعی جنتی قرار دیا گیا ہے اور یہ احتجاج اس شخص کے بارے میں درست ہے جس

کا تکفیر کرنا ثابت ہے۔ اور یہ بات پہلے بیان ہو چکی ہے۔ کہ ائمہ احناف نے حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کی خلافت کے منکر کی تکفیر کی ہے۔ یہ مسند الغایت اور دیگر کتب میں موجود ہے۔ جیسا کہ بیان ہو چکا ہے۔ اور محمد بن الحسن کی الاصل اور النظاہر ین ہے۔ کہ انہوں نے یہ بات حضرت امام ابوحنیفہ سے اخذ کی ہے۔ اس لئے کہ وہ کوفی ہونے کی وجہ سے روافض کو بہت اچھی طرح جانتے ہیں۔ اور کوفہ رفض کا منبع ہے۔ روافض کے بعض فرقوں کی تکفیر واجب ہے۔ اور بعض کی تکفیر واجب نہیں۔ جب حضرت امام ابوحنیفہ حضرت ابوبکر کی امامت کے منکر کی تکفیر کرتے ہیں تو آپ پر لعنت کرنے والے کی تکفیر آپ کے ہاں اولیٰ ثابت ہوئی۔ سوائے اس کے کہ آپ اس کا فرق بتائیں۔ بظاہر بات یہ ہے کہ آپ کی امامت کے منکر کی تکفیر کا سبب یہ ہے کہ وہ اجماع کا منکر ہے۔ اور اس کی بنیاد اس امر پر ہے کہ متفق علیہ حکم کا منکر کافر ہوتا ہے۔ اور اصولیوں کے نزدیک یہ ایک مشہور بات ہے اور آپ کی امامت حضرت عمر کی بیعت کے وقت سے متفقہ ہے۔ اس پر اس بات سے منع وارد نہیں کیا جا سکتا کہ بعض صحابہ نے تاخیر سے بیعت کی ہے۔ وہ آپ کی صحت امامت کے مخالف نہ تھے یہی وجہ ہے کہ وہ آپ کی عطا کردہ چیزوں کو لیتے تھے۔ اور آپ کے پاس فیصلے لے جاتے تھے۔ بیعت اور چیز ہے اور اجماع اور چیز ہے۔ ایک سے دوسری چیز لازم نہیں آتی اور نہ ہی ایک کے عدم سے دوسرے کا عدم لازم آتا ہے۔ اس بات کو سمجھ لیجئے اس میں بہت غلط فہمی پائی جاتی ہے۔

اگر آپ کہیں کہ کفر کی شرط اس متفقہ بات کا انکار ہے۔ جو دینی ضرورت میں سے معلوم ہو تو میں کہوں گا صدیق کی خلافت ایسی ہی ہے۔ کیونکہ صحابہ کا آپ کی بیعت کرنا ضرورت کی حد تک انتہائی تواتر سے ثابت ہے تو یہ متفقہ بات کی طرح معلوم بالضرورت ہوئی۔ اور اس میں کچھ شبہ نہیں اور حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان کے زمانے میں کوئی ایک رافضی بھی موجود نہ تھا۔ یہ تو بعد کی پیداوار ہیں۔ اسلئے ان کی باتیں نئی نئی ہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ خلافت بھی تو واقعات میں سے ہے۔ کوئی شرعی حکم نہیں۔ اور امر ضروری کے منکر کی تب تکفیر کی جائے گی۔ جب وہ ضروری امر حکم شرعی ہو۔ جیسے نماز اور حج۔ کیونکہ اس سے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب لازم آتی ہے۔ بخلاف مذکورہ خلافت کے۔ سوائے اس کے کہ یہ کہا جائے کہ اس کے ساتھ احکام شرعیہ کا تعلق ہے۔ جیسے وجوب اطاعت وغیرہ۔

قاضی حسین کے حوالے سے پہلے بیان ہو چکا ہے کہ شیخین اور دونوں دامادوں کو گالی دینے کے بارے میں دو وجوہ ہیں۔ یہ اس بات کے منافی نہیں کہ انھوں نے دوسری جگہ صحابہ کو گالی دینے والے کے فسق کے متعلق جزم کیا ہے۔

اسی طرح ابن الصباغ وغیرہ نے حضرت امام شافعی سے اسے بیان کیا ہے۔ اس لئے کہ یہ دو مسئلے ہیں۔ دوسرا مسئلہ گالی دینے کے بارے میں ہے۔ اس کی تفسیق کی جائے گی۔ اگرچہ جسے گالی دی گئی ہے وہ کوئی ایک صحابی ہو جو پہلوں کی نسبت چھوٹے درجے کا ہو۔ کیونکہ یہ بات خاص طور پر شیخین اور دونوں دامادوں کو گالی دینے

کے بارے میں ہے اور یہ زجر و توبیخ کے لحاظ سے اشد بات ہے کیونکہ اس میں ایک وجہ کفر بھی ہے اور حضرت ابوبکر اور ان جیسے لوگوں کی تکفیر کرنا جن کے متعلق رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جنتی ہونے کی گواہی دی ہے اس بارے میں اصحاب شافعی نے کوئی بات نہیں کی اور جس نے اسے قطعی کفر خیال کیا ہے۔ اس نے ان لوگوں کے ساتھ موافقت کی ہے۔ جن کا بیان پہلے گذر چکا ہے اور احمد سے یہ بھی بیان ہو چکا ہے کہ خلافت عثمان میں طعن کرنا، مہاجرین و انصار پر طعن کرنا ہے اور یہ بات درست ہے۔ کیونکہ حضرت عمر نے خلافت کے لئے مجلس شوریٰ بنائی تھی جو چھ آدمیوں پر مشتمل تھی۔ حضرت عثمان، حضرت علی، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف، حضرت طلحہ، حضرت زبیر اور حضرت سعد بن ابی وقاص، آخری تین اپنے حقوق سے دستبردار ہو گئے۔ اور حضرت عبدالرحمٰن اسے اپنے لئے نہ چاہتے تھے۔ ان کا مقصد یہ تھا کہ حضرت علی اور حضرت عثمان میں سے کسی کی لوگ بیعت کرلیں۔ انہوں نے اپنے دین کیلئے بہت احتیاط اختیار کی۔ تین دن رات بغیر سوئے وہ مہاجرین و انصار کے گھروں میں گھومتے رہے اور ان سے مشورہ لیتے رہے کہ حضرت علی اور حضرت عثمان میں سے کسی کی بیعت کرنی ہے۔ وہ عورتوں، مردوں، جماعتوں اور افراد سے ملے اور ہر ایک سے اس کا عندیہ معلوم کیا۔ یہاں تک کہ سب کی آراء حضرت عثمان کے بارے میں متفق ہو گئیں۔ پس آپ نے انکی بیعت کی اور حضرت عثمان کی بیعت مہاجرین و انصار کے قطعی اجماع سے ہے۔ اس پر طعن کرنا دونوں فریقوں پر طعن کرنا ہے۔

احمد نے یہ بھی کہا ہے کہ حضرت عثمان کو گالی گلوچ کرنا زندیقیت

ہے۔ اور اس کی وجہ انہوں نے یہ بیان کی ہے کہ بظاہر تو یہ کفر نہیں مگر باطن کفر ہے۔ کیونکہ اس سے فریقین کی تکذیب تک بات پہنچتی ہے۔ جیساکہ آپ کو معلوم ہی ہے۔ پس آپ کے کلام سے یہ نہ سمجھا جائے کہ وہ صحابی کے گالی دینے والے کی تکفیر کرتے ہیں۔ بخلاف بعض صحابہ کے، جیسے کہ پہلے بیان ہو چکا ہے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ احناف کے نزدیک حضرت ابوبکر کو گالی دینا کفر ہے۔ اور ایک وجہ سے شافعیہ کے نزدیک بھی، امام مالک کا مشہور مذہب یہ ہے کہ وہ اُسے کوڑے مارنا واجب قرار دیتے ہیں اس کے کفر کے قائل نہیں۔ ہاں اس سے وہ بات خارج ہو جاتی ہے جو آپ سے خوارج کے بارے میں بیان ہوئی ہے، کہ انہوں نے کفر کیا ہے۔ آپ کے ہاں اس مسئلہ کی دو صورتیں ہیں اگر بغیر تکفیر کے صرف گالی دی جائے تو تکفیر نہیں کی جائے گی۔ اور اگر وہ تکفیر کرے تو اس کی تکفیر کی جائے گی۔ جس رافضی کا ذکر پہلے ہو چکا ہے وہ امام مالک، امام ابوحنیفہ اور امام شافعی کے نزدیک ایک وجہ سے کافر ہے۔ اور احمد کے نزدیک حضرت عثمان سے متعرض ہونے کی وجہ سے زندیق ہے۔ کیونکہ اس طرح مہاجرین و انصار کو خطاکار قرار دینا پڑتا ہے۔ اور اس کا یہ کفر ارتداد ہے۔ کیونکہ اس سے پہلے وہ مسلمانوں کے حکم میں تھا اور مرتد اگر توبہ کرے تو اس کی توبہ قبول کی جاتی ہے۔ وگرنہ اُسے قتل کر دیا جاتا ہے۔ اس کا قتل جمہور علماء کے مذہب یا سب کے مطابق ہوگا۔ کیونکہ جو گالی دینے والے کی تکفیر کا قائل نہیں اس سے یہ بات متحقق نہیں ہوئی کہ وہ اسے دھتکار

دے گا۔ جو عظیم الشان صحابہ کی تکفیر کرتا ہے۔ ہمارے نزدیک ایک وجہ یہ ہے۔ کہ اس نے تکفیر کے بغیر محض گالی دینے پر فاسق قرار دیا ہے۔ یہی بات احمد نے کہی ہے کہ وہ صرف گالی دینے والے کے قتل سے ڈر گئے ہیں اور جو بات اس آدمی سے صادر ہوتی ہے وہ گالی سے بڑی ہے۔ اور بیان ہو چکا ہے کہ طحاوی نے اپنے "عقیدہ" میں کہا ہے کہ صحابہ سے بغض رکھنا کفر ہے۔ یہ احتمال بھی ہو سکتا ہے کہ آپ نے اسے سب صحابہ پر محمول کیا ہو یا ہر ایک صحابی پر، لیکن اس صورت میں جب وہ صحبت کی وجہ سے بغض رکھے اور محض بغض کو کفر قرار دینا دلیل کا محتاج ہے۔ اس رافضی اور اس کے اشباہ کا شیخین اور حضرت عثمان سے بغض رکھنا صحبت کی وجہ سے نہیں۔ کیونکہ وہ حضرت علی اور حسنین وغیرہما سے محبت رکھتے ہیں۔ بلکہ یہ بغض ہوائے نفس اور جاہلانہ اعتقاد اور اہل بیت پر ان کے مزعومہ ظلم وعناد کی وجہ سے ہے۔ پس یہ بات ظاہر ہے کہ انہوں نے بغیر تکفیر کے صرف گالی دی ہے۔ اور متفقہ بات کا انکار نہیں کیا۔ اس لئے ان کی تکفیر نہیں کی جائے گی۔

پنجم :۔ اس رافضی کے قتل کے بارے میں اسی طرح تمسک ممکن ہے۔ کیونکہ جس مقام پر وہ کھڑا ہے بلاشبہ اس سے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اذیت پہنچتی ہے۔ اور آپ کی ایذا موجب قتل ہے اس کی دلیل حدیث صحیح میں ہے کہ آپ نے ایک ایذا دینے والے کے بارے میں فرمایا میرے دشمن کے بارے میں مجھے کون کافی ہوگا۔ حضرت خالد بن ولید نے کہا میں اُسے کافی ہوں گا۔ آپ نے حضرت خالد کو اس کی طرف بھیجا تو آپ نے اُسے قتل کر دیا۔ لیکن یہ خدشہ

بیان ہو چکا ہے کہ ہر ایذا قتل کی متقاضی نہیں ہوتی۔ وگرنہ سب گناہ اس میں آجائیں گے۔ کیونکہ وہ آپ کو تکلیف دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ان ذٰلکم کان یؤذی النبی فیستحیی منکم الایۃ اور یہ رافضی اپنے خیال میں آل بیت کا بدلہ لے رہا تھا۔ اس کا مقصد رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذا دینا نہیں تھا۔ پس اس کے قتل کی دلیل واضح نہیں۔

حضرت عائشہؓ پر الزام لگانا

موجب قتل ہے۔ اس لئے کہ قرآن پاک نے آپ کی برأت کی گواہی دی ہے۔ پس آپ پر تہمت تراشنا قرآن پاک کی تکذیب کرنا ہے۔ اور قرآن پاک کی تکذیب کفر ہے۔ دوسرے یہ کہ وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیوی ہیں۔ ان پر الزام لگانا۔ — آپ کی تنقیص کرنا ہے اور آپ کی تنقیص کفر ہے۔ اور بقیہ امہات المومنین کے متعلق بھی الزام لگانے کا یہی حکم ہوگا۔ پس پہلی بات کی رو سے کفر نہ ہوگا۔ اور دوسری کی رو سے کفر ہوگا اور یہی بعض مالکیوں کے نزدیک ارجح ہے۔ نیز حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ پر تہمت لگانے والوں کو قتل نہیں کیا۔ کیونکہ انہوں نے نزول قرآن سے پہلے تہمت لگائی تھی۔ اس سے قرآن کی تکذیب لازم نہیں آئی۔ اس لئے کہ یہ حکم نزول آیت کے بعد نازل ہوا ہے۔ سے پہلے کے واقعہ پر لاگو نہیں کیا جا سکتا۔

ششم۔ صحیح حدیث میں ہے کہ میرے صحابہ کو گالی نہ دو۔ جو ان سے محبت رکھتا ہے وہ مجھ سے محبت رکھتا ہے۔ اور جو ان سے بغض رکھتا ہے وہ مجھ سے بغض رکھتا ہے۔ اور جس نے انہیں ایذا

دی اُس نے مجھے ایذا دی ۔ یہ بات سب صحابہ کے لئے ہے ۔ لیکن ان کے درجات ہیں اور ان کے متفاوت درجات کی وجہ سے حکم میں بھی تفاوت ہو جائے گا ۔ اور جرم جس سے تعلق رکھتا ہوگا اُس کے مقام کے مطابق بڑھ جائیگا ۔ پس حضرت ابوبکر کو گالی دینے پر صرف کوڑوں پر اکتفا نہیں کیا جائیگا ۔ جیسا کہ دوسرے کے بارے میں کوڑوں پر ہی اکتفا کیا جائے گا ۔ اس لئے کہ یہ کوڑے تو صرف حق صحبت کے باعث ہیں ۔ جب صحبت کے ساتھ دوسری چیزیں بھی مل جائیں جو دین اور مسلمانوں کی نصرت کی وجہ سے احترام کا تقاضا کریں ۔ اور آپ کے ہاتھ پر جو فتوحات ہوئی ہیں ۔ آپ کو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خلافت وغیرہ ملی ہے ۔ ان میں سے ہر بات آپ کے متعلق جرآت کرنے والے کے بارے میں مزید حق عقوبت کا تقاضا کرتی ہے ۔ پس عقوبت میں اضافہ ہو جائے گا ۔ اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد یہ کوئی نیا حکم نہیں بلکہ آپ نے احکام دئیے ہیں ۔ اور انہیں اسباب سے منسلک کیا ہے ۔ پس ہم اسباب کا اتباع کرتے ہیں ۔ اور ہر سبب پر اس کا حکم مرتب کرتے ہیں ۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں حضرت صدیق کو حق سبقت اسلام اور تصدیق حاصل تھا ۔ اور آپ حضور علیہ السلام کے ساتھ اللہ تعالٰی کے راستے میں کھڑے ہوئے اور آپ سے کامل محبت کی اور حضور علیہ السلام کی ذات اور آپ کے اصحاب پر حد درجہ خرچ کیا اور دین کی مدد کی اور دیگر ایسے خصائل حمیدہ آپ میں تھے جن کا ذکر اس کتاب اور دوسری کتابوں میں آیا ہے ۔ حضور علیہ السلام

کے بعد آپ کو اور خصوصیات اور فضائل حاصل ہوئے جیسے آپ کی خلافت آپ نے جس طرح حق خلافت ادا کیا ۔ ممکن نہیں کہ امت کا کوئی شخص آپ کے بعد ایسا کر سکے ۔ یہ ایک قطعی اور معلوم بات ہے ۔ اس کا انکار کوئی معاند، مکابر، جاہل اور غبی ہی کر سکتا ہے ۔ پھر آپ نے مرتدین اور مانعین زکوٰۃ سے جنگ کی اور ایسی شجاعت کا مظاہرہ کیا کہ کوئی آپ سے بازی نہ لے جا سکا ۔ اس لحاظ سے آپ کے حق اور حرمت میں اضافہ ہو جاتا ہے ۔ اور آپ پر جرأت کرنے والا زیادہ سزا کا مستحق ہو جاتا ہے پس یہ بات بعید نہیں کہ اس بلند مقام اور فضیلت کے حامل انسان پر طعن کرنے والا دین میں طعن کرنے والا بن جاتا ہے ۔ اور قتل کا مستحق قرار پاتا ہے ۔ جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے ۔

اللہ تعالیٰ نے یحییٰ بن زکریا علیہ السلام کے سبب ۷۵ ہزار لوگوں کو قتل کیا ۔ بعض علماء نے کہا ہے کہ یہ ہر نبی کی دیت ہے، کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف وحی کی کہ میں نے یحییٰ بن زکریا کی وجہ سے ۷۰ ہزار کو قتل کیا تھا ۔ اور تیری بیٹی کے بیٹے حسین کے بدلے میں میں ضرور ستر، ستر ہزار آدمیوں کو قتل کروں گا ۔ [1]

---

[1] اس حدیث کو ابو بکر الشافعی نے الغیلانیات میں حضرت ابن عباس سے بیان کیا ہے ۔ ابن حبان کہتے ہیں اسکی کوئی اصل نہیں اور اسکا تعاقب کیا گیا ہے ۔ کیونکہ حاکم نے اسے چھ آدمیوں سے، ابو نعیم سے بیان کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ صحیح ہے اور ذہبی نے اپنی تلخیص میں اسکی موافقت کی ہے اور کہا ہے کہ یہ مسلم کی شرط پر ہے ۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ بہت سے روافض کو ذلیل کر کے حضرت صدیق کے حق و حرمت کا اظہار کرے گا۔ اللہ ان پر لعنت کرے جن کو اس نے اس رافضی کے قتل کی وجہ سے ذلیل کیا ہے۔ اور ان کے ناک بلند ہی رہتے ہیں۔ خواہ وہ ان سے پہلو تہی کرے اور امام ابو یوسف جو حضرت ابو حنیفہ کے ساتھی ہیں، نے کہا ہے کہ تعزیر قتل کو جائز قرار دیتی ہے۔ اور اس رافضی کا اس بلند مقام پر جرأت کرنا جو حضرت صدیق اور خلفائے راشدین کا مقام ہے۔ یہ ان اعلیٰ اسباب میں سے ہے جو تعزیر کے مقتضی ہیں۔ جس کی رُو سے امام ابو یوسف کے نزدیک قتل تک نوبت پہنچتی ہے۔ پس معلوم ہوا کہ اس رافضی کا قتل درست اور صحیح ہے۔ اور اس پر مالکی حاکم کے مذہب کی بنا پر اعتراض نہیں ہو سکتا۔ جیسا کہ ان کا مذہب بیان ہو چکا ہے۔ اسی طرح امام ابو حنیفہ کے مذہب کی رُو سے بھی اعتراض نہیں ہو سکتا۔ اور نہ شافعیہ کے مذہب کی ایک وجہ سے ہو سکتا ہے۔ اور نہ ہی حنابلہ کے مذہب کی رُو سے ایسا ہو سکتا ہے۔ پس اس واقعہ اور علماء کے کلام پر غور کرو جسے میں نے درج کیا ہے۔ کیونکہ اس میں اہم احکام ہیں۔ اور بہت سے فوائد ہیں۔ تو ان کو واضح طور پر شک و طعن سے سالم اور تعصب و عیب سے منزہ کسی کتاب میں اکٹھے کم ہی پائے گا میں نے اپنی کتاب "الاعلام فی قواطع الاسلام" میں ان کا ذکر کیا ہے۔ جن سے اس بات کی وضاحت ہو جاتی ہے۔ جس کی طرف میں نے سبکی کے کلام کے دوران اشارہ کیا ہے۔ جیسے وہ ہمارے مذہب کے قواعد کے خلاف اپنی پسند کے مطابق کسی اور حکم کی بناء پر استخراج کرتا ہے

پس مذکورہ کتاب سے یہ بیان دیکھ لیجئے ۱؎ کیوں کہ اس باب میں اس نے اس جیسا نہیں لکھا بلکہ میں اپنے کسی امام کے بارے میں بھی کامیاب نہیں ہوا۔ کہ اس نے صرف مکفرات کے بارے میں کوئی کتاب تالیف کی ہو اور نہ ہی مذاہب اربعہ کے مطابق اسکے تمام مسائل کے بارے میں مکمل حکم بیان کیا ہو جس سے انشراح صدر ہوتا ہو۔ میں نے یہ سب کچھ اس عدیم النظیر مؤلف سے لیا ہے۔ جو حسد اور کینہ کی بیماری سے بچتا ہے اور وہ عناد پر ہمیشہ قائم رہنے والے کے نزدیک ایسا ہے۔ اللہ تعالے مجھے اور دوسروں کو بھی اس سے فائدہ اٹھانے کی توفیق دے۔ اور اپنے جود وکرم اور فضل وخیر کو ہمیشہ میرے شامل حال رکھے۔ وہ رؤوف کریم، سخی اور رحمٰن ورحیم ہے۔

۱؎ مؤلف نے الاعلام میں ذکر کیا ہے کہ بعض متاخرین نے حضرت ابوبکر کے وجود اور خلافت کے منکر کے متعلق تکفیر پر جزم کیا ہے خواہ منکر کے نزدیک یہ متواتر نہ بھی ہو۔ اور آپ کے غیر کے منکر کی تکفیر نہیں کی جائے گی کیونکہ اس سے کسی ایسے اصل دین کی تکذیب لازم نہیں آتی۔ جس کی تصدیق واجب ہو اور اس کتاب میں کسی دوسری جگہ کتاب الانوار کے حوالہ سے لکھا گیا ہے۔ کہ حضرت صدیق کی خلافت کا منکر متبدع ہے کافر نہیں۔ اور جو صحابہ یا سیدہ عائشہ کو گالی دینے کو جائز قرار دیئے بغیر گالی دے وہ فاسق ہے۔ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کو گالی دینے والے کے بارے میں اختلاف ہے اور حسنین کو گالی دینے والے کے کفر میں بھی دو وجہ سے اختلاف ہے۔

افضل الذکر
لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم
ی- یا بقاء دی لوڑ ہووے کلمے پاک دا ورد کمائیے جی
اسم ذات دا رنگ کمال گوہڑا لوں لوں رنگ چڑھائیے جی
چبھی مار توحید دے بحر اندر موتی ذات دا کڈھ لیائیے جی
کلمے پاک الطاف نوں پاک کیتا کلمے نال حضوریاں پائیے جی
باھو سلطان رحمۃ اللہ علیہ
کی اصل فارسی تصنیفات کا اردو ترجمہ
۱ اورنگ شاھی
۲ طرفۃ العین
۳ دیدار بخش خورد
۴ عین الفقر
۵ کلید جنت
۶ مجالستہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم
۷ اسرار قادری
۸ عقل بیدار
۹ امیر الکونین
ملنے کا پتہ: شبیر برادرز ○ اردو بازار ○ لاہور

کیمیائے سعادت	/-	عجائب الفقہ	۴
منہاج العابدین		تعظیم نبی	/
مکاشفۃ القلوب		عاشق رسولؐ حضرت بلالؓ	
خطبات غزالی	/-	حضرت اویس قرنیؓ	
انوار جمال مصطفےٰ	/-	یا نبی سلام علیک	
سرور القلوب	/-	قافلہ بقیع	
احکام شریعت	/-	مدینے کی گلیاں	
الامن والعلیٰ	/-	سوئے مدینے	۶/-
حدائق بخشش بڑی	/-	محک الفقراء	۱۵۰/-
حدائق بخشش پاکٹ	/-	کلید التوحید	۱۵۰/-
فتویٰ فیض الرسول	/-	کربلا کے بعد	۲۴/-
انوار الحدیث		قصص الانبیاء	
خطبات محرم		شرح الصدور	

عالم فقری کی تصانیف
احکام حج
نماز حنفی
احکام روزہ
نماز مترجم
احکام زکوٰۃ
احکام نماز
اذکار قرآنی
گلزار صوفیاء
اللہ سے دوستی
روحانی عملیات
اللہ کا فقیر
اسم اعظم
اللہ میری توبہ
اولیائے پاکستان
روحانی ڈاکٹری
احکام طہارت
پیارے رسول پیاری دعائیں
تذکرہ علی احمد صابر کلیری
آداب سنت
اقوال تصوف
پیغام مصطفےٰ
روحانی اعتکاف
ہمارا اخلاق
اخلاق حسنہ
سنی بہشتی زیور
برکات درود
منازل ولایت
خزینہ اخلاق
سنی فضائل اعمال
فقری مجموعہ وظائف
فقری وعظ
تزکیۃ القلوب
خزینہ درود شریف
نماز کی کتاب
شبیر برادرز
اردو بازار - لاہور